

تفسیر احسان

تفسیر عثمانی

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

افاضہ عنوانات و تشکیل مقدمہ
جناب محمد ولی رازی صاحب
والہ عزرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مولانا علیہ

www.ahlehaq.org

دارالافتاء دارالترقیہ

لاہور، پاکستان 2243708

اِنَّا نَحْمَدُكَ يَا اَللّٰهُمَّ وَنُثْنِيْكَ لَكَ بِمَا لَكَ مِنْ فَضْلِكَ



پارہ ۲۱ تا ۳۰

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اضافہ عنوانات و تشکیل جدید

جناب محمد ولی رازی صاحب دہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حواشی علیہ

www.ahlehaq.org

دارالافتاء اسلامیہ

آؤ بازار ایم ایس جلال روڈ کراچی پاکستان 2213768

عنوانات، جدید ترتیب و کتابت کے جملہ حقوق ملکیت محفوظ ہیں
متن قرآن کریم استعمال کرنے کے لئے تاج کپنی لمیٹڈ سے خصوصی معاہدہ کیا گیا

نام کتاب : تفسیر عثمانی مع اضافہ تفسیری عنوانات
تالیف : علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ
عنوانات جدیدہ : جناب مولانا محمد ولی رازی ابن مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ
باہتمام اول : حافظ فضل الرحیم
باہتمام ثانی : ظلیل اشرف عثمانی
تعداد اشاعت : ۵۰۰
سن اشاعت : محرم ۱۴۲۸ ہجری فروری ۲۰۰۷ء
مطبع : اطہر پریس
ناشر : دارالاشاعت کراچی

﴿..... ملنے کے چتے.....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
ادارۃ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰- انارکلی لاہور
بیت العلوم ۲۰ بھڑوڑ لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ - مدینہ مارکیٹ ریلوے بازار اورالپنڈی

﴿انگلینڈ اور امریکہ میں ملنے کے چتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD. ISLAMIC BOOKS CENTRE
54-68 LITTLE ILFORD LANE 119-121, HALLI WELL ROAD
MANOR PARK, LONDON E12 5QA BOLTON BL 3NE, U.K.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A
www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

فہرست عنوانات

تفسیر عثمانی جلد سوم

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۱	جانوروں اور انسانوں کو روزی کا وعدہ		۴۳	تلاوت قرآن کا حکم	اہل مآ اوحیٰ (۴)
۵۱	اللہ کو سب خالق مانتے ہیں		۴۳	نماز روحانی بیماریوں کا علاج ہے	
۵۳	اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے		۴۳	برائیوں سے روکنے کا دوسرا مفہوم	
۵۳	کفار کی ناشکری کا حال		۴۴	ذکر اللہ کی فضیلت	
۵۳	کفار مکہ پر اللہ کا انعام		۴۴	اہل کتاب سے مناظرہ میں نرمی و مہمانت	
	اللہ کے راستے میں مجاہدہ کرنے والوں کی		۴۵	اہل کتاب سے یہ بات کہو	
۵۳	خاص ہدایت		۴۵	اہل کتاب اور مسلمانوں میں فرق	
۵۵	سورہ روم (۳۰)			اہل کتاب اور کفار میں سے قرآن کو ماننے والے	
۵۵	ادنی الارض کی تفسیر		۴۵	آنحضرت ﷺ کا انہی ہونا قرآن کی صداقت کی دلیل ہے۔	
۵۵	قرآن کی حیرت انگیز پیشینگوئی		۴۷	حفاظ قرآن کی فضیلت	
۵۵	روم و فارس کی جنگ		۴۷	معجزات دکھانا میرے اختیار میں نہیں ہے	
۵۵	فارس کی روم پر فتح		۴۷	قرآن سب سے بڑھ کر معجزہ ہے	
۵۵	مشرکین مکہ کی خوشیاں		۴۷	میری صداقت کیلئے اللہ کی گواہی کافی ہے	
۵۵	حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شرط		۴۷	گھانا پانے والے	
۵۷	پیشینگوئی کا سچا ہونا		۴۹	کفار کیلئے دنیا و آخرت کا جواب	
۵۷	لوگوں کی حقیقت سے لاعلمی		۴۹	مومنین سے خطاب خاص	
۵۷	دنوی زندگی کا سطحی علم		۴۹	ہجرت کرنے والوں کے انعامات	
۵۷	کائنات کی تخلیق میں غور و فکر		۵۱		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۷۵	مومنین کی مدد کا وعدہ	۵۹	بچھلی قوموں کے حالات سے عبرت		
۷۵	بارش اور بادل کا نظام	۵۹	تکذیب و استہزاء کا انجام		
۷۶	اللہ کی رحمت کے آثار	۶۱	صبح و شام ذکر اللہ کی تاکید		
۷۷	آخرت کی زندگی پر استدلال	۶۱	نماز کے اوقات کی حکمت		
۷۷	تنگی میں ناشکری	۶۱	مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو پیدا کرنا		
۷۷	سماع موتی کا مسئلہ	۶۱	اللہ کی بعض نشانیاں		
۷۹	انسانی زندگی کے مختلف مراحل	۶۳	مرد و عورت کی تخلیق کی حکمت		
۷۹	آخرت میں دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی	۶۳	رنگ و زبان کا اختلاف		
۷۹	کفار کو اہل علم کی ملامت	۶۳	بجلی کی چمک اور بارش میں نشانیاں		
۸۱	قرآن کی دلیلیں اور کفار کا انکار	۶۳	زمین و آسمان کا قیام		
۸۱	دلوں پر مہر	۶۵	آخرت کی زندگی پر احمقانہ شبہ		
۸۱	آنحضرت ﷺ کو تسلی	۶۵	اللہ کی شان سب سے اعلیٰ ہے		
۸۱	سورہ لقمان (۳۱)	۶۶	شرک کی مذمت کی ایک بلیغ مثال		
۸۱	سورہ لقمن	۶۷	انسان کی فطرت اسلام ہے		
۸۳	منظمن کا ذکر	۶۷	دین قیم		
۸۳	لہو و لعب میں رہنے والوں پر عذاب	۶۷	دین فطرت کے چند اصول		
۸۳	لہو الحدیث کی تفسیر	۶۹	دین میں فرقہ بازی		
۸۳	نضر بن حارث کی قرآن دشمنی	۶۹	انسان کی ناشکری		
۸۳	اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا	۶۹	شرک عقل سلیم اور فطرت کے خلاف ہے		
۸۵	پہاڑوں کا فائدہ	۶۹	خوشی و غم میں کفار کی حالت		
۸۵	شرکاء نے کیا پیدا کیا ہے دکھاؤ	۷۱	روزی میں تنگی اور وسعت کی حکمت		
۸۵	حضرت لقمن کی حکمت	۷۱	اقرباً و مساکین کا حق		
۸۵	حضرت لقمن کون تھے	۷۱	سود سے مال گھٹتا اور زکوٰۃ سے بڑھتا ہے		
۸۵	شکر کی نصیحت	۷۳	لوگوں کی بد عملی سے بحر میں فساد		
۸۵	بیٹے کو شرک نہ کرنے کی نصیحت	۷۳	دنیا کے فساد کا علاج		
۸۵	شرک ظلم عظیم ہے	۷۵	قدرت الہیہ		
		۷۵	نعمت کی بشارت		

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۱۰۱	اللہ کی تدبیر امور کا طریقہ		۸۷	ماں کا حق باپ سے زیادہ	
۱۰۱	ہزار سال کے امور کا حکم اور اس کی تفسیر		۸۷	دودھ چھڑانے کی مدت	
۱۰۱	انسانو! اپنی تخلیق میں غور کرو		۸۷	شرک میں ماں باپ کی اطاعت نہ کرو	
۱۰۱	اللہ کی روح کا مطلب		۸۷	حضرت لقمانؑ کی دوسری نصیحت	
۱۰۳	موت کے بعد آدمی بالکل فنا نہیں ہوتا		۸۹	صبر کی نصیحت	
۱۰۳	کفار پر اب کبھی رحمت نہیں ہوگی		۸۹	غرو نہ کرو	
۱۰۵	مومنین کا خوف و خشیت		۸۹	اکڑ کر چلنے کی ممانعت	
۱۰۵	تہجد پڑھنے والوں کی مدح		۸۹	بول چال میں اعتدال	
۱۰۵	جنت کی خصوصی نعمت		۸۹	مخلوقات پر انسان کی حکومت	
۱۰۷	جہنم میں کفار کی حالت		۹۱	اللہ کی بات میں بے علم و ہدایت جھگڑنے والے	
۱۰۷	دنیا میں عذاب کا نمونہ		۹۱	آباؤ اجداد کی اندھی تقلید	
۱۰۹	حق و باطل کا اصل فیصلہ قیامت میں ہوگا		۹۱	ان کے انکار اور تکذیب کی پروا نہ کرو	
۱۰۹	ارض جرز		۹۳	اللہ کی خالقیت کا اعتراف کفار کو بھی ہے	
۱۰۹	قیامت پر کفار کا شبہ اور اصرار		۹۳	اللہ کے کلمات غیر متناہی ہیں	
۱۰۹	کفار سے اعراض		۹۳	اللہ کا ارادہ و قدرت	
			۹۳	اللہ تعالیٰ کا سمع و بصر	
۱۱۰	سورہ احزاب (۳۳)		۹۵	معبود ہونے کا اہل صرف اللہ ہے	
۱۱۱	آنحضرت ﷺ کو کامل توکل کی تعلیم		۹۵	بحری سفر میں اللہ کی نشانیاں	
۱۱۲	ظہار اور متنبی کا بیان		۹۵	اللہ کو پکارنا انسانی ضمیر کی آواز ہے	
۱۱۳	متنبی کو اصل باپ کے نام سے پکارو		۹۵	قدرت الہیہ کا انکار	
۱۱۳	بھول چوک پر مواخذہ نہیں		۹۶	قیامت میں نفسی نفسی	
	آنحضرت ﷺ کو مومنین جان سے زیادہ		۹۶	قیامت کا وعدہ ضرور پورا ہوگا	
۱۱۳	چاہتے ہیں		۹۷	تقدیر الہی اور تدبیر کا تعلق	
۱۱۵	ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں		۹۷	اللہ کا علم غیب اور رسول اللہ کا علم غیب	
۱۱۵	اولوالارحام کا حق تمام مومنین سے زیادہ ہے		۹۷	مفتاح الغیب کا کلی علم صرف اللہ کو ہے	
۱۱۵	پانچ اولوالعزم پیغمبر		۸۹	سورہ سجدہ (۳۲)	
			۹۹	قرآن وحی الہی ہے اس کے دلائل	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۱۲۹	اور پردے کا بیان	۱۱۵	منکرین کیلئے حجت	
۱۳۱	نبی کے گھر والوں کیلئے اللہ کا ارادہ	۱۱۵	احزاب میں فرشتوں کا نزول	
۱۳۱	لفظ اہل بیت کی تفسیر	۱۱۷	غزوہ خندق کے اسباب	
۱۳۱	قرآن میں عورتوں کا خصوصی تذکرہ	۱۱۷	غزوہ خندق کی ختمیاں	
۱۳۲	حضرت زید بن حارثہ کا واقعہ	۱۱۷	مومنین کی آزمائش	
۱۳۳	حضرت زید بن حارثہ کے نکاح کا حکم	۱۱۷	منافقین کا استہزاء	
۱۳۳	آنحضرت ﷺ اور حضرت زینب کے نکاح کا واقعہ	۱۱۹	منافقین کے حیلے بہانے	
۱۳۳	حضرت زینب کا نکاح کرنے کی حکمت	۱۱۹	منافقین کا عہد اور خلاف ورزی	
۱۳۴	متنبی کی بیوہ سے نکاح میں کوئی حرج نہیں	۱۲۱	اللہ کا ارادہ پورا ہو کر رہے گا	
۱۳۵	آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں	۱۲۱	منافقین کی منافقت	
۱۳۷	آنحضرت ﷺ کی بعثت کیلئے اللہ کا شکر ادا کرو	۱۲۱	منافقین کی لفاظی	
۱۳۷	نزول ملائکہ اور نزول رحمت کا وعدہ	۱۲۱	بے ایمان کا عمل	
۱۳۷	آنحضرت ﷺ کے مناقب	۱۲۳	منافقین کی بزولی	
۱۳۷	آب سراج منیر ہیں	۱۲۳	آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ	
۱۳۷	امت محمدیہ کی فضیلت و برتری	۱۲۳	صحابہ کرام کا ایمان کامل	
۱۳۷	اللہ آپ ﷺ کا کارساز ہے	۱۲۴	صحابہ کرام کے ایمان و عزم کا بیان	
۱۳۹	مطلقہ قبل صحبت کی عدت	۱۲۵	حضرت طلحہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد	
۱۴۱	آنحضرت ﷺ کیلئے بلا مہر نکاح کی اجازت	۱۲۵	کفار کی شکست	
۱۴۱	ازواج مطہرات کی تعداد اور اس کی حکمت کا بیان	۱۲۵	بنی قریظہ کا بیان	
۱۴۲	آنحضرت ﷺ کی ریاضت و مجاہدہ	۱۲۵	بنی قریظہ کے خلاف حضرت سعد کا فیصلہ	
۱۴۲	تعداد ازواج میں آپ ﷺ کی معجزانہ شان	۱۲۶	صحابہ کرام کو اموال و اراضی کا عطیہ	
۱۴۳	ازواج کے سلسلہ میں آپ کیلئے خصوصی احکام	۱۲۷	آیت تخیر اور ازواج مطہرات	
۱۴۳	آنحضرت ﷺ کی کنیزیں	۱۲۷	امہات المومنین کا فیصلہ	
۱۴۵	صحابہ کرام کو آداب النبی ﷺ کی تعلیم	۱۲۸	امہات المومنین سے دو گنے اجر کا وعدہ	ومن یقنت (۲۲)
۱۴۵	آپ ﷺ کا حلم و حیاء	۱۲۹	امہات المومنین کا مقام عظمت	
۱۴۵	صحابہ کرام کو پردے کا حکم	۱۲۹	عورتوں کیلئے مردوں سے بات کرنا کا ادب	
۱۴۵	ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں	۱۲۹	عورتوں کیلئے گھروں میں بیٹھنے کا حکم	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۵۹	بعث بعد الموت اور قیامت کے دلائل	۱۳۶	محارم کی تفصیل	
۱۵۹	حضرت داؤد کا معجزہ	۱۳۷	صلوۃ علی النبی کا مفہوم	
۱۵۹	حضرت داؤد کیلئے لوہا نرم کرایا گیا تھا	۱۳۷	آنحضرت ﷺ پر مومنین کی صلوۃ	
۱۶۱	حضرت سلیمان کا تخت اور تانبے کا چشمہ	۱۳۷	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ستانے والے ملعون ہیں	
۱۶۱	جنات کا تابع ہونا	۱۳۹	منافقین کی ایذا رسانی	
۱۶۱	جنات کے کام	۱۳۹	عورتوں کو پردے کا حکم	
۱۶۱	آل داؤد کو لشکر کا حکم	۱۳۹	آزاد عورتوں کا پردہ	
۱۶۳	حضرت سلیمان کی وفات کا عجیب واقعہ	۱۳۹	جھوٹی خبریں اڑانے والے	
۱۶۳	قوم سبا کے دوباغ	۱۳۹	یہود پر مسلمانوں کے غلبے کی خبر	
۱۶۳	قوم سبا کی عمارتیں اور پانی کے بند	۱۵۱	قیامت کے قرب کی خبر	
۱۶۳	سد مارب	۱۵۱	کفار کی سزا	
۱۶۳	سبل عرم کا واقعہ	۱۵۱	آنحضرت ﷺ کے بارے میں مسلمانوں کو نصیحت	
۱۶۵	برکت والی بستیاں	۱۵۱	حضرت موسیٰ اور پتھر کا واقعہ	
۱۶۵	قوم سبا کی دولت و ثروت	۱۵۲	تقویٰ اور قول سدید	
۱۶۷	اہل سبا کی احمقانہ درخواست	۱۵۲	اللہ کی امانت اور انسان	
۱۶۷	سبائی تمدن کا زوال اور عذاب	۱۵۳	امانت کیا چیز ہے	
۱۶۷	قوم سبا کا حال عبرت ناک ہے	۱۵۳	ظلم و جہول کی تفسیر	
۱۶۷	زوال کا سبب شیطان کا اتباع تھا	۱۵۵	سورۃ سبا (۳۴)	
۱۶۷	شیطان کو بہکانے کے علاوہ کوئی قدرت نہیں	۱۵۵	اللہ ہی تمام کائنات کا مالک ہے	
۱۶۷	مشرکین مکہ کو تنبیہ	۱۵۵	اللہ کا علم محیط ہے	
۱۶۹	ملائکہ پر اللہ کی ہیبت و عظمت کا اثر	۱۵۷	قیامت ضرور آئے گی	
۱۶۹	کفار کی غلطی پر تنبیہ کا ایک حکیمانہ طریقہ	۱۵۷	کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں	
۱۶۹	ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے	۱۵۷	قیامت کس لئے آئے گی	
۱۶۹	آپ ﷺ کی بعثت تمام انسانوں کیلئے ہے	۱۵۷	قیام قیامت کی دوسری حکمت	
۱۷۱	قیامت اپنے وقت پر آئے گی	۱۵۹	دوسری زندگی پر کفار کا استہزاء	
۱۷۱	کفار کا انکار	۱۵۹	قرآن کا جواب	
۱۷۱	کفار کا اپنے بڑوں سے مکالمہ			

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۱۸۷	کلام طیب کی فضیلت		۱۷۳	آخرت میں کفار کا کچھتاوا	
۱۸۷	عمل صالح کی رفعت و بلندی		۱۷۳	کفار کا نشہ دولت	
۱۸۷	مکاروں کیلئے عذاب		۱۷۳	رضائے الہی کا غلط معیار	
۱۸۷	انسان کی تخلیق		۱۷۳	دولت فراخی رضا کا معیار نہیں	
۱۸۷	برائے کی عمر پہلے سے لکھی ہوئی ہے		۱۷۵	مومنوں کو نفقات پر اجر عظیم	
۱۸۷	کفر اور اسلام کی مثال مظاہر فطرت سے		۱۷۵	رزق کی تنگی و فراخی اللہ کے ہاتھ میں ہے	
۱۸۹	بحری جہاز		۱۷۵	ملائکہ پرستی پر ملائکہ سے سوال	
۱۸۹	لیل و نهار کے تغیرات		۱۷۵	ملائکہ کا جواب	
۱۸۹	باطل معبودوں کی حقیقت		۱۷۷	عابد اور معبود دونوں کی عاجزی	
۱۸۹	اللہ ہی سچی خبر دینے والا ہے		۱۷۷	آنحضرت ﷺ کی تکذیب	
۱۸۹	تمام انسان اللہ کے محتاج ہیں		۱۷۷	قرآن و نبوت پر اعتراض	
۱۹۱	قیامت میں ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا		۱۷۷	کفار مکہ کی جہالت	
۱۹۱	مومن اور کافر برابر نہیں		۱۷۹	کفار مکہ کو آنحضرت ﷺ کا وعظ	
۱۹۳	اللہ مردوں کو بھی سنا سکتا ہے		۱۷۹	حق غالب ہو کر رہے گا	
۱۹۳	بشیر و نذیر		۱۷۹	کفار کی حالت	
۱۹۳	مظاہرہ قدرت		۱۸۱	آخرت میں کفار کا ایمان	
۱۹۳	مخلوقات کے مختلف رنگ		۱۸۱	کفار کو جواب	
۱۹۵	اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں		۱۸۱	ابدی ناکامی	
۱۹۵	نفع بخش تجارت کے امیدوار		۱۸۱	سورہ فاطر (۳۵)	
۱۹۷	قرآن کے ورثاء		۱۸۱	حمد خالق وجود ہی کیلئے ہے	
۱۹۷	اہل جنت کیلئے سونے کے کنگن اور ریشمی لباس		۱۸۱	فرشتوں کے پر	
۱۹۷	اہل دوزخ کا حال		۱۸۱	حضرت جبریل کے بازو	
۱۹۹	اہل دوزخ کی فریاد		۱۸۳	خالق ہی معبود ہو سکتا ہے	
۱۹۹	حق تعالیٰ کا جواب		۱۸۵	شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے	
۱۹۹	اللہ دلوں کی بات جانتا ہے		۱۸۵	نیک اور بد برابر نہیں	
۱۹۹	ان معبودوں نے کیا پیدا کیا		۱۸۵	بارش اور بادل سے شر پر استدلال	
۲۰۱	زمین و آسمان کا ٹھہراؤ		۱۸۵	عزت اللہ کی اطاعت میں ہے	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۱۵	مظاہر قدرت سے استدلال	۲۰۱	اللہ کا حلم و بردباری	
۲۱۵	جوڑوں کی تخلیق	۲۰۱	یہود کی جھوٹی قسمیں اور نبوت کی تکذیب	
۲۱۶	دن اور رات کی تبدیلیوں میں اللہ کی نشانی	۲۰۳	چاہ کن را چاہ در پیش	
۲۱۷	سورج کی چال اور مستقر	۲۰۳	اللہ کی مضبوط گرفت	
۲۱۷	چاند کی منزلیں	۲۰۳	گناہوں پر اللہ کا غفور و درگزر	
۲۱۷	سیاروں کا مدار میں تیرنا	۲۰۳	اللہ کی ڈھیل صرف قیامت تک ہے	
۲۱۹	انسان کا بحری سفر	۲۰۵	سورۃ یسین (۳۶)	
۲۱۹	کفار کی روگردانی	۲۰۵	آنحضرت ﷺ کی نبوت پر قرآن کی گواہی	
۲۱۹	کفار کا استہزاء	۲۰۵	آنحضرت ﷺ کا فریضہ انذار	
۲۱۹	فقر و غنا کی حکمت	۲۰۶	شیطان کن لوگوں پر مسلط ہوتا ہے	
۲۲۱	قیامت کا اچانک آنا	۲۰۶	کن لوگوں کے دلوں پر مہر لگتی ہے	
۲۲۱	حق تعالیٰ کا کفار کو جواب	۲۰۷	کفار اور ہدایت کے درمیان دیواریں	
۲۲۱	آخرت میں انصاف	۲۰۷	ڈرنے والے ہی ہدایت پاتے ہیں	
۲۲۳	اہل جنت کا حال	۲۰۹	بعث بعد الموت یقینی ہے	
۲۲۳	اہل جنت کو حق تعالیٰ کا سلام	۲۰۹	نیک و بد اعمال کا ریکارڈ	
۲۲۳	مجرموں کی علیحدگی	۲۰۹	لوح محفوظ	
۲۲۳	کفار کو ملامت	۲۰۹	اصحاب قریہ	
۲۲۳	ہاتھوں اور پیروں کی گواہی	۲۰۹	اللہ کے بھیجے ہوئے رسول	
۲۲۵	کفار کو حق تعالیٰ کی تنبیہ	۲۰۹	کفار کے اعتراضات کا جواب	
۲۲۵	آنحضرت ﷺ اور شاعری	۲۰۹	مرسلین کی تکذیب اور ضد	
۲۲۵	اللہ کی دوسری نشانیاں	۲۱۱	ایک مرد صالح کی حمایت اور فہمائش	
۲۲۷	چار پایوں میں انسان کے فائدے	۲۱۳	اپنے ایمان کا اعلان	ومالی (۲۳)
۲۲۷	انسان کی اصل	۲۱۳	جنت میں داخلہ	
۲۲۷	حقیر انسان کی جرأت	۲۱۳	جنت میں اپنی قوم کا خیال	
۲۲۷	اللہ کی قدرت	۲۱۳	قوم پر چنگھاڑ کا عذاب	
۲۲۷	درخت اور ایندھن	۲۱۵	بچھلی قوموں کے حال سے عبرت	
۲۲۹	قدرت کاملہ کا بیان			

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۳۹	اہل دوزخ کے پینے کا پانی	۲۲۹	اللہ ہی حاکم مطلق ہے	
۲۴۱	اندھی تقلید	۲۲۹	سورۃ الصّٰفّٰت (۳۷)	
۲۴۲	حضرت نوحؑ کے واقعہ سے عبرت	۲۲۹	قرآن کی قسموں کی توضیح	
۲۴۲	حضرت نوحؑ پر انعامات	۲۲۹	ڈانٹنے والے فرشتے	
۲۴۳	حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ	۲۲۹	مشارق و مغارب	
۲۴۳	حضرت ابراہیمؑ کا قلب سلیم	۲۳۱	ستاروں کی رونق	
۲۴۳	حضرت ابراہیمؑ کا توریہ	۲۳۱	ملاء اعلیٰ اور شیاطین	
۲۴۳	بتوں سے خطاب	۲۳۱	شہاب ثاقب کی مار	
۲۴۳	بت شکنی	۲۳۱	مکرین بعث کا رد	
۲۴۴	قوم کو توحید کی دعوت	۲۳۱	انسان کی اصلیت	
۲۴۴	آگ میں جلانے کی تجویز	۲۳۱	کفار کی ضد اور ہٹ	
۲۴۴	ارادۂ ہجرت	۲۳۳	کفار کا حشر	
۲۴۴	حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا مصداق حضرت اسمعیلؑ ہے	۲۳۳	کفار کو سوال کیلئے ٹھہرنے کا حکم	
۲۴۵	حضرت اسمعیلؑ کا مقام قربانی	۲۳۳	حق تعالیٰ کا سوال	
۲۴۵	حضرت اسمعیلؑ ہی ذبح اللہ ہیں	۲۳۳	کفار کا ایک دوسرے کو الزام	
۲۴۵	غلام حلیم کے الفاظ سے استدلال	۲۳۵	متبوعین کا جواب	
۲۴۷	باپ کا بیٹے کو خواب سنانا	۲۳۵	آنحضرت ﷺ کو شاعر کہنے پر ملامت	
۲۴۷	ذبح عظیم	۲۳۵	جنت کے میوے	
۲۴۷	حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش	۲۳۷	جنت کی شراب	
۲۴۷	ذبح کے لئے مینڈھے کا آنا	۲۳۷	جنت کی حوریں	
۲۴۹	دونوں بیٹوں کی اولاد	۲۳۷	جنت کی عورتوں کا رنگ	
۲۴۹	حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ پر اللہ کا احسان	۲۳۷	جنت کی مجلسیں	
۲۵۱	حضرت الیاس علیہ السلام	۲۳۷	کافر دوست کے حال کی جستجو	
۲۵۱	خالق حقیقی صرف اللہ ہے	۲۳۹	دوزخ میں اس کا حال	
۲۵۱	الیاسین کی تفسیر	۲۳۹	دائمی زندگی پر خوشی کا اظہار	
۲۵۱	قوم لوطؑ کی بستیاں	۲۳۹	اہل دوزخ کیلئے زقوم کا درخت	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۲۶۳	حضرت داؤد علیہ السلام کی تقسیم اوقات		۲۵۳	حضرت یونسؑ کا واقعہ	
۲۶۳	ایک عجیب مقدمہ		۲۵۳	حضرت یونسؑ کی نجات کی وجہ	
۲۶۳	حضرت داؤدؑ کا امتحان		۲۵۳	مچھلی کے پیٹ سے نجات اور کدو کی تیل	
۲۶۷	حضرت داؤدؑ کو خلافت ارضی کی عطا		۲۵۳	حضرت یونسؑ کی قوم کی تعداد	
۲۶۷	اس زندگی کا اصل مقصد		۲۵۳	قوم یونسؑ کا ایمان	
۲۶۷	مومن اور مفسد برابر نہیں ہو سکتے		۲۵۳	فرشتوں کے مونٹ ہونے کا عقیدہ	
۲۶۸	مبارک کتاب		۲۵۳	اللہ کی بیٹیوں کا عقیدہ	
۲۶۸	حضرت سلیمانؑ اور جہاد کے گھوڑے		۲۵۵	ان عقیدوں کی سند کہاں ہے	
۲۶۹	اس آیت کی دوسری تفسیر		۲۵۵	اللہ اور جنات میں رشتہ داری کا عقیدہ	
۲۶۹	حضرت سلیمانؑ علیہ السلام کا امتحان		۲۵۵	جنوں کو ہدایت اور گمراہی کا کوئی اختیار نہیں	
۲۷۱	حضرت سلیمانؑ کی دعا		۲۵۵	فرشتوں کا اپنے بارے میں کلام	
۲۷۱	جنات اور ہواؤں کی تسخیر		۲۵۷	اہل مکہ کا اپنے قول سے انحراف	
۲۷۱	حضرت سلیمانؑ کا تقرب		۲۵۷	عذاب میں عجلت کا مطالبہ	
۲۷۱	حضرت ایوبؑ کا واقعہ		۲۵۸	سورہ ص (۳۸)	
۲۷۱	حضرت ایوبؑ کیلئے پانی کا چشمہ		۲۵۸	قرآن کریم نصیحت کو سمجھانے والا ہے	
۲۷۳	حضرت ایوبؑ کی قسم		۲۵۹	مچھلی قوموں کی ہلاکت کی وجہ	
۲۷۳	حضرت انبیاء کا امتیاز		۲۵۹	آنحضرت ﷺ کی نبوت پر کفار کا اعتراض	
۲۷۳	جنت کے کھلے دروازے		۲۵۹	توحید کے دعوت پر کفار کا تعجب اور اعتراض	
۲۷۳	جنت کی عورتیں ہم عمر		۲۵۹	کفار کا اپنے شرک پر اصرار	
۲۷۵	اہل دوزخ کیلئے گرم پانی اور پیپ		۲۶۱	رسالت کیلئے آنحضرت ﷺ کے انتخاب پر اعتراض	
۲۷۵	اہل دوزخ کی گفتگو		۲۶۱	کفار کو حق تعالیٰ کی تنبیہ	
۲۷۶	اہل دوزخ کا آپس میں جھگڑا		۲۶۱	حکومت و خزان سب اللہ کے ہاتھ میں ہیں	
۲۷۷	کفار کو آنحضرت ﷺ کی تنبیہ		۲۶۱	کفار شکست خوردہ گروہ ہے	
۲۷۷	ملاء اعلیٰ کی تشریح		۲۶۱	میخوں والا فرعون	
۲۷۷	حضرت آدمؑ کی تخلیق		۲۶۳	وعدہ قیامت پر استہزاء	
۲۷۹	ابلیس کے انکار پر حق تعالیٰ کا سوال		۲۶۳	حضرت داؤدؑ کے فضائل	
۲۷۹	ابلیس پر لعنت		۲۶۳	حضرت داؤدؑ کا کمال خطاب	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۸۱	سورۃ الزمر (۳۹)	۲۸۱	قرآن میں کوئی کجی نہیں	۲۹۵
۲۸	خالص اللہ کی عبادت کرو	۲۸۱	شرک اور توحید کی ایک بلیغ مثال	۲۹۵
۲۸۳	مشرکین کے حیلے اور اس کا جواب	۲۸۱	قیامت میں لوگوں کا جھگڑا	۲۹۷
۲۸۳	اللہ کی اولاد کے عقیدے کا عقلی رد	۲۸۱	اللہ پر جھوٹ بولنے والا سب سے بڑا ظالم ہے	۲۹۹
۲۸۳	دن رات کی تبدیلیاں	۲۸۱	متقی کون ہیں	۲۹۹
۲۸۳	اللہ کی قدرت کے مظاہر	۲۸۱	محسنین کا اجر	۲۹۹
۲۸۵	انسان کی تخلیق	۲۸۱	دیوتاؤں کے مقابلہ میں اللہ کافی ہے	۲۹۹
۲۸۵	تین اندھیریاں	۲۸۱	ہدایت اور گمراہی صرف اللہ کی طرف سے ہے	۲۹۹
۲۸۵	توحید کی دلیل	۲۸۱	اللہ کے نفع و ضرر کو کوئی ٹال نہیں سکتا	۳۰۱
۲۸۵	اللہ شکر گزاری پسند کرتا ہے	۲۸۱	غالب کون۔ مومن یا مشرک؟	۳۰۱
۲۸۷	انسان کی ناشکری کا حال	۲۸۱	انسان کا نفع اور نقصان واضح ہے	۳۰۱
۲۸۷	فرمانبردار اور نافرمان برابر نہیں ہو سکتے	۲۸۱	موت اور زندگی حقیقت	۳۰۳
۲۸۷	نیکی میں دنیا کی بھلائی بھی مضمر ہے	۲۸۱	بتوں کی سفارش ایک وہم ہے	۳۰۳
۲۸۷	ہجرت کے فضائل	۲۸۱	ساری سفارش اللہ کے اختیار میں ہے	۳۰۳
۲۸۷	آنحضرت ﷺ سب سے پہلے فرمانبردار	۲۸۱	توحید کے ذکر پر مشرک کا انقباض	۳۰۳
۲۸۹	بندے ہیں	۲۸۱	آخرت میں مال کام نہیں آئے گا	۳۰۵
۲۸۹	مشرکین ہی خاسرین ہیں	۲۸۱	خوشی و تکلیف میں مشرکین کی دو عملی	۳۰۵
۲۹۱	اہل انابت کو خوشخبری	۲۸۱	نعمت امتحان ہے	۳۰۵
۲۹۱	جنت کے درجات	۲۸۱	فراخی و تنگی مقبولیت کا معیار نہیں	۳۰۷
۲۹۱	بارش اور پانی کے چشے	۲۸۱	اللہ کی بے پایاں رحمت کا اعلان	۳۰۷
۲۹۳	اہل عقل کیلئے سامان ہدایت	۲۸۱	توبہ و انابت کا حکم	۳۰۷
۲۹۳	مسلمان کے لئے اللہ کا نور	۲۸۱	عذاب سے پہلے قرآن کی اطاعت کرو	۳۰۷
۲۹۳	متشابہ مثالی آیات	۲۸۱	محشر میں کفار کی ندامت	۳۰۹
۲۹۳	قرآنی آیات کی تاثیر	۲۸۱	دو بارہ دنیا میں آنے کی تمنا	۳۰۹
۲۹۵	آخرت میں ظالموں پر عذاب	۲۸۱	کفار کی یہ تمنا بھی غلط ہے	۳۰۹
۲۹۵	پچھلی قوموں کی تکذیب اور ہلاکت	۲۸۱	قیامت میں مکذبین کے چہرے کالے ہو گئے	۳۰۹
		۲۸۱	تکبر کا ٹھکانہ دوزخ ہے	۳۰۹

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۳۲۱	رزق رسانی میں اللہ کی نشانیاں	۳۰۹	متقین کا مقام	
۳۲۳	القائے روح	۳۱۱	کفر کرنے والے ہی گھائے میں ہیں	
۳۲۳	میدان حشر	۳۱۱	آنحضرت ﷺ کو شرک کی دعوت اور اس کا جواب	
۳۲۳	حشر میں دلوں کی گھبراہٹ	۳۱۱	آنحضرت ﷺ کو نصیحت	
۳۲۳	اللہ دلوں کے راز اور آنکھوں کی خیانت جانتا ہے	۳۱۱	شرکین اللہ کو نہیں سمجھتے	
۳۲۳	بت فیصلہ نہیں کر سکتے	۳۱۱	زمین و آسمان ایک مٹھی میں	
۳۲۵	انبیاء کی تکذیب رسوائی اور ہلاکت ہے	۳۱۳	تیسرا نفع صور	
۳۲۵	سلطان مبین	۳۱۳	حساب کیلئے حق تعالیٰ کا نزول	
۳۲۵	حضرت موسیٰؑ پر جادوگری کا الزام	۳۱۳	کفار کو دوزخ کی طرف ذلت سے ہانکا جائیگا	
۳۲۵	بیٹے قتل کرنے کا حکم	۳۱۳	دوزخ کے فرشتوں کی ملامت	
۳۲۷	فرعون کی شقاوت اور بد بختی	۳۱۵	اہل جنت کا استقبال و اکرام	
۳۲۷	حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کا پیغمبرانہ جواب	۳۱۵	اہل جنت کا شکر	
۳۲۷	آل فرعون میں سے ایک مرد مومن کی حمایت	۳۱۵	جنت میں جہاں چاہو رہو	
۳۲۹	آل فرعون کو نصیحت	۳۱۵	عرش کے گرد ملائکہ کا ہجوم	
۳۲۹	فرعون کا جواب	۳۱۷	سورۃ المومن (۴۰)	
۳۲۹	مرد مومن کی فہمائش	۳۱۷	توبہ کی فضیلت	
۳۲۹	یوم التناد سے ڈرو	۳۱۷	منکرین کی دنیوی حالت سے دھوکہ نہ کھاؤ	
۳۳۱	حضرت یوسفؑ کے حال سے مرد مومن کا استدلال	۳۱۷	پچھلی قوموں کے حال سے عبرت	
۳۳۱	اللہ کی آیات میں جھگڑے	۳۱۹	موجودہ منکرین بھی اہل دررخ ہیں	
۳۳۱	مغرور لوگوں کے دلوں پر مہر	۳۱۹	مومنین کیلئے فرشتوں کا استغفار	
۳۳۱	فرعون کا انتہائی تسخر	۳۱۹	فرشتوں کے استغفار کا مضمون	
۳۳۳	فرعون کی ناکامی	۳۱۹	اہل جنت کے اقرباء کیلئے فرشتوں کی دعا	
۳۳۳	آل فرعون کو مرد مومن کی دعوت	۳۲۱	منکرین سے اللہ کی بیزاری کا اعلان	
۳۳۳	دنیا و آخرت کی حقیقت	۳۲۱	منکرین کا دوسری موت اور حیات کا اقرار	
۳۳۳	نجات کا مدار اعمال صالح پر ہے	۳۲۱	تیسری حیات کی درخواست	
۳۳۳	مرد مومن کا اثر انگیز وعظ	۳۲۱	کفار کیلئے ہلاکت ابدی کا فیصلہ	
۳۳۵	تمہاری دعوت کی کوئی سند نہیں آئی			

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۳۴۹	اللہ کی کس کس نشانی کو جھٹلاؤ گے		۳۳۵	بعد میں میری نصیحت یاد آئے گی	
۳۵۱	بچھلی قوموں کی ہلاکت سے سبق لو		۳۳۵	مردموسن کا خاتمہ وعظ	
۳۵۱	قیامت میں کفار کی توبہ		۳۳۵	حضرت موسیٰ کی نجات و آل فرعون کی ہلاکت	
۳۵۱	حشر میں توبہ و ندامت بے سود ہے		۳۳۵	ان کو صبح و شام دوزخ کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے	
۳۵۱	توبہ کے معاملہ میں اللہ کی عادت		۳۳۷	دوزخ میں فرعونوں کا حال	
۳۵۳	سورۃ حم سجدہ (۴۱)		۳۳۷	تخفیف عذاب کی درخواست	
۳۵۳	نزول قرآن اللہ کی بڑی نعمت ہے		۳۳۷	فرشتوں کا جواب	
۳۵۳	قرآن عربی میں نازل ہوا		۳۳۷	دنیا میں انبیاء و مومنین کی نصرت	
۳۵۳	اس سے لوگوں کا اعتراض تعجب چیز ہے		۳۳۹	خالصوں کی معذرت کام نہیں آئے گی	
۳۵۳	کفار مکہ کی ہٹ دھرمی		۳۳۹	حضرت موسیٰ اور فرعون کے واقعہ سے عبرت لو	
۳۵۵	آنحضرت ﷺ کی بشریت		۳۳۹	آنحضرت ﷺ کو تسلی اور استغفار کا حکم	
۳۵۵	مومنین کیلئے دائمی اجر		۳۳۹	اللہ کی آیتوں میں جھگڑنے والے	
۳۵۵	زمین کی تخلیق دو دن میں		۳۴۱	خالق کائنات	
۳۵۵	زمین کی برکتیں		۳۴۱	نیکی کار اور بدکار برابر نہیں	
۳۵۵	تخلیق کے چار دن		۳۴۱	دعا بندگی کی شرط ہے	
۳۵۵	تخلیق آسمان		۳۴۱	دعا کی فضیلت	
۳۵۷	زمین و آسمان کو اللہ کا حکم		۳۴۱	دن اور رات کی نعمت	
۳۵۷	سات آسمان کی تخلیق دو دن میں		۳۴۳	انسان کی صورت سب سے بہتر ہے	
۳۵۷	آسمان پہلے پیدا ہوا یا زمین		۳۴۳	کلمہ توحید الحمد للہ	
۳۵۷	ہر آسمان کو اس کے حکم کی وحی		۳۴۵	آدمی کی اصلیت	
۳۵۹	رسول ﷺ اللہ کے بشر ہونے پر اعتراض		۳۴۵	انسانی تخلیق کے مراحل	
۳۵۹	قوم عاد کا غرور و تکبر		۳۴۵	مجرموں کیلئے طوق اور زنجیریں	
۳۵۹	آندھی کا طوفان		۳۴۷	دوزخ میں مجرموں سے سوال	
۳۵۹	قوم ثمود کا اندھا پن		۳۴۷	کفار کا اقرار اور انکار	
۳۶۱	جہنم کے قریب کفار کی جماعتیں		۳۴۷	اللہ کا وعدہ سچا ہے	
۳۶۱	کفار کے خلاف ان کے اعضاء کی گواہی		۳۴۹	قرآن میں مذکور اور غیر مذکور انبیاء	
۳۶۱	کفار کا اپنے جسم سے خطاب		۳۴۹	اللہ کا فیصلہ	
			۳۴۹	چوپایوں کے منافع	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۳۷۹	کیا اللہ کی گواہی ناکافی ہے		۳۶۱	کفار کو اعضاء کا جواب	
۳۷۹	لقائے رب سے انکار		۳۶۱	کفار کو ملامت	
۳۷۹	سورۃ الشوریٰ (۴۲)		۳۶۳	کفار پر شیاطین کا تسلط	
۳۷۹	انبیاء پر وحی کی سنت اللہ		۳۶۳	قرآن کی قرأت کے وقت کفار کی بک بک	
۳۷۹	قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے		۳۶۵	انکار آیات کی سزا	
۳۸۱	مشرکین کا انکار اللہ کے علم میں محفوظ ہے		۳۶۵	اپنے معبودوں پر کفار کا غصہ	
۳۸۱	ام القریٰ مکہ مکرمہ		۳۶۵	مومنین کیلئے فرشتوں کا نزول	
۳۸۱	حشر کا دن یقینی ہے		۳۶۵	مومنین کے لئے فرشتوں کی تسلی	
۳۸۱	مذہب و ملت کا اختلاف اللہ کی حکمت ہے		۳۶۷	جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی	
۳۸۳	اللہ کا فیصلہ قطعی ہے		۳۶۷	دعوت الی اللہ کی فضیلت	
۳۸۳	انسانوں اور چوپایوں کے جوڑے		۳۶۷	تبلیغ کے آداب کی تعلیم	
۳۸۳	کوئی اللہ کے مثل نہیں		۳۶۷	شیطان سے حفاظت کا طریقہ	
۳۸۵	اللہ تمام خزانوں کا مالک ہے		۳۶۹	زمین و آسمان میں دلائل توحید	
۳۸۵	سب سے پہلے شارع حضرت نوحؑ		۳۶۹	زمین میں آخرت کی زندگی کے دلائل	
۳۸۵	مشرکین پر توحید بہت بھاری ہے		۳۷۱	کفار کی کوئی چال پوشیدہ نہیں	
۳۸۷	اختلاف عقائد کی نگوینی مصلحت		۳۷۱	ہر زمانے کے منکرین کا یہی طریقہ رہا ہے	
۳۸۷	آنحضرت ﷺ کو دعوت حق کا حکم			قرآن کے عربی میں ہونے پر کفار کا اعتراض	
۳۸۹	نزول میزان		۳۷۱	اور جواب	
۳۸۹	قیامت کے بارے میں منکرین کا استہزاء		۳۷۱	قرآن ہدایت اور شفاء ہے	
۳۸۹	نیکی کا دس سے سات سو گنا ثواب		۳۷۳	نیکی اور برائی اپنے نفس کیلئے ہے	
۳۸۹	دنیا کا اجر محنت کے مطابق ملتا ہے		۳۷۵	حق تعالیٰ کا علم ہر شے کو محیط ہے	الیہ یورد (۱۵)
۳۹۱	مشرکین کا باطل راستہ		۳۷۵	کفار کا شرک سے انکار	
۳۹۱	جنت کی نعمتیں		۳۷۶	انسان کی حرص اور ناامیدی	
۳۹۱	میں اس دعوت پر کوئی اجر نہیں مانگتا		۳۷۷	منکرین کیلئے عذاب شدید	
۳۹۳	نیکی کو بڑھایا جاتا ہے		۳۷۷	انسان کی ناشکری اور بے صبری	
۳۹۳	حق کو ثابت اور جھوٹ کو محو کیا جاتا ہے		۳۷۷	قرآن سے انکار بڑی گمراہی ہے	
			۳۷۷	آیات آفاقہ و انفسیہ	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۳۰۷	پچھلی قوموں کے حال سے عبرت	۳۹۳	مومنین پر اللہ کے انعامات	
۳۰۹	دوسری زندگی پر دلائل	۳۹۳	غنا کو عام نہ کرنے کی حکمت	
۳۰۹	سواری پر بیٹھنے کے آداب و دعا	۳۹۵	اللہ کی طرف سے بارانِ رحمت	
۳۰۹	آخرت کے سفر کو نہ بھولو	۳۹۵	ہر مخلوق اللہ کے قبضہ میں ہے	
۳۰۹	انسان کی ناشکری اور گستاخی	۳۹۵	آسمان کی جانور مخلوق	
۳۱۱	بیٹیوں کے ہونے پر کفار کا غم	۳۹۵	ہر مصیبت اعمالِ بد کا نتیجہ ہوتی ہے	
۳۱۱	عورتوں کی قوتِ فکریہ کا ضعف	۳۹۷	ہواؤں پر حکومت	
۳۱۱	کفار کے اقوال اور ان کا جواب	۳۹۷	مصائبِ اعمال کا نتیجہ ہیں	
۳۱۱	مشیت اور رضا میں لزوم نہیں	۳۹۷	آخرت کی نعمتیں بہتر اور پائدار ہیں	
۳۱۳	باپ دادا کی اندھی تقلید کی مذمت	۳۹۷	مومنین کی بعض صفات	
۳۱۳	کفار کا جواب	۳۹۹	مشورہ کی اہمیت	
۳۱۳	حضرت ابراہیم کا اعلانِ توحید	۳۹۹	مومنین کا غفو و بدلہ	
۳۱۵	رسول اللہ ﷺ کی بعثت	۳۹۹	عدل کے ساتھ انتقام کی اجازت	
	مکہ اور طائف کے سرداروں پر قرآن کیوں	۳۹۹	معاف کر دینا ہمت کا کام ہے	
۳۱۵	نہیں اترتا	۴۰۱	ظالموں کا حالِ آخرت میں	
۳۱۵	روزی کی تقسیم	۴۰۱	کفار نے اپنے گھر والوں کو بھی تباہ کیا	
۳۱۷	مال و دولت کی حقیقت اللہ کی نظر میں	۴۰۳	آپ ﷺ کے ذمے صرف تبلیغ ہے	
۳۱۷	ذکر الہی سے اعراض کی سزا	۴۰۳	انسان ناشکرا ہے	
۳۱۷	کفار کا شیطان پر غصہ	۴۰۳	اولاد دینے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت	
	اندھوں بہروں کو ہدایت دینا آپ کے اختیار	۴۰۵	کوئی بشر اللہ سے براہِ راست بات نہیں کر سکتا ہے	
۳۱۹	میں نہیں	۴۰۵	کلامِ الہی کی تین صورتیں	
۳۱۹	قرآنِ نعمتِ عظمیٰ ہے	۴۰۵	آنحضرت ﷺ پر روخ کا بھیجا جانا	
۳۱۹	کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی			
	حضرت موسیٰؑ سے بنی اسرائیل کی دعا کی	۴۰۷	سورۃ زخرف (۲۳)	
۳۲۱	درخواست	۴۰۷	قرآن عربی زبان میں ہے	
۳۲۱	فرعون کا اپنی قوم سے خطاب		تمہاری زیادتیوں کی وجہ سے وحی نہیں روکی	
۳۲۱	فرعون کے کنگن	۴۰۷	جاسکتی۔	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۴۳۴	دخان میں کیا ہے		۴۲۳	قوم فرعون کی حماقت	
۴۳۵	عذاب کے وقت کفار کی توبہ		۴۲۳	حضرت عیسیٰ کے ذکر پر کفار کا شور	
۴۳۵	حق تعالیٰ کا کفار کو جواب			حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے آئے تھے	
۴۳۵	کفار کی ہٹ دھرمی	۴۲۳		حضرت عیسیٰ قیامت کا نشان ہیں	
۴۳۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون	۴۲۳		حضرت عیسیٰ کی تعلیم توحید	
۴۳۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا	۴۲۵		کیا قیامت کے خطر ہیں	
۴۳۷	مصر کے اموال بنی اسرائیل کو	۴۲۵		قیامت کا حال	
۴۳۷	مومن کی موت پر زمین و آسمان کا گریہ	۴۲۵		ایمان اور اسلام کا فرق	
۴۳۹	بنی اسرائیل کی فضیلت	۴۲۷		جنت کی نعمتیں	
۴۳۹	مشرکین مکہ کی دہریت	۴۲۷		اعمال کا بدلہ جنت	
۴۳۹	قوم تیج کی ہلاکت	۴۲۷		اہل جہنم کا دائمی عذاب	
۴۳۹	عاد و ثمود کی ہلاکت	۴۲۷		جہنم کا یہ عذاب ظلم نہیں	
۴۴۱	جہنم میں کفار کی عبرت ناک سزائیں	۴۲۷		داروغہ جہنم مالک	
۴۴۳	متقین کی حالت	۴۲۹		مالک کا جواب	
۴۴۳	ان کے لباس	۴۲۹		کفار کے منصوبے	
۴۴۳	پھل اور میوے	۴۲۹		اگر اللہ کی اولاد دعوتی تو میں سب سے پہلا عابد ہوتا	
۴۴۳	حیات ابدی	۴۲۹		زمین اور آسمان میں اللہ ہی معبود ہے	
۴۴۵	قرآن آسان ہے	۴۲۹		اللہ کے آگے سفارش کا حق	
۴۴۵	سورة الجاثیہ (۴۵)	۴۳۱		ان کا خالق کون ہے	
۴۴۵	زمین و آسمان میں مومنین کیلئے نشانیاں	۴۳۱		رسول اللہ ﷺ کے قول کی قسم	
۴۴۷	اہل عقل کیلئے یہ نشانیاں کافی ہیں	۴۳۱			
۴۴۷	جھوٹے اور مغرور کیلئے خرابی ہے	۴۳۳		سورة الدخان (۴۴)	
۴۴۷	آخرت میں کفار کی بے بسی	۴۳۳		شب قدر میں قرآن کا نزول	
۴۴۹	قرآن ہدایت ہے	۴۳۳		قضاء و قدر کے فیصلوں کی رات	
۴۴۹	تسخیر بحر	۴۳۳		اللہ کی ربوبیت	
۴۴۹	تسخیر ارض و سماء	۴۳۳		کفار دھوکے میں ہیں	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۴۶۵	سب سے بڑی گمراہی شرک ہے		۴۴۹	سوچنے والوں کیلئے نشانیاں	
۴۶۵	کفار کے معبودوں کی بیزاری		۴۴۹	ایام اللہ	
۴۶۵	قرآن کو اپنی طرف سے گھڑنے کا الزام		۴۴۹	کفار	
۴۶۵	الزام کا جواب		۴۵۱	بنی اسرائیل کی نعمتیں	
۴۶۷	میں نیا رسول نہیں ہوں		۴۵۱	بنی اسرائیل میں فرقہ بندیاں	
۴۶۷	میرا کام خبردار کرنا ہے		۴۵۱	آنحضرت ﷺ کو تسلی و نصیحت	
	آنحضرت ﷺ کی نبوت پر حضرت موسیٰؑ کی		۴۵۳	متقین کا ولی اللہ ہے	
۴۶۷	شہادت		۴۵۳	قرآن میں بصیرت و ہدایت	
۴۶۷	علمائے یہود کی پیشینگوئیاں		۴۵۳	کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے	
۴۶۹	کفار کے اعتراضات کا جواب		۴۵۳	تخلیق ارض و سماء کی حکمت	
۴۶۹	والدین کے حقوق		۴۵۵	خواہش پرست کا عبرتناک انجام	
۴۶۹	بچے کیلئے ماں کی صعوبتیں		۴۵۵	دہریت کا باطل عقیدہ	
۴۷۱	ایک دعا کی تعلیم		۴۵۵	ان عقیدوں کی بنیاد محض انفل ہے	
۴۷۱	حضرت ابو بکرؓ کی ایک خصوصیت		۴۵۵	زمانے کو برا نہ کہو	
۴۷۱	نافرمان اولاد		۴۵۷	آخرت کے احوال	
۴۷۱	انکار بعث بعد الموت		۴۵۷	اعمال نامے	
۴۷۳	بد بختوں کے لئے جہنم یقینی ہے		۴۵۷	ضبط اعمال	
۴۷۳	اہل جنت و دوزخ کے درجات		۴۵۹	قیامت کا انکار	
۴۷۳	کافروں کے نیک کام		۴۵۹	مکرمین کو یاد نہیں رکھا جائے گا	
۴۷۳	غرور اور نافرمانی کی سزا		۴۶۱	دامنی عذاب	
۴۷۳	احقاف کی بستیاں		۴۶۱	کبریائی صرف اللہ کیلئے ہے	
	حضرت ہود علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی		۴۶۳	سورة الاحقاف (۴۶)	خبر (۳)
۴۷۵	دعوت توحید		۴۶	کائنات کی تخلیق کا مقصد	
۴۷۵	کفار کی تکذیب		۴۶۳	کفار کا اعراض	
۴۷۵	حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ		۴۶۳	ان معبودوں نے کیا پیدا کیا	
۴۷۵	عذاب کا بادل		۴۶۳	اپنے شرک کی دلیل لاؤ	
۴۷۵	عذاب کی آندھی				

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۴۸۹	شراب کی نہریں		۴۷۷	آندھی کی تباہ کاریاں	
۴۸۹	شہد کی نہریں		۴۷۷	ان کا تسخران پر لوٹ گیا	
۴۸۹	جہنم میں کفار کی سزائیں		۴۷۷	اب باطل محبوب کہاں گئے	
۴۹۱	منافقین کا اعراض		۴۷۹	جنات کا قرآن سننا اور ایمان لانا	
۴۹۱	قیامت کی نشانیاں آچکی ہیں		۴۷۹	جنات کی قوم کو قرآن کے بارے میں اطلاع	
۴۹۱	آنحضرت ﷺ کو استغفار کے حکم کی توضیح		۴۷۹	جنات کو اسلام کی تبلیغ	
۴۹۳	جہاد کے حکم پر منافقین کی دہشت		۴۸۱	اللہ تمھلکا نہیں ہے	
۴۹۳	اقتدار کی حالت میں فتنہ و فساد		۴۸۱	دوزخ دیکھ کر کفار کا اقرار	
۴۹۳	ظالم حکومت پر لعنت		۴۸۱	آنحضرت ﷺ کو صبر کی تلقین	
۴۹۳	قرآن میں غور نہیں کرتے		۴۸۱	دنیا کی زندگی ایک گھڑی کے برابر ہے	
۴۹۵	منافقین کو شیطان کا دھوکہ				
۴۹۵	منافقین کی کینہ پروری ظاہر کی جائیگی		۴۸۳	سُورۃ محمد (۴۷)	
۴۹۷	آنحضرت ﷺ کو منافقین کی پہچان		۴۸۳	ایمان کے بغیر اعمال مقبول نہیں	
۴۹۷	جہاد امتحان کیلئے ہے		۴۸۳	امت محمدیہ پر اللہ کا انعام	
۴۹۷	اعمال کو ضائع نہ ہونے دو		۴۸۴	جہاد میں سختی کا حکم	
۴۹۹	جہاد کی تکلیف سے ڈر کر صلح نہ کرو		۴۸۵	جہاد کے قیدی اور ان کے احکام	
۴۹۹	تم ہی غالب رہو گے		۴۸۵	جہاد کی مشروعت کی حکمت	
۴۹۹	ایمان و تقویٰ کے دنیاوی فوائد		۴۸۵	شہیدوں کی حقیقی کامیابی	
۴۹۹	مال خرچ کرنے میں تمہارا ہی فائدہ ہے		۴۸۵	جنت میں اپنے ٹھکانوں کی پہچان	
۴۹۹	اللہ کو مال کی ضرورت نہیں		۴۸۵	دین کی خدمت کرنے والوں کی فضیلت	
۵۰۱	حدیث میں اہل فارس کی تعریف		۴۸۷	منکرین کی بد حالی	
۵۰۱	امام ابو حنیفہؒ پیشینگوئی کا مصداق ہیں		۴۸۷	اللہ مومنوں کا رفیق ہے	
۵۰۱	سُورۃ الفتح (۲۸)		۴۸۷	کفار چوپایوں کی طرح کھاتے ہیں	
۵۰۱	سُورۃ فتح کے نزول کا پس منظر		۴۸۹	اہل مکہ کو تنبیہ	
۵۰۱	واقعہ حدیبیہ		۴۸۹	ہدایت یافتہ اور گمراہ برابر نہیں ہے	
۵۰۲	صلح حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کا غیرانہ طرز عمل		۴۸۹	جنت کی نہریں	
۵۰۲	صلح حدیبیہ فتح مبین ہے		۴۸۹	دودھ کی نہریں	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۱۷	اہل مکہ کی نادانی کی ضد		۵۰۲	صلح کے بہتر نتائج	
۵۱۹	مسلمانوں کی اطاعت اور ادب		۵۰۳	صلح کے صلہ میں آنحضرت ﷺ کو خصوصی انعامات	
۵۱۹	آنحضرت ﷺ کا خواب سچا ہوا		۵۰۳	آنحضرت ﷺ کی دائمی استقامت	
۵۱۹	تعبیر خواب میں ایک سال کی تاخیر کی مصلحت		۵۰۳	فتح و نصرت کا وعدہ	
۵۱۹	آنحضرت ﷺ ہدایت اور دین حق کے رسول		۵۰۳	صحابہ کرام کے ایمان میں زیادتی	
۵۱۹	تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ		۵۰۵	زمین و آسمان کے لشکر	
۵۱۹	آنحضرت ﷺ اور صحابہ کفار پر سخت ہیں		۵۰۵	حدیبیہ کے شرکاء کیلئے وعدہ جنت	
۵۱۹	آپس میں نرم دل ہیں		۵۰۵	جنت ہی نور عظیم ہے	
۵۲۱	صحابہ کرام کے صفات حسنہ		۵۰۵	کفار و منافقین کے برے اندازے	
۵۲۱	صحابہ کرام کا پچھلی کتابوں میں تذکرہ		۵۰۷	آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر صحابہ کی بیعت کی فضیلت	
۵۲۱	کھیتی کی مثال اور صحابہ کرام		۵۰۷	بیعت کے عہد کو پورا کرنے کی فضیلت	
۵۲۱	صحابہ سے حسد رکھنے والے		۵۰۷	منافقین کے حیلے بہانوں کی خبر	
۵۲۱	مومنین سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ		۵۰۹	منافقین کو ان کے بہانوں کا جواب	
۵۲۳	سورہ حجرات (۲۹)		۵۰۹	منافقین کے پیچھے رہ جانے کی اصل وجہ	
۵۲۳	آنحضرت ﷺ کے آداب و حقوق		۵۱۱	خیبر کے جہاد میں ان منافقین کو ساتھ لینے کی ممانعت	
۵۲۳	بغیر تقویٰ کے اطاعت نہیں ہو سکتی		۵۱۱	آئندہ ہونے والے معرکوں کی خبر	
۵۲۳	آنحضرت ﷺ کی مجلس کے آداب		۵۱۳	بیعت رضوان	
۵۲۳	بزرگان دین کے آداب		۵۱۳	نزول سکینہ اور فتح خیبر	
۵۲۳	ادب و تعظیم کے ثمرات		۵۱۳	خیبر میں مسلمانوں کی حفاظت	
۵۲۵	بزرگوں سے ملاقات کے آداب		۵۱۵	فتح مکہ کا انعام	
۵۲۵	جھوٹی خبروں کی تحقیق کا حکم		۵۱۵	جنگ ہوتی تو تم غالب رہتے	
۵۲۵	حق کو اپنی خواہشوں کا تابع نہ بناؤ		۵۱۵	اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوتی	
۵۲۵	صحابہ کرام کی ایمان سے محبت اور کفر سے نفرت		۵۱۵	مکہ میں مشرکین پر غلبہ	
۵۲۷	مسلمانوں میں اختلاف کے وقت صحیح طرز عمل		۵۱۷	کفار کا قربانی کے جانوروں کو روکنا	
۵۲۷	مسلمان آپس میں بھائی ہیں		۵۱۷	حدیبیہ کے وقت جنگ ملتوی رکھنے کی مصلحت	
۵۲۸	مرد و عورت ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں		۵۱۷	مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کی برکت	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۴۱	جنت متقین کے نزدیک ہے		۵۴۹	برے القاب سے نہ پکاریں	
۵۴۳	انابت اور خشیت کے بدلے جنت		۵۴۹	توبہ کی سہولت	
۵۴۳	جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی		۵۴۹	بدگمانی اور غیبت کی ممانعت	
۵۴۳	کفار کو تنبیہ		۵۴۹	عمل غیبت کا گھناؤنا پن	
۵۴۳	سمجھنے اور سننے والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں		۵۴۱	خاندانی اور نسبی اختلاف کی حقیقت	
۵۴۳	اللہ نہیں تھکتا		۵۴۱	اسلام کی فضیلت کا معیار	
۵۴۵	آنحضرت ﷺ کو صبر و شکر کا حکم		۵۴۱	ایمان اور اسلام کا فرق	
۵۴۵	دعا اور نمازوں کے خاص اوقات		۵۴۳	اعراب کا احسان جتنا	
۵۴۵	صور قریب کے مقام سے پھونکا جائیگا		۵۴۳	تمہارا ایمان اللہ کا احسان ہے	
۵۴۵	قیامت میں زمین کا پھٹنا		۵۴۵	سورۃ ق (۵۰)	
۵۴۵	تبلیغ میں زبردستی نہیں		۵۴۵	قرآن مجید کی بزرگی و عظمت اور انکار کا تعجب	
۵۴۷	سورۃ الذریت (۵۱)		۵۴۵	بدن کے تمام اجزاء اللہ کے علم میں ہیں	
۵۴۷	ہواؤں کی قسم		۵۴۵	لوح محفوظ	
۵۴۷	آخرت کا وعدہ سچا ہے		۵۴۵	آسمان کی مضبوطی اور زینت	
۵۴۷	جال دار آسمان		۵۴۷	زمین اور اس کی نعمتوں میں غور کرو	
۵۴۷	انگل دوڑانے والے		۵۴۸	دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں	
۵۴۷	انصاف کے دن کا تسخیر		۵۴۸	اللہ کو دل کے وسوسوں کا بھی علم ہے	
۵۴۷	حق تعالیٰ کا جواب		۵۴۹	اللہ شہ رگ سے بھی قریب ہے	
۵۴۹	محسنین اور متقین کی صفات		۵۴۹	کرانا کاتبین	
۵۴۹	آفاقی اور انفس کی نشانیاں		۵۴۹	سکرۃ الموت	
۵۴۹	سب کی روزی آسمان میں ہے		۵۴۹	محشر میں ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے	
۵۴۹	یہ سب باتیں حق ہیں		۵۴۹	قیامت میں بیٹائی کی تیزی	
۵۴۹	حضرت ابراہیمؑ کے مہمان		۵۴۱	ننگی سے روکنے والے	
۵۵۱	حضرت سارہؑ کا تعجب		۵۴۱	مشرک کا انجام	
۵۵۳	حضرت ابراہیمؑ اور فرشتوں کی گفتگو	قال المصلحون	۵۴۱	محشر میں کفار کو جواب	
۵۵۳	قوم لوط کے لئے نشان زدہ پتھر	(۱۷)	۵۴۱	جہنم کی وسعت اور پھیلاؤ	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۶۷	کفار کے داؤ خود ان پر لوٹ جائیں گے		۵۵۳	آثار عذاب سے عبرت	
۵۶۷	کفار کی تکذیب محض ضد اور عناد ہے		۵۵۵	قوم صالح کو مہلت	
۵۶۷	کفار کو مہلت دیجئے		۵۵۵	ہر نوع میں جوڑے پیدا کئے	
۵۶۹	کفار کیلئے دنیا کا عذاب		۵۵۷	اللہ کی طرف دوڑو	
۵۶۹	تسبیح و تحمید کی تاکید		۵۵۷	ہر نبی کو جادو گر کہا گیا	
۵۶۹	تہجد کے وقت تسبیح		۵۵۷	تکذیب انبیاء پر کفار کا اتفاق	
۶۵۹	سورۃ نجم (۵۳)		۵۵۷	جنوں اور انسانوں کی تخلیق عبادت کیلئے ہے	
۵۶۹	آنحضرت ﷺ کی راست روی		۵۵۷	بندگی بندوں ہی کے فائدے کیلئے ہے	
۵۶۹	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وحی ہیں		۵۵۹	سورۃ الطور (۵۲)	
۵۶۹	حضرت جبرائیل کی قوت		۵۵۹	مخلوقات کی قسمیں	
۵۶۹	حضرت جبرائیل اپنی اصلی صورت میں		۵۵۹	بیت معمور	
۵۷۱	قوسین کا فاصلہ		۵۵۹	قدرت الہیہ پر مخلوقات کی شہادت	
۵۷۱	آنکھوں سے حضرت جبرائیل کی رویت		۵۶۱	کفار کا انجام بد	
۵۷۱	دوبارہ حضرت جبرائیل کو دیکھنا		۵۶۱	مستقین کے لئے جنت کی نعمتیں	
۵۷۱	معراج میں سدرۃ المنتہی پر فرشتوں کا ہجوم		۵۶۱	اہل جنت کی مجلس	
۵۷۲	معراج میں رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ		۵۶۳	جنت میں نیک اولاد اپنے آباء کے ساتھ ہوگی	
۵۷۲	رویت باری تعالیٰ پر ایک اشکال کا جواب		۵۶۳	ہر قسم کا مرغوب گوشت اور میوے	
۵۷۳	لات، عزیٰ اور منات		۵۶۳	جنت کے غلمان	
۵۷۳	غرائق العلنی کے واقعہ کی توجیہ		۵۶۳	اہل جنت کا آپس میں اظہار اطمینان	
۵۷۳	ان بتوں کی کوئی سند نہیں		۵۶۵	آپ ﷺ کا ہن اور مجنون نہیں ہیں	
۵۷۵	بتوں کی سفارش محض وہم ہے		۵۶۵	آپ ﷺ شاعر بھی نہیں ہیں	
۵۷۵	فرشتے بھی سفارش نہیں کر سکتے		۵۶۵	منکرین کی بے عقلی	
۵۷۵	فرشتوں کے متعلق باطل عقیدے		۵۶۵	منکرین قرآن کو چیلنج	
۵۷۷	کفار کی عقلیں محدود اور ناقص ہیں		۵۶۵	کیا ان کفار کا کوئی خالق نہیں	
۵۷۷	جزاؤں کا اثبات		۵۶۵	کیا اللہ کے خزانے ان کے پاس ہیں	
۵۷۷	کبیرہ اور صغیرہ گناہ		۵۶۷	اللہ کیلئے بیٹیاں اور اپنے لیے بیٹے	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۹۳	اپنے جتنوں پر غرور		۵۷۷	خود ستائی کی مذمت	
۵۹۳	چشم زدن میں امر الہی کا وقوع		۵۷۷	ولید بن مغیرہ کا واقعہ	
۵۹۳	اعمال نامے		۵۷۹	حضرت ابراہیم کا ایفائے عہد	
۵۹۳	لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے		۵۷۹	ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے	
۵۹۳	متقین کے لئے قرب الہی		۵۷۹	شعری ستارے کا رب بھی اللہ ہی ہے	
۵۹۳	سورہ رحمن (۵۵)		۵۸۱	قیامت بہت قریب ہے	
۵۹۳	اللہ ہی قرآن کا اصل معلم ہے		۵۸۱	کفار کی ہنسی	
۵۹۳	انسان میں علم بیان کی صفت		۵۸۱	تمام مشرکین اور مسلمانوں کا سجدہ	
۵۹۳	شمس و قمر کا حساب		۵۸۳	سورہ قمر (۵۴)	
۵۹۳	جہاز یوں اور درختوں کا سجدہ		۵۸۳	شق القمر کا واقعہ	
۵۹۳	آسمان اور میزان		۵۸۳	اس واقعہ کی تاریخی حیثیت	
۵۹۵	زمین کے مختلف میوے اور پھل		۵۸۳	قرآن حکمت بالغہ ہے	
۵۹۵	جن وانس اللہ کی نعمتوں کو نہیں جھٹلا سکتے		۵۸۳	قبروں سے انسانوں کا ٹکٹا	
۵۹۵	جن وانس کی تخلیق مٹی اور آگ سے ہے		۵۸۳	نختی کا دن	
۵۹۵	قرآن کریم میں تکرار کیوں ہے		۵۸۵	حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا	
۵۹۵	دو مشرق اور دو مغرب		۵۸۵	زمین اور آسمان سے پانی	
۵۹۷	بیٹھا اور کھاری پانی		۵۸۵	کشتی نوح کے سوار	
۵۹۷	ہر دن اللہ کی نئی شان ہے		۵۸۵	کشتی نوح سامان عبرت	
۵۹۹	اللہ کی حکومت سے فرار ممکن نہیں		۵۸۵	قرآن سے رہنمائی حاصل کرنا آسان ہے	
۵۹۹	جہنم کا دھواں اور شعلے		۵۸۵	قرآن کے اسرار و عجائبات	
۵۹۹	مجرموں کو سزا دینا بھی نعمت ہے		۵۸۵	قوم عاد پر نحوست کا دن	
۵۹۹	مجرموں کے چہروں سے پہچان		۵۸۷	قوم ثمود کی تکذیب	
۶۰۱	کھولتے پانی کا عذاب		۵۸۷	اونٹنی کے ذریعہ ثمود کی آزمائش	
۶۰۱	اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے دو باغ		۵۸۹	فرشتے کی چیخ	
۶۰۳	اہل جنت کے بچھونے		۵۸۹	مہمان فرشتوں کے ساتھ بدسلوکی	
۶۰۳	جنت کی عورتیں		۵۹۱	آل فرعون کا انجام	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۶۱۷	پلھے پانی کی نعمت		۶۰۳	جنت کے دو باغ	
۶۱۷	نصیحت پکڑو		۶۰۵	جنت کے اناار اور کھجور	
۶۱۷	ان نعمتوں کا شکر کرو		۶۰۵	گھروں میں رکنے والی حوریں	
۶۱۹	قرآن کو چھونے کے آداب		۶۰۷	اللہ کے نام کی برکات	
۶۱۹	رب العالمین کا نازل کردہ کلام		۶۰۷	سورۃ واقعہ (۵۶)	
۶۱۹	کفار کی تکذیب اور ناشکری		۶۰۷	دفع قیامت میں کوئی شبہ نہیں	
۶۱۹	کیا تم کسی کے قابو میں نہیں ہو		۶۰۷	قیامت بلند اور پست کرنے والی ہے	
۶۲۱	مقربین اور اصحاب یمنین		۶۰۷	پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے	
۶۲۱	آخرت کی یہ تمام خبریں سچی ہیں		۶۰۷	قیامت میں انسانوں کی تین قسمیں	
۶۲۱	اللہ کی تسبیح میں مشغول رہو		۶۰۷	دائیں اور بائیں والے	
۶۲۱	سورۃ الحديد (۵۷)		۶۰۷	سابقین اولین	
۶۲۱	ہر شے تسبیح کرتی ہے		۶۰۹	اولین اور آخرین کی تفسیر	
۶۲۳	موت و حیات اللہ کے ہاتھ میں ہے		۶۰۹	اہل جنت کے احوال	
۶۲۳	اللہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی		۶۰۹	جنت کی شراب	
۶۲۳	ہر جگہ اللہ تمہارے ساتھ ہے		۶۰۹	گوشت اور میوے	
۶۲۳	زمین و آسمان میں اللہ کی حکومت		۶۱۱	جنت کا موسم	
۶۲۵	اللہ کی قدرت اور علم		۶۱۱	جنت کے پھل	
۶۲۵	تم مال کے مالک نہیں بلکہ نائب ہو		۶۱۱	جنت کے فرش	
۶۲۵	اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے		۶۱۱	جنت کی عورتیں	
	قرآن کفر و جہل کے اندھیروں سے نکالنے کے لئے ہے		۶۱۳	دوزخ کے مختلف احوال	
۶۲۵	اللہ کی راہ میں کیوں خرچ نہیں کرتے		۶۱۳	گناہ پر کفار کا اصرار	
۶۲۷	فتح مکہ سے پہلے کے مسلمانوں کا درجہ		۶۱۳	دوزخیوں کا کھانا	
۶۲۷	کون ہے جو اللہ کو قرض دے		۶۱۵	کھولتا ہوا پانی	
۶۲۷	پل صراط پر ایمان و اعمال کی روشنی		۶۱۵	انسان کا خالق کون ہے	
۶۲۹	مومنین اور منافقین کے درمیان دیوار		۶۱۵	زمین سے تم اگاتے ہو یا ہم	
			۶۱۷	بارش تم برساتے ہو یا ہم	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۶۲۷	اللہ ہر مجلس میں موجود ہے		۶۲۹	منافقوں کی سونوں سے التجا	
۶۲۷	طاق عدد کی حکمت		۶۲۹	منافقین کو مسلمانوں کا جواب	
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں منافقوں کی		۶۳۱	آج کوئی فدیہ قبول نہیں ہوگا	
۶۲۷	سرگوشیاں		۶۳۱	دلوں کے گڑگڑانے کا وقت آگیا ہے	
۶۲۸	حضور ﷺ کی شان میں یہودیوں کی گستاخی		۶۳۱	اہل کتاب کی قسادت قلبی	
۶۲۹	سرگوشی کے آداب		۶۳۱	اللہ کے لئے خرچ کرنے والوں کا اجر	
۶۲۹	منافقین کی سرگوشیاں شیطان کی طرف سے ہیں		۶۳۳	سچے ایمان والوں کی شہادت	
۶۲۹	مجلس میں بیٹھنے کے آداب		۶۳۵	حیات دنیوی کی مثال	
۶۵۱	آنحضرت ﷺ سے سرگوشی کے وقت صدقہ کا حکم		۶۳۵	بخشش اور جنت کی طرف دوڑو	
۶۵۱	صدقہ کا حکم منسوخ		۶۳۵	ہر شے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے	
۶۵۳	منافقین کی حالت		۶۳۵	تنگی و فراخی میں مسلمان کا طرز عمل	
۶۵۳	نفاق کا انجام برا ہے		۶۳۷	شیخی اور بڑائی اللہ کو پسند نہیں	
۶۵۳	آخرت میں منافقین کی قسمیں		۶۳۷	بخل کی مذمت	
۶۵۳	ان پر شیطان کا قبضہ ہے		۶۳۷	نزول کتاب و میزان	
۶۵۵	غلبہ اللہ اور اس کے رسولوں کا ہی ہوگا		۶۳۷	ہم نے لوہا اتارا	
۶۵۵	مومنین کی اللہ کی طرف سے مدد		۶۳۷	نبوت اور حضرت نوح و ابراہیم کی ذریت	
۶۵۵	اللہ کی رضا		۶۳۹	حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں کی زمہ داری اور مہربانی	
۶۵۵	اللہ کا گروہ		۶۳۹	رہبانیت کی بدعت	
			۶۴۱	اتباع رسول کے ثمرات و انعامات	
۵۵۶	سورۃ حشر (۵۹)		۶۴۳	سورۃ المجادلہ (۵۸)	قد سمع اللہ (۳۸)
۶۵۶	بنو نضیر کا اخراج		۶۴۳	خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ	
۶۵۷	یہود کا پہلا حشر		۶۴۳	اللہ تمہاری گفتگو سنتا ہے	
۶۵۷	یہود کے دلوں پر اللہ نے رعب ڈال دیا		۶۴۳	ظہار کا حکم	
۶۵۷	بنو نضیر کا اپنے گھروں کو اجازت		۶۴۵	ظہار کا کفارہ	
۶۵۹	بنو نضیر کا واقعہ عبرت کا سبق ہے		۶۴۵	کفارہ میں سہولتیں	
۶۵۹	ان کی قسمت میں جلا وطنی لکھی تھی		۶۴۵	حدود سے آگے نہ بڑھو	
۶۵۹	مسلمانوں کا درختوں کو کاٹنا				

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۶۷۱	کفار سے دوستی کی ممانعت		۶۵۹	یہود کی رسوائی	
۶۷۱	دوستی نہ کرنے کی وجہ		۶۵۹	مال غنیمت اور فنی کا فرق	
۶۷۱	اللہ سے کوئی چیز خفیہ نہیں		۶۵۹	اموال فنی رسول اللہ کے لیے ہے	
۶۷۳	کفار مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے		۶۶۱	اموال فنی کے مصارف	
۶۷۳	آخرت میں اولاد اور خاندان کا کام نہیں آئیں گے		۶۶۱	ان اموال میں اہل بیت کا حصہ	
۶۷۳	حضرت ابراہیم کا اسوۂ حسنہ		۶۶۱	دولت کی گردش	
۶۷۵	حضرت ابراہیم کا اپنے باپ سے دعا کا وعدہ		۶۶۱	مہاجرین کا حق مقدم ہے	
۶۷۵	حضرت ابراہیم کی دعا		۶۶۱	انصار مدینہ کے فضائل	
۶۷۵	اسوۂ ابراہیمی اختیار کرو		۶۶۳	انصار کا جذبہ ایثار و خلوص	
۶۷۵	ترک موالات کے بارے میں مسلمانوں کی تسلی		۶۶۳	بخل سے نجات فلاح ہے	
۶۷۷	نرم خو کفار سے حسن سلوک		۶۶۳	مسلمانوں کو ایک جامع دعا کی تعلیم	
۶۷۷	مکہ کی مسلمان عورتوں کا امتحان		۶۶۵	منافقین کا یہود سے خفیہ ساز باز	
۶۷۹	ان عورتوں سے نکاح کی شرائط		۶۶۵	منافقین جھوٹے ہیں	
۶۷۹	مسلمانوں کی کافر بیویوں کا مسئلہ		۶۶۵	منافقین کا جھوٹ ثابت ہو گیا	
۶۷۹	اسلام کی عادلاتہ تعلیم		۶۶۵	منافقین کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب	
۶۸۱	عورتوں کو بیعت کرنے کی شرائط		۶۶۵	منافقین کے بزدلانہ طریقے	
۶۸۱	عورتوں کی بیعت میں آنحضرت ﷺ کا طریقہ		۶۶۵	آپس کی لڑائی میں سخت ہیں	
۶۸۱	عورتوں کیلئے استغفار کا حکم		۶۶۵	کفار کا اتحاد دھوکہ ہے	
۶۸۱	اللہ کے دشمنوں سے دوستی کی ممانعت		۶۶۷	بچھلے کفار کے حال سے سبق لو	
۶۸۱	کفار کی مایوسی		۶۶۷	شیطان اور منافقین میں مناسبت	
۶۸۳	سورۃ الصف (۶۱)		۶۶۷	تقویٰ اور عمل صالح کا حکم	
۶۸۳	زبانی دعوؤں کی مذمت		۶۶۷	بھولنے والوں کی طرح مت ہو	
۶۸۳	جہاد میں دیوار کی طرح ڈٹنے والے		۶۶۹	اہل جنت اور اہل دوزخ برابر نہیں ہیں	
۶۸۳	حضرت موسیٰ کی اپنی قوم سے شکایت		۶۶۹	قرآن کی عظمت سے پہاڑ پھٹ جاتے	
۶۸۳	اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے		۶۶۹	صفات الہیہ کا بیان	
			۶۷۱	اسماء الہی	
			۶۷۱	سورۃ الممتحنہ (۶۰)	
			۶۷۱	حاطب بن ابی بلتعہ کا خط	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۸۳	حضرت عیسیٰ کا تورات کی تصدیق کرنا	۶۸۵	انجیل میں آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئی سے اسم احمد ﷺ	
۶۸۵	فارقلیط کے معنی	۶۸۵	آنحضرت ﷺ کی آمد پر ان کی تکذیب	
۶۸۵	ظالموں کو ہدایت نہیں	۶۸۵	دین حق کا غلبہ ضرور ہوگا	
۶۸۵	وہ تجارت جس میں خسارہ نہیں	۶۸۷	جنت کے مکانات	
۶۸۷	آخرت کے علاوہ دنیا میں فتح کی خوشخبری	۶۸۷	اللہ کے مددگار بن جاؤ	
۶۸۷	حضرت عیسیٰ کے حواریں	۶۸۹	حضرت عیسیٰ کے مومنین کی مدد	
۶۸۹	سورۃ جمعہ (۶۲)	۶۹۱	امین کون ہیں	
۶۹۱	نبی امی کی تعلیمات اور فرائض	۶۹۱	اہل عجم کے بھی رسول ہیں	
۶۹۱	اس امت پر اللہ کا فضل	۶۹۱	تورات پر عمل نہ کرنے والے گدھے کی مثل ہیں	
۶۹۱	یہود کی ولایت کا جھوٹا دعویٰ	۶۹۲	موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو	
۶۹۲	اولیاء اللہ اور موت کا اشتیاق	۶۹۳	موت سے فرار ممکن نہیں	
۶۹۳	اذان جمعہ کی اہمیت اور احکام	۶۹۳	جمعہ کے بعد روزی کی تلاش	
۶۹۵	لہو و تجارت پر مسلمانوں کو تنبیہ	۶۹۵	سورۃ المنافقون (۶۳)	
۶۹۵	منافقین کے کذب پر اللہ کی گواہی	۶۹۵	منافقین کی جھوٹی قسمیں	
۶۹۷	اللہ کی راہ سے روکتے ہیں	۶۹۷	منافقین کے قلوب پر مہر	
۶۹۷	منافقین کا ظاہر و باطن	۶۹۷	دیوار سے لگی خشک لکڑی کی مثال	
۶۹۷	منافقین کی بزدلی	۶۹۷	توبہ سے اعراض اور تکبر	
۶۹۹	ان منافقین کیلئے معافی نہیں	۶۹۹	عبداللہ بن ابی کی شرارت	
۶۹۹	زمین کے سارے خزانوں کا مالک اللہ ہے	۶۹۹	عزت اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے لئے ہے۔	
۷۰۱	مال و اولاد کی وجہ سے غفلت میں نہ پڑو	۷۰۱	موت سے پہلے انفاق کرلو	
۷۰۱	سورۃ التغابن (۶۴)	۷۰۱	اسی کا راج اور اسی کی تعریف	
۷۰۳	مسئلہ تقدیر اور اللہ کا علم و ارادہ	۷۰۳	انسان کی صورت سب سے بہتر	
۷۰۳	بشریت اور رسالت	۷۰۵	دوبارہ زندہ کرنا اللہ کو آسان ہے	
۷۰۵	کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی	۷۰۷	اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو	
۷۰۷	بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں	۷۰۷	غنودہ و گزر کی تعلیم	
۷۰۷	مال و اولاد امتحان ہیں	۷۰۷	مال و اولاد امتحان ہیں	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۷۰۹	امتحان میں کامیابی پر اجر عظیم		۷۰۹	اللہ کو قرض حسنہ	
۷۰۹	تھوڑے عمل پر دو گنا ثواب		۷۰۹		
۷۱۱	سورۃ طلاق (۶۵)		۷۱۱	طلاق دینے کا صحیح طریقہ	
۷۱۱	طہر میں طلاق دو		۷۱۱	عدت کو نہ بھولو	
۷۱۱	مطلقہ کو گھر سے نہ نکالو		۷۱۱	بے وجہ گھر سے نہ نکلیں	
۷۱۱	ان حدود سے تجاوز نہ کرو		۷۱۱	عدت ختم ہونے کے بعد کا طریقہ	
۷۱۱	رجوع کے وقت دو گواہ		۷۱۳	نکاح و طلاق کے جامع اصول	
۷۱۳	اللہ کا ڈر تمام خزانوں کی کنجی ہے		۷۱۳	بوڑھی عورتوں کی عدت	
۷۱۳	حاملہ کی عدت		۷۱۳	مرد کی ذمہ سکنی و نفقہ	
۷۱۵	فاطمہ بنت قیس کا واقعہ		۷۱۵	حاملہ کا نفقہ	
۷۱۵	مطلقہ کو رضاعت کی اجرت		۷۱۵	بچہ کی تربیت و تعلیم کا خرچ باپ کے ذمہ	
۷۱۷	عورتوں کے حقوق کی اہمیت		۷۱۷	سات زمینوں کی تخلیق	
۷۱۹	اللہ کی صفات علم و قدرت		۷۲۰		
۷۲۱	سورۃ التحریم (۶۶)		۷۲۱	ازواج مطہرات سے آنحضرت ﷺ کا ایلا کا واقعہ	
۷۲۱			۷۲۱		
۷۲۱	اے رسول ﷺ حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرو		۷۲۱	قسموں کا کفارہ	
۷۲۱	قسموں کا کفارہ		۷۲۳	حضرت حصہؓ سے آنحضرت ﷺ کے راز کا انشاء	
۷۲۳	حضرت عائشہؓ اور حضرت حصہؓ کو توبہ کی تاکید		۷۲۳	ان دونوں ازواج کو تنبیہ	
۷۲۳	اپنے گھر والوں کو حق کی تعلیم و تبلیغ		۷۲۵	آخرت میں کوئی حیلہ بہانہ نہیں چلے گا	
۷۲۵	توبۃ النصوح کی تعریف		۷۲۷	کفار پر سختی کی تاکید	
۷۲۷	حضرت نوحؑ اور حضرت لوط علیہم السلام کی بیویوں کا انجام		۷۲۹	فرعون کی بیوی کی فضیلت	
۷۲۹	حضرت مریمؑ		۷۲۹	نسخ روح	
۷۳۳	سورۃ ملک (۶۷)	تفول الذی (۶۹)	۷۳۳	موت و حیات جانچنے کے لیے ہیں	
۷۳۳	اوپر نیچے سات آسمان		۷۳۳	اللہ کی تخلیق میں حکمت و بصیرت	
۷۳۳	نظام کائنات میں کوئی کمزوری نہیں		۷۳۳	تمہاری نگاہیں تھک جائیں گی	
۷۳۳	دوزخ کی سخت آواز		۷۳۵	دوزخ کے فرشتوں کا سوال	
۷۳۵	اہل جہنم کا جواب		۷۳۵	کفار کی حسرت و ندامت	
۷۳۵	اب اقرار گناہ سے کوئی قائدہ نہیں		۷۳۷	اللہ سے ڈرنے والے	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۷۵۱	اہل ریا و نفاق سجدہ نہیں کر سکیں گے		۷۳۷	اللہ لطیف و خبیر	
۷۵۱	سجدہ سے محرومی کی وجہ		۷۳۷	اللہ کی ڈھیل سے مغرور مت ہو	
۷۵۳	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ		۷۳۷	اللہ کا عذاب کسی وقت بھی آ سکتا ہے	
۷۵۳	قرآن سن کر کفار کا غیظ و غضب		۷۳۹	پچھلے لوگوں سے عبرت حاصل کرو	
۷۵۳	نظر لگنا		۷۳۹	رحمن پرندوں کو ہوا میں تھامتے ہے	
۷۵۳	سورۃ الحاقہ (۶۹)		۷۳۹	رحمن کے سوا منکروں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا ہے	
۷۵۳	قیامت کی گھڑی کیا ہے		۷۳۹	موجد اور مشرک کی مثال	
۷۵۳	معذب قوموں کی ہلاکت میں کچھ نمونہ ہے		۷۴۱	قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے	
۷۵۵	بھونچال		۷۴۱	رحمن پر ایمان اور بھروسہ	
۷۵۵	آندھی		۷۴۲	اللہ کے سوا پانی کون لا سکتا ہے	
۷۵۵	قوت کا دعویٰ کرنے والوں کا انجام		۷۴۳	سورۃ قلم (۶۸)	
۷۵۵	فرعون کے تکبر کا انجام		۷۴۳	آنحضرت ﷺ پر جنون کے الزام کا رد	
۷۵۵	حضرت نوح پر ایمان لانے والوں پر اللہ کا فضل		۷۴۳	آنحضرت ﷺ کے لیے بے انتہا اجر	
۷۵۷	نفع منور		۷۴۳	آنحضرت ﷺ کے اخلاق کریمانہ	
۷۵۷	آسمان پھٹ جائے گا		۷۴۵	مفتون کون ہے	
۷۵۷	حالیین عرش		۷۴۵	کفار کیلئے ڈھیل مت دکھاؤ	
۷۵۷	اللہ کی عدالت میں پیشی		۷۴۵	کافر کے اوصاف	
۷۵۷	اعمال نامے		۷۴۵	مال و دولت شرافت کا معیار نہیں	
۷۵۷	ایمان کا انعام		۷۴۵	ولید بن مغیرہ کی رسوائی	
۷۵۹	اہل جنت کے عیش و آرام		۷۴۵	تین بھائیوں کی ہوس کا انجام	
۷۵۹	کفار کے اعمال نامے اور ان کی حسرت		۷۴۷	اپنی غلطی کا اعتراف	
۷۵۹	کافر کے لئے فرشتوں کو حکم		۷۴۹	آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے	
۷۵۹	کافر کی اس سزا کی وجہ		۷۴۹	جنت نعیم	
۷۶۱	دوزخ میں کافر کا کھانا		۷۴۹	کفار کی خوش فہمی اور اس کا جواب	
۷۶۱	یہ بیان سچا اور حق ہے		۷۴۹	کفار کے پاس کوئی سند نہیں	
۷۶۱	علم وحی کی فضیلت		۷۵۱	کشف ساق	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۷۷۷	اللہ کی نعمتیں برسیں گی	۷۶۲	قرآن شاعری نہیں ہے		
۷۷۷	استقواء کی اصل روح	۷۶۲	یہ کامن کا کلام بھی نہیں ہے		
۷۷۷	تمہیں طرح طرح سے پیدا کیا	۷۶۳	نبی اللہ کے کلام میں خیانت نہیں کر سکتا		
۷۷۷	آسمان اور چاند سورج پیدا کئے	۷۶۳	نبوت کے جھوٹے دعوے کو اللہ چلنے نہیں دیتا		
۷۷۹	انہوں نے میرا کہا نہیں مانا	۷۶۵	سورۃ المعارج (۷۰)		
۷۷۹	دوسروں کو بات نہ ماننے کی وصیت	۷۶۵	کفار پر آنے والا عذاب ضرور آئے گا		
۷۷۹	قوم نوح کے بت	۷۶۵	فرشتوں اور روحوں کے درجات		
۷۷۹	حضرت نوح کی بددعا کی وجہ	۷۶۵	پچاس ہزار سال کا دن		
۷۷۹	قوم کا انجام	۷۶۷	قیامت کے مختلف احوال		
۷۸۱	کفار کی ہلاکت کی بددعا	۷۶۷	دوستوں کی دوستی کام نہ آئے گی		
۷۸۱	مومنین کیلئے دعا	۷۶۹	انسان کی کم ہمتی		
۷۸۱	سورۃ جن (۷۲)	۷۶۹	مومنین کے آٹھ اوصاف		
۷۸۱	جنوں کا وجود	۷۷۱	اللہ اور بندوں کے حقوق		
۷۸۱	جنوں کا قرآن سن کر ایمان لانا	۷۷۱	نماز کی اہمیت		
۷۸۱	جنوں کی گمراہی	۷۷۱	کفار کا استہزاء اور جنت سے محرومی		
۷۸۳	اکثر عرب جنوں کے معتقد تھے	۷۷۱	انسان کی حقیقت		
۷۸۳	مسلمان جنوں کا اپنی قوم سے خطاب	۷۷۱	مشارق و مغارب کی توجیہ		
۷۸۳	آسمان پر جنوں کیلئے پہرے اور انگارے	۷۷۱	ہم تم سے بہتر قوم لا سکتے ہیں		
۷۸۵	جنوں کے مختلف فرقے	۷۷۳	قبروں سے نکل کر دوڑنا		
۷۸۵	سب سے پہلے ایمان لانے والے جن	۷۷۳	سورۃ نوح (۷۱)		
۷۸۵	ایمان کے دنیوی منافع	۷۷۳	حضرت نوح کا واقعہ		
۷۸۷	مساجد صرف اللہ کے لیے ہیں	۷۷۵	قوم کو تبلیغ		
۷۸۷	قرآن پڑھنے کے وقت آنحضرت ﷺ کے گرد ہجوم	۷۷۵	عذاب کی وعید		
۷۸۷	کفار سے آنحضرت ﷺ کی دو ٹوک گفتگو	۷۷۵	حضرت نوح کی اللہ سے قوم کی شکایت		
۷۸۷	نفع و ضرر میرے قبضہ میں نہیں ہے	۷۷۵	حضرت نوح کی بات سننے سے اعراض		
۷۸۹	قیامت کا علم انبیاء کو بھی نہیں ہے	۷۷۵	اللہ سے اپنے گناہ بخشواؤ		

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۷۹۹	ولید بن مغیرہ		۷۸۹	پیغمبروں کا علم غلطی سے پاک ہے	
۷۹۹	حاضر باش بیٹوں کی نعمت		۷۸۹	وحی الہی میں کوئی تغیر نہیں کر سکتا	
۷۹۹	ولید کی حرص مال اور ناشکری		۷۹۰	سورۃ مزمل (۷۳)	
۷۹۹	ولید کا زوال		۷۹۰	اس سورت کے نزول کا پس منظر	
۸۰۰	ولید کا قرآن کو جادو کہنا اور تکبر		۷۹۱	قیام لیل کا حکم	
۸۰۱	ولید کے غرور و تکبر کے افعال		۷۹۱	تلاوت میں ترتیل کا حکم	
۸۰۱	اہل جہنم کے جسم کی حالت		۷۹۱	قول ثقل	
۸۰۱	کھال کی حالت		۷۹۱	نزول قرآن کے وقت آنحضرت ﷺ کی کیفیت	
۸۰۱	دوزخ کے انیس داروغہ		۷۹۱	رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کی فضیلت	
۸۰۱	انیس کے عدد پر کفار کا استہزاء اور اس کا جواب		۷۹۱	ہمہ وقت ذکر اللہ کرتے رہو	
۸۰۱	اس عدد میں حکمت ہے		۷۹۳	اللہ کو وکیل بناؤ	
۸۰۳	استیقان اہل کتاب		۷۹۳	قیامت میں زمین کا نپے کی	
۸۰۳	اللہ کے لشکر		۷۹۳	تورات کی پیشگوئی	
۸۰۵	داہنے ہاتھ والے		۷۹۵	بچوں کو بوڑھا کر دینے والا دن	
۸۰۵	اہل جنت کا اہل دوزخ سے سوال		۷۹۵	قیام لیل میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کی محنت	
۸۰۵	اہل جہنم کا جواب		۷۹۵	قیام لیل کے حکم میں تخفیف	
۸۰۵	کفار جنگلی گدھوں کی طرح ہیں		۷۹۷	حکم میں تخفیف کی حکمت و مصلحت	
۸۰۵	کفار کی بے ہودہ درخواستیں		۷۹۷	قیام لیل کے حکم کی مصلحت	
۸۰۶	تقویٰ مغفرت کا سبب ہے		۷۹۷	اللہ کو قرض دینا	
۸۰۷	سورۃ قیامت (۷۵)		۷۹۷	ہر نیکی اللہ کے پاس بہتر صورت میں موجود ہوگی	
۸۰۷	قیامت کے دن کی قسم		۷۹۷	سورۃ مدثر (۷۴)	
۸۰۷	نفس لوامہ اور نفس کی دوسری اقسام		۷۹۷	انذار کا حکم	
۸۰۷	ہڈیاں جمع کر دی جائیں گی		۷۹۷	کپڑوں کی ظاہری اور باطنی طہارت	
۸۰۹	انگلی کی پوریاں		۷۹۸	احسان کا بدلہ مت چاہو	
۸۰۹	قیامت سے انکار کی اصل وجہ		۷۹۸	مشکل دن	
۸۰۹	قیامت کے نشانات				

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۸۱۷	جنت کے پھلوں کے گچھے	۸۰۹	چاند کا کہن		
۸۱۷	جنت کے برتن	۸۰۹	جمع شمس و قمر		
۸۱۷	اندازے پر بھرے ہوئے	۸۰۹	قیامت کے دن کوئی مفر نہیں		
۸۱۹	سوٹھ ملے ہوئے مشروب	۸۰۹	اعمال کا جتلا یا جانا		
۸۱۹	جنت کا چشمہ سلسبیل	۸۰۹	انسان خود اپنے آپ پر مطلع ہوگا		
۸۱۹	بکھرے موتیوں کی طرح خوبصورت لڑکے	۸۱۰	قرآن کے الفاظ و معانی کا یاد کر لینا ہمارے مذمبہ		
۸۱۹	جنت کی عظیم حکومت	۸۱۱	دنیا میں انہماک		
۸۱۹	جنت کے لباس	۸۱۱	مومنین کے چہرے تروتازہ ہوں گے		
۸۱۹	چاندی کے کنگن	۸۱۱	موت کے وقت جب روح ہنسی میں آجائگی		
۸۱۹	پروردگار کی طرف سے شراب طہور	۸۱۱	کون ہے جھاڑ پھونک کرنے والا		
۸۱۹	کفار پر صبر کیجئے	۸۱۱	مرنے والے کو جدائی کا احساس		
۸۱۹	قریش کے سرداروں کی بات نہ مانئے	۸۱۱	مرنے والے پر دو سختیاں		
۸۲۱	صبح و شام ذکر اللہ کی تاکید	۸۱۳	رب کی طرف کھینچ کر جانا		
۸۲۱	رات کی نماز	۸۱۳	انسان کی اصل حقیقت اور انجام		
۸۲۱	تہجد کی نماز				
۸۲۱	حب دنیا کفر کی وجہ ہے	۸۱۵	سورہ دہر (۷۶)		
۸۲۱	اس نصیحت کو جو چاہے قبول کرے	۸۱۵	انسان عدم محض تھا		
۸۲۱	تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہنے سے ہے	۸۱۵	مخلوط پانی سے انسان کی تخلیق		
		۸۱۵	الٹ پھیر کے بعد دیکھنے سننے والا بنادیا		
۸۲۳	سورہ مرسلات (۷۷)	۸۱۵	ہدایت کے باوجود دو فرقتے ہو گئے		
۸۲۳	چلتی ہواؤں کی قسم	۸۱۵	مکروں کیلئے طوق اور زنجیریں		
۸۲۳	ناشرات اور فارقات ہوائیں	۸۱۵	ابرار کے لئے چشمہ کافور کی شراب		
۸۲۳	ان الفاظ کی دوسری تفسیر	۸۱۵	چشمہ کا بہنا عباد اللہ کے اختیار میں		
۸۲۳	وحی کفار کیلئے حجت اور مومنین کے لئے انداز ہے	۸۱۵	منت کو پورا کرنے والے		
۸۲۳	قیامت کے احوال	۸۱۵	قیدیوں سے حسن سلوک کرنے والے		
۸۲۳	آخرت میں رسولوں کا مقرر وقت	۸۱۷	اخلاص سے کھانا کھلانے والے		
۸۲۳	فیصلہ کے دن ہی سب فیصلے ہوں گے	۸۱۷	جنت کا موسم		

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۲۳	آسمان کا کھلنا اور دروازے پیدا ہونا		۸۲۵	مکذبین کیلئے خرابی ہے	
۸۲۳	پہاڑ سراب بن جائیں گے		۸۲۵	قوموں سے بچھلی دنیا کی ہلاکت پر استدلال	
۸۲۳	دوزخ شریروں کی تاک میں ہے		۸۲۵	قرار یکین	
۸۲۳	دوزخ میں پینے کے لیے پیپ		۸۲۵	انسان کی تخلیق میں قدرت کی نشانیاں	
۸۲۳	کفار کو فیصلہ کی امید نہ تھی		۸۲۵	زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی زمین	
۸۲۳	ہر چیز گنی ہوئی ہے		۸۲۵	پہاڑ اور بیٹھا پانی	
۸۲۳	اب عذاب کے سوا کچھ نہ بڑھے گا		۸۲۷	کفار کیلئے تین شاخوں والا سایہ	
۸۲۳	متقین پر مختلف انعامات		۸۲۷	اس سایہ سے عظیم انکارے کریں گے	
۸۲۵	جنت میں جھوٹ اور لغو نہیں ہوگا		۸۲۷	زرداونٹ کے برابر چنگاریاں	
۸۲۵	اللہ کی عظمت اور جلال		۸۲۷	کفار بول نہیں سکیں گے	
۸۲۵	روح و فرشتوں کی قطار		۸۲۸	متقین کا حال	
۸۲۵	کافر کہے گا میں مٹی ہوتا		۸۲۹	کچھ روز اور عیش کرلو	
۸۲۵			۸۲۹	جھکنے سے انکار کرتے ہیں	
۸۲۵			۸۲۹	قرآن کے بعد یقین کیلئے کس چیز کا انتظار ہے	
۸۳۵	سورة الزمر (۷۹)		۸۳۰	سورة النبا (۷۸)	عق (۳۰)
۸۲۵	روح ٹھہرنے والے فرشتے		۸۳۱	قیامت پر سوال اور اختلافات	
۸۲۵	نیکیوں کی روح کا بند کھولنے والے		۸۳۱	قیامت کو عنقریب جان لیں گے	
۸۲۷	خلاؤں میں تیرنے والے فرشتے		۸۳۱	زمین کا پگھلنا	
۸۲۷	کاموں کی تدبیر کرنے والے فرشتے		۸۳۱	پہاڑوں کی میخیں	
۸۲۷	قیامت کے بھونچال		۸۳۱	مرد اور عورت کے جوڑے	
۸۲۷	دھڑکنے والے دل اور جھکی آنکھیں		۸۳۱	سکون دینے والی نیند	
۸۲۷	دوسری زندگی پر کفار کا استہزاء		۸۳۱	رات کا لباس	
۸۲۷	معمولی جہنم کی سب جمع ہو جائیں گے		۸۳۱	معاش کیلئے دن	
۸۲۷	حضرت موسیٰ کو اللہ کا پکارنا اور فرعون کی		۸۳۱	لبریز بادل	
۸۲۷	اصلاح کا حکم		۸۳۱	گھنے ہاغات	
۸۲۷	فرعون کو تبلیغ		۸۳۳	فیصلے کا دن مقرر ہے	
۸۳۹	فرعون کی تکذیب اور ساحروں کی تلاش				
۸۳۹	خدا کی کا دعویٰ				

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۳۳	انسان نے مالک کا حق نہیں پہچانا	۸۳۹	اس قصہ میں عبرت	
۸۳۵	انسان کی زندگی کے اسباب و سامان	۸۳۹	دوسری زندگی پر شبہ کیوں ہے	
۸۳۵	زمین کو پھاڑ کر کوئل کا نکلتا	۸۳۹	آسمان کو دیکھو	
۸۳۵	صور کی کان پھاڑنے والی آواز	۸۳۹	آسمان کے بعد زمین	
۸۳۵	اس دن ہر شخص اپنی ہی فکر میں ہوگا	۸۳۹	پہاڑوں کا قیام	
۸۳۵	مومنین کے چہرے پر روشنی اور خوشی	۸۳۹	انسانوں اور جانوروں کے لیے منافع	
۸۳۵	کافروں کے چہرے پر سیاہی اور کدورت	۸۳۹	دوزخ منظر عام پر	
۸۳۷	سورة التکویر (۸۱)	۸۳۹	دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے	
۸۳۷	سورج کی روشنی تہہ ہو جائے گی	۸۴۱	جنت کن لوگوں کا ٹھکانہ ہے	
۸۳۷	ستارے ٹوٹ جائیں گے	۸۴۱	تمہارا کام ڈر سنا ہے	
۸۳۷	قیمتی اونیسیاں لاوارث پھریں گی	۸۴۱	دنیا کی زندگی ایک صبح یا ایک شام کے برابر	
۸۳۷	جانور رمل مل جائیں گے	۸۴۱	معلوم ہوگی۔	
۸۳۷	سمندر آگ کی طرح جھونکے جائیں گے	۸۴۱	سورة عبس (۸۰)	
۸۳۷	انسانوں کے مختلف جوڑے اور جماعتیں	۸۴۱	سورہ عبس کے نزول کا واقعہ	
۸۳۷	بیٹیوں پر ظلم کا سوال ہوگا	۸۴۱	حضرت ابن ام مکتوم	
۸۳۷	آسمان کا پوست اتارا جائے گا	۸۴۱	آنحضرت ﷺ پر صیغہ غائب میں عتاب	
۸۳۷	دوزخ دہکائی جائے گی اور جنت قریب لائی جائے گی۔	۸۴۱	حضرت ابن ام مکتوم کا ذکر خیر	
۸۳۷	ہر آدمی اپنا عمل جان لے گا	۸۴۲	کسی کے ایمان نہ لانے کے آپ ذمہ دار نہیں	
۸۳۷	سیاروں کی چال کی قسم	۸۴۳	حضرت ابن ام مکتوم کا شوق علم اور خشیت	
۸۳۸	صبح کے سانس لینے کی قسم	۸۴۳	جنگ قادسیہ میں ان صحابی کی شہادت	
۸۳۸	ان قسموں کی مناسبت	۸۴۳	جو چاہے اس نصیحت کو پڑھے	
۸۳۹	حضرت جبرائیل کی چند صفات	۸۴۳	قرآن کی عزت و وقعت	
۸۳۹	تمہارے رفیق پر جنون کا الزام غلط ہے	۸۴۳	انسان کیساتھ شکرا ہے	
۸۳۹	حضرت جبرائیل کو اصلی صورت میں دیکھنا	۸۴۳	انسان کی اصل عروج اور زوال	
۸۳۹	آنحضرت ﷺ غیب کی خبر دینے میں بخیل نہیں	۸۴۳	انسان کی راہ آسان کر دی	
۸۳۹		۸۴۳	دو بارہ زندگی	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۵۷	چشمہ تسنیم کی ملونی		۸۴۹	یہ شیطان کا قول نہیں	
۸۵۷	کفار مومنین کی تضحیک کرتے تھے		۸۵۱	سورة الانفطار (۸۲)	
۸۵۷	مومنین کے مجاہدہ کا مذاق		۸۵۱	قیامت کی ہولناکیاں	
۸۵۹	آخرت میں مومنین کفار پر نہیں گے		۸۵۱	قبریں الٹ پلٹ ہو جائیں گی	
۸۵۹	آج منکرین کو ان کے اعمال کا بدلہ مل گیا		۸۵۱	اے انسان! رب کریم پر کیوں بہک گیا	
۸۵۹	سورة الانشقاق (۸۴)		۸۵۱	تجھے پیدا کیا اور ٹھیک کیا	
۸۵۹	آسمان کو پھٹنے کا حکم ہوگا		۸۵۱	تیری صورت کی ترکیب کی	
۸۵۹	زمین پھیلا دی جائے گی		۸۵۱	تمہیں انصاف کے دن کا یقین نہیں	
۸۵۹	زمین اپنے خزانے اُگل دے گی		۸۵۳	کرانا کاتبین	
۸۵۹	رب تک پہنچنے میں انسان کی محنت		۸۵۳	فیصلے کا دن کیا ہے	
۸۵۹	مومنین کا حساب آسان ہوگا		۸۵۳	اس دن صرف اسی کا حکم چلے گا	
۸۶۱	پیٹھ کے پیچھے سے اعمال نامہ کا ملنا		۸۵۳	سورة المطففين (۸۳)	
۸۶۱	کافر دنیا میں سرور تھا		۸۵۳	ناپ تول میں کمی بیشی کرنے والے	
۸۶۱	اللہ اس کو دیکھتا تھا		۸۵۵	انہیں جواب دہی کا یقین نہیں	
۸۶۱	شام کی سرخی کی قسم		۸۵۵	یوم حساب ضرور آئے گا	
۸۶۱	چودہویں کے چاند کی قسم		۸۵۵	تجھن کا دفتر	
۸۶۱	تم کو طبقہ طبقہ چڑھنا ہے		۸۵۵	کفار کے قلوب کا زنگ	
۸۶۱	کفار کو عذاب الیم کی خوشخبری		۸۵۵	دیدار الہی سے کفار کی محرومی	
۸۶۲	سورة البروج (۸۵)		۸۵۷	دفتر علیین	
۸۶۲	آسمان کے بروج		۸۵۷	علیین کہاں ہے	
۸۶۲	شاہد اور مشہود کی قسم		۸۵۷	اہل جنت کی مسہریاں	
۸۶۳	اصحاب الاخذ و دکون ہیں۔ ایک عجیب واقعہ		۸۵۷	اہل جنت کے چہروں کی رونق اور تازگی	
۸۶۳	ایمان لانے والوں کیلئے خندقیں اور آگ		۸۵۷	مہر لگی ہوئی شراب	
۸۶۵	مومنین کا قصور صرف ان کا ایمان تھا		۸۵۷	مٹک کی مہر	
۸۶۵	ایمان سے روکنے والوں کیلئے دوزخ کا عذاب		۸۵۷	ٹوٹ پڑنے والے اس شراب پر ٹوٹ پڑیں	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۷۱	دنیا کو ترجیح دینے کی مذمت		۸۶۵	ایمان اور عمل صالح کا ثمرہ	
	یہ تعلیم حضرت ابراہیم و موسیٰ کے صحیفوں میں		۸۶۵	حق تعالیٰ کی بعض صفات	
۸۷۱	موجود ہے۔		۸۶۵	اللہ اپنے ارادوں میں فعال ہے	
			۸۶۵	اللہ نے انہیں گھیرا ہوا ہے	
۸۷۱	سورة الغاشیہ (۸۸)		۸۶۵	قرآن کی بزرگی اور شان	
۸۷۱	قیامت کی بات		۸۶۵	لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے	
۸۷۱	بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے				
۸۷۳	دوزخیوں کیلئے کھولتے چشمے کا پانی		۸۶۷	سورة الطارق (۸۶)	
۸۷۳	اہل دوزخ کا کھانا ضریع		۸۶۷	انسان کے نگہبان فرشتے	
۸۷۳	یہ کھانا بھوک نہیں مٹائے گا		۸۶۷	اچھلتے پانی سے انسان کی تخلیق	
۸۷۳	جنت میں کوئی لغو بات نہیں ہوگی		۸۶۷	پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلنے والا پانی	
۸۷۳	جنت کے چشمے		۸۶۷	جس دن بھید کھل جائیں گے	
۸۷۳	اونچے تختوں پر گلاس پینے ہوئے		۸۶۷	قرآن دو ٹوک کلام ہے	
۸۷۳	جنت کے قالین		۸۶۸	مکرین کے داؤ بیچ اور اللہ کی تدبیر	
۸۷۳	مخملی فرش				
۸۷۳	اونٹ کی تخلیق پر غور کرو		۸۶۹	سورة الاعلیٰ (۸۷)	
۸۷۳	زمین کی سطح		۸۶۹	سبحان ربی الاعلیٰ کی اصل	
۸۷۳	آپ ان پر داروغہ نہیں		۸۶۹	ہر چیز میں حکمت ہے	
۸۷۵	مکرین کا حساب ہمارے ذمہ ہے		۸۶۹	مختلف مظاہر قدرت	
			۸۶۹	ہم تمہیں قرآن پڑھوائیں گے	
۸۷۵	سورة الفجر (۸۹)		۸۶۹	وہ ہر ظاہر اور چھپی بات جانتا ہے	
۸۷۵	ایام اور اوقات کی قسمیں		۸۶۹	آنحضرت ﷺ کیلئے سہولت کا وعدہ	
۸۷۵	یہ قسمیں اہل عقل کے لئے ہیں		۸۶۹	تذکیر اور تبلیغ کا فرق	
۸۷۵	عاد اور ارم		۸۷۱	متقی لوگوں کا انجام	
۸۷۵	اونچے ستونوں والے		۸۷۱	دوزخ میں نہ موت ہے نہ زندگی	
۸۷۵	وادی القرئی		۸۷۱	تزکیہ کرنے والوں کا انعام	
۸۷۷	ان سب نے فساد برپا کیا اور ہلاک ہوئے		۸۷۱	عجیب تحریر کا حکم	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۸۳	سورة الشمس (۹۱)		۸۷۷	اللہ ان کی گھات میں ہے	
۸۸۳	مخلوقات کی قسمیں		۸۷۷	نعمت کے وقت انسان کی خود پسندی	
۸۸۳	آدمی کو فحور اور تقویٰ کی سمجھ دی گئی ہے		۸۷۷	تنگی کے وقت شکوہ	
۸۸۳	تزکیہ نفس ہی کامیابی ہے		۸۷۷	قیسوں کی عزت نہ کرنے کا انجام	
۸۸۳	نفس کی اطاعت نامرادی		۸۷۷	میراث لینے میں بے فکری	
۸۸۳	جیسے شمود نے جھٹلایا		۸۷۷	تمہارے دل حب مال سے پر ہیں	
۸۸۵	حضرت صالح کی تنبیہ		۸۷۷	ڈرو جب زمین کوٹی جائے گی	
۸۸۵	اوشنی کے پاؤں کاٹ ڈالے		۸۷۸	اس وقت انسان پچھتائے گا	
۸۸۵	پھر اللہ نے ان کو الٹ مارا		۸۷۸	اس وقت انسان کی حسرت کا حال	
۸۸۵			۸۷۸	مجرموں کو اللہ کا خاص عذاب	
۸۸۵	سورة الليل (۹۲)		۸۷۹	نفس مطمئنہ کو رضائے حق کی طرف دعوت	
۸۸۵	دن، رات، نر اور مادہ کی قسم		۸۷۹	سورة البلد (۹۰)	
۸۸۵	متقی اور نیکو کار کیلئے آسانی		۸۷۹	شہر مکہ کی قسم	
۸۸۷	اچھائی کو جھٹلانے والے کا انجام		۸۷۹	حرم میں آپ ﷺ کیلئے خصوصی رعایت	
۸۸۷	مال اس کو تباہی سے نہ بچا سکے گا		۸۸۱	آدمی کو محنت میں پیدا کیا	
۸۸۷	دنیا اور آخرت ہمارے ہاتھ میں ہے		۸۸۱	کیا انسان پر کسی کا قابو نہیں ہے	
۸۸۷	بھڑکتی ہوئی آگ کی خبر		۸۸۱	کفار کا مال خرچ کرنا	
۸۸۷	اتنی کو اس آگ سے بچالیا جائے گا		۸۸۱	کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں	
۸۸۷	اتنی کون ہے؟		۸۸۱	کیا زبان اور ہونٹ نہیں بنائے	
۸۸۷	حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت و برتری		۸۸۱	اچھی اور بری دونوں راہیں بتا دیں	
۸۸۹	سورة الضحیٰ (۹۳)		۸۸۱	دین کی گھائی	
۸۸۹	فترت وحی۔ اور کفار کے طعنے		۸۸۱	بھوک کے دن میں کھانا کھلانا	
۸۸۹	اللہ آپ سے ناراض نہیں ہے		۸۸۱	رحم اور مہربانی ایک دوسرے کو تاکید	
۸۸۹	آنحضرت ﷺ کو خوش کر دینے کا وعدہ		۸۸۱	اصحاب المیمنہ	
۸۹۰	آنحضرت ﷺ کی قیمتی		۸۸۳	اصحاب المشئمہ	
۸۹۰	ہم نے آپ کو ہدایت کاملہ عطا کی		۸۸۳	آگ میں بند کر دیئے جائیں گے	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۹۷	اس کی چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے		۸۹۰	ہم نے آپ ﷺ کو غنی کر دیا	
۸۹۷	ابو جہل کے تکبر کا جواب		۸۹۰	قیموں کی دلجوئی کرو	
۸۹۷	آنحضرت ﷺ کو نماز سے روکنے کا واقعہ		۸۹۱	اللہ کے احسانات کی تذکیر کیجئے	
۸۹۷	سجدہ اور قرب الہی		۸۹۱	سورة الم نشرح (۹۴)	
۸۹۷	سورة القدر (۹۷)		۸۹۱	علوم اور معارف کیلئے ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا	
۸۹۷	شب قدر میں قرآن کریم کا نزول		۸۹۱	آپ ﷺ کا بوجھ اتار دیا	
۸۹۷	شب قدر میں نیکی کا ہزار گنا سے زائد ثواب		۸۹۱	آپ ﷺ کے ذکر کو بلندی دی	
۸۹۸	شب قدر میں حضرت جبرائیلؑ اور فرشتوں کا نزول		۸۹۲	مشکل کے بعد آسانی ہے	
۸۹۸	امن و سلام کی رات		۸۹۳	تنہائی میں توجہ الی اللہ کی ترغیب	
۸۹۹	شب قدر فجر تک رہتی ہے		۸۹۳	سورة التین (۹۵)	
۸۹۹	سورة البینہ (۹۸)		۸۹۳	انجیر اور زیتون کی قسم	
۸۹۹	اہل کتاب اور مشرکین		۸۹۳	طور سیناء	
۸۹۹	کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والا رسول		۸۹۳	انسان تخلیق میں سب سے بہتر ہے	
۸۹۹	ہر سورت مستقل ایک کتاب ہے		۸۹۳	جانوروں سے بدتر	
۸۹۹	اہل کتاب کا تفرقہ		۸۹۴	ایمان اور عمل صالح پر بے انتہا اجر	
۸۹۹	بینہ کی تفسیر		۸۹۵	کیا اللہ حاکموں کا حاکم نہیں	
۹۰۱	عبادت میں اخلاص کا حکم		۸۹۵	سورة العلق (۹۶)	
۹۰۱	کفار خلافت میں بدترین ہیں		۸۹۵	سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات	
۹۰۱	صالح مومنین مخلوق میں سب سے بہتر ہیں		۸۹۵	جھے ہوئے خون سے انسان کی پیدائش	
۹۰۱	اللہ کی رضا جنت سے بھی بڑی نعمت ہے		۸۹۵	قلم کے ذریعے علم سکھایا	
۹۰۱	یہ نعمت اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے ہے		۸۹۵	انسان کو جہل سے نجات دی	
۹۰۳	سورة الزلزال (۹۹)		۸۹۵	آدمی کی حقیقت اور اس کا غرور	
۹۰۳	جب زمین زلزلہ سے ہلا دی جائے		۸۹۵	لوٹ کر تو اللہ ہی کے پاس جاتا ہے	
۹۰۳	زمین اپنے بوجھ نکال دے گی		۸۹۷	ابو جہل کا آپ ﷺ کو نماز سے روکنا	
۹۰۳	انسان کی حیرت		۸۹۷	اللہ اس کو دیکھ رہا ہے	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۹۰۸	انسان گھائے میں ہے		۹۰۳	زمین ساری خبریں دے گی	
۹۰۹	زندگی کی قدر و قیمت		۹۰۳	لوگوں کی مختلف جماعتیں	
۹۰۹	اس نقصان سے بچنے کے چار طریقے		۹۰۳	لوگوں کو ان کے اعمال دکھائے جائیں گے	
۹۰۹	سورۃ عصر کی فضیلت		۹۰۳	ذره برابر عمل بھی دکھا دیا جائے گا	
۹۱۰	سورۃ الہمزہ (۱۰۴)		۹۰۳	سورۃ الحدیث (۱۰۱)	
۹۱۰	عیب جوئی اور طعنہ زنی		۹۰۳	دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم	
۹۱۰	جمع مال کی مذمت		۹۰۳	ان قسموں کی توضیح	
۹۱۱	مال سدا نہیں رہتا		۹۰۵	انسان کی ناشکری	
۹۱۱	اللہ کی سلگائی ہوئی آگ		۹۰۵	خود انسان اس کا گواہ ہے	
۹۱۳	سورۃ الفیل (۱۰۵)		۹۰۵	انسان میں مال کی محبت شدید ہے	
۹۱۳	ہاتھی والوں کا انجام		۹۰۵	دلوں کے چپے بھید کھل جائیں گے	
۹۱۳	ان کا داؤ غلط کر دیا گیا		۹۰۵	اللہ کا علم محیط واضح ہو جائے گا	
۹۱۳	اصحاب فیل کا واقعہ		۹۰۵	سورۃ القارعہ (۱۰۱)	
۹۱۳	عجیب و غریب پرندے		۹۰۵	کمز کھڑا دینے والی قیامت	
۹۱۳	اس واقعہ کا سال		۹۰۵	انسان بکھرے پتنگوں کی طرح ہوں گے	
۹۱۳	سورۃ القریش (۱۰۶)		۹۰۷	پہاڑ دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے	
۹۱۳	اہل مکہ پر بیت اللہ کی برکات		۹۰۷	بھاری وزن والے عیش میں ہوں گے	
۹۱۴	سورۃ الماعون (۱۰۷)		۹۰۷	ہلکے وزن والے دہکتی آگ کے گڑھے میں	
۹۱۴	فیصلہ کے دن کی تکذیب		۹۰۷	سورۃ التکاثر (۱۰۲)	
۹۱۴	قیم سے بدسلوکی		۹۰۷	کثرت مال کی ہوس	
۹۱۵	مساکین کو کھانا نہ کھلانے والا		۹۰۷	کثرت مال فخر کی چیز نہیں	
۹۱۵	نماز میں غفلت کرنے والے		۹۰۷	اس غفلت کا انجام دوزخ ہے	
۹۱۵	دکھاوا کرنے والے		۹۰۷	تم سے نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا	
۹۱۵	استعمالی چیزیں نہ دینے والے		۹۰۸	سورۃ العصر (۱۰۳)	
			۹۰۸	زمانے یا عصر کی قسم	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۹۲۴	سورۃ اخلاص (۱۱۲)		۹۱۶	سورۃ کوثر (۱۰۸)	
۹۲۴	کہہ دو اللہ ایک ہے		۹۱۶	کوثر کے معنی اور مفہیم	
۹۲۴	صمد کے معنی		۹۱۶	حوض کوثر	
۹۲۵	اللہ کی نہ اولاد ہے نہ والد		۹۱۶	نماز اور قربانی کی تاکید	
۹۲۵	خدا کے جوڑ کا کوئی نہیں		۹۱۷	آپ کا دشمن ہی اتر ہے	
۹۲۶	سورۃ فلق (۱۱۳)		۹۱۸	سورۃ الکافرون (۱۰۹)	
۹۲۶	صبح کے رب کی پناہ		۹۱۸	کفار قریش کی ایک پیش کش اور اس کا جواب	
۹۲۶	تاریکیوں سے اللہ کی پناہ		۹۱۸	میں تمہارے خداؤں کو نہیں پوجتا	
۹۲۷	گرہوں میں پھونک مارنے والی عورتیں		۹۱۸	اس آیت میں تکرار کی توضیح	
۹۲۷	حاسد کے حسد سے پناہ		۹۱۸	تمہارا اور میرا دین الگ الگ ہے	
۹۲۸	سورۃ الناس (۱۱۴)		۹۲۰	سورۃ النصر (۱۱۰)	
۹۲۹	انسانوں کا رب اور بادشاہ		۹۲۰	فتح مکہ کا وعدہ	
۹۲۹	شیطان کے وسوسہ سے پناہ		۹۲۱	غلبہ دین کا وعدہ اور تسبیح تحمید کی تاکید	
۹۲۹	جنوں اور آدمیوں کے شیطان		۹۲۱	آپ ﷺ کو استغفار کا حکم	
۹۲۹	ان دونوں سورتوں کی تفسیر قاسمی		۹۲۲	سورۃ الہب (۱۱۱)	
۹۲۹	شر ماخلق		۹۲۲	ابولہب کی بدبختی	
۹۲۹	عاسق اذوقب کی تفسیر		۹۲۲	ابولہب کی گستاخیاں	
۹۳۰	سحر اور اس کا اثر		۹۲۳	ابولہب کی بیوی	
۹۳۰	وسواس اندرونی خطرات ہیں		۹۲۳	اس کا مال اس کے کام نہیں آیا	
۹۳۰	مالک الملک		۹۲۳	ابولہب کا لقب	
۹۳۱	ایک لطیف نکتہ		۹۲۳	ابولہب کی بیوی کا انجام	
۹۳۱	آنحضرت ﷺ پر محرکات منصب رسالت کے متعلق نہیں				
۹۳۲	دونوں سورتیں قرآن کا حصہ ہیں				
۹۳۳	تشکر از مفسر				



الْحَمْدُ لِلَّهِ

www.ahlehaq.org

أَنْتَلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِيمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ

تو پڑھ جو اتری تیری طرف کتاب اور قائم رکھ نماز بے شک

الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَذِكْرُ اللَّهِ

نماز روکتی ہے بے حیائی اور بری بات سے اور اللہ کی یاد ہے

أَكْبَرُ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿۳۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ

سب سے بڑی اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو اور جھگڑانہ کرو

الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا

اہل کتاب سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو مگر جو ان میں

مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأَنْزَلَ إِلَيْكُمُ

بے انصاف ہیں اور یوں کہو کہ ہم مانتے ہیں جو اتر اہم کو (ہمارے لئے) اور اتر اتم کو (تمہارے لئے)

وَالْهُنَا وَالْهَكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۳۶﴾ وَ

اور ہندگی ہماری اور تمہاری ایک ہی کو ہے اور ہم اسی کے حکم پر چلتے ہیں اور

كَذَلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ ۚ فَالَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ

وہی ہی ہم نے اتاری تجھ پر کتاب سو جن کو ہم نے کتاب دی ہے

يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَمَا يَجْحَدُ

وہ اس کو مانتے ہیں اور ان مکہ والوں میں بھی بعضے ہیں کہ اس کو مانتے ہیں اور منکر وہی ہیں

بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ﴿۳۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ

ہماری باتوں سے جو نافرمان ہیں اور تو پڑھتا تھا اس سے پہلے

تلاوت قرآن کا حکم | یعنی قرآن کی تلاوت کرتے رہے تادل مضبوط اور قوی رہے، تلاوت کا اجر و ثواب الگ حاصل ہو۔ اس کے معارف و حقائق کا انکشاف بیش از بیش ترقی کرے۔ دوسرے لوگ بھی سن کر اس کے مواعظ اور علوم و برکات سے مستفیع ہوں، جو نہ مانیں ان پر خدا کی حجت تمام ہو، اور دعوت و اصلاح کا فرض بحسن و خوبی انجام پاتا رہے۔

نماز روحانی بیماریوں کا علاج ہے | نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں ہو سکتا ہے۔ ایک بطریق تسبب، یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت و تاثیر یہ رکھی ہو کہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یاد رکھنا چاہئے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہو جائے۔ بعض دوائیں خاص مقدار میں مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں۔ اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے متنافی ہو۔ پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اس احتیاط اور بدرقہ کے ساتھ جو اطباء نے روحانی نے تجویز کیا ہو خاصی مدت تک اس پر مواظبت کی جائے۔ اس کے بعد مریض خود محسوس کرے گا کہ نماز کس طرح اس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطور اقتضاء ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہ الہی میں اپنی بندگی، فرمانبرداری، خضوع و تذلل، اور حق تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت اور حکومت و شہنشاہی کا اظہار و اقرار کر کے آیا ہے، مسجد سے باہر آ کر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو۔

برائیوں سے روکنے کا دوسرا مفہوم | گویا نماز کی ہر ایک ادا مصلیٰ کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ۔ اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت و سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اسے روکتی اور منع کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ خود روکتا اور منع فرماتا ہے۔ کما قال تعالیٰ: "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" (نحل۔ رکوع ۱۳) پس جو بد بخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے پر برائی سے نہیں رکتے نماز کے روکنے پر بھی ان کا نہ رکنا محل تعجب نہیں۔ ہاں یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو۔ کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں۔ سب سے بڑی چیز اس میں خدا کی یاد ہے۔ نمازی ارکان صلوٰۃ ادا کرتے وقت اور قراءت قرآن یا دعاء و تسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کو متحضر اور زبان و دل کو موافق رکھے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا۔ اور اسی قدر اس کی نماز برائیوں کو چھڑانے میں مؤثر ثابت ہوگی۔ ورنہ جو نماز قلب لابی و غافل سے ادا ہو وہ صلوٰۃ منافق کے مشابہ ٹھہرے گی۔ جس کی نسبت حدیث میں فرمایا۔ لَا يَدْخُلُ اللَّهُ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا۔ اسی نماز کی نسبت "لَمْ يَزِدْ ذُوبَهَا مِنَ اللَّهِ إِلَّا بُعْدًا" کی وعید آئی ہے۔

◆ ذکر اللہ کی فضیلت | یعنی نماز برائی سے کیوں نہ روکے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کی بہترین صورت ہے۔ کما قال تعالیٰ: "وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي" (طہ رکوع ۱) اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ یہ وہ چیز ہے جسے نماز اور جہاد وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں۔ یہ نہ ہو تو عبادت کیا، ایک جسد بے روح اور لفظ بے معنی ہے۔ حضرت ابو درداء وغیرہ کی احادیث کو دیکھ کر علماء نے یہ ہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اصلی فضیلت اسی کو ہے۔ یوں عارضی اور وقتی طور پر کوئی عمل ذکر اللہ پر سبقت لے جائے وہ دوسری بات ہے، لیکن غور کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اس عمل میں بھی فضیلت اسی ذکر اللہ کی بدولت آئی ہے۔ بہر حال ذکر اللہ تمام اعمال سے افضل ہے اور جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہوگا۔ پس بندے کو چاہئے کہ کسی وقت خدا کے ذکر سے غافل نہ ہو خصوصاً جس وقت کسی برائی کی طرف میلان ہو فوراً خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو یاد کر کے اس سے باز آ جائے۔ قرآن و حدیث میں ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو یاد فرماتا ہے۔ بعض سلف نے آیت کا یہ ہی مطلب لیا ہے کہ نماز میں ادھر سے بندہ خدا کو یاد کرتا ہے اس لئے نماز بڑی چیز ہوئی لیکن اس کے جواب میں جو ادھر سے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو یاد فرماتا ہے۔ یہ سب سے بڑی چیز ہے جس کی انتہائی قدر کرنی چاہئے اور یہ شرف و کرامت محسوس کر کے اور زیادہ ذکر اللہ کی طرف راغب ہونا چاہئے۔ کسی شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اسلام کے احکام بہت ہیں، مجھے کوئی ایک جامع و مانع چیز بتلا دیجئے، فرمایا: "لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ" (تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: "جتنی دیر نماز میں لگے اتنا تو ہر گناہ سے بچے، امید ہے آگے بھی بچتا رہے۔ اور اللہ کی یاد کو اس سے زیادہ اثر ہے یعنی گناہ سے بچے اور اعلیٰ درجوں پر چڑھے۔" (موضح) "يَذْكُرُ اللَّهُ أَكْثَرَ" کی ایک اور لطیف تفسیر ہوئی۔

◆ یعنی جو آدمی جس قدر خدا کو یاد رکھتا ہے یا نہیں رکھتا خدا تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ لہذا اگر اور غافل میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا معاملہ بھی جدا گانہ ہوگا۔

◆ اہل کتاب سے مناظرہ میں نرمی و متانت | یعنی مشرکوں کا دین جڑ سے غلط ہے اور اہل کتاب کا دین اصل میں سچا تھا، تو ان سے ان کی طرح مت جھگڑو کہ جڑ سے ان کی بات کاٹنے لگو۔ بلکہ نرمی، متانت، خیر خواہی اور صبر و تحمل سے واجبی بات سمجھاؤ۔ البتہ جو ان میں صریح بے انصافی، عناد اور ہٹ دھرمی پر تل جائے اس کے ساتھ مناسب سختی کا برتاؤ کر سکتے ہو اور آگے چل کر ایسوں کو سزا دینی ہے۔ تنبیہ | پہلے قرآن کی تلاوت کا حکم تھا، اغلب ہے کہ مکرین اسے سن کر الجھنے لگیں، تو بتلادیا کہ بحث کے وقت فریق مقابل کی علمی و دینی حیثیت کا خیال

رکھو۔ جوش مناظرہ میں صداقت و اخلاق کی حد سے نہ نکلو۔ جہاں کہیں جتنی سچائی ہو اس کا اعتراف کرو۔

◆ اہل کتاب سے یہ بات کہو | یعنی ہمارا جیسا کہ قرآن پر ایمان ہے اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ و مسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے انبیاء پر جو کتابیں اتاریں بیشک وہ سچی تھیں۔ ایک حرف ان کا غلط نہ تھا۔ (گو تمہارے ہاتھ میں وہ آسمانی کتابیں اپنی اصلی صورت و حقیقت میں باقی نہ رہیں)

◆ اہل کتاب اور مسلمانوں میں فرق | یعنی اصلی معبود ہمارا تمہارا ایک ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ہم تمہاری اس کے حکم پر چلتے ہیں، تم نے اس سے ہٹ کر اوروں کو بھی خدائی کے حقوق و اختیارات دے دیئے۔ مثلاً حضرت مسیح یا حضرت عزیر علیہما السلام کو یا احبار و رہبان کو۔ نیز ہم نے اس کے تمام احکام کو ماننا سب پیغمبروں کی تصدیق کی، سب کتابوں کو برحق سمجھا اس کے آخری حکم کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا۔ تم نے کچھ مانا کچھ نہ مانا۔ اور آخری صداقت سے منکر ہو گئے۔

◆ یعنی اس کتاب میں آخر تمہاری کتابوں سے کوئی بات کم ہے جو قبول کرنے میں تردد ہے۔ جس طرح انبیائے سابقین پر کتابیں اور صحیفے ایک دوسرے کے بعد اترتے رہے، پیغمبر آخر الزماں پر یہ کتاب لا جواب اتری اس کے ماننے سے اتنا انکار کیوں ہے۔

◆ اہل کتاب اور کفار میں سے قرآن کو ماننے والے | یعنی جن اہل کتاب نے اپنی کتاب ٹھیک سمجھی وہ اس کتاب کو بھی مانیں گے اور انصافاً ماننا چاہیے۔ چنانچہ ان میں سے جو منصف ہیں، وہ اس کی صداقت دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور نہ صرف اہل کتاب بلکہ عرب کے بعض لوگ بھی جو کتب سابقہ کا کچھ علم نہیں رکھتے اس قرآن کو مانتے جا رہے ہیں۔ حقیقت میں قرآن کریم کی صداقت کے دلائل اس قدر روشن ہیں کہ بجز سخت حق پوش نافرمان کے کوئی ان کی تسلیم سے انکار نہیں کر سکتا۔

مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذَا الْأَرْتَابُ الْمُبِطُلُونَ ﴿۳۸﴾

کوئی کتاب اور نہ لکھتا تھا اپنے داہنے ہاتھ سے تب تو البتہ شبہ میں پڑتے یہ جھوٹے

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

بلکہ یہ قرآن تو آیتیں ہیں صاف ان لوگوں کے سینوں میں جن کو ملی ہے سمجھ

وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿۳۹﴾ وَقَالُوا لَوْلَا

اور منکر نہیں ہماری باتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں اور کہتے ہیں کیوں نہ

أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ

اتریں اس پر کچھ نشانیاں اس کے رب سے تو کہہ نشانیاں تو ہیں

عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۴۰﴾ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا

اختیار میں اللہ کے اور میں تو بس سنا دینے والا ہوں کھول کر کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے

أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

تجھ پر اتاری کتاب کہ ان پر پڑھی جاتی ہے بے شک اس میں

لَرَحْمَةً وَذِكْرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ

رحمت ہے اور سمجھانا ان لوگوں کو جو مانتے ہیں تو کہہ کافی ہے اللہ

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا ۖ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ

میرے اور تمہارے بیچ گواہ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ

اور جو لوگ یقین لاتے ہیں مجھوت پر اور منکر ہوئے ہیں اللہ سے وہی ہیں

آنحضرت ﷺ کا امی ہونا قرآن کی صداقت کی دلیل ہے | نزول قرآن سے پہلے آپ کی عمر کے چالیس سال ان ہی مکہ والوں میں گزرے۔ سب جانتے ہیں کہ اس مدت میں نہ آپ کسی استاد کے پاس بیٹھے نہ کوئی کتاب پڑھی نہ کبھی ہاتھ میں قلم پکڑا، ایسا ہوتا تو ان باطل پرستوں کو شبہ نکالنے کی جگہ رہتی کہ شاید اگلی کتابیں پڑھ کر یہ باتیں نوٹ کر لی ہوں گی، ان ہی کو اب آہستہ آہستہ اپنی عبارت میں ڈھال کر سنا دیتے ہیں۔ گو اس وقت بھی یہ کہنا غلط ہوتا، کیونکہ کوئی پڑھا لکھا انسان بلکہ دنیا کے تمام پڑھے لکھے آدمی مل کر اور کل مخلوق کی طاقت کو اپنے ساتھ ملا کر بھی ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کر سکتے، تاہم جھوٹوں کو بات بنانے کا ایک موقع ہاتھ لگ جاتا لیکن جب کہ آپ کا امی ہونا مسلمات میں سے ہے تو اس سرسری شبہ کی بھی جڑ کٹ گئی اور یوں ضدی لوگ کہنے کو تو اس پر بھی کہتے تھے۔ ”اَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔“ (فرقان۔ رکوع ۱)

حفاظ قرآن کی فضیلت | یعنی پیغمبر نے کسی سے لکھا پڑھا نہیں۔ بلکہ یہ وحی جو ان پر آئی ہمیشہ کو بن لکھے سینہ بسینہ جاری رہے گی۔ اللہ کے فضل سے علماء اور حفاظ و قراء کے سینے اس کے الفاظ و معانی کی حفاظت کریں گے اور آسمانی کتابیں حفظ نہ ہوتی تھیں۔ یہ کتاب حفظ ہی سے باقی ہے۔ لکھنا اس پر افزودہ ہے (موضح باضافہ یسر)

یعنی نا انصافی کا کیا علاج۔ ایک شخص یہ ہی ٹھان لے کہ میں کبھی سچی بات نہ مانوں گا۔ وہ روشن سے روشن چیز کا بھی انکار کر دے گا۔

معجزات دکھانا میرے اختیار میں نہیں ہے | یعنی میرے قبضہ میں نہیں کہ جو نشان تم طلب کیا کرو وہی دکھلا دیا کروں نہ کسی نبی کی تصدیق اس بات پر موقوف ہو سکتی ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ بدی کے نتائج سے تم کو صاف لفظوں میں آگاہ کرتا رہوں باقی حق تعالیٰ میری تصدیق کے لئے جو نشان چاہے دکھلا دے، یہ اس کے اختیار میں ہے۔

قرآن سب سے بڑھ کر معجزہ ہے | یعنی کیا یہ نشان کافی نہیں جو کتاب انہیں دن رات پڑھ کر سنائی جاتی ہے اس سے بڑا نشان کون سا ہوگا۔ دیکھتے نہیں کہ اس کتاب کے ماننے والے کس طرح سمجھ حاصل کرتے جاتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

میری صداقت کیلئے اللہ کی گواہی کافی ہے | یعنی خدا کی زمین پر اس کے آسمان کے نیچے میں علانیہ دعویٰ رسالت کر رہا ہوں جسے وہ سنتا اور دیکھتا ہے پھر روز بروز مجھے اور میرے ساتھیوں کو غیر معمولی طریقہ سے بڑھا رہا ہے۔ برابر میرے دعوے کی فعلی تصدیق کرتا ہے۔ میری زبان پر اور ہاتھوں پر قدرت کے وہ خارق عادت نشان ظاہر کئے جاتے ہیں جن کی نظیر پیش کرنے سے تمام جن و انس عاجز ہیں۔ کیا میری صداقت پر اللہ کی یہ گواہی کافی نہیں۔

الْخُسْرُونَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَلَوْ لَا

نقصان پانے والے ♦ اور جلدی مانگتے ہیں تجھ سے ♦ آفت ♦ اور اگر نہ ہوتا

أَجَلٌ مُّسَمًّى لِّجَاءِهِمُ الْعَذَابِ ۚ وَلِيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْضَةً

ایک وعدہ مقررہ (ٹھہرا ہوا) ♦ تو آپہنچی ان پر آفت ♦ اور البتہ آئے گی ان پر اچانک

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَإِنْ

اور ان کو خبر نہ ہوگی ♦ جلدی مانگتے ہیں تجھ سے عذاب ♦ اور

جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشَاهُمْ الْعَذَابُ

دوزخ گھیر رہی ہے ♦ منکروں کو ♦ جس دن گھیر لے گا ان کو عذاب

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوقُوا

ان کے اوپر سے ♦ اور پاؤں کے نیچے سے ♦ اور کہے گا چکھو

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵۵﴾ يُعْبَادُونَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ

جیسا کچھ تم کرتے تھے ♦ اے بندو میرے ♦ جو یقین لائے ہو

أَرْضِي وَاسِعَةً فَإِيَّائِي فَاعْبُدُونِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ

میری زمین کشادہ ہے ♦ سو مجھی کو بندگی کرو ♦ جو جی ہے

ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا

سو چکھے گا موت ♦ پھر ہماری طرف پھر آؤ گے ♦ اور جو لوگ یقین لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا يُجْرَى مِنْ

اور کیے بھلے کام ♦ ان کو ہم جگہ دیں گے بہشت میں جہرو کے (بالا خانے) ♦ نیچے بہتی ہیں

گھانا پانے والے | آدمی کی بڑی شقاوت اور خسران یہ ہے کہ جھوٹی بات کو خواہ کتنی ہی بدیہی
الہطلان ہو فوراً قبول کر لے اور سچی بات سے گو کتنی ہی صاف روشن ہوا نکار کرتا رہے۔

یعنی اگر باطل پر ہیں تو ہم پر دنیا میں کوئی آفت کیوں نہیں آتی۔

کفار کیلئے دنیا و آخرت کا عذاب | یعنی ہر چیز اپنے وقت معین پر آتی ہے، گھبراؤ نہیں، وہ
آفت بھی آکر رہے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس امت کا عذاب یہ ہی تھا مسلمانوں کے
ہاتھ سے قتل ہونا اور پکڑے جانا۔ سو فتح مکہ میں مکہ کے لوگ بے خبر رہے کہ حضرتؐ کا لشکر سر پر آکھڑا ہوا۔

یہاں عذاب سے شاید آخرت کا عذاب مراد ہو جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔

یعنی آخرت کا عذاب تو فضول مانگتے ہیں، اس عذاب میں تو پڑے ہی ہیں۔ یہ کفر اور برے کام دوزخ
نہیں تو اور کیا ہے جس نے ہر طرف سے انہیں گھیر رکھا ہے۔ موت کے بعد حقیقت کھل جائے گی کہ
دوزخ کس طرح جلاتی ہے جب یہ ہی اعمال جہنم کی آگ اور سانپ بچھو بن کر لپٹیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کہے گا، یا وہ عذاب ہی بولے گا جیسے زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال۔ حدیث میں آیا ہے کہ
سانپ ہو کر گلے میں پڑے گا، کلمے چیرے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔

مومنین سے خطاب خاص | یعنی یہ مکہ کے کافر اگر تم کو تنگ کرتے ہیں تو خدا کی زمین تنگ
نہیں دوسری جگہ جا کر خدا کی عبادت کرو۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جب کافروں نے مکہ میں بہت زور باندھا تو مسلمانوں کو ہجرت کا حکم
ہوا۔ چنانچہ اسی تر اسی گھر حبشہ چلے گئے۔ اس کو فرمایا کوئی دن کی زندگی ہے جہاں بن پڑے وہاں
کاٹ دو، پھر ہمارے پاس اکٹھے آؤ گے۔ اس میں مہاجرین کی تسلی کر دی تا وطن چھوڑنا اور حضرت
سے جدا ہونا دل پر بھاری نہ گذرے۔ گویا جتلا دیا کہ وطن، خویش و اقارب، رفقاء اور چھوٹے بڑے
آج نہیں کل چھوٹیں گے۔ فرض کرو اس وقت مکہ سے ہجرت نہ کی تو ایک روز دنیا سے ہجرت کرنا
ضروری ہے مگر وہ بے اختیار ہوگا۔ بندگی اس کا نام ہے کہ اپنی خوشی اور اختیار سے ان چیزوں کو چھوڑ
دے جو پروردگار حقیقی کی بندگی میں مزاحم اور خلل انداز ہوتی ہیں۔

تَحْنَهَا الْأَنْهَارُ خُلْدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَمَلِينَ ﴿۵۸﴾

ان کے نہریں سدا رہیں ان میں خوب ثواب ملا کام والوں کو

الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۵۹﴾ وَكَآيِنُ

جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھا اور کتنے

مَنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۚ اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۚ

جانور ہیں جو اٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی اللہ روزی دیتا ہے ان کو اور تم کو بھی

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۶۰﴾ وَلَٰكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ

اور وہی ہے سننے والا جاننے والا اور وہی ہے پوچھے اور اگر تو لوگوں سے پوچھے کہ کس نے بنایا ہے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَخَلَقَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ

آسمان اور زمین کو اور کام میں لگایا سورج اور چاند کو تو کہیں

اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿۶۱﴾ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

اللہ نے پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں اللہ پھیلاتا ہے (کشادہ کرتا ہے) روزی جس کے واسطے

يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

چاہے اپنے بندوں میں اور ماپ کر دیتا ہے (تک کرتا ہے) جس کو چاہے بے شک اللہ ہر چیز سے

عَلِيمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَٰكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

خبردار ہے اور جو تو پوچھے ان سے کس نے اتارا آسمان سے پانی

فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ

پھر زندہ کر دیا اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد تو کہیں اللہ نے

◆ ہجرت کرنے والوں کے لئے انعامات | یعنی جو صبر و استقلال سے اسلام و ایمان کی راہ پر جتے رہے اور خدا پر بھروسہ کر کے گھربار چھوڑ کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے ان کو اس وطن کے بدلے وہ وطن ملے گا اور یہاں کے گھروں سے بہتر گھر دیئے جائیں گے۔

◆ جانوروں اور انسانوں کو روزی کا وعدہ | یہ روزی کی طرف سے خاطر جمع کر دی کہ "اکثر جانوروں کے گھر میں اگلے دن کا قوت نہیں ہوتا۔ نیا دن اور نئی روزی" (موضح) پھر جو خدا جانوروں کو روزی پہنچاتا ہے کیا اپنے وفادار عاشقوں کو نہ پہنچائے گا۔ خوب سمجھ لو رزاق حقیقی وہی ہے جو سب کی باتیں سنتا اور دلوں کے اخلاص کو جانتا ہے۔ ہر ایک کا ظاہر و باطن اس کے سامنے ہے۔ کسی کی محنت وہاں رانگاں نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ اس کے راستہ میں وطن چھوڑ کر نکلے ہیں انہیں ضائع نہیں کرے گا۔ سامان معیشت ساتھ لے جانے کی فکر نہ کریں۔ کتنے جانور ہیں جو اپنی روزی اپنی کمر پر لادے نہیں پھرتے، پھر رازق حقیقی ان کو ہر روز رزق پہنچاتا ہے۔

◆ اللہ کو سب خالق مانتے ہیں | یعنی رزق کے تمام اسباب (سماویہ و ارضیہ) اسی نے پیدا کئے سب جانتے ہیں، پھر اس پر بھروسہ نہیں کرتے کہ وہ ہی پہنچا بھی دے گا۔ مگر جتنا وہ چاہے نہ جتنا تم چاہو۔ یہ اگلی آیت میں سمجھا دیا ہے (موضح)

◆ ناپ کر دیتا ہے یہ نہیں کہ بالکل نہ دے۔

◆ یعنی یہ خبر اسی کو ہے کہ کس کو کتنا دینا چاہئے۔

۲۳

وقف لازم

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۚ وَمَا

تو کہہ سب خوبی اللہ کو ہے پر بہت لوگ نہیں سمجھتے ♦ اور

هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ إِلَّا لَهُوَ وَلَعِبٌ ۖ وَإِنَّ الدَّارَ

یہ دنیا کا جینا تو بس جی بہلانا اور کھیلنا ہے اور پچھلا گھر

الْآخِرَةُ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۖ مَلُوكًا نُّوًا يَعْلَمُونَ ۚ

جو ہے سو وہی ہے زندہ رہنا (زندگانی) اگر ان کو سمجھ ہوتی ♦

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ

پھر جب سوار ہوئے کشتی میں بکارنے لگے اللہ کو خالص اسی پر رکھ کر

الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۚ

اعتقاد پھر جب بچا لیا ان کو زمین کی طرف اسی وقت لگے شریک بنانے (شرک کرنے)

لَيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ وَلَيُتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۚ

تاکہ مکر رہیں ہمارے دیئے ہوئے سے اور مزے اڑاتے رہیں سو عنقریب جان لیں گے ♦

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے رکھ دی ہے پناہ کی جگہ امن کی (امن والی) اور لوگ اچکے جاتے ہیں

مِنْ حَوْلِهِمْ ۖ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ

ان کے آس پاس سے کیا جھوٹ پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کا احسان

يَكْفُرُونَ ۚ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ

نہیں مانتے ♦ اور اس سے زیادہ بے انصاف کون جو باندھے اللہ پر

یعنی مینے بھی ہر کسی پر برابر نہیں برستا اور اسی طرح حال بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ذرا دیر میں مفلس سے دولت مند کر دے۔

اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے | یعنی آدمی کو چاہئے یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے کہ اصلی و دائمی زندگی وہی ہے۔ دنیا کے کھیل تماشے میں غرق ہو کر عاقبت کو بھول نہ بیٹھے۔ بلکہ یہاں رہ کر وہاں کی تیاری اور سفر آخرت کے لئے توشہ درست کرے۔

کفار کی ناشکری کا حال | یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ آدمی دنیا کے مزدوں میں پڑ کر خدا کو اور آخرت کو فراموش نہ کرے۔ لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کشتی طوفان میں گھر جائے تو بڑی عقیدت مندی سے اللہ کو پکارتے ہیں۔ پھر جہاں آفت سر سے ٹلی اور خشکی پر قدم رکھا، اللہ کے احسانوں سے مکر کر جھوٹے دیوتاؤں کو پکارنا شروع کر دیا۔ گویا غرض یہ ہوئی کہ اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے رہیں اور دنیا کے مزے اڑاتے ہیں۔ خیر بہتر ہے چند روز دل کے ارمان نکال لیں، عنقریب پہ لگ جائے گا کہ اس بغاوت و شرارت، احسان فراموشی اور ناشکری کا نتیجہ کیا ہے۔

کفار مکہ پر اللہ کا انعام | مکہ کے لوگ اللہ کے گھر کے طفیل دشمنوں سے پناہ میں تھے۔ حالانکہ سارے ملک عرب میں فساد اور کشت و خون کا بازار گرم تھا۔ بتوں کے جھوٹے احسان مانتے ہیں اللہ کا یہ سچا احسان نہیں مانتے۔

كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي

جھوٹ یا جھٹلائے جی بات کو جب اس تک پہنچے کیا دوزخ میں

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۝۶۸ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا

بسنے کی جگہ نہیں منکروں کے لیے اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝۶۹

ہم بھادوں کے ان کو اپنی راہیں اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے

﴿آيَاتُهَا ۶۰﴾ ﴿سُورَةُ الرُّومِ مَكِّيَّةٌ ۙ (۸۳)﴾ ﴿رُكُوعَاتُهَا ۶﴾

سورہ روم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ساٹھ آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْقَوْمِ ۚ غَلِبَتِ الرُّومُ ۚ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِّنْ

اللہ مغلوب ہو گئے ہیں رومی ملتے ہوئے (پاس والے) ملک میں اور وہ

بَعْدَ غَلِبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۚ فِي بَضْعِ سِنِينَ ۚ لِلَّهِ

اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برسوں میں اللہ کے

یعنی سب سے بڑی نا انصافی یہ ہے کہ اللہ کا شریک کسی کو ٹھہرائے۔ یا اس کی طرف وہ باتیں منسوب کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ یا پیغمبر جو چاقی لے کر آئے ہیں اسے سنتے ہی جھٹلانا شروع کر دے۔ کیا ان ظالموں کو معلوم نہیں کہ منکروں کا ٹھکانا دوزخ ہے جو ایسی بیباکی اور بے حیائی سے عقل و انصاف کے گلے پر چھری پھیرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

اللہ کے راستے میں مجاہدہ کرنے والوں کی خاص ہدایت یعنی جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا اور اپنے قرب و رضا یا جنت کی راہیں سمجھاتا ہے۔ جوں جوں وہ ریاضات و مجاہدات میں ترقی کرتے ہیں۔ اسی قدر ان کی معرفت و انکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور وہ باتیں سو جھنٹکتی ہیں کہ دوسروں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔

یعنی اللہ کی حمایت و نصرت نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (تم سورة العنكبوت فلي لله الحمد والمنه)

سورۃ الروم

♦ ادنی الارض کی تفسیر | ”اَذْنٰی الْاَرْضِ“ (ملنے ہوئے ملک یا پاس والے ملک) سے مراد ”اذرعات“ ”وبصری“ کے درمیان کا خطہ ہے جو ”شام“ کی سرحد پر ”حجاز“ سے ملتا ہوا مکہ کے قریب واقع ہوا ہے، یا فلسطین“ مراد ہو جو رومیوں کے ملک سے نزدیک تھا، یا ”جزیرہ ابن عمر“ جو فارس سے اقرب ہے۔ ابن حجر نے پہلے قول کی تصحیح کی ہے۔ واللہ اعلم۔

♦ قرآن کی حیرت انگیز پیشینگوئی | یعنی نو سال کے اندر اندر رومی غالب ہو جائیں گے۔ کیونکہ لغت میں اور حدیث میں

”بضع“ کا اطلاق تین سے نو تک ہوا ہے۔ ان آیات میں قرآن نے ایک عجیب و غریب پیشینگوئی کی جو اس کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ کی بڑی بھاری دو سلطنتیں ”فارس“ (جسے ”ایران“ کہتے ہیں) اور ”روم“ مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آتی تھیں۔ ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۳ء کے بعد تک ان کی حریفانہ نبرد آزمائیوں کا سلسلہ جاری رہا کیا، جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ ۵۷۰ء میں نبی کریم ﷺ کی ولادت شریفہ اور چالیس سال بعد ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں

روم و فارس کی جنگ | جنگ روم و فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ اسی دوران میں نبی کریم ﷺ کے دعویٰ نبوت اور اسلامی تحریک نے ان لوگوں کے لئے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی۔ فارس کے آتش پرست مجوس کو مشرکین مکہ مذہب اپنے سے نزدیک سمجھتے تھے اور روم کے نصاریٰ اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بھائی یا کم از کم ان کے قریبی دوست قرار دیئے جاتے تھے۔ جب فارس کے غلبہ کی خبر آتی مشرکین مکہ سرور ہوتے اور اس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور خوش آئند توقعات باندھتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی طبعاً صدمہ ہوتا کہ عیسائی اہل کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں، ادھر ان کو مشرکین مکہ کی شامت کا ہدف بننا پڑے

فارس کی روم پر فتح | آخر ۶۱۳ء کے بعد (جبکہ ولادت نبوی کو قمری حساب سے تقریباً پینتالیس سال اور بعثت کے پانچ سال گزر چکے) خسرو پرویز (کینسر دہانی) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام، مصر، ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ہرقل قیصر روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا اور رومیوں کا دار السلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا، بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہو گئے۔ بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی ایرانی فاتحین لے آئے۔ قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا۔ بظاہر اسباب کوئی صورت روم کے ابھرنے اور فارس کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔

مشرکین مکہ کی خوشیاں | یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے خوب بغلیں بجائیں۔ مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا، بڑے بڑے حوصلے اور توقعات قائم کرنے لگے حتیٰ کہ بعض مشرکین نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹا دیا ہے کل ہم بھی تمہیں اسی طرح مٹا ڈالیں گے۔ اس وقت قرآن نے سلسلہ اسباب ظاہری کے بالکل خلاف عام اعلان کر دیا کہ بیشک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہو گئے ہیں لیکن نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب و منصور ہوں گے

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شرط | اس پیشینگوئی کی بناء پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی (اس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہ ہوا تھا) کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سواونٹ تم کو دوں گا، ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دو گے۔ شروع میں حضرت ابو بکرؓ نے اپنی رائے سے ”بضع سنین“ کی میعاد کچھ کم رکھی تھی۔ بعد نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے ”بضع“ کے لغوی مدلول یعنی نو سال پر معاہدہ ٹھہرا۔ ادھر ہرقل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فارس پر فتح دی تو ”حمص“ سے پیدل چل کر ”ایلیا“ (بیت المقدس) تک پہنچوں گا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآنی پیشینگوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر یعنی ہجرت کا ایک سال گزرنے پر عین بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ کے فضل سے مشرکین پر نمایاں فتح و نصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے، یہ خبر سن کر اور زیادہ سرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو خدا تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب فرمایا، اس ضمن میں مشرکین مکہ کو مزید خزلان و خسران نصیب ہوا۔ قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشین گوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابو بکرؓ نے سواونٹ مشرکین مکہ سے وصول کئے جن کے متعلق حضور ﷺ نے حکم دیا کہ

صدقہ کر دیئے جائیں۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلَىٰ نِعَمَاتِهِ الظَّاهِرَةِ وَالْاِتِنَةِ الْبَاهِرَةِ۔

الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ۖ وَيَوْمَئِذٍ يُفْرِحُ

ہاتھ ہیں سب کام پہلے اور پچھلے ♦ اور اس دن خوش ہوں گے

الْمُؤْمِنُونَ ۚ يَنْصُرُ اللَّهُ يَنْصُرُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ

مسلمان ♦ اللہ کی مدد سے مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی ہے زبردست

الرَّحِيمُ ۚ وَعَدَ اللَّهُ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِن

رحم والا ♦ اللہ کا وعدہ ہو چکا خلاف نہ کرے گا اللہ اپنا وعدہ لیکن

أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۖ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّن

بہت لوگ ♦ نہیں جانتے جانتے ہیں اوپر اوپر

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ ۚ أَوَلَمْ

دنیا کے جینے کو ♦ اور وہ لوگ آخرت کی خبر نہیں رکھتے کیا

يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمٰوٰتِ وَ

دھیان نہیں کرتے اپنے جی میں کہ اللہ نے جو بنائے آسمان اور

الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ وَ

زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سو ٹھیک سادہ کر ♦ اور وعدہ مقرر پر اور

إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُونَ ۚ

بہت لوگ ♦ اپنے رب کا ملنا نہیں مانتے

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

کیا انہوں نے سیر نہیں کی ملک کی جو دیکھیں انجام کیسا ہوا

یعنی پہلے فارس کو غالب کرنا، روم کو مغلوب کرنا، اور پیچھے حالات کو الٹ دینا، سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ صرف اتنی بات سے کسی قوم کے مقبول و مردود ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ”وَبَلَّغَ الْآيَاتِ نَذَاوَلْهُابَيْنَ النَّاسِ“

پیشینگوئی کا سچا ہونا | یعنی ایک تو اس دن اپنی فتح کی خوشی اس پر مزید خوشی یہ ہوئی کہ رومی اہل کتاب (جو نسبہ مسلمانوں سے اقرب تھے) فارس کے مجوسیوں پر غالب آئے۔ قرآن کی پیشینگوئی کے صدق کا لوگوں نے مشاہدہ کر لیا۔ کفار مکہ کو ہر طرح ذلت نصیب ہوئی۔

یعنی جسے مغلوب کرنا چاہے تو کوئی زبردستی کر کے روک نہ سکے اور جس پر مہربانی فرمانا چاہے اسے بے روک ٹوک غالب کر کے رہے۔

لوگوں کی حقیقت سے لاعلمی | یعنی اکثر لوگ نہیں سمجھتے کہ غالب یا مغلوب کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کیا کیا حکمتیں ہیں اور یہ کہ قدرت جب کوئی کام کرنا چاہے تو سب ظاہری رکاوٹیں دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی لئے اکثر ظاہر میں بغیر اسباب ظاہری خدا پر بھروسہ نہیں رکھتے اور کسی کا عارضی غلبہ دیکھ کر سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ ہی اللہ کے ہاں مقبول ہوگا۔

دُنیوی زندگی کا سطحی علم | یعنی یہ لوگ دنیوی زندگی کی ظاہری سطح کو جانتے ہیں۔ یہاں کی آسائش و آرائش، کھانا، پینا، پہننا اوڑھنا، بونا جوتا، پیسہ کمانا، مزے اڑانا بس یہ ہی ان کے علم و تحقیق کی انتہائی جولان گاہ ہے۔ اس کی خبر ہی نہیں کہ اس زندگی کی تہ میں ایک دوسری زندگی کا راز چھپا ہوا ہے جہاں پہنچ کر اس دنیوی زندگی کے بھلے برے نتائج سامنے آئیں گے۔ ضروری نہیں کہ جو شخص یہاں خوشحال نظر آتا ہے وہاں بھی خوشحال رہے۔ بھلا آخرت کا معاملہ تو دور ہے، یہیں دیکھ لو کہ ایک شخص یا ایک قوم کبھی دنیا میں عروج حاصل کر لیتی ہے لیکن اس کا آخری انجام ذلت و ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

کائنات کی تخلیق میں غور و فکر | یعنی عالم کا اتنا زبردست نظام اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں پیدا کیا۔ کچھ اس سے مقصود ضرور ہے وہ آخرت میں نظر آئے گا۔ ہاں یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہتا تو ایک بات تھی، لیکن اس کے تغیرات و احوال میں غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ اس کی کوئی حد اور انتہاء ضرور ہے۔ لہذا ایک وعدہ مقررہ پر یہ عالم فنا ہوگا اور دوسرا عالم اس کے نتیجہ کے طور پر قائم کیا جائے گا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کبھی خدا کے سامنے جانا ہی نہیں جو حساب و کتاب دینا پڑے۔

عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

ان سے پہلوں کا ان سے زیادہ تھے زور میں

وَ أَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَ

اور جوتا (باہا) انہوں نے زمین کو اور بسایا اس کو ان کے بسانے سے زیادہ اور

جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ

پہنچے ان کے پاس رسول ان کے لیکر کھلے حکم (اور) اللہ نہ تھا ان پر ظلم کرنے والا

وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝۹ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ

لیکن وہ اپنا آپ برا کرتے تھے پھر ہوا انجام

الَّذِينَ اسَاءُوا وَالسُّوَاءَ أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَ

برا کرنے والوں کا برا اس واسطے کہ جھٹلاتے تھے اللہ کی باتیں اور

كَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ ۝۱۰ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ

ان پر ٹھنسنے کرتے تھے اللہ بناتا ہے پہلی بار پھر اس کو دہرائے گا

ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝۱۱ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

پھر اسی کی طرف پھر جاؤ گے اور جس دن برپا (قائم) ہوگی قیامت آس توڑ کر رہ جائیں گے

الْمُجْرِمُونَ ۝۱۲ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاؤُا

گنہگار اور نہ ہوں گے ان کے شریکوں میں کوئی ان کے سفارش کرنے والے

وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِينَ ۝۱۳ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ

اور وہ ہو جائیں گے اپنے شریکوں سے منکر اور جس دن قائم (برپا) ہوگی قیامت

پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت | یعنی بڑی بڑی طاقتور قومیں (مثلاً عاد و ثمود) جنہوں نے زمین کو بوجوت کر لالہ و گلزار بنایا، اسے کھود کر چٹھے اور کانیں نکالیں، ان منکرین سے بڑھ کر تمدن کو ترقی دی، لمبی عمریں پائیں اور زمین کو ان سے زیادہ آباد کیا۔ وہ آج کہاں ہیں؟ جب اللہ کے پیغمبر کھلے نشان اور احکام لے کر آئے اور انہوں نے تکذیب کی تو کیا نہیں سنا کہ انجام کیا ہوا۔ کس طرح تباہ و برباد کئے گئے۔ ان کے ویران کھنڈر آج بھی ملک میں چل پھر کر دیکھ سکتے ہیں۔ کیا ان میں ان بے فکروں کے لئے کوئی عبرت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو ظلم کا امکان نہیں۔ ہاں یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنی جڑ پر کلہاڑی مارتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں۔ جن کا نتیجہ بربادی ہو تو یہ اپنی جان پر خود ہی ظلم کرنا ہوا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے عدل و رحم کی کیفیت تو یہ ہے کہ بے رسول بھیجے اور بدون پوری طرح ہشیار کئے کسی کو پکڑتا بھی نہیں۔

تکذیب و استہزاء کا انجام | وہ نتیجہ تو دنیا میں دیکھا تھا پھر آخرت میں تکذیب و استہزاء کی جو سزا ہے وہ الگ رہی۔ موجودہ اقوام کو چاہئے کہ گزشتہ قوموں کے احوال سے عبرت پکڑیں کیونکہ ایک قوم کو جن باتوں پر سزا ملی سب کو وہی سزا ملی سکتی ہے۔ سب کی فنا بھی ایک کی فنا سے سمجھو اور سب کی سزا بھی ایک کی سزا سے۔

یعنی جن کو اللہ کا شریک بناتے تھے جب وقت پر کام نہ آئیں گے تو منکر ہو کر کہنے لگیں گے کہ ”وَاللّٰهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ“ (خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے)

يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ ﴿١٣﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

اس دن لوگ ہوں گے قسم قسم ♦ سوجو لوگ یقین لائے اور کئے

الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿١٤﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ

بھلے کام سواغ میں ہوں گے ان کی آؤ بھگت ہوگی ♦ اور جو

كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي

مکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری باتیں اور ملنا پچھلے گھر کا سودہ

الْعَذَابِ مُخَضَّرُونَ ﴿١٥﴾ فَسُبْحَنَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَ

عذاب میں پڑے آئیں گے سو پاک اللہ کی یاد کرو جب شام کرو اور

حِينَ تَصْبِحُونَ ﴿١٦﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَ

جب صبح کرو اور اسی کی خوبی ہے آسمان میں اور

الْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ﴿١٧﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ

زمین میں اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو نکالتا ہے زندہ کو ♦

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي

مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندہ کرتا ہے

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَٰلِكَ تَخْرُجُونَ ﴿١٨﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ

زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے ♦ اور اس کی نشانیوں سے ہے

أَنَّ خَلْقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ﴿١٩﴾

یہ کہ تم کو بنایا مٹی سے پھر اب تم انسان ہو زمین میں پھیلے پڑے ♦

یعنی نیک و بد ہر قسم کے لوگ الگ کر دیئے جائیں گے اور علیحدہ علیحدہ اپنے ٹھکانہ پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ جس کی تفصیل اگلی آیت میں ہے۔

یعنی انعام و اکرام سے نوازے جائیں گے اور ہر قسم کی لذت و سرور سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ یہ نیکوں کا ٹھکانہ ہوا۔ آگے بدوں کی جگہ بتلائی ہے۔ مطلب یہ ہے، کہ دونوں میں ایسی تفریق اور جدائی کر دی جائے گی جس سے بڑھ کر کوئی جدائی نہیں ہو سکتی۔

صبح و شام ذکر اللہ کی تاکید | یعنی جنت چاہتے ہو تو اللہ پاک کی یاد کرو جو دل، زبان اور اعضاء و جوارح سب سے ہوتی ہے۔

نماز میں تینوں قسم کی یاد جمع کر دی گئی۔ اور اوقات فرض نماز کے یہ ہی ہیں جو آیت میں بیان ہوئے۔ یعنی صبح، شام (جس میں مغرب و عشاء شامل ہیں) دن کے پچھلے وقت (عصر) اور دوپہر ڈھلنے کے بعد (ظہر) کی نمازیں ہیں ان اوقات میں حق تعالیٰ کی رحمت یا قدرت و عظمت کے آثار بہت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ آفتاب عالم اجسام میں سب سے بڑا روشن کرہ ہے جس کے بلا واسطہ یا بالواسطہ فیض و تاثیر سے عالم اسباب میں شاید ہی کوئی مادی مخلوق مستثنیٰ ہو۔

نماز کے اوقات کی حکمت | (جیسا کہ ارض النجوم کے مصنف نے بہت شرح و سطر سے اس کو ثابت کیا ہے) اسی بناء پر سیارہ

پرستوں نے اسے اپنا معبودا کبر قرار دیا تھا جس کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول ”هَذَا رَبِّي هَذَا الْكَبَرُ“ میں اشارہ ہے۔ اس کے معجز و بچا رگی اور آفتاب پرستوں کی اس کے فیض سے محرومی کا کھلا ہوا مظاہرہ بھی ان ہی پانچ اوقات میں ہوتا ہے۔ صبح

کو جب تک طلوع نہیں ہوا اور دوپہر ڈھلنے پر جبکہ اس کے عروج میں کمی آنی شروع ہوئی اور عصر کے وقت جبکہ اس کی حرارت اور روشنی میں نمایاں طور پر ضعف آگیا اور غروب کے بعد جب اس کی نورانی شعاعوں کے اتصال سے اس کے پجاری محروم ہو گئے۔ پھر

عشاء کے وقت جب شفق بھی غائب ہو گئی اور روشنی کے ادنیٰ ترین آثار بھی افق پر باقی نہ رہے۔ ان اوقات میں موحدین کو حکم ہوا کہ خدائے اکبر کی عبادت کریں۔ اور شروع صلوٰۃ ہی میں ”اللہ اکبر“ کہہ کر اس موحداً عظیم (ابراہیم خلیل اللہ) کی اقتداء کرتے رہیں۔

جس نے ”هَذَا رَبِّي هَذَا الْكَبَرُ“ کے بعد فرمایا تھا ”اِنِّیْ وَجْهْتُ وَجْهَیْ لِلدِّیْنِ فَطَرْتُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ خَیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِیْکِیْنَ“ (انعام۔ رکوع ۹) شاید آیت ہذا میں ”وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ“ فرما کر یہ ہی یاد دلایا ہے کہ تسبیح و تنزیہ اور یاد کرنے کے لائق وہ ہی ذات ہو سکتی ہے جس کی خوبی آسمان و زمین کی کل کائنات زبان حال و قال سے بیان کر رہی

ہے کوئی مجبور و عاجز مخلوق اس کا استحقاق نہیں رکھتی خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ آگے اسی خدائے اکبر کی بعض شکوہ و غنیمت اور صفات کاملہ کا بیان ہے تا معبودیت کا استحقاق اور زیادہ واضح ہو جائے اسی ضمن میں بعث بعد الموت کے مسئلہ پر بھی کافی

روشنی ڈالی گئی ہے۔

مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو پیدا کرنا | یعنی انسان کو نطفہ سے، نطفہ کو انسان سے، جانور کو بیضہ سے اور بیضہ کو

جانور سے، مومن کو کافر سے، کافر کو مومن سے پیدا کرتا ہے اور زمین جب خشک ہو کر مر جاتی ہے تو رحمت کے پانی سے پھر زندہ کر کے سبز و شاداب کر دیتا ہے۔ غرض موت و حیات حقیقی ہو یا مجازی، حتیٰ ہو یا معنوی، سب کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر تم کو زندہ کر کے قبروں سے نکال کھڑا کرنا اس کے نزدیک کیا مشکل ہوگا۔

اللہ کی بعض نشانیاں | یعنی آدم کو مٹی سے بنایا، پھر دیکھو قدرت نے اسے کتنا پھیلایا کہ ساری زمین پر اس کی ذریت چھا گئی اور زمین میں پھیل کر کیسی کیسی عجیب و غریب ہوشیا ریاں اس مٹی کے پتلے نے دکھلائیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا

اور اس کی نشانیوں سے ہے یہ کہ بنادیئے تمہارے واسطے تمہاری قسم سے جوڑے

لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ

کہ چین سے رہو (پکڑو) ان کے پاس اور رکھا تمہارے بیچ میں پیار اور مہربانی البتہ

فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝۲۱ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ

اس میں بہت پتے کی باتیں ہیں ان کے لیے جو دھیان کرتے ہیں ♦ اور اس کی نشانیوں سے ہے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ

آسمان اور زمین کا بنانا اور طرح طرح کی بولیاں تمہاری اور رنگ

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ ۝۲۲ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ

اس میں بہت نشانیاں ہیں سمجھنے (سوچنے) والوں کو ♦ اور اس کی نشانیوں سے ہے تمہارا سونا

بِالْبَيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ فِي

رات اور دن میں اور تلاش کرنا اس کے فضل سے ♦ اس میں

ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُسْمِعُونَ ۝۲۳ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمْ

بہت پتے ہیں ان کو جو سنتے ہیں ♦ اور اس کی نشانیوں سے ہے یہ کہ دکھاتا ہے

الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَبَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُجْى

تم کو بجلی ڈرا اور امید کے لیے ♦ اور اتارتا ہے آسمان سے پانی پھر زندہ کرتا ہے

بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

اس سے زمین کو مر گئے پیچھے اس میں بہت پتے ہیں

♦ **مرد و عورت کی تخلیق کی حکمت** | یعنی اول مٹی سے ایک آدم کو پیدا کیا پھر اسی کے اندر سے اس کا جوڑا نکالا تا اس سے انس اور چمن پکڑے اور پیدائشی طور پر دونوں صنفوں (مرد و عورت) کے درمیان خاص قسم کی محبت اور پیار رکھ دیا۔ تا مقصود ازدواج حاصل ہو۔ چنانچہ دونوں کے میل جول سے نسل انسانی دنیا میں پھیل گئی۔ کما قال تعالیٰ ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً“ (نساء۔ رکوع ۱)

♦ **رنگ و زبان کا اختلاف** | سب انسان ایک ماں باپ سے بنائے، ملا کر بسائے، پھر تمام روئے زمین پر ان کو پھیلا دیا۔ سب کی جدا جدا بولیاں کر دیں۔ ایک ملک کا آدمی دوسرے ملک میں جا کر زبان کے اعتبار سے محض اجنبی ہو گیا۔ پھر دیکھو کہ شروع دنیا سے آج تک کتنے بیشمار آدمی پیدا ہوئے مگر کوئی دو آدمی ایسے نہ ملیں گے جن کا لب و لہجہ، تلفظ، طرز تکلم بالکل یکساں ہو۔ جس طرح ہر آدمی کی شکل و صورت اور رنگت وغیرہ دوسرے سے ممتاز ہے، آواز اور لب و لہجہ بھی بالکل الگ ہے کوئی دو شخص ایسے نہ ملیں گے جن کی آواز اور رنگ، روپ میں کوئی ماہہ الامتیاز نہ ہو۔ ابتدائے عالم سے آج تک برابر نئی صورتیں اور بولنے کے نئے نئے طور نکلتے چلے آتے ہیں۔ اس خزانہ میں کبھی ٹوٹا نہیں آیا حقیقت میں یہ کتنا بڑا نشان حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کا ہے۔

♦ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ انسان کی دو حالتیں بدلتی ہیں، سو یا تو بے خبر پتھر کی طرح اور روزی کی تلاش میں لگا تو ایسا ہوشیار کوئی نہیں۔ اصل تو رات ہے سونے کو اور دن تلاش کو، پھر دونوں وقت دونوں کام ہوتے ہیں۔

♦ یعنی جو سن کر محفوظ رکھتے ہیں۔ کافی تفسیر ابن کثیرؒ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”اپنے سونے کا احوال نظر نہیں آتا۔ سولوگوں کی زبانی سنتے ہیں۔“ (موضح) یہ لفظ ”يَسْمَعُونَ“ اختیار کرنے کا نکتہ ہوا۔

♦ **بجلی کی چمک اور بارش میں نشانیاں** | بجلی کی چمک دیکھ کر لوگ ڈرتے ہیں کہیں کسی پر گرنے پڑے۔ یا بارش زیادہ نہ ہو جائے جس سے جان و مال تلف ہوں۔ اور امید بھی رکھتے ہیں کہ بارش ہو تو دنیا کا کام چلے۔ مسافر کبھی اندھیرے میں اس کی چمک کو غنیمت سمجھتا ہے کہ کچھ دور تک راستہ نظر آ جائے۔ اور کبھی خوف کھا کر گھبراتا ہے۔

لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۳﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَ

ان کے لیے جو سوچتے ہیں ♦ اور اس کی نشانوں سے یہ ہے کہ کھڑا ہے آسمان اور

الْأَرْضُ بِأَمْرِهَا ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ

زمین اس کے حکم سے ♦ پھر جب پکارے گا تم کو ایک بار

الْأَرْضِ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿۱۴﴾ وَلَهُ مَنْ فِي

زمین میں سے ♦ اسی وقت تم نکل پڑو گے اور اسی کا ہے جو کوئی ہے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ لَّهُ قَانِتُونَ ﴿۱۵﴾ وَهُوَ الَّذِي

آسمان اور زمین میں سب اس کے حکم کے تابع ہیں ♦ اور وہی ہے جو

يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴿۱۶﴾ وَلَهُ

پہلی بار بناتا ہے پھر اس کو دہرائے گا اور وہ آسان ہے اس پر ♦ اور اس کی

الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ

شان سب سے اوپر ہے آسمان اور زمین میں اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيمُ ﴿۱۷﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ ۖ هَلْ لَّكُمْ

حکمتوں والا ♦ بتلائی تم کو ایک مثل تمہارے اندر سے دیکھو

مِّنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَكُمْ

جو تمہارے ساتھ کے مال ہیں ان میں ہیں کوئی سا جھی تمہارے ہماری دی ہوئی روزی میں

فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۖ

کہ تم سب اس میں برابر ہو خطرہ رکھو ان کا جیسے خطرہ رکھو اپنوں کا

یعنی اسی سے سمجھ لو کہ مرے پیچھے تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

زمین و آسمان کا قیام | پہلے آسمان و زمین کا پیدا کرنا مذکور ہوا تھا یہاں ان کے بقاء و قیام کو بتلایا کہ وہ بھی اسی کے حکم سے ہے۔ مجال نہیں کہ کوئی اپنے مرکز ثقل سے ہٹ جائے۔ یا ایک دوسرے پر گر کر نظام کائنات کو دور ہم برہم کر دے۔

یعنی زمین و آسمان جب تک اس کا حکم ہے قائم رہیں گے۔ پھر جس وقت دنیا کی میعاد پوری ہو جائیگی اللہ تعالیٰ کی ایک پکار پر تم سب قبروں سے نکلے چلے آؤ گے میدان حشر کی طرف۔

یعنی آسمان و زمین کے رہنے والے سب اسی کے مملوک بندے اور اسی کی رعیت ہیں، کس کی طاقت ہے کہ اس کے حکم نگوینی سے سرتابی کر سکے۔

آخرت کی زندگی پر احمقانہ شبہ | یعنی قدرت الہی کے سامنے تو سب برابر ہیں لیکن تمہارے محسوسات کے اعتبار سے اول بار پیدا کرنے سے دوسری بار دہرا دینا آسان ہونا چاہئے پھر یہ عجیب بات ہے کہ اول پیدائش پر اسے قادر مانو اور دوسری مرتبہ پیدا کرنے کو مستبعد سمجھو۔

اللہ کی شان سب سے اعلیٰ ہے | یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ صفات اور اونچی سے اونچی شان اس کی ہے۔ آسمان و زمین کی کوئی چیز اپنے حسن و خوبی میں اس کی شان و صفت سے لگاؤ نہیں کھا سکتی۔ مساوی ہونا تو کجا، وہ تو اس سے بھی بالا و برتر ہے جہاں تک مخلوق اس کے جلال و جمال کا تصور کر سکتی ہے۔ بلکہ جو خوبی کسی جگہ موجود ہے وہ اسی کے کمالات کا ادنیٰ پر تو ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”آسمان کے فرشتے نہ کھائیں نہ پیئیں نہ حاجت بشری رکھیں، سوائے بندگی کے کچھ کام نہیں۔ اور زمین کے لوگ سب چیز میں آلودہ۔ پر اللہ کی صفت نہ ان سے ملے نہ ان سے، وہ پاک ذات ہے“ (موضح)

اے برتر از خیال و قیاس و گمان وہم
منزل تمام گشت و بہایاں رسید عمر
وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
ما بچھاں در اول وصف تو ماندہ ایم
واللہ فرمٰں لال۔ اے بروں از وہم و قال و قیل من
خاک بر فرق من تمثیل من

كَذَلِكَ نَفْصِلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾ بَلِ اتَّبِعْ

یوں کھول کر بیان کرتے ہیں ہم نشانیاں (پتے) ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں (سوچتے ہیں) ♦ بلکہ چلتے

الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَهْدِي مَنْ

ہیں یہ بے انصاف ♦ اپنی خواہشوں پر بن سمجھے ♦ سو کون سمجھائے جس کو

أَضَلَّ اللَّهُ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ

اللہ نے بھٹکایا ♦ اور کوئی نہیں ان کا مددگار ♦ سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ

لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ

دین پر ایک طرف کا ہو کر ♦ وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں

عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ﴿٣٠﴾

کو ♦ بدلنا نہیں ♦ اللہ کے بنائے ہوئے کو ♦ یہی ہے دین سیدھا (درست)

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣١﴾ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ

♦ لیکن اکثر لوگ ♦ نہیں سمجھتے ♦ سب رجوع ہو کر اس کی طرف ♦

وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣٢﴾

اور اس سے ڈرتے رہو ♦ اور قائم رکھو نماز ♦ اور مت ہو ♦ شرک کرنے والوں میں

♦ شرک کی مذمت کی ایک بلیغ مثال | یعنی شرک کا قبح و بطلان سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ خود تمہارے ہی احوال میں سے ایک مثال نکال کر بیان فرماتا ہے۔ وہ یہ کہ تمہارے ہاتھ کا مال (یعنی لونڈی غلام) جن کے تم محض ظاہری اور مجازی مالک ہو کیا اپنی روزی اور مال و متاع میں جو حق تعالیٰ نے دے رکھی ہے تم ان کو برابر کا شریک تسلیم کر سکتے ہو جس طرح مشترک اموال و جائیداد میں اپنے بھائی بند حصہ دار ہوتے ہیں اور ہر وقت کھٹکار ہوتا ہے کہ مشترک چیز میں تصرف کرنے پر برہم ہو جائیں یا تقسیم کرانے لگیں یا کم از کم سوال کر بیٹھیں کہ ہماری اجازت اور مرضی کے بدون فلاں کام کیوں کیا۔ کیا ایسا ہی کھٹکا ایک آقا کو اپنے غلام یا نوکر کی طرف سے ہوتا ہے۔ اگر نہیں تو سمجھنا چاہئے کہ جب ایک جھوٹے مالک کا یہ حال ہے تو اس سچے مالک کو اپنے غلام کی کیا پروا ہو سکتی ہے جس کو تم حماقت سے اس کا سا جھی گنتے ہو۔ ایک غلام تو آقا کی ملک میں شریک نہ ہو سکے۔ حالانکہ دونوں خدا کی مخلوق ہیں اور اسی کی دی ہوئی

روزی کھاتے ہیں۔ مگر ایک مخلوق بلکہ مخلوق درمخلوق، خالق کی خدائی میں شریک ہو جائے! ایسی مہمل بات کوئی عقلمند قبول نہیں کر سکتا۔

❖ یعنی یہ بے انصاف لوگ ایسی صاف و واضح باتوں کو کیونکر سمجھیں۔ وہ سمجھنا چاہتے ہی نہیں بلکہ جہالت اور ہوا پرستی سے محض اوہام و خواہشات کی پیروی پر تلے ہوئے ہیں۔

❖ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی بے انصافی جہل اور ہوا پرستی کی بدولت راہ حق پر چلنے اور سمجھنے کی توفیق نہ دی۔ اب کون طاقت ہے جو اسے سمجھا کر راہ حق پر لے آئے یا مدد کر کے گمراہی اور تباہی سے بچالے لہذا ایسوں کی طرف سے زیادہ متحسر اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان سے قطع نظر کر کے آپ ہمہ تن اپنے پروردگار کی طرف توجہ کیجئے۔ اور دین فطرت پر جے رہئے۔

❖ یعنی جو گمراہی سے کسی طرح لکھنا نہیں چاہتا اسے شرک کی دلدل میں پڑا رہنے دو اور تم ہر طرف سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہو۔ اور اس کے سچے دین کو پوری توجہ اور یک جہتی سے تمہارے رکھو۔

❖ انسان کی فطرت اسلام ہے | اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھتا اور قبول کرنا چاہے تو کر سکے ورنہ فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطور ختم ہدایت کے ڈال دی ہے کہ اگر گرد و پیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ ”عہد الست“ کے قصہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ ہر بچہ فطرۃً (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے بعدہ ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنادیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو ”خفاء“ پیدا کیا۔ پھر شیاطین نے اغواء کر کے انہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا۔ بہر حال دین حق، دین حنیف اور دین قیم وہ ہے کہ اگر انسان کو اس کی فطرت پر عقلی بالطبع چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اسی کی طرف بھٹکے۔ تمام انسانوں کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی بنائی ہے جس میں کوئی تفاوت اور تبدیلی نہیں۔ فرض کرو۔ اگر فرعون یا ابوجہل کی اصلی فطرت میں یہ استعداد اور صلاحیت نہ ہوتی تو ان کو قبول حق کا مکلف بنانا صحیح نہ ہوتا۔ جیسے اینٹ پتھر، یا جانوروں کو شرائع کا مکلف نہیں بنایا۔ فطرت انسانی کی اسی یکسانیت کا یہ اثر ہے کہ دین کے بہت سے اصول ہمہ کو کسی نہ کسی رنگ میں تقریباً سب انسان تسلیم کرتے ہیں گوان پر ٹھیک ٹھیک قائم نہیں رہتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی اللہ سب کا مالک حاکم، سب سے زالا۔ کوئی اس کے برابر نہیں، کسی کا زور اس پر نہیں، یہ باتیں سب جانتے ہیں۔ اس پر چلنا چاہئے۔ ایسے ہی کسی کے جان و مال کو ستانا، ناموس میں عیب لگانا، ہر کوئی برا جانتا ہے۔ ایسے ہی اللہ کو یاد کرنا، غریب پر ترس کھانا، حق پورا دینا، دعا نہ کرنا ہر کوئی اچھا جانتا ہے۔ اس (راستہ) پر چلنا وہی دین سچا ہے (یہ امور فطری تھے مگر) ان کا بندوبست پیغمبروں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے سکھلا دیا۔“

❖ یعنی اصل پیدائش کے اعتبار سے کوئی فرق اور تغیر و تبدل نہیں۔ ہر فرد انسان کی فطرت قبول حق کے لئے مستعد بنائی ہے یا یہ مطلب کہ اللہ نے جس فطرت پر پیدا کیا اس کو تم اپنے اختیار سے بدل کر خراب نہ کرو۔ بیج تم میں ڈال دیا ہے اسے بے توجہی یا بے تمیزی سے ضائع مت ہونے دو۔

❖ دین قیم | یعنی سیدھا دین یہی فطرت کی آواز ہے۔ پر بہت لوگ اس نکتہ کو سمجھتے نہیں۔

❖ دین فطرت کے چند اصول | یعنی اصل دین پکڑے رہو، اس کی طرف رجوع ہو کر۔ اگر محض دنیوی مصلحت کے واسطے یہ کام کئے تو دین درست نہ ہوگا۔ آگے دین فطرت کے چند اہم اصول کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مثلاً اتقاء (خدا سے ڈرتے رہنا)، نماز قائم رکھنا، شرک جلی و خفی سے بیزار اور مشرکین سے علیحدہ رہنا، اپنے دین میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا كُلُّ حِزْبٍ

جنہوں نے کہ پھوٹ ڈالی اپنے دین میں اور ہو گئے ان میں بہت فرقے ہر فرقہ

بِمَا لَدَيْهِمْ فِرْحُونٌ ۚ وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا

جو اس کے پاس ہے اس پر غش (فریفتہ) ہے اور جب پہنچے لوگوں کو کچھ سختی تو پکاریں

رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَصَابَهُمْ مِنْهُ رَحْمَةٌ

اپنے رب کو اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جہاں چکھائی ان کو اپنی طرف سے کچھ مہربانی

إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۚ لِيَكْفُرُوا بِمَا

اسی وقت ایک جماعت ان میں اپنے رب کا شریک لگی بتانے کہ منکر ہو جائیں

أَتَيْنَهُمْ فَتَمْتَعُوا ثُمَّ قَالُوا فَأَسْرِ إِنَّهُمْ جَاءُوا بِكُمْ

ہمارے دیئے ہوئے سے سوزے اڑالو (کام چلاو) اب آگے جان لو گے کیا ہم نے ان پر

عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ۚ

اتاری ہے کوئی سند سو وہ بول رہی ہے (بتلاتی ہے) جو یہ شریک بتاتے ہیں

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِيبْهُمْ

اور جب چکھائیں ہم لوگوں کو کچھ مہربانی اس پر پھولے نہیں ساتے اور اگر آ پڑے ان پر

سَيْئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ۚ

کچھ برائی اپنے ہاتھوں کے بھیجے ہوئے پر تو آس توڑ بیٹھیں

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ

کیا نہیں دیکھ چکے کہ اللہ پھیلا دیتا ہے روزی کو جس پر چاہے اور مپ کر دیتا ہے جس کو چاہے

دین میں فرقہ بازی | یعنی دین فطرت کے اصول سے علیحدہ ہو کر ان لوگوں نے اپنے مذہب میں پھوٹ ڈالی، بہت سے فرقے بن گئے۔ ہر ایک کا عقیدہ الگ، مذہب و مشرب جدا، جس کسی نے غلط کاری یا ہوا پرستی سے کوئی عقیدہ قائم کر دیا یا کوئی طریقہ ایجاد کر لیا، ایک جماعت اسی کے پیچھے ہو گئی، تھوڑے دن بعد وہ ایک فرقہ بن گیا۔ پھر ہر فرقہ اپنے ٹھہرائے ہوئے اصول و عقائد پر خواہ وہ کتنے ہی مہمل کیوں نہ ہوں ایسا فریفتہ اور مفتون ہے کہ اپنی غلطی کا امکان بھی اس کے تصور میں نہیں آتا۔

انسان کی ناشکری | یعنی جیسے بھلے کام ہر انسان کی فطرت پہچانتی ہے۔ اللہ کی طرف رجوع ہونا بھی ہر ایک کی فطرت جانتی ہے۔ چنانچہ خوف اور سختی کے وقت اس کا اظہار ہو جاتا ہے۔ بڑے سے بڑا سرکش مصیبت میں گھر کر خدائے واحد کو پکارنے لگتا ہے۔ اس وقت جھوٹے سہارے سب ذہن سے نکل جاتے ہیں۔ وہ ہی سچا مالک یا درہ جاتا ہے جس کی طرف فطرت انسانی رہنمائی کرتی تھی۔ مگر افسوس کہ انسان اس حالت پر دیر تک قائم نہیں رہتا۔ جہاں خدا کی مہربانی سے مصیبت دور ہوئی، پھر اس کو چھوڑ کر جھوٹے دیوتاؤں کے بھجن گانے لگا۔ گویا اس کے پاس سب کچھ ان ہی کا دیا ہوا ہے! خدا نے کچھ نہیں دیا! (العیاذ باللہ) اچھا چند روز مزے اڑالے، آگے چل کر معلوم ہو جائے گا کہ اس کفر اور ناشکری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اگر آدمیت ہوتی تو سمجھتا کہ اس کا ضمیر جس خدا کو سختی اور مصیبت کے وقت پکار رہا تھا وہ ہی اس لائق ہے کہ ہمہ وقت یاد رکھا جائے۔

شرک عقل سلیم اور فطرت کے خلاف ہے | یعنی عقل سلیم اور فطرت انسانی کی شہادت شرک کو صاف طور پر رد کرتی ہے تو کیا اس کے خلاف وہ کوئی حجت اور سند رکھتے ہیں، جو بتلاتی ہو کہ خدا کی خدائی میں دوسرے بھی اس کے شریک ہیں (معاذ اللہ) اگر نہیں تو انہیں معبود بننے کا استحقاق کہاں سے ہوا۔

خوشی و غم میں کفار کی حالت | یعنی ان لوگوں کی حالت عجیب ہے۔ جب اللہ کی مہربانی اور احسان سے عیش میں ہوں تو پھولے نہ سائیں ایسے اترانے لگیں اور آپے سے باہر ہو جائیں کہ محسن حقیقی کو بھی یاد نہ رکھیں۔ اور کسی وقت شامت اعمال کی بدولت مصیبت کا کوڑا پڑا تو بالکل آس توڑ کر اور ناامید ہو کر بیٹھ رہیں۔ گویا اب کوئی نہیں جو مصیبت کے دور کرنے پر قادر ہو۔ مومن کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ عیش و راحت میں منعم حقیقی کو یاد رکھتا ہے اس کے فضل و رحمت پر خوش ہو کر زبان و دل سے شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت میں پھنس جائے تو صبر و تحمل کے ساتھ اللہ سے مدد مانگتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ کتنی ہی سخت مصیبت ہو اور ظاہری اسباب کتنے ہی مخالف ہوں اس کے فضل سے سب فضا بدل جائے گی۔ تنبیہ | ایک آیت پہلے فرمایا تھا کہ ”لوگ سختی کے وقت خالص خدا کو پکارنے لگتے ہیں۔“ یہاں فرمایا کہ ”برائی پہنچتی ہے تو آس توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں۔“ دونوں میں کچھ اختلاف نہیں۔ پہلی حالت یعنی خدا کو پکارنا، ابتدائی منزل ہے۔ پھر جب مصیبت اور سختی میں امتداد ہوتا ہے تو آخر گھبرا کر ناامید ہو جاتا ہے۔ یا بعض لوگوں کا وہ حال ہو بعض کا یہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۳۷﴾ فَات

اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں ♦ سو تو دے

ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ

قربت والے کو اس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مسافر کو

خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

بہتر ہے ان کے لیے جو چاہتے ہیں اللہ کا منہ (کی رضامندی) اور وہی ہیں

الْمُفْلِحُونَ ﴿۳۸﴾ وَمَا أَتَيْتُمْ مِّن رَّبًّا لِّبِرْبُوا فِي أَمْوَالِ

جن کا بھلا ہے ♦ اور جو دیتے ہو بیجا پر کہ بڑھتا ہے لوگوں کے

النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَمَا أَتَيْتُمْ مِّن زَكَاةٍ

مال میں سودہ نہیں بڑھتا اللہ کے یہاں اور جو دیتے ہو پاک دل سے

تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿۳۹﴾ اللَّهُ

چاہ کر رضامندی اللہ کی سویدہی ہیں جن کے دونے ہوئے ♦ اللہ

الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ط

وہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر تم کو روزی دی پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو جلانے کا

هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِثْلَ مَا تَعْمَلُونَ ﴿۴۰﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ

کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو کرے ان کاموں میں سے

شَيْءٌ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۴۱﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ

ایک کام وہ نرالا ہے اور بہت اوپر ہے اس سے کہ شریک بتلاتے ہیں ♦ پھیل پڑی ہے خرابی

روزِی میں تنگی اور وسعت کی حکمت | یعنی ایمان و یقین والے سمجھتے ہیں کہ دنیا کی سختی نرمی اور روزی کا بڑھانا گھٹانا سب اسی ربِ قدیر کے ہاتھ میں ہے۔ لہذا جو حال آئے بندہ کو صبر و شکر سے رضا بقضار ہونا چاہئے۔ نعمت کے وقت شکر گزار رہے، اور ڈرتا رہے کہیں چھن نہ جائے اور سختی کے وقت صبر کرے اور امید رکھے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے سختیوں کو دور فرما دے گا۔

اقرباءِ مساکین کا حق | یعنی جب فطرت کی شہادت سے ثابت ہو گیا کہ حقیقی مالک و رب وہی اللہ ہے۔ دنیا کی نعمتیں سب اسی کی عطا کی ہوئی ہیں۔ تو جو لوگ اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اس کی لقاء و دیدار کے آرزو مند ہیں چاہئے کہ اس کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کریں۔ مسافر محتاج اور غریب رشتہ داروں کی خبر لیں، اہل قرابت کے حقوق درجہ بدرجہ ادا کرتے رہیں۔ ایسے ہی بندوں کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوگی۔

سود سے مال گھٹتا اور زکوٰۃ سے بڑھتا ہے | یعنی سود بیاج سے گو بظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے، لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے وہ بیماری یا پیام موت ہے اور زکوٰۃ نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کم ہو گا فی الحقیقت وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریض کا بدن سہل و سقیم سے گھٹا دکھائی دے مگر انجام اس کا صحت ہو۔ سود اور زکوٰۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو۔ "يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ" (بقرہ۔ رکوع ۳۸) حدیث میں ہے کہ ایک کھجور جو مومن صدقہ کرے قیامت کے دن بڑھ کر پہاڑ کے برابر نظر آئے گی۔ تنبیہ | بعض مفسرین نے "ربا" سے یہاں سود بیاج مراد نہیں لیا۔ بلکہ آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو آدمی کسی کو کچھ دے اس غرض سے کہ دوسرا اس سے بڑھ کر احسان کا بدلہ کرے گا تو یہ دینا اللہ کے ہاں موجب برکت و ثواب نہیں۔ گو مباح ہو۔ اور پیغمبر علیہ السلام کے حق میں تو مباح بھی نہیں۔ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ" (مائدہ۔ رکوع ۱) واللہ اعلم۔

یعنی مارنا جلانا، روزی دینا، سب کام تو تنہا اس کے قبضہ میں ہوئے۔ پھر دوسرے شریک کدھر سے آ کر الوہیت کے مستحق بن گئے۔

فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مَّا كَسَبَتْ آيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ

جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے چکھانا چاہئے ان کو

بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ قُلْ سِيرُوا

کچھ مزہ ان کے کام کا تاکہ وہ پھر آئیں تو کہہ پھر

فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ

ملک میں تو دیکھو کیا ہوا انجام

مِنْ قَبْلُ ۖ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِينَ ﴿٣٢﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ

پہلوں کا بہت ان میں تھے شرک کرنے والے سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ

لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدٍّ لَهُ

سیدھی راہ پر اس سے پہلے کہ آئینچے وہ دن جس کو پھرنا نہیں

مِنْ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٣٣﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ

اللہ کی طرف سے اس دن لوگ جدا جدا ہوں گے جو منکر ہوا سو اس پر پڑے

كُفْرُهُ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نَفْسَهُ يَمْهَدُونَ ﴿٣٤﴾

اس کا منکر ہونا اور جو کوئی کرے بھلے کام سودہ اپنی راہ سنوارتے ہیں

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۖ

تاکہ وہ بدلہ دے ان کو جو یقین لائے اور کام کئے بھلے اپنے فضل سے

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٣٥﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ

بے شک اس کو نہیں بھاتے انکار والے اور اس کی نشانوں میں ایک یہ ہے کہ چلاتا ہے

لوگوں کی بد عملی سے بحر و بر میں فساد | یعنی لوگ دین فطرت پر قائم نہ رہے کفر و ظلم دنیا میں پھیل پڑا اور اس کی شامت سے ملکوں اور جزیروں میں خرابی پھیل گئی۔ نہ خشکی میں امن و سکون رہا نہ تری میں، روئے زمین کو فتنہ و فساد نے گھیر لیا۔ بحری لڑائیوں اور جہازوں کی لوٹ مار سے سمندروں میں بھی طوفان ہوا گیا۔ یہ سب اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بندوں کی بد اعمالیوں کا تھوڑا سا مزہ دنیا میں بھی چکھا دیا جائے پوری سزا تو آخرت میں ملے گی۔ مگر کچھ نمونہ یہاں بھی دکھلا دیں، ممکن ہے بعض لوگ ڈر کر راہ راست پر آجائیں۔ تنبیہ | بندوں کی بد کاریوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں خرابی پھیلنا گو ہمیشہ ہوتا رہا اور ہوتا رہیگا۔ لیکن جس خوفناک عموم و شمول کے ساتھ بعثت محمدی سے پہلے یہ تاریک گھٹا مشرق و مغرب اور بر و بحر پر چھا گئی تھی، دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یورپ کے محققین نے اس زمانہ کی تاریک حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلم مؤرخ بھی اس مشہور و معروف صداقت پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکے (دیکھو دائرۃ المعارف فرید و جدی مادہ حمد) شاید اسی عموم فتنہ و فساد کو پیش نظر رکھ کر قنادہ رحمہ اللہ نے آیت کا محمل زمانہ جاہلیت کو قرار دیا ہے۔

یعنی اکثروں کی شامت شرک کی وجہ سے آئی۔ بعضوں پر دوسرے گناہوں کی وجہ سے آئی ہوگی۔
دُنیا کے فساد کا علاج | یعنی دنیا میں فساد پھیل گیا تو تم دینِ قیم پر جو دین فطرت ہے ٹھیک ٹھیک قائم رہو۔ سب خرابیوں کا ایک یہ ہی علاج ہے۔

یعنی اللہ کی طرف سے اس دن کا آنا اٹل ہے نہ کوئی طاقت اسے پھیر سکتی ہے نہ خود خدا ملتی کرے گا۔
 یعنی نیک جنت میں اور بد دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔ ”فَرِيقٌ فِي السَّعَةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ“ (شوریٰ۔ رکوع ۱) حضرت شاہ صاحبؒ اس کو دنیا کے احوال پر حمل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”یعنی دین کا غلبہ ہو، سزا پائیوالے الگ ہوں اور اللہ کے مقبول بندے الگ۔“

یعنی انکار کا وبال اسی پر پڑیگا۔
 یعنی جنت میں آرام کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔
 یعنی کتنا ہی بڑا نیک ہوا ہے بھی اللہ کے فضل سے جنت ملے گی۔
 جو اس سچے مالک کو نہ بھائے اس کا کہاں ٹھکانا۔

الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُمْ مِّن رَّحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ

ہو انہیں خوش خبری لانے والیاں اور تاکہ چکھائے تم کو کچھ مزہ اپنی مہربانی کا ♦ اور تاکہ چلیں

الْفُلُكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ

جہاز اس کے حکم سے ♦ اور تاکہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ تم

تَشْكُرُونَ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ

حق مانو ♦ اور ہم بھیج چکے ہیں تجھ سے پہلے کتنے رسول اپنی اپنی قوم کے پاس

فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاَنْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرُمُوا

سو پہنچے ان کے پاس نشانیاں لیکر پھر بدلہ لیا ہم نے ان سے جو گنہگار تھے

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۷﴾ اللَّهُ الَّذِي

اور حق ہے ہم پر ♦ مدد ایمان والوں کی اللہ ہے

يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيُبْسِطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ

جو چلاتا ہے ہوائیں پھر وہ اٹھاتی ہیں بادل کو پھر پھیلا دیتا ہے اس کو آسمان میں جس طرح

يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

چاہے ♦ اور رکھتا ہے اس کو تہ بہ تہ پھر تو دیکھے مینہ کو کہ نکلتا ہے اس کے نیچے

خِلَالِهِ ۚ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادَةٍ

میں سے پھر جب اس کو پہنچاتا ہے جس کو کہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں

إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۳۸﴾ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ

جب ہی وہ لگتے ہیں خوشیاں کرنے ♦ اور پہلے سے ہو رہے تھے

❖ قدرت الہیہ | یعنی بارانِ رحمت کی خوشخبری لاتی ہیں۔ پھر خدا کی مہربانی سے مینہ برستا ہے۔

❖ یعنی بادِ بانی جہاز اور کشتیاں ہوا سے چلتی ہیں اور۔ دھانی اسٹیروں کی رفتار میں بھی بادِ موافق مدد دیتی ہے۔

❖ نعمت کی بشارت | یعنی جہازوں کے ذریعہ سے تجارتی مال سمندر پار منتقل کر سکو۔ اور اللہ کے فضل سے خوب نفع کماؤ۔ پھر ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرتے رہو۔ تنبیہ | پہلے خشکی تری میں فساد پھیلنے کا ذکر تھا اس کے مقابلہ یہاں بشارت و نعمت الہی کا تذکرہ ہوا۔ شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ آندھی اور غبار پھیل جانے کے بعد امید رکھو کہ بارانِ رحمت آیا چاہتی ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چل پڑی ہیں جو رحمت و فضل کی خوشخبری سنارہی ہیں کافروں کو چاہئے کہ شرارت اور کفرانِ نعمت سے باز آ جائیں اور خدا کی مہربانیوں کو دیکھ کر شکر گزار بندے بنیں۔

❖ مومنین کی مدد کا وعدہ | پہلے فرمایا تھا کہ مقبول اور مردود جدا کر دیئے جائیں گے منکروں پر ان کے انکار کا وبال پڑے گا۔ وہ اللہ کو اچھے نہیں لگتے۔ اب بتلاتے ہیں کہ اس کا اظہار دنیا ہی میں ہو کر رہیگا۔ کیونکہ اللہ کی عادت اور وعدہ ہے کہ مجرمین و مکذبین سے انتقام لے لے اور مومنین کا ملین کو اپنی امداد و اعانت سے دشمنوں پر غالب کرے۔ بیچ میں ہوا کا ذکر اس واسطے آیا کہ جیسے بارانِ رحمت کے نزول سے پہلے ہوائیں چلتی ہیں اسی طرح دین کے غلبہ کی نشانیاں روشن ہوتی جاتی ہیں۔

❖ یعنی پہلے کسی طرف، پیچھے کسی طرف، اسی طرح دین بھی پھیلائے گا۔ چنانچہ پھیلا دیا۔

❖ بارش اور بادل کا نظام | اسی طرح جو ایمانی اور روحانی بارش سے مستفیع ہوں گے وہ خوشیاں منائیں گے۔

أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمُبْلِسِينَ ﴿٣٣﴾ فَانْظُرْ

سود کھ لے

نا امید

اس کے اترنے سے پہلے ہی

إِلَىٰ أَثَرِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ

اللہ کی مہربانی کی نشانیاں کیونکر زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مر گئے پیچھے (مرنے کے بعد) ♦

إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُجِي الْمَوْتَىٰ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٤﴾

بے شک وہی ہے مردوں کو زندہ کرنے والا اور وہ ہر چیز سب کچھ کر سکتا ہے ♦

وَلَكِنْ أَرْسَلْنَا رِجَالًا مِّنْ أَثَرِ الْأَوَّلِينَ ۚ فَانْظُرْ إِلَىٰ الْأَرْضِ كَيْفَ بَدَّلْنَا زَوْجَهُمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِلَىٰ عِلْمِ الْغُيُوبِ ۚ

اور اگر ہم بھیجیں ایک ہوا پھر دیکھیں وہ کھیتی کو کہ زرد پڑ گئی تو لگیں اس کے پیچھے

يَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾ فَإِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمَعُ الصُّمُّ

نا شکری کرنے ♦ سو تو سنا نہیں سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو

الدُّعَاءِ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٣٦﴾ وَمَا أَنْتَ بِهَادٍ الْعُمَىٰ

پکارنا جبکہ پھریں پیٹھ دے کر (پھیر کر) اور نہ تو راہ بھائے اندھوں کو

عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ۚ إِنَّ تَسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا

انکے بھٹکنے سے تو تو سنائے اسی کو جو یقین لائے ہماری باتوں پر

فَهُمْ مُّسْلِمُونَ ﴿٣٧﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ

سو وہ مسلمان ہوتے ہیں ♦ اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے

یعنی پہلے سے لوگ نا امید ہو رہے تھے۔ حتیٰ کہ بارش آنے سے ذرا پہلے تک بھی امید نہ تھی کہ مینہ برس کر ایسی جگہ پر لوہو جائیگی۔ انسان کا حال بھی عجیب ہے۔ ذرا دیر میں نا امید ہو کر بیٹھ جاتا ہے پھر ذرا سی دیر میں خوشی سے کھل پڑتا ہے۔

اللہ کی رحمت کے آثار یعنی چند گھنٹے پہلے ہر طرف خاک اڑ رہی تھی اور زمین خشک، بے رونق اور مردہ پڑی تھی ناگہاں اللہ کی مہربانی سے زندہ ہو کر لہلہانے لگی۔ بارش نے اس کی پوشیدہ قوتوں کو کتنی جلد ابھار دیا۔ یہی حال روحانی بارش کا سمجھو، اس سے مردہ

دلوں میں جان پڑ گئی اور خدا کی زمین ”ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ“ والی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو جائیگی۔ ہر طرف رحمت الہی کے نشان اور دین کے آثار نظر آئی گئے جو قاطعاً بتاتے ہیں کہ مٹی میں مل رہی تھیں، باران رحمت کا ایک چھینٹا ان کو ابھار کر نمایاں کر دیا چنانچہ حق تعالیٰ نے بعثت محمدی کے ذریعہ سے یہ جلوہ دنیا کو دکھلا دیا۔ ہمارے صوبہ کے شاعر حکیم نے کیا خوب کہا ہے۔

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کر دے سا ابھار کر
اکبر اسی کا ورد تو صدق سے بے شمار کر

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

◆ آخرت کی زندگی پر استدلال | یعنی یہاں مردہ دلوں کو روحانی زندگی عطا فرمائیگا اور قیامت کے دن مردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈالے گا۔ اس کی قدرت کاملہ کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں۔

◆ تنگی میں ناشکری | یعنی پہلے ناامید تھے، بارش آئی، زمین جی اٹھی، خوشیاں منانے لگے۔ اب اگر اس کے بعد ہم ایک ہوا چلا دیں جس سے کھیتیاں خشک ہو کر زرد پڑ جائیں تو یہ لوگ فوراً پھر بدل جائیں اور اللہ کے سب احسان فراموش کر کے ناشکری شروع کر دیں۔ غرض ان کا شکر اور ناشکری سب دنیوی اغراض کے تابع ہیں اور یہاں اس پر فرمایا کہ اللہ کی مہربانی سے مراد پا کر بندہ ٹڈر نہ ہو جائے۔ اس کی قدرت رنگارنگ ہے۔ معلوم نہیں دی ہوئی نعمت کب سلب کر لے۔ اور شاید ادھر بھی اشارہ ہو کہ دین کی کھیتی دنیا میں سرسبز و شاداب ہونے کے بعد پھر باد مخالف کے جھونکوں سے مرجھا کر زرد پڑ جائیگی۔ اس وقت مایوس ہو کر ہمت ہارنی نہیں چاہئے۔

◆ یعنی اللہ کو سب قدرت ہے، مردہ کو زندہ کر دے، تم کو یہ قدرت نہیں کہ مردوں سے اپنی بات منوا سکو یا بہروں کو سنا دو۔ یا اندھوں کو دکھلا دو، خصوصاً جب وہ سننے اور دیکھنے کا ارادہ بھی نہ کریں۔ پس آپ ان کے کفر و ناسپاسی سے ملول و غمگین نہ ہوں۔ آپ صرف دعوت و تبلیغ کے ذمہ دار ہیں کوئی بد بخت نہ مانے تو آپ کا کیا نقصان ہے آپ کی بات وہ ہی سنیں گے جو ہماری باتوں پر یقین کر کے تسلیم و انقیاد کی خواہش کرتے ہیں۔ تنبیہ | اسی قسم کی آیت سورہ ”نمل“ کے آخر میں گزر چکی، اس پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

سماع مولیٰ کا مسئلہ | مفسرین نے اس موقع پر ”سماع مولیٰ“ کی بحث چھیڑ دی ہے۔ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے اور دونوں جانب سے نصوص قرآن و حدیث پیش کی گئی ہیں۔ یہاں ایک بات سمجھ لو کہ یوں تو دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت و ارادہ کے بدون نہیں ہو سکتا مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ کے دائرہ میں رہ کر با اختیار خود کرے وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو عام عادت کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے ہو جائے اسے براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ مثلاً کسی نے گولی مار کر کسی کو ہلاک کر دیا یہ اس قاتل کا فعل کہلائے گا اور فرض کیجئے ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہو گیا، اسے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تباہ کر دیا یا وجود یکہ گولی سے ہلاک کرنا بھی اسی کی قدرت کا کام ہے۔ ورنہ اس کی مشیت کے بدون گولی یا گولا کچھ بھی اثر نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا ”فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا قَتَلْتُمْ إِلَّا ذَمِيمًا وَلَكِنَّ اللَّهَ ذَمِي“ (انفال۔ رکوع ۲) یہاں خارق عادت ہونے کی وجہ سے پیغمبر اور مسلمانوں سے ”قتل“ و ”ذمی“ کی نفی کر کے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی۔ ٹھیک اسی طرح اِنک لَا تُسْمِعُ الْعَوْنِی“ کا مطلب سمجھو۔ یعنی تم یہ نہیں کر سکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مردے کو سنا دو۔ کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے۔ البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مردہ سن لے اس کا انکار کوئی مومن نہیں کر سکتا۔ اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سنا ثابت ہو جائے گا اسی حد تک ہم کو سماع موتی کا قائل ہونا چاہئے۔ محض قیاس کر کے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لاسکتے۔ بہر حال آیت میں ”سماع“ کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔

ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضِعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ

پھر دیا کمزوری کے پیچھے زور پھر دے گا

بَعْدِ قُوَّةٍ ضِعْفًا وَشَبِيهًا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ

زور کے پیچھے کمزوری اور سفید بال بناتا ہے جو کچھ چاہے اور وہ ہے

الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿٥٣﴾ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ

سب کچھ جانتا کر سکتا اور جس دن قائم ہوگی قیامت قسمیں کھائیں گے

الْمُجْرِمُونَ ۚ مَا لَكُمْ لِيَبْتِئَا غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ كَذَلِكَ كَانُوا

گنہگار کہ ہم نہیں رہے تھے ایک گھڑی سے زیادہ اسی طرح تھے

يُؤْفَكُونَ ﴿٥٤﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ

الٹے جاتے اور کہیں گے جن کو ملی ہے سمجھ اور یقین تمہارا

لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ ۚ فَهَذَا يَوْمُ

نمبر ناکھا اللہ کی کتاب میں جی اٹھنے کے دن تک سو یہ ہے جی اٹھنے

الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾ فَيَوْمَئِذٍ

کا دن پر تم نہیں تھے جانتے سواں دن

لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْدَرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٦﴾

کام نہ آئے گا ان گنہگاروں کے قصور بخشوانا اور نہ ان سے کوئی منانا چاہے (معذرت کرانا)

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

اور ہم نے بھلائی کے واسطے آدمیوں کے واسطے اس قرآن میں ہر ایک طرح کی مثل

انسانی زندگی کے مختلف مراحل | یعنی بچہ شروع میں پیدائش کے وقت بچہ کمزور و ناتواں ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ قوت آنے لگتی ہے حتیٰ کہ جوانی کے وقت اس کا زور انتہاء کو پہنچ جاتا ہے اور تمام قوتیں شباب پر ہوتی ہیں، پھر عمر ڈھلنے لگتی ہے اور زور و قوت کے پیچھے کمزوری کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ جس کی آخری حد بڑھا پا ہے۔ اس وقت تمام اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے اور قویٰ معطل ہونے لگتے ہیں۔ قوت و ضعف کا یہ سب اتار چڑھاؤ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس طرح چاہے کسی چیز کو بنائے۔ اور قوت و ضعف کے مختلف ادوار میں سے گزارے۔ اسی کو قدرت حاصل ہے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کس چیز کو کس وقت تک کن حالات میں رکھنا مناسب ہے لہذا اسی خدا کی اور اس کے پیغمبروں کی باتیں ہمیں سننی چاہئیں۔ شاید اس میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ جس طرح تم کو کمزوری کے بعد زور دیا، مسلمانوں کو بھی ضعف کے بعد قوت عطا کریگا اور جو دین بظاہر اس وقت کمزور نظر آتا ہے کچھ دنوں بعد زور پکڑیگا اور اپنے شباب و مروج کو پہنچے گا۔ اس کے بعد پھر ہو سکتا ہے کہ ایک زمانہ مسلمانوں کے ضعف کا آئے، سو یاد رکھنا چاہئے کہ خدائے قادر و توانا ہر وقت ضعف کو قوت سے تبدیل کر سکتا ہے۔ ہاں ایسا کرنے کی خاص صورتیں اور اسباب ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

آخرت میں دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی | یعنی قبر میں یا دنیا میں رہنا تھوڑا معلوم ہوگا جب مصیبت سر پر گھڑی نظر آئے گی کہیں گے کہ افسوس بڑی جلدی دنیا کی اور برزخ کی زندگی ختم ہوگئی۔ کچھ بھی مہلت نہ ملی جو ذرا سی دیر اور اس عذاب الیم سے بچے رہتے۔ یا دنیا میں کچھ زیادہ مدت ٹھہرنے کا موقع ملتا تو اس دن کے لئے تیاری کرتے یہ تو ایک دم مصیبت کی گھڑی سامنے آگئی۔ یعنی جیسے اس وقت یہ کہنا جھوٹ اور غلط ہوگا اسی طرح سمجھ لو کہ دنیا میں بھی یہ لوگ غلط خیالات جماتے اور الٹی باتیں کیا کرتے تھے۔

کفار کو اہل علم کی ملامت | یعنی مومنین اور ملائکہ اس وقت ان کی تردید کریں گے کہ تم جھوٹ بکتے ہو یا دھوکہ میں پڑے ہو جو کہتے ہو کہ قبر میں یا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوا۔ تم ٹھیک اللہ کے علم اور اس کی خبر اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق قیامت کے دن تک ٹھہرے، ایک منٹ کی بھی کمی نہیں ہوئی۔ آج عین وعدہ کے موافق وہ دن آپہنچا۔ اب وہ دیکھ لو جسے تم جانتے اور مانتے نہ تھے۔ اگر پہلے سے اس دن کا یقین کرتے تو تیار ہو کر آتے اور یہاں کی سرتمیں دیکھ کر کہتے کہ اس دن کے آنے میں بہت دیر لگی۔ بڑے انتظار و اشتیاق کے بعد آیا۔ جیسا کہ مومنین سمجھتے ہیں۔

یعنی نہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں گے جو کام آئے اور نہ ان سے کہا جائیگا کہ اچھا اب توبہ اور اطاعت سے اپنے پروردگار کو راضی کر لو، کیونکہ اس کا وقت گزر چکا اب توبہ ہمیشہ کی سزا بھگتنے کے سوا چارہ نہیں۔

وَلَكِنْ جُذَّتْهُمْ بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ

اور جو تولائے انکے پاس کوئی آیت تو ضرور کہیں وہ منکر تم

أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿۵۸﴾ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى

سب جھوٹ بناتے ہو یوں مہر لگا دیتا ہے اللہ ان کے

قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ

دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے سو تو قائم رہ (جمارہ) بیشک اللہ کا

اللَّهُ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخْفُكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿۶۰﴾

وعدہ ٹھیک ہے اور اکھاڑ پھسلانہ دیں تجھ کو وہ لوگ جو یقین نہیں لاتے

آيَاتُهَا ۳۳ ﴿۳۱﴾ سُورَةُ لُقْمَنِ مَكِّيَّةٌ ﴿۵۸﴾ رُكُوعَاتُهَا ۴

سورہ لقمان مکہ میں نازل ہوئی اس کی چونتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْم ۱ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ۲ هُدًى وَ

الْم یہ آیتیں ہیں (باتیں) پکی کتاب کی ہدایت ہے اور

رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِينَ ۳ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

مہربانی نیکی کرنے والوں کے لئے جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۴

اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ ہیں جو آخرت پر ان کو یقین ہے

قرآن کی دلیلیں اور کفار کا انکار | یعنی اس وقت پچھتائیں گے اور آج خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا موقع ہے قرآن کریم کیسی عجیب مثالیں اور دلیلیں بیان کر کے طرح طرح سے ان کو سمجھاتا ہے، پر ان کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی، کیسی ہی آیتیں پڑھ کر سنائیے یا صاف سے صاف معجزے دکھائیے وہ سن کر اور دیکھ کر یہ ہی کہہ دیتے ہیں کہ تم (پیغمبر اور مسلمان) سب مل کر جھوٹ بنالائے ہو۔ ایک نے چند آیتیں بتالیں دوسروں نے تصدیق کر دی۔ ایک نے جادو دکھلایا دوسرے اس پر ایمان لانے کو تیار ہو گئے۔ اس طرح ملی بھگت کر کے اپنا مذہب پھیلانا چاہتے ہو۔

دلوں پر مہر | یعنی جو آدمی نہ سمجھے، نہ سمجھنے کی کوشش کرے اور ضد و عناد سے ہر بات کا انکار کرتا رہے اور اسی طرح شدہ شدہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور آخر کار ضد و عناد سے دل اتنا سخت ہو جاتا ہے کہ قبول حق کی استعداد بھی ضائع کر بیٹھتا ہے۔ العیاذ باللہ!

آنحضرت ﷺ کو تسلی | یعنی جب ان بد بختوں کا حال ضد و عناد کے اس درجہ پر پہنچ گیا تو آپ ان کی شرارتوں سے رنجیدہ ہوں۔ بلکہ پیغمبرانہ مہر و تحمل کے ساتھ اپنے دعوت و اصلاح کے کام میں لگے رہیں۔ اللہ نے جو آپ سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً پورا کر کے رہیگا۔ اس میں رتی برابر تفاوت و تخلف نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے کام پر جمے رہئے۔ یہ بد عقیدہ اور بے یقین لوگ آپ کو ذرا بھی آپ کے مقام سے جنبش نہ دے سکیں گے۔ تم سورۃ الروم ولله الحمد والمہ۔

سورۃ لقمان

سورۃ لقمان | یہ کتاب خاص نیکی اختیار کرنے والوں کے لئے سرمایہ رحمت و ہدایت ہے۔ کیونکہ وہ ہی لوگ اس سے مستفیع ہوتے ہیں۔ ورنہ نفس نصیحت و فہمائش کے لحاظ سے تو تمام جن و انس کے حق میں ہدایت و رحمت بن کر آئی ہے۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی طرف سے اور وہی

الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُشْتَرِ لَهِوً

مراد کو پہنچے اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی

الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

باتوں کے تاکہ بھلائیں اللہ کی راہ سے بن سمجھے

وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۖ

اور ٹھہرائیں اسی کو ہنسی وہ جو ہیں ان کو ذلت کا عذاب ہے

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَهُ مُسْتَكْبِرًا كَانَ لَمْ

اور جب سنائے اس کو ہماری آیتیں پیٹھ دے جائے (پھیر جائے) غرور سے گویا ان کو

يَسْمَعُهَا كَانَ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ

سنائی نہیں گویا اس کے دونوں کان بہرے ہیں سو خوشخبری دے اس کو دردناک

الْبِيمِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ

عذاب کی جو لوگ یقین لائے اور کئے بھلے کام ان کے واسطے ہیں

جَنَّاتُ النَّعِيمِ ۚ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا

نعت کے باغ ہمیشہ رہا کریں ان میں وعدہ ہو چکا اللہ کا سچا

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ

اور زبردست ہے حکمتوں والا بنائے آسمان بغیر ستونوں کے

مفسرین کا ذکر | ”سورۃ بقرہ“ کے شروع میں اسی طرح کی آیات گزر چکی ہیں وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔

لہو ولعب میں رہنے والوں پر عذاب | سعدائے مفلحین کے مقابلہ میں یہ ان اشیاء کا ذکر ہے جو اپنی جہالت اور تاقت اندیشی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر ناچ رنگ کھیل تماشے، یاد دوسری واہیات و خرافات میں مستغرق ہیں چاہتے ہیں، کہ دوسروں کو بھی ان ہی مشاغل و تفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اس کی یاد سے برگشتہ کر دیں اور دین کی باتوں پر خوب ہنسی مذاق اڑائیں۔

لہو واللعب کی تفسیر | حضرت حسن ”لَهُوَ الْحَدِيثُ“ کے متعلق فرماتے ہیں۔ کُلُّ مَا شَغَلَكَ عَنْ عِبَادَةِ اللَّهِ وَذِكْرِهِ مِنَ السَّمْرِ وَالْأَضَاجِ وَالْخِرَافَاتِ وَالْبَهَائِ وَنَحْوِهَا (روح المعانی) (یعنی ”لہو واللعب“ ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور یاد سے ہٹانے والی ہو) مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ)

نضر بن حارث کی قرآن دشمنی | روایات میں ہے کہ نضر بن حارث جو رؤسائے کفار میں تھا بغرض تجارت فارس جاتا تو وہاں سے شاہان عجم کے قصص و تواریخ خرید کر لاتا اور قریش سے کہتا کہ محمد (ﷺ) تم کو عاد و ثمود کے قصے سناتے ہیں آؤ میں تم کو رستم و اسفندیار اور شاہان ایران کے قصے سناؤں۔ بعض لوگ ان کو دلچسپ سمجھ کر ادھر متوجہ ہو جاتے۔ نیز اس نے ایک گانے والی لونڈی خرید کی تھی، جس کو دیکھتا کہ دل نرم ہوا اور اسلام کی طرف جھکا، اس کے پاس لے جاتا اور کہہ دیتا کہ اسے کھلا پلا اور گانا سنا، پھر اس شخص کو کہتا کہ دیکھ یہ اس سے بہتر ہے جدھر محمد (ﷺ) بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، اور جان مارو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ تنبیہ | شان نزول کو خاص ہو مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام رہے گا۔ جو لہو (شغل) دین اسلام سے پھر جانے یا پھیر دینے کا موجب ہو حرام بلکہ کفر ہے۔ اور جو احکام شرعیہ ضرور یہ سے باز رکھے یا سبب معصیت بنے وہ معصیت ہے۔ ہاں جو لہو کسی امر واجب کا مغلوث (فوت کرنے والا) نہ ہو اور کوئی شرعی غرض و مصلحت بھی اس میں نہ ہو وہ مباح، لیکن لایعنی ہونے کی وجہ سے خلاف اولیٰ ہے۔ گھوڑ دوڑ، یا تیر اندازی اور نشانہ بازی یا زوجین کی ملاعبت (جو حد شریعت میں ہو) چونکہ معتد بہ اغراض و مصالح شرعیہ پر مشتمل ہیں اس لئے لہو باطل سے مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں۔ رہا غنا و سماع کا مسئلہ اس کی تفصیل کتب فقہ وغیرہ میں دیکھنی چاہئے۔ مزا میر و ملاہی کی حرمت پر تو صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے۔ البتہ نفس غنا کو ایک درجہ تک مباح لکھتے ہیں اس کی قیود و شروط بھی کتابوں میں دیکھ لی جائیں۔ صاحب روح المعانی نے آیت ہذا کے تحت میں مسئلہ غنا و سماع کی تحقیق نہایت شریح و سطر سے کی ہے۔ فلیراجع۔

یعنی غرور تکبر سے ہماری آیتیں سننا نہیں چاہتا بالکل بہرا بن جاتا ہے،
اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا | یعنی کوئی قوت اس کو ایقائے وعدہ سے روک نہیں سکتی نہ کسی سے بے موقع وعدہ کرتا ہے۔

تَرَوْنَهَا وَآلْفَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِي أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ

تم اس کو دیکھتے ہو ♦ اور رکھ دیئے زمین پر پہاڑ کہ تم کو لیکر جھک نہ پڑے ♦

وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۖ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ

اور بکھیر (پھیلا) دیئے اس میں سب طرح کے جانور اور اتارا ہم نے آسمان سے

مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝ هَذَا خَلْقُ

پانی پھر اگائے زمین میں ہر قسم کے جوڑے خاصے ♦ یہ سب کچھ بنایا ہوا ہے

اللَّهِ فَارُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۖ بَلِ

اللہ کا اب دکھلاؤ مجھ کو کیا بنایا ہے اوروں نے جو اس کے سوا ہیں ♦ کچھ نہیں

الظَّالِمُونَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمٰنَ

پر بے انصاف صریح بھٹک رہے ہیں ♦ اور ہم نے دی لقمان کو

الْحِكْمَةَ اِنْ اَشْكُرْ لِلّٰهِ ۖ وَمَنْ يَشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ

عقلندی ♦ کہ حق مان اللہ کا اور جو کوئی حق مانے اللہ کا تو مانے گا

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ وَاِذْ

اپنے بھلے کو اور جو کوئی منکر ہوگا تو اللہ بے پروا ہے سب تعریفوں (خوبیوں) والا ♦ اور جب

قَالَ لُقْمٰنُ لَا بُدَّ لَهُ ۖ وَهُوَ يَعْظُمُۥ يُبْتٰى لَا تَشْرِكُ

کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو جب اس کو سمجھانے لگا اے بیٹے شریک نہ ٹھہرائو

بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

اللہ کا بیشک شریک بنانا بھاری بے انصافی ہے ♦ اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو

اس لفظ کی تفسیر سورۃ "رعد" کے شروع میں گزر چکی۔

پہاڑوں کا فائدہ | یعنی سمندر کی موجوں اور سخت ہوا کے جھکوں سے یا دوسرے اسباب طبع سے مرعش ہو کر جھک نہ پڑے۔ اس کا انتظام بڑے بڑے پہاڑ قائم کر کے کر دیا گیا۔ سورۃ "نحل" کے اوائل میں یہ مضمون گزر چکا ہے، باقی پہاڑوں کے پیدا کرنے کی حکمت کچھ اسی میں منحصر نہیں۔ دوسرے فوائد اور حکمتیں ہوں گی جو اللہ کو معلوم ہیں۔

یعنی ہر قسم کے پر رونق، خوش منظر اور نفیس و کارآمد درخت زمین سے اگائے۔ سورۃ شعراء کے شروع میں اسی مضمون کی آیت گزر چکی ہے۔

شرکاء نے کیا پیدا کیا ہے دکھاؤ؟ | جب نہیں دکھلا سکتے تو کس منہ سے ان کو خدائی کا شریک اور معبودیت کا مستحق ٹھہراتے ہو۔ معبود تو وہ ہی ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ میں پیدا کرنا اور رزق پہنچانا سب کچھ ہو۔ یہاں ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا اختیار نہیں۔

یعنی ان ظالموں کو سوچنے سمجھنے سے کچھ سروکار نہیں۔ اندھیرے میں پڑے بھٹک رہے ہیں۔ آگے شرک و عصیان کی تفسیح کے لئے حضرت لقمان کی نصیحتیں نقل فرماتے ہیں۔ جو انہوں نے اللہ کی طرف سے دانائی پا کر اپنے بیٹے کو کی تھیں۔

حضرت لقمان کی حکمت | اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ حضرت لقمان جینر نہیں تھے۔ ہاں ایک پاکباز متقی انسان تھے جن کو حق تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی عقل و فہم اور متانت و دانائی عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے عقل کی راہ سے وہ باتیں کھولیں، جو پیغمبروں کے احکام و ہدایات کے موافق تھیں۔ ان کی عافلانہ نصیحتیں اور حکمت کی باتیں لوگوں میں مشہور چلی آتی ہیں۔ رب العزت نے ایک حصہ قرآن میں نقل فرما کر ان کا مرتبہ اور زیادہ بڑھا دیا، شاید مقصود یہ جتلا نا ہو کہ شرک وغیرہ کا قبیح ہونا جس طرح فطرت انسانی کی شہادت اور انبیاء کی وحی سے ثابت ہے، دنیا کے منتخب عقلمند بھی اپنی عقل سے اس کی تائید و تصدیق کرتے رہے ہیں۔ پس تو حید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرنا ضلال مبین نہیں تو اور کیا ہے؟ تبصیر

حضرت لقمان کون تھے | حضرت لقمان کہاں کے رہنے والے تھے؟ اور کس زمانہ میں ہوئے؟ اس کی پوری تعیین نہیں ہو سکی، اکثر کا قول ہے کہ حبشی تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ہوئے۔ ان کے بہت سے قصے اور اقوال تفاسیر میں نقل کئے ہیں۔ فائدہ علم سمجھا۔

شکر کی نصیحت | یعنی اس احسان عظیم اور دوسرے احسانات پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا اور حق ماننا ضروری ہے، لیکن واضح رہے کہ اس حق شناسی اور شکر گزاری سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا جو کچھ فائدہ ہے خود شاکر کا ہے کہ دنیا میں مزید انعام اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اگر ناشکری کی تو اپنا نقصان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے شکر یہ کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ اس کی حمد و ثناء تو ساری مخلوق زبان حال سے کر رہی ہے اور بغرض محال کوئی تعریف کرنے والا نہ ہو تب بھی جامع الصفات اور منبع الکلمات ہونے کی بنا پر وہ بذات خود محمود ہے کسی کے حمد و شکر کرنے یا نہ کرنے سے اس کے کمالات میں ذرہ بھر کی بیشی نہیں ہوتی۔

بیٹے کو شرک نہ کرنے کی نصیحت | معلوم نہیں بیٹا مشرک تھا؟ سمجھا کر راہ راست پر لانا چاہتے تھے یا موحد تھا؟ اسے تو حید پر خوب مضبوط کرنے اور جمائے رکھنے کی غرض سے یہ وصیت فرمائی؟

شرک ظلم عظیم ہے | اس سے بڑھ کر بے انصافی کیا ہوگی کہ عاجز مخلوق کو خالق مختار کا درجہ دے دیا جائے اور اس سے زیادہ حماقت اور ظلم اپنی جان پر کیا ہوگا، کہ اشرف المخلوقات ہو کر خیس ترین اشیاء کے آگے سرعبدیت خم کر دے۔ لَا خَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

يَوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصْلُهُ

اس کے ماں باپ کے واسطے پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تھک تھک کر اور دودھ چھڑانا ہے اس کا

فِي عَامِبَيْنِ أَنْ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ط إِلَى الْمَصِيرِ ۱۳

دو برس میں کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر بھی تک آنا ہے

وَأِنْ جَاهِدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

اور اگر وہ دونوں تجھ سے اڑیں اس بات پر کہ شریک مان میرا اس چیز کو جو تجھ کو

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ز

معلوم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور ساتھ دے ان کا دنیا میں دستور کے موافق

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

اور راہ چل اس کی جو رجوع ہوا میری طرف پھر میری طرف ہے تم کو پھر آنا

فَأَنبِئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ يَبْنِيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُنْ

میں بتلا دوں گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے اے بیٹے اگر کوئی چیز ہو

مِنْ ثِقَالٍ حَبْتُهُ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ

یا برابر رائی کے دانہ کی پھر وہ ہو کسی پتھر میں یا

فِي السَّمَوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ط إِنْ

آسمانوں میں یا زمین میں لا حاضر کرے اس کو اللہ بے شک

اللَّهُ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۝ يَبْنِيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ

اللہ جانتا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو خبردار ہے اے بیٹے قائم رکھ نماز اور سکھلا

ماں کا حق باپ سے زیادہ | یعنی ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔ وہ مہینوں تک اس کا بوجھ پیٹ میں اٹھائے پھری، پھر وضع حمل کے بعد دو برس تک دودھ پلایا۔ اس دوران میں نہ معلوم کیسی کیسی تکلیفیں اور سختیاں جھیل کر بچہ کی تربیت کی۔ اپنے آرام کو اس کے آرام پر قربان کیا۔ لہذا ضروری ہے کہ آدمی اولاً خدا تعالیٰ کا اور ثانیاً اپنے ماں باپ کا، خصوصاً ماں کا حق پہچانے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ماں باپ کی خدمت و اطاعت میں بقدر استطاعت مشغول رہے جہاں تک اللہ کی نافرمانی نہ ہو کیونکہ اس کا حق سب سے مقدم ہے اور اسی کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔ انسان دل میں سوچ لے کہ کیا منہ لے کر وہاں جائے گا۔ تنبیہ

دودھ چھڑانے کی مدت | دودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں دو سال بیان ہوئی باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے۔ امام ابو حنیفہؒ جو اکثر مدت ڈھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی۔ جمہور کے نزدیک دو ہی سال ہیں۔ واللہ اعلم۔

شرک میں ماں باپ کی اطاعت نہ کرو | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”شریک نہ مان جو تجھے معلوم نہیں یعنی شبہ میں بھی نہ مان اور یقین سمجھ کر تو کیوں مانے۔“

یعنی دین کے خلاف ماں باپ کا کہنا نہ مان۔ ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیکی اور سلوک کرتا رہ، اسی مضمون کی آیت سورہ عنکبوت میں گزر چکی وہاں کا فائدہ دیکھ لیا جائے۔

یعنی پیغمبروں اور مخلص بندوں کی راہ پر چل! دین کے خلاف ماں باپ کی تقلید یا اطاعت مت کر۔ یعنی خدا کے ہاں پہنچ کر اولاد اور والدین سب کو پتہ لگ جائے گا کہ کس کی زیادتی یا تقصیر تھی تنبیہ
وَوَضَّيْنَا لِلْإِنْسَانِ سَبِيلًا | یہاں تک حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ پہلے لقمان کی وصیت بیٹے کو تھی۔ اور آگے بھی ”يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُنْ مِنَ الْخَالِقِ“ سے اسی وصیت کا سلسلہ ہے۔ درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک ضروری تنبیہ فرمادی۔ یعنی شرک اتنی سخت قبیح چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”لقمان نے بیٹے کو باپ کا حق نہ بتلایا تھا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کی نصیحت سے پیچھے اور دوسری نصیحتوں سے پہلے ماں باپ کا حق فرمادیا کہ بعد اللہ کے حق کے ماں باپ کا حق ہے۔ باپ نے اللہ کا حق بتایا۔ اللہ نے باپ کا۔ باقی پیغمبر یا مرشد و ہادی کا حق بھی حق اللہ کے ذیل میں سمجھو کہ وہ اسی کے نائب ہوتے ہیں۔“ (موضح بتخیر لیسر)

حضرت لقمان کی دوسری نصیحت | یعنی کوئی چیز یا کوئی خصلت اچھی یا بری اگر رائی کے دانہ کے برابر چھوٹی ہو اور فرض کر دو پتھر کی کسی سخت چٹان کے اندر یا آسمانوں کی بلندی پر یا زمین کی تاریک گہرائیوں میں رکھی ہو، وہ بھی اللہ سے مخفی نہیں ہو سکتی۔ جب وقت آئے گا وہیں سے لا حاضر کرے گا۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ عمل کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھے کہ ہزار پردوں میں بھی جو کام کیا جائے گا، اللہ کے سامنے ہے۔ چنانچہ نیکی یا بدی کیسی ہی چھپ کر کی جائے اس کا اثر ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے جسے اہل نظر بے تکلف محسوس کر لیتے ہیں۔

بِالْمَعْرُوفِ وَإِنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا

بھلی بات اور منع کر برائی سے اور تحمل کر جو

أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۚ وَلَا تُصَعِّرْ

تجھ پر پڑے بے شک یہ ہیں ہمت کے کام اور اپنے گال

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَنْشِ فِي الْأَرْضِ مَرْحَاً

مت پھلا لوگوں کی طرف اور مت چل زمین پر اترا تا

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۚ وَاقْصِدْ

بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا بڑا یاں کرنے والا (مارتا) اور چل

فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ

بیچ کی چال اور نیچی کر بے شک بری سے آواز اپنی

الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَبِيرِ ۚ أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ

بری آواز گدھے کی آواز ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

کام میں لگائے تمہارے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۚ وَمِنَ

اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں کھلی (ظاہر) اور چھپی (مخفی) اور

النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى

لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں نہ سمجھ رکھیں نہ سوجھ

یعنی خود اللہ کی توحید اور بندگی پر قائم ہو کر دوسروں کو بھی نصیحت کر کہ بھلی بات سیکھیں اور برائی سے رکیں۔

صبر کی نصیحت | یعنی دنیا میں جو سختیاں پیش آئیں جن کا پیش آنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اغلب ہے ان کو تحمل اور اولوالعزمی سے برداشت کر۔ شدائد سے گھبرا کر ہمت ہار دینا حوصلہ مند بہادروں کا کام نہیں۔

غرور نہ کرو | یعنی غرور سے مت دیکھ اور لوگوں کو حقیر سمجھ کر متکبروں کی طرح بات نہ کر۔ بلکہ خندہ پیشانی سے مل۔

اکڑ کر چلنے کی ممانعت | یعنی اترانے اور شیخیاں مارنے سے آدمی کی کچھ عزت نہیں بڑھتی بلکہ ذلیل و حقیر ہوتا ہے۔ سامنے نہیں تو پیچھے لوگ برا کہتے ہیں۔

بول چال میں اعتدال | یعنی تواضع، متانت اور میانہ روی کی چال اختیار کر، بے ضرورت مت بول، کلام کرتے وقت حد سے زیادہ نہ چلا، اگر اونچی آواز سے بولنا ہی کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز پر خیال کرو، وہ بہت زور سے آواز نکالتا ہے مگر کس قدر کر یہہ و کرخت ہوتی ہے۔ بہت زور سے بولنے میں بسا اوقات آدمی کی آواز بھی ایسی ہی بے ڈھنگی اور بے سری ہو جاتی ہے۔ (ربط) لقمان کا کلام یہاں تک تمام ہوا۔ آگے پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال اور احسان و انعام یاد دلا کر توحید و غیرہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

مخلوقات پر انسان کی حکومت | یعنی آسمان و زمین کی کل مخلوق تمہارے کام میں لگادی ہے، پھر تم اس کے کام میں کیوں نہیں لگتے۔

کھلی نعمتیں وہ جو حواس سے مد رک ہوں یا بے تکلف سمجھ میں آ جائیں چھپی وہ جو عقلی غور و فکر سے دریافت کی جائیں۔ یا ظاہری سے مادی و معاشی اور باطنی سے روحانی و معادی نعمتیں مراد ہوں۔ گویا پیغمبر بھیجنا کتاب اتارنا، نیکی کی توفیق دینا، سب باطنی نعمتیں ہوں گی۔ واللہ اعلم۔

وَلَا كُتِبَ مُنِيرٌ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا

اور نہ روشن کتاب ♦ اور جب ان کو کہے چلو اس حکم پر جو

أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

اتارا اللہ نے کہیں نہیں ہم تو چلیں گے اس پر جس پر پایا ہم نے اپنے

أَبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ

باپ دادوں کو بھلا اور جو شیطان بلاتا ہوا ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف

السَّعِيرِ ۝ وَمَنْ يُسَلِّمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ

تو بھی ♦ اور جو کوئی تابع کرے اپنا منہ اللہ کی طرف اور وہ

مُحْسِنٌ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۖ وَإِلَىٰ

ہو نیکی پر سو اس نے پکڑ لیا مضبوط کڑا ♦ اور

اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ

اللہ کی طرف ہے آخر ہر کام کا ♦ اور جو کوئی منکر ہوا تو تو غم نہ کھا اس کے

كُفْرُهُ ۖ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا إِنَّ اللَّهَ

انکار سے ہماری طرف پھر آتا ہے ان کو پھر ہم جلا دیں گے ان کو جو انہوں نے کیا ہے البتہ اللہ

عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ

جانتا ہے جو بات ہے دلوں میں ♦ کام چلا دیں گے ہم ان کا تھوڑے دنوں پھر پکڑ بلائیں گے ان کو

إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ وَلَٰكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ

گاڑھے (بھاری) عذاب میں ♦ اور اگر تو پوچھے ان سے کس نے بنائے

اللہ کی بات میں بے علم و ہدایت جھگڑنے والے | یعنی ایسے کھلے ہوئے انعام و احسان کے باوجود بعض لوگ آنکھیں بند کر کے اللہ کی وحدانیت میں یا اس کی شئون و صفات میں یا اس کے احکام و شرائع میں جھگڑتے ہیں اور محض بے سند جھگڑتے ہیں۔ نہ کوئی علمی اور عقلی اصول ان کے پاس ہے نہ کسی ہادی برحق کی ہدایت، نہ کسی مستند اور روشن کتاب کا حوالہ، محض باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے۔ تنبیہ | ترجمہ سے یوں مترشح ہوتا ہے کہ غالباً مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے ”علم“ سے عقلی طور پر سمجھنا مراد لیا ہے اور ”ہدئی“ سے ایک طرح کی بصیرت مراد لی ہے جو سلامتی ذوق و وجدان اور مہارت عقل و فکر سے ناشی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کو نہ معمولی سمجھ ہے نہ وجدانی بصیرت حاصل ہے نہ روشن کتاب یعنی نقلی دلیل رکھتے ہیں۔ یہ معنی بہت لطیف ہیں۔ ہم نے آیت کی جو تقریر اختیار کی محض تسہیل کی غرض سے کی ہے۔

آبا و اجداد کی اندھی تقلید | یعنی اگر شیطان تمہارے باپ دادوں کو دوزخ کی طرف لئے جا رہا ہو، تب بھی تم ان کے پیچھے چلو گے؟ اور جہاں وہ گریں گے وہیں گرو گے؟

یعنی جس نے اخلاص کے ساتھ نیکی کا راستہ اختیار کیا اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا، سمجھ لو کہ اس نے بڑا مضبوط حلقہ ہاتھ میں تھام لیا ہے جب تک یہ کڑا پکڑے رہے گا، گرنے یا چوٹ کھانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

یعنی جس نے یہ کڑا مضبوط تھام رکھا وہ آخر اس کے سہارے سے اللہ تک پہنچ جائے گا اور خدا اس کا انجام درست کر دے گا۔

ان کے انکار اور تکذیب کی پروا نہ کرو | یعنی تم اپنا علاقہ خدا تعالیٰ سے جوڑے رکھو، کسی کے انکار و تکذیب کی پروا نہ کرو۔ منکرین کو بھی بالآخر ہمارے ہاں آنا ہے۔ اس وقت سب کیا دھرا سامنے آجائے گا۔ کسی جرم کو اللہ سے چھپانہ سکیں گے وہ تو دلوں تک کے راز جانتا ہے۔ سب کھول کر رکھ دے گا۔

یعنی تھوڑے دن کا عیش اور بے فکری ہے۔ مہلت ختم ہونے پر سخت سزا کے نیچے کھینچے چلے آئیں گے۔ مجال ہے کہ چھوٹ کر بھاگ جائیں؟

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ط قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ط

آسمان اور زمین تو کہیں اللہ نے تو کہہ سب خوبی اللہ کو ہے

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۵﴾ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ

پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور

الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ أَنَّ مَا

زمین میں بے شک اللہ وہی ہے بے پروا سب خوبیوں والا اور اگر

فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَدُّهُ مِنْ

جتنے درخت ہیں زمین میں قلم ہوں اور سمندر ہو اس کی سیاہی

بَعْدَهُ سَبْعَةُ آبِحُرٍّ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ط إِنَّ

اس کے پیچھے ہوں سات سمندر اس کے تمام (ختم) ہوں باتیں اللہ کی بے شک

اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا

اللہ زبردست ہے حکمتوں والا تم سب کا بنانا اور مرے پیچھے جلانا

كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ط إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿۲۸﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ

ایسا ہی ہے جیسا ایک جی کا بے شک اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے تو نے نہیں دیکھا کہ

اللَّهُ يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَ

اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى

کام میں لگا دیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر وقت تک

اللہ کی خالقیت کا اعتراف کفار کو بھی ہے | یعنی الحمد للہ اتنا تو زبان سے اعتراف کرتے ہو کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا بجز اللہ کے کسی کا کام نہیں، پھر اب کوئی خوبی رہ گئی جو اس کی ذات میں نہ ہو۔ کیا ان چیزوں کا پیدا کرنا اور ایک خاص محکم نظام پر چلانا بدون اعلیٰ درجہ کے علم و حکمت اور زور و قدرت کے ممکن ہے؟ لا محالہ "خَالِقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ" میں تمام کمالات تسلیم کرنے پڑیں گے۔ اور یہ بھی اسی کی قدرت کا ایک نمونہ ہے کہ تم جیسے منکرین سے اپنی عظمت و قدرت کا اقرار کر دیتا ہے۔ جس کے بعد تم ملزم ٹھہرتے ہو کہ جب تمہارے نزدیک خالق تھا وہ ہے تو معبود دوسرے کیونکر بن گئے۔ بات تو صاف ہے پر بہت لوگ نہیں سمجھتے اور یہاں پہنچ کر انک جاتے ہیں۔

یعنی جس طرح آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ ہے ایسے ہی آسمان و زمین میں جو چیزیں موجود ہیں سب بلا شرکت غیرے اسی کی مخلوق و مملوک اور اسی کی طرف محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، کیونکہ وجود اور توالیع وجود یعنی جملہ صفات کمالیہ کا مخزن و منبع اسی کی ذات ہے۔ اس کا کوئی کمال دوسرے سے مستفاد نہیں۔ وہ بالذات سب عزتوں اور خوبیوں کا مالک ہے۔ پھر اسے کسی کی کیا پروا ہوتی؟

اللہ کے کلمات غیر متناہی ہیں | یعنی اگر تمام دنیا کے درختوں کو تراش کر قلم بنالیں اور موجودہ سمندر کی سیاہی تیار کی جائے، پھر پیچھے سے سات سمندر اور اس کی مکھ پر آجائیں اور فرض کرو تمام مخلوق اپنی اپنی بساط کے موافق لکھنا شروع کرے، تب بھی ان باتوں کو لکھ کر تمام نہ کر سکیں گے جو حق تعالیٰ کے کمالات اور عظمت و جلال کو ظاہر کرنے والی ہیں، لکھنے والوں کی عمریں تمام ہو جائیں گی۔ قلم گھس گھس کر ٹوٹ جائیں گے، سیاہی ختم ہو جائے گی پر اللہ کی تعریفیں اور اس کی خوبیاں ختم نہ ہوں گی، بھلا محدود و متناہی قوتوں سے لامحدود اور غیر متناہی کا سرانجام کیونکر ہو۔ "اللَّهُمَّ لَا أُخْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ۔"

اللہ کا ارادہ و قدرت | یعنی سارے جہاں کا پیدا کرنا اور ایک آدمی کا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کے لئے دونوں برابر ہیں۔ نہ اس میں کچھ دقت نہ اس میں کچھ تعب۔ ایک "کن" سے جو چاہے کر ڈالے اور لفظ "کن" کہنے پر بھی موقوف نہیں۔ یہ ہم کو سمجھانے کا ایک عنوان ہے بس ادھر ارادہ ہوا ادھر وہ چیز موجود۔

اللہ تعالیٰ کا سمع و بصر | یعنی جس طرح ایک آواز کا سننا اور بیک وقت تمام جہان کی آوازوں کو سننا، یا ایک چیز کا دیکھنا اور بیک وقت تمام جہان کی چیزوں کو دیکھنا، اس کے لئے برابر ہے۔ ایسے ہی ایک آدمی کا مارنا، جلانا اور سارے جہان کا مارنا جلانا اس کی قدرت کے سامنے یکساں ہے پھر دوبارہ جلانے کے بعد بیک وقت تمام اولین و آخرین کے اگلے پچھلے اعمال کا رتی رتی حساب چکا دینے میں بھی اسے کوئی دقت نہیں ہو سکتی کیونکہ ہمارے تمام اقوال کو سننا اور تمام افعال کو دیکھتا ہے۔ کوئی چھپی کھلی بات وہاں پوشیدہ نہیں۔

"مقرر وقت" سے قیامت مراد ہے یا چاند سورج میں سے ہر ایک کا دورہ۔ کیونکہ ایک دورہ پورا ہونے کے بعد گویا از سر نو چلنا شروع کرتے ہیں۔

وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۳۰﴾ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ

اور یہ کہ اللہ خبر رکھتا ہے اس کی جو تم کرتے ہو ﴿۳۰﴾ یہ اس لیے کہا کہ اللہ

هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ ۚ وَ

وہی ہے حقیقہ اور جس کسی کو پکارتے ہیں اس کے سوا سو وہی جھوٹ ہے ﴿۳۱﴾ اور

أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۳۱﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلُكَ

اللہ وہی ہے سب سے اوپر بڑا ﴿۳۱﴾ تو نے نہ دیکھا کہ جہاز

تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللَّهِ لِيُريَكُمْ مِنْ آيَاتِهِ ط

چلتے ہیں سمندر میں اللہ کی نعمت (فضل سے) لے کر تاکہ دکھلائے تم کو کچھ اپنی قدرتیں ﴿۳۲﴾

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۳۲﴾ وَإِذَا

البتہ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک تحمل کرنے والے احسان ماننے والے کے واسطے ﴿۳۳﴾ اور جب

غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلِّ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ

سر پر آئے ان کے موج جیسے بادل پکارنے لگیں اللہ کو خالص کر کر

لَهُ الدِّينَ هَٰ فَلَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ط

اسی کے لیے بندگی ﴿۳۴﴾ پھر جب بچا دیا ان کو جنگل کی طرف تو کوئی ہوتا ہے ان میں بچ کی چال پر ﴿۳۵﴾

وَمَا يَجْعَلُ بَايِتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ﴿۳۵﴾ يَأْتِيهَا

اور منکر وہی ہوتے ہیں ہماری قدرتوں سے جو قول کے جھوٹے ہیں حق نہ ماننے والے ﴿۳۶﴾ اے

النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي

لوگو بچتے رہو اپنے رب سے اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے

یعنی جو قوت رات کو دن اور دن کو رات کرتی اور چاند سورج جیسے کرات عظیمہ کو ادنیٰ مزدور کی طرح کام میں لگائے رکھتی ہے۔ اسے تمہارا مرے پیچھے زندہ کر دینا کیا مشکل ہوگا۔ اور جب ہر ایک چھوٹے بڑے عمل سے پوری طرح باخبر ہے تو حساب کتاب میں کیا دشواری ہوگی۔

معبود ہونے کا اہل صرف اللہ ہے | یعنی حق تعالیٰ کی یہ شئون عظیمہ اور صفات قاہرہ اس لئے ذکر کی گئیں کہ سننے والے سمجھ لیں کہ ایک خدا کو ماننا اور صرف اس کی عبادت کرنا ہی ٹھیک راستہ ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ کہا جائے یا کیا جائے باطل اور جھوٹ ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ کا موجود بالذات اور واجب الوجود ہونا جو ”بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ“ سے سمجھ میں آتا ہے اور دوسروں کا باطل و ہالک الذات ہونا اس کو مستلزم ہے کہ اکیلے اسی خدا کے واسطے یہ شئون و صفات ثابت ہوں پھر جس کے لئے یہ شئون و صفات ثابت ہوں گی وہ ہی معبود بننے کا مستحق ہوگا۔

لہذا بندہ کی انتہائی پستی اور تذلل (جس کا نام عبادت ہے) اسی کے لئے ہونا چاہئے۔
یعنی جہاز بھاری بھاری سامان اٹھا کر خدا کی قدرت اور فضل و رحمت سے کس طرح سمندر کی موجوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔

بحری سفر میں اللہ کی نشانیاں | یعنی اس بحری سفر کے احوال و حوادث میں غور کرنا انسان کے لئے صبر و شکر کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ جب طوفان اٹھ رہے ہوں اور جہاز پانی کے تھپڑوں میں گھرا ہو، اس وقت بڑے صبر و تحمل کا کام ہے اور جب اللہ نے اس کشمکش موت و حیات سے صحیح و سالم نکال دیا تو ضروری ہے کہ اس کا احسان مانے۔
اللہ کو پکارنا انسانی ضمیر کی آواز ہے | اوپر دلائل و شواہد سے سمجھایا تھا کہ ایک اللہ ہی کا ماننا ٹھیک ہے، اس کے خلاف سب باتیں جھوٹی ہیں۔ یہاں بتلایا کہ طوفانی موجوں میں گھر کر کڑے سے کفر و شرک بھی بڑی عقیدہ مندی اور اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسانی ضمیر و فطرت کی اصلی آواز یہ ہی ہے۔ باقی سب بناوٹ اور جھوٹے ڈھکوسلے ہیں۔

یعنی جب خدا تعالیٰ طوفان سے نکال کر خشکی پر لے آیا تو تھوڑے نفوس ہیں جو اعتدال و توسط کی راہ پر قائم رہیں ورنہ اکثر تو دریا سے نکلے ہی شرارتیں شروع کر دیتے ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے ”فَجَنَّهُمْ مُّفَتَّصِدًا“ کا ترجمہ کیا ”تو کوئی ہوتا ہے ان میں بیچ کی چال پر۔“ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ یعنی جو حال خوف کے وقت تھا وہ تو کسی کا نہیں، مگر بالکل بھول بھی نہ جائے۔ ایسے بھی کم ہیں، نہیں تو اکثر قدرت سے منکر ہوتے ہیں۔ اپنے بیچ نکلنے کو تدبیر پر رکھتے ہیں یا کسی ارواح وغیرہ کی مدد پر۔

قدرت الہیہ کا انکار | یعنی ابھی تھوڑی دیر پہلے طوفان میں گھر کر جو قول و قرار اللہ سے کر رہے تھے۔ سب جھوٹے نکلے۔ چند روز بھی اس کے انعام و احسان کا حق نہ مانا اس قدر جلد قدرت کی نشانیوں سے منکر ہو گئے۔

وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَائِزٌ عَنْ

کوئی باپ اپنے بیٹے کے بدلے اور نہ کوئی بیٹا ہو جو کام آئے اپنے

وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّكُمْ

باپ کی جگہ کچھ بھی بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے سو تم کو نہ بہکائے

الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿٣٣﴾

دنیا کی زندگانی اور نہ دھوکا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغا باز

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ

بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اتارتا ہے مینہ

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا

اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں اور کسی جی کو معلوم نہیں کہ

ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ

کل کو کیا کرے گا اور کسی جی کو خبر نہیں کہ کس زمین میں

تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾

مرے گا تحقیق اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے

◆ قیامت میں نفسی نفسی طوفان کے وقت جہاز کے مسافروں میں سخت افراتفری ہوتی ہے ہر ایک اپنی جان بچانے کی فکر میں رہتا ہے۔ تاہم ماں باپ اولاد سے اور اولاد ماں باپ سے بالکل غافل نہیں ہو جاتی۔ ایک دوسرے کے بچانے کی تدبیر کرتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات والدین کی شفقت چاہتی ہے کہ ہو سکے تو بچہ کی مصیبت اپنے سر لے کر اس کو بچالیں لیکن ایک ہولناک اور ہوش ربا دن آنے والا ہے جب ہر طرف نفسی نفسی ہوگی۔ اولاد اور والدین میں سے کوئی ایثار کر کے دوسرے کی مصیبت اپنے سر لینے کو تیار نہ ہوگا۔ اور تیار بھی ہو تو یہ تجویز چل نہ سکے گی۔ چاہئے کہ آدمی اس دن سے ڈر کر غضب الہی سے بچنے کا سامان کرے۔ آج اگر سمندر کے طوفان سے بچ گئے تو کل اس سے کیونکر بچو گے۔

◆ قیامت کا وعدہ ضرور پورا ہوگا | یعنی وہ دن یقیناً آکر رہے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہذا دنیا کی چند روزہ بہار اور چہل پہل سے دھوکا نہ کھاؤ کہ ہمیشہ اس طرح رہے گی۔ اور یہاں آرام سے ہو تو وہاں بھی آرام کر گئے؟ نیز اس دغا باز شیطان کے اغواء سے ہوشیار ہو جو اللہ کا نام لے کر

دھوکا دیتا ہے۔ کہتا ہے میں اللہ غفور رحیم ہے خوب گناہ سمیٹو، مزے اڑاؤ، بوڑھے ہو کر اکٹھی توبہ کر لینا۔ اللہ سب بخش دے گا۔ تقدیر میں اگر اس نے جنت لکھ دی ہے تو گناہ کتنے ہی ہوں ضرور پہنچ کر ہو گے اور دوزخ لکھی ہے تو کسی طرح پہنچ سکتے پھر کا ہے کے لئے دنیا کا مزہ چھوڑا۔

◆ **تقدیر الہی اور تدبیر کا تعلق** | یعنی قیامت آ کر رہے گی، کب آئے گی؟ اس کا علم خدا کے پاس ہے۔ نہ معلوم کب یہ کارخانہ توڑ پھوڑ کر برابر کر

دیا جائے۔ آدمی دنیا کے بارغ و بہار اور وقتی تر دنازی پر رہتا ہے، کیا نہیں جانتا کہ علاوہ قانی ہونے کے فی الحال بھی یہ چیز اور اس کے اسباب سب خدا کے قبضہ میں ہیں۔ زمین کی ساری رونق اور مادی برکت (جس پر تمہاری خوشحالی کا مدار ہے) آسمانی بارش پر موقوف ہے۔ سال دو سال مینہ نہ

برے تو ہر طرف خاک اڑنے لگے۔ نہ سامان معیشت رہیں نہ اسباب راحت، پھر تعجب ہے کہ انسان دنیا کی زینت اور تر دنازی پر فریفتہ ہو کر اس ہستی کو بھول جائے جس نے اپنی باران رحمت سے اس کو تر دنازہ اور پر رونق بنا رکھا ہے۔ علاوہ بریں کسی شخص کو کیا معلوم ہے کہ دنیا کے عیش و آرام میں

اس کا کتنا حصہ ہے۔ بہت سے لوگ کوشش کر کے اور ایڑیاں رگڑ کر مر جاتے ہیں لیکن زندگی بھر چین نصیب نہیں ہوتا۔ بہت ہیں جنہیں بے محنت دولت مل جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر بھی کوئی آدمی جو دین کے معاملہ میں تقدیر الہی پر بھروسہ کیے بیٹھا ہو دنیوی جدوجہد میں تقدیر پر قانع ہو کر ذرہ برابر کی

نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ تدبیر کرنی چاہئے۔ کیونکہ اچھی تقدیر عموماً کامیاب تدبیر ہی کے ضمن میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ علم خدا کو ہے کہ فی الواقع ہماری تقدیر کیسی ہوگی اور صحیح تدبیر بن پڑے گی یا نہیں۔ یہی بات اگر ہم دین کے معاملہ میں سمجھ لیں تو شیطان کے دھوکے میں ہرگز نہ آئیں۔ بیشک جنت

دوزخ جو کچھ ملے گی تقدیر سے ملے گی جس کا علم خدا کو ہے مگر عموماً اچھی یا بری تقدیر کا چہرہ اچھی یا بری تدبیر کے آئینہ میں نظر آتا ہے اس لئے تقدیر کا حوالہ دے کر ہم تدبیر کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ یہ پتہ کسی کو نہیں کہ اللہ کے علم میں وہ سعید ہے یا شقی۔ جنتی ہے یا دوزخی، مفلس ہے یا غنی بلکہ ظاہری

عمل اور تدبیر ہی وہ چیز ہوتی جس سے عادیہ ہم کو نوعیت تقدیر کا قدرے پتہ چل جاتا ہے۔ ورنہ یہ علم تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا

ہے یا لڑکی اور پیدا ہونے کے بعد اس کی عمر کیا ہو۔ روزی کتنی ملے، سعید ہو یا شقی، مہاشی کی طرف "وَيَخْلُمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ" میں اشارہ کیا ہے۔ رہا

شیطان کا یہ دھوکا کہ فی الحال تو دنیا کے مزے اڑالو، پھر توبہ کر کے نیک بن جانا، اس کا جواب "وَمَا تَلْبُورِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا" الخ میں

دیا ہے۔ یعنی کسی کو خبر نہیں کہ کل وہ کیا کرے گا؟ اور کچھ کرنے کیلئے زندہ بھی رہے گا؟ کب موت آجائے گی اور کہاں آئے گی؟ پھر یہ وثوق کیسے ہو

کہ آج کی بدی کا تذکرہ کل نیکی سے ضرور کر لے گا اور توبہ کی توفیق ضرور پائے گا؟ ان چیزوں کی خبر تو اسی علیم و خیر کو ہے۔ تنبیہ

اللہ کا علم غیب اور رسول اللہ کا علم غیب | یاد رکھنا چاہئے کہ مغیبات جن احکام سے ہوں گی یا جنس اکوان سے، پھر اکوان غیبیہ مانی ہیں

یا مکانی ملو زمانی کی باعتبار ماضی، مستقبل حال کے تین قسمیں کی گئی ہیں۔ ان میں سے احکام غیبیہ کا کلی علم غیر علیہ اصول و السلام کو عطا فرمایا گیا

فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ أَلَيْسَ الْغَيْبُ غَيْبًا (جن۔ رکوع ۲۴) جس کی جزئیات کی تفصیل دوسرے ذریعے امت نے

کی۔ اور اکوان غیبیہ کی کلیات و اصول کا علم حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ مختص رکھا ہاں جزئیات منتشرہ پر بہت سے لوگوں کو حسب استعداد اطلاع دی۔ اور

نبی کریم ﷺ کو اس سے بھی اتنا دیا اور عظیم الشان حصہ ملا جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم اکوان غیبیہ کا کلی علم کلی رب العزت ہی کے ساتھ مختص رہا۔

مفاتیح الغیب کا کلی علم صرف اللہ کو ہے | آیت ہذا میں جو پانچ چیزیں مذکور ہیں احادیث میں ان کو مفاتیح الغیب فرمایا ہے جن کا

علم (یعنی علم کلی) بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ فی الحقیقت ان پانچ چیزوں میں کل اکوان غیبیہ کی انواع کی طرف اشارہ ہو گیا۔ "بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ" میں غیب مکانیہ مآذات تکسب غدا "میں زمانیہ مستقبلہ مآذی الارحام "میں زمانیہ حالیہ اور یُنَزَّلُ الْغَيْثُ "میں غالباً زمانیہ

ماضیہ پر تنبیہ ہے۔ یعنی بارش آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں کہ پہلے سے کیا ایسے اسباب فراہم ہو رہے تھے کہ ٹھیک اسی وقت

اسی جگہ اسی مقدار میں بارش ہوئی، ماں بچہ کو پیٹ میں لئے پھرتی ہے پر اسے پتہ نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے۔ لڑکا یا لڑکی؟ انسان واقعات آئندہ

پر حاوی ہونا چاہتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ کل میں خود کیا کام کروں گا؟ میری موت کہاں واقع ہوگی؟ اس جہل و بیچارگی کے باوجود تعجب ہے کہ

دنیوی زندگی پر مفتون ہو کر خالق حقیقی کو اور اس دن کو بھول جائے جب پروردگار کی عدالت میں کشاں کشاں حاضر ہونا پڑے گا۔ بہر حال ان

پانچ چیزوں کے ذکر سے تمام اکوان غیبیہ کے علم کلی کی طرف اشارہ کرنا ہے حصر مقصود نہیں اور غالباً ذکر میں ان پانچ کی تخصیص اس لئے ہوئی کہ

ایک سائل نے سوال انہی پانچ باتوں کی نسبت کیا تھا جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کما فی الحدیث۔ پہلے سورۃ الانعام اور

سورۃ نمل میں بھی ہم علم غیب کے متعلق کچھ لکھ چکے ہیں۔ ایک نظر ڈال لی جائے، تم سورۃ القمان بمنہ و کرمہ،

آیاتھا ۳۰ ﴿۳۲﴾ سُورَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ﴿۵﴾ رُكُوعَاتُهَا ۳

سورہ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی تیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ ۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ

الْحَمْدُ اتارنا کتاب کا اس میں کچھ دھوکا نہیں پروردگار

الْعَالَمِينَ ۲ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ

عالم کی طرف سے ہے کیا کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ باندھ لایا ہے کوئی نہیں وہ ٹھیک ہے تیرے

رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَتْهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

رب کی طرف سے تاکہ تو ڈر سدا دے ان لوگوں کو جن کے پاس نہیں آیا کوئی ڈرانے والا تجھ سے پہلے

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۳ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ

تاکہ وہ راہ پر آئیں اللہ ہے جس نے بنائے آسمان

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ

اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن کے اندر پھر قائم ہوا

عَلَى الْعَرْشِ ۚ مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا

عرش پر کوئی نہیں تمہارا اس کے سوائے حمایتی اور نہ

شَفِيعٍ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۴ يُدِيرُ الْأُمُورَ

سفارشی پھر تم کیا دھیان نہیں کرتے تدبیر سے اتارتا ہے کام

سورۃ السجدة

بلاشبہ یہ کتاب مقدس رب العالمین نے اتاری ہے نہ اس میں کچھ دھوکا ہے نہ شک و شبہ کی گنجائش۔

قرآن وحی الہی ہے اس کے دلائل | یعنی جس کتاب کا معجز اور من اللہ ہونا اس قدر واضح ہے کہ شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، کیا اس کی نسبت کفار کہتے ہیں کہ پیغمبر اپنی طرف سے گھڑ لایا ہے اور معاذ اللہ جھوٹ طوفان خدا کی طرف نسبت کرتا ہے؟ حد ہوگئی جب ایسی روشن چیز میں بھی شبہات پیدا کیے جانے لگے، ذرا غور و انصاف کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ کتاب ٹھیک پرودگار عالم کی طرف سے آئی ہے تا اس کے ذریعہ سے آپ اس قوم کو بیدار کرنے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کریں جن کے پاس قرونوں سے کوئی بیدار کرنے والا پیغمبر نہیں آیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ آدمی اپنی طرف سے وہ ہی چیز بنا کر لاتا ہے یا بنا سکتا ہے جس کی کوئی نظیر یا زبردست خواہش اس کے ماحول میں پائی جاتی ہو۔ کسی ملک میں ایسی بات دفعہ منہ سے نکال دینا جوان کی سینکڑوں برس کی مسخ شدہ ذہنیت اور مذاق کے یکسر مخالف ہو اور جس کے قبول کی ادنیٰ ترین استعداد بھی بظاہر نہ پائی جائے، کسی عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کسی کو مامور کرے وہ الگ بات ہے پس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم جن کا عقل الناس ہونا ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے جو آپ کو (معاذ اللہ) مفتری کہتے ہیں، اگر کوئی بات بنا کر لاتے تو یقیناً ایسی لاتے جو عرب کی اس فضا کے مناسب اور عام جذبات کے موافق ہوتی اور جس کا کوئی نمونہ ان کے گرد و پیش پایا جاتا۔ یہ ہی بات ایک انصاف پسند کو یقین دلا سکتی ہے کہ وہ خود اپنی ذاتی خواہش سے کھڑے نہیں ہوئے اور نہ جو پیغام لائے وہ ان کا تصنیف کیا ہوا تھا۔

اس کا بیان سورۃ اعراف میں آٹھویں پارہ کے اختتام کے قریب گزر چکا۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

یعنی دھیان نہیں کرتے کہ اس کے پیغام اور پیغامبر کو جھٹلا کر کہاں جاؤ گے۔ تمام زمین و آسمان میں عرش سے فرش تک اللہ کی حکومت ہے۔ اگر پکڑے گئے تو اس کی اجازت و رضاء کے بدون کوئی حمایت اور سفارش کرنے والا بھی نہ ملے گا۔

السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ

آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے وہ کام اس کی طرف ایک دن میں

كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۚ ذَٰلِكَ

جس کا پیمانہ ہزار برس کا ہے تمہاری گنتی میں ۱ یہ ہے

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ الَّذِي

جاننے والا چھپے (پوشیدہ) اور کھلے (ظاہر) کا زبردست رحم والا ۲ جس نے

أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ

خوب بنائی جو چیز بنائی اور شروع کی انسان کی پیدائش

مِّن طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ

ایک گارے سے پھر بنائی اس کی اولاد پھڑے ہوئے بے قدر

مَّهِينٍ ۝ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ وَجَعَلَ

پانی سے ۳ پھر اس کو برابر کیا ۴ اور پھونکی اس میں اپنی ایک جان ۵ اور بنا دیئے

لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝

تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل ۶ تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو ۷

وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ

اور کہتے ہیں کیا جب ہم رل گئے زمین میں کیا ہم کو نیا (نئے سرے سے)

جَدِيدٍ ۚ بَلْ هُمْ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ كَفِرُونَ ۝ قُلْ

بننا ہے بلکہ نہیں وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں ۸ تو کہہ

◆ اللہ کی تدبیر امور کا طریقہ | بڑے کام اور اہم انتظامات کے متعلق عرش عظیم سے مقرر ہو کر نیچے حکم اترتا ہے۔ سب اسباب حسی و معنوی، ظاہری و باطنی، آسمان و زمین سے جمع ہو کر اس کے انصرام میں لگ جاتے ہیں۔ آخر وہ کام اور انتظام اللہ کی مشیت و حکمت سے مدتوں جاری رہتا ہے، پھر زمانہ دراز کے بعد اٹھ جاتا ہے۔ اس وقت اللہ کی طرف سے دوسرا رنگ اترتا ہے۔ جیسے بڑے بڑے پیغمبر جن کا اثر قرونوں رہا، یا کسی بڑی قوم میں سرداری جو نسلوں تک چلی۔ وہ ہزار برس اللہ کے ہاں ایک دن ہے (موضح بتقریر) ہزار سال کے امور کا حکم اور اسکی تفسیر | مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہزار سال کے انتظامات و تدابیر فرشتوں کو القاء کرتا ہے۔ اور یہ اس کے ہاں ایک دن ہے۔ پھر فرشتے جب (انہیں انجام دے کر) فارغ ہو جاتے ہیں، آئندہ ہزار سال کے انتظامات القاء فرما دیتا ہے۔ یہ ہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ بعض مفسرین آیت کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اللہ کا حکم آسمانوں کے اوپر سے زمین تک آتا ہے، پھر جو کارروائیاں اس کے متعلق یہاں ہوتی ہیں وہ دفتر اعمال میں درج ہونے کے لئے اوپر چڑھتی ہیں جو سمائے دنیا کے محدب پر واقع ہے۔ اور زمین سے وہاں تک کا فاصلہ آدمی کی متوسط رفتار سے ایک ہزار سال کا ہے جو خدا کے ہاں ایک دن قرار دیا گیا۔ مسافت تو اتنی ہے یہ جداگانہ بات ہے کہ فرشتہ ایک گھنٹہ یا اس سے بھی کم میں قطع کر لے۔ بعض مفسرین یوں معنی کرتے ہیں کہ ایک کام اللہ تعالیٰ کو کرنا ہے تو اس کے مبادی و اسباب کا سلسلہ ہزار سال پہلے سے شروع کر دیتے ہیں۔ پھر وہ حکمت بالغہ کے مطابق مختلف ادوار میں گذرتا اور مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوا بتدریج اپنے منجائے کمال کو پہنچتا ہے۔ اس وقت جو نتائج و آثار اس کے ظہور پذیر ہوتے ہیں بارگاہ ربوبیت میں پیش ہونے کے لئے چڑھتے ہیں۔ بعض کے نزدیک ”یوم“ سے یوم قیامت مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین تک تمام دنیا کا بندوبست کرتا ہے۔ پھر ایک وقت آئے گا جب یہ سارا قصہ ختم ہو کر اللہ کی طرف لوٹ جائے گا اور آخری فیصلہ کے لئے پیش ہوگا۔ اس کو قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کا دن ہزار سال کے برابر ہے۔ بہر حال ”لَیْ یَوْمٌ“ کو بعض نے یَذْبَرُ کے اور بعض نے یَعْرُج کے متعلق کیا ہے اور بعض نے تنازع فعلین مانا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی ایسے اعلیٰ اور عظیم الشان انتظام و تدبیر کا قائم کرنا اسی پاک، ہستی کا کام ہے جو ہر ایک ظاہر و پوشیدہ کی خبر رکھے، زبردست اور مہربان ہو۔

◆ انسانو! اپنی تخلیق میں غور کرو | یعنی نطفہ جو بہت سی غذاؤں کا منجھڑ ہے۔

◆ یعنی شکل، صورت، اعضاء موزوں و متناسب رکھے۔

◆ اللہ کی روح کا مطلب | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جو مخلوق ہے اسی کا مال ہے مگر جس کی عزت بڑھائی اس کو اپنا کہا جیسے فرمایا ”اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ“۔ حالانکہ سب خدا کے بندے ہیں کما قال ”اِنَّ کُلَّ مَنْ لَیْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اِیْسٰی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا“۔ سو انسان کی جان عالم غیب سے آئی ہے مٹی پانی سے نہیں بنی اس کو اپنا کہا۔ ورنہ اللہ کی جان کا اگر وہ مطلب لیا جائے جو مثلاً آدمی کی جان کا لیتے ہیں تو چاہے جان کسی بدن میں ہو، بدن ہوا تو ترکیب آئی، ترکیب آئی تو حدوث آیا، ذات پاک کہاں رہی (موضح بتقریر)

◆ ان نعمتوں کا شکر یہ تھا کہ آنکھوں سے اس کی آیات مگوینیہ کو بنظر امعان دیکھتے۔ کانوں سے آیات تنزیلیہ کو توجہ و شوق کے ساتھ سنتے۔ دل سے دونوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کی کوشش کرتے، پھر سمجھ کر اس پر عامل ہوتے۔ مگر تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

◆ یعنی اس پر غور نہ کیا کہ اللہ نے ان کو اول مٹی سے پیدا کیا ہے۔ لئے شبہات نکالنے لگے کہ مٹی میں مل جانے کے بعد ہم دوبارہ کس طرح بنائے جائیں گے۔ اور شبہ یا استبعاد ہی نہیں بلکہ صاف طور پر یہ لوگ بعث بعد الموت سے منکر ہو گئے۔

يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ

قبض کر لیتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر مقرر ہے پھر

إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ

اپنے رب کی طرف پھر جاؤ گے اور کبھی (تجھ کو تعجب ہو اگر) تو دیکھے جس وقت کہ منکر

نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا

سر ڈالے ہوئے ہوں گے اپنے رب کے سامنے اے رب ہم نے دیکھ لیا

وَسَمِعْنَا فَأَرْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ۝ وَلَوْ

اور سن لیا اب ہم کو پھر بھیج دے کہ ہم کریں بھلے کام ہم کو یقین آ گیا اور اگر

شِئْنَا لَا تَتَيْنَا كُلُّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ

ہم چاہتے تو بھلا دیتے ہر جی کو اس کی راہ لیکن ٹھیک بڑ چکی (پکی ہو چکی)

الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

میری کہی بات کہ مجھ کو بھرنی ہے دوزخ جنوں اور آدمیوں سے

أَجْمَعِينَ ۝ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا

اکٹھے سوا ب چکھو مزہ جیسے تم نے بھلا دیا تھا اس اپنے دن کے ملنے کو

إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ

ہم نے بھی بھلا دیا تم کو اور چکھو عذاب سدا کا عوض اپنے

تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا

کیے کہے ہماری باتوں کو وہی مانتے ہیں کہ جب ان کو سمجھائے

♦ موت کے بعد آدمی بالکل فنا نہیں ہوتا | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی تم آپ کو محض بدن اور دھڑکھٹے ہو کہ خاک میں رل مل کر برابر ہو گئے۔ ایسا نہیں تم حقیقت میں جان ہو جسے فرشتہ لے جاتا ہے بالکل فنا نہیں ہو جاتے۔“ (موضح)

♦ یعنی ذلت و ندامت سے محشر میں۔

♦ یعنی ہمارے کان اور آنکھیں کھل گئیں۔ پیغمبر جو باتیں فرمایا کرتے تھے ان کا یقین آ گیا۔ بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ ایمان اور عمل صالح ہی خدا کے ہاں کام دیتا ہے۔ اب ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دیجئے دیکھئے کیسے نیک کام کرتے ہیں۔

♦ دوسری جگہ فرمایا۔ ”وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا اِلَیْہِمْ اَعْنٰہُ“ (انعام۔ رکوع ۳) یعنی جھوٹے ہیں اگر دنیا کی طرف لوٹائے جائیں پھر وہ ہی شرارتیں کریں۔ ان کی طبیعت کی افتاد ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ شیطان کے اغواء کو قبول کر لیں اور اللہ کی رحمت سے دور بھاگیں۔ بیشک ہم کو قدرت تھی چاہتے تو ایک طرف سے تمام آدمیوں کو زبردستی اسی راہ ہدایت پر قائم رکھتے جس کی طرف انسان کا دل فطرۃً رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن اس طرح سب کو ایک ہی طور و طریق اختیار کرنے کے لئے مضطر کر دینا حکمت کے خلاف تھا جس کا بیان کئی جگہ پہلے ہو چکا ہے۔ لہذا وہ بات پوری ہوتی تھی جو ابلیس کے دعوے ”لَا غَوْیْنٰہُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْہُمْ الْمُخْلِصِیْنَ“ (ص۔ رکوع ۵) کے جواب میں فرمائی تھی۔ ”فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ اَقُوْلُ لَا فَلَآئِ جَہَنَّمُ مِنْکَ وَمِمَّنْ یَّبْعُکَ مِنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ“ (ص۔ رکوع ۵) معلوم ہوا کہ یہاں جن و انس سے مراد وہ ہی شیاطین اور ان کے اتباع ہیں۔

♦ کفار پر اب کبھی رحمت نہیں ہوگی | ہم نے بھی تم کو بھلا دیا۔ یعنی کبھی رحمت سے یاد نہیں کئے جاؤ گے۔ آگے بحرین کے مقابلہ میں مومنین کا حال و مال بیان فرماتے ہیں۔

بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا

ان سے گر پڑیں سجدہ کر کر اور پاک ذات کو یاد کریں اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ اور وہ

يُسْتَكْبِرُونَ ﴿١٥﴾ تَتَجَاوَزُ جُنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

بڑائی نہیں کرتے جدار ہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿١٦﴾

پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ

سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھری ہے ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾ أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا

بدلہ اس کا جو کرتے تھے بھلا ایک جو ہے ایمان پر

كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَا يَسْتَوُونَ ﴿١٨﴾ أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا

برابر ہے اس کے جو نافرمان ہے سودہ لوگ جو یقین لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ رِزْقًا ۙ

اور کیے کام بھلے تو ان کے لیے باغ ہیں رہنے کے (مہمانی کے) مہمانی

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ

ان کاموں کی وجہ سے جو کرتے تھے اور وہ لوگ جو نافرمان ہوئے سوان کا گھر ہے

النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا

آگ جب چاہیں کہ نکل پڑیں اس میں سے الٹا دیئے جائیں پھر اسی میں

♦ مومنین کا خوف و خشیت | یعنی خوف و خشیت اور خشوع و خضوع سے سجدہ میں گر پڑتے ہیں، زبان سے اللہ کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں، دل میں کبر و غرور اور بڑائی کی بات نہیں رکھتے جو آیات اللہ کے سامنے جھکنے سے مانع ہو۔

♦ تہجد پڑھنے والوں کی مدح | یعنی میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ مراد تہجد کی نماز ہوئی جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے۔ اور بعض نے صبح کی یا عشاء کی نماز یا مغرب و عشاء کے درمیان کی نوافل مراد لی ہیں۔ گو الفاظ میں اس کی گنجائش ہے لیکن رائج وہی پہلی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم۔

♦ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”اللہ سے لالچ اور ڈر برائیں، دنیا کا ہو یا آخرت کا۔ اور اس واسطے بندگی کرے تو قبول ہے۔ ہاں اگر کسی اور کے خوف ورجاء سے بندگی کرے تو ریاء ہے کچھ قبول نہیں۔“

♦ جنت کی خصوصی نعمت | جس طرح راتوں کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ کر انہوں نے بے ریا عبادت کی۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں ان کی پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔ جس وقت دیکھیں گے آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ حدیث میں ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت میں وہ چیز چھپا رکھی ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی نہ کسی بشر کے دل میں گذری۔

تنبیہ | سرسید وغیرہ نے اس حدیث کو لے کر جنت کی نعمائے جسمانی کا انکار کیا ہے میرا ایک مضمون ”ہدیہ سنہ“ کے نام سے چھپا ہے اس میں جواب دیکھ لیا جائے۔

♦ اگر ایک ایماندار اور بے ایمان کا انجام برابر ہو جائے تو سمجھو خدا کے ہاں بالکل اندھیر ہے (العیاذ باللہ)

♦ یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے عمل جنت کی مہمانی کا سبب بن جائیں گے۔

وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ

اور کہیں ان کو چکھو آگ کا عذاب جس کو تم جھٹلایا

تُكَذِّبُونَ ﴿٥﴾ وَلَنْذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى

کرتے تھے اور البتہ چکھائیں گے ہم ان کو تھوڑا عذاب

دُونَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٦﴾ وَمَنْ

ورے اس بڑے عذاب سے تاکہ وہ پھر آئیں اور کون

اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيٰتِ رَبِّهِ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ

بے انصاف زیادہ اس سے جس کو سمجھایا گیا اس کے رب کی باتوں سے پھر ان سے منہ موڑ گیا

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُونَ ﴿٧﴾ وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى

مقرر ہم کو ان گنہگاروں سے بدلہ لینا ہے اور ہم نے دی ہے موسیٰ

الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ

کو کتاب سو تو مت رہ دھوکے میں اس کے ملنے سے اور کیا ہم نے اس کو

هُدًى لِّبَنِيْ اِسْرَآءِیْلَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰیٰتَةً

ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے اور کیے ہم نے ان میں پیشوا

يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۖ وَكَانُوْا بِآيٰتِنَا

جو راہ چلاتے تھے ہمارے حکم سے جب وہ صبر کرتے رہے اور رہے ہماری باتوں پر

يُوقِنُوْنَ ﴿٩﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُم يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

یقین کرتے تیرا رب جو ہے وہی فیصلہ کرے گا ان میں دن قیامت کے

◆ جہنم میں کفار کی حالت | کبھی کبھی آگ کے شعلے جہنمیوں کو دروازہ کی طرف پھینکیں گے۔ اس وقت شاید نکلنے کا خیال کریں۔ فرشتے پھر ادھر ہی دھکیل دیں گے کہ جاتے کہاں ہو۔ جس چیز کو جھٹلاتے تھے ذرا اس کا مزہ چکھو (اللَّهُمَّ اَعْلِيْ مِنْ النَّارِ وَاَجْرُنِيْ مِنْ غَضَبِكَ)

◆ دنیا میں عذاب کا نمونہ | یعنی آخرت کے بڑے عذاب سے قبل دنیا میں ذرا کم درجہ کا عذاب بھیجیں گے تا جسے رجوع کی توفیق ہو ڈر کر خدا کی طرف رجوع ہو جائے۔ کم درجہ کا عذاب یہ ہی دنیا کے مصائب، بیماری، قحط، قتل، قید، مال اولاد وغیرہ کی تباہی وغیرہ

◆ یعنی سمجھنے کے بعد پھر گیا۔

◆ جب تمام گنہگاروں اور ظالم مجرموں سے بدلہ لینا ہے تو یہ ظلم کیونکر بیچ سکتے ہیں۔ آگے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کے ظلم و اعراض سے دلگیر نہ ہوں۔ پہلے موسیٰ کو ہم نے کتاب دی تھی جس سے بنی اسرائیل کو ہدایت ہوئی۔ اور اس کی پیروی کرنے والوں میں بڑے بڑے دینی پیشوا اور امام ہو گزرے۔ آپ کو بھی بلاشبہ اللہ کی طرف سے عظیم الشان کتاب ملی ہے جس سے بڑی مخلوق ہدایت پائے گی۔ اور بنی اسرائیل سے بڑھ کر آپ کی امت میں امام اور سردار انھیں گے۔ رہے منکر، ان کا فیصلہ حق تعالیٰ خود کر دے گا۔

◆ یہ درمیان میں جملہ معترضہ ہے یعنی بے شک و شبہ موسیٰ کو کتاب دی گئی اور آپ کو بھی اسی طرح کی کتاب ملی اس میں کوئی دھوکا اور فریب نہیں۔ یا موسیٰ کے ذکر پر فرما دیا کہ تم جو موسیٰ سے شب معراج میں ملے تھے وہ سچی حقیقت ہے کوئی دھوکا یا نظر بندی نہیں۔

◆ دنیا کے شدائد اور منکرین کے جو رستم پر۔

◆ یعنی مسلمان اللہ کے وعدوں پر یقین رکھیں اور سختیوں پر صبر کر کے اپنے کام پر جتے رہیں تو ان کے ساتھ بھی خدا کا یہ ہی معاملہ ہوگا۔ چنانچہ ہوا اور خوب ہوا۔

فَبِمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾ أَوْلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ

جس بات میں کہ وہ اختلاف کرتے تھے ♦ کیا ان کو راہ نہ سوجھی اس بات سے کہ کتنی

أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي

غارت کر ڈالیں ہم نے اس سے پہلے جماعتیں کہ پھرتے ہیں یہ

مَسْكِنِهِمْ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾

ان کے گھروں میں اس میں بہت نشانیاں ہیں کیا وہ سنتے نہیں ♦

أَوْلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ

کیا دیکھا نہیں انہوں نے کہ ہم ہانک دیتے ہیں پانی کو ایک زمین چٹیل کی طرف ♦

فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ ۖ

پھر ہم نکالتے ہیں اس سے کھیتی کہ کھاتے ہیں اس میں سے انکے چوپائے اور خود وہ بھی

أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْفِتْنَةُ ۖ إِن

پھر کیا دیکھتے نہیں ♦ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ فیصلہ اگر

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفِتْنَةِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ

تم سچے ہو ♦ تو کہہ کہ فیصلہ کے دن کام نہ آئے گا

كَفَرُوا ۖ أَيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرِضْ

منکروں کو ان کا ایمان لانا اور نہ ان کو ڈھیل ملے گی ♦ سو تو خیال چھوڑ

عَنْهُمْ ۖ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَظَرُونَ ﴿٣٠﴾

ان کا اور منتظر رہ وہ بھی منتظر ہیں ♦

♦ **حق و باطل کا اصل فیصلہ قیامت میں ہوگا** | یعنی اہل حق اور منکرین کے درمیان دونوں اور عملی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ ہاں دنیا میں بھی کئی مثالیں ایسی دکھائی جا چکی ہیں کہ آدمی انہیں دیکھ کر سمجھ اور عبرت حاصل کر سکتا ہے۔ کیا عاد و ثمود کی بستیوں کے تباہ شدہ کھنڈر اور نشان ان منکروں نے نہیں دیکھے؟ جن پر شام وغیرہ کے سفر میں ان کا گزر ہوتا رہتا ہے۔ اور کیا ان کی ہلاکت کی داستانیں نہیں سنیں۔ مقام تعجب ہے کہ وہ چیزیں دیکھنے اور سننے کے بعد بھی ان کو تنبیہ نہ ہوا اور نجات و فلاح کا راستہ نظر نہ آیا۔

♦ یعنی نہروں اور دریاؤں کا پانی یا بارش کا۔

♦ **”ارض جرز“** | ارض جرز سے ہر ایک خشک زمین جو نباتات سے خالی ہو مراد ہے بعض نے خاص سرزمین مصر کو اس کا مصداق قرار دیا ہے اور ”نَسُوقُ الْمَاءِ“ سے دریائے نل کا پانی مراد لیا ہے۔ اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں۔ کمانہ علیہ ابن کثیر رحمہ اللہ۔

♦ یعنی ان نشانات کو دیکھ کر چاہئے تھا کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور رحمت و حکمت کے قائل ہوتے اور سمجھتے کہ اسی طرح مردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈال دینا بھی اس کے لئے کچھ دشوار نہیں۔ نیز اللہ کی نعمتوں کے جان و دل سے شکر گزار بننے۔

♦ **قیامت پر کفار کا شبہ اور اصرار** | پہلے فرمایا تھا کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا۔ اس پر منکرین کہتے ہیں کہ قیامت قیامت کہے جاتے ہو، اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ دن کب آچکے گا۔ مطلب یہ ہے کہ خالی دھمکیاں ہیں قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں۔

♦ یعنی ابھی موقع ہے کہ اللہ و رسول کے کہنے پر یقین کرو اور اس دن سے بچنے کی تیاری کر لو ورنہ اس کے پہنچ جانے پر نہ ایمان لانا کام دے گا نہ سزا میں ڈھیل ہوگی اور نہ مہلت ملے گی کہ آئندہ چال چلن درست کر کے حاضر ہو جاؤ اس وقت کی مہلت کو غنیمت سمجھو۔ استہزاء و تکذیب میں رانگاں مت کرو جو گھڑی آنے والی ہے یقیناً آ کر رہے گی، کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔ پھر یہ کہنا فضول ہے کہ کب آئے گی اور کب فیصلہ ہوگا۔

♦ **کفار سے اعراض** | یعنی جو ایسے بے فکرے اور بے حس ہیں کہ باوجود انتہائی مجرم اور مستوجب سزا ہونے کے فیصلہ اور سزا کے دن کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کے راہ راست پر آنے کی کیا توقع ہے۔ لہذا آپ فرض دعوت و تبلیغ ادا کرنے کے بعد ان کا خیال چھوڑیے اور ان کی تباہی کے منتظر رہیے جیسے وہ اپنے زعم میں معاذ اللہ آپ کی تباہی کے منتظر ہیں۔ تم سورۃ السجدۃ ولله الحمد والمنا۔

آیاتھا ۳۳ ﴿۳۳﴾ سُورَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ ﴿۹۰﴾ ﴿زُكُوْا لَهَا ۹﴾

سورۃ احزاب مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی تہتر آیتیں ہیں اور نور کوغ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ

اے نبی ڈر اللہ سے اور کھاناہ مان مکروں کا اور دغا بازوں کا (منافقوں کا)

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ

مقرر اللہ ہے سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا اور چل اسی پر جو حکم آئے (پہنچے) تجھ کو

مِّن رَّبِّكَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝

تیرے رب کی طرف سے بے شک اللہ تمہارے کام کی خبر رکھتا ہے

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝ مَا جَعَلَ

اور بھروسہ رکھ اللہ پر اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا اللہ نے رکھے

اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ ۖ وَمَا جَعَلَ

نہیں کسی مرد کے دودل اس کے اندر اور نہیں کیا (کردیا)

أَزْوَاجَكُمُ إِلَىٰ تَطْهِرُونَّ مِنْهُنَّ أَمْهَتِكُمْ ۖ وَمَا

تمہاری جو روؤں کو جن کو ماں کہہ بیٹھے ہو چچی (سچ بچ) مائیں تمہاری اور نہیں

جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۖ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ

کیا (کردیا) تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے یہ تمہاری بات ہے

سورۃ الاحزاب

آنحضرت ﷺ کو کامل توکل کی تعلیم | یعنی جیسے اب تک معمول رہا ہے آئندہ بھی ہمیشہ ایک اللہ سے ڈرتے رہئے اور کافروں اور منافقوں کا کبھی کہانہ مانئے۔ یہ سب مل کر خواہ کتنا ہی بڑا جھٹایا لیں، سازشیں کریں، جھوٹے مطالبات منوانا چاہیں عیارانہ مشورے دیں، اپنی طرف جھکانا چاہیں، آپ اصلاً پروانہ کیجئے اور خدا کے سوا کسی کا ڈر پاس نہ آنے دیجئے۔ اسی اکیلے پروردگار کی بات مانئے اسی کے آگے ٹھکے خواہ ساری مخلوق اکٹھی ہو کر آجائے اس کے خلاف ہرگز کسی کی بات نہ سنیں۔ اللہ تعالیٰ سب احوال کا جاننے والا ہے۔ وہ جس وقت جو حکم دے گا نہایت حکمت اور خبرداری سے دے گا۔ اسی میں تمہاری اصلی بہتری ہوگی۔ جب اس کے حکم پر چلتے رہو گے اور اسی پر بھروسہ رکھو گے تمہارے سب کام اپنی قدرت سے بنا دے گا۔ تنہا اسی کی ذات بھروسہ کرنے کے لائق ہے۔ جو سارے دل سے اس کا ہو رہا دوسری طرف دل نہیں لگا سکتا۔ دوسرا دل ہو تو دوسری طرف جائے لیکن عینہ میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”کافر چاہتے تھے اپنی طرف نرم کرنا اور منافق چاہتے تھے اپنی چال سکھانا اور پیغمبر کو صرف اللہ پر بھروسہ ہے۔ اس سے زیادہ دانا کون۔“

يَا فَوَاهِكُمْ ۖ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۝

اپنے منہ کی اور اللہ کہتا ہے ٹھیک بات اور وہی بھاتا ہے راہ

اَدْعُوهُمْ لِاَبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے یہی پورا انصاف ہے اللہ کے یہاں

لَمْ تَعْلَمُوْا اَبَاءَهُمْ فَاُخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۖ

اگر نہ جانتے ہو ان کے باپ کو تو تمہارے بھائی ہیں دین میں اور رشتی ہیں

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ ۚ وَلٰكِنْ

اور گناہ نہیں تم پر جس چیز میں چوک جاؤ

مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

وہ جو دل سے ارادہ کرو اور ہے اللہ بخشنے والا

رَحِيْمًا ۝ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

مہربان نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے

◆ ظہار اور متبہی کا بیان | یعنی جس طرح ایک آدمی کے سینہ میں دودل نہیں۔ ایسے ہی ایک شخص کی حقیقت دو مائیں یا ایک بیٹے کے دو باپ نہیں ہوتے۔ جاہلیت کے زمانہ میں کوئی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو ساری عمر کے لئے اس سے جدا ہو جاتی۔ گویا اس لفظ سے وہ حقیقی ماں بن گئی۔ اور کسی کو منہ بولا بیٹا بنا لیتا تو سچ بچ بیٹا سمجھا جاتا تھا اور سب احکام اس پر بیٹے کے جاری ہوتے تھے۔ قرآن کریم نے اس لفظی و مصنوعی تعلق کو حقیقی اور قدرتی تعلق سے جدا کرنے کے لئے اس رسوم و مفروضات کی بڑی شد و مد سے تردید فرمائی۔ اس نے بتلایا کہ بیوی کو ماں کہہ دینے سے اگر واقعی وہ ماں بن جاتی ہے تو کیا یہ دو ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے؟ ایک وہ جس نے اول جتنا تھا، اور دوسری یہ جس کو ماں کہہ کر پکارتا ہے۔ اسی طرح کسی نے زید کو بیٹا بنا لیا تو ایک باپ تو اس کا پہلے سے موجود تھا جس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیا واقعی اب یہ ماننا چاہئے کہ یہ دو باپوں سے الگ الگ پیدا ہوا ہے۔ جب ایسا نہیں تو حقیقی ماں باپ اور اولاد کے احکام ان پر جاری نہیں کئے جاسکتے۔ چنانچہ بیوی کو ماں کہنے کا حکم سورہ تحریم میں آئے گا۔ اور لے پالک (منہ بولے بیٹے) کا حکم آگے بیان ہوتا ہے۔ ان دو باتوں کے ساتھ تیسری بات (بطور تمہید و تشریح کے) یہ بھی سنادی کہ ایسی باتیں زبان سے کہنے کی بہتری ہیں جن کی حقیقت واقع میں وہ نہیں ہوتی جو الفاظ میں ادا کی جاتی ہے جیسے کسی غیر مستقل مزاج یا دوغلے آدمی کو یا کسی قوی

الحفظ اور قوی القلب یا ایسے شخص کو جو ایک وقت میں دو مختلف چیزوں کی طرف متوجہ ہو کہہ دیتے ہیں کہ اس کے دو دل ہیں، حالانکہ سینہ چیر کر دیکھا جائے تو ایک ہی دل نکلے گا۔ اسی طرح ماں کے علاوہ کسی کو ماں یا باپ کے سوا کسی کو بیٹا کہہ دینے سے واقع میں وہ نسبت ثابت نہیں ہو جاتی جو بدون ہمارے زبان سے کہے قدرت نے قائم کر دی ہے۔ لہذا مصنوعی اور حقیقی تعلقات میں خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔

♦ **متجہنی کو اصل باپ کے نام سے پکارو** | یعنی ٹھیک انصاف کی بات یہ ہے کہ ہر شخص کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کی جائے کسی نے ”لے پالک“ بتالیا تو وہ واقعی باپ نہیں بن گیا یوں شفقت و محبت سے کوئی کسی کو مجازاً بیٹا یا باپ کہہ کر پکار لے وہ دوسری بات ہے۔ غرض یہ ہے کہ بسبب تعلقات اور ان کے احکام میں استنباط و التباس واقع نہ ہونے پائے۔ ابتدائے اسلام میں نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ کو آزاد کر کے حتمی کر لیا تھا۔ چنانچہ دستور کے موافق لوگ انہیں زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارنے لگے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی سب زید بن حارثہ کہنے لگے۔

♦ یعنی اگر باپ معلوم نہ ہو تو بہر حال تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں ان ہی القاب سے یاد کرو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ کو فرمایا۔ ”اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا۔“

♦ **بھول چوک پر مواخذہ نہیں** | یعنی بھول کر یا نادانستہ اگر غلط کہہ دیا کہ فلاں کا بیٹا فلاں، وہ محاف ہے۔ بھول چوک کا گناہ کسی چیز میں نہیں، ہاں ارادہ کا ہے۔ اس میں بھی اللہ چاہے تو بخش دے۔

♦ **آنحضرت ﷺ کو مومنین جان سے زیادہ چاہتے ہیں** | مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اس نور اعظم کی جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے۔ آفتاب نبوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئے۔ بنا بریں مومن (من حیث ہو مومن) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لئے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیشتر اس کو پیغمبر علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بناء پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اس سے بھی برتر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں ”اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ الْخ۔“ اور ابی بن کعب وغیرہ کی قراءت میں آیت النبیؑ اُولٰٓئِیْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ الْخ کے ساتھ ”وَهُوَ اَبٌ لِّهْم“ کا جملہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو تو اس کا حاصل یہ ہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے اور باپ کی تربیت و شفقت طبعی اور دوس سے بڑھ کر ہے لیکن نبی اور امتی کا تعلق کیا اس سے کم ہے؟ یقیناً امتی کا ایمان و روحانیت وجود نبی کی روحانی کبریٰ کا ایک پر تو اور ظل ہوتا ہے اور جو شفقت و تربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی تھی۔ لیکن نبی کے طفیل ابدی اور دائمی حیات ملتی ہے۔ نبی کریم ﷺ ہماری وہ ہمدردی اور خیر خواہانہ شفقت و تربیت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی اپنی نہیں کر سکتا۔ اسی لئے پیغمبر کو ہماری جان و مال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”نبی نائب ہے اللہ کا، اپنی جان و مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا چلتا ہے۔ اپنی جان و مال میں ڈالنا وہ نہیں اور اگر نبی حکم دے دے تو فرض ہو جائے۔“ ان ہی حقائق پر نظر کرتے ہوئے احادیث میں فرمایا کہ تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک باپ، بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

وَأَزْوَاجَهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ

اور اس کی عورتیں ان کی مائیں ہیں ♦ اور قرابت والے ایک دوسرے سے

بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ

لگاؤ رکھتے ہیں اللہ کے حکم میں زیادہ سب ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے

إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا لِأُولَئِكَ مَعْرُوفًا كَانَ ذَلِكَ

مگر یہ کہ کرنا چاہو ♦ اپنے رفیقوں سے احسان یہ ہے

فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۝ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ

کتاب میں لکھا ہوا ♦ اور جب لیا ہم نے نبیوں سے

مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ

ان کا قرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے

وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَآخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝

اور عیسیٰ سے جو بیٹا مریم کا ♦ اور لیا ہم نے ان سے گاڑھا (بکا) قرار

لَيَسْأَلَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا أَزْوَاجَهُمْ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ

تاکہ پوچھے اللہ بچوں سے ان کا کچ اور تیار رکھا ہے منکروں کے لیے

عَذَابًا أَلِيمًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ

دردناک عذاب ♦ اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا

عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا

اپنے اوپر جب چڑھا میں تم پر فوجیں پھر ہم نے بھیج دی ان پر ہوا

ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں | یعنی دینی مائیں ہیں تعظیم واحترام میں اور بعض احکام میں جو ان کے لئے شریعت سے ثابت ہوں۔ کل احکام میں نہیں۔

اولوالارحام کا حق تمام مومنین سے زیادہ ہے | حضرت کے ساتھ جنہوں نے وطن چھوڑا، بھائی بندوں سے ٹوٹے، آپ نے ان مہاجرین اور انصار مدینہ میں سے دودو آدمیوں کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا۔ بعد مہاجرین کے دوسرے قرابتدار مسلمان ہو گئے تب فرمایا کہ قدرتی رشتہ ناطہ اس بھائی چارہ سے مقدم ہے میراث وغیرہ رشتہ ناطے کے موافق تقسیم ہوگی۔ ہاں سلوک احسان ان رفیقوں سے بھی کئے جاؤ۔

یعنی قرآن میں یہ حکم ہمیشہ کو جاری رہا۔ یا تورات میں بھی ہو گا یا ”کتاب“ سے ”لوح محفوظ“ مراد ہو۔

پانچ اولوالعزم پیغمبر | یعنی یہ قول و قرار کہ ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرے گا۔ اور دین کے قائم کرنے اور حق تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھے گا۔ ”آل عمران“ میں اس بیٹاق کا ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحب ”لکھتے ہیں“ اور پیغمبر کے حق میں فرمایا تھا کہ مومنین پر ان کی جان سے زیادہ تصرف رکھتا ہے، یہاں اشارہ کر دیا کہ یہ درجہ نبیوں کو اس لئے ملا کہ ان پر رحمت (اور ذمہ داری بھی) سب سے زیادہ ہے۔ اکیلے ساری خلق سے مقابل ہونا اور کسی سے خوف ورجاء نہ رکھنا۔ ”پیغمبروں کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے۔ یہ پانچ پیغمبر جن کے نام یہاں خصوصیت سے لئے اولوالعزم پیغمبر کہلاتے ہیں۔ ان کی ہدایت کا اثر ہزاروں برس رہا اور جب تک دنیا ہے رہے گا۔ ان میں پہلے نام لیا ہمارے نبی کا حالانکہ عالم شہادت میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے۔ مگر درجہ میں آپ سب سے پہلے ہیں، اور وجود بھی آپ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے۔ کما ثبت فی الحدیث۔

منکرین کیلئے حجت | یعنی قول و قرار کے مطابق ان پیغمبروں کی زبانی اپنے احکام خلق کو پہنچائے اور حجت تمام کر دے تب ہر ایک سے پوچھ پانچہ کرے گا، تاکہ بچوں کا سچائی پر قائم رہنا ظاہر ہو اور منکروں کو سچائی سے انکار کرنے پر سزا دی جائے۔ آگے جنگ احزاب کا واقعہ یاد دلانے ہوئے سچے پیغمبر اور مومنین اور ان کے بالمقابل جھوٹے منافقوں اور منکروں کے کچھ احوال اور ان کے ظاہری ثمرات و نتائج ذکر کیے ہیں۔

وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝

اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں ♦ اور ہے اللہ جو کچھ کرتے ہو دیکھنے والا (دیکھتا) ♦

إِذْ جَاءُوكُم مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ

جب چڑھ آئے تم پر ♦ اور پر کی طرف سے ♦ اور نیچے سے ♦ اور جب

زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ

بدلتے لگیں (پھر گئیں) آنکھیں ♦ اور پہنچے (پہنچ گئے) دل گلوں تک ♦ اور اٹکنے لگے (اٹکل کرنے لگے)

بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا

تم اللہ پر طرح طرح کی انگلیں ♦ وہاں جانچے گئے ایمان والے ♦ اور جھڑجھڑائے گئے

زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ

زور کا جھڑجھڑانا ♦ اور جب کہنے لگے منافق ♦ اور جن کے

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

دلوں میں روگ ہے ♦ جو وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ نے ♦ اور اس کے رسول نے

إِلَّا غُرُورًا ۝ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ

سب فریب تھا ♦ اور جب کہنے لگی ♦ ایک جماعت ♦ ان میں ♦ اے

احزاب میں فرشتوں کا نزول | یعنی فرشتوں کی فوجیں جو کفار کے دلوں میں رعب ڈال رہی تھیں۔

غزوہ خندق کے اسباب | ہجرت کے چوتھے پانچویں سال یہودی نصیر جو مدینہ سے نکالے گئے تھے (اس کا ذکر

سورہ "حشر" میں آئے گا) ہر قوم میں پھرے۔ اور ابھار اُکسا کر قریش مکہ، بنی فزارہ اور غطفان وغیرہ قبائل عرب کی متحدہ طاقت کو

مدینہ پر چڑھالانے میں کامیاب ہو گئے۔ تقریباً بارہ ہزار کا لشکر جرار پورے ساز و سامان سے آراستہ اور طاقت کے نشہ میں چور تھا،

یہودی "بنی قریظہ" جن کا ایک مضبوط قلعہ مدینہ کی شرقی جانب تھا پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کئے ہوئے تھے۔ نصیری یہودی کی

ترغیب و ترہیب سے آخر کار وہ بھی معاہدات کو بالائے طاق رکھ کر حملہ آوروں کی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں کی جمعیت

کل تین ہزار تھی۔ جن میں ایک بڑی تعداد ان دغا باز منافقوں کی تھی جو سختی کا وقت آنے پر جھوٹے حیلے بہانے کر کے میدان جنگ

سے کھسنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ آخر حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے شہر کے گرد جدھر سے حملہ کا اندیشہ تھا خندق کھودی گئی۔ سخت جاڑے کا موسم تھا غلہ کی گرانی تھی بھوک کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور خود سرور عالم ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے۔ مگر عشق الہی کے نشہ میں سرشار سپاہی اور ان کے سالار اعظم اس سنگلاخ زمین کی کھدائی میں حیرت انگیز قوت اور ہمت مردانہ کے ساتھ مشغول تھے۔ مجاہدین پھر بلی زمین پر کدال مارتے، اور کہتے "نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا۔" ادھر سرکار محمدی سے جواب ملا۔ "اَللّٰهُمَّ لَا غَيْشَ اِلَّا غَيْشَ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ" خندق تیار ہو گئی تو اسلامی لشکر نے دشمن کے مقابل مورچے جما دیئے۔ تقریباً بیس پچیس روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ درمیان میں خندق حائل تھی۔ باوجود کثرت تعداد کے کفار سے بن نہ پڑا کہ شہر پر عام حملہ کر دیتے۔ البتہ دور سے تیر اندازی ہوتی رہی اور گاہ بگاہ فریقین کے خاص خاص افراد میدان مبارزت میں بھی دو دو ہاتھ دکھانے لگتے تھے۔ مشرکین اور یہودی قرظہ کے درمیان مسلمانوں کی جمعیت محصورین کی حیثیت رکھتی تھی تاہم انہوں نے سب عورتوں بچوں کو شہر کی مضبوط و محفوظ حویلیوں میں پہنچا کر خود بڑی پامردی اور استقامت کے ساتھ شہر کی حفاظت و مدافعت کا فرض انجام دیا۔ آخر کار نعیم ابن مسعود الاشجعی کی ایک عاقلانہ اور لطیف تدبیر سے مشرکین اور یہودی قرظہ میں پھوٹ پڑ گئی، ادھر کفار کے دلوں کو خدا تعالیٰ کا غیر مرئی لشکر مرعوب کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ایک رات سخت خوفناک جھکڑ ہوا کا چلا دیا۔ پرواہو اسے ریت اور سنگریزے اڑ کر کفار کے منہ پر لگتے تھے۔ ان کے چو لھے بجھ گئے، دیکھے زمین پر جا پڑے، کھانے پکانے کی کوئی صورت نہ تھی۔ ہوا کے زور سے خیمے اکھڑ گئے گھوڑے جھوٹ کر بھاگ گئے لشکر پریشان ہو گیا سردی اور اندھیری ناقابل برداشت بن گئی۔ آخر ابوسفیان نے جن کے ہاتھ میں تمام لشکروں کی اعلیٰ کمان تھی طبل رحیل بجا دیا۔ ناچار سب اٹھ کر بے نل و مرام واپس چل دیئے۔ "وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا" یہ جنگ "احزاب" کہلاتی ہے اور اسے "جنگ خندق" بھی کہتے ہیں۔ سخت جاڑے کے موسم اور فاقہ کشی کی حالت میں خندق کھودنا اور اتنے دشمنوں کے بیچ میں گھر کر لڑائی لڑنا یہ وہ حالات تھے جن میں منافق دل کی باتیں بولنے لگے اور مومن ثابت قدم رہے۔ اسی جنگ میں حضورؐ نے فرمایا کہ اب آئندہ ہم کفار پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھ کر نہ آسکیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا۔

یعنی مدینہ کی شرقی جانب سے جو اونچی ہے اور غربی جانب سے جو نیچی ہے۔

غزوہ خندق کی سختیاں | یعنی دہشت و حیرت سے آنکھیں پھرنے لگیں اور لوگوں کے تیور بدلنے لگے۔ دوستی جتانے والے لگے آنکھیں چرانے۔

یعنی خوف و ہراس سے دل دھڑک رہے تھے گویا اپنی جگہ سے اٹھ کر گلے میں آ گئے۔

یعنی کوئی کچھ سمجھتا تھا کوئی کچھ انگلیں لڑا رہا تھا۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ اس مرتبہ اور سخت آزمائش آئی، دیکھیے کیا صورت پیش آئے۔ کچھ ایمان والوں نے خیال کیا کہ بس جی اب کی بار نہیں بچیں گے۔ منافقین کا تو پوچھنا ہی کیا۔ آگے ان کے مقولے آرہے ہیں۔

مومنین کی آزمائش | حضرت حذیفہ کو آپؐ نے دشمن کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ اس کا مفصل قصہ حدیث میں پڑھو تو اس جہز جہزانے کی کیفیت کا کچھ اندازہ ہو۔ یہاں ترجمہ کی گنجائش نہیں۔

منافقین کا استہزاء | بعض منافق کہنے لگے کہ پیغمبر صاحب کہتے تھے کہ میرا دین مشرق و مغرب میں پھیلے گا اور فارس، روم، صنعاء کے محلات مجھ کو دیئے گئے۔ یہاں تو مسلمان قضائے حاجت کو بھی نہیں نکل سکتے۔ وہ وعدے کہاں ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ مسلمان کو چاہئے اب بھی ناامیدی کے وقت بے ایمانی کی باتیں نہ بولیں۔

يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ

یثرب والو ♦ تمہارے لیے ٹھکانہ نہیں سو پھر (لوٹ) چلو اور رخصت مانگنے کا ایک فرقہ

مِنْهُمْ النَّبِيُّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۚ وَمَا هِيَ

ان میں نبی سے کہنے لگے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ

بِعَوْرَةٍ ۚ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۚ وَلَوْ دُخِلَتْ

کھلے نہیں پڑے ان کی کوئی غرض نہیں مگر بھاگ جانا ♦ اور اگر شہر میں کوئی گھس آئے

عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سَبِلُوا الْفِتْنَةَ لَا تَوْهًا

ان پر اس کے کناروں سے پھر ان سے چاہے دین سے بچلنا (بچل جانا، خانہ جنگی)

وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ۚ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا

اور دیر (ڈھیل) نہ کریں اس میں مگر تھوڑی ♦ اور اقرار کر چکے تھے

اللَّهُ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤْلُونَ الْأَذْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ

اللہ سے پہلے کہ نہ پھیریں گے پیٹھ اور اللہ کے قرار کی

مَسْئُولًا ۚ قُلْ لَّنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِّنْ

پوچھ ہوتی ہے ♦ تو کہہ کچھ کام نہ آئے گا تمہارے یہ بھاگنا اگر بھاگو گے

الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذَا لَا تُمْسَعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۚ

مرنے سے یا مارنے جانے سے اور پھر بھی پھل نہ پاؤ گے مگر تھوڑے دنوں ♦

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ

تو کہہ کون ہے کہ تم کو بچائے اللہ سے اگر چاہے تم پر

عند التبتل مبین ۳۳

”یثرب“ مدینہ طیبہ کا پرانا نام تھا۔ حضورؐ کی تشریف آوری سے ”مدینہ النبی“ ہو گیا۔

منافقین کے حیلے بہانے | یعنی سارے عرب ہمارے دشمن ہوئے تو ہم کو رہنے کا ٹھکانا کہاں۔ سب لشکر سے جدا ہو کر گھر لوٹ چلو۔ اور حضرت لشکر کے ساتھ باہر کھڑے تھے۔ شہر میں مضبوط حویلیوں کے ناکے بند کر کے زنانے ان میں رکھ دیئے تھے۔ یہ بہانہ کرنے لگے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں کہیں چور گھس کر لوٹ نہ لیں۔ اور یہ محض جھوٹ بات بنائی تھی۔ غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے میدان سے بھاگ جائیں۔ چنانچہ جو اجازت لینے آیا آپ اجازت دیتے رہے کچھ پروا کثیر سواد کی نہ کی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین سو نفوس قدسیہ آپ کے ساتھ باقی رہ گئے۔

یعنی جھوٹے حیلے بنا رہے ہیں۔ اگر فرض کرو یہ لوگ شہر میں ہوں اور کوئی غنیم ادھر ادھر سے گھس آئے پھر ان سے مطالبہ کرے کہ دین اسلام چھوڑ دو۔ جسے بظاہر یہ لوگ اختیار کئے ہوئے ہیں، یا کہے کہ مسلمانوں سے لڑو اور فتنے فساد برپا کرو۔ اس وقت ان کا جھوٹ صاف کھل جائے، فوراً ان مطالبات کی تائید میں نکل پڑیں۔ نہ گھروں کے کھلے ہونے کا عذر کریں نہ لٹنے کا۔ بس بات چیت کرنے اور ہتھیار اٹھا کر لانے میں جو تھوڑی دیر لگے گی اسے مستثنیٰ کر کے ایک منٹ کا توقف نہ کریں۔ اسلام کے ظاہری دعوے سے دستبردار ہو کر فوراً فتنہ و فساد کی آگ میں کود پڑیں۔

منافقین کا عہد اور خلاف ورزی | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”جنگ احد کے بعد انہوں نے اقرار کیا تھا کہ پھر ہم ایسی حرکت نہ کریں گے۔“ اس کی پوچھ اللہ کی طرف سے ہوگی کہ وہ قول و قرار کہاں گیا۔

یعنی جس کی قسمت میں موت ہے وہ کہیں بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا۔ قصائے الہی ہر جگہ پہنچ کر رہے گی اور اگر ابھی موت مقدر نہیں تو میدان سے بھاگنا بے سود ہے۔ کیا میدان جنگ میں سب مارے جاتے ہیں اور فرض کرو بھاگنے سے بچاؤ ہی ہو گیا تو کے دن؟ آخر موت آنی ہے اب نہیں چند روز کے بعد آئے گی اور نہ معلوم کس سختی اور ذلت سے آئے۔

سُوَاءًا وَاَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۖ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِّنْ

برائی یا چاہے تم پر مہربانی ♦ اور نہ پائیں گے اپنے واسطے

دُونِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۱۴ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ

اللہ کے سوا کوئی حمایتی ♦ اور نہ مددگار اللہ کو (خوب) معلوم ہیں

الْمُعْوِقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۚ

جو انکے (روکنے والے ہیں تم میں اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو چلے آؤ ہمارے پاس اور

وَلَا يَأْتُونَ الْبَاسَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۵ أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ

لڑائی میں نہیں آتے مگر کبھی ♦ دریغ رکھتے ہیں (بخل کرتے ہیں) تم سے ♦

فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ

پھر جب آئے ڈر کا وقت تو تو دیکھے ان کو کہ ٹکتے ہیں تیری طرف پھرتی ہیں (چھراتی)

أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَإِذَا

آنکھیں ان کی جیسے کسی پر آئے بے ہوشی موت کی پھر جب

ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَفُوكُمْ بِالْسِّنَةِ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَىٰ

جاتا رہے ڈر کا وقت چڑھ چڑھ بولیں تم پر تیز تیز زبانوں سے ڈھکے (ٹوٹے، گرے) پڑتے ہیں

الْخَبِيرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يُوْثِقُوا فَاْخِطَ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ ۖ

مال پر ♦ وہ لوگ یقین نہیں لائے پھر اکارت کر ڈالے اللہ نے ان کے کئے کام

وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَىٰ اللّٰهِ يَسِيرًا ۝۱۶ يَحْسِبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ

اور یہ ہے اللہ پر آسان ♦ سمجھتے ہیں کہ فوجیں کفار کی نہیں

◆ اللہ کا ارادہ پورا ہو کر رہے گا | یعنی اللہ کے ارادے کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ نہ کوئی تدبیر اور حیلہ اس کے مقابلہ میں کام دے سکتا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ اسی پر توکل کرے اور ہر حالت میں اسی کی مرضی کا طلبگار رہے۔ ورنہ دنیا کی برائی بھلائی یا سختی نرمی تو یقیناً پہنچ کر رہے گی۔ پھر اس کے راستہ میں بزدلی کیوں دکھائے اور وقت پر جان کیوں چرائے جو عاقبت خراب ہو اور دنیا کی تکلیف ہٹ نہ سکے۔

◆ یعنی عرب کی مخالفت سے ڈرتے ہو، اگر اللہ حکم دے تو مسلمان اب تم کو قتل کر ڈالیں۔

◆ منافقین کی منافقت | یعنی ظاہری وضع داری اور دکھاوے کو شرما شرمی کبھی میدان میں آکر نہ ہوتے ہیں ورنہ عموماً گھروں میں بیٹھے عیش اڑاتے اور اپنی برادری کے لوگوں کو بھی جو سچے مسلمان ہیں جہاد میں آنے سے روکتے رہتے ہیں۔

◆ یعنی مسلمانوں کا ساتھ دینے سے دریغ رکھتے ہیں اور ہر قسم کی ہمدردی وہ بھی خواہی سے بخل ہے۔ ہاں غنیمت کا موقع آئے تو حرص کے مارے چاہیں کہ کسی کو کچھ نہ ملے سارا مال ہم ہی سمیٹ کر لے جائیں۔ اسی احتمال پر لڑائی میں قدرے شرکت بھی کر لیتے ہیں۔

◆ منافقین کی لفاظی | یعنی آڑے وقت رفاقت سے جی چراتے ہیں، ڈر کے مارے جان نکلتی ہے اور فتح کے بعد آکر باتیں بناتے اور سب سے زیادہ مردانگی جتاتے ہیں اور مال غنیمت پر مارے حرص کے گرے پڑتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق طعن و تشنیع سے زبان درازی کرتے ہیں۔

◆ بے ایمان کا عمل | یعنی جب اللہ و رسول پر ایمان نہیں تو کوئی عمل مقبول نہیں ہو سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جہاں جہاں اعمال کا ذکر ہے تو فرمایا کہ یہ اللہ پر آسان ہے۔ یعنی بظاہر اللہ تعالیٰ کے عدل و حکمت کو دیکھتے ہوئے تعجب ہوتا ہے اور یہ بات بھاری معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی کی محنت کو ضائع کر دے۔ لیکن اس لئے بھاری نہیں رہتی کہ خود عمل ہی کے اندر ایسی خرابی چھپی ہوتی ہے جو کسی طرح اس کو درست نہیں ہونے دیتی۔ جیسے بے ایمان کا عمل کہ ایمان شرط اور روح ہے ہر عمل کی، بدون اس کے عمل مردہ ہے پھر قبول کس طرح ہو۔ کافر کتنی ہی محنت کرے سب اکارت ہے۔

يَذْهَبُوا ۚ وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُمْ

پھر گئیں اور اگر آجائیں وہ فوجیں تو آرزو کریں کسی طرح ہم

بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَاءِكُمْ ۖ وَلَوْ

باہر نکلے ہوئے ہوں گاؤں میں پوچھ لیا کریں تمہاری خبریں اور اگر

كَانُوا فِيكُمْ مَّا قَتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۖ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ

ہوں تم میں لڑائی نہ کریں مگر بہت تھوڑی تمہارے لیے بھلی (مفید) تھی

فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ

سیکھنی رسول اللہ کی چال اس کے لیے جو کوئی (کہ) امید رکھتا ہے اللہ کی اور

الْيَوْمِ الْآخِرِ وَذَكَرَ اللَّهُ كَثِيرًا ۖ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ

بچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا اور جب دیکھیں مسلمانوں نے

الْأَحْزَابَ ۖ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۖ وَ

فوجیں بولے یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اور

صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا تَرَاذَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا

سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور ان کو اور بڑھ گیا یقین

وَتَسْلِيمًا ۚ ۖ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا

اور اطاعت کرنا ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا

عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ ۚ وَمِنْهُمْ

عہد کیا تھا اللہ سے پھر کوئی تو ان میں ہوا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں

منافقین کی بزدلی | یعنی کفار کی فوجیں نا کامیاب واپس جا چکیں لیکن ان ڈر پوک منافقوں کو ان کے چلے جانے کا یقین نہیں آتا۔ اور فرض کیجئے کفار کی فوجیں پھر لوٹ کر حملہ کر دیں تو ان کی تمنا یہ ہوگی کہ اب وہ شہر میں بھی نہ ٹھہریں جب تک لڑائی رہے کسی گاؤں میں رہنے لگیں اور وہیں دور بیٹھے آنے جانے والوں سے پوچھ لیا کریں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ لڑائی کا نقشہ کیسا ہے۔

یعنی باتوں میں تمہاری خیر خواہی جتائیں اور لڑائی میں زیادہ کام نہ دیں۔ محض مجبوری کو برائے نام شرکت کریں۔

آنحضرت ﷺ کا اُسوہ حسنہ | یعنی پیغمبر کو دیکھو، ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں۔ حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر ان ہی پر ہے۔ مگر مجال ہے پائے استقامت ذرا جنبش کھا جائے۔ جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے۔ چاہئے کہ ہر معاملہ، ہر ایک حرکت و سکون اور نشست و برخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور ہمت و استقلال وغیرہ میں ان کی چال سیکھیں۔

صحابہ کرامؓ کا ایمان کامل | یعنی بکے مسلمانوں نے جب دیکھا کہ کفر کی فوجیں اکٹھی ہو کر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہیں تو بجائے مذہب یا پریشان ہونے کے ان کی اطاعت شعاری کا جذبہ اور ان کا یقین اللہ و رسول کے وعدوں پر اور زیادہ بڑھ گیا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کی خبر اللہ و رسول نے پہلے سے دے رکھی تھی اور جس کے متعلق ان کا وعدہ ہو چکا تھا جیسا کہ سورۃ بقرہ میں فرمایا۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَهْمُ الْمَاءِ وَالضُّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ الْآلَا اِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ (بقرہ۔ رکوع ۲۶) اور سورۃ ص میں جو مکیہ ہے فرمایا تھا۔ جُنْدُمَا هَٰذَا لَکَ مَهْزُومٌ مِنَ الْاَحْزَابِ (ص۔ رکوع ۱)

مَنْ يَنْتَظِرْ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۝ لِيَجْزِيَ اللَّهُ

راہ دیکھ رہا اور بدلہ نہیں ایک ذرہ تاکہ بدلے دے اللہ

الصُّدُوقِينَ بِصُدُقِهِمْ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ

چوں کو ان کے سچ کا اور عذاب کرے (دے) منافقوں پر (کو) اگر چاہے

أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

یا توبہ ڈالے ان کے دل پر بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان

وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمُرِينَا لَوْ أَخِيرَاهُ وَ

اور پھیر دیا اللہ نے منکروں کو اپنے غصہ میں بھرے ہوئے ہاتھ نہ لگی کچھ بھلائی اور

كَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ۝

اپنے اوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اور ہے اللہ زور آور زبردست

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ

اور اتار دیا ان کو جو ان کے پشت پناہ (مددگار) ہوئے تھے اہل کتاب سے ان کے

صِبَا صَبِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ ۖ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ

قلعوں سے اور ڈال دی ان کے دلوں میں دھاک (ڈر، دہشت) کتنوں کو تم جان سے مارنے لگے

وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ۖ وَأَوْرَثَكُمُ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ

اور کتنوں کو قید کر لیا اور تم کو دلائی (ملائی) ان کی زمین اور ان کے گھر

◆ صحابہ کرامؓ کے ایمان و عزم کا بیان | یعنی منافقین نے جو عہد کیا تھا پچھلے رکوع میں گزر چکا۔ "وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللَّهَ

مِنْ قَبْلُ لَا يُؤَلُّونَ الْأَذْهَانَ" اے توڑ کر بجائی کے ساتھ میدان جنگ سے ہٹ گئے۔ ان کے برعکس کتنے بکے مسلمان ہیں جنہوں

نے اپنا عہد و پیمان سچا کر دکھلایا۔ بڑی بڑی سختیوں کے وقت دین کی حمایت اور پیغمبر کی رفاقت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ اللہ

و رسول کو جو زبان دے چکے تھے، پہاڑ کی طرح اس پر جے رہے۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنا ذمہ پورا کر چکے۔ یعنی جہاد ہی میں

جان دے دی جیسے شہدائے بدر واحد جن میں سے حضرت انس بن العسر رضی اللہ عنہ کا قصہ بہت مشہور ہے اور بہت مسلمان وہ ہیں جو نہایت اشتیاق کے ساتھ موت فی سبیل اللہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب کوئی معرکہ پیش آئے جس میں ہمیں بھی شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ بہر حال دونوں قسم کے مسلمانوں نے (جو اللہ کی راہ میں جان دے چکے، اور جو مشتاق شہادت ہیں) اپنے عہد و پیمان کی پوری حفاظت کی اور اپنی بات سے ذرہ بھر نہیں بدلے۔

حضرت طلحہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد **فائدہ** حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حضرت طلحہ کو فرمایا **هَذَا مِمَّنْ قُضِيَ نَجَاتُهُ** (یہ ان میں سے ہے جو اپنا ذمہ پورا کر چکے) گویا ان کو اسی زندگی میں شہید قرار دے دیا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لئے اپنے ہاتھ پر تیر دکتے رہے حتیٰ کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه۔ یعنی جو عہد کے بچے اور قول و قرار کے سچے رہے ان کو سچ پر جسے رہنے کا بدلہ ملے اور بد عہد دعا باز منافقوں کو چاہے سزا دے اور چاہے توبہ کی توفیق دے کر معاف فرمادے۔ اس کی مہربانی سے کچھ بعید نہیں

کفار کی شکست یعنی کفار کا لشکر ذلت و ناکامی سے بچ و تاب کھاتا اور غصہ سے دانت پیتا ہوا میدان چھوڑ کر واپس ہوا، نہ فتح ملی نہ کچھ سامان ہاتھ آیا۔ ہاں عمرو بن عبدود جیسا ان کا نامور سوار جسے لوگ ایک ہزار سواروں کے برابر گنتے تھے اس لڑائی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے کھیت رہا۔ مشرکین نے درخواست کی کہ دس ہزار لے کر اس کی لاش ہمیں دے دی جائے۔ آپ نے فرمایا وہ تم لے جاؤ، ہم مردوں کا شمن کھانے والے نہیں۔

یعنی مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہوا کا طوفان اور فرشتوں کا لشکر بھیج کر وہ اثر پیدا کر دیا کہ کفار از خود سر اسیمہ اور پریشان حال ہو کر بھاگ گئے۔ اللہ کی زبردست قوت کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔

بنی قریظہ کا بیان یہ یہود "بنی قریظہ" ہیں۔ مدینہ کے شرقی جانب ان کا مضبوط قلعہ تھا اور پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کئے ہوئے تھے۔ جنگ احزاب کے موقع پر حییٰ ابن اخطب کے اغواء سے تمام معاہدات بالائے طاق رکھ کر مشرکین کی مدد پر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے بعض نے مسلمان عورتوں پر بزدلانہ حملہ کرنا چاہا جس کا جواب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بڑی بہادری سے دیا۔ جب کفار قریش وغیرہ عاجز ہو کر چلے گئے تو "بنو قریظہ" اپنے مضبوط قلعوں میں جا گھسے۔ نبی کریم ﷺ جنگ احزاب سے فارغ ہو کر غسل وغیرہ میں مشغول تھے کہ حضرت جبریل تشریف لائے۔ چہرہ پر غبار کا اثر تھا فرمایا۔ یا رسول اللہ! آپ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ فرشتے ہنوز ہتھیار بند ہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ "بنو قریظہ" پر حملہ کیا جائے۔ فوراً منادی ہو گئی کہ "بنو قریظہ" کے بد عہد یہودیوں پر چڑھائی ہے۔ نہایت سرعت کے ساتھ اسلامی فوج نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ چوبیس بجیس دن محاصرہ جاری رہا۔ آخر محصورین تاب نہ لاسکے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیام بھیجنے شروع کیے۔

بنی قریظہ کے خلاف حضرت سعدؓ کا فیصلہ اخیر میں ان کی طرف سے بات اس پر ٹھہری کہ ہم قلعوں سے باہر آتے ہیں اور "اوس" کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کو حکم ٹھہراتے ہیں (کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے) جو فیصلہ ہمارے حق میں حضرت سعدؓ کر دیں گے۔ ہم کو منظور ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی قبول فرمایا۔ قصہ مختصر سعدؓ تشریف لائے اور بحیثیت ایک مسلم حکم کے فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے سب جوان قتل کر دیئے جائیں اور عورتیں لڑکے سب قید غلامی میں لائے جائیں اور ان کے اموال و جائیداد کے مالک مہاجرین ہوں خدا اور رسول کی مرضی اور ان کی بد عہدی کی سزا یہی تھی۔ اور یہ فیصلہ ٹھیک ان کی مسلمہ آسمانی کتاب "تورات" کے موافق تھا۔ چنانچہ تورات کتاب استثناء اصحاب ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے "جب کسی شہر پر حملہ کرنے کے لئے تو جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے اگر وہ صلح تسلیم کر لیں اور تیرے لئے دروازے کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہو جائیں گے۔ لیکن اگر صلح نہ کریں تو تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دے۔ باقی بچے، عورتیں جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گے۔" اس فیصلہ کے مطابق کئی سو یہودی جوان قتل کئے گئے اور کئی سو عورتیں لڑکے قید ہوئے اور ان کے املاک و اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔

وَأَمْوَالُهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطْوُهَا ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ

اور ان کے مال اور ایک زمین کہ جس پر نہیں پھیرے (رکھے) تم نے اپنے قدم اور ہے اللہ سب

شَيْءٍ قَدِيرًا ۚ يَأْتِيهَا النَّبِيُّ قُلٌّ لِّأَزْوَاجِكَ إِن

کچھ کر سکتا ۛ اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو اگر

كُنْتُمْ تُرْدُنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

تم چاہتی ہو دنیا کی زندگی اور یہاں کی رونق تو آؤ

أُمْتَعِكُنَّ وَأُسْرِحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ

کچھ فائدہ پہنچا دوں تم کو اور رخصت کر دوں بھلی طرح سے رخصت کرنا اور اگر تم

تُرْدُنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْأَرْضَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ

چاہتی ہو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے

أَعَدَّ لِمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۚ يُنْسَاءُ النَّبِيُّ

رکھ چھوڑا ہے ان کے لیے جو تم میں نیکی پر ہیں بڑا ثواب ۛ اے نبی کی عورتو

مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُضَعَفْ لَهَا

جو کوئی کر لائے تم میں کام بے حیائی کا صریح دو ٹوٹا ہوا اس کو

الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۚ

عذاب دوہرا اور ہے یہ اللہ پر آسان ۛ

صحابہ کرامؓ کو اموال و اراضی کا عطیہ | یہ زمین جو مدینہ کے قریب ہاتھ لگی حضرت نے
مہاجرین پر تقسیم کر دی۔ ان کے گزران کا ٹھکانا ہو گیا اور انصار پر سے ان کا خرچ ہلکا ہوا۔ اور دوسری
زمین سے مراد خیبر کی زمین ہے جو اس کے دو برس بعد ہاتھ لگی اس سے حضرت کے سب اصحابؓ

آسودہ ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دوسری زمین مکہ کی ہے بعض نے فارس و روم کی زمینیں مراد لی ہیں جو آپ کے بعد خلفاء کے ہاتھوں سے فتح ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ قیامت تک جو زمینیں فتح کی جائیں سب اس میں شامل ہیں واللہ اعلم۔

آیت تنخیر اور ازواج مطہرات | حضرت کی ازواج نے دیکھا کہ لوگ آسودہ ہو گئے چاہا کہ ہم بھی آسودہ ہوں۔ ان میں سے بعض نے آنحضرت ﷺ سے گفتگو کی کہ ہم کو مزید نفقہ اور سامان دیا جائے جس سے عیش وترف کی زندگی بسر کر سکیں حضرت کو یہ باتیں شاق گذریں۔ قسم کھالی کہ ایک مہینہ گھر میں نہ جائیں گے۔ مسجد کے قریب ایک بالا خانہ میں علیحدہ فروکش ہو گئے۔ صحابہ مضطرب تھے۔ ابو بکر و عمر اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح یہ گتھی سلجھ جائے۔ انہیں زیادہ فکر اپنی اپنی صاحبزادیوں (عائشہ اور حفصہ) کی تھی کہ پیغمبر کو ملول کر کے اپنی عاقبت نہ خراب کر بیٹھیں۔ دونوں نے دونوں کو دھمکایا اور سمجھایا۔ پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ انس اور بے تکلفی کی باتیں کیں۔ آپ قدرے منشرح ہوئے ایک ماہ بعد یہ آیت تنخیر اتری۔ یعنی اپنی ازواج سے صاف صاف کہہ دو کہ دور استوں میں سے ایک انتخاب کر لیں۔ اگر دنیا کی عیش و بہار اور امیرانہ ٹھاٹھ چاہتی ہیں تو کہہ دو کہ میرے ساتھ تمہارا نباہ نہیں ہو سکتا۔ آؤ کہ میں کچھ دے دلا کر (یعنی کپڑوں کا جوڑا جو مطلقہ کو دیا جاتا تھا) تم کو خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں (یعنی شرعی طریقہ سے طلاق دے دوں) اور اگر اللہ رسول کی خوشنودی اور آخرت کے اعلیٰ مراتب کی طلب ہے تو پیغمبر کے پاس رہنے میں اس کی کمی نہیں۔ جو آپ کی خدمت میں صلاحیت سے رہے گی اللہ کے یہاں اس کے لئے بہت بڑا اجر تیار ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہیں۔

امہات المؤمنین کا فیصلہ | نزول آیت کے بعد آنحضرت ﷺ گھر میں تشریف لائے اول عائشہ کو حکم سنایا۔ انہوں نے اللہ و رسول کی مرضی اختیار کی۔ پھر سب ازواج نے ایسا ہی کیا۔ دنیا کے عیش و عشرت کا تصور دلوں سے نکال ڈالا۔ حضرت کے ہاں ہمیشہ اختیاری فقر و فاقہ رہتا تھا جو آتا شباب اٹھا دیتے تھے۔ پھر قرض لینا پڑتا اسی زندگی پر ازواج مطہرات راضی تھیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ ”جو نیکی پر رہیں ان کو بڑا ثواب ہے۔ حضرت کی ازواج سب نیک ہی رہیں۔ اَلطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ۔ مگر حق تعالیٰ قرآن میں صاف خوشخبری کسی کو نہیں دیتا تا نذر نہ ہو جائے۔ خاتمہ کا ڈر لگا رہے یہی بہتر ہے۔ آگے ان عورتوں کو خطاب ہے جو نبی کی معیت اختیار کر لیں کہ انکا درجہ اس نسبت کی وجہ سے بہت بلند ہے چاہئے کہ ان کی اخلاقی اور روحانی زندگی اس معیار پر ہو جو اس مقام رفیع کے مناسب ہے کیونکہ علاوہ ان کی ذاتی بزرگی کے وہ امہات المؤمنین ہیں۔ مائیں اپنی اولاد کی بڑی حد تک ذمہ دار ہوتی ہیں۔ لازم ہے کہ ان کے اعمال و اخلاق امت کے لئے اسوۂ حسنہ بنیں۔

بڑے کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے۔ اگر بالفرض تم میں کسی سے کوئی بد اخلاقی کا کام ہو جائے تو جو سزا اوروں کو اس پر ملتی اس سے دگنی سزا ملے گی۔ اور اللہ پر یہ آسان ہے یعنی تمہاری وجاہت اور نسبت زوجیت مزادینے سے اللہ کو روک نہیں سکتی۔

وَمَنْ يَفْنُتْ مِنْكُنْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا

اور جو کوئی تم میں اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور عمل کرے اچھے

نُؤْتِيهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ﴿۳۱﴾

دیویں ہم اس کو اس کا ثواب دوبار اور رکھی ہے ہم نے اس کے واسطے روزی عزت کی

يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ

اے نبی کی عورتو! تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی عورتیں اگر تم ڈر رکھو

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ

سو تم دب کر بات نہ کرو پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں

مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ

روگ ہے اور کہو بات معقول اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ

اور دکھلائی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت (جاہلیت) کے وقت میں اور قائم رکھو نماز

وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ

اور دیتی رہو زکوٰۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اس کے رسول کی اللہ یہی

اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والو (اس گھر والوں سے) اور ستھرا کر دے تم کو

◆ امہات المؤمنین سے دو گنے اجر کا وعدہ یعنی نیکی اور اطاعت پر جتنا اجر دوسروں کو ملے اس سے دو گنا ملے گا۔ اور مزید

برآں ایک خاص روزی عزت کی عطا ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یہ بڑے درجہ کا لازمہ ہے کہ نیکی کا ثواب دونا اور برائی

کا عذاب دونا۔“ خود پیغمبر علیہ السلام کو فرمایا۔ ”إِذَا لَا ذَنْبَكَ ضَعْفَ الْحَيَاةِ وَضَعْفَ الْمَمَاتِ“ (اسراء۔ رکوع ۸)

◆ **امہات المؤمنین کا مقام عظمت** | یعنی تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تم کو سید المرسلین کی زوجیت کے لئے انتخاب فرمایا اور امہات المؤمنین بنایا۔ لہذا اگر تقویٰ و طہارت کا بہترین نمونہ پیش کرو گی جیسا کہ تم سے متوقع ہے۔ اس کا وزن اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہوگا۔ اور بالفرض کوئی بری حرکت سرزد ہو تو اسی نسبت سے وہ بھی بہت زیادہ بھاری اور سنجیدگی سے غرض بھلائی کی جانب ہو یا برائی کی عام مومنات سے تمہاری پوزیشن ممتاز رہے گی۔

◆ **عورتوں کیلئے مردوں سے بات کرنے کا ادب** | یعنی اگر تقویٰ اور خدا کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے (جس کی ضرورت خصوصاً امہات المؤمنین کو پیش آتی رہتی ہے) نرم اور دلکش لہجہ میں کلام نہ کرو۔ بلاشبہ عورت کی آواز میں قدرت نے طبعی طور پر ایک نرمی اور نزاکت رکھی ہے۔ لیکن پاکہاز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہئے کہ حتی المقدور غیر مردوں سے بات کرنے میں یہ تکلف ایسا لب و لہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہو اور کسی بد باطن کے قلبی میلان کو اپنی طرف جذب نہ کرے۔ امہات المؤمنین کو اس بارہ میں اپنے مقام بلند کے لحاظ سے اور بھی زیادہ احتیاط لازم ہے تاکہ کوئی بیمار اور روکی دل کا آدمی بالکل اپنی عاقبت تباہ نہ کر بیٹھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”یہ ایک ادب سکھایا کہ کسی مرد سے بات کہو تو اس طرح کہو جیسے ماں کہے بیٹے کو۔ اور بات بھی بھلی اور معقول ہو۔“

◆ **عورتوں کے لئے گھروں میں بیٹھنے کا حکم اور پردے کا بیان** | یعنی اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتی اور اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس بد اخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کر سکتا ہے اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔ امہات المؤمنین کا فرض اس معاملہ میں بھی اوروں سے زیادہ مؤکد ہوگا جیسا کہ ”لَسْتُنَّ كَأَخِدٍ مِنَ النِّسَاءِ“ کے تحت میں گذر چکا۔ باقی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کی بناء پر بدون زیب و زینت کے مبتذل اور ناقابل اعتناء لباس میں مستتر ہو کر احیاناً باہر نکلتا بشرطیکہ ماحول کے اعتبار سے فتنہ کا مظنہ نہ ہو، بلاشبہ اس کی اجازت نصوص سے نکلتی ہے اور خاص از واج مطہرات کے حق میں بھی اس کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ متعدد واقعات سے اس طرح نکلنے کا ثبوت ملتا ہے لیکن شارع کے ارشادات سے یہ بدلبہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پسند اسی کو کرتے ہیں کہ ایک مسلمان عورت بہر حال اپنے گھر کی زینت بنے اور باہر نکل کر شیطان کو تاک جھانک کا موقع نہ دے۔ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ ”حجاب شرعی“ میں ہے۔ رہا ستر کا مضمون یعنی عورت کے لیے کن اعضاء کو کن مردوں کے سامنے کھلا رکھنا جائز ہے۔ اس کا بیان سورہ نور میں گذر چکا۔ تنبیہ | جو احکام ان آیات میں بیان کیے گئے تمام عورتوں کے لئے ہیں۔ از واج مطہرات کے حق میں چونکہ ان کا تاکدواہتمام زائد تھا اس لئے لفظوں میں خصوصیت کے ساتھ مخاطب ان کو بنایا گیا۔ میرے نزدیک بِنِسَاءِ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيَّنَةٍ سے لَسْتُنَّ كَأَخِدٍ مِنَ النِّسَاءِ تک ان احکام کی تمہید تھی۔ تمہید میں دو شقیں ذکر کی تھیں۔ ایک عیائی کی بات کا ارتکاب۔ اس کی روک تھام فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ سے تَبْرُجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى تک کی گئی۔ دوسری اللہ و رسول کی اطاعت اور عمل صالح، آگے وَ أَقِمْنَ الصَّلَاةَ سے أَجْرًا عَظِيمًا تک اس کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ برائی کے مواقع سے بچنا اور نیکی کی طرف سبقت کرنا سب کے لئے ضروری ہے مگر از واج مطہرات کے لئے سب عورتوں سے زیادہ ضروری ہے۔ ان کی ہر ایک بھلائی برائی وزن میں دو گنی قرار دی گئی۔ اس تقریر کے موافق ”فَاحِشَةٍ مُّبَيَّنَةٍ“ کی تفسیر بھی بے تکلف سمجھ میں آگئی ہوگی۔

◆ یعنی اوروں سے بڑھ کر ان چیزوں کا اہتمام رکھو۔ کیونکہ تم نبی سے اقرب اور امت کے لئے نمونہ ہو۔

تَطْهِيرًا ۳۳) وَادْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ

ایک سقرائی سے ♦ اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی

آيَةُ اللَّهِ وَالْحِكْمَةُ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۴

باتیں ♦ اور عقل مندی کی ♦ مقرر اللہ ہے بھید جاننے والا خبردار

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

تحقیق مسلمان مرد ♦ اور مسلمان عورتیں ♦ اور ایمان دار مرد ♦ اور ایمان دار عورتیں

وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَ

اور بندگی کرنے والے مرد ♦ اور بندگی کرنے والی عورتیں ♦ اور سچے مرد ♦ اور سچی عورتیں اور

الصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَشِيعِينَ وَالْخَشِيعَاتِ وَ

محنت جھیلنے والے مرد اور محنت جھیلنے والی عورتیں ♦ اور دبے رہنے والے مرد اور دبے رہنے والی عورتیں ♦ اور

الْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَ

خیرات کرنے والے مرد ♦ اور خیرات کرنے والی عورتیں ♦ اور روزہ دار مرد ♦ اور روزہ دار عورتیں اور

الْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا

حفاظت کرنے والے مرد اپنی شہوت کی جگہ کو اور حفاظت کرنے والی عورتیں ♦ اور یاد کرنے والے مرد اللہ کو بہت سا

وَالذَّاكِرَاتِ ۚ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۳۵

♦ اور یاد کرنے والی عورتیں ♦ رکھی ہے اللہ نے ان کے واسطے معافی ♦ اور ثواب بڑا

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

اور کام نہیں کسی ایمان دار مرد کا ♦ اور نہ ایمان دار عورت کا ♦ جب کہ مقرر کر دے اللہ اور اس کا رسول

◆ **نبی کے گھر والوں کیلئے اللہ کا ارادہ** | یعنی اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر خوب پاک و صاف

کردے اور ان کے رتبہ کے موافق ایسی قلبی صفائی اور اخلاقی ستھرائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز و فائق ہو (جس کی طرف يُطَهِّرْكُمْ کے بعد تَطْهِیرًا بڑھا کر اشارہ فرمایا ہے) یہ تطہیر و اذہاب رجس اس قسم کی نہیں جو آیت وضوء میں وَلَیْکِنْ یُسْرِیْذُ لِیُطَهِّرْکُمْ وَلَیْسَتْ نِعْمَتُهُ عَلَیْکُمْ (مائدہ - رکوع ۲) سے یا "بدر" کے قصہ میں لِیُطَهِّرْکُمْ بِهِ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطَانِ (انفال - رکوع ۲) سے مراد ہے۔ بلکہ یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو کمال اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں بن جاتے ہاں محفوظ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ لفظ یُرِیْذُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ الْخَ فرماتا اور اَرَادَ اللّٰهُ نَہ فرماتا خود اس کی دلیل ہے کہ اہل بیت کے لئے عصمت ثابت نہیں تنبیہ |

لفظ اہل بیت کی تفسیر | نظم قرآن میں تدبر کرنے والے کو ایک لمحہ کے لئے اس میں شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہاں اہل بیت کے مدلول میں ازواج مطہرات یقیناً داخل ہیں۔ کیونکہ آیت ہذا سے پہلے اور پیچھے پورے رکوع میں تمام تر خطابات ان ہی سے ہوئے ہیں اور "بیوت" کی نسبت بھی پہلے وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ میں اور آگے وَادْخُلْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ میں ان کی طرف کی گئی ہے اسکے علاوہ قرآن میں یہ لفظ عموماً اسی سیاق میں مستعمل ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کو خطاب کرتے ہوئے ملائکہ نے فرمایا اتَّعَجِبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ (ہود - رکوع ۷) مطلقہ عورت باوجود یکہ نکاح سے نکل چکی مگر عدت منقضی ہونے سے پہلے بیوت کی نسبت اسی کی طرف کی گئی چنانچہ فرمایا۔ "لَا تَخْرُجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوتِهِنَّ" (طلاق - رکوع ۱) حضرت یوسف کے قصہ میں "بیت" کو زلیخا کی طرف منسوب کیا۔ "وَرَاوَدَتْهُ الْفَاحِشَةُ الْیَھُودَیَ بِیْتِهَا" (یوسف - رکوع ۳) بہر حال اہل بیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے بلکہ آیت کا خطاب اولاً ان ہی سے ہے لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہل بیت (گھر والوں) میں شامل ہیں بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ مسند احمد کی ایک روایت میں احق کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے آپ کا حضرت فاطمہ علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لپیکر "اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَیْتِیْ" وغیرہ فرمانایا حضرت فاطمہ کے مکان کے قریب گذرتے ہوئے "الصَّلٰوةُ اَهْلَ الْبَیْتِ یُرِیْذُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمْ الرَّجْسَ" الخ سے خطاب کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج کے حق میں ہوا اور ان ہی سے خطاب ہو رہا ہے مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل ہیں باقی ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآنی کی اولین مخاطب تھیں اس لئے ان کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

◆ یعنی قرآن و سنت میں جو اللہ کے احکام اور داناتی کی باتیں ہیں، انہیں سیکھو، یاد کرو، دوسروں کو سکھاؤ اور اللہ کے احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

◆ اس کی آیتوں میں بڑے باریک بھید اور پتے کی باتیں ہیں اور وہ ہی جانتا ہے کہ کون اس امانت کے اٹھانے کا اہل ہے اس نے اپنے لطف و مہربانی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے لئے اور تم کو ان کی زوجیت کے لئے چن لیا۔ کیونکہ وہ ہر ایک کے احوال و استعداد کی خبر رکھتا ہے کوئی کام یوں ہی بے جوڑ نہیں کر سکتا۔

◆ یعنی تکلیفیں اٹھا کر اور سختیاں جھیل کر احکام شریعت پر قائم رہنے والے۔

◆ یعنی تواضع و خاکساری اختیار کرنے والے یا نماز خشوع و خضوع سے ادا کرنے والے۔

◆ قرآن میں عورتوں کا خصوصی تذکرہ | بعض ازواج مطہرات نے کہا تھا کہ قرآن میں اکثر جگہ مردوں کا ذکر ہے عورتوں کا کہیں نہیں

اور بعض نیک بخت عورتوں کو خیال ہوا کہ آیات سابقہ میں ازواج نبی کا ذکر تو آیا عام عورتوں کا کچھ حال بیان نہ ہوا اس پر یہ آیت اتری۔ تاہلی ہو جائے کہ عورت ہو یا مرد کسی کی محنت اور کمائی اللہ کے یہاں ضائع نہیں جاتی۔ اور جس طرح مردوں کو روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لئے بھی یہ میدان کشادہ ہے۔ یہ طبقہ اثاث کی دلجمعی کے لئے تصریح فرمادی۔ ورنہ جو احکام مردوں کے قرآن میں آئے وہی عموماً عورتوں پر عائد ہوتے ہیں۔ جداگانہ نام لینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں خصوصی احکام الگ بتلا دیئے گئے ہیں۔

أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخَيْرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ

کوئی کام کہ ان کو رہے اختیار اپنے کام کا اور جس نے نافرمانی کی

اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُبِينًا ۝ ۳۹ وَإِذْ

اللہ کی اور اس کے رسول کی سودہ راہ بھولا صریح چوک کر اور جب

تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ

تو کہنے لگا اس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا رہنے دے

عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخَفِّفُ فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ

اپنے پاس اپنی جو رو کو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز جس کو

مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ

اللہ کھولا جاتا ہے اور ڈرتا تھا لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہئے ڈرنا تجھ کو

فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ

پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا تانہ رہے

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا

مسلمانوں پر گناہ نکاح کر لینا جو روئیں اپنے لے پالکوں کی جب وہ تمام کر لیں

مِنْهُنَّ وَطَرًا ۖ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝ ۴۰ مَا كَانَ عَلَى

ان سے اپنی غرض اور ہے اللہ کا حکم بجالانا نبی پر

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا امیرہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیں۔ یہ زید اصل سے شریف عرب تھے۔ لیکن لڑکپن میں کوئی ظالم ان کو پکڑ لایا اور غلام بنا کر مکہ کے بازار میں بیچ گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خرید لیا اور کچھ دنوں بعد آنحضرت ﷺ کو بہہ کر دیا۔ جب یہ ہشیار ہوئے تو ایک تجارتی سفر کی تقریب سے اپنے وطن کے قریب سے گزرے،

فیہم

وہاں ان کے اعزہ کو پہنچ گیا۔ آخر ان کے والد، چچا اور بھائی حضرت کی خدمت میں پہنچے کہ آپ معاوضہ لے کر ہمارے حوالہ کر دیں، فرمایا کہ معاوضہ کی ضرورت نہیں، اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے خوشی سے لے جاؤ۔ انہوں نے حضرت زیدؓ سے دریافت کیا۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ میں حضرت کے پاس سے جانا نہیں چاہتا۔ آپ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور ماں باپ سے زیادہ چاہتے ہیں۔ حضرت نے ان کو آزاد کر دیا اور معافی بنا لیا۔ چنانچہ لوگ اس زمانہ کے رواج کے مطابق ”زید بن محمد“ کہہ کر پکارنے لگے تا آنکہ آیت ”ادْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ“ نازل ہوئی۔ اس وقت ”زید بن محمد“ کی جگہ ”زید بن حارثہ“ رہ گئے چونکہ قرآن کے حکم کے موافق ان کے نام سے اس نسبت عظیمہ کا شرف جدا کر لیا گیا تھا شاید اس کی تلائی کے لئے تمام صحابہ کے مجمع میں سے صرف ان کو یہ خاص شرف بخشا گیا کہ ان کا نام قرآن میں تصریحاً وارد ہوا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ ”فَلَمَّا قُضِيَ زَيْدُهَا وَطَرًا“

حضرت زید بن حارثہ کے نکاح کا حکم | بہر حال حضرت زینبؓ کی خاندانی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی اور زید بن حارثہ بظاہر داغ غلامی اٹھا کر آزاد ہوئے تھے اس لئے ان کی نیز ان کے بھائی کی مرضی زیدؓ سے نکاح کرنے کی نہ تھی لیکن اللہ و رسول کو منظور تھا کہ اس طرح کی موہوم تفریقات و امتیازات نکاح کے راستہ میں حائل نہ ہوا کریں۔ اس لئے آپ نے زینبؓ اور ان کے بھائی پر زور دیا کہ وہ اس نکاح کو قبول کر لیں۔ اسی وقت یہ آیت اتری اور ان لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ و رسول کی مرضی پر قربان کر دیا اور زینبؓ کا نکاح زید بن حارثہ سے ہو گیا۔ یعنی زیدؓ نے طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی، زینبؓ سے کچھ غرض مطلب نہ رہا۔

آنحضرتؐ اور حضرت زینبؓ کے نکاح کا واقعہ | حضرت زینبؓ زیدؓ کے نکاح میں آئیں تو وہ ان کی آنکھوں میں حقیر لگتا۔ مزاج کی موافقت نہ ہوئی۔ جب آپؐ میں لڑائی ہوئی تو زیدؓ آ کر حضرت سے ان کی شکایت کرتے اور کہتے میں اسے چھوڑتا ہوں حضرت منع فرماتے کہ میری خاطر اور اللہ و رسول کے حکم سے اس نے تجھ کو اپنی منشاء کے خلاف قبول کیا۔ اب چھوڑ دینے کو وہ اور اس کے عزیز و دوسری ذلت سمجھیں گے اس لئے خدا سے ڈر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بگاڑ مت کر۔ اور جہاں تک ہو سکے نباہ کی کوشش کر تا رہ۔ جب معاملہ کسی طرح نہ سلجھا اور بار بار جھگڑے قفسے پیش آتے رہے تو ممکن ہے آپؐ کے دل میں آیا ہو کہ اگرنا چار زیدؓ چھوڑ دے گا تو زینبؓ کی دلجوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کروں لیکن جاہلوں اور منافق کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ کہیں گے اپنے بیٹے کی جو روگھر میں رکھ لی۔ حالانکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ کے نزدیک ”لے پالک“ کو کسی بات میں حکم دینے کا نہیں۔ اور اللہ کو یہ منظور تھا کہ اس جاہلانہ خیال کو اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے عملی طور پر ہدم کر دے تا مسلمانوں کو آئندہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا توحش اور استعکاف ہلکی نہ ہے اس نے پیغمبر علیہ السلام کو مطلع فرمایا کہ میں زینبؓ کو تیرے نکاح میں دینے والا ہوں۔ کیوں دینے والا ہوں؟

حضرت زینبؓ کا نکاح کرنے کی حکمت | اس کو خود قرآن کے الفاظ ”لَسَيَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ خَرَجٌ لِّمَنْ يَزَوِّجُكَ اَدْعِيَانِهِمْ“ صاف صاف ظاہر کر رہے ہیں۔ یعنی آپؐ کے نکاح میں دینے کی غرض یہ تھی کہ لوگوں سے جاہلیت کے اس خیل باطل کا بالکل قلع قمع کر دیا جائے اور کوئی سبکی اور کاوش آئندہ اس معاملہ میں باقی نہ رہے پائے۔ اور شاید ہی حکمت ہوگی جو اول زینبؓ کا نکاح زیدؓ سے سزاور ڈال کر کر لیا گیا۔ کیونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ یہ نکاح زیادہ مدت تک باقی نہ رہے گا۔ چند مصالح مہم تھے جن کا حصول اس عقد پر معلق تھا۔ الحاصل آنحضرتؐ خود اپنے ذاتی خیال اور اس آسمانی پیشین گوئی کے اظہار سے عوام کے طعن و تشنیع کا خیال فرما کر شرماتے تھے اور زیدؓ کو طلاق کا مشورہ دینے میں بھی حیا کرتے تھے لیکن خدا کی خبر سچی ہوتی تھی اور اس کا حکم کوئی دشرعی ضرورت تھا کہ نافذ ہو کر رہے آخر کار زیدؓ نے طلاق دے دی۔ اور عدت گزر جانے پر اللہ نے زینبؓ کا نکاح آنحضرتؐ سے باندھ دیا۔ اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ آپؐ دل میں جو چیز چھپائے ہوئے تھے وہ یہ ہی نکاح کی پیشین گوئی اور اس کا خیال تھا اسی کو بعد میں اللہ نے ظاہر فرما دیا۔ جیسا کہ لفظ ”زَوَّجْنَا نَكْحًا“ سے ظاہر ہے اور اس بات کا تھا کہ بعض لوگ اس بات پر بدگمانی یا بدگوئی کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کر بیٹھیں یا گمراہی میں ترقی نہ کریں چونکہ مصالح مہم شرعیہ کے مقابلہ میں اس قسم کی جھجک بھی پیغمبر کی شان رفیع سے سنازل تھی اس لئے بقاعدہ ”حسنات الامریات المقرین“ اس کو کتاب آمیز رنگ میں بھاری کر کے ظاہر فرمایا گیا۔ جیسا کہ عموماً انبیاء علیہم السلام کی ثلاث کے ذکر میں واقع ہوا ہے۔ تنبیہ | ہم نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نکاح کی خبر پہلے سے دے دی تھی۔ اس کی روایات فتح الباری سورۃ احزاب کی تفسیر میں موجود ہیں۔ باقی جو غلو اور روزگار قصص مقام پر حاطب اللیل مفسرین و مؤرخین نے درج کر دیئے ہیں ان کی نسبت حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ ”لَا يَنْبَغِي التَّشَاغُلُ بِهَا“ اور ابن کثیرؒ لکھتے ہیں ”اَحْبَبْنَا اَنْ نُضْرِبَ عَنْهَا صَفْحًا لَعَلَّكُمْ يَجْهَلُونَ فَلَاحُورُهَا“۔

النَّبِيِّ مِنْ حَرْجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ

کچھ مضائقہ نہیں اس بات میں جو مقرر کر دی اللہ نے اس کے واسطے جیسے دستور رہا ہے اللہ کا

فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا

ان لوگوں میں جو گزرے پہلے اور ہے حکم اللہ کا مقرر

مَقْدُورًا ۝ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَ

نمبر چکا وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں پیغام اللہ کے اور

يَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

ڈرتے ہیں اس سے اور نہیں ڈرتے کسی سے سوائے اللہ کے اور بس ہے اللہ

حَسِيبًا ۝ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن

کفایت کرنے والا محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن

رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر اور ہے اللہ سب چیزوں کو

عَلِيمًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا

جاننے والا اے ایمان والو یاد کرو اللہ کی

متنبی کی بیوہ سے نکاح میں کوئی حرج نہیں | یعنی اللہ کا حکم اٹل ہے جو بات اس کے یہاں
طے ہو چکی ضرور ہو کر رہے گی۔ پھر پیغمبر کو ایسا کرنے میں کیا مضائقہ ہے جو شریعت میں روا ہو گیا۔
انبیاء و رسل کو اللہ کے پیغامات پہنچانے میں اس کے سوا کبھی کسی کا ڈر نہیں رہا۔ (چنانچہ آپؐ نے بھی
پیغام رسانی میں آج تک کسی چیز کی پروا نہیں کی نہ کسی کے کہنے سننے کے خیال سے کبھی متاثر
ہوئے) پھر اس نکاح کے معاملہ میں رکاوٹ کیوں ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں۔

اسی طرح سلیمان علیہ السلام کی کثرت ازواج مشہور ہے۔ جو الزام سلہاء آپ کو دے سکتے ہیں انبیاء سابقین کی لائف میں اس سے بڑھ کر نظریں موجود ہیں۔ لہذا اس طرح کی سفیہانہ اور جاہلانہ نکتہ چینیوں پر نظر نہیں کرنا چاہئے آگے بتلایا ہے کہ زید بن حارثہ جن کو آپ نے متبنی کر لیا تھا آپ کے واقعی بیٹے نہیں بن گئے تھے کہ ان کی مطلقہ سے آپ نکاح نہ کر سکیں۔ اور ایک زید کیا۔ آپ تو مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں۔ کیونکہ آپ کی اولاد میں یا لڑکے ہوئے جو بچپن میں گذر گئے۔ اور بعض اس آیت کے نزول کے وقت پیدا ہی نہیں ہوئے۔ یا بیٹیاں تھیں جن میں سے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی ذریت دنیا میں پھیلی۔

یعنی کسی کو اس کا بیٹا نہ جانو۔ ہاں اللہ کا رسول ہے اس حساب سے سب اس کے روحانی بیٹے ہیں جیسا کہ ہم ”النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ“ کے حاشیہ میں لکھ چکے ہیں۔

آنحضرت خاتم النبیین ہیں | یعنی آپ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ گئی۔ اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی، بس جن کو ملنی تھی مل چکی۔ اسی لئے آپ کی نبوت کا دورہ سب نبیوں کے بعد رکھا جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی اخیر زمانہ میں بحیثیت آپ کے ایک امتی کے آئیں گے خود ان کی نبوت و رسالت کا عمل اس وقت جاری نہ ہوگا۔ جیسے آج تمام انبیاء اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں مگر شش جہت میں عمل صرف نبوت محمدیہ کا جاری و ساری ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام (زمین پر) زندہ ہوتے تو ان کو بھی بجز میرے اتباع کے چارہ نہ تھا۔ بلکہ بعض محققین کے نزدیک تو انبیائے سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء ﷺ کی روحانیت عظمیٰ ہی سے مستفید ہوتے تھے۔ جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں حالانکہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا۔ اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔ بدین لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی بر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے، آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب تبصیر ختم نبوت کے متعلق قرآن، حدیث، اجماع وغیرہ سے سیکڑوں دلائل جمع کر کے بعض علمائے عصر نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مطالعہ کے بعد ذرا تردد نہیں رہتا کہ اس عقیدہ کا منکر قطعاً کافر اور ملت اسلام سے خارج ہے۔

یعنی وہ ہی جانتا ہے کہ رسالت یا ختم نبوت کو کس محل میں رکھا جائے۔

كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً ۖ وَأَصِيلًا ۝ هُوَ الَّذِي

بہت سی یاد اور پاکی بولتے رہو اس کی صبح اور شام ۱۱ وہی ہے جو

يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ

رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے تاکہ نکالے تم کو اندھیروں سے

إِلَى النُّورِ ۖ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ

اجالے میں اور ہے ایمان والوں پر مہربان ۱۲ دعا ان کی جس دن

يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۖ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ۝ يَٰأَيُّهَا

اس سے ملیں گے سلام ہے اور تیار رکھا ہے ان کے واسطے ۱۳ ثواب عزت کا ۱۴ اے

النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَ

نبی ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا ۱۵ اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا ۱۶ اور

دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝ وَبَشِّرِ

بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ ۱۷ اور خوش خبری سنادے

الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝ وَلَا

ایمان والوں کو کہ ان کے لیے ہے خدا کی طرف سے بڑی بزرگی ۱۸ اور کہا

تُطْعَمُ الْكُفْرَيْنَ وَالْمُنْفِقِينَ وَدَعَا أَذْلَهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ

مت مان مکرروں کا اور دعا بازوں کا ۱۹ اور چھوڑ دے ان کا ستانا اور بھروسہ کر

اللَّهُ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝ يَٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا

اللہ پر اور اللہ بس ہے کام بنانے والا ۲۰ اے ایمان والو جب

آنحضرتؐ کی بعثت کیلئے اللہ کا شکر ادا کرو | یعنی حق تعالیٰ نے اتنا بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا۔ اس پر اس کا شکر ادا کرو۔ اور منعم حقیقی کو کبھی نہ بھولو، اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، رات، دن، صبح، شام، ہمہ اوقات اس کو یاد رکھو۔

نزول ملائکہ اور نزول رحمت کا وعدہ | یعنی اللہ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ اپنی رحمت تم پر نازل کرتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے۔ یہی رحمت و برکت ہے جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہالت و ضلالت کی اندھیروں سے علم و تقویٰ کے اجالے میں لاتی ہے۔ اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہو تو دولت ایمان کہاں سے ملے اور کیونکر محفوظ رہے۔ اسی کی مہربانی سے مومنین رشد و ہدایت اور ایمان و احسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں۔ یہ تو دنیا میں ان کا حال ہوا، آخرت کا اعزاز و اکرام آگے مذکور ہے۔

یعنی اللہ ان پر سلام بھیجے گا اور فرشتے سلام کرتے ہوئے ان کے پاس آئیں گے۔ اور مومنین کی آپس میں بھی یہ ہی دعا ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہے۔

آنحضرتؐ کے مناقب | یعنی اللہ کی توحید سکھاتے اور اس کا رستہ بتاتے ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں دل سے اور عمل سے اس پر گواہ ہیں اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ یعنی نافرمانوں کو ڈراتے اور فرمانبرداروں کو خوشخبری سناتے ہیں۔

آپ سراج منیر ہیں | پہلے جو فرمایا تھا کہ اللہ کی رحمت مومنین کو اندھیرے سے نکال کر اجالے میں لاتی ہے۔ یہاں بتا دیا کہ وہ اجالا اس روشن چراغ سے پھیلا ہے۔ شاید چراغ کا لفظ اس جگہ اس معنی میں ہو جو سورہ "نوح" میں فرمایا "وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِمْ نُوْراً" (اللہ نے چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا) یعنی آپ آفتاب نبوت و ہدایت ہیں جسکے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی سب روشنیاں اسی نور اعظم میں محو و غم ہو گئیں۔

امت محمدیہؐ کی فضیلت و برتری | یعنی دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو حضرت کے طفیل سب امتوں پر بزرگی اور برتری دی۔

یعنی جب اللہ نے آپ کو ایسے کمالات اور ایسی برگزیدہ جماعت عنایت فرمائی تو آپ حسب معمول فریضہ دعوت و اصلاح کو پوری مستعدی سے ادا کرتے رہے اور اللہ جو حکم دے اس کے کہنے یا کرنے میں کسی کافر و منافق کی یادہ گوئی کی پروا نہ کیجئے۔

اللہ آپؐ کا کارساز ہے | یعنی اگر یہ بد بخت زبان اور عمل سے آپؐ کو ستائیں تو ان کا خیال چھوڑ کر اللہ پر بھروسہ رکھئے۔ وہ اپنی قدرت و رحمت سے سب کام بنادے گا۔ مکروں کو راہ پر لے آنا یا سزا دینا سب اسی کے ہاتھ میں ہے، آپ کو اس فکر اور الجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ان کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ آپ طعن و تشنیع وغیرہ سے گھبرا کر اپنا کام چھوڑ بیٹھیں۔ اگر بغرض محال آپ ایسا کریں تو گویا ان کا مطلب پورا کر دیں گے اور ان کا کہا مان لیں گے۔ العیاذ باللہ۔

لَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ

تم نکاح میں لاؤ مسلمان عورتوں کو پھر ان کو چھوڑ دو پہلے اس سے کہ

تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا

ان کو ہاتھ لگاؤ سوان پر تم کو حق نہیں عدت میں بٹھلانا کہ گنتی پوری کراؤ

فَمَتَّعُوهُنَّ وَسَرَّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا

سوان کو دو کچھ فائدہ اور رخصت کرو بھلی طرح سے اے نبی ہم نے

أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

حلال رکھیں تجھ کو تیری عورتیں جن کے مہر تو دے چکا ہے اور جو مال ہو

يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ

تیرے ہاتھ کا جو ہاتھ لگا دے تیرے اللہ اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھوں کی بیٹیاں

وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَلَّتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ زَوْ

اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالائوں کی بیٹیاں جنہوں نے وطن چھوڑا تیرے ساتھ اور

أَمْرًا مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ

جو عورت ہو مسلمان اگر بخش دے اپنی جان نبی کو اگر نبی چاہے

أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

کہ اس کو نکاح میں لائے یہ خالص ہے تیرے لیے سوائے سب مسلمانوں کے

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ

ہم کو معلوم ہے جو مقرر کر دیا ہے ہم نے ان پر ان کی عورتوں کے حق میں اور ان کے

مطلقہ قبل صحبت کی عدت | یعنی جو مرد اپنی عورت کو بغیر صحبت کئے طلاق دے اگر اس کا مہر بندھا تھا تو نصف مہر دینا ہوگا ورنہ کچھ فائدہ پہنچا کر (یعنی عرف اور حیثیت کے موافق ایک جوڑا پوشاک دے کر) خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دے۔ اور عورت اسی وقت چاہے تو نکاح کر لے۔ اس صورت میں عدت نہیں۔ (حنفیہ کے نزدیک خلوت صحیحہ بھی صحبت کے حکم میں ہے تفصیل فقہ میں دیکھ لی جائے) یہ مسئلہ یہاں بیان فرمایا۔ حضرت کی ازواج کے ذکر میں جس کا سلسلہ دور سے چلا آتا تھا۔ درمیان میں چند آیات ضمنی مناسبت سے آگئی تھیں۔ یہاں سے پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ جب اس کے نزدیک گئے کہنے لگی اللہ تجھ سے پناہ دے، حضرت نے اس کو جواب دیا کہ تو نے بڑے کی پناہ پکڑی۔ اس پر یہ حکم فرمایا اور خطاب فرمایا، ایمان والوں کو تا معلوم ہو کہ پیغمبر کا خاص حکم نہیں، سب مسلمانوں پر یہ ہی حکم ہے۔ اسی کے موافق حضرت نے اس کو جوڑا دے کر رخصت کر دیا۔ پھر وہ ساری عمر اپنی محرومی پر بچھتا رہی۔

یعنی لونڈیاں، باندیاں جو غنیمت وغیرہ سے ہاتھ لگی ہوں۔

اٰیْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرْجٌ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

ہاتھ کے مال میں تانہ رہے تجھ پر تنگی تانہ رہے اللہ بخشنے والا اور ہے اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ۝ تَرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتُؤَيِّ اِلَيْكَ مَنْ

مہربان پیچھے رکھ دے تو جس کو چاہے ان میں اور جگہ دے اپنے پاس جس کو

تَشَاءُ ۚ وَمِنْ اِبْتِغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۚ

چاہے اور جس کو جی چاہے تیرا ان میں سے جن کو کنارے کر دیا تھا تو کچھ گناہ نہیں تجھ پر

ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ تَقْرَآ عَيْنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ

اس میں قریب ہے کہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں ان کی اور غم نہ کھائیں اور راضی رہیں اس پر

بِمَا اَنْتَبِهْتُهُنَّ كُلُّهُنَّ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۚ

جو تو نے دیا ان سب کی سب کو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ

اور ہے اللہ سب کچھ جاننے والا حلال نہیں تجھ کو عورتیں اس کے

بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَلَوْ اَعْجَبَكَ

بعد اور نہ یہ کہ ان کے بدلے کر لے اور عورتیں اگر چہ خوش لگے تجھ کو

حُسْنُهُنَّ ۚ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

ان کی صورت مگر جو مال ہو تیرے ہاتھ کا اور ہے اللہ ہر

شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ

چیز پر نگہبان اے ایمان والو مت جاؤ نبی کے

آنحضرتؐ کیلئے بلا مہر نکاح کی اجازت | تیری عورتیں جن کا مہر دے چکا یعنی جواب تیرے نکاح میں ہیں خواہ قریش سے ہوں اور مہاجر ہوں یا نہ ہوں سب حلال رہیں، ان میں سے کسی کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ کی بیٹیاں یعنی قریش میں کی جو باپ یا ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں بشرط ہجرت کے حلال ہیں ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ اور جو عورت بخشے نبی کو اپنی جان یعنی بلا مہر کے نکاح میں آنا چاہے وہ بھی حلال ہے اگر آپ اس طرح نکاح میں لانا پسند کریں۔ یہ اجازت خاص پیغمبر کے لئے ہے گو آپ نے کبھی اس پر عمل نہیں کیا (کما فی الفتح) شاید "إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ" کی شرط سے اباحت موجود نہ تھی ہو۔ بہر حال دوسرے مسلمانوں کے لئے وہ ہی حکم ہے جو معلوم ہو چکا "أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ" (نساء رکوع ۴) یعنی بلا مہر نکاح نہیں، خواہ عقد کے وقت ذکر آیا خواہ پیچھے ٹھہرایا یا نہ ٹھہرایا تو مہر مثل (جو اس کی قوم کا مہر ہو) واجب ہوگا۔ پیغمبر پر سے اللہ تعالیٰ نے یہ مہر کی قید اٹھا دی تھی۔ برخلاف مومنین کے کہ ان کو نہ چار سے زائد کی اجازت نہ بدون مہر کے نکاح درست۔

ازواج مطہرات کی تعداد اور اس کی حکمت کا بیان | تنبیہ | آنحضرتؐ نے پچیس سال کی عمر تک جو شباب کی امتگوں کے اصلی دن ہوتے ہیں محض تجربہ میں گزارے۔ پھر اقرباء کے اصرار اور دوسری جانب کی درخواست پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے (جن کی عمر ذمہ چکی تھی اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں) آپ نے عقد کیا۔ تریپن سال کی عمر تک پورے سکون و طمانیت سے اسی پاکباز بیوی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ یہ ہی زمانہ تھا کہ آپ ساری دنیا سے الگ غاروں اور پہاڑوں میں جا کر خدائے واحد کی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ اللہ کی نیک بندی آپ کے لیے توشہ تیار کرتی اور عبادت الہی اور سکون قلبی کے حصول میں آپ کی اعانت و امداد کیا کرتی تھی۔ زندگی کے اس طویل عرصہ میں جو دوسرے لوگوں کے لئے عموماً نفسانی جذبات کی انتہائی ہنگامہ خیزیوں کے اٹھ اٹھ کر ختم ہو جانے کا زمانہ ہوتا ہے، کوئی معاند سے معاند اور کڑے سے کڑے متعصب دشمن بھی ایک حرف ایک نقطہ، ایک شوشہ آپ کی پیغمبرانہ عصمت اور خارق عادت عفاف و پاکبازی کے خلاف نقل نہیں کر سکتا۔ اور واضح رہے کہ یہ اس اکمل البشر کی سیرت کا ذکر ہے جس نے خود اپنی نسبت فرمایا کہ مجھ کو جو جسمانی قوت عطا ہوئی ہے وہ اہل جنت میں سے چالیس مردوں کی برابر ہے جن میں سے ایک مرد کی قوت سو کی برابر ہوگی گویا اس حساب سے دنیا کے چار ہزار مردوں کی برابر قوت حضور کو عطا فرمائی گئی تھی۔ اور بیشک دنیا کے اکمل ترین بشر کی تمام روحانی و جسمانی قوتیں ایسے ہی اعلیٰ اور اکمل بیانہ پر ہونی چاہئیں۔ اس حساب سے اگر فرض کیجئے چار ہزار بیویاں آپ کے نکاح میں ہوتیں تو آپ کی قوت کے اعتبار سے اس درجہ میں شمار کیا جاسکتا تھا جیسے ایک مرد ایک عورت سے نکاح کر لے۔ لیکن اللہ اکبر! اس شدید ریاضت اور ضبط نفس کا کیا ٹھکانہ ہے کہ تریپن سال کی عمر اس تجربہ یازہد کی حالت میں گزار دی۔ پھر حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد اپنے سب سے بڑے جاں نثار و وفادار رفیق کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ سے عقد کیا۔ ان کے سوا آٹھ بیوائیں آپ کے نکاح میں آئیں۔ وفات کے بعد نو موجود تھیں۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت سودہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ، حضرت میمونہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہن وارضاهن

(ان میں پچھلی تین قریشی نہیں) دنیا کا سب سے بڑا بے مثال انسان جو اپنے فطری قویٰ کے لحاظ سے کم از کم چار ہزار بیویوں کا مستحق ہو، کیا نو کا عدد دیکھ کر کوئی انصاف پسند اس پر کثرت ازواج کا الزام لگا سکتا ہے۔

آنحضرتؐ کی ریاضت و مجاہدہ | پھر جب ہم ایک طرف دیکھتے ہیں کہ آپؐ کی عمر تریپن سال سے متجاوز ہو چکی تھی، باوجود عظیم الشان فتوحات کے ایک دن پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے۔ جو آتا اللہ کے راستہ میں دے ڈالتے، اختیاری فقر و فاقہ سے پیٹ کو پتھر باندھتے، مہینوں ازواج مطہرات کے مکانوں سے دھواں نہ نکلتا، پانی اور کھجور پر گزارہ چلتا۔ روزہ پر روزہ رکھتے، کئی کئی دن افطار نہ کرتے، راتوں کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہنے سے پاؤں پر درم ہو جاتا، لوگ دیکھ کر رحم کھانے لگتے، عیش و طرب کا سامان تو کجا، تمام بیویوں سے صاف کہہ دیا تھا کہ جسے آخرت کی زندگی پسند ہو۔ ہمارے ساتھ رہے جو دنیا کا عیش چاہے رخصت ہو جائے۔ ان حالات کے باوجود دوسری طرف دیکھا جاتا ہے کہ سب ازواج کے حقوق ایسے اکمل و احسن طریقہ سے ادا فرماتے جس کا تحمل بڑے سے بڑا طاقتور مرد نہیں کر سکتا۔ اور میدان جنگ میں لشکروں کے مقابلہ پر جب بڑے بڑے جوانمرد بہادر دل چھوڑ بیٹھتے تھے آپؐ پہاڑ کی طرح ڈٹے رہتے اور زبان سے فرماتے ”إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ! أَنَا رَسُولُ اللَّهِ“ اور ”أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔“

تعداد ازواج میں آپؐ کی معجزانہ شان | بیویوں کا تعلق فرائض عبودیت و رسالت کی بجا آوری میں ذرہ برابر فرق نہ ڈالتا۔ نہ کسی سخت سے سخت کٹھن کام میں ایک منٹ کے لئے ضعف و تعب لاحق ہوتا۔ کیا یہ خارق عادت احوال اہل بصیرت کے نزدیک معجزہ سے کچھ کم ہیں؟ حقیقت میں جس طرح آپؐ کا بچپن اور آپؐ کی جوانی ایک معجزہ تھی، بڑھاپا بھی ایک معجزہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپؐ کی پاک زندگی کے ہر ایک دور میں پاک باز متقیوں کے لئے کچھ نمونے رکھ دیئے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی عملی رہبری کر سکیں۔ ازواج مطہرات کی جس نام نہاد کثرت پر مخالفین کو اعتراض ہے وہ ہی امت مرحومہ کے لئے اس کا ذریعہ بنی کہ پیغمبر کا اتباع کرنے والے مرد اور عورتیں ان حکموں اور نمونوں سے بے تکلف واقف ہوں جو بالخصوص باطنی احوال اور خانگی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ گویا کثرت ازواج میں ایک بڑی مصلحت یہ ہوئی کہ خانگی معاشرت اور نسوانی مسائل کے متعلق نبی کے احکام اور اسوہ حسنہ کی اشاعت کافی حد تک بے تکلف ہو سکے۔ نیز مختلف قبائل و طبقات کی عورتوں کے آپؐ کی خدمت میں رہنے سے ان قبائل اور جماعتوں کو آپؐ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا اور اس طرح ان کی وحشت و نفرت بھی کم ہوئی اور اپنے کنبہ کی عورتوں سے آپؐ کی پاکدامنی، خوبی اخلاق، حسن معاملہ اور بے لوث کیر کڑ کو سن کر اسلام کی طرف رغبت بڑھی۔ شیطانی شکوک و اوہام کا ازالہ ہوا، اور اس طرح خدا کے عاشقوں، آپؐ کے فداکاروں اور دنیا کے ہادیوں کی وہ عظیم الشان جماعت تیار ہوئی جس سے زیادہ پرہیزگار و پاکباز کوئی جماعت (بجز انبیاء کے) آسمان کے نیچے کبھی نہیں پائی گئی اور جو کسی برے کیر کڑ رکھنے والے کی تربیت میں محال تھا کہ تیار ہو سکے۔

ازواج کے سلسلے میں آپ کیلئے خصوصی احکام | یعنی واہبہ النفس کے متعلق اختیار ہے قبول کرو یا نہ کرو۔ اور موجودہ بیویوں میں سے جس کو چاہو رکھو یا طلاق دے دو۔ نیز جو بیویاں رہیں آپ پر قسم (باری باری سے رہنا) واجب نہیں، جسے چاہیں باری میں آگے پیچھے کر سکتے ہیں۔ اور جسے کنارے کر دیا ہو اسے دوبارہ واپس لینے کا بھی اختیار ہے۔ یہ حقوق و اختیارات آپ کو دیئے گئے تھے، مگر آپ نے مدت العمر ان سے کام نہیں لیا۔ معاملات میں اس قدر عدل و مساوات کی رعایت فرماتے تھے جو بڑے سے بڑا محتاط آدمی نہیں کر سکتا۔ اس پر بھی اگر قلبی میلان کسی کی طرف بے اختیار ہوتا تو فرماتے۔ ”اَللّٰهُمَّ هَذَا اَقْسَمِيْ فَيَمَّا اَمْلِكُ فَلَا تَلْمِزْنِيْ فَيَمَّا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ“ (اے اللہ! یہ میری قسم ہے ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں، جو چیز صرف تیرے قبضہ میں ہے میرے اختیار میں نہیں اس پر ملامت نہ کیجئے) شاید ”وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا خَلِيْمًا“ میں اسی طرف اشارہ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”کسی مرد کے کئی عورتیں ہوں تو اس پر باری سے سب کے پاس برابر رہنا واجب ہے، حضرت پر یہ واجب نہ تھا۔ اس واسطے کہ عورتیں اپنا حق نہ سمجھیں، تو جو دیں راضی ہو کر قبول کریں (ورنہ روز یہ ہی کشمکش اور جھنجھٹ رہا کرتی، مہمات دین میں خلل پڑتا، اور ازواج کی نظر بھی دنیا سے بالکل یکسو ہو کر مقصد اصلی کی طرف نہ رہتی۔ اسی غم و فکر میں مبتلا رہا کرتیں) پر حضرت نے اپنی طرف سے فرق نہیں کیا سب کی باری برابر رکھی۔ ایک حضرت سودہؓ نے (جب عمر زیادہ ہو گئی) اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخش دی تھی۔“

یعنی جتنی قسمیں ”اِنَّا اَخْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ النَّبِيُّ اَلْح“ میں فرمادیں، اس سے زیادہ حلال نہیں۔ اور جواب موجود ہیں ان کو بدلنا حلال نہیں۔ یعنی یہ کہ ان میں سے کسی کو اس لئے چھوڑ دو کہ دوسری اسکی جگہ کر لاؤ۔ حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ یہ ممانعت آخر کو موقوف ہو گئی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ آپؐ نے نہ اس کے بعد کوئی نکاح کیا نہ ان میں سے کسی کو بدلا۔ آپؐ کی وفات کے وقت سب ازواج برابر موجود رہیں۔

آنحضرتؐ کی کنیزیں | یعنی لونڈی باندی۔ حضرت کی دو حرم مشہور ہیں۔ ایک ماریہ قبطیہ جن کے شکم سے صاحبزادہ حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے بچپن میں انتقال کر گئے۔ دوسری ریحانہ، رضی اللہ عنہما۔

یعنی اللہ کی نگاہ میں ہے جو اس کے احکام و حدود کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں کرتے، اس کا خیال رکھ کر کام کرنا چاہئے۔

النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرِينَ

گمروں میں مگر جو تم کو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ راہ دیکھنے والے

إِنَّهُ وَلَكِنَّ إِذَا دُعِيتُمْ فَأَدْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ

اس کے پکے کی لیکن جب تم کو بلائے تب جاؤ پھر جب کھا چکو

فَانْتَشَرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ

تو آپ آپ کو چلے جاؤ اور نہ آپس میں جی لگا کر بیٹھو باتوں میں اس بات سے تمہاری

يُؤْذَى النَّبِيُّ فَيَسْتَحْجِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْجِي مِنْ

تکلیف تمہی نبی کو پھر تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ شرم نہیں کرتا

الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ

ٹھیک بات بتلانے میں اور جب مانگنے جاؤ بیویوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردہ کے

حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ

باہر سے اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے دل کو اور ان کے دل کو اور تم کو

لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ

نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو اس کی عورتوں سے

مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۝۵۳

اس کے پیچھے کبھی البتہ یہ تمہاری بات اللہ کے یہاں بڑا گناہ ہے

إِنْ تَبَدُّوا شَيْئًا أَوْ تَخَفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اگر کھول کر کہو تم کسی چیز کو یا اس کو چھپاؤ سو اللہ ہے ہر چیز کو

◆ صحابہ کرام کو آداب النبی کی تعلیم | یعنی بدون حکم و اجازت کے دعوت میں مت جاؤ اور جب تک بلائیں نہیں پہلے سے جا کر نہ بیٹھو کہ وہاں بیٹھ کر انتظار کرنا پڑے۔ اور گھر والوں کے کام کاج میں ہرج واقع ہو۔

◆ یعنی کھانے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھر کا رستہ لینا چاہئے۔ وہاں مجلس جماعے سے میزبان اور دوسرے مکان والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ باتیں گونبی کے مکانوں کے متعلق فرمائی ہیں۔ کیونکہ شان نزول کا تعلق ان ہی سے تھا۔ مگر مقصود ایک عام ادب سکھانا ہے۔ بے دعوت کسی کے یہاں کھانا کھانے کی غرض سے جا بیٹھنا یا طفلی بن کر جانا، یا کھانے سے قبل یوں ہی مجلس جماعہ یا فارغ ہونے کے بعد گپ شپ لڑنا درست نہیں۔

◆ آپ کا حکم وحیا | یعنی آپ حیا کی وجہ سے اپنے نفس پر تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ لحاظ کی وجہ سے صاف نہیں فرماتے کہ اٹھ جاؤ مجھے کلفت ہوتی ہے یہ تو آپ کے اخلاق اور مروت کی بات ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری تادیب و اصلاح میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ اس نے بہر حال پیغمبر ہی کی زبان سے اپنے احکام سنا دیئے۔

◆ صحابہ کرام کو پردے کا حکم | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھلائے۔ کبھی کھانے کو حضرت کے گھر میں جمع ہوتے تو پیچھے باتیں کرنے لگ جاتے۔ حضرت کا مکان آرام کا وہ ہی تھا۔ شرم سے نہ فرماتے کہ اٹھ جاؤ۔ ان کے واسطے اللہ نے فرمادیا، اور اس آیت میں حکم ہوا پردہ کا کہ مرد حضرت کی ازواج کے سامنے نہ جائیں کوئی چیز مانگی ہو تو وہ بھی پردہ کے پیچھے سے مانگیں اس میں جانبین کے دل سحرے اور صاف رہتے ہیں اور شیطانی وساوس کا استیصال ہو جاتا ہے۔

◆ ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں | یعنی کافر منافق جو چاہیں بکتے پھریں اور ایذا رسانی کریں، مومنین جو دلائل و براہین کی روشنی میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انتہائی راسخ بازی اور پاک بازی کو معلوم کر چکے ہیں، انہیں لائق نہیں کہ حضور کی حیات میں یا وفات کے بعد کوئی بات ایسی کہیں یا کریں جو خفیف سے خفیف درجہ میں آپ کی ایذا کا سبب بن جائے۔ لازم ہے کہ مومنین اپنے محبوب و مقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ مرعی رکھیں۔ مبادا غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت صادر ہو جائے اور دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑے۔ ان تکلیف دہ حرکات میں سے ایک بہت سخت اور بڑا بھاری گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا چاہے یا ایسے تالائق ارادہ کا حضور کی موجودگی میں اظہار کرے۔ ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات کی مخصوص عظمت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کی وجہ سے قائم ہوئی ہے کہ روحانی حیثیت سے وہ تمام مومنین کی محترم مائیں قرار دی گئیں۔ کیا کسی امتی کے عقد نکاح میں آنے کے بعد ان کا یہ احترام کما حقہ ملحوظ رہ سکتا ہے یا آپ کے بعد وہ خانگی بکھیروں میں پڑ کر تعلیم و تحقیق دین کی اس اعلیٰ غرض کو آزادی کے ساتھ پورا کر سکتی ہیں جس کے لئے ہی فی الحقیقت قدرت نے نبی کی زوجیت کے لئے ان کو چنا تھا۔ اور کیا کوئی پرلے درجہ کا بے حس و بے شعور انسان بھی باور کر سکتا ہے کہ سید البشر امام المتقین اور پیکر خلق عظیم کی خدمت میں عمر گزارنے والی خاتون ایک لمحہ کے لئے بھی کسی دوسری جگہ رہ کر قلبی مسرت و سکون حاصل کرنے کی امید رکھ سکے گی۔ خصوصاً جبکہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ وہ منتخب خواتین تھیں جن کے سامنے دنیا و آخرت کے دو راستوں میں سے ایک راستہ انتخاب کے لئے پیش کیا گیا تو انہوں نے بڑی خوشی اور آزادی سے دنیا کے عیش و بہار پر لات مار کر اللہ و رسول کی خوشنودی اور آخرت کا راستہ اختیار کر لینے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ تاریخ بتلاتی ہے کہ حضور کی وفات کے بعد کیسے عظیم النظیر زہد و ورع اور صبر و توکل کے ساتھ ان مقدس خواتین جنت نے عبادت الہی میں اپنی زندگیاں گزاریں اور احکام دین کی اشاعت اور اسلام کی خدمات ہمہ کے لئے اپنے کو وقف کئے رکھا ان میں سے کسی ایک کو کبھی بھول کر بھی دنیا کی لذتوں کا خیال نہیں آیا۔ اور کیسے آسکتا تھا جبکہ پہلے ہی حق تعالیٰ نے ”يَرْبِذُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا“ فرما کر ان کے تزکیہ و تطہیر کی کفالت فرمائی تھی۔ رضی اللہ عنہن وارضاهن وجعلنا ممن بعظمهن حق تعظیمهن فوق مانعظم امہاتنا التي ولدنا، امین اس مسئلہ کی نہایت محققانہ بحث حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی کتاب آب حیات میں ہے۔

عَلَيْمًا ۵۳ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ

جاننے والا گناہ نہیں ان عورتوں کو سامنے ہونے کا اپنے باپوں سے اور نہ اپنے بیٹوں سے

وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءَ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءَ

اور نہ اپنے بھائیوں سے اور نہ اپنے بھائی کے بیٹوں سے اور نہ اپنی بہن کے

أَخَوْنِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۵۴

بیٹوں سے اور نہ اپنی عورتوں سے اور نہ اپنے ہاتھ کے مال سے

وَاتَّقِينَ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۵۵

اور ڈرتی رہو! اللہ سے بے شک اللہ کے سامنے ہے ہر چیز

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان

أَمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۵۶ إِنَّ الَّذِينَ

والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر جو لوگ

يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ

ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور

الْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۵۷ وَالَّذِينَ

آخرت میں اور تیار رکھا ہے ان کے واسطے ذلت کا عذاب اور جو لوگ

یعنی زبان سے کہتا تو کجا دل میں بھی ایسا دوسرے کبھی نہ لانا۔ اللہ کے سامنے ظاہر و باطن سب یکساں ہے دل کا کوئی بھید اس سے پوشیدہ نہیں۔

محارم کی تفصیل | اوپر ازواج مطہرات کے سامنے مردوں کے جانے کی ممانعت ہوئی تھی۔ اب بتلادیا کہ محارم کا سامنے جانا منع

نہیں۔ اس بارہ میں جو حکم عام مستورات کا سورہ "نور" میں گذر چکا وہی ازواج مطہرات کا ہے۔ "وَلَا يَسْأَلُهُنَّ وَلَا يَسْتَأْذِنُهُنَّ" کی تشریح ہم سورہ "نور" میں کر چکے ہیں وہاں مطالعہ کر لیا جائے۔

یعنی پردہ کے جو احکام بیان ہوئے اور جو استثناء کیا گیا پوری طرح ملحوظ رکھو ذرا بھی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔ ظاہر و باطن میں حدود الہیہ محفوظ رہنی چاہئیں۔ اللہ سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں۔ "يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّلُورُ۔"

صلوٰۃ علی النبی کا مفہوم | "صلوٰۃ النبی" کا مطلب ہے "نبی کی ثناء و تعظیم رحمت و عطوفت کے ساتھ" پھر جس کی طرف "صلوٰۃ" منسوب ہوگی اسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم اور رحمت و عطوفت مراد لیں گے، جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر اور بھائی بھائی پر مہربان ہے یا ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اس نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جداگانہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔ اللہ بھی نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ ﷺ کی ثناء اور اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں، مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہوگی۔

آنحضرتؐ پر مومنین کی صلوٰۃ | آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو۔ اس کی حیثیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہئے۔ علماء نے کہا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجتا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرتا اور مومنین کی صلوٰۃ دعا کرتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! "سلام" کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے) "السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ" "صلوٰۃ" کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجئے جو نماز میں پڑھا کریں۔ آپؐ نے یہ درود شریف تلقین کیا "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔" غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبی نے بتلادیا کہ تمہارا بھیجتا یہی ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابد الابد تک نبی پر نازل فرماتا رہے۔ کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز و ناتجربہ بندوں کی طرف منسوب کر دی جائیں۔ گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہی اکیلا ہے کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ انکے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے، اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں مانگنے والے پر۔ اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل کر لے۔" تنبیہ | صلوٰۃ علی النبی کے متعلق مزید تفصیلات ان مختصر فوائد میں نہیں ساسکتیں۔ شروع حدیث میں مطالعہ کی جائیں۔ اور اس بات میں شیخ شمس الدین سخاویؒ کا رسالہ "القول البديع فی الصلوٰۃ علی الحبيب الشفيع" قابل دید ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بقدر کفایت لکھ دیا ہے لا الحمد لله علی ذالک۔

اللہ اور اس کے رسولؐ کو ستانے والے ملعون ہیں | اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ایذا کا سبب نہ بنیں بلکہ ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کریں جس کی ایک صورت صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے۔ اب بتلایا کہ اللہ و رسولؐ کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون و مطر و اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ کو ستانا یہی ہے کہ اس کے پیغمبروں کو ستائیں یا اس کی جناب میں نالائق باتیں کہیں۔

يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا

تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بدون گناہ کئے

فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝۵۸ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ

تو اٹھایا انہوں نے بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا ۱۱ اے نبی کہہ دے

لَا زَوَاجَ لَكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْرِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی

جَلَدٍ يَدْرِيْنَ ذَلِكَ اَدْنَىٰ اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ

کی اپنی چادریں ۱۲ اس میں بہت قریب ہے کہ پہچانی پڑیں تو کوئی ان کو نہ ستائے اور ہے اللہ

غَفُورًا رَّحِيمًا ۝۵۹ لَیْنُ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ

بخشنے والا مہربان ۱۳ البتہ اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دل میں

مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِبَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا

روگ ہے ۱۴ اور جھوٹی خبریں اڑانے والے مدینہ میں ۱۵ تو ہم لگا دیں گے تجھ کو ان کے پیچھے پھرنے

يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۝۶۰ مَلْعُونِينَ اَيُّمَّا ثَقَفُوا اِخْذُوا

رہنے پائیں گے تیرے ساتھ اس شہر میں مگر تھوڑے دنوں پھنکارے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے گئے

وَقَتْلُوا تَفْتِيلًا ۝۶۱ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ

اور مارے گئے جان سے ۱۶ دستور پڑا ہوا ہے اللہ کا ان لوگوں میں جو پہلے ہو چکے ہیں اور تو نے

تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۝۶۲ يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا

دیکھے گا اللہ کی چال بدلتی ۱۷ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کو تو کہہ

منافقین کی ایذا رسانی | یہ منافق تھے جو پیٹھ پیچھے بدگوئی کرتے رسول کی، آپ کی ازواج طاہرات پر جھوٹ طوفان اٹھاتے جیسا کہ سورہ "نور" میں گذر چکا۔ آگے بعض ایذاؤں کے انسداد کا بندوبست کیا گیا ہے جو مسلمان عورتوں کو ان کی طرف سے پہنچتی تھیں۔ روایات میں ہے کہ مسلمان مستورات جب ضروریات کے لئے باہر نکلتیں، بد معاش منافق تاک میں رہتے۔ اور چھیڑ چھاڑ کرتے پھر پکڑے جاتے تو کہتے ہم نے سمجھا نہیں تھا کہ کوئی شریف عورت ہے۔ لونڈی باندی سمجھ کر چھیڑ دیا تھا۔ عورتوں کو پردے کا حکم | یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیوں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپالینا چاہئے۔ لونڈی باندیوں کو ضرورت شدیدہ کی وجہ سے اس کا مکلف نہیں کیا۔ کیونکہ کاروبار میں حرج عظیم واقع ہوتا ہے۔

آزاد عورتوں کا پردہ | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی پہچانی پڑیں کہ لونڈی نہیں بی بی ہے صاحب ناموس، بد ذات نہیں نیک بخت ہے، تو بدنیت لوگ اس سے نہ الجھیں۔ گو ٹکھٹ اس کا نشان رکھ دیا۔ یہ حکم بہتری کا ہے۔ آگے فرمادیا اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔" یعنی باوجود اہتمام کے کچھ تقصیر رہ جائے تو اللہ کی مہربانی سے بخشش کی توقع ہے۔ (مکیمل) یہ تو آزاد عورتوں کے متعلق انتظام تھا کہ انہیں پہچان کر ہر ایک کا حوصلہ چھیڑنے کا نہ ہو، اور جھوٹے عذر کرنے کا موقع نہ رہے۔ آگے عام چھیڑ چھاڑ کی نسبت دھمکی دی ہے خواہ بی بی سے ہو یا لونڈی سے۔

یعنی جن کو بد نظری اور شہوت پرستی کا روگ لگا ہوا ہے۔ جھوٹی خبریں اڑانے والے | یہ غالباً یہود ہیں جو اکثر جھوٹی خبریں اڑا کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کیا کرتے تھے اور ممکن ہے منافق ہی مراد ہوں۔

یہود پر مسلمانوں کے غلبے کی خبر | یعنی اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے تا چند روز میں ان کو مدینہ سے نکال باہر کریں، اور جتنے دن رہیں ذلیل و مرعوب ہو کر رہیں چنانچہ یہود نکالے گئے اور منافقوں نے دھمکی سن کر شاید اپنا رویہ بدل دیا ہوگا اس لئے سزا سے بچے رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "جو لوگ بدنیت تھے مدینہ میں عورتوں کو چھیڑتے، ٹوکتے، اور جھوٹی خبریں اڑاتے، مخالفوں کے زور اور مسلمانوں کے ضعف و شکست کی۔" ان کو یہ فرمایا۔

یعنی عادت اللہ یہی رہی ہے کہ پیغمبر کے مقابلہ میں جنہوں نے شرارتیں کیں اور فتنے فساد پھیلانے اسی طرح ذلیل و خوار، یا ہلاک کئے گئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ پہلی کتابوں میں بھی یہ حکم ہوا ہے کہ مفسدوں کو اپنے درمیان سے نکال باہر کرو۔ جیسا کہ حضرت شاہ صاحبؒ "تورات" سے نقل فرماتے ہیں۔

عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ

اس کی خبر ہے اللہ ہی کے پاس اور تو کیا جانے شاید وہ گھڑی

قَرِيبًا ۶۳ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكُفْرِينَ وَاعَدَ لَهُمْ سَعِيرًا ۶۴

پاس ہی ہو بے شک اللہ نے پھنکار دیا ہے مکروں کو اور رکھی ہے ان کے واسطے دہکتی ہوئی آگ

خَلِيدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجْدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۶۵ يَوْمَ

رہا کریں اسی میں ہمیشہ نہ پائیں کوئی حمایتی اور نہ مددگار جس دن

تُغْلَبُ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتُنَا أَطَعْنَا اللَّهَ

اور نہ ہٹے ڈالے جائیں گے ان کے منہ آگ میں کہیں گے کیا اچھا ہوتا جو ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا

وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ ۶۶ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا

اور کہا مانا ہوتا رسول کا اور کہیں گے اے رب ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا

وَكُبرَاءَنَا فَاصْلُواْنَا السَّبِيلَ ۶۷ رَبَّنَا ارْحَمْ ضَعْفَيْنِ

اور اپنے بڑوں کا پھر انہوں نے چکا دیا ہم کو راہ سے اے رب ان کو دے دوتا

مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنُتْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ۶۸ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

عذاب اور پھنکاران کو بڑی پھنکار اے ایمان والو

أَمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَأَهُ اللَّهُ

تم مت ہو ان جیسے جنہوں نے ستایا موسیٰ کو پھر بے عیب دکھلا دیا اس کو اللہ نے

مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِبَتَا ۶۹ يَا أَيُّهَا

ان کے کہنے سے اور تھا اللہ کے یہاں آبرو والا اے

◆ **قیامت کے قرب کی خبر** | گو قیامت کے وقت کی ٹھیک تعیین کر کے اللہ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ مگر یہاں اس کے قرب کی طرف اشارہ کر دیا۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے شہادت کی اور بیچ کی انگلی اٹھا کر فرمایا ”اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ“ (میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں) یعنی بیچ کی انگلی جس قدر آگے نکلی ہوئی ہے میں قیامت سے بس اتنا پہلے آگیا ہوں قیامت بہت قریب لگی چلی آرہی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”شاید یہ بھی منافقوں نے ہتھکنڈا پکڑا ہوگا کہ جس چیز کا (دنیا میں کسی کے پاس) جواب نہیں وہ ہی بار بار سوال کریں۔ اس پر یہاں ذکر کر دیا۔“ اور ممکن ہے پہلے جو فرمایا تھا۔ ”لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔“ اس پر بطور تکذیب و استہزاء کے کہتے ہوئے کہ وہ قیامت اور آخرت کب آئے گی جس کی دھمکیاں دی جاتی ہیں؟ آخر اس کا کچھ وقت تو بتاؤ۔

◆ **کفار کی سزا** | اسی پھٹکار کا اثر ہے کہ لا طائل سوالات کرتے ہیں، انجام کی فکر نہیں کرتے۔

◆ یعنی اوندھے منہ ڈال کر ان کے چہروں کو آگ میں الٹ پلٹ کیا جائیگا۔

◆ اس وقت حسرت کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ و رسول کے کہنے پر چلتے تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔

◆ یہ شدت غیظ سے کہیں گے کہ ہمارے ان دنیوی سرداروں اور مذہبی پیشواؤں نے دھوکے دیکر اور جھوٹ فریب کہہ کر اس مصیبت میں پھنسویا۔ ان ہی کے اغواء پر ہم راہ حق سے بھٹکے رہے۔ اگر ہمیں سزا دی جاتی ہے تو ان کو دو گنی سزا دیجئے۔ اور جو پھٹکار ہم پر ہے اس سے بڑی پھٹکار ان بڑوں پر پڑنی چاہئے۔ گویا ان کو دو گنی سزا دلوا کر اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہیں گے۔ اسی مضمون کی ایک آیت سورہ ”اعراف“ کے چوتھے رکوع میں گزر چکی ہے۔ وہیں ان کی اس فریاد کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

◆ **آنحضرتؐ کے بارے میں مسلمانوں کو نصیحت** | یعنی تم ایسا کوئی کام یا کوئی بات نہ کرنا جس سے تمہارے نبی کو ایذا پہنچے۔

پہنچے۔ نبی کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، کیونکہ اللہ کے ہاں ان کی بڑی آبرو ہے وہ سب اذیت وہ باتوں کو رد کر دے گا ہاں تمہاری عاقبت خراب ہوگی۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت لوگوں نے کیسی اذیت وہ باتیں کیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی وجاہت و مقبولیت کی وجہ سے سب کا ابطال فرما دیا اور موسیٰؑ کا بے خطا اور بے داغ ہونا ثابت کر دیا۔ روایات میں ہے کہ بعض مفسد حضرت موسیٰؑ کو تہمت لگانے لگے کہ حضرت ہارون کو جنگل میں لے جا کر قتل کر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک خارق عادت طریقہ سے اس کی تردید کر دی۔

حضرت موسیٰؑ اور پتھر کا واقعہ | اور صحیحین میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ حیا کی وجہ سے (ابتائے زمانہ کے دستور کے خلاف) چھپ کر غسل کرتے تھے، لوگوں نے کہا کہ ان کے بدن میں کچھ عیب ہے، برص کا داغ یا خضیہ پھولا ہوا۔ ایک روز حضرت موسیٰؑ اکیلے نہانے لگے۔ کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے وہ پتھر کپڑے لیکر بھاگا۔ حضرت موسیٰؑ عصا لیکر اس کے پیچھے دوڑے، جہاں سب لوگ دیکھتے تھے پتھر کھڑا ہو گیا سب نے برہنہ دیکھ کر معلوم کر لیا کہ بے عیب ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ پوشاند لباس ہر کر ایسے دید۔ بے عیباں رالباس عریانی داد۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ قارون نے ایک عورت کو کچھ دے دلا کر مجمع میں کہلا دیا کہ موسیٰؑ علیہ السلام (العیاذ باللہ) اس کے ساتھ مبتلا ہیں۔ حق تعالیٰ نے آخر کار قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور اسی عورت کی زبان سے اس تہمت کی تردید کرائی جیسا کہ سورہ ”قصص“ میں گذرا۔ تنبیہ | موسیٰؑ علیہ السلام کا پتھر کے تعاقب میں برہنہ چلے جانا مجبوری کی وجہ سے تھا اور شاید یہ خیال بھی نہ ہو کہ پتھر مجمع میں بجا کر کھڑا کر دے گا رہی پتھر کی یہ حرکت وہ بطور خرق عادت تھی۔ خوارق عادات پر ہم نے ایک مستقل مضمون لکھا ہے اسے پڑھ لینے کے بعد اس قسم کی جزئیات میں الجھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ بہر حال اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں انبیاء علیہم السلام کو جسمانی اور روحانی عیوب سے پاک ثابت کرنے کا کس قدر اہتمام ہے تا لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف سے تنفر اور استخفاف کے جذبات پیدا ہو کر قبول حق میں رکاوٹ نہ ہو۔

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝

ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی

يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۚ

کہ سنو اردے تمہارے واسطے تمہارے کام اور بخش دے تم کو تمہارے گناہ

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اس کے رسول کے اس نے پائی بڑی مراد

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ

ہم نے دکھائی امانت آسمانوں کو اور زمین کو اور

الْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا

پہاڑوں کو پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے

وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝

اور اٹھالیا اس کو انسان نے یہ ہے بڑا بے ترس نادان

◆ **تقویٰ اور قول سدید** یعنی اللہ سے ڈر کر درست اور سیدھی بات کہنے والے کو بہترین اور مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے اور تقصیرات معاف کی جاتی ہیں حقیقت میں اللہ و رسول کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا مراد کو پہنچ گیا۔

◆ **اللہ کی امانت اور انسان** یعنی ستم کر دیئے، جو بوجھ آسمان، زمین اور پہاڑوں سے نہ اٹھ سکتا تھا اس نادان نے اپنے نازک کندھوں پر اٹھالیا آسمان بار امانت تو انت کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یعنی اپنی جان پر ترس نہ کھایا۔ امانت کیا ہے؟ پرانی چیز رکھنی اپنی خواہش کو روک کر۔ آسمان وزمین وغیرہ میں اپنی خواہش کچھ نہیں، یا ہے تو وہ ہی ہے جس پر قائم ہیں۔ انسان میں خواہش اور ہے اور حکم خلاف اس کے۔ اس پرانی چیز (یعنی حکم) کو برخلاف اپنے جی کے تھا منابر ازور چاہتا ہے۔ اس کا انجام یہ ہے کہ منکر کو قصور پر پکڑا جائے اور ماننے والوں کا قصور معاف کیا جائے۔ اب بھی یہ ہی حکم ہے کسی کی امانت کوئی جان کر ضائع کر دے تو بدلہ (ضمان) دینا پڑے گا اور بے اختیار ضائع ہو جائے تو بدلہ نہیں۔“ (موضح) اصل یہ ہے کہ حق

تعالیٰ نے اپنی ایک خاص امانت مخلوق کی کسی نوع میں رکھنے کا ارادہ کیا جو اس امانت کو اگر چاہے تو اپنی سعی و کسب اور قوت بازو سے محفوظ رکھ سکے اور ترقی دے سکے۔ تا اس سلسلہ میں اللہ کی ہر قسم کی شکون و صفات کا ظہور ہو مثلاً اس نوع کے جو افراد امانت کو پوری طرح محفوظ رکھیں اور ترقی دیں ان پر انعام و اکرام کیا جائے۔ جو غفلت یا شرارت سے ضائع کر دیں ان کو سزا دی جائے اور جو لوگ اس بارہ میں قدرے کوتاہی کریں ان سے غنودہ گزر کا معاملہ ہو۔

امانت کیا چیز ہے؟ میرے خیال میں یہ امانت ایمان و ہدایت کا ایک تخم ہے جو قلوب بنی آدم میں بکھیرا گیا۔ جس کو ”ما بہ التكلیف“ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ”لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهُ“ اسی کی نگہداشت اور تردد کرنے سے ایمان کا درخت اگتا ہے گویا بنی آدم کے قلوب اللہ کی زمینیں ہیں، بیج بھی اسی نے ڈال دیا ہے بارش برسانے کے لئے رحمت کے بادل بھی اس نے بھیجے جن کے سینوں سے وحی الہی کی بارش ہوئی۔ آدمی کا فرض یہ ہے کہ ایمان کے اس بیج کو جو امانت الہیہ ہے ضائع نہ ہونے دے بلکہ پوری سعی و جہد اور تردد و تفلک سے اس کی پرورش کرے مبادا غلطی یا غفلت سے بجائے درخت اگنے کے بیج بھی سوخت ہو جائے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث میں ”اِنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ فَبِئْسَ جَذْرُ الْقُلُوبِ الرَّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنْ الْقُرْآنِ“ (الحديث) یہ امانت وہی تخم ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے قلوب رجال میں نہ نشین کیا گیا۔ پھر علوم قرآن و سنت کی بارش ہوئی جس سے اگر ٹھیک طور پر انتفاع کیا جائے تو ایمان کا پودا اگے، بڑھے، پھولے، پھلے اور آدمی کو اس کے ثمرہ شیریں سے لذات اندوز ہونے کا موقع ملے۔ اگر انتفاع میں کوتاہی کی جائے تو اسی قدر درخت کے ابھرنے اور پھولنے پھلنے میں نقصان رہے یا بالکل غفلت برتی جائے تو سرے سے تخم بھی برباد ہو جائے۔ یہ امانت تھی جو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو دکھلائی۔ مگر کس میں استعداد تھی جو اس امانت عظیمہ کو اٹھانے کا حوصلہ کرتا۔ ہر ایک نے بلسان حال یا بزبان قال ناقابل برداشت ذمہ داریوں سے ڈر کر انکار کر دیا کہ ہم سے یہ بار نہ اٹھ سکے گا۔ خود سوچ لو کہ بجز انسان کے کوئی مخلوق ہے جو اپنے کسب و محنت سے اس تخم ایمان کی حفاظت و پرورش کر کے ایمان کا شجر بار آور حاصل کر سکے۔ فی الحقیقت عظیم الشان امانت کا حق ادا کر سکتا اور ایک افتادہ زمین کو جس میں مالک نے تخم ریزی کر دی تھی خون پسینہ ایک کر کے باغ و بہار بنا لیتا اسی ظلم و جہول انسان کا حصہ ہو سکتا ہے جسکے پاس زمین قابل موجود ہے اور محنت و تردد کر کے کسی چیز کو بڑھانے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا فرمائی ہے۔

ظلم و جہول کی تفسیر ”ظلم“ و ”جہول“۔ ”ظالم“ و ”جائل“ کا مبالغہ ہے۔ ظالم و جائل وہ کہلاتا ہے جو بالفعل عدل اور علم سے خالی ہو مگر استعداد و صلاحیت ان صفات کے حصول کی رکھتا ہو۔ پس جو مخلوق بدیہ فطرت سے علم و عدل کے ساتھ متصف ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی یہ اوصاف اس سے جدا نہیں ہوئے مثلاً ملائکہ اللہ یا جو مخلوق ان چیزوں کے حاصل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی (مثلاً زمین آسمان پہاڑ وغیرہ) ظاہر ہے کہ دونوں اس امانت الہیہ کے حامل نہیں بن سکتے۔ بیشک انسان کے سوا ”جن“ ایک نوع ہے جس میں فی الجملہ استعداد اس کے تحمل کی پائی جاتی ہے اور اسی لئے ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ میں دونوں کو جمع کیا گیا۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ ادائے حق امانت کی استعداد ان میں اتنی ضعیف تھی کہ حمل امانت کے مقام میں چنداں قابل ذکر اور درخور اعتناء نہیں سمجھے گئے۔ گویا وہ اس معاملہ میں انسان کے تابع قرار دیئے گئے جن کا نام مستقل طور پر لینے کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ

تاکہ عذاب کرے اللہ منافق مردوں کو اور عورتوں کو اور شرک والے مردوں کو

وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور عورتوں کو اور معاف کرے اللہ ایمان دار مردوں کو اور عورتوں کو

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

آیاتھا ۵۴ ﴿۳۴﴾ سُوْرَةُ سَبَا مَكِّيَّةٌ ﴿۵۸﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورہ سبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چون آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ

سب خوبی اللہ کی (کو) ہے جس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمان اور زمین میں اور اسی کی

الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝ يَعْلَمُ مَا يَلْمِ

تعریف ہے آخرت میں اور وہی ہے حکمتوں والا سب کچھ جاننے والا جانتا ہے جو کچھ کہ اندر گھستا ہے

فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا

زمین کے اور جو کچھ کہ نکلتا ہے اس سے اور جو اترتا ہے آسمان سے اور جو

يَعْرِجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ

چڑھتا ہے اس میں اور وہی ہے رحم والا بخشنے والا اور کہنے لگے

میرے نزدیک اس جگہ ”وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ الْخُلُوعَ“ کے معنی معاف کرنے کے نہ لئے جائیں بلکہ ان کے حال پر متوجہ ہونے اور مہربانی فرمانے کے لیں تو بہتر ہے جیسے ”لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ“ میں لئے گئے ہیں۔ یہ تو مومنین کا بیان ہوا۔ اور ”وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا“ میں قاصرین و مقصرین کے حال کی طرف اشارہ فرمادیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ نسأل اللہ تعالیٰ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْنَا وَيَغْفِرَ لَنَا وَيُثِينَا بِالْفَوْزِ الْعَظِيمِ. اِنَّهٗ جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ غَفُورٌ رَحِيْمٌ. تم سورۃ الاحزاب ولله الحمد والمنه۔

سورۃ سبا

اللہ ہی تمام کائنات کا مالک ہے | یعنی سب خوبیاں اور تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اکیلا بلا شرکت غیر تمام آسمانی وز مٹی چیزوں کا مالک و خالق اور نہایت حکمت و خبرداری سے ان کی تدبیر کرتا ہے اس نے یہ سلسلہ بے کار پیدا نہیں کیا۔ ایسے حکیم و دانا کی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا۔ ضرورت ہے کہ یہ نظام آخر میں کسی اعلیٰ نتیجہ پر ختم ہو، اسی کو آخرت کہتے ہیں۔ اور جس طرح دنیا میں وہ اکیلا تمام تعریفوں کا مستحق ہے، آخرت میں بھی صرف اسی کی تعریف ہوگی۔ بلکہ یہاں تو بظاہر اور کسی کی بھی تعریف ہو جاتی تھی کیونکہ مخلوق کا فعل خالق کے فعل کا پردہ اور اس کا کمال اس کے کمال حقیقی کا پر تو ہے لیکن وہاں سب وسائط اور پردے اٹھ جائیں گے جو کچھ ہوگا سب دیکھیں گے کہ اسی کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اس لئے سورۃ و حقیقۃً ہر حیثیت سے تنہا اسی محمود مطلق کی تعریف رہ جائے گی۔

اللہ کا علم محیط ہے | یعنی آسمان و زمین کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو چیز زمین کے اندر چلی جاتی ہے۔ مثلاً جانور کیڑے مکوڑے نباتات کا بیج، بارش کا پانی، مردہ کی لاش، اور جو اس کے اندر سے نکلتی ہے مثلاً کھیتی، سبزہ، معدنیات وغیرہ اور جو آسمان کی طرف سے اترتی ہے مثلاً بارش وحی، تقدیر، فرشتے وغیرہ اور جو اوپر چڑھتی ہے مثلاً روح، دعاء، عمل اور ملائکہ وغیرہ ان سب انواع و جزئیات پر اللہ کا علم محیط ہے۔

یعنی یہ سب بستی اور چہل پہل اس کی رحمت اور بخشش سے ہے ورنہ بندوں کی ناشکری اور حق ناشناسی پر اگر ہاتھوں ہاتھ گرفت ہونے لگے تو ساری رونق ایک لمحہ میں ختم کر دی جائے۔ ”وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ“ (فاطر رکوع ۵)

كُفِّرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ ۝

منکر نہ آئے گی ہم پر قیامت ♦ تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی البتہ آئے گی تم پر ♦

عَلِمِ الْغَيْبُ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ

اس عالم (اُس رب کی جو جانتا ہے چھپی چیزوں کو) الغیب کی غائب نہیں ہو سکتا اس سے کچھ ذرہ بھر آسمانوں

وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي

اور نہ زمین میں اور کوئی چیز نہیں اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی جو نہیں ہے

كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

کھلی کتاب میں ♦ تاکہ بدلہ دے ان کو جو یقین لائے اور کئے بھلے کام

أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي

وہ لوگ جو ہیں ان کے لیے ہے معافی اور عزت کی روزی اور جو لوگ دوڑے

أَيْنِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزِ الْيَوْمِ ۝

ہماری آیتوں کے ہرانے کو ان کو بلا کا عذاب ہے دردناک ♦

وَيَرْءِ الَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ

اور دیکھ لیں جن کو ملی ہے سمجھ کہ جو تجھ پر اترا

مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ ۝ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ

تیرے رب سے وہی ٹھیک ہے اور بھاتا ہے راہ اس زبردست

الْحَمِيدِ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَى

خوبیوں والے کی ♦ اور کہنے لگے منکر ہم بتلائیں تم کو

کیوں نہیں آئے گی۔ اس کا منشاء آگے آتا ہے۔ ”إِذَا مَرَّ قُتْمٌ كُلُّ مُمَرِّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ۔“

قیامت ضرور آئے گی | یعنی وہ معصوم و مقدس انسان جس کے صدق و امانت کا اقرار سب کو پہلے سے تھا اور اب براہین ساطعہ سے اس کی صداقت پوری طرح روشن ہو چکی، مومن قسم کھا کر اللہ کی طرف سے خبر دیتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، پھر تسلیم نہ کرنے کی کیا وجہ، ہاں اگر کوئی محال یا خلاف حکمت بات کہتا تو انکار کی گنجائش ہو سکتی تھی لیکن نہ یہ محال ہے نہ خلاف حکمت۔ پھر انکار کرنا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں | یعنی اس عالم الغیب کی قسم جس کے علم محیط سے آسمان و زمین کا کوئی ذرہ یا ذرہ سے چھوٹی بڑی کوئی چیز بھی غائب نہیں۔ شاید یہ اس لئے فرمایا کہ قیامت کے وقت کی تعین ہم نہیں کر سکتے۔ اس کا علم اسی کو ہے جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ ہم کو جتنی خبر دی گئی بلا کم و کاست پہنچادی۔ اور اس کا جواب بھی ہو گیا جو کہتے تھے ”إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَذِلَّةٌ“ یعنی جب ہمارے ذرات منتشر ہو کر مٹی میں مل گئے پھر کیسے دوبارہ اکٹھے کئے جائیں گے، تو بتلادیا کہ کوئی ذرہ اس کے علم سے غائب نہیں۔ اور پہلے بتلایا جا چکا کہ آسمان و زمین کی ہر چیز پر قبضہ اسی کا ہے، لہذا اس کو کیا مشکل ہے کہ تمہارے منتشر ذرات کو ایک دم میں اکٹھا کر دے۔

تنبیہ | کھلی کتاب سے ”لوح محفوظ“ مراد ہے جس میں ہر چیز اللہ کے علم کے مطابق ثبت ہے۔ **قیامت کس لئے آئے گی** | یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو ان کی نیکی اور بدی کا پھل دیا جائے اور حق تعالیٰ کی جملہ صفات کا کامل ظہور ہو۔ تنبیہ | ”جو لوگ دوڑے ہماری آیتوں کے ہرانے کو۔“ یعنی ہماری آیتوں کے ابطال اور لوگوں کو قولاً و فعلاً ان سے روکنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ گویا وہ (العیاذ باللہ) اللہ کو عاجز کرنا اور ہرانا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کے ہاتھ نہیں آئیں گے۔

قیام قیامت کی دوسری حکمت | یعنی اس واسطے قیامت آئی ہے کہ جن کو یقین تھا انہیں عین الیقین حاصل ہو جائے اور آنکھوں سے دیکھ لیں کہ قرآن کی خبریں موبہ صحیح و درست ہیں اور بیشک قرآن ہی وہ کتاب ہے جو اس زبردست خوبیوں والے خدا تک پہنچنے کا ٹھیک راستہ بتاتی ہے۔ بعض مفسرین نے ”وَيَسِّرِ الْذِّينَ“ الخ کا مطلب یہ لیا ہے کہ ”وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ“ کے برخلاف جو اہل علم ہیں (خواہ مسلمان یا اہل کتاب) وہ جانتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ قیامت وغیرہ کے متعلق قرآن کریم کا بیان بالکل صحیح ہے اور وہ آدمی کو وصول الی اللہ کے ٹھیک راستہ پر لے جاتا ہے۔

رَجُلٌ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا عَزَفْتُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ ۚ إِنَّكُمْ لَفِي

ایک مرد کہ تم کو خبر دیتا ہے جب تم پھٹ کر ہو جاؤ ٹکڑے ٹکڑے تم کو پھر

خَلَقَ جَدِيدٌ ۚ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۚ

نئے سرے بنا ہے کیا بنا لایا ہے اللہ پر جھوٹ یا اس کو سودا ہے

بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ

کچھ بھی نہیں پر جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا آفت میں ہیں اور دور جا پڑے

الْبَعِيدِ ۚ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

غلطی میں کیا دیکھتے نہیں جو کچھ ان کے آگے ہے اور پیچھے ہے

مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ طٰنٍ نَّشَا نَحْصِفُ بِهِمُ الْأَرْضَ

آسمان اور زمین سے اگر ہم چاہیں دھنسا دیں ان کو زمین میں

أَوْ نَسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ طٰنٍ فِی ذٰلِكَ

یا اگر ادیں ان پر ٹکڑا آسمان سے تحقیق اس میں

لَاٰیةٌ لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۚ وَلَقَدْ أَنْبَا دَاوُدَ مِنَّا

نشانی ہے ہر بندے رجوع کرنے والے کے واسطے اور ہم نے دی ہے داؤد کو اپنی طرف سے

فَضْلًا یُّجِبَالُ أَوَّیُّ مَعَهُ وَالطَّيْرِ ۚ وَآلْنَا لَهُ

بڑائی اے پہاڑ و خوش آوازی سے پڑھو اس کے ساتھ اور اڑتے جانوروں کو اور نرم کر دیا ہم نے اس کے آگے

الْحَدِيدَ ۚ أَنْ اَعْمَلْ سَبِغَتٍ وَقَدِّرْ فِی السَّرْدِ ۚ وَاعْمَلُوا

لوہا کہ بنا زہیں کشادہ اور اندازے سے جوڑ کر لیاں اور کرو تم سب

❖ دوسری زندگی پر کفار کا استہزاء | کفار قریش نبی کریم ﷺ کی شان میں یہ گستاخی کرتے تھے۔ یعنی آؤ تمہیں ایک شخص دکھلائیں جو کہتا ہے کہ تم گل سڑ کر اور ریزہ ریزہ ہو کر جب خاک میں مل جاؤ گے، پھر تم کو از سر نو بھلا چنگا بنا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ بھلا ایسی مہمل بات کون قبول کر سکتا ہے۔ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ شخص جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ لگاتا ہے کہ اس نے ایسی خبر دی۔ نہیں تو سودائی ہے۔ دماغ ٹھکانے نہیں دیوانوں کی سی بے تکی باتیں کرتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

❖ قرآن کا جواب | یعنی نہ جھوٹ ہے نہ جنون۔ البتہ یہ لوگ عقل و دانش اور صدق و صواب کے راستہ سے بھٹک کر بہت دور جا پڑے ہیں۔ اور بیہودہ بکواس کر کے اپنے کو آفت میں پھنسا رہے ہیں۔ فی الحقیقت یہ بڑا عذاب ہے کہ آدمی کا دماغ اس قدر تحمل ہو جائے کہ وہ خدا کے پیغمبروں کو مفتری یا مجنون کہنے لگے۔ (العیاذ باللہ)

❖ بعث بعد الموت اور قیامت کے دلائل | یعنی کیا یہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں کہ آسمان و زمین بھی نظر نہیں آتے جو آگے پیچھے ہر طرف نظر ڈالنے سے نظر آسکتے ہیں۔ ان کو تو وہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ نے بنایا ہے پھر جس نے بنایا اسے توڑنا کیا مشکل ہے اور جو ایسے عظیم الشان اجسام کو بنا سکتا اور توڑ پھوڑ سکتا ہے اسے انسانی جسم کا بگاڑ دینا اور بنانا کیا مشکل ہوگا۔ یہ لوگ ڈرتے نہیں کہ اسی کے آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر رہ کر ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالیں۔ حالانکہ خدا چاہے تو ابھی ان کو زمین میں دھنسا کر یا آسمان سے ایک ٹکڑا گرا کر نیست و نابود کر دے اور قیامت کا چھوٹا سا نمونہ دکھلا دے۔

❖ یعنی جو بندے عقل و انصاف سے کام لے کر اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں، اسی آسمان و زمین میں ان کے لئے بڑی بھاری نشانی موجود ہے وہ اس منتظم اور پر حکمت نظام کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ضرور یہ ایک دن کسی اعلیٰ و اکمل نتیجہ پر پہنچنے والا ہے جس کا نام ”دارالآخرۃ“ ہے۔ یہ تصور کر کے وہ بیش از بیش اپنے مالک و خالق کی طرف جھکتے ہیں اور جو آسمانی و زمینی نعمتیں ان کو پہنچتی ہیں، تہ دل سے اس کے شکر گزار ہوتے ہیں، ان میں سے بعض بندوں کا ذکر آگے آتا ہے۔

❖ یعنی نبوت کے ساتھ غیر معمولی سلطنت عنایت فرمائی۔

❖ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ | حضرت داؤد علیہ السلام کبھی کبھی جنگل میں نکلتے، خدا کو یاد کرتے، خوف الہی سے روتے، تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے اور اپنی ضرب المثل خوش آوازی سے زبور پڑھتے، اس کی عجیب و غریب تاثیر سے پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنے لگتے تھے اور پرندے ان کے گرد جمع ہو کر اسی طرح آواز کرتے۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو یہ خاص بزرگی عطا فرمائی تھی۔ ورنہ پہاڑوں کی تسبیح سے مراد محض ان کی آواز بازگشت ہو، یا وہ عام تسبیح جو ہر چیز زبان حال یا قال سے کرتی رہتی ہے تو حضرت داؤد کے مخصوص فضل و شرف کے ذیل میں اس چیز کا ذکر کرنا محض بے معنی ہوگا۔ (العیاذ باللہ) ”یا جِبَالُ اُوبِیْ مَعۡہُ“ کا حکم نکوینی ہے۔

❖ حضرت داؤد کے لئے لوہا نرم کرایا گیا تھا | یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ہم نے لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا۔ بدون آگ اور آلات صنایعہ کے لوہے کو جس طرح چاہتے ہاتھ سے توڑ موڑ لیتے تھے اور اسکی زرہیں تیار کر کے فروخت کرتے تا قوت بازو سے کما کر کھاتیں۔ بیت المال پر اپنا بار نہ ڈالیں۔ کہتے ہیں کہ کڑیوں کی زرہ پہلے ان ہی سے نکلی کہ کشادہ رہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ فراخ و کشادہ زرہیں تیار کرو اور اس کے حلقے اور کڑیاں ٹھیک اندازہ سے جوڑو جو بڑی چھوٹی اور پتلی موٹی ہونے کے اعتبار سے متناسب ہوں۔

صَلِّحَا طَرَاتِي بِمَا تَعْمَلُونَ بِصَبْرٍ ۝ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ

کام بھلا میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہوں ♦ اور سلیمان کے آگے ہوا کو

عُدُّوْهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاسْلُنَا لَهُ عَيْنَ

صبح کی منزل اس کی ایک مہینہ کی اور شام کی منزل ایک مہینہ کی اور بہادیا ہم نے اس کے واسطے چشمہ

الْفِطْرِ ۚ وَمِنَ الْجِنَّ مَنْ يُعَلِّمُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ

بچلے ہوئے تانبے کا ♦ اور جنوں میں کتنے لوگ تھے جو محنت کرتے اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے

وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝

اور جو کوئی پھرے ان میں سے ہمارے حکم سے چکھائیں ہم اس کو آگ کا عذاب ♦

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ ۖ وَتَمَائِيلٍ وَجِفَانٍ

بناتے اس کے واسطے جو کچھ چاہتا قلعے اور تصویریں اور نلگن

كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رُسِيَّتٍ ۖ اِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا ۖ

جیسے تالاب اور دیکھیں چولہوں پر جمی ہوئی ♦ کام کرواؤ آل داؤد کے گھروالوا احسان مان کر

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرِينَ ۝ فَمَا قَضَيْنَا عَلَيْهِ

اور تھوڑے ہیں میرے بندوں میں احسان ماننے والے ♦ پھر جب مقرر کیا ہم نے اس پر

الْمَوْتَ مَا دَلَّاهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ

موت کو نہ بتلایا ان کو اس کا مرنا مگر کیڑے نے گھن کے کھاتا رہا

مِنْ سَاتِهِ ۚ فَلَمَّا خَسَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنَّ أَن لَّوْكَانُوا يَعْلَمُونَ

اس کا عصا پھر جب وہ گر پڑا معلوم کیا جنوں نے کہ اگر خبر رکھتے ہوتے

یعنی ان صنائع میں پڑ کر منعم حقیقی کی طرف سے غفلت نہ ہونے پائے۔ ہمیشہ عمل صالح کرتے رہو اور یاد رکھو کہ اللہ سب کام دیکھتا ہے۔

حضرت سلیمانؑ کا تخت اور تانبے کا چشمہ | حضرت سلیمانؑ کا تخت تھا جو فضا میں اڑتا۔ ہوا اس کو شام سے یمن اور یمن سے شام لے چلتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لئے مسخر کر دیا تھا، ایک مہینہ کی مسافت ہوا کے ذریعہ سے آدھے دن میں طے ہوتی تھی۔ سورہ ”انبیاء“ اور سورہ ”نمل“ میں اس کا کچھ بیان گزر چکا ہے اور آگے سورہ ص میں آئے گا اور پچھلے ہوئے تانبے کا چشمہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یمن کی طرف نکال دیا تھا۔ اس کو سانچوں میں ڈال کر جنات بڑے بڑے برتن (دیکھیں اور لگن وغیرہ) تیار کرتے تھے جن میں ایک لشکر کا کھانا پکاتا اور کھلایا جاتا۔

جنات کا تابع ہونا | یعنی بہت سے جن جنہیں دوسری جگہ شیاطین سے تعبیر فرمایا ہے معمولی قلیوں اور خدمت گاروں کی طرح انکے کام میں لگے رہتے تھے۔ اللہ کا حکم تھا کہ سلیمان کی اطاعت کریں ذرا سرکشی کی تو آگ میں پھونک دیا جائے گا۔

جنات کے کام | یعنی بڑے بڑے محل، مسجدیں اور قلعے جنات تعمیر کرتے اور مجسم تصویریں بناتے (جو ان کی شریعت میں ممنوع نہیں ہوگی، شریعت محمدیہ نے منع کر دیا) اور تانبے کے بڑے بڑے لگن بناتے جیسے حوض یا تالاب اور دیکھیں تیار کرتے جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکتی تھیں۔ ایک ہی جگہ رکھی رہتیں۔

آل داؤد کو شکر کا حکم | یعنی ان عظیم الشان انعامات و احسان کا شکر ادا کرتے رہو، محض زبان سے نہیں بلکہ عمل سے وہ کام کرو جن سے حق تعالیٰ کی شکر گزاری نپکتی ہو۔ بات یہ ہے کہ احسان تو خدا کم و بیش سب پر کرتا ہے لیکن پورے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں، جب تھوڑے ہیں تو قدر زیادہ ہوگی۔ لہذا کامل شکر گزار بن کر اپنی قدر و منزلت بڑھاؤ۔ یہ خطاب داؤد کے کنبے اور گھرانے کو ہے، کیونکہ علاوہ مستقل احسانات کے داؤد پر احسان من وجہ سب پر احسان ہے۔ کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے تمام گھروالوں پر اوقات تقسیم کر دیئے تھے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہ تھا جب انکے گھر میں کوئی نہ کوئی شخص عبادت الہی میں مشغول نہ رہتا ہو۔

الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝ لَقَدْ كَانَ

غیب کی ندرت کی تکلیف میں ♦ تحقیق

لِسَبَاٍ فِي مَسْكَنِهِمْ اَيَّۃٌۭ جَنَّتٍۭ عَنْ يَمِيْنٍۭ وَشِمَالٍۭ ۝

قوم سبا کوئی ان کی بستی میں نشانی دو باغ ♦ داسنے اور بائیں

كُلُوا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۝ بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ ۝ وَ

کھاؤ روزی اپنے رب کی اور اس کا شکر کرو ♦ شہر ہے پاکیزہ اور

رَبِّ غَفُوْرٌ ۝ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَبِيْلَ الْعَرَمِ

رب ہے گناہ بخشنے والا ♦ سودھیان میں نہ لائے پھر چھوڑ دیا ہم نے ان پر ایک نالا زور کا

وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِ اٰكُلٍ خَشْبٍ ۝

اور دیے ہم نے ان کو بدلے میں ان دو باغوں کے دو اور باغ جن میں کچھ میوہ کیلا تھا اور

اَنْثٰلٍ وَشٰىءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝ ذٰلِكَ جَزٰىهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۝

جھاؤ اور کچھ پیر تموڑے سے ♦ یہ بدلہ دیا ہم نے ان کو اس پر کہ ناشکری کی

وَهَلْ نُجْزِيْ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ

اور ہم یہ بدلہ اسی کو دیتے ہیں جو ناشکر ہو ♦ اور رکھی تھیں ہم نے ان میں اور ان

الْقُرٰى الَّتِيۤ اٰتَيْنَا فِيْهَا قُرٰى ظٰهِرَةً ۝ وَقَدَّرْنَا فِيْهَا

بستیوں میں جہاں ہم نے برکت رکھی ہے ایسی بستیاں جو راہ پر نظر آتی تھیں اور منزلیں مقرر کر دیں ہم نے ان میں

السَّبِيْطِ سَبِيْرًا فِيْهَا لَيَالٍۭ وَّ اَيَّامًا ۝ اٰمِنِيْنَ ۝ فَقَالُوْا

آنے جانے کی پھر دان میں راتوں کو اور دنوں کو امن سے ♦ پھر کہنے لگے

حضرت سلیمانؑ کی وفات کا عجیب واقعہ | حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے ہاتھوں مسجد بیت المقدس کی تجدید کر رہے تھے جب معلوم کیا کہ میری موت آنے لگی جنوں کو نقشہ بتا کر آپ ایک شیشہ کے مکان میں در بند کر کے عبادت الہی میں مشغول ہو گئے جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کر لی اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی۔ کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہوسکا۔ وفات کے بعد مدت تک جن بدستور تعمیر کرتے رہے۔ جب تعمیر پوری ہو گئی جس عصا پر فلک لگا رہے تھے گھن کے کھانے سے گرا، تب سب کو وفات کا حال معلوم ہوا۔ اس سے جنات کو خود اپنی غیب دانی کی حقیقت کھل گئی اور ان کے معتقد انسانوں کو بھی پتہ لگ گیا کہ اگر انہیں غیب کی خبر رہتی تو کیا اس ذلت آمیز تکلیف میں پڑے رہتے۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کو محسوس کرتے ہی کام چھوڑ دیے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ شیاطین وغیرہ کی تسخیر کچھ حضرت سلیمانؑ کا کسی کمال نہ تھا محض فضل ایزدی تھا۔ جو اللہ چاہے تو موت کے بعد ایک لاش کے حق میں بھی قائم رکھ سکتا ہے۔ نیز سلیمان علیہ السلام پر زندگی میں جو انعامات ہوئے تھے یہ اس کی تکمیل ہوئی کہ موت کے بعد بھی ایک ضروری حد تک انہیں جاری رکھا گیا۔ اور بتلا دیا کہ پیغمبروں کے اٹھائے ہوئے کاموں کو اللہ تعالیٰ کس کس تدبیر سے پورا کراتا ہے۔ (ربط) یہاں تک بعض منیب اور شکر گزار بندوں کا ذکر تھا۔ آگے ایک معرض و ناسپاس قوم (سبا) کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو بڑے عیش و وفا بیت اور خوشحالی و فارغ البالی کے بعد کفر و ناسپاسی کی سزا میں تباہ کی گئی۔ یہ قوم یمن کی بڑی دولت مند اور ذی اقتدار قوم تھی جو صدیوں تک بڑے جاہ و جلال سے ملک پر حکومت کرتی رہی۔ ان ہی میں ایک وہ ملکہ تھی (بلقیس) جس کا حضرت سلیمانؑ کی بارگاہ میں حاضر ہونا سورہ "نمل" میں گزر چکا ہے۔ شاید یہاں سلیمان کے بعد "سبا" کا ذکر اس مناسبت سے بھی ہوا ہو۔

قوم سبا کے دو باغ | یعنی باغوں کے دو طویل سلسلے داہنے اور بائیں میلوں تک چلے گئے تھے۔ اگر سمجھتے تو خدا کی رحمت و قدرت کی یہی نشانی ایمان لانے اور شکر گزار بننے کے لئے کافی تھی۔

گویا وہ نشانی زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو اور اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو۔ کفر و عصیان اختیار کر کے ناشکرت بنو۔ یا جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے انبیاء کی زبانی اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہوگی۔ کہتے ہیں تیرہ نبی اس قوم کی طرف بھیجے گئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو حضرت مسیح سے پہلے آئے ہوں گے اور ان کے وارث بعد کو بھی اس قوم کی بربادی کے وقت تک سمجھاتے رہے ہونگے۔ واللہ اعلم۔

قوم سبا کی عمارتیں اور پانی کے بند | مصنف "ارض القرآن" "سبا" کی عمارتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "اسی سلسلہ عمارات میں ایک چیز بند آب ہے جس کو عرب حجاز "سد" اور عرب یمن "غرم" کہتے ہیں۔ عرب کے ملک میں کوئی دائمی دریا نہیں۔ پانی پہاڑوں سے بہہ کر ریگستانوں میں خشک اور ضائع ہو جاتا ہے۔ زراعت کے مصرف میں نہیں آتا۔ "سبا" مختلف مناسب موقعوں پر پہاڑوں اور وادیوں کے بیچ میں بڑے

بڑے بند باندھ دیتے تھے کہ پانی رک جائے اور بقدر ضرورت زراعت کے کام میں آئے۔ مملکت ”سبا“ میں اس طرح کے سیکڑوں بند تھے۔

سد مارب | ان میں سب سے زیادہ مشہور ”سد مارب“ ہے جو ان کے دارالحکومت ”مارب“ میں واقع تھا۔ شہر مارب کے جنوب میں داہنے بائیں دو پہاڑ ہیں جن کا نام کوہ ابلق ہے۔ سب نے ان دو پہاڑوں کے بیچ میں تقریباً ۸۰۰ ق م میں ”سد مارب“ کی تعمیر کی تھی۔ یہ بند تقریباً ایک سو پچاس فٹ لمبی اور پچاس فٹ چوڑی ایک دیوار ہے۔ اس کا اکثر حصہ تواب افتادہ ہے تاہم ایک ٹکٹ دیوار اب بھی باقی ہے۔ ”ارناڈ“ ایک یورپین سیاح نے اس کے موجودہ حالات پر ایک مضمون فریج ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں لکھا ہے اور اس کا موجودہ نقشہ نہایت عمدگی سے تیار کیا ہے۔ اس دیوار پر جا بجا کتبات ہیں وہ بھی پڑھ گئے۔ اس سد میں اوپر نیچے بہت سی کھڑکیاں تھیں جو حسب ضرورت کھولی اور بند کی جاسکتی تھی۔ ”سد“ کے دائیں بائیں مشرق و مغرب میں دو بڑے بڑے دروازے تھے جن سے پانی تقسیم ہو کر چپ و راست کی زمینوں کو سیراب کرتا تھا۔ اس نظام آب رسانی سے چپ و راست دونوں جانب اس ریگستانی اور شور ملک کے اندر تین سو میل مربع میں سیکڑوں کوس تک بہشت زار تیار ہو گئی تھی جس میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت تھے۔ قرآن کریم ”جَنَّاتٍ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ“ کہہ کر ان ہی باغوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یونانی مؤرخ ”اکاتھرشیدس“ جو ۱۴۵ ق م میں ”سبا“ کا معاصر تھا بیان کرتا ہے۔ ”سبا عرب کے سرسبز و آباد حصہ میں رہتے ہیں جہاں بہت اچھے اچھے بیٹار میوے ہوتے ہیں۔ دریا کے کنارے جو زمین ہے اس میں نہایت خوبصورت درخت ہوتے ہیں۔ اندون ملک میں بخورات، دارچینی اور چھوڑے کے نہایت بلند درختوں کے گنجان جنگل ہیں اور ان درختوں سے نہایت شیریں خوشبو پھیلا کرتی ہے۔ درختوں کے اقسام کی کثرت و تنوع کے سبب سے ہر قسم کا نام و وصف مشکل ہے جو خوشبو اس میں سے اڑتی ہے وہ جنت کی خوشبو سے کم نہیں اور جس کی تعریف لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتی۔ جو اشخاص زمین سے دور ساحل سے گذرتے ہیں، وہ بھی جب ساحل کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو اس خوشبو سے محظوظ ہوتے ہیں۔ وہ گویا آب حیات کا لطف اٹھاتے ہیں۔ اور یہ تشبیہ بھی اس کی قوت و لطافت کے مقابل میں ناقص ہے۔“ آرنل میڈروس جو ”سبا“ کے عہد آخر میں تھا لکھتا ہے۔ ”سبا“ کا بادشاہ اور اس کا ایوان ”مارب“ میں ہے جو ایک پراشجار پہاڑ پر عیش و مسرت (زنانہ خوشحالی) میں واقع ہے۔ ”غرض باعتبار سرسبزی، خوشحالی، سامان عیش اور اعتدال آب و ہوا کے ”مارب“ اسی کا مصداق تھا۔ ”بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ“ ”رب غفور“ سے ادھر اشارہ کر دیا کہ اپنی طرف سے شکر گزار بنو۔ اگر بمعصائے بشریت کچھ تقصیر رہ جائے گی تو اللہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسا سخت نہیں پکڑتا۔ اپنی مہربانی سے معاف فرمادے گا۔ اس کی نعمتوں کا شکر کماھے کس سے ادا ہو سکتا ہے۔

سبل عرم کا واقعہ | یعنی نصیحتوں کو خاطر میں نہ لائے اور منعم حقیقی کی شکر گزاری سے منہ موڑے رہے تب ہم نے پانی کا عذاب بھیج دیا۔ وہ بند ٹوٹا تمام باغات اور زمینیں غرقاب ہو گئیں۔ اور ان اعلیٰ درجہ کے نفیس میووں اور

پھلوں کی جگہ نکلے درخت اور جھاڑ جھکاڑ رہ گئے جہاں انکور چھوارے اور قسم قسم کی نعمتیں پیدا ہوتی تھیں اب وہاں پیلو، جھاؤ، کیلے اور بد مزہ پھل والے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ جن میں بہترین چیز تھوڑی سی جھڑیوں کو سمجھ لو۔ یہ واقعہ حضرت مسیح اور نبی کریم ﷺ کے درمیانی عہد کا ہے محققین آثار قدیمہ کو ابرہہ الاثرم کے زمانہ کا ایک بہت بڑا کتبہ سدعمر کی بقیہ دیوار پر ملا ہے اس میں بھی اس بند کے ٹوٹنے کا ذکر ہے۔ مگر یہ غالباً اس واقعہ کے بعد ہوا جس کا ذکر قرآن میں ہے واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”جب اللہ نے چاہا عذاب بھیجے، مگھوس پیدا ہوئی اس پانی کے بند میں اس کی جڑ کرید ڈالی، ایک بار پانی نے زور کیا۔ بند کو توڑ ڈالا، وہ پانی عذاب کا تھا جس زمین پر پھر گیا کام سے جاتی رہی کہتے ہیں کہ بند ٹوٹنے کی پیشینگوئی ایک کاہن نے کی تھی اس پر بہت لوگ وطن چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے، جو باقی رہے انہیں ان باغوں کے بدلے یہ ٹکھی اور کڑوی کیلی چیزیں ملیں۔ واللہ اعلم۔

ایسی سخت سزا بڑے ناشکروں کو دی جاتی ہے۔ کفر سے بڑھ کر کیا ناشکری ہوگی۔ سورہ ”نمل“ میں گیدڑ چکا ”وَجَلَّتْهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ“ الخ (نمل۔ رکوع ۲) بظاہر اس قسم کا شرک اس قوم میں بقیہ کے بعد بھی باقی رہا ہوگا۔

برکت والی بستیاں | برکت والی بستیاں ملک شام کی ہیں یعنی ان کے ملک سے شام تک راستے مامون تھے۔ سڑک کے کنارے کنارے دیہات کا سلسلہ ایسے اندازے اور تناسب سے چلا گیا تھا کہ مسافر کو ہر منزل پر کھانا، پانی اور آرام کرنے کا موقع ملتا تھا۔ آبادیوں کے قریب ہونے اور جلد جلد نظر آنے سے مسافر کا جی نہیں گھبراتا تھا، نہ چوروں ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ سفر کیا تھا ایک طرح کی سیر تھی۔ مصنف ارض القرآن لکھتا ہے۔

قوم سبا کی دولت و ثروت | ”سبا“ کی دولت و ثروت کی اساس صرف تجارت تھی۔ یمن ایک طرف سواحل ہندوستان کے مقابل واقع ہے۔ اور دوسری طرف سواحل افریقہ کے۔ سونا، بیش قیمت پتھر، مہالہ خوشبوئیں، ہاتھی دانت، یہ چیزیں حبش اور ہندوستان سے ٹھیک یمن آ کر اترتی تھیں، وہاں سے سبا اونٹوں پر لاد کر بحر احمر کے کنارے خشکی خشکی جاز سے گزر کر شام و مصر لاتے تھے۔ قرآن مجید نے اس راستہ کو ”امام بین“ (کھلا راستہ) اور اسی سفر کا نام ”رَحْلَةُ الْبَنَاءِ وَالصَّيْفِ“ رکھا ہے جس کو قریش نے جاری کیا تھا۔ ان تجارتی کاروانوں کی آمد و رفت کے سبب یمن شے شام تک آبادیوں کی ایک قطار قائم تھی۔ جہاں بے خوف و خطر سفر ہو سکتا تھا۔ یونانی مورخ اراؤسٹینس ۱۹۴ ق م بیان کرتا ہے، کہ ”حضرموت“ سے سبا کے ملک تک چالیس روز کا راستہ ہے اور معین سے سوداگر ستر دن میں ایلہ (عقبہ) پہنچتے ہیں۔

رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَهُم

اے رب دراز کر دے (فاصلہ کر دے ہمارے سفروں میں) ہمارے سفروں کو ♦ اور آپ اپنا برا کیا پھر کر ڈالا ہم نے ان کو

أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَهُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ ط إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

کہانیاں اور کر ڈالا چیر کر کھڑے کھڑے ♦ اس میں سچے کی باتیں ہیں

لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ

ہر صبر کرنے والے شکر گزار کو ♦ اور سچ کر دکھلائی ان پر ابلیس نے

ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ

اپنی آنکھ، پھر اسی کی راہ چلے مگر تھوڑے سے ایمان دار ♦ اور اس کا

لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ

ان پر کچھ زور نہ تھا مگر اتنے واسطے کہ معلوم کر لیں ہم اس کو جو یقین لاتا ہے آخرت پر

مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ط وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِیْظٌ ۝

جدا کر کے اس سے جو رہتا ہے آخرت کی طرف سے دھوکے میں اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے ♦

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ

تو کہہ پکارو ان کو جن کو گمان کرتے ہو سوائے اللہ کے ♦ وہ مالک نہیں

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ

ایک ذرہ بھر کے آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا

فِيهِمَا مِّنْ شَرِكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ

ان دونوں میں کچھ ساجھا اور نہ ان میں کوئی اس کا مددگار اور کام نہیں آتی

اہل سبا کی احمقانہ درخواست | زبان حال سے کہا ہوگا اور ممکن ہے زبان قال سے کہنے لگے ہوں کہ اے اللہ! اس طرح سفر کا لطف نہیں آتا۔ منزلیں دور ہوں، آس پاس آبادیاں نہ ملیں، بھوک پیاس ستائے، تب سفر کا مزہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”آرام میں مستی آئی گئے تکلیف مانگنے کے جیسے اور ملکوں کی خبر سنتے ہیں سفروں میں پانی نہیں ملتا، آبادی نہیں ملتی۔ ویسا ہم کو بھی ہو۔ یہ بڑی ناشکری ہوئی۔ جیسے بنی اسرائیل نے من و سلوی سے اکتا کر لہسن و پیاز طلب کی تھی۔

سبائی تمدن کا زوال اور عذاب | یعنی ہم نے شیرازہ بکھیر دیا اور ان کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ اکثر خاندان ادھر ادھر منتشر ہو گئے کوئی ایک طرف کوئی دوسری طرف نکل گیا۔ آبادیوں کے نام و نشان حرف غلط کی طرف مٹ گئے۔ اب ان کی صرف کہانیاں باقی رہ گئیں کہ لوگ سنیں اور عبرت پکڑیں۔ انکا وہ عظیم الشان تمدن اور شان و شکوہ سب خاک میں مل گیا۔ صاحب ”ارض القرآن“ ان کے زوال و سقوط کی توجیہ اس طرح کرتا ہے کہ یونانیوں اور رومیوں نے مصر و شام پر قبضہ پا کر ہندوستان و افریقہ کی تجارت کو بری راستہ سے بحری راستہ کی طرف منتقل کر دیا اور تمام مال کشتیوں کے ذریعہ سے بحر احمر کی راہ مصر و شام کے سواحل پر اترنے لگا۔ اس طریق سفر نے یمن سے شام تک خاک اڑادی اور سبا کی نوآبادیاں تباہ ہو کر رہ گئیں۔ ”مصطفیٰ موصوف نے یہ توجیہ مولر کی تحریر سے اخذ کی ہے ممکن ہے تباہی اور انتشار کا ایک ظاہری سبب یہ بھی ہو۔ مگر اس پر حصر کر دینا صحیح نہیں۔

قوم سبا کا حال عبرت ناک ہے | یعنی ان حالات کو سن کر چاہئے عظیمند عبرت حاصل کریں جب اللہ فراخی اور عیش دے خوب شکر ادا کرتے رہیں اور تکلیف و مصیبت آئے تو صبر و تحمل اختیار کر کے اللہ سے مدد مانگیں۔

زوال کا سبب شیطان کا اتباع تھا | پہلے دن ابلیس نے تحنیزہ کر کے کہا تھا ”لَا خَبِيرُكَ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا“ (اسراء رکوع ۷) اور ”ثُمَّ لَا يَنْبَغُهُمْ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ“ (اعراف رکوع ۲) ویسے ہی نکلے۔

شیطان کو بہکانے کے علاوہ کوئی قدرت نہیں | یعنی شیطان کو یہ قدرت نہ تھی کہ لاشی لے کر انکو زبردستی راہ حق سے روک دیتا۔ ہاں بہکاتا پھسلاتا ہے اور اتنی قدرت بھی اس لئے دی گئی کہ بندوں کا امتحان و ابتلاء منظور تھا۔ دیکھیں کون آخرت پر یقین کر کے خدا کو یاد رکھتا ہے اور کون دنیا میں پھنس کر انجام سے غافل ہو جاتا اور بیوقوف بن کر شک یا دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ کی حکمت کا مقتضاء ہی یہ تھا کہ دنیا میں انسان کے لئے دونوں طرف جانے کے راستے کشادہ رکھیں۔ جیسا کہ پہلے کئی جگہ اسکی تقریر ہو چکی ہے ایسا نہیں کہ (معاذ اللہ) خدا کو خبر نہ ہو۔ بے خبری میں شیطان کسی بندے کو اچک لیجائے۔ خوب سمجھ لو کہ ہر چیز اللہ کی نگاہ میں ہے اور تمام احوال و شئون کی دیکھ بھال وہ ہی ہمہ وقت کرتا ہے جس کو جتنی آزادی دے رکھی ہے وہ عجز و سفسہ سے نہیں، حکمت و مصلحت کی بناء پر ہے۔

مشرکین مکہ کو تنبیہ | یہاں سے مشرکین مکہ کو خطاب ہے جن کی تنبیہ کے لئے ”سبا“ کا قصہ سنایا تھا۔ یعنی اللہ کے سوا جن چیزوں پر تم کو خدائی کا گمان ہے ذرا کسی آڑے وقت میں ان کو پکارو تو سبکی دیکھیں وہ کیا کام آتے ہیں۔

الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۖ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقُّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ ۚ

سفارش اس کے پاس مگر اس کو کہ جس کے واسطے حکم کر دے یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہو جائے

قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقُّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ ۚ

ان کے دل سے کہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے وہ کہیں فرمایا جو واجب ہے اور وہی ہے سب سے اوپر

الْكَبِيرُ ۚ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ قُلْ

بڑا ۚ تو کہہ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے بتلا دے

اللَّهُ ۚ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًىٰ أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۚ

کہ اللہ ۚ اور یا ہم یا تم بے شک ہدایت پر ہیں یا پڑے ہیں گمراہی میں صریح ۚ

قُلْ لَا تَسْأَلُونَنَا عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا نُسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۚ

تو کہہ تم سے پوچھ نہ ہوگی اس کی جو ہم نے گناہ کیا اور ہم سے پوچھ نہ ہوگی اس کی جو تم کرتے ہو

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَنُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۚ وَهُوَ الْفَتَّاحُ

تو کہہ جمع کرے گا ہم سب کو رب ہمارا پھر فیصلہ کرے گا ہم میں انصاف کا اور وہی ہے قصہ چکانے والا

الْعَلِيمُ ۚ قُلْ أَرُونِي الَّذِينَ أَكْفَمْتُمْ بِهِ ۚ شُرَكَاءُ كَلَّا ۚ

سب کچھ جاننے والا ۚ تو کہہ مجھ کو دکھاؤ تو سہی جن کو اس سے ملاتے ہو سا جھی قرار دیکر ۚ کوئی نہیں

بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً

وہی اللہ ہے زبردست حکمتوں والا ۚ اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سوسارے

لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۚ

لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے ۚ

یعنی یہ مسکین کیا کام آتے جنہیں آسمان وزمین میں نہ ایک ذرہ کا مستقل اختیار ہے (بلکہ جن کو تو غیر مستقل بھی نہیں) نہ آسمان و زمین میں ان کی کچھ شرکت نہ خدا کو کسی کام میں مدد کی ضرورت، جو یہ اسکے معین و مددگار بن کر ہی کچھ حقوق جتلاتے۔ اس کی بارگاہ تو وہ ہے جہاں بڑے بڑے مقربین کی یہ بھی طاقت نہیں کہ بدون اذن و رضا کے کسی کی نسبت ایک حرف سفارش ہی زبان سے نکال سکیں۔ انبیاء و اولیاء اور ملائکہ اللہ کی شفاعت بھی صرف انہی کے حق میں نافع ہوگی جن کے لئے ادھر سے سفارش کا حکم مل جائے۔

ملائکہ پر اللہ کی ہیبت و عظمت کا اثر | یہ فرشتوں کا حال فرمایا جو ہمہ وقت اس بارگاہ کے حاضر باش ہیں۔ جب اوپر سے اللہ کا حکم اترتا ہے ایسی آواز آتی ہے جیسے صاف چکنے پھرنے پر زنجیر کھینچی جائے۔ (شاید اتصال و بساطت کو قریب الی الفہم کرنے کے لئے یہ تشبیہ دی گئی) فرشتے دہشت اور خوف رعب سے قہر جاتے ہیں اور تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ جب یہ حالت رفع ہو کر دل کو تسکین ہوئی اور کلام اتر چکا۔ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کیا حکم ہوا۔ اوپر والے فرشتے نیچے والوں کو درجہ بدرجہ بتاتے ہیں کہ جو اللہ کی حکمت کے موافق ہے اور آگے سے قاعدہ معلوم ہے وہ ہی حکم ہوا۔ ظاہر ہے وہاں معقول اور واجبی بات کے سوا کیا چیز ہو سکتی ہے۔ پس جس کے علو و عظمت کی یہ کیفیت ہو کہ حکم دے تو مقربین کا مارے ہیبت و جلال کے یہ حال ہو جائے وہاں کس کی ہمت ہے کہ از خود سعی و سفارش کے لئے کھڑا ہو جائے تنبیہ | آیت کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں جنکی نسبت حافظ ابن حجر لکھتے ہیں "وجمع ذلک مخالف لہذا الحدیث الصحیح (المدی فی البخاری) ولا حدیث کثیرہ تویندہ (فتح الباری ص ۳۸۱/۱۳)۔

یعنی آسمان وزمین سے روزی کے سامان بہم پہنچانا صرف اللہ کے قبضہ میں ہے اس کا اقرار مشرکین بھی کرتے تھے لہذا آپ بتلا دیں کہ یہ تم کو بھی مسلم ہے پھر الوہیت میں دوسرے شریک کہاں سے ہو گئے۔

کفار کی غلطی پر تنبیہ کا ایک حکیمانہ طریقہ | یعنی دونوں فرقے تو سچ نہیں کہتے (ورنہ اجتماع نقیضین لازم آجائے) یقیناً دونوں میں ایک سچا اور ایک جھوٹا ہے تو لازم ہے کہ سوچو اور غور کر کے سچی بات قبول کرو۔ اس میں ان کا جواب ہے جو بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ میاں! دونوں فرقے ہمیشہ سے چلے آئے ہیں کیا ضرور ہے جھگڑنا۔ تو بتا دیا کہ ایک یقیناً خطا کار اور گمراہ ہے۔ باقی نقیضین نہ کرنے میں حکیمانہ حسن خطاب ہے یعنی لو ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ بہر حال ایک تو یقیناً غلطی پر ہو گا۔ اب اوپر کے دلائل سن کر تم ہی خود فیصلہ کر لو کہ کون غلطی پر ہے۔ گویا مخالف کو زہری سے بات کر کے اپنے نفس میں غور کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔

ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے | یعنی ہر ایک کو اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہئے۔ کوئی شخص دوسرے کے قصور اور غلطی کا جواب دہ نہ ہو گا اگر اتنی صاف باتیں سننے کے بعد بھی تم اپنی حالت میں غور کرنے کے لئے تیار نہیں تو یاد رکھو ہم حجت تمام کر چکے۔ اور کلمہ حق پہنچا چکے۔ اب تم اپنے اعمال کے خود جواب دہ ہو گے ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ نہ ایسی حالت میں ہمارا تہبارا کوئی واسطہ۔ خدا کے یہاں حاضر ہونے کے لئے ہر ایک اپنی اپنی فکر کر رکھے۔ وہ سب کو اکٹھا کر کے ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دے گا۔ یعنی ذرا سامنے تو کرو کون سی ہستی ہے جو اس کی خدائی میں ساجھار کھتی ہے؟ ہم بھی تو دیکھیں کہ اس کے کیا کچھ اختیارات ہیں۔ کیا ان پتھر کی بیجان اور خود تراشیدہ صورتوں کو پیش کر دے۔

یعنی ہر گز تم ایسی کوئی ہستی پیش نہیں کر سکتے۔ وہ تو اکیلا ایک ہی خدا ہے جو زبردست، غالب و قاهر اور اعلیٰ درجہ کی حکمت و دانائی رکھنے والا ہے۔ سب اس کے سامنے مغلوب و مقہور ہیں۔

آپ کی بعثت تمام انسانوں کیلئے ہے | یہ توحید کے ساتھ رسالت کا ذکر کر دیا۔ یعنی آپ کا فرض اور آپ کی بعثت کی غرض یہی ہے کہ نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو ان کے نیک و بد سے آگاہ کر دیں سو کر دیا۔ جنہیں سمجھتے وہ جانیں۔ سمجھنا آدمی تو اپنے نفع نقصان کو سوچ کر آپ کی بات کو ضرور مانیں گے۔ ہاں دنیا میں کثرت جاہلوں اور نا سمجھوں کی ہے ان کے دماغوں میں کہاں گنجائش ہے کہ کارآمد باتوں کی قدر کریں۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۹﴾

اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو

قُلْ لَكُمْ مَبِيعَاتُ يَوْمٍ لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا

تو کہہ تمہارے لیے وعدہ ہے ایک دن کا نہ دیر کرو گے اس سے ایک گھڑی نہ

تَسْتَفِدُّ مُمُونٌ ﴿۴۰﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا

جلدی اور کہنے لگے منکر ہم ہرگز نہ مانیں گے اس

الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ

قرآن کو اور نہ اس سے اگلے کو اور بھی تو دیکھے جب کہ گنہگار

مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ

کھڑے کئے جائیں اپنے رب کے پاس ایک دوسرے پر ڈالتا ہے

الْقَوْلِ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

بات کو کہتے ہیں وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے بڑائی کرنے والوں کو

لَوْ لَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿۴۱﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان دار ہوتے کہنے لگے بڑائی کرنے والے

لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَادِقُونَ عَنِ الْهُدَىٰ

ان سے جو کمزور گئے گئے تھے کیا ہم نے روکا تم کو حق بات سے

بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ﴿۴۲﴾ وَقَالَ الَّذِينَ

تمہارے پاس پہنچ چکنے کے بعد کوئی نہیں تم ہی تھے گنہگار اور کہنے لگے وہ لوگ جو

النصف

یعنی جس گھڑی سے ڈراتے ہو وہ کب آئے گی۔ اگر سچے ہو تو جلدی لا کر دکھلا دو۔

قیامت اپنے وقت پر آئیگی | یعنی گھبراؤ نہیں۔ جس دن کا وعدہ ہے ضرور آ کر رہے گا۔ جب آئے گا تو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے گی۔ جلدی بچانے کے بجائے اس کی ضرورت ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے کچھ تیاری کر رکھو۔

کفار کا انکار | یعنی ہم نہ قرآن کو مانیں نہ اگلی کتابوں کو جنہیں تم آسمانی کتابیں بتلاتے ہو۔ مثلاً تورات و انجیل وغیرہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں جہاں دیکھو وہ ہی حساب کتاب اور قیامت کا مضمون۔ سوان چیزوں کو ہم ہرگز تسلیم کرنے والے نہیں۔

یعنی جیسے ناکامیابی کے وقت ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو ناکامیابی کا سبب گردانتا ہے۔ محشر میں بھی کفار ایک دوسرے کو مورد الزام بتائیں گے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

کفار کا اپنے بڑوں سے مکالمہ | دنیا میں جو لوگ نیچے کے طبقہ میں شمار ہوتے تھے اور دوسروں کے پیچھے چلتے تھے وہ اپنے بڑے سرداروں کو الزام دیں گے کہ تم نے ہمیں اس مصیبت میں پھنسا دیا۔ تمہاری روک نہ ہوتی تو ہم ضرور پیغمبروں کی بات مان لیتے اور یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔

یعنی جب تمہارے پاس حق بات پہنچ گئی اور سمجھ میں آگئی تھی کیوں قبول نہ کی کیا ہم نے زبردستی تمہارے دلوں کو ایمان و یقین سے روک دیا تھا چاہئے تھا کہ کسی کی پروا نہ کر کے حق کو قبول کر لیتے۔ اب اپنا جرم دوسروں کے سر کیوں رکھتے ہو؟

اسْتَضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ الْبَلِّ وَالنَّهَارِ

کمزور گئے گئے تھے بڑائی کرنے والوں کو کوئی نہیں پر (رکے) فریب سے رات دن کے

إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا ۚ

جب تم ہم کو حکم کیا کرتے کہ ہم نہ مانیں اللہ کو اور ٹھہرائیں اس کے ساتھ برابر کے سا جی ♦ اور

أَسْرُوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ ۖ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَلَ

چھپے چھپے پھتانے لگے جب دیکھ لیا عذاب ♦ اور ہم نے ڈالے ہیں طوق

فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا

گردنوں میں مکروں کے ♦ وہی بدلہ پاتے ہیں جو

يَعْمَلُونَ ﴿۳۲﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ

عمل کرتے تھے ♦ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا مگر کہنے لگے ہیں

مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا نَحْنُ

وہاں کے آسودہ (خوشحال) لوگ جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا ہم اس کو نہیں مانتے ♦ اور کہنے لگے ہم

أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا ۖ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ﴿۳۴﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي

زیادہ ہیں مال اور اولاد میں اور ہم پر آفت نہیں آنے والی ♦ تو کہہ میرا رب ہے

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

جو کشادہ کر دیتا ہے روزی جس کو چاہے اور ماپ کر دیتا ہے لیکن بہت لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۵﴾ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَاكُمْ بِالدِّينِ

سمجھ نہیں رکھتے ♦ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد وہ نہیں کہ

یعنی بیشک تم نے زبردستی مجبور تو نہ کیا تھا۔ مگر رات دن مکرو فریب اور مغویانہ تدبیر سے ہم کو بہکاتے پھسلاتے رہتے تھے۔ جب ملے یہ ہی تلقین کی کہ ہم پیغمبروں کے ارشاد کے موافق خدا کو ایک نہ مانیں۔ بلکہ بعض مخلوقات کو بھی اس کا مماثل اور برابر کا شریک سمجھیں۔ آخر تہباری شب و روز کی ترغیب و ترہیب کا کہاں تک اثر نہ ہوتا۔

آخرت میں کفار کا چھتاوا یعنی جس وقت ہولناک عذاب سامنے آئے گا تا بعین اور مقبوعین دونوں اپنے اپنے دل میں چھتائیں گے۔ ہر ایک محسوس کرے گا کہ واقعی میں مجرم اور قصودار ہوں۔ لیکن شرم کے مارے ایک دوسرے پر ظاہر نہ کریں گے اور شدید اضطراب و خوف سے شاید بولنے کی قدرت بھی نہ ہو۔

گردنوں میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوگی۔

یعنی جو عمل کیے تھے آج وہ اس سزا کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں جیسا کرنا دیا بھرتا۔

کفار کا نشہ دولت یہ حضور کو تسلی دی گئی کہ آپ رؤسائے مکہ کے انحراف و سرکشی سے مغموم نہ ہوں۔ ہر زمانہ میں پیغمبروں کا مقابلہ ایسے ہی بد بخت رئیسوں نے کیا ہے۔ دولت و ثروت کا نشہ اور اقتدار طلبی کا جذبہ آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے گردن جھکانا اور چھوٹے آدمیوں کے برابر بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی لئے انبیاء کے اول قبہین عموماً ضعیف و مسکین لوگ ہوتے ہیں کماوردہ فی حدیث ہر قل۔

رضائے الہی کا غلط معیار یعنی معلوم ہوا خدا ہم سے خوش اور راضی ہے ورنہ اتنا مال و اولاد کیوں دیتا۔ جب وہ خوش ہے تو ہم کو کسی آفت کا اندیشہ نہیں۔ تم فضول عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو۔ **دولت فراخی رضا کا معیار نہیں** یعنی روزی کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں۔ دیکھتے نہیں۔ دنیا میں کتنے بد معاش، شریر، دہریے ملحد (ناستک) مزے اڑاتے ہیں حالانکہ ان کو کوئی مذہب بھی اچھا نہیں کہتا۔ اور بہت سے خدا پرست پرہیزگار اور نیک بندے بظاہر فاقے کھینچتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ دولت و افلاس یا تنگی و فراخی کسی کے محبوب و مقبول عند اللہ ہونے کی دلیل نہیں۔ یہ معاملات تو دوسری مصالح اور حکمتوں پر مبنی ہیں جن کو اللہ ہی جانتا ہے مگر بہت لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے۔

وَمِنَ الدَّلِيلِ عَلَى الْقَضَاءِ وَحُكْمِهِ

بِؤْسِ اللَّيْبِ وَطَيْبِ عَيْشِ الْآحِقِ

تُقَرَّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَن أَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا زَفَاوَلِيكَ

نزدیک کر دیں ہمارے پاس تمہارا درجہ پر جو کوئی یقین لایا اور بھلا کام کیا

لَهُمْ جَزَاءُ الضَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ﴿۳۷﴾

ان کے لیے ہے بدلہ دونا (دو چند) ان کے کیے کام کا اور جہر و کوں میں بیٹھے ہیں دل جمعی سے

وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ

اور جو لوگ دوڑتے ہیں ہماری آیتوں کے ہرانے کو وہ عذاب میں

مُحْضَرُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ إِن رَّبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ

پکڑے ہوئے آتے ہیں تو کہہ میرا رب ہے جو کشادہ کر دیتا ہے روزی جس کو چاہے

مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ

اپنے بندوں میں اور ماپ کر دیتا ہے (جس کو چاہے) اور جو خرچ کرتے ہو کچھ چیز وہ

يُخْلِفُهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا

اس کا عوض دیتا ہے اور وہ بہتر ہے روزی دینے والا اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو

ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِبْرَاءِيَاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۴۰﴾

پھر کہے گا فرشتوں کو کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے

قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا

وہ کہیں گے پاک ذات ہے تیری ہم تیری طرف میں ہیں نہ ان کی طرف میں نہیں پر

يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۚ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾ فَأَلْيَوْمَ لَا

پوجتے تھے (پوجتے رہے) جنوں کو یہ اکثر انہی پر اعتقاد رکھتے تھے سوا آج

◆ یعنی مال و اولاد کی کثرت نہ قرب الہی کی علامت ہے جیسا کہ اوپر کی آیت میں گذرا۔ اور نہ قرب حاصل کرنے کا سبب ہے۔ بلکہ اس کے برعکس کافر کے حق میں زیادت بعد کا سبب بن جاتا ہے۔ ہاں مومن اگر مال و دولت کو وجوہ خیر میں صرف کرے اور اولاد کو بہترین تعلیم و تربیت دلا کر نیک اور شائستہ بنائے، ایسا مال و اولاد ایک درجہ میں قرب الہی کا سبب بنتا ہے۔ بہر حال وہاں مال و اولاد کی پوچھ نہیں۔ محض ایمان و عمل صالح کی پرسش ہے۔

◆ مومنوں کو نفقات پر اجر عظیم | یعنی کام پر جتنے اجر کا استحقاق ہے اس سے زائد بدلہ ملے گا۔ کم از کم دس گنا اور زیادہ ہو تو سات سو گنا بلکہ اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ جس کی کوئی حد نہیں۔ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ (بقرہ۔ رکوع ۳۶) یہاں ضعف سے مطلقاً زیادت مراد ہے۔

◆ یعنی جو بد بخت اللہ کی آیات کو رد کرتے اور ان پر طعن کر کے لوگوں کو ادھر سے روکتے ہیں گویا سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ و رسول کو ہرا دیں گے۔ وہ سب عذاب میں گرفتار ہو کر حاضر کئے جائیں گے ایک بھی چھوٹ کر نہ بھاگ سکے گا۔

◆ رزق کی تنگی و فراخی اللہ کے ہاتھ میں ہے | یہ مسلمانوں کو سنایا کہ تم وجوہ خیر میں خرچ کرتے وقت تنگی اور افلاس سے نہ ڈرنا۔ خرچ کرنے سے رزق کم نہیں ہو جاتا جو مقدر ہے پہنچ کر رہے گا۔ اللہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا دینا چاہے اس میں تمہارے خرچ کرنے نہ کرنے سے فرق نہیں پڑتا بلکہ وجوہ خیر میں خرچ کرنے سے برکت ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس کا عوض دیتا ہے خواہ مال کی صورت میں یا قناعت و غنائے قلبی کی شکل میں اور آخرت میں بدلہ ملتا تو یقینی ہے۔ غرض اس کے ہاں کچھ کمی نہیں۔ مسلمان کو چاہئے کہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھے اور اس کی مرضی کے سامنے فقر و فاقہ کا اندیشہ دل میں نہ لائے۔ ”وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ الْغَلَا“ تنبیہ | آیت میں گویا اس طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ جس طرح دنیا میں تنگی اور فراخی کے اعتبار سے لوگوں کا حال متفاوت ہے، آخرت میں بھی باعتبار مراتب ثواب و عذاب کے ایسا ہی تفاوت ہوگا۔

◆ ملائکہ پرستی پر ملائکہ سے سوال | بہت مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ بہت ان کے ہیاکل بنا کر پرستش کرتے تھے بلکہ بعض نے لکھا ہے کہ اصنام پرستی کی ابتداء ملائکہ پرستی ہی سے ہوئی۔ اور عمرو بن لُحی یہ رسم قبیح شام سے حجاز میں لایا۔ بہر حال قیامت کے دن کفار کو سنا کر فرشتوں سے سوال کریں گے کہ کیا یہ لوگ تم کو پوجتے تھے؟ شاید مطلب یہ ہو کہ تم نے تو ان سے ایسا نہیں کہا۔ یا تم ان کے فعل سے خوش تو نہیں ہوئے۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام سے سوال ہوگا۔ ”ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِيْ وَاقِبِي الْهَيْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ“ (مائدہ۔ رکوع ۱۶) اور سورۃ فرقان میں ہے ”ءَاَنْتُمْ اَصْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هُوَ لَاۤءِ“ (فرقان۔ رکوع ۲)

◆ ملائکہ کا جواب | یعنی آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی کسی درجہ میں اس کا شریک ہو۔ (العیاذ باللہ) ہم کیوں ان کو ایسی بات کہنے لگے تھے یا ایسی دہیات حرکت سے خوش ہوتے۔ ہماری رضا تو آپ کی رضا کے تابع ہے۔ ہم کو ان مجرموں سے کیا واسطہ ہم تو آپ کے فرمانبردار غلام ہیں پھر یہ بد بخت تو حقیقت میں ہماری پرستش بھی نہیں کرتے تھے۔ نام ہمارا لیکر شیطانوں کی پرستش تھی، فی الحقیقت ان کی عقیدت مندی ان ہی کے ساتھ ہے شیاطین ان کو جس طرف ہانکتے ہیں ادھر ہی مڑ جاتے ہیں خواہ فرشتوں کا نام لیکر یا کسی نبی اور ولی کا۔ بلکہ بعض تو علانیہ شیطان ہی کو پوجتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے کسی جگہ غالباً سورۃ ”انعام“ میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

بِمَلِكٍ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفَعًا وَلَا ضَرًّا ۚ وَنَقُولُ لِلَّذِينَ

تم مالک نہیں ایک دوسرے کے بھلے کے نہ برے کے ♦ اور کہیں گے ہم

ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۳۷﴾

ان گنہگاروں کو جکمو تکلیف اس آگ کی جس کو تم جھوٹ بتلاتے تھے

وَإِذَا تَنَلَّيْ عَلَيْهِمْ أَيْنُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ

اور جب پڑھی جائیں ان کے پاس ہماری آیتیں کھلی کھلی کہیں اور کچھ نہیں مگر یہ ایک مرد ہے

يُرِيدُ أَنْ يَبْصِدَكُمْ عُمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ ۚ وَقَالُوا

چاہتا ہے کہ روک دے تم کو ان سے جن کو پوجتے رہے تمہارے باپ دادے ♦ اور کہیں

مَا هَذَا إِلَّا افْكٌ مُفْتَرًى ۚ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ

اور کچھ نہیں یہ (مگر) جھوٹ ہے باندھا ہوا ♦ اور کہتے ہیں مگر حق بات کو

لَمَّا جَاءَهُمْ ۚ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿۳۸﴾ وَمَا أَتَيْنَهُمْ

جب پہنچے (پہنچی) ان تک اور کچھ نہیں (مگر) یہ ایک جادو ہے صریح ♦ اور ہم نے دی نہیں ان کو

مِّنْ كِتَابٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ

کچھ کتابیں کہ جن کو وہ پڑھتے ہوں اور بھیجا نہیں ان کے پاس تجھ سے پہلے کوئی

نَذِيرٍ ﴿۳۹﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا بَلَغُوا مُعْشَارَ

ڈرانے والا ♦ اور جھٹلایا ہے ان سے اگلوں نے اور یہ نہیں پہنچے دسویں حصہ کو

مَا أَتَيْنَهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۴۰﴾ قُلْ إِنَّمَا

اس کے جو ہم نے ان کو دیا تھا پھر جھٹلایا انہوں نے میرے بھیجے ہوؤں کو تو کیسا ہوا انکار میرا ♦ تو کہہ

عابد اور معبود کی عاجزی | یعنی آج عابد اور معبود دونوں کا معجز واضح ہو گیا کہ کوئی کسی کو ذرہ بھر نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جن معبودین کا بڑا سہارا سمجھتے تھے انہوں نے اس طرح وقت پر بیزاری ظاہر کر دی۔

آنحضرتؐ کی تکذیب | یہ رسول کریم ﷺ کی نسبت آپس میں کہتے تھے کہ یہ شخص نبی رسول کچھ نہیں۔ بس اتنی غرض ہے کہ ہمارے باپ دادوں کا طریقہ چھڑا کر (جس کو ہم قدیم سے حق جانتے چلے آئے ہیں) اپنے ڈھب پر لے آئے اور خود حاکم و متبوع بن کر بیٹھ جائے۔ گویا صرف حکومت دریاست مطلوب ہے۔ (العیاذ باللہ)

یعنی قرآن کیا ہے (العیاذ باللہ) چند جھوٹی باتیں جو خدا کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔

قرآن و نبوت پر اعتراض | یعنی یہ نبوت کا دعویٰ جس کے ساتھ چند معجزات و خوارق کی نمائش کی گئی ہے یا مذہب اسلام جس نے آکر میاں کو بیوی سے اور باپ کو بیٹے سے جدا کر دیا ہے۔ یا قرآن جس کی تاثیر لوگوں کے دلوں پر غیر معمولی ہوتی ہے، صریح جادو کے سوا اور کچھ نہیں (العیاذ باللہ)

کفار مکہ کی جہالت | یعنی بعض امی تھے نہ کوئی کتاب ساوی ان کے ہاتھ میں تھی نہ اتنی مدت دراز سے کوئی نبی ان میں آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایسا عظیم الشان پیغمبر اور ایسی جلیل القدر کتاب مرحمت فرمائی۔ چاہئے کہ اسے غنیمت جانیں اور انعام الہی کی قدر کریں۔ خصوصاً جبکہ پہلے سے خود کہا بھی کرتے تھے کہ اگر ہم میں کوئی پیغمبر آتا یا کوئی کتاب ہم پر اتاری جاتی تو اوروں سے بڑھ کر ہم فرمانبردار ہوتے۔ اب وہ چیز آئی تو لگے انکار و استکبار کرنے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم نے ان کے پاس کوئی کتاب یا ہادی ایسا نہیں بھیجا جو آپ کی تعلیم کے خلاف تعلیم دیتا ہو۔ پھر کس دلیل نقلی یا عقلی کی بناء پر یہ لوگ آپ کی مخالفت کرتے ہیں۔

یعنی جیسی لمبی عمریں، جسمانی قوتیں، مال و دولت اور عیش وترفان کو دیا گیا تمہیں اس کا عشر عشر بھی نہیں ملا۔ لیکن جب انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب و مخالفت کی، دیکھ لو! کیا انجام ہوا، سب ساز و سامان دھرا رہ گیا۔ ایک منٹ بھی عذاب الہی کو روک نہ سکے۔ پھر تم اتنا کاہے پر اتراتے ہو؟ ”اس برتے پر یہ تپا پانی۔“

أَعْظَمُ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلِي وَفَرَادَى ثُمَّ

میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تم کو کہ اٹھ کھڑے ہو اللہ کے نام پر دودو ایک ایک پھر

تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جَنَّةٍ ط إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ

دھیان کرو کہ اس تمہارے رفیق کو کچھ سودا نہیں یہ تو ایک ڈرانے والا ہے تم کو (پہلے)

بَيْنَ يَدَيَّ عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴿٣٦﴾ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ

ایک بڑی آفت کے آنے سے تو کہہ جو میں نے تم سے مانگا ہو کچھ بدلہ

فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

سودہ تمہی رکھو میرا بدلہ ہے اسی اللہ پر اور اس کے سامنے ہے

شَهِيدٌ ﴿٣٧﴾ قُلْ إِنْ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَٰمُ الْغُيُوبِ ﴿٣٨﴾

ہر چیز تو کہہ میرا رب پھینک (برسا) رہا ہے سچا دین اور وہ جانتا ہے چھپی چیزیں

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿٣٩﴾ قُلْ إِنْ

تو کہہ آ یا دین سچا اور جھوٹ تو کسی چیز کو نہ پیدا کرے اور نہ پھر کر لائے تو کہہ اگر

ضَلَّكَ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فِيمَا

میں بہکا ہوا ہوں تو بہکوں گا اپنے ہی نقصان کو اور اگر ہوں سیدھے رستے پر تو اس

يُوحِي إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿٤٠﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَرَغُوا

سب سے کہ وحی بھیجتا ہے مجھ کو میرا رب بے شک وہ سب کچھ سنتا ہے نزدیک اور بھی تو دیکھے جب یہ گھبرائیں

فَلَا قُوَّةَ وَأُخِذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٤١﴾ وَقَالُوا آمَنَّا

پھر نہ بچیں بھاگ کر اور پکڑے ہوئے آئیں نزدیک جگہ سے اور کہنے لگیں ہم نے اس کو

کفار مکہ کو آنحضرتؐ کا وعظ | یعنی تعصب و عناد چھوڑ کر انصاف و اخلاص کے ساتھ اللہ کے نام پر اٹھ کھڑے ہو۔ اور کئی کئی مل کر بحث و مشورہ کر لو اور الگ الگ تنہائی میں غور کر کے سوچو کہ یہ تمہارا رفیق (محمد رسول اللہ ﷺ) جو چالیس برس سے زیادہ تمہاری آنکھوں کے سامنے رہا جس کے بچپن سے لیکر کہولت تک کے ذرہ ذرہ حالات تم نے دیکھے جس کی امانت و دیانت، صدق و عفاف اور فہم و دانش کے تم برابر قائل رہے۔ کبھی کسی معاملہ میں نفسانیت یا غرض پرستی کا الزام تم نے اس پر نہیں رکھا۔ کیا تم واقعی گمان کر سکتے ہو کہ العیاذ باللہ اسے بیٹھے بٹھائے جنون ہو گیا ہے جو خواہ مخواہ اس نے ایک طرف سے سب کو دشمن بنالیا۔ کیا کہیں دیوانے ایسی حکمت کی باتیں کیا کرتے ہیں یا کوئی مجنون اپنی قوم کی اس قدر خیر خواہی اور ان کی اخروی فلاح اور دنیوی ترقی کا اتنا زبردست لائحہ عمل پیش کر سکتا ہے۔ وہ تم کو سخت مہلک خطرات اور تباہی انگیز مستقبل سے آگاہ کر رہا ہے، قوموں کی تاریخیں سناتا ہے، دلائل و شواہد سے تمہارا بھلا برا سمجھاتا ہے یہ کام دیوانوں کے نہیں، ان اولوالعزم پیغمبروں کے ہوتے ہیں جنہیں احمقوں اور شریروں نے ہمیشہ دیوانہ کہا ہے۔

یعنی میں تم سے اپنی محنت کا کچھ صلہ نہیں چاہتا اگر تمہارے خیال میں کچھ معاوضہ طلب کیا ہو وہ سب تم اپنے پاس رکھو مجھے ضرورت نہیں میرا صلہ تو خدا کے یہاں ہے۔ تم سے جو چیز طلب کرتا ہوں یعنی ایمان و اسلام وہ صرف تمہارے نفع کی خاطر۔ اس سے زائد میری کوئی غرض نہیں۔

یعنی میری سچائی اور نیت اللہ کے سامنے ہے۔

حق غالب ہو کر رہے گا | یعنی اوپر سے وحی اتر رہی اور دین کی بارش ہو رہی ہے۔ موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ جس زور سے اللہ تعالیٰ حق کو باطل کے سر پر پھینک کر مار رہا ہے اس سے اندازہ کرو کہ باطل کہاں ٹھہر سکے گا، ضرور ہے ملیا میٹ ہو کر رہے اور آفاق میں دین حق کا ڈنکا بجے۔ اس علام الغیوب نے خوب دیکھ بھال کر عین موقع پر حق کو باطل کا سر کچلنے کے لئے بھیجا ہے۔ ”بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَنفَعُهُ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ“ یعنی دین حق آ پہنچا اب اس کا زور رکنے والا نہیں۔ سب پر غالب ہو کر اور باطل کو زیر کر کے رہے گا جھوٹ کے پاؤں کہاں جو حق کے سامنے چل سکے۔ وہ تو اب کرنے کا نہ دھرنے کا سمجھ لو آیا گیا ہوا۔ فتح مکہ کے دن یہ آیت آپؐ کی زبان پر تھی۔

یعنی اگر میں نے یہ ڈھونگ خود کھڑا کیا ہے تو کے دن چلے گا اس میں آخر میرا ہی نقصان ہے۔ دنیا کی عداوت مول لینا، ذلت اٹھانا اور آخرت کی رسوائی قبول کرنا۔ (العیاذ باللہ) لیکن اگر میں سیدھے راستہ پر ہوں جیسا کہ واقعی ہوں تو سمجھ لو کہ یہ سب اللہ کی تائید و امداد اور وحی الہی کی برکت و ہدایت سے ہے جو کسی وقت میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ میرا خدا سب کچھ سنتا ہے اور بالکل نزدیک ہے وہ ہمیشہ میری مدد فرمائے گا۔ اور اپنے پیغام کو دنیا میں روشن کرے گا۔ تم مانو یا نہ مانو۔

کفار کی حالت | یعنی یہ کفار یہاں ڈیگیں مارتے ہیں مگر وہ وقت عجیب قابل دید ہوگا جب یہ لوگ محشر کا ہولناک منظر دیکھ کر گھبرائیں گے اور کہیں بھاگ نہ سکیں گے۔ اس وقت گرفتاری کے لئے کہیں دور سے ان کو تلاش کرنا نہ پڑے گا۔ بلکہ نہایت آسانی سے فوراً جہاں کے تہاں گرفتار کر لئے جائیں گے۔

يَهٗ ۚ وَاِنِّیْ لَھُمْ التَّنَاوُسُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۝۵۲ ۚ وَكَدْ

یقین مان لیا اور اب کہاں ان کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے بعید جگہ سے (اتنی دور سے) اور اس سے

کَفَرُوا بِہٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَیَقْدِرُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ مَّكَانٍ

منکر رہے پہلے سے اور پہنچتے رہے بن دیکھے نشانہ پر دور کی

بَعِيْدٍ ۝۵۳ ۚ وَحِیْلُ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَهُوْنَ کَمَا فُعِلَ

جگہ سے اور رکاوٹ پڑ گئی ان میں اور ان کی آرزو میں جیسا کہ کیا گیا ہے

بِأَشْیَآءِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۚ إِنَّھُمْ کَانُوْا فِیْ شَکٍّ مُّرِیْبٍ ۝۵۴

ان کے طریقہ والوں کے ساتھ اس سے پہلے وہ لوگ تھے ایسے تردد (دھوکے) میں جو چین نہ لینے دے

آیَاتُهَا ۲۵ ﴿۳۵﴾ سُورَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ (۴۳) رُكُوعَاتُهَا ۵

سورۃ فاطر مکہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ

سب خوبی اللہ کو ہے جس نے بنا نکالے آسمان اور زمین جس نے ٹھہرایا فرشتوں کو

رُسُلًا اُولٰٓئِیْ اَجْنَحَةٍ مَّتَنِّیْ وَثَلَّثَ وَرُبِعٌ یُّزِیْدُ فِی الْخَلْقِ

پیغام لانے والے جن کے پر (بازو) ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار بڑھاتا ہے پیدائش میں جو

مَا یَشَآءُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۱ مَا یَفْتَحُ اللّٰهُ

چاہے بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے جو کچھ کہ کھول دے اللہ

◆ **آخرت میں کفار کا ایمان** | یعنی اس وقت کہیں گے کہ ہمیں پیغمبر کی باتوں پر یقین آ گیا اب ہم ایمان لاتے ہیں۔ حالانکہ اب ایمان کیسا؟ وہ موقع دور گیا جب ایمان لا کر اپنے کو بچا سکتے تھے۔ اب ان کا ہاتھ اتنی دور کہاں پہنچ سکتا ہے جو وہاں سے ایمان کو اٹھا لائیں۔ مطلب یہ کہ ایمان مقبول و ننجی وہ ہے جو موت سے پہلے اس دنیا میں حاصل ہو۔ آخرت میں تو آنکھوں سے دیکھ کر سب ہی کو یقین آ جائے گا اس میں کیا کمال ہوا۔

◆ **کفار کو جواب** | یعنی پہلے جب ایمان لانے کا وقت تھا انکار پر تلے رہے اور یوں ہی اٹکل کے تیرے چلاتے رہے۔ دنیا میں رہ کر ہمیشہ بے تحقیق باتیں کیں۔ سچی اور تحقیقی باتوں کو قبول نہ کیا۔ اب بچھٹانے سے کیا حاصل؟

◆ **ابدی ناکامی** | یعنی جس چیز کو آرزو رکھتے ہیں مثلاً ایمان مقبول یا نجات، یا دنیا کی طرف واپس جانا، یا دنیوی لذتیں اور عیش و آرام۔ ان چیزوں کے اور ان کفار کے درمیان سخت روک قائم کر دی گئی۔ کبھی ان تک نہیں پہنچ سکتے۔

◆ یعنی پہلے جو اسی قماش کے لوگ گذرے ہیں جیسا معاملہ ان سے کیا گیا تھا ان سے بھی ہوا۔ کیونکہ وہ لوگ بھی ایسے ہی مہمل شبہات اور بیجا شک و تردید میں گھرے ہوئے تھے جو کسی طرح انکو چھین نہ لینے دیتا۔ **تھانم سورۃ سبا**

سورۃ فاطر

◆ **حمد خالق وجود ہی کیلئے ہے** | یعنی آسمان و زمین کو ابتداء عدم سے نکال کر وجود میں لایا پہلے سے کوئی نمونہ اور تخلیق کا قانون موجود نہ تھا۔

◆ یعنی بعض فرشتے انبیاء کے پاس اللہ کا پیغام لاتے ہیں اور بعض دوسرے جسمانی و روحانی نظام کی تدبیر و تکفیل پر مامور ہیں۔ **فَالْمُدَبِّرَاتِ أَعْمَرَا**

◆ **فرشتوں کے پر** | یعنی بعض فرشتوں کے دو بازو (یا دو پر) بعض کے تین بعض کے چار ہیں۔ ان بازوؤں اور پروں کی کیفیت کو اللہ ہی جانتا ہے یا جس نے دیکھے ہوں وہ کچھ بتا سکیں۔

◆ یعنی اللہ تعالیٰ جس مخلوق میں جو عضو اور جو صفت چاہے اپنی حکمت کے موافق بڑھا دے۔ فرشتوں کے دو، تین، چار بازو (یا پر) اسی نے بنائے چاہے تو بعض فرشتوں کے چار سے زیادہ بنا دے۔

◆ **حضرت جبریلؑ کے بازو** | چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت جبریلؑ کے چھ سو بازو (یا پر) ہیں۔ اور **جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا** سے یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کچھ ان وسائل کا محتاج ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ بذات خود ہر چیز پر قادر ہے۔ محض حکمت کی بناء پر یہ اسباب و وسائل کا سلسلہ قائم کیا ہے۔

لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا، وَمَا يُمْسِكُ ۚ

لوگوں پر رحمت میں سے تو کوئی نہیں اس کو روکنے والا ♦ اور جو کچھ روک (تھام) رکھے

فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

تو کوئی نہیں اس کو بھیجنے والا (پہنچانے والا) اس کے سوا ♦ اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۖ هَلْ مِنْ

اے لوگو یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر کیا کوئی ہے

خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَهَ

بنانے والا اللہ کے سوا روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے کوئی حاکم نہیں

إِلَّا هُوَ ۚ فَاذْكُرُوا تَوْفِيقُونَ ۝ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ

مکروہ پھر کہاں الٹے جاتے ہو (جار ہے ہو) ♦ اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَاللَّهُ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

جھٹلائے گئے کتنے رسول تجھ سے پہلے اور اللہ تک پہنچتے ہیں سب کام ♦

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ

اے لوگو بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے سونہ بہکائے تم کو دنیا کی

الدُّنْيَا وَتَغُرَّنَّكُمُ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ

زندگانی اور نہ دغا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغا باز تحقیق شیطان

لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا مِمَّا يَدُّ عَوَا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا

تمہارا دشمن ہے سو تم بھی سمجھ رکھو اس کو دشمن وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو اسی واسطے کہ ہوں

رحمت جسمانی ہو مثلاً بارش، روزی وغیرہ یا روحانی جیسے انزال کتب و ارسال رسل۔ غرض اللہ جب لوگوں پر اپنی رحمت کا دروازہ کھولے، کون ہے جو بند کر سکے۔

یعنی اپنی حکمت بالغہ کے موافق جو کچھ کرنا چاہے فوراً کر گذرے ایسا زبردست ہے جسے کوئی نہیں روک سکتا۔

خالق ہی معبود ہو سکتا ہے | یعنی مانتے ہو کہ پیدا کرنا اور روزی کے سامان بہم پہنچا کر زندہ رکھنا سب اللہ کے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ پھر معبودیت کا استحقاق کسی دوسرے کو کدھر سے ہو گیا جو خالق و رازق حقیقی ہے وہ ہی معبود ہونا چاہئے۔

یعنی اس قدر سمجھانے اور حجت تمام کرنے کے بعد بھی یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو غم نہ کیجئے۔ انبیائے سابقین کے ساتھ بھی یہ ہی برتاؤ ہوا ہے۔ کوئی انوکھی بات نہیں۔ متعصب اور ضدی لوگ کبھی اپنی ہٹ سے باز نہیں آئے۔ ایسوں کا معاملہ خدا کے حوالہ کیجئے۔ وہیں پہنچ کر سب باتوں کا فیصلہ ہو جائے گا۔

مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ

دوزخ والوں میں ♦ جو منکر ہوئے ان کو سخت

شَدِيدٌ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ

عذاب ہے عذاب اور جو یقین لائے اور کئے بھلے کام ان کے لیے ہے معافی اور

أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا

بڑا ثواب بھلا ایک شخص کہ بھلی بھائی گئی اس کو اس کے کام کی برائی پھر دیکھا اس نے اس کو بھلا

فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۝

کیونکہ اللہ بھٹکاتا ہے جس کو چاہے اور بھٹاتا ہے جس کو چاہے

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

سو تیرا جی (تیری جان) نہ جاتا رہے ان پر پچتا پچتا کر اللہ کو معلوم ہے

بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ فَتُثِيرُ

جو کچھ کرتے ہیں ♦ اور اللہ ہے جس نے چلائی ہیں ہوائیں پھر وہ اٹھاتی (ابھارتی) ہیں

سَحَابًا فُسْقَنَهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ

بادل کو پھر ہانک لے گئے ہم اس کو ایک مردہ دیس کی طرف پھر زندہ کر دیا ہم نے اس سے زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَٰلِكَ النُّشُورُ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيدُ

اس کے مر جانے کے بعد اسی طرح ہوگا جی اٹھنا ♦ جس کو چاہئے

الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۚ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ

عزت تو اللہ کے لیے ہے ساری عزت ♦ اس کی طرف چڑھتا ہے کلام

◆ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے | یعنی قیامت آنی ہے اور یقیناً سب کو اللہ تعالیٰ کی بڑی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ اس دنیا کی شپ ٹاپ اور فانی عیش و بہار پر نہ پھولو اور اس مشہور و دعا باز شیطان کے دھوکے میں مت آؤ، وہ تمہارا ازلی دشمن ہے۔ کبھی اچھا مشورہ نہ دے گا۔ یہ ہی کوشش کرے گا کہ اپنے ساتھ تم کو بھی دوزخ میں پہنچا کر چھوڑے طرح طرح کی باتیں بنا کر خدا اور آخرت کی طرف سے غافل کرتا رہے گا۔ چاہئے کہ تم دشمن کو دشمن سمجھو اس کی بات نہ مانو۔ اس پر ثابت کر دو کہ ہم تیری مکاری کے جال میں پھنسنے والے نہیں۔ خوب سمجھتے ہیں کہ تو دوستی کے لباس میں بھی دشمنی کرتا ہے۔

◆ نیک اور بد برابر نہیں | یعنی شیطان نے جس کی نگاہ میں برے کام کو بھلا کر دکھایا۔ کیا وہ شخص اس کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے فضل سے بھلے برے کی تمیز رکھتا ہے۔ نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتا ہے۔ جب دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو انجام دونوں کا یکساں کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ کوئی آدمی دیکھتی آنکھوں برائی کو بھلائی کیونکر سمجھ لے گا۔ اللہ جس کو سوء استعداد اور سوء اختیار کی بناء پر بھٹکانا چاہے اس کی عقل اسی طرح اونگھی ہو جاتی ہے اور جس کو حسن استعداد اور حسن اختیار کی وجہ سے ہدایت پر لانا چاہے تب کسی شیطان کی طاقت نہیں جو اسے غلط راستے پر ڈال سکے یا الٹی بات بھادے۔ بہر حال جو شخص شیطانی اغواء سے برائی کو بھلائی، بدی کو نیکی اور زہر کو تریاق سمجھ لے کیا اس کے سیدھے راستے پر آنے کی کچھ توقع ہو سکتی ہے؟ جب نہیں ہو سکتی اور سلسلہ ہدایت و ضلالت کا سب اللہ کی مشیت و حکمت کے تابع ہے۔ تو آپ ان معاندین کے غم میں اپنے کو کیوں گھلاتے ہیں، اس حسرت میں کہ یہ بد بخت اپنے فائدہ کی بات کو کیوں قبول نہیں کرتے۔ کیا آپ اپنی جان دے بیٹھیں گے۔ آپ ان کا قصہ ایک طرف کیجئے۔ اللہ ان کی سب کرتوت جانتا ہے۔ وہ خود ان کا بھگتان کر دے گا۔ آپ دیکھو و غمگین نہ ہوں۔

◆ بارش اور بادل سے نشر پر استدلال | اللہ کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں اور جس ملک کا رقبہ مردہ پڑا تھا۔ یعنی کھیتی و بزرہ کچھ نہ تھا، چاروں طرف خاک اڑ رہی تھی، بارش کے پانی سے اس میں جان پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی مرے پیچھے جلا کر کھڑا کر دے گا۔ روایات میں ہے کہ جب اللہ مردوں کو زندہ کرنا چاہے گا۔ عرش کے نیچے سے ایک (خاص قسم کی) بارش ہوگی جس کا پانی پڑتے ہی مردے اس طرح جی اٹھیں گے جیسے ظاہری بارش ہونے پر دانہ زمین سے اُگ آتا ہے۔ مزید تفصیل روایات میں دیکھنی چاہئے۔

◆ عزت اللہ کی اطاعت میں ہے | کفار نے دوسرے معبود اس لئے ٹھہرائے تھے کہ اللہ کے ہاں ان کی عزت ہوگی۔ "وَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا" (مریم۔ رکوع ۵) اور بہت لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستانہ کرتے تھے کہ اس سے ان کی عزت بنی رہے گی۔ "الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَلِيتُهُمْ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةُ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا" (نساء۔ رکوع ۲۰) اس قسم کے لوگوں کو بتلایا کہ جو شخص دنیا و آخرت کی عزت چاہے، چاہئے کہ اللہ سے طلب کرے کہ عزیز مطلق تو وہ ہے، اسی کی فرمانبرداری اور یادگاری سے اصلی عزت میسر آتی ہے۔ تمام عزتوں کا مالک وہی اکیلا ہے جس کسی کو عزت ملی یا ملے گی اسی کے خزانہ سے ملی ہے یا ملے گی۔

الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ

سترا ♦ اور کام نیک اس کو اٹھا لیتا ہے ♦ اور جو لوگ دَاؤ میں ہیں

السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ

برائیوں کے ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا دَاؤ ہے

يَبُورُ ۝ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِّنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ

ٹوٹنے کا ♦ اور اللہ نے تم کو بنایا مٹی سے پھر بوند پانی سے پھر

جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا

بنایا تم کو جوڑے جوڑے اور نہ پیٹ رہتا ہے کسی مادہ کو اور نہ وہ چشتی ہے

بِعِلْمِهِ وَمَا يُعَمِّرُ مِنْ مَّعْمَرٍ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ عُمُرٍ إِلَّا

بن خبر اس کے ♦ اور نہ عمر پاتا ہے کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر

إِلَّا فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ وَمَا

مگر لکھا ہے کتاب میں بے شک یہ اللہ پر آسان ہے ♦ اور

يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۚ هَٰذَا عَذَابٌ فَرَاتٌ سَاءَ شَرَابُهُ

برابر نہیں دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے خوشگوار

وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَمِنْ كُلِّ تَاكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَ

اور یہ کھارا کڑوا اور دونوں میں سے کھاتے ہو گوشت تازہ اور

تَسْتَخْرِجُونَ حَبِيَّةً تَلْبَسُونَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ

نکالتے ہو گہنا جس کو پہنتے ہو ♦ اور تو دیکھے جہازوں کو اس میں

کلام طیب کی فضیلت | سحر کلام ہے ذکر اللہ، دعاء، تلاوة القرآن، علم و نصیحت کی باتیں، یہ سب چیزیں بارگاہ رب العزت کی طرف چڑھتی ہیں اور قبول و اعتناء کی عزت حاصل کرتی ہیں۔

عمل صالح کی رفعت و بلندی | سحرے کلام (ذکر اللہ وغیرہ) کا ذاتی اقتضاء ہے اوپر چڑھنا۔ اس کے ساتھ دوسرے اعمال صالحہ ہوں تو وہ اس کو سہارا دے کر اور زیادہ ابھارتے اور بلند کرتے رہتے ہیں۔ اچھے کلام کو بدون اچھے کاموں کے پوری رفعت شان حاصل نہیں ہوتی۔ بعض مفسرین نے وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ کی ضمیروں کا مرجع بدل کر یہ معنی لیے ہیں کہ سحر کلام اچھے کام کو اونچا اور بلند کرتا ہے۔ یہ بھی درست ہے اور بعض نے يَرْفَعُ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹائی ہے یعنی اللہ عمل صالح کو بلند کرتا اور معراج قبول پر پہنچاتا ہے۔ بہر حال غرض یہ ہے کہ بھلے کام اور اچھے کلام دونوں علو و رفعت کو چاہتے ہیں۔ لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ سے عزت کا طالب ہو وہ ان چیزوں کے ذریعہ سے حاصل کرے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی عزت اللہ کے ہاتھ ہے۔ تمہارے ذکر اور بھلے کام چڑھتے جاتے ہیں۔ جب اپنی حد کو پہنچیں گے تب بدی پر (پورا) غلبہ (حاصل) کریں گے۔ کفر دفع ہوگا، اسلام کو عزت ہوگی۔“ مکاروں کے سبب داؤ گھات باطل اور بیکار ہو کر رہ جائیں گے۔

مکاروں کیلئے عذاب | یعنی جو لوگ بری تدبیریں سوچتے اور حق کے خلاف داؤ گھات میں رہتے ہیں آخر ناکام ہو کر خسارہ اٹھائیں گے۔ دیکھو قریش نے ”دار الندوہ“ میں بیٹھ کر حضورؐ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا وطن سے نکالنے کے مشورے کیے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ”جنگ بدر“ کے موقع پر وہ ہی لوگ وطن سے نکلے، مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے اور قلب بدر میں ہمیشہ کے لئے قید کر دیئے گئے۔

انسان کی تخلیق | یعنی آدم کو مٹی سے پھر اس کی اولاد کو پانی کی بوند سے پیدا کیا۔ پھر مرد و عورت کے جوڑے بنا دیئے جس سے نسل پھیلی۔ اس درمیان میں استقرار حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک جو ادوار و اطوار گزرے سب کی خبر خدا ہی کو ہے۔ ماں باپ بھی نہیں جانتے کہ اندر کیا کیا صورتیں پیش آئیں۔

ہر شے کی عمر پہلے سے لکھی ہوئی ہے | یعنی جس کی جتنی عمر ہے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور جو اسباب عمر کے گھٹنے بڑھنے کے ہیں یا یہ کہ کون عمر طبعی کو پہنچے گا کون نہیں، سب اللہ کے علم میں ہے اور اللہ کو ان جزئیات پر احاطہ رکھنا بندوں کی طرح کچھ مشکل نہیں۔ اس کو تو تمام ماکان و مایکون، جزئی، کلی، اور غیب و شہادت کا علم ازل سے حاصل ہے۔ اس کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”ہر کام سچ سچ ہوتا ہے جیسے آدمی کا بننا“ اور اپنی عمر مقدر کو پہنچنا اسی طرح سمجھ لو اسلام بتدریج بڑھے گا اور آخر کار کفر کو مغلوب و مقہور کر کے چھوڑے گا۔

کفر اور اسلام کی مثال مظاہر فطرت سے | اوپر سے دلائل توحید اور شواہد قدرت بیان ہوتے آرہے ہیں۔ اسی کے ضمن میں لطیف اشارے اسلام کے غلبہ کی طرف بھی ہوتے جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی کفر اور اسلام برابر نہیں خدا کفر کو مغلوب ہی کرے گا اگرچہ تم کو دونوں سے فائدہ ملے گا۔ مسلمانوں سے قوت دین اور کافروں سے جزیہ خراج اور گوشت بیٹھے کھاری دونوں دریاؤں سے نکلتا ہے یعنی مچھلی۔ اور گہنا (زیور) یعنی موتی، مونگا اور جواہر اکثر کھاری سے نکلتے ہیں۔“

مَوَآخِرَ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۲﴾

کہ چلتے ہیں پانی کو پھاڑتے تاکہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ تم حق مانو

يُولِجُ اللَّيْلُ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارُ فِي اللَّيْلِ ۚ وَ

رات گھساتا ہے دن میں اور دن گھساتا ہے رات میں اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر وعدہ تک

ذِكْرُ اللَّهِ رَبِّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ

یہ اللہ ہے تمہارا رب اسی کے لیے بادشاہی ہے اور جن کو تم پکارتے ہو

مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْبِيرٍ ﴿۱۳﴾ ۚ إِنَّ تَدْعُوهُمْ

اس کے سوا وہ مالک نہیں کجیور کی گھٹل کے ایک چٹکے کے اگر تم ان کو پکارو

لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۖ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۚ

سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں پہنچیں نہیں (پہنچ نہ سکیں) تمہارے کام کو

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بَشِرِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ

اور قیامت کے دن منکر ہوں گے تمہارے شریک ٹھہرانے سے اور کوئی نہ بتلائے گا تجھ کو

مِثْلُ خَيْرٍ ﴿۱۴﴾ ۚ يَأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۖ وَالْ

جیسا بتلائے خبر رکھنے والا اے لوگو تم ہو محتاج

اللَّهُ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۱۵﴾ ۚ إِنَّ يَشَاءُ يَذْهَبَكُمْ وَ

اللہ کی طرف اور اللہ وہی ہے بے پروا سب تعریفوں والا اگر چاہے تم کو لے جائے اور

بحری جہاز | اکثر بڑی بڑی تجارتیں جہازوں کے ذریعہ سے ہوتی ہیں۔ ان سے جو منافع حاصل ہوں یہ ہی اللہ کا فضل ہے۔ ان تمام انعامات پر انسان کو چاہئے مالک کا شکر ادا کرے۔

لیل و نہار کے تغیرات | یہ مضمون پہلے کئی جگہ گزر چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی رات دن کی طرح کبھی کفر غالب ہے کبھی اسلام۔ اور سورج چاند کی طرح ہر چیز کی مدت بندگی ہے۔ دیر سویر نہیں ہوتی۔“ حق کا نمایاں غلبہ اپنے وقت پر ہوگا۔

باطل معبودوں کی حقیقت | یعنی جس کی صفات و شکون اوپر بیان ہوئیں حقیقت میں یہ ہے تمہارا سچا پروردگار اور کل زمین و آسمان کا بادشاہ۔ باقی جنہیں تم خدا قرار دے کر پکارتے ہو۔ وہ مسکین بادشاہ تو کیا ہوتے کجور کی گمشدگی پر جو باریک جھلی سی ہوتی ہے اس کے بھی مالک نہیں۔

یعنی جن معبودوں کا سہارا ڈھونڈتے ہو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور توجہ کرتے بھی تو کچھ کام نہ آسکتے۔ بلکہ قیامت کے دن تمہاری مشرکانہ حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کریں گے اور بجائے مددگار بننے کے دشمن ثابت ہونگے۔

اللہ ہی سچی خبر دینے والا ہے | یعنی اللہ سے زیادہ احوال کون جانے وہ ہی فرماتا ہے کہ یہ شریک غلط ہیں جو کچھ کام نہیں آسکتے ایسی ٹھیک اور سچی باتیں اور کون بتلائے گا۔

تمام انسان اللہ کے محتاج ہیں | یعنی سب لوگ اسی اللہ کے محتاج ہیں جسے کسی کی احتیاج نہیں کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اس کی ذات میں جمع ہیں۔ پس وہ ہی مستحق عبادت و استعانت کا ہوا۔

يَا تِ بِخَلْقِ جَدِيدٍ ۝ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝

لے آئے ایک نئی خلقت اور یہ بات اللہ پر مشکل نہیں

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۖ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِئِهَا لَا يُجْمَلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ

اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا اور اگر پکارے کوئی بوجھل

إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا

اپنا بوجھ بٹانے کو کوئی نہ اٹھائے اس میں سے ذرا بھی اگر چہ ہو قراہتی

الصَّلَاةَ ۚ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۖ وَإِلَىٰ

تو تو ڈر سنا دیتا ہے ان کو (انہی کو) جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور قائم رکھتے ہیں

النَّازِ ۖ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۖ وَإِلَىٰ

نماز اور جو کوئی سنورے گا تو یہی ہے کہ سنورے گا اپنے فائدہ کو اور

اللَّهُ الْمَصِيرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۝

اللہ کی طرف ہے سب کو پھر جانا اور برابر نہیں اندھا اور دیکھتا

وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۚ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۚ

اور نہ اندھیرا اور نہ اجالا اور نہ سایہ اور نہ لو

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ

اور برابر نہیں جیتے (زندے) اور نہ مردے اللہ سنا تے

مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۚ إِنَّ أَنْتَ

جس کو چاہے اور تو نہیں سنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو تو تو

یعنی تم نہ مانو تو وہ قادر ہے کہ تم کو ہٹا کر دوسری خلقت آباد کر دے جو بہمہ وجوہ اس کی فرمانبردار اور اطاعت گزار ہو، جیسے آسمانوں پر فرشتے اور ایسا کرنا اللہ کو کچھ مشکل نہیں، لیکن اس کی حکمت کا اقتضاء یہ ہے کہ زمین پر یہ سب سلسلے چلتے رہیں۔ اور آخر میں ہر ایک اپنے نیک و بد عمل کا بدلہ پائے تا اس طرح اس کی تمام صفات کا ظہور ہو۔

قیامت میں ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا | یعنی نہ کوئی از خود دوسرے کا بوجھ اپنے سر رکھے گا کہ اس کے گناہ اپنے اوپر لے لے اور نہ دوسرے کے پکارنے پر اس کا کچھ ہاتھ بٹا سکے گا خواہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ سب کو نفسی نفسی پڑی ہوگی۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت ہی سے بیزاپار ہوگا۔

یعنی آپ کے ڈرانے سے وہ ہی اپنا رویہ درست کر کے نفع اٹھائے گا جو خدا سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور ڈر کر اس کی بندگی میں لگا رہتا ہے جس کے دل میں خدا کا خوف ہی نہ ہو وہ ان دھمکیوں سے کیا متاثر ہوگا۔

یعنی آپ کی نصیحت سن کر جو شخص مان لے اور اپنا حال درست کر لے تو کچھ آپ پر یا خدا پر احسان نہیں بلکہ اسی کا فائدہ ہے اور یہ فائدہ پوری طرح اس وقت ظاہر ہوگا جب سب اللہ کے ہاں لوٹ کر جائیں گے۔

مومن اور کافر برابر نہیں | یعنی مومن جس کو اللہ نے دل کی آنکھیں دی ہیں، حق کے اجالے اور وحی الہی کی روشنی میں بے کھٹکے راستہ قطع کرتا ہوا جنت کے باغوں اور رحمت الہی کے سایہ میں جا پہنچتا ہے۔ کیا اس کی برابری وہ کافر کر سکے گا جو دل کا اندھا اوہام و اہواء کی اندھیریوں میں بھٹکتا ہوا جہنم کی آگ اور اس کی جھلس دینے والی لوؤں کی طرف بے تحاشا چلا جا رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں سمجھو کہ مردہ اور زندہ برابر ہو گیا۔ فی الحقیقت مومن و کافر میں اس سے بھی زیادہ تفاوت ہے جو ایک زندہ تندرست آدمی اور مردہ لاش میں ہوتا ہے، اصل اور دائمی زندگی صرف روح ایمان سے ملتی ہے۔ بدون اس کے انسان کو ہزار مردوں سے بدتر مردہ سمجھنا چاہئے۔

إِلَّا نَذِيرٌ ۝۳۱ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَإِنْ

بس ڈر کی خبر پہنچانے والا ہے ♦ ہم نے بھیجا ہے تجھ کو سچا دین دے کر خوشی اور ڈر سنانے والا اور کوئی

مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۝۳۲ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ

فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈر سنانے والا ♦ اور اگر وہ تجھ کو جھٹلائیں تو

كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

آگے جھٹلا چکے ہیں جو لوگ کہ ان سے پہلے تھے پہنچے ان کے پاس رسول ان کے لئے کرکھلی باتیں

وَبِالزُّبُرِ ۖ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝۳۳ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ

اور صحیفے اور روشن کتاب ♦ پھر پکڑا میں نے

كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝۳۴ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ

منکروں کو (تو) کیسا ہوا انکار میرا ♦ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے اتارا

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَآخَرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا

آسمان سے پانی پھر ہم نے نکالے اس سے میوے طرح طرح کے

أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ

ان کے رنگ ♦ اور پہاڑوں میں گھائیاں ہیں سفید اور سرخ طرح طرح کے

أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۝۳۵ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ

ان کے رنگ ♦ اور بھگتے کالے اور آدمیوں میں اور کیڑوں (جانوروں) میں

وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ ۚ كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ

اور چوپاؤں میں کتنے رنگ ہیں اسی طرح ♦ اللہ سے ڈرتے وہی

◆ اللہ مردوں کو بھی سنا سکتا ہے | یعنی اللہ چاہے تو مردوں کو بھی سنا دے یہ قدرت اوروں کو نہیں۔ اسی طرح سمجھ لو کہ پیغمبر کا کام خبر پہنچانا اور بھلے برے سے آگاہ کر دینا ہے۔ کوئی مردہ دل کافر ان کی بات نہ سنے تو یہ انکے بس کی بات نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی سب خلق برابر نہیں جنہیں ایمان دینا ہے ان ہی کو ملے گا۔ تو بہتری آرزو کرے تو کیا ہوتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا۔ ”نہ اندھیرا نہ اجالا“ یعنی نہ اندھیرا برابر اجالے کے اور نہ اجالا برابر اندھیرے کے (یہ ”لا“ کی تکریر کا فائدہ بتا دیا) اور فرمایا ”تو نہیں سنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو۔“ حدیث میں آیا کہ مردوں سے سلام علیک کرو۔ اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سنتا۔“ یہ بحث پہلے سورہ ”نمل“ کے آخر میں گذر چکی وہاں دیکھ لیا جائے۔

◆ بشیر و نذیر | ڈر سنانے والا خواہ نبی ہو یا نبی کا قائم مقام جو اس کی راہ کی طرف بلائے۔ اس کے متعلق سورہ ”نمل“ کے چوتھے رکوع میں کچھ لکھا جا چکا ہے۔

◆ یعنی روشن تعلیمات یا کھلے کھلے معجزات لے کر آئے۔ نیز ان میں سے بعض کو مختصر چھوٹے صحیفے دیئے گئے بعض کو بڑی مفصل کتابیں۔

◆ یعنی جب تکذیب سے باز نہ آئے تو دیکھ لو انجام کیا ہوا وہ ہی تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔

◆ مظاہرہ قدرت | یعنی قسم قسم کے میوے۔ پھر ایک قسم میں رنگ برنگ کے پھل پیدا کئے۔ ایک زمین، ایک پانی اور ایک ہوا سے اتنی مختلف چیزیں پیدا کرنا عجیب و غریب قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔

◆ یعنی سفید بھی کئی درجے (کوئی بہت زیادہ سفید کوئی کم کوئی اس سے کم) اور سرخ بھی کئی درجے اور کالے بھنگے یعنی بہت گہرے سیاہ کوئے کے پر کی طرح۔

◆ مخلوقات کے مختلف رنگ | یہ سب بیان ہے قدرت کی نیمرنگیوں کا۔ پس جس طرح نباتات، جمادات، اور حیوانات میں رنگ برنگ کی مخلوق ہے، انسانوں میں بھی ہر ایک کی طرح جدا ہے۔ مومن اور کافر ایک دوسرا سا ہو جائے اور سب انسان ایک ہی رنگ اختیار کر لیں یہ کب ہو سکتا ہے۔ اس میں حضرت ﷺ کو تسلی دے دی کہ لوگوں کے اختلاف سے غمگین نہ ہوں۔

مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿۳۸﴾ إِنَّ

ہیں اس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے تحقیق اللہ زبردست ہے بخشنے والا

الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآَنَفَقُوا

لوگ پڑھتے ہیں کتاب اللہ اور سیدھی (قائم رکھتے ہیں) کرتے ہیں نماز اور خرچ کرتے ہیں بچھ

مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ

ہمارا دیا ہوا چھپے (چھپا کر) اور کھلے (کھول کر) امیدوار ہیں ایک بیوپار (سوداگری) کے جس میں

تَبَوَّرَ ﴿۳۹﴾ لِيُؤْفِقَهُمْ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ط

ٹوٹا نہ ہو تاکہ پورا دے ان کو ثواب ان کا اور زیادہ دے اپنے فضل سے

إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِّنْ

تحقیق وہ ہے بخشنے والا قدر دان اور جو ہم نے تجھ پر اتاری

الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ إِنَّ اللَّهَ

کتاب وہی ٹھیک ہے تصدیق کرنے (سچا بتلانے) والی اپنے سے اگلی کتابوں کی بیشک اللہ

بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ

اپنے بندوں سے خبردار ہے دیکھنے والا پھر ہم نے وارث کیے کتاب کے وہ لوگ

أَصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۖ وَمِنْهُمْ

جن کو چن لیا ہم نے اپنے بندوں سے پھر کوئی ان میں برا کرتا ہے اپنی جان کا (اپنا) اور کوئی ان میں سے

مُقْتَصِدٌ ۖ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ ؕ يُؤْذِنُ اللَّهُ ط ذَٰلِكَ

بچ کی چال پر اور کوئی ان میں آگے بڑھ گیا ہے لیکر خوبیاں اللہ کے حکم سے یہی ہے

اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں | یعنی بندوں میں نڈر بھی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی مگر ڈرتے وہ ہی ہیں جو اللہ کی عظمت و جلال، آخرت کے بقاء و دوام، اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے احکام و ہدایات کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر رکھتے ہیں۔ جس میں یہ سمجھ اور علم جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ میں وہ خدا سے ڈرے گا۔ جس میں خوف خدا نہیں وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی سب آدمی ڈرنے والے نہیں۔ اللہ سے ڈرنا سمجھ والوں کی صفت ہے اور اللہ کا معاملہ بھی دو طرح ہے وہ زبردست بھی ہے کہ ہر خطا پر پکڑے، اور غفور بھی کہ گنہگار کو بخشے۔" پس دونوں حیثیت سے بندے کو ڈرنا چاہئے۔ کیونکہ نفع و ضرر دونوں اسی کے قبضہ میں ہوئے تو جب چاہے نفع کو روک لے اور ضرر لاحق کر دے۔

نفع بخش تجارت کے امیدوار | یعنی جو اللہ سے ڈر کر اس کی باتوں کو ماننے اور اس کی کتاب کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے ہیں نیز بدنی و مالی عبادات میں کوتاہی نہیں کرتے وہ حقیقت میں ایسے زبردست ہو پار کے امیدوار ہیں جس میں خسارے اور ٹوٹے کا کوئی احتمال نہیں۔ بلاشبہ جب خدا خود ان کے اعمال کا خریدار ہو تو اس امید میں یقیناً حق بجانب ہیں۔ نقصان کا اندیشہ کسی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ از سر تا پا نفع ہی نفع ہے۔

یعنی بہت سے گناہ معاف فرماتا ہے اور تھوڑی سی طاعت کی قدر کرتا ہے اور ضابطہ سے جو ثواب ملنا چاہئے۔ بطور بخشش اس سے زیادہ دیتا ہے۔

یعنی بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے۔ ٹھیک موقع پر یہ کتاب اتاری۔

هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝ جَنَّتٌ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا

بڑی بزرگی ♦ باغ ہیں بسنے کے جن میں وہ جائیں گے

يُحَلُّونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ

وہاں ان کو گہنا پہنایا جائے گا نگینے سونے کے اور موتی کے اور ان کی پوشاک

فِيهَا حَرِيرٌ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا

وہاں ریشمی ہے ♦ اور کہیں گے شکر اللہ کا جس نے دور کیا ہم سے

الْحُزْنَ ۝ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ۝ الَّذِينَ أَهْلَنَّا

غم بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدر دان ہے ♦ جس نے اتارا ہم کو

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا

آباد رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے نہ پہنچے ہم کو اس میں مشقت اور نہ

يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ

پہنچے ہم کو اس میں تھکنا ♦ اور جو لوگ منکر ہیں ان کے لیے ہے آگ دوزخ کی

لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فِيمَوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ

نہ ان پر حکم پہنچے کہ مر جائیں اور نہ ان پر ہلکی ہو وہاں کی

عَذَابُهَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ۝ وَهُمْ يَصْطَرِحُونَ

کچھ کلفت یہ بڑا دیتے ہیں ہم ہرنا شکر کو ♦ اور وہ چلائیں

فِيهَا ۚ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا

اس میں اے رب ہم کو نکال کہ ہم کچھ بھلا کام کر لیں وہ ہمیں جو

◆ قرآن کے ورثاء | یعنی پیغمبر کے بعد اس کتاب کا وارث اس امت کو بنایا جو بہیت مجموعی تمام امتوں سے بہتر و برتر ہے۔ ہاں امت کے سب افراد یکساں نہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو باوجود ایمان صحیح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں (یہ ”ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ“ ہوئے) اور وہ بھی ہیں جو میانہ روی سے رہتے ہیں۔ نہ گناہوں میں منہمک، نہ بڑے بزرگ اور ولی۔ (ان کو ”مُقْتَصِدٌ“ فرمایا) اور ایک وہ کامل بندے جو اللہ کے فضل و توفیق سے آگے بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے اور تحصیل کمال میں مقصدین سے آگے نکل جاتے ہیں۔ وہ مستحب چیزوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اور گناہ کے خوف سے مکروہ تنزیہی بلکہ بعض مباحات تک سے پرہیز کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور فضیلت تو ان کو ہے۔ ویسے چنے ہوئے بندوں میں ایک حیثیت سے سب کو شمار کیا۔ کیونکہ درجہ بدرجہ بہشتی سب ہیں۔ گنہگار بھی اگر مومن ہے تو بہر حال کسی نہ کسی وقت ضرور جنت میں جائے گا۔ حدیث میں فرمایا کہ ہمارا گنہگار معاف ہے یعنی آخر کار معافی ملے گی۔ اور میانہ سلامت ہے اور آگے بڑھے۔ سوسب سے آگے بڑھے اللہ کریم ہے اس کے یہاں بخل نہیں۔

◆ اہل جنت کیلئے سونے کے کنگن اور ریشمی لباس | سونا اور ریشم مسلمان مردوں کے لئے وہاں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جو کوئی (مرد) ریشمین (کپڑا) پہنے دنیا میں، نہ پہنے آخرت میں۔

◆ یعنی دنیا کا اور محشر کا غم دور کیا۔ گناہ بخشے اور ازراہ قدر رانی طاعت قبول فرمائی۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”رہنے کا گھر اس سے پہلے کوئی نہ تھا ہر جگہ چل چلاؤ اور روزی کا غم، دشمنوں کا ڈر، اور رنج و مشقت، وہاں پہنچ کر سب کا فور ہو گئے۔“

◆ اہل دوزخ کا حال | نہ کفار کو جہنم میں موت آئے گی کہ اسی سے تکالیف کا خاتمہ ہو جائے اور نہ عذاب کی تکلیف کسی وقت ہلکی ہوگی۔ ایسے ناشکروں کی ہمارے یہاں یہ ہی سزا ہے۔

نَعْمَلُ ۖ أَوَلَمْ نَعْبَرِكُمْ مَا يَنْذِرُ فِيهِ مَنِ تَذَكَّرْ ۚ وَ

کرتے رہے ۛ کیا ہم نے عمر نہ دی تھی تم کو اتنی کہ جس میں سوچ لے جس کو سوچنا ہو اور

جَاءَكُمْ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۚ

پہنچا تمہارے پاس ڈرانے والا (ڈرنا نے) اب چکھو کہ کوئی نہیں گنہگاروں کا مددگار ۛ

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ

اللہ بھید جاننے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کو خوب معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُورِ ۚ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي

جوبات ہے دلوں میں ۛ وہی ہے جس نے کیا تم کو قائم مقام

الْأَرْضِ ۖ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ

زمین میں ۛ پھر جو کوئی ناشکری کرے تو اس پر پڑے اس کی ناشکری اور منکروں کو نہ بڑھے گی

كُفْرَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ

ان کے انکار (کفر) سے ان کے رب کے سامنے مگر بیزاری اور منکروں کو نہ بڑھے گا

كُفْرَهُمْ إِلَّا خَسَارًا ۚ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ

ان کے انکار (کفر) سے مگر نقصان ۛ تو کہہ بھلا دیکھو تو اپنے شریکوں کو جن کو

تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنْ

یکار تے ہو اللہ کے سوا دکھلاؤ تو مجھ کو کیا بنایا انہوں نے

الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ أَمْ اَتَيْنَهُمُ كِتَابًا

زمین میں یا کچھ ان کا سا جہا ہے آسمانوں میں ۛ یا ہم نے دی ہے ان کو کوئی کتاب

اہل دوزخ کی فریاد | یعنی اس وقت تو اسی کو بھلا سمجھتے تھے پر اب وہ کام نہ کریں گے۔ ذرا دوزخ سے نکال دیجئے تو ہم خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں اور فرمانبردار بن کر حاضر ہوں۔

حق تعالیٰ کا جواب | یہ جواب دوزخیوں کو دیا جائے گا۔ یعنی ہم نے تم کو عقل دی تھی۔ جس سے سمجھتے اور کافی عمر دی جس میں سوچنا چاہتے تو سب نیک و بد سوچ کر سیدھا راستہ اختیار کر سکتے تھے۔ حتیٰ کہ تم میں کے بہت سے تو ساٹھ ستر برس دنیا میں زندہ رہ کر مرے۔ پھر اوپر سے ایسے اشخاص اور حالات بھیجے جو برے انجام سے ڈراتے اور خواب غفلت سے بیدار کرتے رہے۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی عذر باقی رہا۔ اب پڑے عذاب کا مزہ چکھتے رہو اور کسی طرف سے مدد کی توقع نہ رکھو۔

اللہ دلوں کی بات جانتا ہے | یعنی اسے بندوں کے سب کھلے چھپے احوال و افعال اور دلوں کے بھید معلوم ہیں۔ کسی کی نیت اور استعداد اس سے پوشیدہ نہیں اسی کے موافق معاملہ کرتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو لوگ اب چلا رہے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو، پھر ایسی خطا نہ کریں گے، وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اگر ستر دفعہ لوٹائے جائیں تب بھی شرارت سے باز نہیں آ سکتے۔ ان کے مزاجوں کی افتاد ہی ایسی ہے "وَلَوْ ذُكِّرُوا لَعَادُوا إِلَيْنَا هُمْ غَائِبُونَ" (انعام۔ رکوع ۳)

یعنی اگلی امتوں کی جگہ تم کو زمین پر آباد کیا اور ان کے بعد ریاست دی۔ چاہئے اب اس کا حق ادا کرو۔

یعنی کفر و ناشکری اور اللہ کی آیات کے انکار سے اس کا کچھ نقصان نہیں۔ وہ ہماری حمد و شکر سے مستغنی ہے۔ البتہ ناشکری کرنے والے پر اس کے فعل کا وبال پڑتا ہے۔ کفر کا انجام بجز اس کے کچھ نہیں کہ اللہ کی طرف سے برابر ناراضی اور بیزاری بڑھتی جائے اور کافر کے نقصان و خسران میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔

ان معبودوں نے کیا پیدا کیا؟ | یعنی اپنے معبودوں کے احوال میں غور کر کے مجھے بتلاؤ کہ زمین کا کونسا حصہ انہوں نے بنایا، یا آسمانوں کے بنانے اور تھانے میں ان کی کس قدر شرکت ہے۔ اگر کچھ نہیں تو آخر خدا کس طرح بن بیٹھے۔ کچھ تو عقل سے کام لو۔

فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِن يَبْعُدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ

سودہ سندر کتے ہیں اس کی ♦ کوئی نہیں پر جو وعدہ بتلاتے ہیں گنہگار ایک

بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ۝ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

دوسرے کو سب فریب ہے ♦ تحقیق اللہ تمام رہا ہے آسمانوں کو اور زمین کو

أَنْ تَزُولَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ

کڑل نہ جائیں اور اگر ٹل جائیں تو کوئی نہ تمام سکے ان کو اس کے

بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ

سوائے ♦ وہ ہے تحمل والا بخشنے والا ♦ اور قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید کی

أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ أَحَدٍ

قسمیں اپنی کہ اگر آئے گا ان کے پاس کوئی ڈرسانے والا البتہ بہتر راہ چلیں گے ہر ایک

الْأُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ۝

امت سے پھر جب آیا ان کے پاس ڈرسانے والا اور زیادہ ہو گیا (بڑھ گیا) ان کا بدکنا

اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ

غرور کرنا ملک میں اور داؤ کرنا برے کام کا اور برائی کا داؤ

السَّيِّئِ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ

الئے گا انہی داؤں والوں پر ♦ پھر اب وہی راہ دیکھتے ہیں پہلوں کے دستور کی

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ

سو تو نہ پائے گا اللہ کا دستور بدلتا اور نہ پائے گا اللہ کا دستور

یعنی عقلی نہیں تو کوئی معتبر عقلی دلیل پیش کرو۔ جس کی سند پر یہ مشرکانہ دعویٰ کرتے ہو۔

یعنی عقلی یا عقلی دلیل کوئی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ان میں سے بڑے چھوٹوں کو اور اگلے پچھلوں کو شیطان کے اغواء سے یہ وعدہ بتلاتے چلے آئے کہ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یہ بت وغیرہ اللہ کے ہاں ہمارے شفیع بنیں گے) اور اس کا قرب عطا کریں گے۔ حالانکہ یہ خالص دھوکا اور فریب ہے یہ تو کیا شفیع بنتے، بڑے سے بڑا مقرب بھی وہاں کفار کی سفارش میں زبان نہیں ہلا سکتا۔

زمین و آسمان کا ٹھہراؤ | یعنی اسی کی قدرت کا ہاتھ ہے جو اتنے بڑے بڑے کرات عظام کو اپنے مرکز سے ہٹنے اور اپنے مقام و نظام سے ادھر ادھر سرکنے نہیں دیتا اور اگر بالفرض یہ چیزیں اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو پھر بجز خدا کے کس کی طاقت ہے کہ ان کو قابو میں رکھ سکے۔ چنانچہ قیامت میں جب یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ درہم برہم کرے گا، کوئی قوت اسے روک نہ سکے گی۔

اللہ کا حلم و بردباری | یعنی لوگوں کے کفر و عصیان کا اقتضاء تو یہ ہے کہ یہ سارا نظام ایک دم میں نہ وبالاکر دیا جائے لیکن اس کے تحمل و بردباری سے تمہا ہوا ہے۔ اس کی بخشش نہ ہو تو سب دنیا ویران ہو جائے۔

یہود کی جھوٹی قسمیں اور نبوت کی تکذیب | عرب کے لوگ جب سنتے کہ یہود وغیرہ دوسری قوموں نے اپنے نبیوں کی یوں نافرمانی کی تو کہتے کہ کبھی ہم میں ایک نبی آئے تو ہم ان قوموں سے بہتر نبی کی اطاعت و رفاقت کر کے دکھلائیں۔ جب اللہ نے نبی بھیجا جو سب نبیوں سے عظمت شان میں بڑھ کر ہے تو حق سے اور زیادہ بدکنے لگے۔ ان کا غرور و تکبر کہاں اجازت دیتا کہ نبی کے سامنے گردن جھکائیں۔ رفاقت و اطاعت اختیار کرنے کے بجائے عداوت پر کمر بستہ ہو گئے اور طرح طرح کی مکر وہ تدبیریں اور داؤ گھات شروع کر دیئے مگر یاد رہے کہ برادار خود داؤ کرنے والوں پر اٹنے گا۔ گو چند روز عارضی طور پر اپنے دل میں خوش ہو لیں کہ ہم نے تدبیریں کر کے یوں نقصان پہنچا دیا، لیکن انجام کار دیکھ لیں گے کہ واقع میں نقصان عظیم کس کو اٹھانا پڑا۔ فرض کرو دنیا میں ٹل بھی گیا تو آخرت میں تو یقیناً یہ مشاہدہ ہو کر رہے گا۔

تَحْوِيلًا ۳۳) أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ

لَمَّا کیا پھرے نہیں ملک میں (ملکوں) کہ دیکھ لیں کیا ہوا

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ

انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے اور تھے ان سے بہت سخت

قُوَّةً ۳۴) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا

زور میں اور اللہ وہ نہیں جس کو تھکائے (تھکا سکے) کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ

فِي الْأَرْضِ ۳۵) إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ۳۶) وَلَوْ يُوَاخِذُ

زمین میں وہی ہے سب کچھ جانتا کر سکتا اور اگر پکڑ کرے

اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظُهُرِهَا مِنْ

اللہ لوگوں کی ان کی کمائی پر نہ چھوڑے زمین کی پیٹھ پر ایک بھی

دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَإِذَا

پٹنے چلنے والا پران کو ڈھیل دیتا ہے ایک مقرر وعدہ تک پھر جب

جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ۳۷)

آئے ان کا وعدہ تو اللہ کی نگاہ میں ہیں اس کے سب بندے

آيَاتُهَا ۸۳ (۳۶) سُورَةُ يُسُ مَكِّيَّةٌ (۴۱) رُكُوعَاتُهَا ۵

سورہ یس مکہ میں نازل ہوئی اس میں تراوی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

◆ چاہ کن را چاہ در پیش | یعنی یہ اسی کے خنجر ہیں کہ جو گزشتہ مجرموں کے ساتھ معاملہ ہوا ان کے ساتھ بھی ہو۔ سو باز نہ آئے تو وہ ہی ہو کر رہے گا۔ اللہ کا جو دستور مجرموں کی نسبت سزا دینے کا رہا ہے نہ وہ بدلنے والا ہے کہ بجائے سزا کے ایسے مجرموں پر انعام و اکرام ہونے لگے اور نہ ٹلنے والا کہ مجرم سے سزا مل کر غیر مجرم کو دے دی جائے۔

◆ اللہ کی مضبوط گرفت | یعنی بڑے بڑے زور آور مدعی اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکے مثلاً عاد و ثمود وغیرہ۔ یہ بیچارے تو چیز کیا ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ آسمان وزمین کی کوئی طاقت اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی علم اس کا محیط اور قدرت اس کی کامل۔ پھر معاذ اللہ عاجز ہو تو کدھر سے ہو۔

◆ گناہوں پر اللہ کا عفو و درگزر | یعنی لوگ جو گناہ کھاتے ہیں اگر ان میں سے ہر ہر جزئی پر گرفت شروع کر دے تو کوئی جاندار زمین میں باقی نہ رہے، نافرمان تو اپنی نافرمانی کی وجہ سے تباہ کر دیئے جائیں۔ اور کامل فرمانبردار جو عادت بہت تھوڑے ہوتے ہیں قلت کی وجہ سے اٹھائے جائیں۔ کیونکہ نظام عالم کچھ ایسے انداز پر قائم کیا گیا ہے کہ محض محدودے چند انسانوں کا یہاں بستے رہنا خلاف حکمت ہے۔ پھر جب انسان آباد نہ رہے تو حیوانات کا ہے کے لئے رکھے جائیں گے۔ ان کا وجود بلکہ تمام عالم کی ہستی تو اسی حضرت انسان کے لئے ہے۔

◆ اللہ کی ڈھیل صرف قیامت تک ہے | یعنی ایک مقرر یہ عاد اور حد معین تک اللہ نے ڈھیل دے رکھی ہے کہ ہر ایک جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ جب وقت موعود آجائے گا تو یاد رکھو سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔ کسی کا ایک ذرہ بھرا یا بھلا عمل اس کے علم سے باہر نہیں۔ پس ہر ایک کا اپنے علم محیط کے موافق ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرما دے گا۔ نہ مجرم کہیں چھپ سکے نہ مطیع کا حق مارا جائے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ يٰطِيعُكَ وَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ تم سورۃ فاطر "بفضل اللہ ورحمۃ۔"

بَیْسٌ ۱ وَالْقُرْآنُ الْحَكِيمُ ۲ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۳ عَلَى

بیس قسم ہے اس کے قرآن کی تو تحقیق ہے بھیجے ہوؤں میں سے اوپر

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۴ تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۵ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

سیدھی راہ کے ۴ اتارا زبردست رحم والے نے ۵ تاکہ تو ڈرائے ایک قوم کو

مَا أَنْذَرَ آبَاؤُهُمْ ۶ فَمُمْ غَفِلُونَ ۷ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَى

کہ ڈر نہیں سنا ان کے باپ دادوں نے ۶ سوان کو خبر نہیں ۷ ثابت ہو چکی ہے بات ان میں

أَكْثَرِهِمْ ۸ فَمُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۹ إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا

بہتوں پر ۸ سو وہ نہ مانیں گے ۹ ہم نے ڈالے ہیں ان کی گردنوں میں طوق

فَإِیْ إِلَى الْأَذْقَانِ ۱۰ فَمُمْ مُّقْبَحُونَ ۱۱ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ

سو وہ ہیں ٹھوڑیوں تک ۱۰ پھر ان کے سر ال (ابھراؤ نچے ہو) رہے ہیں ۱۱ اور بنائی ہم نے ان کے

أَيْدِيَهُمْ سَدًّا ۱۲ وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ

آگے دیوار ۱۲ اور پیچھے دیوار پھر اوپر سے ڈھانک دیا سوان کو

لَا يُبْصِرُونَ ۱۳ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

کچھ نہیں سو جھتا ۱۳ اور برابر ہے ان کو ۱۴ یا نہ ڈرائے

لَا يُؤْمِنُونَ ۱۵ إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ

یقین نہیں کریں گے ۱۵ تو تو ڈر سناے اس کو جو چلے سمجھائے پر اور ڈرے رحمن سے

بِالْغَيْبِ ۱۶ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ ۱۷ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ۱۸ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي

بن دیکھے ۱۶ سو اس کو خوش خبری دے معافی کی ۱۷ اور عزت کے ثواب کی ۱۸ ہم ہیں جو زندہ کرتے ہیں

سورۃ یس

◆ آنحضرتؐ کی نبوت پر قرآن کی گواہی | یعنی قرآن کریم اپنی اعجازی شان، پر حکمت تعلیمات، اور پختہ مضامین کے لحاظ سے بڑا زبردست شاہد اس بات کا ہے کہ جو نبی انی اس کو لیکر آیا یقیناً وہ اللہ کا بھیجا ہوا اور بے شک و شبہ سید می راہ پر ہے۔ اس کی پیروی کرنے والوں کو کوئی اندیشہ منزل مقصود سے بھٹکنے کا نہیں۔

◆ یعنی یہ دین کا سیدھا راستہ یا قرآن حکیم اس خدا کا اتارا ہوا ہے جو زبردست بھی ہے کہ منکر کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑے، اور رحم فرمانے والا بھی کہ ماننے والوں کو نوازش و بخشش سے مالا مال کر دے۔ اسی لئے آیات قرآنیہ میں بعض آیات شان لطف و مہر کا اور بعض شان غضب و قہر کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔

◆ آنحضرتؐ کا فریضہ انداز | یعنی بہت کٹھن کام آپ کے سپرد ہوا ہے کہ اس قوم (عرب) کو آپ قرآن کے ذریعہ سے ہشیار و بیدار کریں۔ جس کے پاس صدیوں سے کوئی جگانے والا نہیں بھیجا تھا۔ وہ جاہل و غافل قوم جسے نہ خدا کی خبر نہ آخرت کی، نہ ماضی سے عبرت نہ مستقبل کی فکر، نہ مبداء پر نظر نہ منہا پر، نہ نیک و بد کی تمیز نہ بھلے برے کا شعور اس کو اتنی مستند جہالت و غفلت کی اندھیریوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی صاف سڑک پر لا کھڑا کرنا کوئی معمولی اور سہل کام نہیں ہے۔ بلاشبہ آپ پوری قوت اور زور شور کے ساتھ ان کو اس غفلت و جہالت کے خوفناک نتائج اور بھیانک مستقبل سے ڈرا کر فلاح و بہبود کے اعلیٰ مدارج پر پہنچانے کی کوشش کریں گے تاکہ یہ قوم اپنی اعلیٰ کامیابی سے تمام عالم کے لئے کامیابی کا دروازہ کھول دے۔ لیکن بہت افراد وہ ملیں گے جو کسی قسم کی نصیحت پر کان دھرنے والے نہیں۔ اسی لئے ان پر شیطان پوری طرح مسلط ہو جاتا ہے جو انکی حماقتوں اور شرارتوں کو ان کی نگاہ میں خوشنما کر کے دکھاتا اور اگلے پچھلے سب احوال کو خواہ کتنے ہی گندے ہوں، خوبصورت بنا کر ظاہر کرتا ہے۔ آخر یہ لوگ دوسری زندگی سے بالکل منکر ہو کر اپنی فانی خواہشات ہی کو قبلہ مقصود ٹھہرا لیتے ہیں۔ اس وقت ایک طرف سے شیطان کی بات ”لَا غُورِيْنُهُمْ أَجْمَعِيْنَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِيْنَ“ (مخلصین کے سوا میں سب کو بہکا کر رہوں گا) سچی ہوتی ہے اور دوسری طرف حق تعالیٰ کا قول لَا مَلَانِ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبَعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ“ (تجھ سے اور تیرے پیروؤں سے دوزخ کو بھر دوں گا) ثابت اور چسپاں ہو جاتا ہے۔ باقی علم الہی میں تو ازل سے ثابت ہے کہ فلاں قوم کے فلاں افراد اپنی بدتمیزی اور لاپرواہی سے شیطان کے اغواء میں پھنس کر عذاب الہی کے مستحق ہو گئے ایسے لوگوں کے راہ پر آنے اور ماننے کی کیا توقع ہو سکتی ہے پس آپ کو سلسلہ انداز و اصلاح میں اگر ایسے ہمت شکن واقعات کا مقابلہ کرنا پڑے تو ملول و غمگین نہ ہوں اپنا فرض ادا کئے جائیں اور نتیجہ کو خدا کے سپرد کر دیں۔ تقریر بالا کو سمجھنے کے لئے یہ آیات پیش نظر رکھیے۔ (۱) ”وَمَنْ يُغَشَّ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَقِيْضٌ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ وَإِنَّهُمْ لَيَصْلُوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَخَبَّوْنَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ“ (زخرف۔ رکوع ۴)

شیطان کن لوگوں پر مسلط ہوتا ہے | معلوم ہوا کہ شیطان ابتداء ہی پر مسلط نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اندھا بن کر نصیحت سے اعراض کرتے رہنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آخر کار شیطان مسلط ہو جائے جیسے ہاتھ پاؤں سے مدت تک کام نہ لے تو وہ عضو بیکار کر دیا جاتا ہے۔ قال تعالیٰ "فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ" (الصف رکوع ۱) "وَنَقَلِبُ أَلْسِنَتَهُمْ وَابْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ" (انعام۔ رکوع ۱۳) (ب) "وَقَيضْنَا لَهُمْ قُرْنَاءَ قَرَيْنَاتٍ أَلَّهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقُّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ" (حَم السجدہ۔ رکوع ۳) تسلط کے بعد شیطان یہ کام کرتا ہے جس کا نتیجہ "حَقُّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ" ہے (ج) "وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أَبِ لَكُمْ مَا اتَّعَذَّبْنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَيْتُ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَعْجِلَانِ اللَّهَ وَبَلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ" (الاحقاف۔ رکوع ۲) ان آیات سے معلوم ہوا کہ لفظ "حَقُّ الْقَوْلُ" ان لوگوں پر صادق آتا ہے جو موت کے بعد کی دوسری زندگی کا یقین ہی نہیں رکھتے، نہ برائی کو برائی سمجھتے ہیں، بلکہ اغوائے شیطانی سے اپنی بدیوں کو نیکی اور گمراہی کو ہدایت تصور کر لیتے ہیں۔ کیسی ہی معقول دلائل سنائیے اور کھلے کھلے نشان دکھلائیے، سب کو جھٹلاتے رہیں اور فضول جھٹتیں نکالتے رہیں، بظاہر ہادیوں اور پیغمبروں کی بات کی طرف کان جھکائیں مگر ایک حرف سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ محض ہوا و ہوس کو اپنا معبود ٹھہرا لیں نہ عقل سے کام لیں نہ آنکھوں سے،

کن لوگوں کے دلوں پر مہر لگتی ہے؟ | یہ ہی لوگ ہیں جنکے اعراض و عناد کے نتیجے میں آخر کار اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر کر دیتا ہے کہ ان میں خیر کے گھسنے کی پھر ذرا گنجائش نہیں رہتی۔ جیسے کوئی شخص اپنے اوپر روشنی کے سب دروازے بند کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو اندھیرے میں چھوڑ دیتا ہے یا ایک بیمار دوا پینے کی قسم کھا لے، طبیب سے دشمنی کرے، اور ہر قسم کی بد پرہیزی پر تیار ہو جائے تو اللہ اسکے مرض کو مہلک بنا دیتا اور مایوسی کے درجہ میں پہنچا دیتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ "بَلِّغْ الْقُرْآنَ نَقْصُ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِهَا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ" (اعراف۔ رکوع ۱۳) "ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ وَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ كَذَلِكَ نَطْبَعُ عَلَى قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ" (یونس۔ رکوع ۸) "وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ لَيَقُولُنَّ الدِّينُ كَفَرُوا وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ" (روم۔ رکوع ۶) "كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كِبَرٌ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ" (مومن۔ رکوع ۴) "وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّى إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ أَنْفَا أُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ" (محمد۔ رکوع ۲) "بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا" (نساء۔ رکوع ۲۲) "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ" (مطففين۔ رکوع ۱) "أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ

وَأَضَلُّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ“ (الباقیہ۔ رکوع ۳) ”وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ“ (اعراف۔ رکوع ۲۲) ”يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ“ (المائدہ۔ رکوع ۶)

یہ ان ہی لوگوں کے حق میں ہے جن کا ذکر گذشتہ فائدہ میں ہوا۔ یہ طوق عادات و رسوم حب جاہ و مال اور تقلید آباء و اجداد کے تھے جنہوں نے ان کے گلے سختی سے دبار کھے تھے اور نخوت و تکبر کی وجہ سے انکے سر نیچے نہیں جھکتے تھے۔

کفار اور ہدایت کے درمیان دیواریں | نبی کی عداوت نے انکے اور قبول ہدایت کے درمیان دیواریں کھڑی کر دی تھیں۔ جاہلانہ رسوم و اطوار اور اہواء و آرائے فاسدہ کی اندھیروں میں اس طرح بند تھے کہ آگاہی اور نشیب و فراز کچھ نظر نہ آتا تھا۔ نہ ماضی پر نظر تھی نہ مستقبل پر، باقی ان افعال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف اس لئے کی گئی کہ خالق خیر و شر کا وہی ہے اور اسباب پر مسبب کا ترتیب اسی کی مشیت سے ہوتا ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے دلائل آفاقہ میں غور کرنے کی نفی ہوئی جیسا کہ ”فَهُمْ مُقَمِّحُونَ“ میں دلائل انفسیہ کی طرف ملتفت نہ ہونے کا اشارہ تھا۔ کیونکہ سرا و پر کو الل رہا ہو جھک نہ سکے تو اپنے بدن پر نظر نہیں پڑ سکتی۔

انکو برابر ہے لیکن آپ کے حق میں برابر نہیں، بلکہ ایسی سخت معاند اور سرکش قوم کو نصیحت کرنا اور اصلاح کے درپے ہونا عظیم درجات کے حصول کا سبب ہے اور کبھی یہ اخلاق دوسروں کی ہدایت کا باعث بن جاتا ہے۔ اسی طرح کی آیات سورہ ”بقرہ“ کے اوائل میں گزر چکی ہیں۔

ڈرنے والے ہی ہدایت پاتے ہیں | یعنی ڈرانے کا فائدہ اسی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جو نصیحت کو مان کر اس پر چلے اور اللہ کا ڈر دل میں رکھتا ہو۔ جس کو خدا کا ڈر ہی نہیں نہ نصیحت کی کچھ پروا، وہ نبی کی تنبیہ و تذکیر سے کیا فائدہ اٹھائے گا ایسے لوگ بجائے مغفرت و عزت کے سزا اور ذلت کے مستحق ہونگے۔ آگے اشارہ کرتے ہیں کہ فریقین کو اس عزت و ذلت کا پورا اظہار زندگی کے دوسرے دور میں ہوگا جس کے مبادی موت کے بعد سے شروع ہو جاتے ہیں۔

وقف غفران

وقف لازم

الْمَوْتِ وَتَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ

مردوں کو ♦ اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے ♦ اور ہر چیز گن لی ہے ہم نے

فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۚ وَاصْرَبْ لَهُمْ مَثَلًا اصْحَابَ الْقُرْيَةِ ۚ

ایک کھلی اصل میں ♦ اور بیان کر ان کے واسطے ایک مثل اس گاؤں کے لوگوں کی ♦

إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۚ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ

جب کہ آئے اس میں بھیجے ہوئے ♦ جب بھیجے ہم نے ان کی طرف دو

فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُّرْسَلُونَ ۚ

تو ان کو جھٹلایا پھر ہم نے قوت دی تیسرے سے تب کہا انہوں نے ہم تمہاری طرف آئے ہیں بھیجے ہوئے ♦

قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ

وہ بولے تم تو یہی انسان ہو جیسے ہم اور رحمن نے کچھ نہیں

شَيْءٍ إِلَّا أَنْتُمْ أَنْتُمُ الْكَاذِبُونَ ۚ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ

اتارا تم سارے جھوٹ کہتے ہو ♦ کہا ہمارا رب جانتا ہے

إِنَّا إِلَيْكُمْ لُمُرْسَلُونَ ۚ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۚ

ہم بے شک تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں ♦ اور ہمارا ذمہ یہی ہے پیغام پہنچا دینا کھول کر ♦

قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجِمَنَّكُمْ وَ

بولے ہم نے نامبارک دیکھا (پایا) تم کو اگر تم باز نہ رہو گے تو ہم تم کو سنگسار کریں گے اور

لَنَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ ۚ

تم کو پیچھے گا ہمارے ہاتھ سے عذاب دردناک ♦ کہنے لگے تمہاری نامبارکی تمہارے ساتھ ہے

❖ **بعث بعد الموت یقینی ہے** | یعنی موت کے بعد دوسری زندگی یقینی ہے جہاں سب اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے اور شاید ادھر بھی اشارہ ہو کہ یہ قوم (عرب) جس کی روحانی قوتیں بالکل مردہ ہو چکی ہیں، حق تعالیٰ کو قدرت ہے کہ پھر ان میں زندگی کی روح پھونک دے کہ وہ دنیا میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کرے اور آنے والی نسلوں کے لئے اپنے آثار عظیمہ چھوڑ جائے۔

❖ **نیک بد اعمال کا ریکارڈ** | یعنی نیک و بد اعمال جو آگے بھیج چکے اور بعض اعمال کے اچھے برے اثرات یا نشان جو پیچھے چھوڑے مثلاً کوئی کتاب تصنیف کی یا علم سکھایا، یا عمارت بنائی یا کوئی رسم ڈالی نیک یا بد، سب اس میں داخل ہیں بلکہ الفاظ کے عموم میں وہ نشان قدم بھی شامل ہو سکتے ہیں جو کسی عبادت کے لئے چلتے وقت زمین پر پڑ جاتے ہیں چنانچہ بعض احادیث صحیحہ میں تصریح ہے۔
”دَبَارُكُمْ تُكْتَبُ اَثَارُكُمْ۔“

❖ **لوح محفوظ** | یعنی جس طرح تمام اعمال و آثار وقوع کے بعد ضابطہ کے موافق لکھے جاتے ہیں، قبل از وقوع بھی ایک ایک چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اور وہ لکھنا بھی محض انتظامی ضوابط و مصالح کی بناء پر ہے ورنہ اللہ کے علم قدیم میں ہر چھوٹی بڑی چیز پہلے سے موجود و حاضر ہے اسی کے موافق لوح محفوظ میں نقل کی جاتی ہے۔

❖ **اصحاب قریہ** | یہ گاؤں اکثر کے نزدیک شہر ”انطاکیہ“ ہے۔ اور بائبل کتاب اعمال کے آٹھویں اور گیارھویں باب میں ایک قصہ اسی قصہ کے مشابہ کچھ تفاوت کے ساتھ شہر انطاکیہ کا بیان ہوا ہے لیکن ابن کثیرؒ نے تاریخی حیثیت سے اور سیاق قرآن کے لحاظ سے اس پر کچھ اعتراضات کئے ہیں۔ اگر وہ صحیح ہوں تو کوئی اور بستی ماننی پڑے گی واللہ اعلم۔ اس قصہ کا ذکر مومنین کے لئے بشارت اور مکذبین کے لئے عبرت ہے۔

❖ ان کے ناموں کی صحیح تعیین نہیں ہو سکتی اور نہ یقینی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے یا کسی پیغمبر کے واسطے سے حکم ہوا تھا کہ اسکے نائب ہو کر فلاں بستی کی طرف جاؤ۔ دونوں احتمال ہیں۔ گو تبار یہی ہے کہ پیغمبر ہوں۔ شاید حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے مبعوث ہوئے ہونگے۔

❖ **اللہ کے بھیجے ہوئے رسول** | یعنی اول دو گئے پھر انکی تائید کے لئے تیسرا بھیجا گیا تینوں نے مل کر کہا کہ ہم خود نہیں آئے، اللہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ لہذا جو کچھ ہم کہیں اسی کا پیغام سمجھو۔

❖ یعنی تم میں کوئی سرخاب کا پر نہیں جو اللہ تمہیں بھیجتا۔ ہم سے کس بات میں تم بڑھ کر تھے۔ بس رہنے دو خواہ مخواہ خدا کا نام نہ لو۔ اس نے کچھ نہیں اتارا۔ تینوں سازش کر کے ایک جھوٹ بنالائے اسے خدا کی طرف نسبت کر دیا۔

❖ **کفار کے اعتراضات کا جواب** | یعنی اگر ہم خدا پر جھوٹ لگاتے ہیں تو وہ دیکھ رہا ہے۔ کیا وہ اپنے فعل سے برابر جھوٹوں کی تصدیق کرتا رہے گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اب تم سمجھو یا نہ سمجھو، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنے دعوے میں سچے ہیں اور کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے۔ اسی لئے فعلاً ہماری تصدیق کر رہا ہے۔

❖ یعنی ہم اپنا فرض ادا کر چکے، خدا کا پیام خوب کھول کر واضح، معقول اور دلنشیں طریقہ سے تم کو پہنچا دیا، اب اتمام حجت کے بعد خود سوچ لو کہ مکذیب و عداوت کا انجام کیا ہونا چاہئے۔

❖ **مرسلین کی تکذیب اور ضد** | شاید مکذیب مرسلین اور کفر و عناد کی شامت سے قحط وغیرہ پڑا ہوگا۔ یا مرسلین کے سمجھانے پر آپس میں اختلاف ہوا کسی نے مانا کسی نے نہ مانا، اس کو نامبارک کہا۔ یعنی تمہارے قدم کیا آئے، قحط اور نا اتفاقی کی بلا ہم پر ٹوٹ پڑی۔ یہ سب تمہاری نحوست ہے۔ (العیاذ باللہ) ورنہ پہلے ہم اچھے خاصے آرام چین کی زندگی بسر کر رہے تھے بس تم اپنے وعظ و نصیحت سے ہم کو معاف رکھو۔ اگر یہ روش نہ چھوڑو گے اور وعظ و نصیحت سے باز نہ آؤ گے تو ہم سخت تکلیف و عذاب پہنچا کر تم کو سنگسار کر ڈالیں گے۔

اِنَّ ذِكْرْتُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿۱۹﴾ وَجَاءَ مِنْ

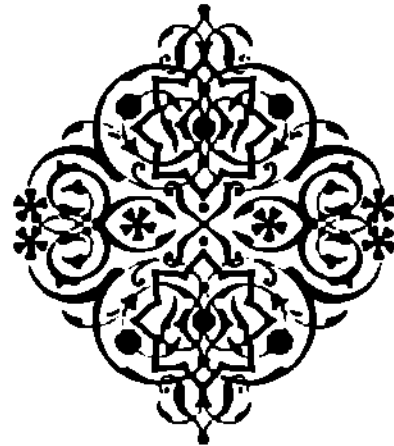
کیا اتنی (اس) بات پر کہ تم کو سمجھایا کوئی نہیں پر تم لوگ ہو کہ حد پر نہیں رہتے ♦ اور آیا

اَقْصَا الْمَدْيَنَةِ رَجُلٌ يَّسَّعُ ۖ قَالَ يَاقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۰﴾

شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا ♦ بولا اے قوم چلو راہ پر بھیجے ہوؤں کی

اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ اَجْرًا وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۲۱﴾

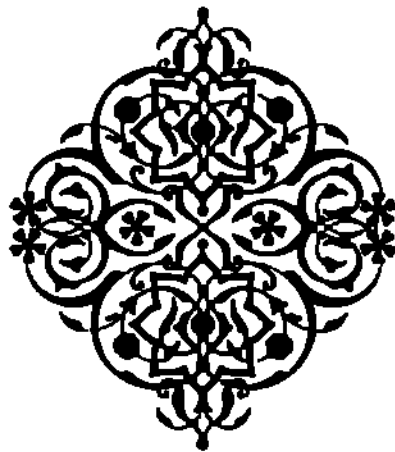
چلو راہ پر ایسے شخص کی جو تم سے بدلہ نہیں چاہتے ♦ اور وہ ٹھیک رستہ پر ہیں



یعنی تمہارے کفر و تکذیب کی شامت سے عذاب آیا۔ اگر حق و صداقت کو سب مل کر قبول کر لیتے نہ یہ اختلاف مذموم پیدا ہوتا، نہ اس طرح بتلائے آفات ہوتے۔ پس نامبارکی اور نحوست کے اسباب خود تمہارے اندر موجود ہیں۔ پھر کیا اتنی بات پر کہ تمہیں اچھی نصیحت و فہمائش کی اور بھلا برا سمجھایا، اپنی نحوست ہمارے سر ڈالنے لگے۔ اور قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم عقل و آدمیت کی حدود سے خارج ہو جاتے ہو۔ نہ عقل سے سمجھتے ہو نہ آدمیت کی بات کرتے ہو۔

ایک مرد صالح کی حمایت اور فہمائش | کہتے ہیں کہ اس مرد صالح کا نام حبیب تھا۔ شہر کے پرلے کنارے عبادت میں مشغول رہتا اور کسب حلال سے کھاتا تھا۔ فطری صلاحیت نے چپ نہ بیٹھنے دیا۔ قصہ سنتے ہی مرسلین کی تائید و حمایت اور مکذبین کی نصیحت و فہمائش کے لئے دوڑتا ہوا آیا۔ مبادا اشقیاء اپنی دھمکیوں کو پورا کرنے لگیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرسلین کی آواز کا اثر شہر کے دور دراز حصوں تک پہنچ گیا تھا۔

یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اس کا پیغام لے کر آئے ہیں جو نصیحت کرتے ہیں اس پر خود کار بند ہیں اخلاق، اعمال اور عادات و اطوار سب ٹھیک ہیں۔ بے غرض خیر خواہی کرتے ہیں۔ کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتے۔ پھر ایسے بے لوث بزرگوں کا اتباع کیوں نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے جو پیغام بھیجے کیوں قبول نہ کیا جائے۔



وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ نَرْجِعُونَ ﴿۲۲﴾

اور مجھ کو کیا ہوا کہ میں بندگی نہ کروں اس کی جس نے مجھ کو بنایا ﴿۱﴾ اور اسی کی طرف سب پھر جاؤ گے ﴿۲﴾

أَتَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ إِلَهَةً إِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا

بھلا میں پکڑوں اس کے سوا اوروں کو پوجنا کہ اگر مجھ پر چاہے رحمن تکلیف تو

تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ ﴿۲۳﴾ إِنِّي إِذَا

کچھ کام نہ آئے مجھ کو ان کی سفارش اور نہ وہ مجھ کو چھڑائیں تو تو (تب تو) میں

لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۲۴﴾ إِنِّي آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمِعُونِ ﴿۲۵﴾ ط

بھٹکتا گمراہوں میں ﴿۲﴾ میں یقین لایا تمہارے رب پر مجھ سے سن لو ﴿۳﴾

قَبْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۚ قَالَ يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾ ۴

تعم ہوا چلا جا بہشت میں ﴿۴﴾ بولا کسی طرح میری قوم معلوم کر لیں کہ بخشا (بخش دیا) مجھ کو

غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿۲۷﴾ وَمَا أَنْزَلْنَا

میرے رب نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں ﴿۵﴾ اور اتاری نہیں

عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا

ہم نے اس کی قوم پر اس کے پیچھے کوئی فوج آسمان سے اور ہم

مُنْزِلِينَ ﴿۲۸﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَبْحَةً وَآحِدَةً فَإِذَا هُمْ

فوج نہیں اتارا کرتے بس یہی تھی ایک چنگھاڑ پھر اسی دم

خَمِدُونَ ﴿۲۹﴾ يُحْسِرَةٌ عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ

سب بجھ گئے (بجھ کر رہ گئے) ﴿۶﴾ کیا افسوس ہے بندوں پر کوئی رسول نہیں آیا

یہ اپنے اوپر رکھ کر دوسروں کو سنایا۔ یعنی تم کو آخر کیا ہوا کہ جس نے پیدا کیا اس کی بندگی نہ کرو۔

یعنی یہ مت سمجھنا کہ پیدا کر کے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب کچھ مطلب اس سے نہیں رہا۔ نہیں، سب کو مرے پیچھے اسی کے پاس واپس جانا ہے۔ اس وقت کی فکر کر رکھو۔

یعنی کس قدر صریح گمراہی ہے کہ اس مہربان اور قادر مطلق پروردگار کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے جو خدا کی بھیجی ہوئی کسی تکلیف۔ نہ بذات خود چھڑا سکیں نہ سفارش کر کے نجات دلا سکیں۔

اپنے ایمان کا اعلان | یعنی مجمع میں بے کھٹکے اعلان کرتا ہوں کہ میں خدائے واحد پر ایمان لا چکا۔ اسے سب سن رکھیں شاید مرسلین کو اس لئے سنایا ہو کہ وہ اللہ کے ہاں گواہ رہیں اور قوم کو اس لئے کہ سن کر کچھ متاثر ہوں یا کم از کم دنیا ایک مومن کی قوت ایمان کا مشاہدہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔

جنت میں داخلہ | یعنی فوراً بہشت کا پروانہ مل گیا۔ آگے نقل کرتے ہیں کہ قوم نے اس کو نہایت بیدردی کے ساتھ شہید کر ڈالا۔ ادھر شہادت واقع ہوئی ادھر سے حکم ملا کہ فوراً بہشت میں داخل ہو جا۔ جیسا کہ ارواح شہداء کی نسبت احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبل از محشر جنت میں داخل ہوتی ہیں۔

جنت میں اپنی قوم کا خیال | قوم نے اس کی دشمنی کی کہ مار ڈالا۔ اس کو بہشت میں پہنچ کر بھی قوم کی خیر خواہی کا خیال رہا کہ اگر میرا حال اور جو انعام و اکرام حق تعالیٰ نے مجھ پر کیا ہے معلوم کر لیں تو سب ایمان لے آئیں۔

قوم پر چنگھاڑ کا عذاب | یعنی اس کے بعد اس کی قوم کفر و ظلم اور تکذیب مرسلین کی پاداش میں ہلاک کی گئی اور اس اہلاک کے لئے کوئی مزید اہتمام کرنا نہیں پڑا کہ آسمان سے فرشتوں کی فوج بھیجی جاتی، نہ حق تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ قوموں کی ہلاکت کے لئے بڑی بڑی فوجیں بھیجا کریں (یوں کسی خاص موقع پر کسی خاص مصلحت کی وجہ سے فرشتوں کا لشکر بھیج دیں وہ دوسری بات ہے) وہاں تو بڑے بڑے مدعیوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک ڈانٹ کافی ہے۔ چنانچہ اس قوم کا حال بھی یہ ہی ہوا کہ فرشتوں نے ایک چیخ ماری اور سب کے سب اسی دم بجھ کر رہ گئے۔

رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۰﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا

ان کے پاس جس سے ٹھٹھا نہیں کرتے کیا نہیں دیکھتے کتنی غارت کر چکے ہم

قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنْتُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۳۱﴾ وَإِنْ

ان سے پہلے جماعتیں کہ وہ ان کے پاس پھر کر نہیں آئیں گی اور ان

كُلُّ لَمَّا جِئَهُ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۳۲﴾ وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ

سب میں کوئی نہیں جو اکٹھے ہو کر نہ آئیں ہمارے پاس پکڑے ہوئے اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے زمین

الْمَيِّتَةُ ۖ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ

مرد اس کو ہم نے زندہ کر دیا اور نکالا اس میں سے اناج سو اس میں

يَأْكُلُونَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ

سے کھاتے ہیں اور بنائے ہم نے اس میں باغ کھجور کے اور انگور کے

وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ﴿۳۴﴾ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ ۚ

اور بہا دیئے اس میں بعض چشمے کہ کھائیں اس کے میوؤں سے

وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۵﴾ سُبْحَنَ الَّذِي

اور اس کو بنایا نہیں ان کے ہاتھوں نے پھر کیوں شکر نہیں کرتے پاک ذات ہے جس نے

خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ

بنائے جوڑے سب چیز کے اس قسم سے جو اگتا ہے زمین میں اور خود ان میں سے

وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾ وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ ۖ نَسْلُبُ مِنْهُ النَّهَارَ

اور چیزوں میں کہ جن کی ان کو خبر نہیں اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے رات کھینچ (اتار) لیتے ہیں ہم اس پر سے دن کو

پچھلی قوموں کے حال سے عبرت | یعنی دیکھتے اور سنتے ہیں کہ دنیا میں کتنی قومیں پہلے پیغمبروں سے ٹھٹھا کر کے غارت ہو چکی ہیں جن کا نام و نشان مٹ چکا۔ کوئی ان میں سے لوٹ کر ادھر واپس نہیں آئی۔ عذاب کی چکی میں سب پس کر برابر ہو گئیں اس پر بھی عبرت نہیں ہوئی جب کوئی نیا رسول آتا ہے وہ ہی تمسخر اور استہزاء شروع کر دیتے ہیں۔ جو پہلے کفار کی عادت تھی۔ چنانچہ آج خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھ کفار مکہ کا یہ ہی معاملہ ہے۔

یعنی وہ تو دنیا کا عذاب تھا، اور آخرت کی سزا الگ رہی۔ یہ نہ سمجھو کہ ہلاک ہو کر ادھر واپس نہیں آتے تو بس قصہ ختم ہوا۔ نہیں، سب کو پھر ایک دن خدا کے ہاں حاضر ہونا ہے۔ جہاں بلا استثناء مجرم پکڑے ہوئے آئیں گے۔

مظاہر قدرت سے استدلال | یعنی شاید شبہ گذرتا کہ مرے پیچھے پھر کس طرح زندہ ہو کر حاضر کیے جائیں گے؟ اس کو یوں سمجھا دیا کہ زمین خشک اور مردہ پڑی ہوتی ہے۔ پھر خدا اس کو زندہ کرتا ہے کہ ایک دم لہلہانے لگتی ہے۔ کیسے کیسے باغ و بہار، غلے اور میوے اس سے پیدا ہوتے ہیں جن کو تم استعمال میں لاتے ہو۔ اسی طرح خیال کر لو کہ مردہ ابدان میں روح حیات پھونک دی جائے گی۔ بہر حال مردہ زمین ان کے لئے ایک نشانی ہے جس میں غور کرنے سے بعث بعد الموت اور حق تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت اور اس کے انعام و احسان کے مسائل کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں تنبیہ | اوپر کی آیات میں ترہیب کا پہلو نمایاں تھا کہ عذاب الہی سے ڈر کر راہ ہدایت اختیار کریں۔ آیات حاضرہ میں ترغیب کی صورت اختیار فرمائی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر شکر گزاری کی طرف متوجہ ہوں اور یہ بھی سمجھیں کہ جو خدا مردہ زمین کو زندہ کرتا رہتا ہے وہ ایمانی حیثیت سے ایک مردہ قوم کو زندہ کر دے، یہ کیا مشکل ہے۔

یعنی یہ پھل اور میوے قدرت الہی سے پیدا ہوتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں یہ طاقت نہیں کہ ایک انگور یا کھجور کا دانہ پیدا کر لیں۔ جو محنت اور تردد باغ لگانے اور اس کی پرورش کرنے میں کیا جاتا ہے اس کو بار آور کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور غور سے دیکھا جائے تو جو کام بظاہر ان کے ہاتھوں سے ہوتا ہے وہ بھی فی الحقیقت حق تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قدرت و طاقت اور اسی کی مشیت و ارادہ سے ہوتا ہے لہذا ہر حیثیت سے اس کی شکر گزاری اور احسان شناسی واجب ہوئی۔ تنبیہ | مترجم محقق رحمہ اللہ نے ”وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ“ میں ”مَا“ کو نافیہ لیا ہے۔ کما هو دأب اکثر المتأخرین، لیکن سلف سے عموماً ”مَا“ کا موصول ہونا منقول ہے اور اسی کی تائید ابن مسعود کی قراءت ”وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ“ سے ہوتی ہے۔

جوڑوں کی تخلیق | یعنی نباتات میں، انسانوں میں اور دوسری مخلوقات میں جن کی انہیں پوری خبر بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے ہیں خواہ تقابل کی حیثیت سے جیسے عورت مرد، نرمادہ، کھٹا میٹھا، سیاہ سفید، دن رات، اندھیرا اجالا، یا تماثل کی حیثیت سے جیسے یکساں رنگ اور مزے کے پھل اور ایک شکل و صورت کے دو جانور، بہر حال مخلوقات میں کوئی مخلوق نہیں جس کا مماثل یا مقابل نہ ہو یہ صرف خدا ہی کی ذات پاک ہے جس کا نہ کوئی مقابل ہے نہ مماثل، کیونکہ مقابلہ یا مماثلت ان چیزوں میں ہو سکتی ہے جو کسی درجہ میں فی الجملہ اشتراک رکھتی ہوں۔ خالق و مخلوق کا کسی حقیقت میں اشتراک ہی نہیں۔

فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا

پھر تبھی یہ رہ جاتے ہیں اندھیرے میں اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے رستہ پر (ٹھکانے) ♦

ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ

یہ سادھا ہے اس زبردست باخبر نے ♦ اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں

حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا

یہاں تک کہ پھر آ رہا (ہو جائے) جیسے پُرانی ♦ نہ سورج سے ہو

أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الْبَيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ

کہ پکڑ لے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی

فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۴۰﴾ وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمُ

ایک چکر میں پیرتے ہیں ♦ اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے کہ ہم نے اٹھالیا ان کی نسل کو

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا

اس بھری ہوئی کشتی میں اور بنادیا ہم نے ان کے واسطے کشتی جیسی چیزوں کو جس پر

يَرْكَبُونَ ﴿۴۲﴾ وَإِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيحَ لَهُمْ وَلَا

سوار ہوتے ہیں ♦ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو ڈبا دیں پھر کوئی نہ پہنچے ان کی فریاد کو اور نہ

♦ دن اور رات کی تبدیلیوں میں اللہ کی نشانی ”سلخ“ کہتے ہیں جانور کی کھال اتارنے کو جس سے نیچے کا گوشت ظاہر ہو جائے۔ اسی طرح سمجھ لوراء کی تاریکی پر دن کی چادر پڑی ہوئی ہے۔ جس وقت یہ نور کی چادر اوپر سے اتار لی جاتی ہے لوگ اندھیرے میں پڑے رہ جاتے ہیں اس کے بعد پھر سورج اپنی مقررہ رفتار سے معین وقت پر آ کر سب جگہ اجالا کرتا ہے۔ لیل و نہار کے ان تغلیبات پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے اور بیشک وہ ہی ایک خدا الائق پرستش ہے جس کے ہاتھ میں ان عظیم الشان انقلابات کی باگ ہے۔ جن سے ہم کو مختلف قسم کے فوائد پہنچتے ہیں۔ نیز جو قادر مطلق رات کو دن سے تبدیل کرتا ہے کیا کچھ بعید ہے کہ بذریعہ آفتاب رسالت کے دنیا سے جہالت کی تاریکیوں کو دور کر دے لیکن رات دن اور چاند، سورج کے طلوع و غروب کی طرح ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔

فیہ ممکن

♦ سورج کی چال اور مستقر | سورج کی چال اور رستہ مقرر ہے اسی پر چلا جاتا ہے۔ ایک انچ یا ایک منٹ اس سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ جس کام پر لگا دیا ہے ہر وقت اس میں مشغول ہے۔ کسی دم قرار نہیں۔ رات دن کی گردش اور سال بھر کے چکر میں جس جس ٹھکانہ پر اسے پہنچنا ہے پہنچتا ہے۔ پھر وہاں سے باذن خداوندی نیا دورہ شروع کرتا ہے۔ قرب قیامت تک اسی طرح کرتا رہے گا۔ تا آنکہ ایک وقت آئے گا جب اس کو حکم ہوگا کہ جدھر سے غروب ہوا ہے ادھر سے الٹا واپس آئے یہی وقت ہے جب باب توبہ بند کر دیا جائے گا۔ کماوردنی الحدیث صحیح۔ بات یہ ہے کہ اس کے طلوع وغروب کا یہ سب نظام اس زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے جس کے انتظام کو کوئی دوسرا شکست نہیں کر سکتا، اور نہ اس کی حکمت و دانائی پر کوئی حرف گیری کر سکتا ہے وہ خود جب چاہے اور جس طرح چاہے الٹ پلٹ کرے کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکتی۔ تنبیہ | اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث آئی ہے جس میں شمس کے تحت العرش سجدہ کرنے کا ذکر ہے۔ یہاں اس کی تشریح کا موقع نہیں۔ اس پر ہمارا مستقل مضمون ”سجود الشمس“ کے نام سے چھپا ہوا ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

♦ چاند کی منزلیں | سورج کی طرح چاند ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا بلکہ روزانہ گھٹتا بڑھتا۔ اس کی اٹھائیس منزلیں اللہ نے مقرر کر دی ہیں۔ ان کو ایک معین نظام کے ساتھ درجہ بدرجہ طے کرتا ہے۔ پہلی آیت میں رات دن کا بیان تھا، پھر سورج کا ذکر کیا جس سے سالوں اور فصلوں کی تشکیل ہوتی ہے۔ اب چاند کا تذکرہ کرتے ہیں جس کی رفتار سے قمری مہینوں کا وجود وابستہ ہے۔ چاند سورج مہینہ کے آخر میں ملتے ہیں تو چاند چھپ جاتا ہے جب آگے بڑھتا ہے تو نظر آتا ہے۔ پھر منزل بہ منزل بڑھتا چلا جاتا اور چودھویں شب کو پورا ہو کر بعد میں گھٹنا شروع ہوتا ہے آخر رفتہ رفتہ اسی پہلی حالت پر آ پہنچتا اور کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح پتلا، خم دار اور بے رونق سا ہو کر رہ جاتا ہے۔

♦ سیاروں کا مدار میں تیرنا | سورج کی سلطنت دن میں ہے اور چاند کی رات میں، یہ نہیں ہو سکتا کہ چاند کی نور افشانی کے وقت سورج اس کو آدبا جائے۔ یعنی دن آگے بڑھ کر رات کا کچھ حصہ اڑالے یا رات سبقت کر کے دن کے ختم ہونے سے پہلے آجائے۔ جس زمانہ اور جس ملک میں جو اندازہ رات، دن کا رکھ دیا ہے ان کرات کی مجال نہیں کہ ایک منٹ آگے پیچھے ہو سکیں۔ ہر ایک سیارہ اپنے اپنے مدار میں پڑا چکر کھا رہا ہے اس سے ایک قدم ادھر ادھر نہیں ہٹ سکتا اور باوجود اس قدر سریع حرکت اور کھلی ہوئی فضا کے نہ ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے نہ مقررہ انداز سے زیادہ تیز یا سست ہوتا ہے کیا یہ اس کا واضح نشان نہیں کہ یہ سب عظیم الشان مشینیں اور ان کے تمام پرزے کسی ایک زبردست مدبر و دانائے ہستی کے قبضہ اقتدار میں اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ پھر جو ہستی رات دن اور چاند سورج کا ادل بدل کرتی ہے وہ تمہارے فنا کرنے اور فنا کے بعد دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہوگی؟ (العیاذ باللہ) تنبیہ | حضرت شاہ صاحب ”لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ“ کی تعبیر کا نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ سورج چاند خیر مہینہ میں ملتے ہیں تو چاند پکڑتا ہے سورج کو۔ سورج چاند کو نہیں پکڑتا۔ اسی لئے لَا الْقَمَرُ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يُدْرِكَ الشَّمْسَ نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم۔

♦ یعنی حضرت نوح کے زمانہ میں جب طوفان آیا تو آدم کی نسل کو اس بھری ہوئی کشتی پر سوار کر لیا جو حضرت نوح نے بنائی تھی۔ ورنہ انسان کا ختم باقی نہ رہتا۔ پھر اسی کشتی کے نمونہ کی دوسری کشتیاں اور جہاز تیار کئے بنادیئے جن پر تم آج تک لدے پھرتے ہو۔ یا کشتیوں جیسی دوسری سواریاں پیدا کر دیں جس پر سوار ہوتے ہو۔ مثلاً اونٹ، جن کو عرب ”سفائن البر“ (خشکی کشتیاں) کہا کرتے تھے۔

هُمْ يُنْقَذُونَ ﴿۳۳﴾ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿۳۴﴾

وہ چھڑائے جائیں گے مگر ہم اپنی مہربانی سے اور ان کا کام چلانے کو ایک وقت تک

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ

اور جب کہیں ان کو بچو اس سے جو تمہارے سامنے آتا ہے اور جو پیچھے چھوڑتے ہو

لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ﴿۳۵﴾ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ

شاید تم پر رحم ہو اور کوئی حکم نہیں پہنچتا ان کو اپنے رب کے

رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿۳۶﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ

حکموں سے جس کو وہ مٹاتے نہ ہوں (ٹال نہیں جاتے) اور جب کہیں ان کو

أَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ ۖ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا

خرچ کرو کچھ اللہ کا دیا کہتے ہیں منکر ایمان والوں کو

أَنْتُمْ مِّنْ لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطَعْتُمْ ۖ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي

ہم کیوں کھلائیں ایسے کو کہ اللہ چاہتا تو اس کو کھلا دیتا تم لوگ تو بالکل

ضَلَلٍ مُّبِينٍ ﴿۳۷﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِنْ

بھک رہے ہو صریح اور کہتے ہیں کب ہو گا یہ وعدہ اگر

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۸﴾ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً

تم جے ہو یہ تو راہ دیکھتے ہیں ایک چٹکھاڑکی

تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿۳۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً

جوان کو آ پکڑ لی جب آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے پھرنے کر کہیں گے (ہو سکے گا) کہ کچھ کہہ ہی میں

انسان کا بحری سفر | یعنی یہ مشقت استخوان انسان! دیکھو کیسے خوفناک سمندروں کو کشتی کے ذریعہ عبور کرتا ہے۔ جہاں بڑے بڑے جہازوں کی حقیقت ایک تنکے کے برابر نہیں۔ اگر اللہ اس وقت غرق کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کون ہے جو فریاد کو پہنچے۔ مگر یہ اس کی مہربانی اور مصلحت ہے کہ اس طرح سب بحری سوار یوں کو غرق نہیں کر دیتا۔ کیونکہ اس کی رحمت و حکمت مقتضی ہے کہ ایک معین وقت تک دنیا کا کام چلتا رہے۔ افسوس ہے کہ بہت لوگ ان نشانیوں کو نہیں سمجھتے نہ اس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں۔

کفار کی روگردانی | سامنے آتا ہے جزاء کا دن اور پیچھے چھوڑے اپنے اعمال یعنی جب کہا جاتا ہے کہ قیامت کی سزا اور بد اعمالیوں کی شامت سے بچنے کی فکر کرو تا خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہو تو نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے۔ ہمیشہ خدائی احکام سے روگردانی کرتے رہتے ہیں۔

کفار کا استہزاء | یعنی اور احکام الہی تو کیا مانتے، فقیروں مسکینوں پر خرچ کرنا تو ان کے نزدیک بھی کارِ ثواب ہے لیکن یہ ہی مسلم بات جب پیغمبر اور مومنین کی طرف سے کہی جاتی ہے تو نہایت بھونڈے طریقہ سے تمسخر کے ساتھ یہ کہہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں کہ جنہیں خود اللہ میاں نے کھانے کو نہیں دیا ہم انہیں کیوں کھلائیں۔ ہم تو اللہ کی مشیت کے خلاف کرنا نہیں چاہتے اگر اس کی مشیت ہوتی تو ان کو فقیر محتاج اور ہمیں غنی و تو مگر نہ بناتا۔

فقر و غنا کی حکمت | خیال کرو اس حماقت اور بے حیائی کا کیا ٹھکانا ہے۔ کیا خدا کسی کو دینا چاہے تو اس کی یہ ہی ایک صورت ہے کہ خود بلا واسطہ رزق اس کے ہاتھ پر رکھ دے۔ اگر وساطت سے دلانا بھی اس کی مشیت سے ہے تو تم نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ اللہ ان کو روٹی دینا نہیں چاہتا۔ یہ تو اس کا امتحان ہے کہ اغنیاء کو فقراء کی اعانت پر مامور فرمایا اور ان کے توسط سے رزق پہنچانے کا سامان کیا جو اس امتحان میں ناکام میاب رہا اسے اپنی بد بختی اور شقاوت پر رونا چاہئے۔ تنبیہ | بعض سلف کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات بعض زنادقہ کے حق میں ہیں۔ اس صورت میں ان کے اس قول کو تمسخر پر حمل نہ کیا جائے گا بلکہ حقیقت پر رکھیں گے۔

اگر یہ جملہ کفار کے قول کا تترہ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اے گروہ مومنین! تم صریح گمراہی میں پڑے ہو۔ ایسے لوگوں کا پیٹ بھرنا چاہتے ہو جن کا خدا پیٹ بھرنا نہیں چاہتا۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کفار کو خطاب ہے کہ کس قدر بھکی بھکی باتیں کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یہ گمراہی ہے نیک کام میں تقدیر کے حوالے کرنا اور اپنے مزے میں لالچ پر دوڑنا۔“

یعنی یہ قیامت اور عذاب کی دھمکیاں کب پوری ہوں گی۔ اگر سچے ہو تو جلد پوری کر کے دکھا دو۔

۱۰۵۲

وقف لا زفر
وقف منزل

وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵۰﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا

اور نہ اپنے گھر کو پھر کر جائیں گے اور پھونکی جائے صور پھر بھی

هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿۵۱﴾ قَالُوا

وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف پھیل پڑیں گے کہیں گے

يُؤْيِلْنَا مَنْ بَعَثْنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا سَيِّئَٰةَ هَٰذَا مَا وَعَدَ

اے خرابی ہماری کس نے اٹھا دیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے یہ وہ ہے جو وعدہ کیا تھا

الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا

رحمن نے اور سچ کہا تھا پیغمبروں نے بس ایک

صَبِيحَةٍ وَّاحِدَةٍ فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۵۳﴾

چنگھاڑ ہوگی پھر اسی دم وہ سارے ہمارے پاس پڑے چلے آئیں

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا

پھر آج کے دن ظلم نہ ہوگا کسی جی پر ذرا اور وہی بدلہ پاؤ گے جو

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ

کرتے تھے تحقیق بہشت کے لوگ آج ایک

شُغْلٍ فَاَكْهَوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلِّ اَعْلٰی

مشغلہ (دھندے) میں ہیں باتیں کرتے وہ اور ان کی عورتیں سایوں میں

اَلَا رَاٰیكَ مُتَكَبِّرًا ﴿۵۶﴾ لَّهُمْ فِيْهَا فَكِهَةٌ وَلَهُمْ

تختوں پر بیٹھے ہیں تکبر لگائے ان کے لیے وہاں ہے میوہ اور ان کے لیے ہے

وقف عمران

♦ قیامت کا اچانک آنا | یعنی قیامت ناگہاں آ پکڑے گی اور وہ اپنے معاملات میں غرق ہوں گے۔ جس وقت پہلا صور پھونکا جائے گا سب ہوش و حواس جاتے رہیں گے اور آخر مر کر ڈھیر ہو جائیں گے۔ اتنی فرصت بھی نہ ملے گی کہ فرض کرو مرنے سے پہلے کسی کو کچھ کہنا چاہیں تو کہہ گذریں یا جو گھر سے باہر تھے وہ واپس جاسکیں۔

♦ یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور فرشتے ان کو جلد جلد دھکیل کر میدان حشر میں لے جائیں گے۔

♦ شاید نچھ اولیٰ اور نچھ ثانیہ کے درمیان ان پر نیند کی حالت طاری کر دی جائے۔ یا قیامت کا ہولناک منظر دیکھ کر عذاب قبر کو اہوں سمجھیں گے اور نیند سے تشبیہ دیں گے۔ یا ”مرقد“ بمعنی ”مضجع“ کے ہو۔ نیند کی کیفیت سے تجرید کر لی جائے۔ واللہ اعلم۔

♦ حق تعالیٰ کا کفار کو جواب | یہ جواب اللہ کی طرف سے اس وقت ملے گا یا مستقبل کو حاضر قرار دے کر اب جواب دے رہے ہیں۔ یعنی کیا پوچھتے ہو کس نے اٹھا دیا۔ ذرا آنکھیں کھولو۔ یہ وہ ہی اٹھاتا ہے جس کا وعدہ خدائے رحمن کی طرف سے کیا گیا تھا اور پیغمبر جس کی خبر برابر دیتے رہے تھے۔

♦ یعنی کوئی تنفس نہ بھاگ سکے گا نہ روپوش ہو سکے گا۔

♦ آخرت میں انصاف | یعنی نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی نہ جرم کی حیثیت سے زیادہ سزا ملے گی۔ ٹھیک ٹھیک انصاف ہوگا اور جو نیک و بد کرتے تھے فی الحقیقت عذاب و ثواب کی صورت میں وہ ہی سامنے آجائے گا۔

مَا يَدْعُونَ^{۵۷} سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ^{۵۸} وَامْتَاَزُوا

جو کچھ مانگیں سلام بولنا ہے رب مہربان سے اور تم الگ ہو جاؤ

الْيَوْمَ آتِيهَا الْمُجْرِمُونَ^{۵۹} أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ

آج اے گنہگارو میں نے نہ کہہ رکھا تھا تم کو

يَبْنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ

اے آدم کی اولاد کہ نہ پوجو شیطان کو وہ کھلا دشمن ہے

مُبِينٌ^{۶۰} وَإِنْ اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ^{۶۱}

تمہارا اور یہ کہ پوجو مجھ کو یہ راہ ہے سیدھی

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا

اور وہ بہکا لے گیا تم میں سے بہت خلقت کو پھر کیا تم کو سمجھ

تَعْقِلُونَ^{۶۲} هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ^{۶۳}

نہ تھی یہ دوزخ ہے جس کا تم کو وعدہ تھا

إِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ^{۶۴} الْيَوْمَ نَخْتِمُ

جاڑو اس میں آج کے دن بدلہ اپنے کفر کا آج ہم مہر لگا دیں گے

عَلَى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ

ان کے منہ پر اور بولیں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے ان کے پاؤں

بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ^{۶۵} وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَى

جو کچھ وہ کماتے تھے اور اگر ہم چاہیں مٹا دیں ان کی

وقف غفران ۱۲

اہل جنت کا حال | بہشت میں ہر قسم کے عیش و نشاط کا سامان ہوگا۔ دنیا کی مکروہات سے چھوٹ کر آج یہ ہی ان کا مشغلہ ہوگا۔ وہ اور ان کی عورتیں آپس میں مکمل مل کر اعلیٰ درجہ کے خوشگوار سایوں میں مسہریوں پر آرام کر رہے ہوں گے۔ ہر قسم کے میوے اور پھل وغیرہ ان کے لئے حاضر ہوں گے۔ بس خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی جنتیوں کے دل میں طلب اور تمنا ہوگی وہ ہی دی جائے گی، اور منہ مانگی مرادیں ملیں گے۔ یہ تو جسمانی لذائذ کا حال ہوا، آگے روحانی نعمتوں کی طرف ”سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَجِيمٍ“ سے اک ذرا سا اشارہ فرماتے ہیں۔

اہل جنت کو حق تعالیٰ کا سلام | یعنی اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام بولا جائے گا خواہ فرشتوں کے ذریعہ سے یا جیسا کہ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے بلا واسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائیں گے اس وقت کی عزت و لذت کا کیا کہنا۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا هَذِهِ النِّعْمَةَ الْعَظْمٰی بِحَرَمَةِ نَبِیْکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

مجرموں کی علیحدگی | یعنی جنتیوں کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ تمہارا مقام دوسرا ہے جہاں رہنا ہوگا۔

یعنی اسی دن کے لئے تم کو انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار سمجھایا گیا تھا کہ شیطان لعین کی پیروی مت کرنا جو تمہارا صریح دشمن ہے وہ جہنم میں پہنچائے بغیر نہ چھوڑے گا۔ اگر ابدی نجات چاہتے ہو تو یہ سیدمی راہ پڑی ہوئی ہے اس پر چلے آؤ اور اکیلے ایک خدا کی پرستش کرو۔

کفار کو ملامت | یعنی افسوس اتنی فصاحت و فہمائش پر بھی تم کو عقل نہ آئی اور اس ملعون نے ایک خلقت کو گمراہ کر چھوڑا کیا تمہیں اتنی سمجھ نہ تھی کہ دوست دشمن میں تمیز کر سکتے۔ اور اپنے نفع نقصان کو پہچانتے۔ دنیا کے کاموں میں تو اس قدر ہشیاری اور ذہانت دکھلاتے تھے مگر آخرت کے معاملہ میں اتنے غبی بن گئے کہ موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی لیاقت نہ رہی۔ اب اپنی حماقتوں کا خمیازہ بھگتو۔ یہ دوزخ تیار ہے جس کا بصورت کفر اختیار کرنے کے تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کفر کا ٹھکانا یہ ہی ہے۔ چاہئے کہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤ۔

ہاتھوں اور پاؤں کی گواہی | یعنی آج اگر یہ لوگ اپنے جرموں کا زبان سے اعتراف نہ بھی کریں تو کیا ہوتا ہے، ہم منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہاتھ پاؤں کاں آنکھ حتیٰ کہ بدن کی کھال کو حکم دیا جائے گا کہ ان کے ذریعہ سے جن جرائم کا ارتکاب کیا تھا بیان کریں۔ چنانچہ ہر ایک عضو اللہ کی قدرت سے گویا ہوگا اور ان جرموں کی شہادت دے گا۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی - ”حَتّٰی اِذَا مَا جَآءَ وُہَا شَہِدَ عَلَیْہِمْ سَمْعُہُمْ وَاَبْصَارُہُمْ وَجُلُوْدُہُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ“ (حم السجدہ۔ رکوع ۳) وَقَالَ تَعَالٰی فِی مَوْضِعٍ اٰخَرَ ”قَالُوْا اَنْطَقْنَا اللّٰہُ الَّذِیْ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ“ (حم السجدہ۔ رکوع ۳)

أَعْيُنُهُمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّى يُبْصِرُونَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ

آنکھیں پھر دوڑیں رستہ پانے کو پھر کہاں سے سوچے اور اگر

نَشَاءُ لَسَخْنُهمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا

ہم چاہیں صورت مسخ کر دیں ان کی جہاں کی تہاں پھر نہ آگے

مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ نَعْمِرْهُ نَنْكِسْهُ فِي

چل گئیں اور نہ وہ الٹے پھر گئیں اور جس کو ہم بوڑھا کریں اور نہ ہا کریں

الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغُ

اس کی پیدائش میں پھر کیا ان کو سمجھ نہیں اور ہم نے نہیں سکھایا اس کو شعر کہنا اور یہ اس کے لائق نہیں

لَهُ ط إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ﴿٦٩﴾ لِيُنْذِرَ

یہ تو خالص نصیحت ہے اور قرآن ہے صاف تاکہ ڈر سنائے

مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧٠﴾ أَوَلَمْ

اس کو جس میں جان ہو اور ثابت ہوا الزام منکروں پر کیا

يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا

وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے بنادیئے انکے واسطے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں سے چوپائے

فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ

پھر وہ ان کے مالک ہیں اور عاجز کر دیا ان (چوپایوں) کو ان کے آگے پھر ان میں کوئی ہے ان کی سواری

وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ط

اور کسی کو کھاتے ہیں اور ان کے واسطے چار پایوں میں فائدے ہیں اور پینے کے گھاٹ

◆ **کفار کو حق تعالیٰ کی تنبیہ** | یعنی جیسے انہوں نے ہماری آیتوں سے آنکھیں بند کر لی ہیں اگر ہم چاہیں تو دنیا ہی میں بطور سزا کے ان کی ظاہری بینائی چھین کر پٹ اندھا کر دیں کہ ادھر ادھر جانے کا راستہ بھی نہ سوجھے اور جس طرح یہ لوگ شیطانی راستوں سے ہٹ کر اللہ کی راہ پر چلنا نہیں چاہتے، ہم کو قدرت ہے کہ ان کی صورتیں بگاڑ کر بالکل اپاہج بنا دیں کہ پھر یہ کسی ضرورت کے لئے اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں۔ پر ہم نے ایسا نہ چاہا اور ان جو ارح وقویٰ سے ان کو محروم نہیں کیا۔ یہ ہماری طرف سے مہلت اور ڈھیل تھی آج وہ ہی آنکھیں اور ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ ان بیہودوں نے ہم کو کن نالائق کاموں میں لگایا تھا۔

◆ یعنی آنکھیں چھین لینا اور صورت بگاڑ کر اپاہج بنادینا کچھ مستعد مت سمجھو۔ دیکھتے نہیں؟ ایک تندرست اور مضبوط آدمی زیادہ بوڑھا ہو کر کس طرح دیکھنے، سننے اور چلنے بھرنے سے معذور کر دیا جاتا ہے۔ گویا بچپن میں جیسا کمزور ناتواں اور دوسروں کے سہارے کا محتاج تھا، بڑھاپے میں پھر اسی حالت کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے تو کیا جو خدا پیرانہ سالی کی حالت میں ان کی قوتیں سلب کر لیتا ہے، جوانی میں نہیں کر سکتا؟

◆ **آنحضرت اور شاعری** | یعنی اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ حقائق واقعہ ہیں۔ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں۔ اس پیغمبر کو ہم نے قرآن دیا ہے جو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں دیا جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تک بندیاں ہوں، بلکہ آپ کی طبع مبارک کو فطری طور پر اس فن شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اس اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کے جس کی معمولی لوٹیاں بھی اس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں۔ آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ یوں رجز وغیرہ کے موقع پر کبھی ایک آدھ مرتبہ زبان مبارک سے مقفی عبارت نکل کر بے ساختہ شعر کے سانچے میں ڈھل گئی ہو وہ الگ بات ہے۔ اسے شاعر یا شعر کہنا نہیں کہتے۔ آپ خود تو شعر کیا کہتے کسی دوسرے شاعر کا شعر یا مصرع بھی زندگی بھر میں دو چار مرتبہ سے زائد نہیں پڑھا۔ اور پڑھتے وقت اکثر اس میں ایسا تغیر کر دیا کہ شعر شعر نہ رہے۔ محض مطلب شاعر ادا ہو جائے۔ غرض آپ کی طبع شریف کو شاعری سے مناسبت نہیں دی گئی تھی کیونکہ یہ چیز آپ کے منصب جلیل کے لائق نہ تھی۔ آپ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدون ادنیٰ ترین کذب و غلو کے روشناس کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شاعری کا حسن و کمال کذب و مبالغہ، خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں۔ شعر میں اگر کوئی جز محمود ہے تو اس کی تاثیر اور دلنشینی ہو سکتی ہے۔ سو یہ چیز قرآن کی نثر میں اس درجہ پر پائی جاتی ہے کہ ساری دنیا کے شاعر مل کر بھی اپنے کلاموں کے مجموعہ میں پیدا نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم کے اسلوب بدیع کو دیکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ گویا عظم کی اصل روح نکال کر نثر میں ڈال دی گئی ہے۔ شاید یہ ہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے فصیح و عاقل دنگ ہو کر قرآن کو شعر یا سحر کہنے لگے تھے۔ حالانکہ شعر و سحر کو قرآن سے کیا نسبت؟ کیا شاعری اور جادوگری کی بنیاد پر دنیا میں کبھی قومیت و روحانیت کی ایسی عظیم الشان اور لازوال عمارتیں کھڑی ہوئی ہیں جو قرآنی تعلیم کی اساس پر آج تک قائم شدہ دیکھتے ہو۔ یہ کام شاعروں کا نہیں پیغمبروں کا ہے کہ خدا کے حکم سے مردہ قلوب کو ابدی زندگی عطا کرتے ہیں، حق تعالیٰ نے عرب کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا کہ آپ پہلے سے شاعر تھے شاعری سے ترقی کر کے نبی بن بیٹھے۔

◆ یعنی زندہ دل آدمی قرآن سن کر اللہ سے ڈرے اور منکروں پر حجت تمام ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”جس میں جان ہو یعنی نیک اثر پکڑتا ہو اس کے فائدہ کو اور منکروں پر الزام اتارنے کو۔“

◆ **اللہ کی دوسری نشانیاں** | آیات تنزیلیہ کے بعد پھر آیات مکتوبہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ یعنی ایک طرف قرآن کی پسند و نصیحت کو سنو، اور دوسری طرف غور سے دیکھو کہ اللہ کے کیسے انعام و احسان تم پر ہوئے ہیں، اذیت، گائے، بکری، گھوڑے، نچر وغیرہ جانوروں کو تم نے نہیں بنایا اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے۔ پھر تم کو محض اپنے فضل سے ان کا مالک بنادیا کہ جہاں چاہو، بچو اور جو چاہو کام لو۔

أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۴۳﴾ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً

پھر کیوں شکر نہیں کرتے ♦ اور پکڑتے ہیں اللہ کے سوا اور حالم

لَعَلَّهُمْ يَنْصَرُونَ ﴿۴۴﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ

کہ شاید ان کی مدد کریں نہ کر سکیں گے ان کی مدد اور یہ

لَهُمْ جُنْدٌ مُّحَضَّرُونَ ﴿۴۵﴾ فَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّآ

ان کی فوج ہو کر پکڑے آئیں گے ♦ اب تو غمگین مت ہو ان کی بات سے ہم

نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۴۶﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا

جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں ♦ کیا دیکھتا نہیں

إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ

انسان کہ ہم نے اس کو بنایا ایک قطرہ سے پھر تبھی وہ ہو گیا جھگڑنے

مُبِينٌ ﴿۴۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ط قَالَ مَنْ يُجِئُ

بولنے والا ♦ اور بھلاتا ہے ہم پر ایک مثل اور بھول گیا اپنی پیدائش کہنے لگا کون زندہ کرے گا

الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۴۸﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا

ہڈیوں کو جب کھوکھری ہو گئیں ♦ تو کہہ ان کو زندہ کرے گا جس نے بنایا ان کو

أَوَّلَ مَرَّةٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿۴۹﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ

پہلی بار اور وہ سب (طرح) بنانا جانتا ہے ♦ جس نے بنادی تم کو

مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿۵۰﴾

بزر درخت سے آگ پھر اب تم اس سے ملاتے ہو ♦

◆ چار پایوں میں انسان کے فائدے | دیکھو کتنے بڑے بڑے عظیم الجثہ قوی ہیکل جانور انسان ضعیف البنیان کے سامنے عاجز و مسخر کر دیئے۔ ہزاروں اونٹوں کی قطار کو ایک خوردسال بچہ ٹکیل پکڑ کر جدھر چاہے لے جائے ذرا کان نہیں ہلاتے۔ کیسے شہ زور جانوروں پر آدمی سواری کرتا ہے اور بعض کو کاٹ کر اپنی غذا بناتا ہے۔ علاوہ گوشت کھانے کے ان کی کھال، ہڈی اون وغیرہ سے کس قدر فوائد حاصل کئے جاتے ہیں ان کے تھن کیا ہیں گویا دودھ کے چشمے ہیں ان ہی چشموں کے گھاٹ سے کتنے آدمی سیراب ہوتے ہیں۔ لیکن شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں۔

◆ یعنی جس خدا نے یہ نعمتیں مرحمت فرمائیں اس کا یہ شکر ادا کیا کہ اس کے مقابل دوسرے حاکم اور معبود ٹھہرا لئے جنہیں سمجھتے ہیں کہ آڑے وقت میں کام آئیں گے اور مدد کریں گے سویا در کھو! وہ تمہاری تو کیا اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں جب تم کو مدد کی ضرورت ہوگی اس وقت گرفتار ضرور کرادیں گے۔ تب پتہ لگے گا کہ جن کی حمایت میں عمر بھر لڑتے رہے تھے وہ آج کس طرح آنکھیں دکھانے لگے۔

◆ یعنی جب خود ہمارے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے تو آپ ان کی بات سے غمگین و دلگیر نہ ہوں۔ اپنا فرض ادا کر کے ہمارے حوالہ کریں۔ ہم ان کے ظاہری و باطنی احوال سے خوب واقف ہیں ٹھیک ٹھیک بھگتان کر دیں گے۔

◆ انسان کی اصل | یعنی انسان اپنی اصل کو یاد نہیں رکھتا کہ وہ ایک تاجیز قطرہ تھا، خدا نے کیا سے کیا بنا دیا۔ اس پانی کی بوند کو وہ زور اور قوت گویائی عطا کی کہ بات بات پر جھگڑنے اور باتیں بنانے لگا۔ حتیٰ کہ آج اپنی حد سے بڑھ کر خالق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔

◆ حقیر انسان کی جرأت | یعنی دیکھتے ہو! خدا پر کیسے فخرے چسپاں کرتا ہے۔ گویا اس قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح فرض کر لیا ہے جو کہتا ہے کہ آخر جب بدن گل سڑ کر صرف ہڈیاں رہ گئیں وہ بھی بوسیدہ پرانی اور کھوکھلی، تو انہیں دوبارہ کون زندہ کریگا۔ ایسا سوال کرتے وقت اسے اپنی پیدائش یاد نہیں رہی ورنہ اس قطرہ تاجیز کو ایسے الفاظ کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔ اپنی اصل پر نظر کر کے کچھ شرماتا اور کچھ عقل سے کام لے کر اپنے سوال کا جواب بھی حاصل کر لیتا جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔

◆ اللہ کی قدرت | یعنی جس نے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی اسے دوسری بار جان ڈالنا کیا مشکل ہے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ آسان ہونا چاہیے۔ (وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ) اور اس قادر مطلق کے لئے تو سب ہی چیز آسان ہے پہلی مرتبہ ہو یا دوسری مرتبہ، وہ ہر طرح بنانا جانتا ہے اور بدن کے اجزاء اور ہڈیوں کے ریزے جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہوں ان کا ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔

◆ درخت اور ایندھن | یعنی اول پانی سے سبز و شاداب درخت تیار کیا پھر اسی تر و تازہ درخت کو سکھا کر ایندھن بنا دیا جس سے اب تم آگ نکال رہے ہو۔ پس جو خدا ایسی متضاد صفات کو ادل بدل کر سکتا ہے کیا وہ ایک چیز کی موت و حیات کے الٹ پھیر پر قادر نہیں؟ تنبیہ! بعض سلف نے ”شجر اخضر“ (سبز درخت) سے خاص وہ درخت مراد لئے ہیں جن کی شاخوں کو آپس میں رگڑنے سے آگ نکلتی ہو۔ جیسے بانس کا درخت ہے یا عرب میں مرغ اور عفار تھے۔ واللہ اعلم۔

اَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقَدِرٍ عَلٰی

کیا جس نے بنائے آسمان اور زمین نہیں

اَنْ يَّخْلُقَ مِنْلَهُمْ بَلٰیؕ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَا اَمْرُكَ

بناسکتا ان جیسے کیوں نہیں اور وہ ہی ہے اصل بنانے والا سب کچھ جاننے والا اس کا حکم

اِذَا اَرَادَ شَيْْءًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فِیْكَوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ

یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اس کو ہو وہ اسی وقت ہو جائے سو پاک ہے

الَّذِیْ یَبْدِیْهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

وہ ذات جس کے ہاتھ ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف پھر کر چلے جاؤ گے

اٰیٰتِهَا ۱۸۲ ﴿۳۷﴾ سُوْرَةُ الصّٰفَّٰتِ مَكِّيَّةٌ ﴿۵۶﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۵

سورہ صافات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو بیاسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالصّٰفَّٰتِ صَفًّا ۙ فَالزُّجُرٰتِ زَجْرًا ۙ فَالتَّٰلِیٰتِ

نم ہے صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر پھر پڑھنے والوں کی

ذِكْرًا ۙ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۙ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یاد کر کہ بے شک حاکم تم سب کا ایک ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۙ اِنَّا زَیِّنَا السَّمَاءَ الدُّنْیَا

اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور رب مشرقوں کا ہم نے رونق دی (سب سے) اور لے آسمان کو

وَقَفُّ غُفْرَانٍ ۱۲

۲۴۵

النَّبَزُ السَّادِسُ ۶

یعنی جس نے آسمان وزمین جیسی بڑی بڑی چیزیں پیدا کیں اسے ان کافروں جیسی چھوٹی چیزوں کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔

قدرت کاملہ کا بیان | یعنی کسی چھوٹی بڑی چیز کے پہلی مرتبہ یا دوبارہ بنانے میں اسے دقت ہی کیا ہو سکتی ہے اس کے ہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے جہاں کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور کہا ہو جا! فوراً ہوئی رکھی ہے۔ ایک سیکنڈ کی تاخیر نہیں ہو سکتی۔ تبھی میرے خیال میں اس آیت کو پہلی آیت کے ساتھ ملا کر یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ پہلے خلق بدن کا ذکر تھا یہاں نفخ روح کا مطلب سمجھا دیا۔ واللہ اعلم۔ راجع فوائد سورۃ الاسراء تحت بحث الروح۔

اللہ ہی حاکم مطلق ہے | یعنی وہ اعلیٰ ترین ہستی جس کے ہاتھ میں فی الحال بھی اوپر سے نیچے تک تمام مخلوقات کی زمام حکومت ہے اور آئندہ بھی اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ پاک ہے عجز و سفہ اور ہر قسم کے عیب و نقص سے تم سورۃ یس وللہ الحمد والمنہ۔

سورۃ الصفۃ

یعنی جو صف باندھ کر قطار در قطار کھڑے ہوتے ہیں، خواہ فرشتے ہوں جو حکم الہی سننے کو اپنے اپنے مقام پر درجہ بدرجہ کھڑے ہوتے ہیں یا عبادت گزار انسان جو نماز اور جہاد وغیرہ میں صف بندی کرتے ہیں۔ تبھی قرآن کی قسموں کی توضیح | قسم محاورات میں تاکید کے لئے ہے جو اکثر منکر کے مقابلہ میں استعمال کی جاتی ہے لیکن بسا اوقات محض ایک مضمون کو مہتمم بالشان ظاہر کرنے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی قسموں کا تتبع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عموماً مقسم بہ، مقسم علیہ کے لئے بطور ایک شاہد یا دلیل کے ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ڈانٹنے والے فرشتے | یعنی جو فرشتے شیطانوں کو ڈانٹ کر بھگاتے ہیں تا اسحاق مع کے ارادہ میں کامیاب نہ ہوں یا بندوں کو نیکی کی بات سمجھا کر معاصی سے روکتے ہیں یا وہ نیک آدمی جو خود اپنے نفس کو بدی سے روکتے اور دوسروں کو بھی شرارت پر ڈانٹتے جھڑکتے رہتے ہیں۔ خصوصاً میدان جہاد میں کفار کے مقابلہ پر ان کی ڈانٹ ڈپٹ بہت سخت ہوتی ہے۔

یعنی وہ فرشتے یا آدمی جو اللہ کے احکام سننے کے بعد پڑھتے اور یاد کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے بتانے کو۔ بیشک آسمان پر فرشتے اور زمین پر خدا کے نیک بندے ہر زمانہ میں قولاً و فعلاً شہادت دیتے رہے ہیں کہ سب کا مالک و معبود ایک ہے اور ہم اسی کی رعیت ہیں۔

مشارق و مغارب | شمال سے جنوب تک ایک طرف مشرق ہیں۔ سورج کی ہر روز کی جدا اور ہر ستارے کی جدا۔ یعنی وہ نقطے جن سے ان کا طلوع ہوتا ہے اور دوسری طرف اتنی ہی مغرب ہیں۔ شاید مغارب کا ذکر یہاں اس لئے نہیں کیا کہ مشارق سے بطور مقابلہ کے خود ہی سمجھ میں آجائیں گی۔ اور ایک حیثیت سے طلوع شمس و کواکب کو حق تعالیٰ کی شان حکومت و عظمت کے ثابت کرنے میں بہ نسبت غروب کے زیادہ دخل ہے۔ واللہ اعلم۔

يَزِينُهُ الْكَوَكِبُ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝

ایک رونق جوتارے ہیں ۝ اور بچاؤ بنایا ۝ ہر شیطان سرکش سے ۝

لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَا الْأَعْلَىٰ وَيُقَذَّفُونَ مِّنْ كُلِّ

نہ نہیں سکتے (نہ سکیں) ۝ اوپر کی مجلس تک ۝ اور پھینکے جاتے ہیں (مار پڑتی ہے) ان پر ہر

جَانِبٍ ۝ دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۝ إِلَّا مَن

طرف سے ۝ بھگانے کو ۝ اور ان پر (ان کے لیے) مار (عذاب) ہے ہمیشہ کو ۝ مگر جو کوئی

خِطَفَ الْخُطْفَةِ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ فَاسْتَفْتِمُ

اچک لایا (بھاگا) جھپ سے (جھٹ جھٹ کر) ۝ پھر پیچھے لگا اس کے انکار اچکتا ۝ اب پوچھ ان سے

أَهْمُ أَشَدَّ خَلْقًا أَمْ مِّنْ خَلْقِنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّنْ طِينٍ

کیا یہ بنانے مشکل ہیں (ان کا بنانا مشکل ہے) ۝ یا جتنی خلقت کہ ہم نے بنائی ۝ ہم نے ہی ان کو بنایا ہے ایک چپکتے

لَا زِبٍ ۝ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۝ وَإِذَا دُكِّرُوا لَا

گارے سے (ایک گارے چمٹنے والے سے) ۝ بلکہ تو کرتا ہے تعجب اور وہ کرتے ہیں ٹھنھے ۝ اور جب ان کو سمجھائے نہیں

يَذْكُرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخَرُونَ ۝ وَقَالُوا إِنَّا

سوچتے ۝ اور جب دیکھیں کچھ نشانی ۝ ہنسی میں ڈال دیتے ہیں ۝ اور کہتے ہیں اور

هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا

کچھ نہیں یہ تو کھلا جادو ہے ۝ کیا جب ہم مر گئے ۝ اور ہو گئے مٹی ۝ اور ہڈیاں

إِنَّا لَمُبْعُوثُونَ ۝ أَوَابَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۝ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ

تو کیا ہم کو پھر اٹھائیں گے ۝ کیا اور ہمارے اگلے باپ دادوں کو بھی ۝ تو کہہ ۝ کہ ہاں اور تم

◆ **ستاروں کی رونق** | یعنی اندھیری رات میں یہ آسمان بیشار ستاروں کی جگمگاہٹ سے دیکھنے والوں کو کیسا خوبصورت، مزین اور پر رونق معلوم ہوتا ہے۔

◆ یعنی تاروں سے آسمان کی زینت و آرائش ہے۔ اور بعض تاروں کے ذریعہ سے جو ٹوٹے ہیں شیطانوں کو روکنے اور دفع کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ یہ ٹوٹنے والے ستارے کیا ہیں۔ آیا کواکب نور یہ کے علاوہ کوئی مستقل نوع کواکب کی ہے یا کواکب نور یہ کی شعاعوں ہی سے ہوا تکلیف ہو کر ایک طرح کی آتش سوزاں پیدا ہو جاتی ہے یا خود کواکب کے اجزاء ٹوٹ کر گرتے ہیں؟ اس میں علماء و حکماء کے مختلف اقوال ہیں بہر حال ان کی حقیقت کچھ ہی کیوں نہ ہو رجم شیطین کا کام بھی ان سے لیا جاتا ہے۔ اس کی کچھ تفصیل سورۃ ”حجر“ کے فوائد میں گذر چکی ملاحظہ کر لی جائے۔

◆ **ملاء اعلیٰ اور شیطین** | اوپر کی مجلس سے مراد فرشتوں کی مجلس ہے۔ یعنی شیطین کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ فرشتوں کی مجلس میں پہنچ کر کوئی بات وحی الہی کی سن آئیں۔ جب ایسا ارادہ کر کے اوپر آسمانوں کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو جس طرف سے جاتے ہیں ادھر ہی سے فرشتے دھکے دے کر اور مار کر بھگا دیتے ہیں۔

◆ یعنی دنیا میں ہمیشہ یوں ہی مار پڑتی رہے گی اور آخرت کا دائمی عذاب الگ رہا۔

◆ **شہاب ثاقب کی مار** | یعنی اسی بھاگ دوڑ میں جلدی سے کوئی ایک آدھ بات اچک لایا۔ اس پر بھی فرشتے شہاب ثاقب سے اس کا تعاقب کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل سورۃ ”حجر“ کے شروع میں گذر چکی۔

◆ **منکرین بعثت کا رد** | یعنی منکرین بعثت سے دریافت کیجئے کہ آسمان، زمین، ستارے فرشتے، شیطین وغیرہ مخلوقات کا پیدا کرنا ان کے خیال میں زیادہ مشکل کام ہے یا خود ان کا پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکے کے بعد ظاہر ہے جو خدا ایسی عظیم الشان مخلوقات کا بنانے والا ہے اسے ان کا دوبارہ بنانا کیا مشکل ہوگا۔

◆ **انسان کی اصلیت** | یعنی ان کی اصل حقیقت ہمیں سب معلوم ہے۔ ایک طرح کے چپکتے گارے سے جس کا پتلا ہم نے تیار کیا۔ آج اس کے یہ دعوے ہیں کہ آسمان و زمین کا بنانے والا اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ جس طرح پہلے تجھ کو مٹی سے بنایا دوبارہ بھی مٹی سے نکال کر کھڑا کر دیں گے۔

◆ یعنی تجھ کو ان پر تعجب آتا ہے کہ ایسی صاف باتیں کیوں نہیں سمجھتے اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں کہ یہ (نبی) کس قسم کی بے سرو پا باتیں کر رہا ہے۔ (العیاذ باللہ)

◆ یعنی نصیحت سن کر غور و فکر نہیں کرتے اور جو معجزات و نشانات دیکھتے ہیں انہیں جادو کہہ کر ہنسی میں اڑا دیتے ہیں۔

◆ **کفار کی ضد اور ہٹ** | وہ ہی مرغی کی ایک ٹانگ گائے جاتے ہیں کہ صاحب جب ہمارا بدن خاک میں مل کر مٹی ہو گیا صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارے باپ دادا جن کو مرے ہوئے قرن گذر گئے۔ شاید ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں، ہم کس طرح مان لیں کہ یہ سب پھر از سر نو زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے۔

دَاخِرُونَ ﴿۱۸﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ﴿۱۹﴾

ذلیل ہو گے سو وہ اٹھانا تو یہی ہے ایک جھڑکی پھر اسی وقت یہ لگیں گے دیکھنے

وَقَالُوا يُوَيْلَنَا هَذَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿۲۰﴾ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ

اور کہیں گے اے خرابی ہماری یہ آگیا دن جزاکا یہ ہے دن فیصلہ کا

الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿۲۱﴾ أَحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا

جس کو تم جھٹلاتے تھے جمع کرو گنہگاروں کو

وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور ان کے جوڑوں (ساتھیوں) کو اور جو کچھ پوجتے تھے اللہ کے سوائے

فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ

پھر چلاؤ ان کو دوزخ کی راہ پر اور کھڑا رکھو ان کو ان سے

مَسْئُولُونَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمْ الْيَوْمَ

پوچھنا ہے کیا ہوا تم کو ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے کوئی نہیں وہ آج

مُسْتَسْلِمُونَ ﴿۲۶﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۷﴾

اپنے کو پکڑواتے ہیں اور منہ کیا بعضوں نے بعضوں کی طرف لگے پوچھنے

قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿۲۸﴾ قَالُوا بَلْ

بولے تم ہی تھے کہ آتے تھے ہم پر داہنی طرف سے وہ بولے کوئی نہیں پر

لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَان لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ

تم ہی نہ تھے یقین لانے والے اور ہمارا تم پر کچھ

یعنی ہاں ضرور اٹھائے جاؤ گے اور اس وقت ذلیل و رسوا ہو کر اس انکار کی سزا بھگتو گے۔

یعنی ایک ڈانٹ میں سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرت و دہشت سے ادھر ادھر دیکھنے لگیں گے
(یہ ڈانٹ یا جھڑکی نفعِ صورت کی ہوگی)

یعنی یہ تو سچ سچ جڑاء کا دن آپہنچا جس کی انبیاءِ خبر دیتے اور ہم ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

یہ حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوگا۔

کفار کا حشر | یہ حکم ہوگا فرشتوں کو کہ ان سب کو اکٹھا کر کے دوزخ کا راستہ بتاؤ تنبیہا
”ازواج“ (جوڑوں) سے مراد ہیں ایک قسم کے گناہگار یا ان کی کافر بیویاں۔ اور ”وَمَا كَانُوا
يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ“ سے اصنام و شیاطین وغیرہ مراد ہیں۔

کفار کو سوال کیلئے ٹھہرنے کا حکم | حکم کے بعد کچھ دیر ٹھہرائیں گے تاکہ ان سے ایک سوال
کیا جائے جو آگے ”مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ“ میں مذکور ہے۔

حق تعالیٰ کا سوال | یعنی دنیا میں تو ”نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرُونَ“ کہاں کرتے تھے (کہ ہم آپس
میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں) آج کیا ہوا کہ کوئی اپنے ساتھی کی مدد نہیں کرتا۔ بلکہ ہر ایک بدون
کان ہلائے ذلیل ہو کر پکڑا ہوا چلا آ رہا ہے۔

کفار کا ایک دوسرے کو الزام | ”یٰمِیْنُ“ (داہنے ہاتھ) میں عموماً زور و قوت زائد ہوتی ہے
یعنی تم ہی تھے جو ہم پر چڑھے آتے تھے بہکانے کو زور دکھلا کر اور مرعوب کر کے۔ یا یٰمِیْنُ سے مراد خیر و
برکت کی جانب لی جائے یعنی تم ہی تھے کہ ہم پر چڑھائی کرتے تھے، بھلائی اور نیکی سے روکنے کے
لئے۔ یہ گفتگو اتباع اور متبوعین (زبردستوں اور زیردستوں) کے درمیان ہوگی۔

سُلْطٰنٌۙ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ

زور نہ تھا پر تم ہی تھے لوگ حد سے نکل چلنے والے سو ثابت ہوگی ہم پر بات ہمارے

رَبِّنَاۤ اِنَّآ لَذٰۤاِیْقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاغْوٰیۤنَکُمْۤ اِنَّا کُنَّا غٰوِبِیْنَ ﴿۳۲﴾

رب کی بے شک ہم کو مڑھ چکھنا ہے ہم نے تم کو گمراہ کیا جیسے ہم خود تھے گمراہ

فَاِنَّہُمْ یَوْمَیْذٍ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا کَذٰلِکَ

سو وہ سب اس دن تکلیف میں شریک ہیں ہم ایسا ہی

نَفَعَلُۢ بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّہُمْ کَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَہُمْ لَا اِلٰہَ

کرتے ہیں گنہگاروں کے حق میں دوتے کہ ان سے جب کوئی کہتا کسی کی بندگی

اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَیَقُولُوْنَ اِنَّا لَتٰرِکُوْۤا الِہٰتِنَا

نہیں سوائے اللہ کے تو غرور کرتے اور کہتے کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے معبودوں کو

لِشَاعِرٍۭ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَقَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۷﴾

کہنے سے ایک شاعر دیوانہ کے کوئی نہیں وہ لیکر آیا ہے سچا دین اور سچا مانتا ہے سب رسولوں کو

اِنَّکُمْ لَذٰۤاِیْقُوْۤا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ

بے شک تم کو چکھنا ہے عذاب دردناک اور وہی بدلہ پاؤ گے

اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِیْنَ ﴿۴۰﴾

جو کچھ تم کرتے تھے مگر جو بندے اللہ کے ہیں جنے ہوئے

اُوْلٰۤئِکَ لَہُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاکِہٌۙ وَہُمْ مُکْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

وہ لوگ جو ہیں ان کے واسطے روزی ہے مقرر ہوئے اور ان کی عزت ہے

♦ متبوعین کا جواب | یعنی خود تو ایمان نہ لائے ہم پر الزام رکھتے ہو۔ ہمارا تم پر کیا زور تھا جو دل میں ایمان نہ گھسنے دیتے تم لوگ خود ہی عقل و انصاف کی حد سے نکل گئے کہ بے لوث ناصحین کا کہنا نہ مانا اور ہمارے بہکائے میں آ گئے اگر عقل و فہم اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے تو ہماری باتوں پر کبھی کان نہ دھرتے۔ رہے ہم سو ظاہر ہے خود گمراہ تھے، ایک گمراہ سے بجز گمراہی کی طرف بلانے کے اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔ ہم نے وہ ہی کیا جو ہمارے حال کے مناسب تھا لیکن تم کو کیا مصیبت نے گھیرا تھا کہ ہمارے چکموں میں آ گئے۔ بہر حال جو ہونا تھا ہو چکا۔ خدا کی حجت ہم پر قائم ہوئی اور اس کی وہ ہی بات ”لَا مَلَأْنَ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ بَعَثَ الْخ“ ثابت ہو کر رہی۔ آج ہم سب کو اپنی اپنی غلط کاریوں اور بد معاشیوں کا مزہ چکھنا ہے۔

♦ یعنی سب مجرم درجہ بدرجہ عذاب میں شریک ہوں گے۔ جیسے جرم میں شریک تھے۔

♦ یعنی ان کا کبر و غرور مانع ہے کہ نبی کے ارشاد سے یہ کلمہ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) زبان پر لائیں جس سے ان کے جھوٹے معبودوں کی نفی ہوتی ہے خواہ دل میں اسے سچ ہی سمجھتے ہوں۔

♦ آنحضرتؐ کو شاعر کہنے پر ملامت | یعنی شاعروں کا جھوٹ تو مشہور ہے۔ پھر اس راستباز ہستی کو شاعر کیسے کہتے ہو جو دنیا میں خالص سچائی لے کر آیا ہے اور سارے جہان کے بچوں کی تصدیق کرتا ہے۔ کیا مجنون اور دیوانے ایسے سچے صحیح اور پختہ اصول پیش کیا کرتے ہیں؟

♦ یعنی انکار تو حید اور ان گستاخیوں کا مزہ چکھو گے جو بارگاہ رسالت میں کر رہے ہو۔ جو کچھ کرتے تھے ایک دن سب سامنے آ جائے گا۔

♦ یعنی ان کا کیا ذکر۔ وہ تو ایک قسم ہی دوسری ہے جس پر حق تعالیٰ نوازش و کرم فرمائے گا۔

♦ جنت کے میوے | یعنی عجیب و غریب میوے کھانے کو ملیں گے۔ جن کی پوری صفت تو اللہ ہی کو معلوم ہے ہاں کچھ مختصری بندوں کو بھی بتلا دی ہے جیسے فرمایا ”لَا مَقْطُوعَةٌ وَلَا مَمْنُوعَةٌ“ (واقعہ۔ رکوع ۱)

♦ خدا ہی جانے کیا کیا اعزاز و اکرام ہوں گے۔

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ۝ يُطَافُ

نعت کے باغوں میں تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے لوگ لیے پھرتے ہیں

عَلَيْهِمْ بِكَاسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ۝ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ ۝

ان کے پاس پیالہ شراب صاف کا سفید رنگ مزہ دینے والی پینے والوں کو

لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ۝ وَعِنْدَهُمْ

نہ اس میں سر پھرتا ہے اور نہ وہ اس کو پی کر بھکیں اور ان کے پاس ہیں

قَصْرَتِ الطَّرَفِ عَيْنٌ ۝ كَانَهُنَّ بَيْضٌ مَّكَنُونٌ ۝

عورتیں نیچی نگاہ رکھنے والیاں بڑی آنکھوں والیاں گویا وہ اندھے ہیں چھپے دھرے

فَاقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالَ

پھر منہ کیا ایک نے دوسرے کی طرف لگے پوچھنے بولا

قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۝ يَقُولُ أَإِنَّكَ

ایک بولنے والا ان میں میرا تھا ایک ساتھی کہا کرتا کیا تو

لِمَنِ الْمُصَدِّقِينَ ۝ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا

یقین کرتا ہے کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں

أَعَرْنَا لَمَذِيُونٌ ۝ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُّطْلِعُونَ ۝

کیا ہم کو جزا ملے گی کہنے لگا بھلا تم جہان تک کر دیکھو گے

فَاطْلَعَ فَرَّاهُ فِي سَوَاءٍ الْجَحِيمِ ۝ قَالَ تَاللَّهِ إِن

پھر جہان کا تو اس کو دیکھا بچوں بچ دوزخ کے بولا قسم اللہ کی تو تو

♦ جنت کی شراب | یعنی مزہ اور نشاط پورا ہوگا۔ اور دنیا کی شراب میں جو خرابیاں ہوتی ہیں ان کا نام و نشان نہ ہوگا نہ سرگرائی ہوگی نہ نشہ چڑھے گا، نہ قے آئے گی، نہ پھیپھڑے وغیرہ خراب ہوں گے، نہ اس کی نہریں خشک ہو کر ختم ہو سکیں گی۔

♦ جنت کی حوریں | یعنی شرم و ناز سے نگاہ نیچی رکھنے والی حوریں جو اپنے ازدواج کے سوا کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں۔

♦ جنت کی عورتوں کا رنگ | یعنی صاف و شفاف رنگ ہوگا جیسے انڈا جس کو پرند اپنے پروں کے نیچے چھپائے رکھے کہ نہ داغ لگے نہ گرد و غبار پہنچے۔ یا انڈے کے اندر کی سفیدہ جو سخت چھلکے کے نیچے پوشیدہ رہتی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ شتر مرغ کے انڈے مراد ہیں جو بہت خوش رنگ ہوتے ہیں۔ بہر حال تشبیہ صفائی یا خوش رنگ ہونے میں ہے سفیدی میں نہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا۔ ”كَانُھُنَّ الْيَاقُوتَ وَالْمَرْجَانُ“ (رحمن۔ رکوع ۳)

♦ جنت کی مجالس | یعنی یاران جلسہ جمع ہوں گے اور شراب طہور کا جام چل رہا ہوگا۔ اس عیش و تنعم کے وقت اپنے بعض گزشتہ حالات کا مذاکرہ کریں گے۔ ایک جتنی کہے گا کہ میاں دنیا میں میرا ایک ملنے والا تھا۔ جو مجھے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا اور احمق بنایا کرتا تھا۔ اس کے نزدیک یہ بالکل مہمل بات تھی کہ ایک شخص مٹی میں مل جائے اور گوشت پوست کچھ باقی نہ رہے محض بوسیدہ ہڈیاں رہ جائیں، پھر اسے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے از سر نو زندہ کر دیں؟ بھلا ایسی بے تکی بات پر کون یقین کر سکتا ہے؟

♦ کافر دوست کے حال کی جستجو | یعنی وہ ساتھی یقیناً دوزخ میں پڑا ہوگا۔ آؤ ذرا جھانک کر دیکھیں کس حال میں ہے۔ (یہ اس جنتی کا مقولہ ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مقولہ اللہ کا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم جھانک کر اس کو دیکھنا چاہتے ہو)

کِدْتُ لَتُرْدِيَنَّ ۝ وَلَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ

مجھ کو ڈالنے لگا تھا گڑھے میں اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل تو میں بھی ہوتا انہی میں

الْمُحْضَرِّينَ ۝ أَفَمَا نَحْنُ بِمَبِيتِينَ ۝ إِلَّا مَوْتَتَنَا

جو پکڑے ہوئے آئے کیا اب ہم کو مرنا نہیں مگر جو پہلی بار

الْأُولَى وَمَا نَحْنُ بِمُعَدِّينَ ۝ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفُوزُ

مرچے اور ہم کو تکلیف نہیں پہنچنے کی بے شک یہی ہے بڑی

الْعَظِيمُ ۝ لِيُثْلَ هَذَا فَلْيَعْلَ الْعَمِلُونَ ۝ أَذِلَّكَ

مراد لمبی ایسی چیزوں کی واسطے چاہئے محنت کریں محنت کرنے والے بھلا یہ

خَيْرٌ نَزَلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً

بہتر ہے مہمانی یا درخت سہنڈھ کا ہم نے اس کو رکھا ہے ایک بلا

لِلظَّالِمِينَ ۝ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۝

ظالموں کے واسطے وہ ایک درخت ہے کہ نکلتا ہے دوزخ کی جڑ میں

طَلَعَهَا كَأَنَّه رُءُوسُ الشَّيْطَانِ ۝ فَإِنَّهُمْ

اس کا خوش جیسے سر شیطان کے سودہ

لَا يَكُلُونَ مِنْهَا فَمَا لَئُونٌ مِنْهَا الْبُطُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ

کھائیں گے اس میں سے پھر بھریں گے اس سے پیٹ پھر ان کے واسطے

عَلَيْهَا كَشُوبًا مِّنْ حَمِيمٍ ۝ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى

اس کے اوپر ملوثی ہے جلتے پانی کی پھر ان کو لے جانا

دوزخ میں اس کا حال | یعنی اس جنتی کو اپنے ساتھی کا حال دکھلا دیا جائے گا کہ ٹھیک دوزخ کی آگ میں پڑا ہوا ہے۔ یہ حال دیکھ کر اسے عبرت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان یاد آئے گا۔ کہے گا، کم بخت! تو نے تو مجھے بھی اپنے ساتھ برباد کرنا چاہا تھا۔ محض اللہ کے احسان نے دیکھ کر فرمائی جو اس مصیبت سے بچا لیا اور میرا قدم راہ ایمان و عرفان سے ڈگمگانے نہ دیا ورنہ آج میں بھی تیری طرح پکڑا ہوا آتا۔ اور اس دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا۔

دائمی زندگی پر خوشی کا اظہار | اس وقت فرط مسرت سے کہے گا کہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اس پہلی موت کے سوا جو دنیا میں آچکی اب ہم کو کبھی مرنا نہیں اور نہ کبھی اس عیش و بہار سے نکل کر تکلیف و عذاب کی طرف جانا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اسی نعم و رفائیت میں ہمیشہ رہیں گے۔ بیشک بڑی بھاری کامیابی اسی کو کہتے ہیں اور یہ ہی وہ اعلیٰ مقصد ہے جس کی تحصیل کے لئے چاہئے کہ ہر طرح کی محنتیں اور قربانیاں گوارا کی جائیں۔

اہل دوزخ کیلئے زقوم کا درخت | اوپر بہشتیوں کی مہمانی کا ذکر تھا۔ یہاں سے دوزخیوں کی مہمانی کا حال سناتے ہیں۔ ”زقوم“ کسی درخت کا نام ہے جو سخت کڑوا، بد ذائقہ ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے یہاں تھوہر، یا سمبھڑھ، دوزخ کے اندر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک درخت اگایا ہے اس کو یہاں ”شجرۃ الزقوم“ سے موسوم کیا۔ وہ ایک بلا ہے ظالموں کے واسطے آخرت میں۔ کیونکہ جب دوزخی بھوک سے بیقرار ہوں گے تو یہی کھانے کو دیا جائے گا اور اس کا حلق سے اتارنا یا اترنے کے بعد ایک خاص اثر پیدا کرنا سخت تکلیف دہ اور مستقل عذاب ہوگا اور دنیا میں بھی ایک طرح کی بلا اور آزمائش ہے کہ قرآن میں اس کا ذکر سن کر گمراہ ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ سبز درخت دوزخ کی آگ میں کیونکر اگا۔ (حالانکہ ممکن ہے اس کا مزاج ہی ناری ہو جیسے آگ کا کیرا ”سمندر“ آگ میں زندہ رہتا ہے اور سہارنپور کے کمپنی باغ میں بعض درختوں کی تربیت آگ کے ذریعہ سے ہوتی ہے) کسی نے کہا ”زقوم“ فلاں لغت میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں انہیں سامنے دیکھ کر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ زقوم کھائیں گے۔

یعنی سخت بدنما شیطان کی صورت یا شیطاں کہا سانپوں کو۔ یعنی اس کا خوشہ سانپ کے سر کی طرح ہوگا جیسے ہمارے ہاں ایک درخت کو اسی تشبیہ سے ”ناگ پھن“ کہتے ہیں۔

اہل دوزخ کے پینے کا پانی | ”زقوم“ کھا کر پیاس لگے گی تو سخت جلتا پانی پلایا جائے گا جس سے آنتیں کٹ کر باہر آ پڑیں گی ”لَقَطَعْنَا مَعَاءَهُمْ“ (محمد۔ رکوع ۲) اعادنا اللہ منہا۔

الْجَحِیْمِ ۶۸ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اَبَاءَهُمْ ضَالِّیْنَ ۶۹ فَهُمْ

آگ کے ڈیر میں ♦ انہوں نے پایا اپنے باپ دادوں کو بھٹکے ہوئے سو وہ

عَلٰۤی اٰثَرِهِمْ یُهْرَعُوْنَ ۷۰ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ

انہی کے قدموں پر دوڑتے ہیں ♦ اور بھٹک چکے ہیں ان سے پہلے بہت لوگ

الْاَوَّلِیْنَ ۷۱ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ۷۲ فَاَنْظُرْ

اگلے اور ہم نے بھیجے ہیں ان میں ڈرسانے والے اب دیکھ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذِرِیْنَ ۷۳ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ

کیسا ہوا انجام ڈرائے ہوؤں کا مگر جو بندے اللہ کے ہیں

الْمُخْلِصِیْنَ ۷۴ وَلَقَدْ نَادٰۤیْنَا نُوْحًا فَلْنِعْمَ الْمَجِیْبُوْنَ ۷۵

چنے ہوئے ♦ اور ہم کو پکارا تھا نوح نے سو کیا خوب پہنچنے والے ہیں ہم پکار پر

وَنَجَّیْنَاهُ وَاَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ۷۶ وَجَعَلْنَا

اور بچا دیا اس کو اور اس کے گھر کو اس بڑی گھبراہٹ سے اور رکھا

ذُرِّیَّتَهُ هُمْ الْبَاقِیْنَ ۷۷ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۷۸

اس کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے اور باقی رکھا اس پر پچھلے لوگوں میں

سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ۷۹ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۸۰

کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں ہم یوں بدلہ دیتے ہیں نیکی والوں کو

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۸۱ ثُمَّ اَغْرَقْنَا

وہ ہے ہمارے ایمان دار بندوں میں پھر ڈبا دیا ہم نے

یعنی بہت بھوکے ہوں گے تو آگ سے ہٹا کر یہ کھانا پانی کھلا پلا کر پھر آگ میں ڈال دیں گے۔

اندھی تقلید | یعنی پچھلے کافرا گلوں کی اندھی تقلید میں گمراہ ہوئے۔ جس راہ پر انہیں چلتے دیکھا اسی پر دوڑ پڑے۔ کنواں کھائی کچھ نہ دیکھا۔

یعنی ہر زمانہ میں انجام سے آگاہ کرنے والے اور آخرت کا ڈر سنانے والے آتے رہے۔ آخر جنہوں نے نہ سنا اور نہ مانا دیکھ لو! ان کا انجام کیسا ہوا۔ بس اللہ کے وہ ہی چنے ہوئے بندے محفوظ رہے جن کو خدا کا ڈر اور عاقبت کی فکر تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”ڈر سب ہی کو سناتے ہیں ان میں نیک بچتے ہیں اور بد کہتے ہیں۔“ آگے بعض منذرین (بالکسر) اور منذرین (بالفتح) کے قصے سنائے جاتے ہیں۔ مکذبین کی عبرت اور مومنین کی تسلی کے لئے۔

وقف لازم

الْآخِرِينَ ﴿۸۲﴾ وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ﴿۸۳﴾ إِذْ جَاءَ

دوسروں کو ﴿۸۲﴾ اور اسی کی راہ والوں میں ہے ﴿۸۳﴾ ابراہیم ﴿۸۳﴾ جب آیا

رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿۸۴﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا

اپنے رب کے پاس لیکر دل نزوگا ﴿۸۴﴾ جب کہا اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو تم کیا

تَعْبُدُونَ ﴿۸۵﴾ أَفُفْكَ إِلَهَهُ دُونَ اللَّهِ تَرْبِدُونَ ﴿۸۶﴾

پوجتے ہو ﴿۸۵﴾ کیا جھوٹ بنائے ہوئے حاکموں کو اللہ کے سوائے چاہتے ہو ﴿۸۶﴾

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿۸۸﴾

پھر کیا خیال کیا ہے تم نے ﴿۸۷﴾ پروردگار عالم کو ﴿۸۸﴾ پھر نگاہ کی ایک بار تاروں میں

فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ

پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں (ہوں) ﴿۸۹﴾ پھر پھر گئے وہ اس سے پیٹھ دے کر پھر جا گھسا

إِلَهُتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ﴿۹۲﴾

ان کے بتوں میں پھر بولا تم کیوں نہیں کھاتے ﴿۹۱﴾ تم کو کیا ہے کہ نہیں بولتے ﴿۹۲﴾

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿۹۳﴾ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ ﴿۹۴﴾

پھر گھسا ان پر ﴿۹۳﴾ مارتا ہوا دائیں ہاتھ سے ﴿۹۴﴾ پھر لوگ آئے اس پر دوڑ کر گھبراتے ہوئے ﴿۹۴﴾

﴿۹۴﴾ حضرت نوحؑ کے واقعہ سے عبرت

تقریباً ہزار سال تک حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھاتے اور نصیحت کرتے رہے۔ مگر اس کی شرارت اور ایذا رسانی برابر بڑھتی رہی۔ آخر حضرت نوحؑ نے مجبور ہو کر اپنے بھیجنے والے کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا: "لَقَدْ غَارَبَ إِلَيَّ مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ" (القمر۔ رکوع ۱) "اے پروردگار! میں مغلوب ہوں آپ میری مدد کو پہنچئے۔ دیکھ لو کہ اللہ نے ان کی پکار کیسی سنی اور مدد کو کس طرح پہنچا۔

حضرت نوحؑ پر انعامات | نوح علیہ السلام کو مع ان کے گھرانے کے رات دن کی ایذا سے بچایا۔ پھر ہولناک طوفان کے وقت ان کی حفاظت کی۔ اور تنہا اس کی اولاد سے زمین کو آباد کر دیا۔ اور رہتی دنیا تک اس کا ذکر خیر لوگوں میں باقی چھوڑا۔ چنانچہ آج تک خلقت ان پر

سلام بھیجتی ہے اور سارے جہان میں "نوح علیہ السلام" کہہ کر یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ تو نیک بندوں کا انجام ہوا۔ دوسری طرف ان کے دشمنوں کا حال دیکھو کہ سب کے سب زبردست طوفان کی نذر کر دیئے گئے۔ آج ان کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ اپنی حماقتوں اور شرارتوں کی

بدولت دنیا کا بیڑا غرق کرا کر رہے۔ تنبیہ! اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ آج تمام دنیا کے آدمی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں (سام، حام، یافث) کی اولاد سے ہیں۔ جامع ترمذی کی بعض احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ والفصیل یطلب من مظانہ۔

◆ حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ | انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں، اور ہر پچھلا پہلے کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ اسی لئے ابراہیم کو نوح (علیہم السلام) کے گروہ سے فرمایا۔ ”وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ“ (مومنون۔ رکوع ۴) حضرت ابراہیمؑ کا قلب سلیم | یعنی ہر قسم کے اعتقادی و اخلاقی روگ سے دل کو پاک کر کے اور دنیوی خرخشوں سے آزاد ہو کر انکسار و تواضع کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھک پڑا۔ اور اپنی قوم کو بھی بت پرستی سے باز رہنے کی نصیحت کی۔

◆ یعنی یہ آخر پتھر کی مورتیاں چیز کیا ہیں جنہیں تم اس قدر چاہتے ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ کیا جج ان کے ہاتھ میں جہان کی حکومت ہے؟ یا کسی چھوٹے بڑے نقصان کے مالک ہیں؟ آخر سچے مالک کو چھوڑ کر ان جھوٹے حاکموں کی اتنی خوشامد اور حمایت کیوں ہے؟

◆ یعنی کیا اس کے وجود میں شبہ ہے؟ یا اس کی شان و رتبہ کو نہیں سمجھتے جو (معاذ اللہ) پتھروں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہو۔ یا اس کے غضب و انتقام کی خبر نہیں؟ جو ایسی گستاخی پر جری ہو گئے ہو۔ آخر بتلاؤ تو سہمی تم نے پروردگار عالم کو کیا خیال کر رکھا ہے۔

◆ حضرت ابراہیمؑ کا تور یہ | ان کی قوم میں نجوم کا زور تھا حضرت ابراہیمؑ نے ان کے دکھانے کو تاروں کی طرف نظر ڈال کر کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں (اور ایسا دنیا میں کون ہے جس کی طبیعت ہر طرح ٹھیک رہے کچھ نہ کچھ عوارض اندرونی یا بیرونی لگے ہی رہتے ہیں۔ یہ ہی تکلیف اور بد مزگی کیا کم تھی کہ ہر وقت قوم کی رومی حالت دیکھ کر کڑھتے تھے) یا یہ مطلب تھا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں (بیماری نام ہے مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا۔ تو موت سے پہلے ہر شخص کو یہ صورت پیش آنے والی ہے) بہر حال حضرت ابراہیمؑ کی مراد صحیح تھی۔ لیکن ستاروں کی طرف دیکھ کر ”إِنِّی سَاقِیْمٌ“ کہنے سے لوگ یہ مطلب سمجھے کہ بذریعہ نجوم کے انہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ عنقریب بیمار پڑنے والے ہیں۔ وہ لوگ اپنے ایک تہوار میں شرکت کرنے کے لئے شہر سے باہر جا رہے تھے۔ یہ کلام سن کر حضرت ابراہیمؑ کو ساتھ جانے سے معذور سمجھا اور تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ ابراہیمؑ علیہ السلام کی غرض یہ ہی تھی کہ کوئی موقع فرصت اور تنہائی کا ملے تو ان جھوٹے خداؤں کی خبر لوں۔ چنانچہ بت خانہ میں جا گھسے اور بتوں کو خطاب کر کے کہا ”یہ کھانے اور چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں کیوں نہیں کھاتے۔“ باوجودیکہ تمہاری صورت کھانے والوں کی سی ہے تنبیہ! تقریر بالا سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ کا ”إِنِّی سَاقِیْمٌ“ کہنا مطلب واقعی کے اعتبار سے جھوٹ نہ تھا، ہاں مخاطبین نے جو مطلب سمجھا اس کے اعتبار سے خلاف واقع تھا۔ اسی لئے بعض احادیث صحیحہ میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق کیا گیا ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ کذب نہیں۔ بلکہ ”تور یہ“ ہے اور اس طرح کا ”تور یہ“ مصلحت شرعی کے وقت مباح ہے۔ جیسے حدیث ہجرت میں ”مَعْنِ الرَّجُلُ“ کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”مِنَ الْعَآءِ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا ”رَجُلٌ یَهْدِیَنِ السَّبِيلَ“ ہاں چونکہ یہ تور یہ بھی حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے رتبہ بلند کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھا۔ اس لئے بقاعدہ حسنات الا برار سیئات المقرین“ حدیث میں اس کو ”ذنب“ قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

◆ بتوں سے خطاب | جب بتوں کی طرف سے کھانے کے متعلق کچھ جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہ تم بولتے کیوں نہیں۔ یعنی اعضاء اور صورت تو تمہاری انسانوں کی سی بنادی لیکن انسانوں کی روح تم میں نہ ڈال سکے۔ پھر تعجب ہے کہ کھانے پینے اور بولنے والے انسان، بے حس و حرکت انسان کے سامنے سر بسجود ہوں اور اپنی مہمات میں ان سے مدد طلب کریں؟

◆ بت شکنی | یعنی زور سے مار مار کر توڑ ڈالا۔ پہلے غالباً سورہ انبیاء میں یہ قصہ مفصل گزر چکا ہے۔

◆ لوگ جب اپنے میلے ٹھیلے سے واپس آئے، دیکھا بت ٹوٹے پڑے ہیں۔ قرآن سے سمجھا کہ ابراہیمؑ کے سوا یہ کسی کا کام نہیں۔ چنانچہ سب ان کی طرف جھپٹ پڑے۔

قَالَ اتَّعِبُدُونَ مَا تَحْتُمُونَ ﴿۹۵﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا

بولائیوں پوجتے ہو جو آپ تراشتے ہو اور اللہ نے بنایا تم کو اور جو

تَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُيَاكًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿۹۷﴾

تم بناتے ہو بولے بناؤ (جنو) اس کے واسطے ایک عمارت (چٹائی) پھر ڈالو اس کو آگ کے ڈھیر میں

فَارَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ إِنِّي

پھر چاہنے لگے اس پر برادار کرنا پھر ہم نے ڈالا انہی کو نیچے اور بولا میں

ذَاهِبٌ إِلَيْ رَبِّ سَيِّدِينَ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ

جاتا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھ کو راہ دے گا اے رب بخش مجھ کو کوئی

الصُّلَحْبِينَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ

نیک بیٹا پھر خوشخبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا پھر جب پہنچا

﴿۱﴾ قوم کو تو حید کی دعوت یعنی جس کسی نے بھی توڑا۔ مگر تم یہ احمقانہ حرکت کرتے کیوں ہو؟ کیا پتھر کی بیجان صورت جو خود تم نے اپنے ہاتھوں سے تراش کر تیار کی پرستش کے لائق ہوگئی؟ اور جو اللہ تمہارا اور تمہارے ہر ایک عمل و معمول کا نگران پتھروں کا پیدا کرنے والا ہے، اس سے کوئی سروکار نہ رہا؟ پیدا تو ہر چیز کو وہ کرے اور بندگی دوسروں کی ہونے لگے، پھر دوسرے بھی کیسے جو مخلوق در مخلوق ہیں۔ آخر یہ کیا اندھیر ہے؟

﴿۲﴾ آگ میں جلانے کی تجویز جب ابراہیم علیہ السلام کی معقول باتوں کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو یہ تجویز کی کہ ایک بڑا آتش خانہ بنا کر ابراہیم کو اس میں ڈال دو۔ اس تدبیر سے لوگوں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت راسخ ہو جائے گی اور ہیبت بیٹھ جائے گی کہ ان کے مخالف کا انجام ایسا ہوتا ہے آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے گا مگر اللہ نے ان ہی کو نچا دکھلایا۔ ابراہیم پر آگ گلزار کر دی گئی۔ جس سے علی رؤس الاشہاد ثابت ہو گیا کہ تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب مل کر خدائے واحد کے ایک مخلص بندے کا بال جینکا نہیں کر سکتے۔ آگ کی مجال نہیں کہ رب ابراہیم کی اجازت کے بدون ایک ناخن بھی جلا سکے۔

﴿۳﴾ ارادہ ہجرت جب قوم کی طرف سے مایوسی ہوئی اور باپ نے بھی سختی شروع کی تو حضرت ابراہیم نے ہجرت کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ”شام“ کا راستہ دکھلایا۔

﴿۴﴾ یعنی کنبہ اور وطن چھوٹا تو اچھی اولاد عطا فرما، جو دینی کام میں میری مدد کرے اور اس سلسلہ کو باقی رکھے۔

﴿۵﴾ حضرت ابراہیم کی دعا کا مصداق حضرت اسمعیل ہیں یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نے اولاد کی دعا مانگی اور خدا نے قبول کی اور وہی لڑکا قربانی کے لئے پیش کیا گیا۔ موجودہ تورات سے ثابت ہے کہ جو لڑکا حضرت ابراہیم کی دعا سے پیدا ہوا وہ حضرت اسمعیل ہیں۔ اور اسی لئے ان کا نام ”اسمعیل“ رکھا گیا۔ کیونکہ ”اسمعیل“ دو لفظوں سے مرکب ہے۔ ”سمع“ اور ”ایل“ ”سمع“ کے معنی سننے کے اور ”ایل“ کے

معنی خدا کے ہیں۔ یعنی خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا سن لی۔ "تورات" میں ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اسمعیلؑ کے بارے میں میں نے تیری سن لی اس بناء پر آیت حاضرہ میں جس کا ذکر ہے وہ حضرت اسمعیلؑ ہیں۔ حضرت احقؑ نہیں۔ اور ویسے بھی ذبح وغیرہ کا قصہ ختم کرنے کے بعد حضرت احقؑ کی بشارت کا جدا گانہ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ "وَيَشْرُونَاهُ بِاسْحَقَ نَبِيَا الْخ" "معلوم ہوا کہ "قَبَشْرُونَاهُ بِغُلَامِ حَلِيمٍ" میں ان کے علاوہ کسی دوسرے لڑکے کی بشارت مذکور ہے۔ نیز احقؑ کی بشارت دیتے ہوئے ان کے نبی بنائے جانے کی بھی خوشخبری دی گئی اور سورہ ہود میں ان کے ساتھ ساتھ حضرت یعقوبؑ کا مژدہ بھی سنایا گیا۔ جو حضرت احقؑ کے بیٹے ہوں گے۔ "وَمِنْ وَرَاءِ اسْحَقَ يَعْقُوبُ" (ہود۔ رکوع ۷) پھر کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ حضرت احقؑ ذبح ہوں۔ گویا نبی بنائے جانے اور اولاد عطا کئے جانے سے پیشتر ہی ذبح کر دیئے جائیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ذبح اللہ حضرت اسمعیلؑ ہیں جن کے متعلق بشارت ولادت کے وقت نہ نبوت عطا فرمانے کا وعدہ ہوا نہ اولاد دیئے جانے کا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ قربانی کی یادگار اور اس کی متعلقہ قوم بنی اسمعیلؑ میں برابر بطور وراثت منتقل ہوتی چلی آئیں۔ اور آج بھی اسمعیلؑ کی روحانی اولاد ہی (جنہیں مسلمان کہتے ہیں) ان مقدس یادگاروں کی حامل ہے۔

حضرت اسمعیلؑ کا مقام قربانی | موجودہ تورات میں تصریح ہے کہ قربانی کا مقام "مورا" یا "مریا" تھا۔ یہود و نصاریٰ نے اس مقام کا پتہ بتلانے میں بہت ہی دوران کارا احتمالات سے کام لیا ہے حالانکہ نہایت ہی اقرب اور بے تکلف بات یہ ہے کہ یہ مقام "مرودہ" ہو جو کعبہ کے سامنے بالکل نزدیک واقع ہے اور جہاں سعی بین الصفا والمروۃ ختم کر کے معمرین حلال ہوتے ہیں اور ممکن ہے "بَلَّغَ مَقْعَ الشَّعْيِ" میں اسی سعی کی طرف ایماء ہو۔ موطا امام مالک کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے "مرودہ" کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ قربان گاہ یہ ہے۔ غالباً وہ اسی ابراہیمؑ و اسمعیلؑ کی قربان گاہ کی طرف اشارہ ہوگا۔ ورنہ آپ کے زمانہ میں لوگ عموماً مکہ سے تین میل "منیٰ" میں قربانی کرتے تھے جیسے آج تک کی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ کی اصل قربان گاہ "مرودہ" تھی۔ پھر حجاج اور ذبائح کی کثرت دیکھ کر منیٰ تک وسعت دے دی گئی۔ "قرآن کریم میں بھی" هَلْبَا بِالْبَلَّغِ الْكَعْبَةِ "اور" ثُمَّ مَجِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْحَقِيقِ "فرمایا ہے جس سے کعبہ کا قرب ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت اسمعیلؑ ہی ذبح اللہ ہیں | بہر حال قرآن و آثار یہی بتلاتے ہیں کہ "ذبح اللہ" وہ ہی اسمعیلؑ تھے جو مکہ میں آ کر رہے اور وہیں ان کی نسل پھیلی۔ تورات میں یہ بھی تصریح ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنے اکلوتے اور محبوب بیٹے کے ذبح کا حکم دیا گیا تھا اور یہ مسلم ہے کہ حضرت اسمعیلؑ حضرت احقؑ سے عمر میں بڑے ہیں۔ پھر حضرت احقؑ علیہ السلام حضرت اسمعیلؑ علیہ السلام کی موجودگی میں اکلوتے کیسے ہو سکتے ہیں۔ غلام حلیم کے الفاظ سے استدلال | عجیب بات یہ ہے کہ یہاں حضرت ابراہیمؑ کی دعاء کے جواب میں جس لڑکے کی بشارت ملی اسے "غلام حلیم" کہا گیا ہے۔ لیکن حضرت احقؑ علیہ السلام کی بشارت جب فرشتوں نے ابتداء خدا کی طرف سے دی تو "غُلَامٌ عَلِيمٌ" سے تعبیر کیا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے "حلیم" کا لفظ ان پر یا کسی اور نبی پر قرآن میں کہیں اطلاق نہیں کیا گیا۔ صرف اس لڑکے کو جس کی بشارت یہاں دی گئی اور اس کے باپ ابراہیمؑ کو یہ لقب عطا ہوا ہے "إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ" (ہود۔ رکوع ۷) اور اِنْ إِبْرَاهِيمَ لَا وَاهٌ حَلِيمٌ " (توبہ۔ رکوع ۱۳) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہی دونوں باپ بیٹے اس لقب خاص سے ملقب کرنے کے مستحق ہوئے۔ "حلیم" اور "صابر" کا مفہوم قریب قریب ہے۔ اسی "غلام حلیم" کی زبان سے یہاں نقل کیا۔ "مَسْجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ" دوسری جگہ صاف فرمادیا "وَأَسْمِعِلْ وَأَذْرِئْ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ" (انبیاء۔ رکوع ۶) شاید اسی لئے سورہ "مریم" میں حضرت اسمعیلؑ کو "صَادِقُ الْوَعْدِ" فرمایا کہ "مَسْجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ" کے وعدہ کو کس طرح سچا کر دکھایا۔ بہر حال "حلیم" "صابر" "صادق" "الوعدہ" کے القاب کا مصداق ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ یعنی حضرت اسمعیلؑ علیہ السلام۔ "وَتَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ فَرُضِيًّا" سورہ "بقرہ" میں تعبیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ و اسمعیلؑ کی زبان سے جو دعا نقل فرمائی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ "رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُّسْلِمَةً لَّكَ" "یعنی اسی مسلم کے حثنیہ کو یہاں قربانی کے ذکر میں "فَلَمَّا أَسْلَمْنَا الْخ" کے لفظ سے ادا کر دیا۔ اور ان ہی دونوں کی ذریت کو خصوصی طور پر "مسلم" کے لقب سے نامزد کیا۔ بیشک اس سے بڑھ کر اسلام و تقویٰ اور صبر تحمل کیا ہوگا جو دونوں باپ بیٹے نے ذبح کرنے اور ذبح ہونے کے متعلق دکھلایا۔ یہ اسی "أَسْلَمْنَا" کا صلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی ذریت کو "امت مسلمہ" بنادیا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلَى ذَالِكِ۔

مَعَهُ السَّعْيُ قَالَ يُبَيِّنْ لِي أَرَأَيْتَ فِي الْمَنَامِ أَنِّي

اس کے ساتھ دوڑنے کو کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ

أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ

تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو تو کیا دیکھتا ہے بولا اے باپ کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے

سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّا

تو مجھ کو پائے گا تو مجھ کو پائے گا اگر اللہ نے چاہا سہارنے والا ﴿۱۰۲﴾ پھر جب

أَسْلَمْنَا وَتَلَّهِ لِلْجَبِينِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا بُرْهِيمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ

دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اس کو ماتھے کے بل ﴿۱۰۳﴾ اور ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم تو نے

صَدَّقْتَ الرَّءْيَا إِنَّا كَذَّاكَ نَجْرِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٠٥﴾

سچ کر دکھایا خواب ﴿۱۰۵﴾ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو

إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ

بے شک یہی ہے صریح جانچنا ﴿۱۰۶﴾ اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنے کے

عَظِيمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٠٨﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ

واسطے ﴿۱۰۷﴾ اور باقی رکھا ہم نے اس پر بچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے

إِبْرَاهِيمَ ﴿١٠٩﴾ كَذَّاكَ نَجْرِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٠﴾ إِنَّهُ مِنْ

ابراہیم پر ﴿۱۰۹﴾ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو وہ ہے

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنْ

ہمارے ایماندار بندوں میں ﴿۱۱۱﴾ اور خوشخبری دی ہم نے اس کو اسحاق کی جو نبی ہوگا

♦ **باپ کا بیٹے کو خواب سنانا** | یعنی جب اسمٰعیلین بڑا ہو کر اس قابل ہو گیا کہ اپنے باپ کے ساتھ دوڑ سکے اور اس کے کام آسکے اس وقت ابراہیمؑ نے اپنا خواب بیٹے کو سنایا تا اس کا خیال معلوم کریں کہ خوشی سے آمادہ ہوتا ہے یا زبردستی کرنی پڑے گی۔ کہتے ہیں کہ تین رات مسلسل یہ ہی خواب دیکھتے رہے۔ تیسرے روز بیٹے کو اطلاع کی، بیٹے نے بلا توقف قبول کیا کہنے لگا کہ ابا جان! (دیر کیا ہے) مالک کا جو حکم ہو کر ڈالئے (ایسے کام میں مشورہ کی ضرورت نہیں۔ امر الہی کے امتثال میں شفقت پوری مانع نہ ہونی چاہئے) رہا میں! سو آپ انشاء اللہ دیکھ لیں گے کہ کس صبر و تحمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں ہزاراں ہزار رحمتیں ہوں ایسے بیٹے اور باپ پر۔

♦ **ذبح عظیم** | تا بیٹے کا چہرہ سامنے نہ ہو۔ مبادا محبت پوری جوش مارنے لگے، کہتے ہیں یہ بات بیٹے نے سکھلائی۔ آگے اللہ نے نہیں فرمایا کہ کیا ماجرا گذرا۔ یعنی کہنے میں نہیں آتا جو حال گذرا اس کے دل پر اور فرشتوں پر۔

♦ **یعنی بس بس! رہنے دے۔** تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ مقصود بیٹے کا ذبح کرانا نہیں۔ محض تیرا امتحان منظور تھا۔ سو اس میں پوری طرح کامیاب ہوا۔

♦ **حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش** | یعنی ایسے مشکل حکم کر کے آزماتے ہیں، پھر ان کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔ تب درجے بلند دیتے ہیں۔ تو رات میں ہے کہ جب ابراہیمؑ نے بیٹے کو قربان کرنا چاہا اور فرشتہ نے ندا دی کہ ہاتھ روک لو، تو فرشتے نے یہ الفاظ کہے۔ ”خدا کہتا ہے کہ چونکہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بچا نہیں رکھا۔ میں تجھ کو برکت دوں گا۔ اور تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور ساحل بحر کی ریت کی طرح پھیلا دوں گا۔“ (تورات نکوین اصحاح ۲۲۔ آیت ۱۵)

♦ **ذبح کیلئے مینڈھے کا آنا** | یعنی بڑے درجہ کا جو بہشت سے آیا۔ یا بڑا قیمتی، فربہ، تیار۔ پھر یہ ہی رسم قربانی کی اسمٰعیل علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار کے طور پر ہمیشہ کے لئے قائم کر دی۔

♦ **آج تک دنیا ابراہیمؑ کو بھلائی اور بڑائی سے یاد کرتی ہے۔** علی نبینا وعلیہ الف الف سلام و تحیہ۔

♦ **یعنی ہمارے اعلیٰ درجہ کے ایماندار بندوں میں۔**

الصُّلَحٰیۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبَرَّکْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰٓءِ سٰحِقٍ ط وَمِنْ

نیک بختوں میں ♦ اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحق پر اور

ذُرِّیَّتِہِمَا مُحْسِنٌ ۙ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۱۳﴾ وَلَقَدْ مَنَّا

دونوں کی اولاد میں نیکی والے ہیں اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح ♦ اور ہم نے احسان کیا

عَلٰٓءِ مُوۡسٰی وَهٰرُونَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّیۡنَہُمَا وَقَوْمَہُمَا مِنْ

موسیٰ اور ہارون پر اور بچا دیا ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو اس

الْکُرۡبِ الْعَظِیۡمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرۡنَہُمۡ فَکَانُوۡا هُمُ الْغٰلِبِیۡنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ

بڑی گھبراہٹ سے ♦ اور ان کی ہم نے مدد کی تو رہے وہی غالب ♦ اور

اٰتٰیۡنَہُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیۡنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدٰیۡنَہُمَا الصِّرَاطَ

ہم نے دی ان کو کتاب واضح ♦ اور بھائی ان کو سیدھی

الْمُسْتَقِیۡمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرٰکُنَا عَلَیْہِمَا فِی الْاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓءِ

راہ ♦ اور باقی رکھا ان پر بچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے

مُوۡسٰی وَهٰرُونَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾

موسیٰ اور ہارون پر ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو

اِنَّہُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ الْیَاسَ لَمِنْ

تحقیق وہ دونوں ہیں ہمارے ایمان دار بندوں میں ♦ اور تحقیق الیاس ہے

الرُّسُلِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖۤ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوۡنَ

رسولوں میں جب اس نے کہا اپنی قوم کو کیا تم کو ڈر نہیں کیا تم پکارتے ہو

معلوم ہوا وہ پہلی خوشخبری اسمعیل کی تھی۔ اور سارا قصہ ذبح کا ان ہی پر تھا۔

دونوں بیٹوں کی اولاد | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یہ دونوں کہا دونوں بیٹوں کو۔ دونوں سے بہت اولاد پھیلی۔ اِخْتِ کی اولاد میں انبیاء بنی اسرائیل ہوئے۔ اور اسمعیلؑ کی اولاد میں عرب ہیں جن میں ہمارے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ یعنی اولاد میں سب یکساں نہیں، اچھے بھی جو بڑوں کا نام روشن رکھیں اور برے بھی جو اپنی بدکاریوں کی وجہ سے ننگ خاندان کہلانے کے مستحق ہیں۔ تنبیہ | عموماً مفسرین نے ”وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا“ کی ضمیر ”ابراہیم و اِخْتِ“ کی طرف راجع کی ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے ”اسمعیل“ و اِخْتِ کی طرف راجع کر کے مضمون میں زیادہ وسعت پیدا کر دی۔

حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ پر اللہ کا احسان | یعنی فرعون اور اس کی قوم کے ظلم و ستم سے نجات دی۔ اور ”بحر قلزم“ سے نہایت آسانی کے ساتھ پار کر دیا۔

یعنی فرعونوں کا بیڑا غرق کر کے بنی اسرائیل کو غالب و منصور کیا۔ اور ہالکین کے اموال و املاک کا وارث بنایا۔

یعنی تورات شریف جس میں احکام الہی بہت تفصیل و ایضاح سے بیان ہوئے ہیں۔

یعنی افعال و اقوال میں استقامت بخشی۔ اور ہر معاملہ میں سیدھی راہ پر چلایا جو عصمت انبیاء کے لوازم میں سے ہے۔

یعنی ہمارے کامل ایماندار بندوں میں سے ہیں۔

بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۝۱۲۵۱ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَ

بعل کو اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو ♦ جو اللہ ہے رب تمہارا اور

رَبِّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝۱۲۶۱ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝۱۲۶۲

رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا ♦ پھر اس کو جھٹلایا سو وہ آنے والے ہیں (آئیں گے) پکڑے ہوئے ♦

إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝۱۲۸۱ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝۱۲۹۱

مگر جو بندے ہیں اللہ کے چنے ہوئے ♦ اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں

سَلَامٌ عَلَىٰ آلِ يَاسِينَ ۝۱۳۰۱ إِنَّا كَذَّلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝۱۳۱۱

کہ سلام ہے الیاس پر ♦ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۳۲۱ وَإِنَّ لُوطًا لِّمِنِ

وہ ہے ہمارے ایمان دار بندوں میں اور تحقیق لوط ہے

الرُّسُلِينَ ۝۱۳۳۱ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۝۱۳۴۱ إِلَّا عَجُوزًا

رسولوں میں سے جب بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے سارے گھر والوں کو مگر ایک بڑھیا

فِي الْغَابِرِينَ ۝۱۳۵۱ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ۝۱۳۶۱ وَإِنَّكُمْ لَتَمْرُُونَ

کہ رہ گئی رہ جانے والوں میں ♦ پھر جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہم نے دوسروں کو ♦ اور تم گذرتے ہو

عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِينَ ۝۱۳۷۱ وَيَالَيْلٍ ۝۱۳۸۱ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝۱۳۹۱ وَإِنْ

ان پر صبح کے وقت اور رات کو بھی پھر کیا نہیں سمجھتے (سوچتے) ♦ اور تحقیق

يُونُسَ لِمِنَ الرُّسُلِينَ ۝۱۳۹۲ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝۱۴۰۱

یونس ہے رسولوں میں سے جب بھاگ کر پہنچا اس بھری کشتی پر

حضرت الیاس علیہ السلام | حضرت الیاس علیہ السلام بعض کے نزدیک حضرت ہارون کی نسل سے ہیں اللہ نے ان کو ملک شام کے ایک شہر ”بلک“ کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ ”بعل“ نامی ایک بت کو پوجتے تھے۔ حضرت الیاس نے ان کو خدا کے غضب اور بت پرستی کے انجام بد سے ڈرایا۔ خالق حقیقی صرف اللہ ہے | یعنی یوں تو دنیا میں آدمی بھی تحلیل و ترکیب کر کے بظاہر بہت سی چیزیں بنا لیتے ہیں۔ مگر بہتر بنانے والا وہ ہے جو تمام اصول و فروع، جو اہر و اعراض اور صفات و موصوفات کا حقیقی خالق ہے۔ جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔ پھر یہ کیسے جائز ہوگا کہ اس احسن الخالقین کو چھوڑ کر ”بعل“ بت کی پرستش کی جائے اور اس سے مدد مانگی جائے۔ جو ایک ذرہ کو ظاہری طور پر بھی پیدا نہیں کر سکتا بلکہ اس کا وجود خود اپنے پرستاروں کا رہن منت ہے۔ انہوں نے جیسا چاہا بتا کر کھڑا کر دیا۔

یعنی جھٹلانے کی سزا مل کر رہے گی۔

یعنی سب نے جھٹلایا۔ مگر اللہ کے چنے ہوئے بندوں نے تکذیب نہیں کی۔ لہذا وہ ہی سزا سے بچے رہیں گے۔

الیاسین کی تفسیر | ”الیاس“ کو ”الیاسین“ بھی کہتے ہیں کہ جیسے ”طور سینا“ کو ”طور سینین“ کہہ دیا جاتا ہے یا ”الیاسین“ سے حضرت الیاس کے قبضین مراد ہوں۔ اور بعض نے ”آل یاسین“ بھی پڑھا ہے۔ تو ”یاسین“ ان کے باپ کا نام ہوگا۔ یا ان ہی کا نام ”یاسین“ اور لفظ ”آل“ معنہ ہو جیسے ”کما صَلَّیْتَ عَلَیْ آلِ إِبْرَاهِیْمَ“ میں۔ یا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْ آلِ اَبِی اَوْفٰی میں ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی ان کی زوجہ جو معذبین کے ساتھ ساز باز رکھتی تھی۔

یعنی لوط اور اس کے گھر والوں کے سوا دوسرے سب باشندوں پرستی الٹ دی گئی۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ مفصل گزر چکا ہے۔

قوم لوط کی بستیاں | یہ مکہ والوں کو فرمایا۔ کیونکہ ”مکہ“ سے ”شام“ کو جو قافلے آتے جاتے تھے، قوم لوط کی الٹی ہوئی بستیاں ان کے راستہ سے نظر آتی تھیں۔ یعنی دن رات ادھر گزرتے ہوئے یہ نشان دیکھتے ہیں پھر بھی عبرت نہیں ہوتی، کیا نہیں سمجھتے کہ جو حال ایک نافرمان قوم کا ہوا وہ دوسری نافرمان اقوام کا بھی ہو سکتا ہے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۳۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ

پھر قمر غڈ لویا تو نکلا خطاوار پھر لقمہ کیا اس کو چھلی نے

وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۳۲﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۳۳﴾ لَلَبِثَ

اور وہ الزام کھایا ہوا تھا پھر اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ یاد کرتا تھا پاک ذات کو تو رہتا

فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۳۴﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ

اس کے پیٹ میں جس دن تک کہ مردے زندہ ہوں پھر ڈال دیا ہم نے اس کو چٹیل میدان میں اور وہ

سَقِيمٌ ﴿۳۵﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِينٍ ﴿۳۶﴾ وَ

بیمار تھا اور لگایا ہم نے اس پر ایک درخت تیل (دار) والا اور

أَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿۳۷﴾ فَاْمَنُوا

بھیجا اس کو لاکھ آدمیوں پر یا اس سے زیادہ پھر وہ یقین لائے

فَتَعْنَهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۳۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمُ الرِّبَّكَ الْبَنَاتُ

پھر ہم نے فائدہ اٹھانے دیا ان کو ایک وقت تک اب ان سے پوچھ کیا تیرے رب کے یہاں بیٹیاں ہیں

وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿۳۹﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ

اور ان کے یہاں بیٹے یا ہم نے بنایا فرشتوں کو عورت اور وہ

شُهَدَاؤُنَ ﴿۴۰﴾ أَلَا إِنَّهُمْ مِّنْ أَفْكَهٍ لِّقَوْلُونَ ﴿۴۱﴾

دیکھتے تھے سنا ہے وہ اپنا جھوٹ بنایا (طوفان باندھ کر) کہتے ہیں

وَلَدَ اللَّهُ ۚ وَلَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۴۲﴾ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ

کہ اللہ کے اولاد ہوئی اور وہ بے شک جھوٹے ہیں کیا اس نے پسند کیس بیٹیاں

◆ حضرت یونسؑ کا واقعہ | کشتی دریا میں چکر کھانے لگی۔ لوگوں نے کہا اس میں کوئی غلام ہے اپنے مالک سے بھاگا ہوا۔ سب کے ناموں پر کئی مرتبہ قرعہ ڈالا۔ ہر مرتبہ ان کا نام نکلا۔ یہ قصہ سورہ ”یونس“ اور سورہ ”انبیاء“ میں مفصل گزر چکا ہے وہاں اس کی تحقیق ملاحظہ کی جائے۔

◆ الزام یہ ہی تھا کہ خطائے اجتہادی سے حکم الہی کا انتظار کئے بغیر بستی سے نکل پڑے اور عذاب کے دن کی تعین کر دی۔

◆ حضرت یونسؑ کی نجات کی وجہ | یعنی چونکہ مچھلی کے پیٹ میں بھی اور پیٹ میں جانے سے پہلے بھی اللہ پاک کو بہت یاد کرتا تھا اس لئے ہم نے اس کو جلدی نجات دے دی۔ ورنہ قیامت تک اس کے پیٹ سے نکلنا نصیب نہ ہوتا مچھلی کی غذا بن جاتے۔ تنبیہ | ”لَبِثَ فِي بَطْنِهِ“ الی آخرہ۔ کنایہ ہے کبھی نہ نکلنے سے۔ اور یہ واقعہ دریائے ”فرات“ کا ہے۔ علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ نے لکھا ہے کہ ہم نے خود اس دریا میں بہت بڑی بڑی مچھلیاں مشاہد کی ہیں تعجب نہ کیا جائے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ شکم ماہی میں ان کی تسبیح یہ تھی۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“

◆ مچھلی کے پیٹ سے نجات اور کدو کی بیل | مچھلی کو حکم ہوا اس نے حضرت یونسؑ کو اپنے پیٹ سے نکال کر ایک کھلے میدان میں ڈال دیا غالباً کافی غذا و ہوا وغیرہ نہ پہنچنے کی وجہ سے بیمار اور نحیف ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ دھوپ کی شعاع اور مکھی وغیرہ کا بدن پر بیٹھنا بھی ناگوار ہوتا تھا۔ اللہ کی قدرت سے وہاں کدو کی بیل اُگ آئی۔ اس کے پتوں نے ان کے جسم پر سایہ کر لیا اور اسی طرح قدرت خداوندی سے غذا وغیرہ کا سامان بھی ہو گیا۔

◆ حضرت یونسؑ کی قوم کی تعداد | یعنی اگر صرف عاقل بالغ گنتے تو لاکھ تھے اور سب چھوٹوں بڑوں کو شامل گنتے تو زیادہ تھے یا یوں کہو کہ ایک لاکھ سے گزر کر دو لاکھ تک نہیں پہنچتے تھے۔ ہزار کی کسر نہ لگاؤ تو ایک لاکھ کہہ لو۔ اور کسر لگائی جائے تو لاکھ کے اوپر چند ہزار زائد ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

◆ قوم یونسؑ کا ایمان | یعنی ایمان و یقین کی بدولت عذاب الہی سے بچ گئے اور اپنی عمر مقدر تک دنیا کا فائدہ اٹھاتے رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”وہی قوم جس سے بھاگے تھے ان پر ایمان لا رہی تھی۔ ڈھونڈتی تھی کہ یہ جا پہنچے۔ ان کو بڑی خوشی ہوئی۔ یہ قصہ پہلے گزر چکا ہے۔ سورہ ”یونس“ اور سورہ ”انبیاء“ میں دیکھ لیا جائے۔

◆ فرشتوں کے مونث ہونے کا عقیدہ | یعنی انبیاء کا حال تو سن لیا کہ حضرت نوح، ابراہیم، اسمعیل، موسیٰ، ہارون، الیاس، لوط، یونس علیہم السلام سب کی مشکلات اللہ کی امداد و اعانت سے حل ہوئیں۔ کوئی بڑے سے بڑا مقرب اس کی دستگیری سے بے نیاز نہیں۔ اب آگے تھوڑا سا فرشتوں اور جنوں کا حال سن لو۔ جن کی نسبت خدا جانے کیا کیا واپسیاں تباہی عقیدے تراش کر رکھے ہیں۔ چنانچہ عرب کے بعض قبائل کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ جب پوچھا جاتا کہ ان کی مائیں کون ہیں تو بڑے بڑے جنوں کی لڑکیوں کو بتلاتے۔ اس طرح (العیاذ باللہ) خدا کا ناطہ جنوں اور فرشتوں دونوں سے جوڑ رکھا تھا۔ آگے دونوں کا حال ذکر کیا جاتا ہے مگر اس سے پہلے بطور طوطیہ و تمہید کفار عرب کے اس لچر پوچ عقیدہ کا رد کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابتدائے سورہ سے اپنی عظمت و وحدانیت کے دلائل اور قصص کے ضمن میں اپنی قدرت قاہرہ کے آثار بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اب ذرا ان احمقوں سے پوچھئے کیا اتنی بڑی عظمت و قدرت والا خدا

اللہ کی بیٹیوں کا عقیدہ | (معاذ اللہ) اپنے لئے اولاد بھی تجویز کرتا تو بیٹیاں لیتا اور تم کو بیٹے دیتا۔ ایک تو یہ گستاخی کہ خداوند قدوس کے لئے اولاد تجویز کی، اور پھر اولاد بھی کمزور اور گھٹیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ فرشتوں کو مونث (عورت) تجویز کیا۔ کیا جس وقت ہم نے فرشتوں کو پیدا کیا تھا، یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ انہیں عورت بنایا گیا ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ اس جہالت کا کیا ٹھکانا ہے۔

عَلَى الْبَیِّنِ ۖ مَا لَكُمْ تَكْیْفٌ تَحْكُمُونَ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۚ (۱۵۲)

بیٹوں سے کیا ہو گیا ہے تم کو کیسا انصاف کرتے ہو کیا تم دھیان نہیں کرتے ہو

أَمْرَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِیْنٌ ۚ فَاتُوا بِكِتَابِكُمْ إِن كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۚ (۱۵۳)

یا تمہارے پاس کوئی سند ہے کھلی تو لاؤ اپنی کتاب اگر ہو تم سچے

وَجَعَلُوا بَیْنَهُ وَبَیْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتْ الْجَنَّةُ

اور ٹھہرایا ہے انہوں نے خدا میں اور جنوں میں ناتا (قربت) اور جنوں کو تو معلوم ہے

إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُونَ ۚ إِلَّا عِبَادَ

کہ تحقیق وہ پکڑے ہوئے آئیں گے اللہ پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بتاتے ہیں مگر جو

اللّٰهِ الْمُخْلِصِیْنَ ۚ فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ۚ مَا أَنْتُمْ

بندے ہیں اللہ کے چنے ہوئے سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو کسی کو

عَلَيْهِ بِفِتْنِیْنَ ۚ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالٍ الْحَبِیْرُ ۚ وَمَا مِنَّا

اس کے ہاتھ سے بہکا کر نہیں لے سکتے مگر اسی کو جو پہنچنے والا ہے دوزخ میں اور ہم میں

إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ۚ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصّٰفُّونَ ۚ وَإِنَّا

جو ہے اس کا ایک ٹھکانا ہے مقرر اور ہم ہی ہیں صف باندھنے والے اور ہم

لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ۚ وَإِن كَانُوا لَیَقُولُونَ ۚ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا

ہی ہیں پاکی بیان کرنے والے اور یہ تو کہا کرتے تھے اگر ہمارے پاس

ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِیْنَ ۚ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِیْنَ ۚ (۱۵۴)

کچھ احوال ہوتا پہلے لوگوں کا تو ہم ہوتے بندے اللہ کے چنے ہوئے

یعنی کچھ تو سوچو۔ عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے۔ ایک غلط عقیدہ بنانا تھا تو ایسا بالکل ہی بے نکاح تو نہ ہونا چاہئے تھا۔ یہ کونسا انصاف ہے کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرو اور خدا سے بیٹیاں پسند کراؤ۔

ان عقیدوں کی سند کہاں ہے؟ | یعنی آخر یہ مہمل اور بے تکی بات نکالی کہاں سے۔ عقل و فہم اور علمی اصول سے تو اس کو لگاؤ نہیں۔ پھر کیا کوئی نقلی سند اس عقیدہ کی رکھتے ہو۔ ایسا ہے تو بسم اللہ وہ ہی دکھلاؤ۔

اللہ اور جنات میں رشتہ داری کا عقیدہ | یعنی احمقوں نے جنوں کے ساتھ معاذ اللہ دامادی کا رشتہ قائم کر دیا۔ سبحان اللہ کیا باتیں کرتے ہیں۔ موقع ملے تو ذرا ان جنوں سے پوچھ آؤ کہ وہ خود اپنی نسبت کیا سمجھتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ کے روبرو پکڑے ہوئے آئیں گے کیا داماد کا سسرال کے ساتھ یہ ہی معاملہ ہوتا ہے۔ بعض سلف نے نسب سے مراد یہ لی ہے کہ وہ لوگ شیاطین الجن کو اللہ تعالیٰ کا حریف مقابل سمجھتے تھے۔ جیسے مجوس "یزدان" اور "اہرمن" کے قائل ہیں۔ یعنی ایک نیکی کا خدا، دوسرا بدی کا۔

یعنی جنوں میں سے ہوں یا آدمیوں میں سے اللہ کے چنے ہوئے بندے ہی اس پکڑ دھکڑ سے آزاد ہیں۔ معلوم ہوا وہاں کسی کا رشتہ نانا نہیں۔ صرف بندگی اور اخلاص کی پوچھ ہے۔

جنوں کو ہدایت اور گمراہی کا کوئی اختیار نہیں | بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ جنوں کے ہاتھ میں بدی کی اور فرشتوں کے ہاتھ میں نیکی کی باگ ہے۔ یہ جس کو چاہیں بھلائی پہنچائیں اور خدا کا مقرب بنادیں اور وہ جسے چاہیں برائی اور تکلیف میں ڈال دیں یا گمراہ کر دیں شاید ان ہی مفروضہ اختیارات کی بناء پر انہیں اولاد یا سسرال بنایا ہوگا۔ اس کا جواب دیا کہ تمہارے اور ان کے ہاتھ میں کوئی مستقل اختیار نہیں۔ تم اور جن شیاطین کو تم پوجتے ہو سب مل کر یہ قدرت نہیں رکھتے کہ بدون مشیت ایزدی ایک تنفس کو بھی زبردستی گمراہ کر سکو۔ گمراہ وہ ہی ہوگا جسے اللہ نے اس کی سوائے استعداد کی بناء پر دوزخی لکھ دیا اور اپنی بدکاری کی وجہ سے از خود دوزخ میں پہنچ گیا۔

فرشتوں کا اپنے بارے میں کلام | یہ کلام اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف سے گویا ان کی زبان سے فرمایا۔ جیسے بہت جگہ آدمیوں کی زبان سے دعائیں فرمائی ہیں یعنی ہر فرشتہ کی ایک حد مقرر ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ اس پر فرمایا کہ کافر کہتے ہیں فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جنوں کی عورتوں سے پیدا ہوئیں۔ سو جنوں کو اپنا حال خوب معلوم ہے اور فرشتے یوں کہتے ہیں ان کو بھی حکم الہی سے ذرا تجاوز کرنے کی گنجائش نہیں۔

یعنی اپنی اپنی حد پر ہر کوئی اللہ کی بندگی اور اس کا حکم سننے کے لئے کھڑا رہتا ہے۔ مجال نہیں آگے پیچھے سرک جائے۔

یہاں تک فرشتوں کا کلام ختم ہوا۔ آگے اہل مکہ کا حال بیان فرماتے ہیں۔

فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۱۴۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا

سواس سے منکر ہو گئے اب آگے جان لیں گے ♦ اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم

لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۴۱﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿۱۴۲﴾ وَإِنَّا

اپنے بندوں کے حق میں جو کہ رسول ہیں بے شک انہی کو مدد دی جاتی ہے اور

جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۱۴۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حَبِينِ ﴿۱۴۴﴾ وَ

ہمارا لشکر جو ہے بے شک وہی غالب ہے ♦ سوتوان سے پھر آ ایک وقت تک اور

أَبْصَرُهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۴۵﴾ أَفَبِعَدَابِنَا يُسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۴۶﴾

ان کو دیکھتا رہ کہ وہ آگے دیکھ لیں گے ♦ کیا ہماری آفت کو جلد مانگتے ہیں

فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿۱۴۷﴾ وَتَوَلَّ

پھر جب اتر گی ان کے میدان میں تو بری صبح ہوگی ڈرائے ہوؤں کی ♦ اور پھر آ

عَنْهُمْ حَتَّىٰ حَبِينِ ﴿۱۴۸﴾ وَأَبْصَرُ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۴۹﴾

ان سے ایک وقت تک اور دیکھتا رہ ♦ اب آگے دیکھ لیں گے

سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۵۰﴾ وَسَلَامٌ

پاک ذات ہے تیرے رب کی وہ پروردگار عزت والا پاک ہے ان باتوں سے جو بیان کرتے ہیں اور سلام ہے

عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۵۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۵۲﴾

رسولوں پر اور سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا ♦

آيَاتُهَا ۸۸ ﴿۲۸﴾ سُورَةُ ص مَكِّيَّةٌ ﴿۲۸﴾ رُكُوعَاتُهَا ۵

سورہ ص مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھاسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

اہل مکہ کا اپنے قول سے انحراف | عرب لوگ انبیاء کے نام سنتے تھے ان کے علم سے خبردار نہ تھے تو یہ کہتے یعنی اگر ہم کو پہلے لوگوں کے علوم حاصل ہوتے یا ہمارے ہاں کوئی کتاب اور نصیحت کی بات اترتی تو ہم خوب عمل کر کے دکھلاتے اور معرفت و عبادت میں ترقی کر کے اللہ کے مخصوص و منتخب بندوں میں شامل ہو جاتے۔ اب جو ان کے اندر نبی آیا تو پھر گئے وہ قول و قرار کچھ یاد نہ رکھا۔ سو اس انکار و انحراف کا جو انجام ہونے والا ہے عنقریب دیکھ لیں گے۔

یعنی یہ بات علم الہی میں ٹھہر چکی ہے کہ مکرین کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مدد پہنچاتا ہے اور آخر کار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے خواہ درمیان میں حالات کتنے ہی پلٹے کھائیں۔ مگر آخری فتح اور کامیابی مخلص بندوں ہی کے لئے ہے۔ باعتبار حجت و برہان کے بھی اور باعتبار ظاہری تسلط و غلبہ کے بھی۔ ہاں شرط یہ ہے کہ ”جند“ فی الواقع ”جند اللہ“ ہو۔

یعنی ابھی چند روز انہیں کچھ نہ کہیے۔ صبر کے ساتھ آپ ان کا حال دیکھتے رہئے اور یہ اپنا انجام دیکھ لیں گے چنانچہ دیکھ لیا۔

عذاب میں عجلت کا مطالبہ | شاید ”فَسَوْفَ يُنْصَرُونَ“ سن کر کہا ہو گا کہ پھر دیر کیا ہے ہم کو ہمارا انجام جلدی دکھلا دو۔ اس کا جواب دیا کہ اپنے اوپر جو آفت لائے جانے کی جلدی مچار ہے ہو، جب وہ آئے گی تو بہت برا وقت ہو گا۔ عذاب الہی اس طرح آئے گا جیسے کوئی دشمن گھات میں لگا ہوا ہو اور صبح کے وقت یکا یک میدان میں اتر کر چھاپہ مار جائے۔ عذاب آنے کے وقت یہ ہی حشر ان لوگوں کا ہو گا جنہیں پہلے سے ڈرنا کر ہشیا کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ فتح مکہ وغیرہ میں ایسا ہی ہوا۔

شاید پہلا وعدہ دنیا کے عذاب کا تھا اور یہ آخرت کے عذاب کا ہو، یعنی آپ دیکھتے جائیے اب آگے چل کر آخرت میں یہ کافر کیا کچھ دیکھتے ہیں۔

خاتمہ سورت پر تمام اصولی مضامین کا خلاصہ کر دیا۔ یعنی اللہ کی ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک اور تمام محاسن و کمالات کی جامع ہے۔ سب خوبیاں اسی کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور انبیاء و رسل پر اس کی طرف سے سلام آتا ہے۔ جو ان کی عظمت و عصمت اور سالم و منصور ہونے کی دلیل ہے۔ تنبیہ | احادیث سے بعد نماز اور ختم مجلس پر ان آیات کے پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے سورہ ہذا کے فوائد کو ان ہی آیات حبر کہ پر ختم کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرا خاتمہ بھی اسی عقیدہ محکم پر کیجیو۔ ”مُبَحَّانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ. وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. تمت فوائد الصلوات.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

ص وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي

ص قسم ہے اس قرآن سمجھانے والے کی بلکہ جو لوگ منکر ہیں

عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ ۝۲ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ

غور میں ہیں اور مقابلہ میں ♦ بہت غارت کر دیں ہم نے ان سے پہلے جماعتیں

فَنَادَوْا وَآلَاتٍ حِينَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ

پھر لگے پکارنے اور وقت نہ رہا خلاصی کا ♦ اور تعجب کرنے لگے اس بات پر کہ آیا ان کے پاس

مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۚ وَقَالَ الْكُفْرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذَّابٌ ۝۴

ایک ڈرسانے والا انہی میں سے اور کہنے لگے منکر یہ جادو گر ہے جھوٹا ♦

أَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْهٰٓءَا وَاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ ۝۵

کیا اس نے کردی اتنوں کی بندگی کے بدلے ایک ہی کی بندگی یہ بھی ہے بڑے تعجب کی بات

وَانْطَلَقَ الْمَلَا مِنْهُمْ اَنْ اَمْشُوا وَاَصْبِرُوا عَلٰی الْهٰتِكُمْ ۝۶

اور چل کھڑے ہوئے کئی بچ ان میں سے کہ چلو اور جے (قائم) رہو اپنے معبودوں پر ♦

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ۝۷ مَا سِعُنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ

بے شک اس بات میں کوئی (کچھ) غرض ہے ♦ یہ نہیں سنا ہم نے اس بچھلے

سورة ص

♦ قرآن کریم نصیحت کو سمجھانے والا ہے | یعنی یہ عظیم الشان، عالی مرتبہ قرآن (جو عمدہ نصیحتوں سے پر، اور نہایت موثر طرز میں لوگوں کو ہدایت و معرفت کی باتیں سمجھانے والا ہے) باواز بلند شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ قرآنی صداقت اور حضرت محمد

رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے منکر ہیں اس کا سبب یہ نہیں کہ قرآن کی تعلیم و تنبیہ میں کچھ قصور ہے یا حضور پر نور اس کی تبلیغ و تبیین میں معاذ اللہ مقصر ہیں۔ بلکہ انکار و انحراف کا اصلی سبب یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی شیخی، جاہلانہ غرور و نخوت اور معاندانہ مخالفت کے جذبات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ذرا اس دلدل سے نکلیں تو حق و صداقت کی صاف سڑک نظر آئے۔

◆ **پچھلی قوموں کی ہلاکت کی وجہ** | یعنی ان کو معلوم رہنا چاہئے کہ اسی غرور و تکبر کی بدولت انبیاء اللہ سے مقابلہ ٹھان کر بہت سی جماعتیں پہلے تباہ و برباد ہو چکی ہیں وہ لوگ بھی مدتوں خدا کے پیغمبروں سے لڑتے رہے۔ پھر جب برا وقت آ کر پڑا اور عذاب الہی نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو گھبرا کر شور مچانے اور خدا کو پکارنے لگے۔ مگر اس وقت فریاد کرنے سے کیا بنتا۔ رہائی اور خلاصی کا موقع گزر چکا تھا، اور وقت نہیں رہا تھا کہ ان کے شور و بکاہ کی طرف توجہ کی جائے۔

◆ **آنحضرت کی نبوت پر کفار کا اعتراض** | یعنی آسمان سے کوئی فرشتہ آتا تو خیر ایک بات تھی۔ ہم ہی میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر ہم کو ڈرانے دھمکانے لگے اور کہے میں آسمان والے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ یہ عجیب بات ہے اب بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ایک جادوگر نے جھوٹا ڈھونگ بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔ جادو کے زور سے کچھ کرشمے دکھا کر انہیں معجزہ کہنے لگے اور چند قصے کہانیاں جمع کر کے جھوٹا دعویٰ کر دیا کہ یہ اللہ کے اتارے ہوئے علوم ہیں۔ اور میں اس کا پیغمبر ہوں۔

◆ **توحید کے دعویٰ پر کفار کا تعجب اور اعتراض** | یعنی اور لیجئے! اتنے بیشمار دیوتاؤں کا دربار ختم کر کے صرف ایک خدا رہنے دیا۔ اس سے بڑھ کر تعجب کی بات کیا ہوگی کہ اتنے بڑے جہان کا انتظام اکیلے ایک خدا کے سپرد کر دیا جائے۔ اور مختلف شعبوں اور محکموں کے جن خداؤں کی بندگی قرونوں سے ہوتی چلی آتی تھی وہ سب یک قلم موقوف کر دی جائے۔ گویا ہمارے باپ دادا کے نرے جاہل اور بے وقوف ہی تھے جو اتنے دیوتاؤں کے سامنے سرعبودیت خم کرتے رہے۔ روایات میں ہے کہ ابوطالب کی بیماری میں ابو جہل وغیرہ چند سرداران قریش نے ابوطالب سے آن کر حضرت ﷺ کی شکایت کی کہ یہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور ہمیں طرح طرح سے اتق بنا تے ہیں۔ آپ ان کو سمجھائیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا! میں ان سے صرف ایک کلمہ چاہتا ہوں جس کے بعد تمام عرب ان کا مطیع ہو جائے اور عجم انکی خدمت میں جزیہ پیش کرنے لگے۔ وہ خوش ہو کر بولے کہ بتلائیے وہ کلمہ کیا ہے، آپ ایک کلمہ کہتے ہیں ہم آپ کے دس کلمے ماننے کے لیے تیار ہیں۔ فرمایا زیادہ نہیں بس ایک اور صرف ایک ہی کلمہ ہے۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ یہ سنتے ہی طیش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کیا اتنے خداؤں کو ہٹا کر اکیلا ایک خدا۔ چلو جی! یہ اپنے منصوبے سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ یہ تو انہی ہمارے معبودوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ تم بھی مضبوطی سے اپنے معبودوں کی عبادت و حمایت پر جمے رہو۔ مبادا ان کا پروپیگنڈا کسی ضعیف الاعتقاد کا قدم پرانے آبائی طریقہ سے ہٹانے میں کامیاب ہو جائے۔ ان کی ان تھک کوشش کے مقابلہ میں ہم کو بہت زیادہ صبر و استقلال دکھانے کی ضرورت ہے۔

◆ **کفار کا اپنے شرک پر اصرار** | یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو اس قدر زور و شور اور عزم و استقلال سے ہمارے معبودوں کے خلاف جہاد کرنے پر تلے ہوئے ہیں، ضرور اس میں ان کی کوئی غرض ہے، وہ یہی کہ ایک خدا کا نام لے کر ہم سب کو اپنا محکوم اور مطیع بنا لیں اور دنیا کی حکومت و ریاست حاصل کریں۔ سو لازم ہے کہ اس مقصد میں ہم ان کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ بعض مفسرین نے ”إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُّ“ کا مطلب یہ لیا ہے کہ بیشک یہ وہ چیز ہے جس کا محمد (ﷺ) ارادہ ہی کر چکے ہیں۔ کسی طرح اس سے ہٹنے والے نہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ یہ بات (معلوم ہوتا ہے) ہونے والی ہے۔ اللہ کو یہ ہی منظور ہے کہ دنیا میں انقلاب ہو۔ لہذا جہاں تک ہو سکے صبر و تحمل سے اپنے قدیم دین و آئین کی حفاظت کرتے رہو۔ یا ممکن ہے ازراہ تحقیق کہا ہو کہ بیشک محمد (ﷺ) کے ارادے سب کچھ ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ آدمی جو ارادہ اور تمنا کرے وہ پوری ہو۔ چاہئے کہ ہم ان کے مقابلہ میں قدم پیچھے نہ ہٹائیں۔

الْآخِرَةِ ۚ إِنَّ هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ ۝ عَاْنِزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ

دین میں اور کچھ نہیں یہ بنائی ہوئی بات ہے ﴿۷﴾ کیا اسی پر اتنی نصیحت

مِنْ بَیْنِنَاۤءَ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرٍ ۚ بَلْ لَمَّا

ہم سب میں سے ﴿۸﴾ کوئی نہیں ان کو دھوکا ہے میری (ہماری) نصیحت میں کوئی نہیں ابھی

يَذُوقُوا عَذَابٍ ۝ اَمْرٍ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ

انہوں نے چکھی نہیں میری مار ﴿۹﴾ کیا ان کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کی مہربانی کے

الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۝ اَمْلَهُمْ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

جو کہ زبردست ہے بخشنے والا ﴿۱۰﴾ یا ان کی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ

بَیْنَهُمَاۤءَ فَلْيَرْتَقُوا فِي الْاَسْبَابِ ۝ جُنْدٌ مَّا هُنَا لِكَ

ان کے بیچ میں ہے تو ان کو چاہئے کہ چڑھ جائیں رسیاں تان کر ﴿۱۱﴾ ایک لشکر یہ بھی

مَهْزُومٍ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادُ

وہاں (یہاں) تباہ ہوا ان سب لشکروں میں ﴿۱۲﴾ جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد

وَفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّاَصْحٰبُ

اور فرعون میخوں والا ﴿۱۳﴾ اور ثمود اور لوط کی قوم اور ایک کے

لَعْنِكَ ۚ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝ اِنْ كُلُّ اِلَّا كَذَّبُ

لوگ ﴿۱۴﴾ وہ بڑی بڑی فوجیں یہ جتنے تھے سب نے یہی کیا کہ جھٹلایا

الرُّسُلُ فَحَقَّ عِقَابٌ ۝ وَمَا يَنْظُرُ هٰؤُلَاءِ اِلَّا صَبٰحَةً

رسولوں کو پھر ثابت ہوئی میری طرف سے سزا ﴿۱۵﴾ اور راہ نہیں دیکھتے یہ لوگ مگر ایک

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”پچھلا دین کہتے تھے اپنے باپ دادوں کو۔ یعنی آگے تو نے ہیں کہ اگلے لوگ ایسی باتیں کہتے تھے۔ پر ہمارے بزرگ تو یوں نہیں کہہ گئے۔“ اور ممکن ہے پچھلے دین سے عیسائی مذہب مراد ہو۔ جیسا کہ اکثر سلف کا قول ہے۔ یعنی نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں ان کو بھی ہم نے نہیں سنا کہ سب خداؤں کو ہٹا کر ایک ہی خدا رہنے دیا ہو۔ آخر وہ بھی تین خدا تو مانتے ہیں اور آنحضرت (ﷺ) کو رسول نہیں مانتے۔ اگر پہلی کتابوں میں کچھ اصل ہوتی تو وہ ضرور قبول کرتے۔ معلوم ہوا کہ محض گھڑی ہوئی بات ہے۔ العیاذ باللہ۔

رسالت کیلئے آنحضرتؐ کے انتخاب پر اعتراض | یعنی اچھا قرآن کو اللہ کا کلام ہی مان لو اور یہ بھی نہ سہی کہ آسمان سے کوئی فرشتہ نبی بنا کر بھیجا جاتا مگر یہ کیا غضب ہے کہ ہم سب میں سے محمد (ﷺ) ہی کا انتخاب ہوا۔ کیا سارے ملک میں ایک یہی اس منصب کے لئے رہ گئے تھے؟ اور کوئی بڑا رئیس مالدار خدا کو نہ ملتا تھا جس پر اپنا کلام نازل کرتا۔

کفار کو حق تعالیٰ کی تنبیہ | یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کی نامعقول یادہ گوئی کا جواب ہوا۔ یعنی ان کی یہ خرافات کچھ نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ابھی ہماری نصیحت کے متعلق ان کو دھوکا لگا ہوا ہے۔ وہ یقین نہیں رکھتے کہ جس خوفناک مستقبل سے آگاہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور پیش آکر رہے گا۔ کیونکہ ابھی تک انہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا۔ جس وقت خدائی مار پڑے گی۔ تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔

حکومت و خزانہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہیں | یعنی رحمت کے خزانے اور آسمان وزمین کی حکومت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ زبردست ہے اور بڑی بخشش والا ہے جس پر جو انعام چاہے کرے کون روک سکتا ہے یا نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی بشر کو منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرماتا ہے تو تم دخل دینے والے کون ہو کہ صاحب اس پر یہ مہربانی فرمائی ہم پر نہ فرمائی۔ کیا رحمت کے خزانوں اور زمین و آسمان کی حکومت کے تم مالک و مختار ہو جو اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے ہو۔ اگر ہو تو اپنے تمام اسباب و وسائل کو کام میں لے آؤ۔ اور رسیاں تان کر آسمان پر چڑھ جاؤ۔ تاکہ وہاں سے محمد (ﷺ) پر وحی کا آنا بند کر سکو اور علویات پر قابض ہو کر اپنی مرضی و منشاء کے موافق آسمان وزمین کے انتظام و تدبیر کا کام انجام دے سکو۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو آسمان وزمین کی حکومت اور خزانہ رحمت کی مالکیت کا دعویٰ عبث ہے۔ پھر خدائی انتظامات میں دخل دینا بجز بے حیائی یا جنون کے اور کیا ہوگا۔ ایاز قد ر خود شناس

کفار شکست خوردہ گروہ ہے | یعنی کچھ بھی نہیں۔ زمین و آسمان کی حکومت اور خزانوں کے مالک تو یہ بیچارے کیا ہوتے۔ چند ہزیمت خوردہ آدمیوں کی ایک بھیڑ ہے جو اگلی تباہ شدہ قوموں کی طرح تباہ و برباد ہوتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ یہ منظر ”بدر“ سے لے کر ”فتح مکہ“ تک لوگوں نے دیکھ لیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی اگلی قومیں برباد ہوئیں۔ اگر چڑھ جائیں تو ان میں ایک یہ بھی برباد ہوں۔“ گویا اس آیت کا ربط ماقبل سے بتلادیا۔ واللہ اعلم۔

میںخوں والا فرعون | یعنی بہت زور و قوت اور لاؤ لشکر والا جس نے دنیا میں اپنی سلطنت کے کھونٹے گاڑ دیے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ آدمی کو چومنا کر کے مارتا تھا اس سے اس کا نام ذوالاوتاد (میںخوں والا) پڑ گیا۔ واللہ اعلم۔

یعنی حضرت شعیب علیہ السلام جس کی طرف مبعوث ہوئے۔

یعنی یہ بڑی بڑی طاقتور فوجیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں۔ تمہاری تو حقیقت کیا ہے۔

وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا

چنگھاڑکی جوتچ میں دم نہ لے گی اور کہتے ہیں اے رب جلد دے ہم کو

قَطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اَصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

جتنی ہماری پہلے حساب کے دن سے تو تحمل کرتا رہ (سہارا) اس پر جو وہ کہتے ہیں

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ اِنَّا سَخَّرْنَا

اور یاد کر ہمارے بندے داؤد قوت والے کو وہ تھا رجوع رہنے والا ہم نے تابع کئے

الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحُنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ

پہاڑ اس کے ساتھ پاکی بولتے تھے شام کو اور صبح کو اور اڑتے جانور

مَحْشُورَةً كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ۝ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَأَتَيْنَاهُ

جمع ہو کر سب تھے اس کے آگے رجوع رہتے اور قوت دی ہم نے اس کی سلطنت کو اور دی اس کو

الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخِطَابِ ۝ وَهَلْ أَنتَكَ نَبِيُّ الْخَصَمِ إِذْ

تدبیر اور فیصلہ کرنا بات کا اور پہنچی ہے تجھ کو خبر دعوے والوں کی جب

تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا

دیوار کو دکر آئے عبادت خانہ میں جب کھس آئے داؤد کے پاس تو ان سے گھبرایا وہ بولے

لَا تَخَفْ خَصْمِ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا

مت گھبرا ہم دو جھگڑتے ہیں (جھگڑنے والے) زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر سو فیصلہ کر دے ہم میں

بِالْحَقِّ وَلَا تَشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ إِنَّ هَذَا

انصاف کا اور دور نہ ڈال بات کو اور بتلا دے ہم کو سیدھی راہ یہ جو ہے

یعنی صور کی آواز کے منتظر ہیں۔ پوری سزا اس وقت ملے گی۔ اور ممکن ہے ”صیحو“ سے یہیں کی ایک ڈانٹ مراد ہو۔

۲۔ وعدہ قیامت پر استہزاء | یعنی جب وعدہ قیامت سننے مسخر اپن سے کہتے کہ ہم کو تو اس وقت کا حصہ ابھی دے دیجئے ابھی ہم اپنا اعمال نامہ دیکھ لیں اور ہاتھ کے ہاتھ سزا جزاء سے فارغ ہو جائیں۔

۳۔ حضرت داؤد کے فضائل | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”اس جگہ ان کو (داؤد کا قصہ) یاد دلوایا کہ انہوں نے بھی ”طالوت“ کے (عہد) حکومت میں بہت صبر کیا۔ آخر حکومت ان کو ملی اور (جالوت) وغیرہ مخالفوں کو جہاد سے زیر کیا۔ یہ ہی نقشہ ہوا ہمارے پیغمبر کا۔“ تنبیہ | ”ذالایہ“ کا ترجمہ حضرت شاہ صاحبؒ نے ”ہاتھ کے بل والا“ کیا ہے۔ یعنی قوت سلطنت، یا ادھر اشارہ ہو کہ ان کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا۔ یا ”ہاتھ کا بل“ یہ کہ سلطنت کا مال نہ کھاتے اپنے دست و بازو سے کسب کر کے کھاتے۔ اور ”اواب“ یعنی ہر معاملہ میں اللہ کی طرف رجوع رہتے تھے۔

۴۔ یعنی صبح و شام جب حضرت داؤد تسبیح پڑھتے، پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ اس کے متعلق کچھ مضمون سورہ ”سبا“ میں گذر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

۵۔ یاسب اس کے ساتھ مل کر اللہ کی طرف رجوع رہتے۔ کما قال بعض المفسرین۔

۶۔ یعنی دنیا میں اس کی سلطنت کی دھاک بٹھلا دی تھی اور اپنی اعانت و نصرت سے مختلف قسم کی کثیر التعداد فوجیں دے کر خوب اقتدار جما دیا تھا۔

۷۔ حضرت داؤد کا کمال خطاب | یعنی بڑے مدبر و دانا تھے۔ ہر بات کا فیصلہ بڑی خوبی سے کرتے اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر ہوتی تھی۔ بہر حال حق تعالیٰ نے ان کو نبوت، حسن تدبیر، قوت فیصلہ اور طرح طرح کے علمی و عملی کمالات عطا فرمائے تھے۔ لیکن امتحان و ابتلاء سے وہ بھی نہیں بچے۔ جس کا قصہ آگے بیان کرتے ہیں۔

۸۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی تقسیم اوقات | حضرت داؤد نے تین دن کی باری رکھی تھی۔ ایک دن دربار اور فصل خصوصیات کا، ایک دن اپنے اہل و عیال کے پاس رہنے کا، ایک دن خالص اللہ کی عبادت کا۔ اس دن خلوت میں رہتے تھے دربان کسی کو آنے نہ دیتے۔ ایک دن عبادت میں مشغول تھے کہ ناگاہ کئی شخص دیوار پھاند کر ان کے پاس آکھڑے ہوئے داؤد علیہ السلام باوجود اپنی قوت و شوکت کے یہ ناگہانی ماجرا دیکھ کر گھبرا اٹھے کہ یہ آدمی ہیں یا کوئی اور مخلوق ہے۔ آدمی ہیں تو ناوقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ دربانوں نے کیوں نہیں روکا؟ اگر دروازے سے نہیں آئے تو اتنی اونچی دیواروں کو پھاندنے کی کیا سبیل کی ہوگی خدا جانے ایسے غیر معمولی طور پر کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں۔ غرض اچانک یہ عجیب و مہیب واقعہ دیکھ کر خیال دوسری طرف بٹ گیا اور عبادت میں جیسی یکسوئی کے ساتھ مشغول تھے، قائم نہ رہ سکی۔

۹۔ ایک عجیب مقدمہ | آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں اور ہم سے خوف نہ کھائیے۔ ہم دو فریق اپنے اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہم میں منصفانہ فیصلہ کر دیجئے۔ کوئی بے راہی اور ٹالنے کی بات نہ ہو۔ ہم عدل و انصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں (شاید گفتگو کا یہ عنوان دیکھ کر حضرت داؤد اور زیادہ متعجب ہوئے ہوں)

اَخِي تَقَالَهُ تَسْعُ وَتَسْعُونَ نَجَّةً وَلِي نَعْبَةٍ وَاحِدَةً تَف

بھائی ہے میرا اس کے یہاں ہیں ننانوے دنیاوی اور میرے یہاں ایک دینی

فَقَالَ اَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۱۳ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ

پھر کہتا ہے حوالہ کر دے میرے وہ بھی اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں ♦ بولا وہ بے انصافی کرتا ہے تجھ پر

سُؤَال نَعَجَتِكَ اِلَى نِعَاجِهِ ۱۴ وَانْ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ

کہ مانگتا ہے تیری دینی ملائے کو اپنی دنیاویوں میں ♦ اور اکثر شریک

لِيَبْغِيَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

زیادتی کرتے ہیں ایک دوسرے پر مگر جو یقین لائے ہیں اور کام کئے نیک

وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۝ وَظَنَّ دَاوُدُ اَنَّمَا فِتْنَتُهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ

اور تھوڑے لوگ ہیں ایسے ♦ اور خیال میں آیا داؤد کے کہ ہم نے اس کو جانچا پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے

وَحَزَرَ اِكْعًا ۚ وَاَنَابَ ۱۵ فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ ۝ وَاِنَّ لَهُ

اور گر پڑا جھک کر اور رجوع ہوا پھر ہم نے معاف کر دیا اس کو وہ کام ♦ اور اس کے لیے

♦ یعنی جھگڑا یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے دنیاوی ہیں اور میرے ہاں صرف ایک دینی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی کسی طرح مجھ سے چھین کر اپنی سو پوری کر لے۔ اور مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جیسے مال میں یہ مجھ سے زیادہ ہے بات کرنے میں بھی مجھ سے تیز ہے۔ جب بولتا ہے تو مجھ کو دبا لیتا ہے اور لوگ بھی اسی کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ غرض میرا حق چھیننے کے لئے زبردستی کی باتیں کرتا ہے۔

♦ حضرت داؤد نے بقاعدہ شریعت ثبوت وغیرہ طلب کیا ہوگا۔ آخر میں یہ فرمایا کہ بیشک (اگر یہ تیرا بھائی ایسا کرتا ہے تو) اس کی زیادتی اور نا انصافی ہے۔ چاہتا ہے کہ اس طرح اپنے غریب بھائی کا مال ہڑپ کر جائے (مطلب یہ کہ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے)

♦ یعنی شرکاء کی عادت ہے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی قوی حصہ دار چاہتا ہے کہ ضعیف کو کھاجائے۔ صرف اللہ کے ایماندار اور نیک بندے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر وہ دنیا میں بہت ہی تھوڑے ہیں۔

♦ حضرت داؤد کا امتحان یعنی اس قصہ کے بعد داؤد کو تنبیہ ہوا کہ میرے حق میں یہ ایک فتنہ اور امتحان تھا۔ اس خیال کے آتے ہی اپنی خطا معاف کرانے کے لئے نہایت عاجزی کے ساتھ خدا کے سامنے جھک پڑے۔ آخر خدا نے ان کی وہ خطا معاف کر دی۔

داؤد علیہ السلام کی وہ خطا کیا تھی؟ جس کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اس کے متعلق مفسرین نے بہت سے لمبے چوڑے قصے بیان کیے ہیں۔ مگر حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ "قد ذکر المفسرون ههنا قصة اكثر هاما خو ذمن الاسرائیلیات ولم یثبت فیها عن المعصوم حدیث یجب اتباعه۔" اور حافظ ابو محمد ابن حزم نے کتاب الفصل میں بہت شدت سے ان قصوں کی تردید کی ہے۔ باقی ابوحیان وغیرہ نے ان قصوں سے علیحدہ ہو کر آیات کا جو محمل بیان کیا ہے وہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ ہمارے نزدیک اصل بات وہ ہے جو ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ یعنی داؤد علیہ السلام کو یہ ابتلاء ایک طرح کے اعجاب کی بناء پر پیش آیا۔ صورت یہ ہوئی کہ داؤد علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے پروردگار! رات اور دن میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں داؤد کے گھرانے کا کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت (یعنی نماز یا تسبیح و تکبیر) میں مشغول نہ رہتا ہو۔ (یہ اس لئے کہا کہ انہوں نے روز و شب کے چوبیس ۲۴ گھنٹے اپنے گھر والوں پر نوبت بہ نوبت تقسیم کر رکھے تھے تا ان کا عبادت خانہ کسی وقت عبادت سے خالی نہ رہنے پائے) اور بھی کچھ اس قسم کی چیزیں عرض کیں (شاید اپنے حسن انتظام وغیرہ کے متعلق ہوں گی) اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ داؤد یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے۔ اگر میری مدد نہ ہو تو اس چیز پر قدرت نہیں پاسکتا۔ (ہزار کوشش کرے، نہیں نباہ سکے گا) قسم ہے اپنے جلال کی میں تجھ کو ایک روز تیرے نفس کے سپرد کر دوں گا۔ (یعنی اپنی مدد ہٹا لوں گا۔ دیکھیں اس وقت تو کہاں تک اپنی عبادت میں مشغول رہ سکتا اور اپنا انتظام قائم رکھ سکتا ہے) داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار! مجھے اس دن کی خبر کر دیجئے۔ بس اسی دن فتنہ میں مبتلا ہو گئے (اخرج هذا الاثر الحاكم في المستدرک وقال صحيح الامناد واقربه الذهبی فی التلخیص) یہ روایت بتلاتی ہے کہ فتنہ کی نوعیت صرف اسی قدر ہونی چاہئے کہ جس وقت داؤد عبادت میں مشغول ہوں باوجود پوری کوشش کے مشغول نہ رہ سکوں اور اپنا انتظام قائم نہ رکھ سکوں۔ چنانچہ آپ پڑھ چکے کہ کس بے قاعدہ اور غیر معمولی طریقہ سے چند اشخاص نے اچانک عبادت خانہ میں داخل ہو کر حضرت داؤد کو گھبرا دیا اور ان کے شغل خاص سے ہٹا کر اپنے جھگڑے کی طرف متوجہ کر لیا۔ بڑے بڑے پہرے اور انتظامات ان کو داؤد کے پاس پہنچنے سے نہ روک سکے۔ تب داؤد کو خیال ہوا کہ اللہ نے میرے اس دعوے کی وجہ سے اس فتنہ میں مبتلا کیا۔ لفظ "فتنہ" کا اطلاق اس جگہ تقریباً ایسا سمجھو جیسے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بچپن میں قیص پہن کر لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے حضورؐ نے منبر پر سے دیکھا اور خطبہ قطع کر کے ان کو اوپر اٹھالیا اور فرمایا صدق اللہ "إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" بعض آثار میں ہے کہ بندہ اگر کوئی نیکی کر کے کہتا ہے کہ "اے پروردگار! میں نے یہ کام کیا، میں نے صدقہ کیا، میں نے نماز پڑھی، میں نے کھانا کھلایا۔" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور میں نے تیری مدد کی اور میں نے تجھ کو توفیق دی۔" اور جب بندہ کہتا ہے کہ اے پروردگار تو نے مدد کی، تو نے مجھ کو توفیق بخشی اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا۔" تو اللہ کہتا ہے "اور تو نے عمل کیا تو نے ارادہ کیا تو نے یہ نیکی کمائی۔" (مدارج السالکین ج ۱ ص ۹۹) اسی سے سمجھ لو کہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا اپنے حسن انتظام کو جلتا تے ہوئے یہ فرمانا کہ اے پروردگار! رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں میں یا میرے متعلقین تیری عبادت میں مشغول نہ رہتے ہوں کیسے پسند آ سکتا تھا۔ بڑوں کی چھوٹی چھوٹی بات پر گرفت ہوتی ہے۔ اسی لیے ایک آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے تا متنبہ ہو کر اپنی غلطی کا تذکرہ کریں۔ چنانچہ تذکرہ کیا اور خوب کیا۔ میرے نزدیک آیت کی بے تکلف تقریر یہ ہی ہے۔ باقی حضرت شاہ صاحبؒ نے اسی مشہور قصہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ موضح القرآن میں دیکھ لیا جائے۔

عِنْدَنَا كُزُفٌ وَحُسْنٌ مَّائٍ ۝ يَدَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ

ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا ♦ اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو

خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَأَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

نائب ملک میں سوتو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور نہ چل

الْهُوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ

جی کی خواہش پر پھر وہ تجھ کو بھلا دے اللہ کی راہ سے مقرر جو لوگ بھلتے ہیں

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ

اللہ کی راہ سے ان کے لیے سخت عذاب ہے ♦ اس بات پر کہ بھلا دیا انہوں نے دن

الْحِسَابِ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

حساب کا ♦ اور ہم نے نہیں بنایا آسمان اور زمین کو اور جو ان کے بیچ میں ہے

بَاطِلًا ذَلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا

نکما یہ خیال ہے ان کا جو منکر ہیں سو خرابی ہے منکروں کے لیے

مِنَ النَّارِ ۝ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

آگ سے ♦ کیا ہم کر دیں گے ایمان والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں

كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۝

برابر ان کے جو خرابی ڈالیں ملک میں کیا ہم کر دیں گے ڈرنے والوں کو برابر ڈھیٹھ (بیباک) لوگوں کے ♦

كُنْتُ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا

ایک کتاب ہے جو اتاری ہم نے تیری طرف برکت کی تا دھیان کریں لوگ اس کی باتیں اور تا سمجھیں

یعنی بدستور مقرب بارگاہ ہیں اس غلطی سے تقرب اور مرتبہ میں فرق نہیں آیا۔ صرف تھوڑی سی تنبیہ کر دی گئی۔ کیونکہ مقربین کی چھوٹی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔ ”حَسَنَاتِ الْاِبْرَارِ سَبَنَاتِ الْمُقَرَّبِينَ“ گرچہ یک موبد گنہ کو جستہ بود لیک آں مودر دودیدہ رستہ بود بود آدم دیدہ نور قدیم موعے دردیدہ بود کوہ عظیم۔

حضرت داؤد کو خلافت ارضی کی عطاء | یعنی خدا نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا۔ لہذا اسی کے حکم پر چلو اور معاملات کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ شریعت الہی کے موافق کرتے رہو۔ کبھی کسی معاملہ میں خواہش نفس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے۔ کیونکہ یہ چیز آدمی کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے۔ اور جب انسان اللہ کی راہ سے بہکا تو پھر ٹھکانا کہاں۔

یعنی عموماً خواہشات نفسانی کی پیروی اسی لئے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا۔ اگر یہ بات متحضر رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی خواہش کو مقدم نہ رکھے تنبیہ ممکن ہے کہ ”یوم الحساب“ کا تعلق ”لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ“ کے ساتھ ہو۔ نَسُوا کے ساتھ نہ ہو۔ یعنی اللہ کے احکام بھلا دینے کے سبب سے ان پر سخت عذاب ہوگا حساب کے دن۔

اس زندگی کا اصل مقصد | یعنی جس کا آگے کچھ نتیجہ نہ نکلے۔ بلکہ اس دنیا کا نتیجہ ہے آخرت، لہذا یہاں رہ کر وہاں کے لئے کچھ کام کرنا چاہئے، اور وہ کام یہ ہی ہے کہ انسان اپنی خواہشات کی پیروی چھوڑ کر حق و عدل کے اصول پر کار بند ہو۔ اور خالق و مخلوق دونوں سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھے۔ یہ نہ سمجھے کہ بس دنیا کی زندگی ہے۔ کھاپی کر ختم کر دیں گے۔ آگے حساب کتاب کچھ نہیں۔ یہ خیالات تو ان کے ہیں جنہیں موت کے بعد دوسری زندگی سے انکار ہے۔ سو ایسے منکروں کے لئے آگ تیار ہے۔

مومن اور مفسد برابر نہیں ہو سکتے | یعنی ہمارے عدل و حکمت کا اقتضاء یہ نہیں کہ نیک ایماندار بندوں کو شریروں اور مفسدوں کی برابر کر دیں یا ڈرنے والوں کے ساتھ بھی وہ ہی معاملہ کرنے لگیں جو ڈھیٹ اور نڈر لوگوں کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اسی لئے ضرور ہوا کہ کوئی وقت حساب و کتاب اور جزاء سزا کا رکھا جائے۔ لیکن دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے نیک اور ایماندار آدمی قسم قسم کی مصائب و آفات میں مبتلا رہتے ہیں اور کتنے ہی بدمعاش بے حیا مزے چمین اڑاتے ہیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ موت کے بعد دوسری زندگی کی جو خبر مخبر صادق نے دی ہے عین مقتضائے حکمت ہے۔ وہاں ہی ہر نیک و بد کو اس کے برے بھلے کام کا بدلہ ملے گا۔ پھر ”یوم الحساب“ کی خبر کا انکار کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

الْأَلْبَابِ ۝ وَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعَمَ الْعَبْدِ إِنَّهُ

عقل والے ♦ اور دیا ہم نے داؤد کو سلیمان ♦ بہت خوب بندہ (ہماری طرف) وہ ہے

أَوَّابٌ ۝ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّفِيفَتُ الْجَبَادُ ۝

رجوع رہنے والا جب دکھانے کو لائے اس کے سامنے شام کو گھوڑے بہت خامے

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي ۝ حَتَّى

تو بولا میں نے دوست رکھا مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے یہاں تک

تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رَدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ

کہ سورج چھپ گیا اوٹ میں پھیر لاؤ ان کو میرے پاس پھر لگا جھاڑنے ان کی پنڈلیاں

وَالْأَعْنَاقِ ۝ وَلَقَدْ فُتِنَّا سُلَيْمَانَ وَالْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ

اور گردنیں ♦ اور ہم نے جانچا سلیمان کو اور ڈال دیا اس کے تخت پر

جَسَدًا ثَمَّ أَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا

ایک دھڑ پھر وہ رجوع ہوا ♦ بولا اے رب میرے معاف کر مجھ کو اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی کہ

♦ مبارک کتاب | یعنی جب نیک اور بد کا انجام ایک نہیں ہو سکتا تو ضرور تھا کہ کوئی کتاب ہدایت مآب حق تعالیٰ کی طرف سے آئے جو لوگوں کو خوب معقول طریقہ سے ان کے انجام پر آگاہ کر دے۔ چنانچہ اس وقت یہ کتاب آئی جس کو قرآن مبین کہتے ہیں۔ جس کے الفاظ، حروف، نقوش اور معانی و مضامین ہر چیز میں برکت ہے۔ اور جو اسی غرض سے اتاری گئی ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور عقل رکھنے والے اس کی نصیحتوں سے مستفیع ہوں چنانچہ اس آیت سے پہلے ہی آیت میں دیکھ لو، کس قدر صاف، فطری اور معقول طریقہ سے مسئلہ معاد کو حل کیا ہے کہ تھوڑی عقل والا بھی غور کرے تو صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ تنبیہ | شاید ”تذکر“ سے قوت علمیہ کی اور ”تذکر“ سے قوت عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہو۔ یہ سب باتیں حضرت داؤد کے تذکرہ کے ذیل میں آگئی تھیں۔ آگے پھر ان کے قصہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔

♦ یعنی سلیمان بنادیا جو انہی کی طرح نبی اور بادشاہ ہوا۔

♦ حضرت سلیمانؑ اور جہاد کے گھوڑے | یعنی نہایت اصل، شائستہ اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کے لئے پرورش کئے گئے تھے ان کے سامنے پیش ہوئے۔ ان کا معائنہ کرتے ہوئے دیر لگ گئی۔ حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ شاید اس شغل میں عصر کے

وقت کا وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے ہوں۔ اس پر کہنے لگے کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر ایک طرف ذکر اللہ (یا خدا) سے بظاہر علیحدگی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اسی کی یاد سے وابستہ ہے۔ جب جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے تو اس کے معدات و مبادی کا تفقد کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہوگا آخر اللہ تعالیٰ جہاد اور آخرت اور آلات جہاد کے مہیا کرنے کی ترغیب نہ دیتا تو اس مال نیک سے ہم اس قدر محبت کیوں کرتے۔ اسی جذبہ جہاد کے جوش و افراط میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاؤ۔ چنانچہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان غایت محبت و اکرام سے ان کی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے اور صاف کرنے لگے۔ آیت کی یہ تقریر بعض مفسرین نے کی ہے۔ اور لفظ ”حب الخیر“ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ گویا خیر کا لفظ اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو نبی کریم ﷺ نے۔ حدیث میں فرمایا۔ ”الْخَيْلُ مَعْقُودَةٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“

اس آیت کی دوسری تفسیر | لیکن دوسرے علماء نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ حضرت سلیمان کو گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول ہو کر اس وقت کی نماز یا وظیفہ سے ذہول ہو گیا (اور ذہول و نسیان انبیاء کے حق میں محال نہیں) (فرمایا کہ دیکھو!) مال کی محبت نے مجھ کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا حتیٰ کہ غروب آفتاب تک میں اپنا وظیفہ ادا نہ کر سکا۔ یہ مانا کہ اس مال کی محبت میں بھی ایک پہلو عبادت کا اور خدا کی یاد کا تھا۔ مگر خواص و مقربین کو یہ فکر بھی رہتی ہے کہ جس عبادت کا جو وقت مقرر ہے اس میں تخلف نہ ہو۔ اور ہوتا ہے تو صدمہ اور قلق سے بے چین ہو جاتے ہیں (گو عذر سے ہو) گرز باغ دل خلا لے کم بود بردل سالک ہزاراں غم بود۔ ”غزوہ خندق“ میں دیکھ لو نبی کریم ﷺ کی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔ باوجودیکہ کہ آپ عین جہاد میں مشغول تھے اور کسی قسم کا ذنب آپ پر نہ تھا، لیکن جن کفار کے سبب سے ایسا پیش آیا، آپ ان کے حق میں ”مَلَا اللَّهُ بَيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا“ وغیرہ الفاظ سے بددعا فرما رہے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک موقت عبادت کے فوت ہو جانے سے بیتاب ہو گئے۔ حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ (جو یا دالہی کے فوت ہونے کا سبب بنے ہیں) جب لائے گئے تو شدت غیرت اور غلبہ حب الہی میں تلواریں لے کر ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنا شروع کر دیں۔ تا سبب غفلت کو اپنے سے اس طرح علیحدہ کریں کہ وہ فی الجملہ کفارہ اس غفلت کا ہو جائے۔ شاید ان کی شریعت میں قربانی گھوڑے کی جائز ہوگی اور ان کے پاس گھوڑے وغیرہ اس کثرت سے ہوں گے ان چند گھوڑوں کے قربان کرنے سے مقصد جہاد میں کوئی خلل نہ پڑتا ہوگا۔ اور لفظ ”فَطَفِقَ مَسْحًا“ سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ سب گھوڑوں کو قتل ہی کر گزرے ہوں۔ محض اتنا ہے کہ یہ کام شروع کر دیا۔ واللہ اعلم۔ اس تقریر کی تائید ایک حدیث مرفوعہ سے ہوتی ہے جو طبرانی نے باسناد حسن ابی بن کعب سے روایت کی ہے (راجع روح المعانی وغیرہ)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان | حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک روز قسم کھائی کہ آنحضرت میں اپنی تمام عورتوں کے پاس جاؤں گا (جو تعداد میں ستر یا نوے یا سو کے قریب تھیں) اور ہر ایک عورت ایک بچہ جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ فرشتہ نے القاء کیا کہ ”انشاء اللہ“ کہہ لیجئے۔ مگر (باوجود دل میں موجود ہونے کے) زبان سے نہ کہا خدا کا کرنا کہ اس مباشرت کے نتیجے میں ایک عورت نے بھی بچہ نہ جنا۔ صرف ایک عورت سے ادھورا بچہ ہوا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دایہ نے وہ ہی ادھورا بچہ ان کے تحت پر لا کر ڈال دیا۔ کہ لو اب یہ تمہاری قسم کا نتیجہ ہے (اسی کو یہاں ”جسد“ (دھڑ) سے تعبیر کیا ہے) یہ دیکھ کر حضرت سلیمان عداوت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہوئے۔ اور ”انشاء اللہ“ نہ کہنے پر استغفار کیا۔ نزدیکان را پیش بود حیرانی۔ حدیث میں ہے کہ اگر ”انشاء اللہ“ کہہ لیتے تو بیشک اللہ ویسا ہی کر دیتا جو ان کی تمنا تھی۔ تنبیہ | اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر دوسری طرح کی اور اس موقع پر بہت سے بے سرو پا قصے سلیمان علیہ السلام کی انگشتی اور جنوں کے نقل کیے ہیں جسے دلچسپی ہو۔ کتب تفسیر میں دیکھ لے۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ ”وقد رويت هذه القصة مطولة عن جماعة من السلف رضی اللہ عنہم و کلہا متلفاة من قصص اهل الكتاب۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب“

يَتَّبِعُنِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَرْنَا

مناسب نہ ہو (نہ پیچھے کسی پر، نہ ملنی چاہیے کسی کو) کسی کے میرے پیچھے بے شک تو ہے سب کچھ بخشنے والا ﴿۳۵﴾ پھر ہم نے تابع کر دیا

لَهُ الرِّبِّيَّ تَجَرَّى بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيْطَانُ

اس کے ہوا کو چلتی تھی اس کے حکم سے نرم نرم جہاں پہنچنا چاہتا اور تابع کر دیئے شیطان

كُلَّ بَنَاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَآخِرِينَ مُقَرَّرِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٣٨﴾

سارے عمارت کرنے والے اور غوطے لگانے والے ﴿۳۷﴾ بہت سے اور جو باہم جکڑے ہوئے ہیں بیڑیوں میں ﴿۳۸﴾

هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَإِن

یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کر یا رکھ چھوڑ (اپنے پاس) کچھ حساب نہ ہوگا ﴿۳۹﴾ اور

لَهُ عِنْدَنَا لُزْلِفَىٰ وَحُسْنٌ مَّآبٍ ﴿٤٠﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ م

اس کا (اس کے لیے) ہمارے یہاں مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا ﴿۴۰﴾ اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو

إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ﴿٤١﴾

جب اس نے پکارا اپنے رب کو کہ مجھ کو لگا دی شیطان نے ایذا (بیماری) اور تکلیف ﴿۴۱﴾

أَرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَ

لات مارا اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا (نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو اور

وَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرًا

بخشنے ہم نے اس کو اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور ان کے ساتھ اپنی طرف کی مہربانی سے اور یاد رکھنے کو عقل

لِأُولَى الْأَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْتًا فَاضْرِبْ بِهِ

والوں کے (غظندوں کے) ﴿۴۳﴾ اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پھر اس سے مار لے

◆ حضرت سلیمانؑ کی دعا | یعنی ایسی عظیم الشان سلطنت عنایت فرما جو میرے سوا کسی کو نہ ملے، نہ کوئی دوسرا اس کا اہل ثابت ہو یا یہ مطلب ہے کہ کسی کو حوصلہ نہ ہو کہ مجھ سے چھین سکے۔ تنبیہ | احادیث میں ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اجابت کا وعدہ فرمایا ہے یعنی وہ دعا ضرور ہی قبول کریں گے۔ شاید حضرت سلیمانؑ کی یہ وہی دعا ہو۔ آخر نبی زادے اور بادشاہ زادے تھے۔ دعا میں بھی یہ رنگ رہا کہ بادشاہت ملے اور اعجازی رنگ کی ملے۔ وہ زمانہ ملوک اور جبارین کا تھا، اس حیثیت سے بھی یہ دعا مذاق زمانہ کے موافق تھی اور ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقصد ملک حاصل کرنے سے اپنی شوکت و حشمت کا مظاہرہ کرنا نہیں۔ بلکہ اس دین کا ظاہر و غالب کرنا اور قانون مساوی کا پھیلانا ہوتا ہے جس کے وہ حامل بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ لہذا اس کو دنیا داروں کی دعا پر قیاس نہ کیا جائے۔

◆ جنات اور ہواؤں کی تسخیر | یعنی جن انکے حکم سے بڑی بڑی عمارتیں بنانے اور موتی وغیرہ نکالنے کے لئے دریاؤں میں غوطے لگاتے تھے۔ ہوا اور جنات کے تابع کرنے کے متعلق پہلے سورہ ”سبا“ وغیرہ میں کچھ تفصیل گزر چکی ہے۔

یعنی بہت سے جنات اور تھے جن کو سرکشی اور شرارت و تمرد کی وجہ سے قید کر کے ڈال دیا تھا۔

◆ یعنی کسی کو بخشش دو یا نہ دو تم مختار ہو۔ اس قدر بے حساب دیا، اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیا دی اور مختار کر دیا۔ حساب معاف کر کے لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت سے نوکرے بنا کر۔“

◆ حضرت سلیمانؑ کا تقرب | یعنی بادشاہت کے باوجود جو روحانی تقرب اور مرتبہ ہمارے ہاں حاصل ہے اور فردوس بریں میں جو اعلیٰ سے اعلیٰ ٹھکانا تیار ہے وہ بجائے خود رہا۔

◆ حضرت ایوبؑ کا واقعہ | قرآن کریم کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن امور میں کوئی پہلو شریا یا اذہاء کا یا کسی مقصد صحیح کے فوت ہونے کا ہوا ان کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں آیا۔ ”وَمَا آتَيْنَاهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ“ (کہف۔ رکوع ۹) کیونکہ اکثر اس قسم کی چیزوں کا سبب قریب یا بعید کسی درجہ میں شیطان ہوتا ہے۔ اسی قاعدہ سے حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری یا تکلیف و آزار کی نسبت شیطان کی طرف کی گویا تو انصاف و تادبا یہ ظاہر کیا کہ ضرور مجھ سے کچھ تسامح یا کوئی غلطی اپنے درجہ کے موافق صادر ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں یہ آزار پیچھے لگا۔ یا حالت مرض و شدت میں شیطان القائے وساوس کی کوشش کرتا ہوگا اور یہ اس کی مدافعت میں تعب و تکلیف اٹھاتے ہوں گے۔ اس کو نصب و عذاب سے تعبیر فرمایا۔ واللہ اعلم۔ تنبیہ | حضرت ایوبؑ کا قصہ ”سورہ انبیاء“ میں گزر چکا۔ وہاں ملاحظہ کر لیا جائے مگر واضح رہے کہ قصہ گو یوں نے حضرت ایوبؑ کی بیماری کے متعلق جو افسانے بیان کئے ہیں اس میں مبالغہ بہت ہے۔ ایسا مرض جو عام طور پر لوگوں کے حق میں تضرع اور استغفار کا موجب ہو انبیاء علیہم السلام کی وجاہت کے منافی ہے کما قال تعالیٰ ”وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ إِذْ وَاعَدُوا اللَّهَ فَأَلَوْا وَكَانَ اللَّهُ وَجِيهًا“ (احزاب۔ رکوع ۹) لہذا اسی قدر بیان قبول کرنا چاہئے جو منصب نبوت کے منافی نہ ہو۔

◆ حضرت ایوبؑ کیلئے پانی کا چشمہ | جب اللہ نے چاہا کہ ان کو چنگا کرے، حکم دیا کہ زمین پر پاؤں ماریں۔ پاؤں مارنا تھا کہ قدرت نے وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکال دیا۔ اسی سے نہایا کرتے اور پانی پیتے۔ وہ ہی ان کی شفاء کا سبب ہوا۔ اور ان کے گھرانے کے لوگ جو چھت کے نیچے دب کر مر گئے تھے اللہ نے اپنی مہربانی سے ان سے دو گنے عطا کئے تا عظیم لوگ ان واقعات کو دیکھ کر سمجھیں کہ جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا اور خدائے واحد کی طرف رجوع ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کی کس طرح کفالت و اعانت فرماتے ہیں۔

وَلَا تَحْذُثْ ۖ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۖ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ

اور قسم میں جھوٹا نہ ہو ♦ ہم نے اس کو پایا جھیلنے والا (سہارنے والا) بہت خوب بندہ تحقیق

اَوَابٌ ۝۳۳ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اِبْرٰهٖمَ ۖ وَاسْحَقَ وَيَعْقُوبَ اُولٰٓئِ

وہ ہے رجوع رہنے والا اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحق اور یعقوب

الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ۖ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرُ

ہاتھوں والے اور آنکھوں والے ♦ ہم نے امتیاز دیا ان کو ایک چنی ہوئی بات کا وہ یاد

الدَّارِ ٢٦ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ٢٧

اس گھر کی ۳ اور وہ سب ہمارے نزدیک ہیں چنے ہوئے نیک لوگوں میں

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ٣٨ ط

اور یاد کر اسمعیل کو اور اسع کو اور ذوالکفل کو اور ہر ایک تھاخونی والا

هَذَا ذِكْرُ وَإِنَ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْن مَّآبٍ ﴿٣٦﴾ جَذَتْ

یہ ایک مذکور ہو چکا **◆** اور تحقیق ڈر (رکھنے) والوں کے لیے ہے اچھا ٹھکانا باغ ہیں

عَدْنِ مُفْتَحَةً لَهُمُ الْأَبْوَابُ ۝ مُتَكِينِينَ فِيهَا يَدْعُونَ

سدا بننے کے کھول رکھے ہیں ان کے واسطے دروازے ۶


تکیر لگائے ہوئے بیٹھے ان میں

منگوائیں گے

فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قَصْرَاتُ

ان میں میوے بہت اور شراب  اور ان کے پاس عورتیں ہیں

الطَّرْفِ أَنْتَرَابٌ ۝٥٢ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝٥٣ إِنَّ

نیچی نگاہ والیاں ایک عمر کی  یہ وہ ہے جو تم سے وعدہ کیا گیا حساب کے دن پر

حضرت ایوبؑ کی قسم | حضرت ایوبؑ نے حالت مرض میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی کہ تندرست ہو گئے تو اپنی عورت کو سوکڑیاں ماریں گے۔ وہ بی بی اس حالت کی رفیق تھی اور چنداں قصور وار بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے قسم چھی کرنے کا ایک حیلہ ان کو بتلادیا جو ان ہی کے لئے مخصوص تھا۔ آج اگر کوئی اس طرح کی قسم کھا بیٹھے تو اس کے پورا کرنے کے لئے اتنی بات کافی نہ ہوگی تبھی جس حیلہ سے کسی حکم شرعی یا مقصد دینی کا ابطال ہوتا ہو وہ جائز نہیں۔ جیسے اسقاط زکوٰۃ وغیرہ کے حیلے لوگوں نے نکالے ہیں۔ ہاں جو حیلہ حکم شرعی کو باطل نہ کرے بلکہ کسی معروف کا ذریعہ بنتا ہو اس کی اجازت ہے۔ والتفصیل یطلب من مظاہرہ۔

یعنی عمل اور معرفت والے جو ہاتھ پاؤں سے بندگی کرتے اور آنکھوں سے خدا کی قدرتیں دیکھ کر یقین و بصیرت زیادہ کرتے ہیں۔

حضرات انبیاء کا امتیاز | انبیاء کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے برابر خدا کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان کو سب سے ممتاز مرتبہ حاصل ہے۔

حضرت اسماعیل اور ذوالکفل کا ذکر پہلے گذر چکا اور ”السمیع“ کہتے ہیں کہ حضرت الیاس کے خلیفہ تھے ان کو بھی اللہ نے نبوت عطا فرمائی۔

یعنی یہ مذکور تو انبیاء کا تھا۔ آگے عام متقین کا انجام سن لو۔

جنت کے کھلے دروازے | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جب بہشت میں داخل ہونگے ہر کوئی بدون بتائے اپنے گھر میں چلا جائے گا۔“ آواز دے کر دروازہ کھلوانے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

یعنی قسم قسم کے میوے، پھل اور پینے کی چیزیں حسب خواہش غلمان حاضر کرینگے۔

جنت کی عورتیں ہم عمر | یعنی سب عورتیں نو جوان ایک عمر ہوں گی یا شکل و شمائل خوب میں اپنے ازواج کی ہم عمر معلوم ہونگی۔

هَذَا لِرِزْقِنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَادٍ ﴿۵۳﴾ هَذَا وَإِنَّ لِلطَّغِيْنَ

ہے روزی ہماری دی ہوئی اس کو نہیں نبرنا (کم ہونا) ♦♦♦ یہ سن چکے ♦♦♦ اور تحقیق شیروں کے واسطے ہے

لَشَرِّ مَا بَ ۙ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ فَيَنْسُ إِلَيْهَا ۙ هَذَا ۙ

براٹھکانا دوزخ ہے جس میں ان کو ڈالیں گے سو کیا بری آرام کرنے کی جگہ ہے یہ ہے

فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ ۖ وَغَسَّاقٌ ﴿۵۴﴾ وَآخِرُ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿۵۵﴾

اب اس کو چکھیں ♦♦♦ گرم پانی اور پیپ ♦♦♦ اور کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں

هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۖ إِنَّهُمْ صَالُوا

یہ ایک فوج ہے دھنستی آ رہی ہے تمہارے ساتھ • جگہ نہ ملو ان کو یہ ہیں گھنے والے

النَّارِ ﴿۵۶﴾ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ قَدْلَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنْتُمْ قَدْ مَتَمَّوْهُ

آگ میں وہ بولے بلکہ تم ہی ہو کہ جگہ نہ ملو تم کو تم ہی پیش لائے

لَنَا ۖ فَيَنْسُ الْقَرَارُ ﴿۵۷﴾ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا

ہمارے (ہم پر) یہ بلا سو کیا بری ٹھہرنے کی جگہ (قرار گاہ) ہے ♦♦♦ وہ بولے اے رب ہمارے جو کوئی لایا ہمارے پیش یہ

فِرْدَوْهٗ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۵۸﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرٰ

سو بڑھادے اس کو دو تا عذاب آگ میں ♦♦♦ اور کہیں گے کیا ہوا کہ ہم نہیں دیکھتے

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿۵۹﴾ اتَّخَذْنَاهُمْ سَحَرِيًّا

ان مردوں کو کہ ہم ان کو شمار کرتے تھے برے لوگوں میں کیا ہم نے ان کو ٹھنڈے میں پکڑا تھا

أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْبَصَارُ ﴿۶۰﴾ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ

یا چوک گئیں ان سے ہماری آنکھیں ♦♦♦ یہ بات ٹھیک ہوتی ہے (ہو کر رہے گی) جھگڑا کرنا آپس میں

یعنی غیر منقطع اور لازوال نعمتیں ہیں جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ ”رَزَقْنَا اللّٰهَ مِنْهَا بِفَضْلِهِ وَكَرَّمَهُ
فَإِنَّهُ أَكْرَمُ الْأَكْرَمِينَ وَأَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ“
یعنی پرہیزگاروں کا انجام سن چکے۔ آگے شریروں کا انجام سن لو۔
یعنی لو! یہ حاضر ہے۔ اب اس کا مزہ چکھیں۔

اہل دوزخ کیلئے گرم پانی اور پیپ | ”غساق“ سے بعض نے کہا دوزخیوں کے زخموں کی
پیپ اور ان کی آلائشیں مراد ہیں جس میں سانپوں بچھوؤں کا زہر ملا ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک
”غساق“ حد سے زیادہ ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جس کے پینے سے سخت اذیت ہو۔ گویا ”حیم“ کی
پوری ضد۔ واللہ اعلم۔

اہل دوزخ کی گفتگو | یہ گفتگو دوزخیوں کی آپس میں ہوگی، جس وقت فرشتے ان کو یکے بعد
دیگرے لالا کر دوزخ کے کنارے پر جمع کریں گے۔ پہلا گروہ سرداروں کا ہوگا بعدہ ان کے مقلدین
واجتماع کی جماعت آئیں گی اس کو دور سے آتے ہوئے دیکھ کر پہلے لوگ کہیں گے کہ لو! یہ ایک اور فوج
دھنستی اور کھتی ہوئی تمہارے ساتھ دوزخ میں گرنے کے لئے چلی آرہی ہے۔ خدا کی مار ان پر۔ یہ بھی
یہیں آکر مرنے کو تھے۔ خدا کرے ان کو کہیں کشادہ جگہ نہ ملے۔ اس پر وہ جواب دیں گے کہ کم بختو! تمہی
پر خدا کی مار ہو خدا تم کو ہی کہیں آرام کی جگہ نہ دے، تم ہی تھے جن کے اغواء و اضلال کی بدولت آج ہم
کو یہ مصیبت پیش آئی۔ اب بتاؤ کہاں جائیں۔ جو کچھ ہے یہی جگہ ٹھہرنے کی ہے جس طرح ہو
یہاں ہی سب مرو کھبو۔

یعنی آپس میں لعن طعن کر کے پھر حق تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے پروردگار! جو اپنی شقاوت سے یہ بلا
اور مصیبت ہمارے سر پر لایا۔ اس کو دوزخ میں دو گنا عذاب دیجئے۔ شاید سمجھیں گے کہ ان کا دو گنا
عذاب دیکھ کر ذرا دل ٹھنڈا ہو جائیگا۔ حالانکہ وہاں تسلی کا سامان کہاں؟ ایک دوسرے کو کوسنا اور پھنکارنا
یہ بھی ایک مستقل عذاب ہوگا۔

وہاں دیکھیں گے کہ سب جان پہچان والے لوگ ادنیٰ و اعلیٰ دوزخ میں جا چکے واسطے جمع ہوئے ہیں۔
مگر جن مسلمانوں کو پہچانتے تھے اور سب سے زیادہ بڑا جان کر مذاق اڑایا کرتے تھے وہ اس جگہ نظر
نہیں آتے، تو حیران ہو کر کہیں گے کہ کیا ہم نے غلطی سے ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا وہ اس قابل نہ تھے
کہ آج دوزخ کے نزدیک رہیں، یا اسی جگہ کہیں ہیں پر ہماری آنکھیں چوک گئیں۔ ہمارے دیکھنے
میں نہیں آتے۔

چند

أَهْلِ النَّارِ ۚ قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۚ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا

دوزخیوں کا ♦ تو کہہ میں تو یہی ہوں ڈر سنا دینے والا اور حاکم کوئی نہیں مگر

اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

اللہ اکیلا دہاؤ والا رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو

بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۚ قُلْ هُوَ نَبِيُّ عَظِيمٍ ۚ أَنْتُمْ

ان کے بچ میں ہے زبردست گناہ بخشنے والا ♦ تو کہہ یہ ایک بڑی خبر ہے کہ تم

عَنْهُ مُعْرِضُونَ ۚ مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ

اس کو دھیان میں نہیں لاتے ♦ مجھ کو کچھ خبر نہ تھی اوپر کی مجلس کی

إِذْ يَخْتَصِمُونَ ۚ إِنْ يُوحَىٰ إِلَىٰ إِلَّا أَنَا نَذِيرٌ

جب وہ آپس میں ٹکرا کرتے ہیں مجھ کو تو یہی حکم آتا ہے کہ اور کچھ نہیں میں تو ڈر سنا دینے والا ہوں

مُبِينٌ ۚ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ

کھول کر ♦ جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بنا تا ہوں ایک انسان

طِينٍ ۚ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا

مٹی کا ♦ پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں میں اس میں ایک اپنی جان ♦ تو تم گر پڑو

لَهُ سَاجِدِينَ ۚ فَسَجَدَ الْمَلَكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۚ إِلَّا

اس کے آگے سجدہ میں سجدہ کیا فرشتوں نے سب نے اکٹھے ہو کر مگر

♦ اہل دوزخ کا آپس میں جھگڑا | یعنی بظاہر یہ بات خلاف قیاس ہے کہ اس افراتفری میں ایک دوسرے سے جھگڑیں۔

عذاب کا ہولناک منظر کیسے دوسری طرف متوجہ ہونے دیگا۔ لیکن یاد رکھو! ایسا ہو کر رہیگا۔ یہ بالکل یقینی چیز ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور حقیقت میں یہ ان کے عذاب کی تکمیل ہے۔

پہلے

◆ کفار کو آنحضرتؐ کی تنبیہ | میرا کام تو اتنا ہی ہے کہ تم کو اس آنے والی خوفناک گھڑی سے ہشیار کر دوں اور جو بھی ایک مستقبل آنے والا ہے اس سے بے خبر نہ رہنے دوں۔ باقی سابقہ جس حاکم سے پڑنے والا ہے وہ تو وہی اکیلا خدا ہے جس کے سامنے کوئی چھوٹا بڑا دم نہیں مار سکتا۔ ہر چیز اس کے آگے دبی ہوئی ہے۔ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی کوئی چیز نہیں جو اس کے زیر تصرف نہ ہو۔ جب تک چاہے ان کو قائم رکھے جب چاہے توڑ پھوڑ کر برابر کر دے۔ اس عزیز و غالب کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے۔ اس کے زیر دست قبضہ سے کون نکل کر بھاگ سکتا ہے اور ساتھ ہی اس کی لامحدود رحمت و بخشش کو کس کی مجال ہے، محدود کر دے۔

◆ یعنی قیامت اور اس کے احوال کوئی معمولی چیز نہیں۔ بڑی بھاری اور یقینی خبر ہے جو میں تم کو دے رہا ہوں "عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ الَّذِي لَهُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ" (نبا۔ رکوع ۱) مگر افسوس ہے کہ تم اس کی طرف سے بالکل بے فکر ہو۔ جو کچھ تمہاری خیر خواہی کو کہا جاتا ہے وہ بیان میں نہیں لاتے۔ بلکہ التامذاق اڑاتے ہو کہ کب آئے گی۔ کیونکر آئے گی اور اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے اسے جلد کیوں نہیں بلا لیتے۔ وغیر ذالک

◆ ملاء اعلیٰ کی تشریح | ملاء اعلیٰ (اوپر کی مجلس) ملائکہ مقربین وغیرہم کی مجلس ہے جن کے توسط سے تدابیر الہیہ اور تعریفات کونیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ یعنی ملاء اعلیٰ میں نظام عالم کے فناء و بقاء کے متعلق جو تدبیریں یا بخششیں اور قیل و قال ہوتی ہے۔ مجھے اس کی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جن اجزاء پر مطلع فرما دیا وہ بیان کر دیئے۔ جو کچھ کہتا ہوں اسی کی وحی و اعلام سے کہتا ہوں۔ مجھ کو یہ ہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آنے والے خوفناک مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کر دوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئے گا اور قیامت کب قائم ہوگی؟ نہ انداز کے لیے اس کی ضرورت ہے نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چند انبیاء علیہم السلام کے ایک اجتماع میں قیامت کا ذکر چلا کہ کب آئے گی سب نے حضرت ابراہیمؑ پر حوالہ کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر سب نے حضرت موسیٰؑ پر حوالہ کیا ان کی طرف سے بھی وہی جواب ملا۔ آخر سب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف رجوع کیا فرمایا "وحیہ الساعۃ" (عین قیامت کے وقوع کی گھڑی) تو مجھے بھی معلوم نہیں البتہ حق تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے الخ اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت مسیحؑ نے حضرت جبریلؑ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کیا۔ فرمایا "مَا الْمَسْنُونُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" یعنی میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ معلوم ہوا کہ ملاء اعلیٰ میں قیامت کے متعلق اس قسم کی کچھ بحث و تکرار رہتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بہت مسائل ہیں جن میں ایک طرح کی تکرار اور قیل و قال ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کا آپ سے کئی مرتبہ سوال کرنا۔ "فَإِنَّمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَىٰ" اور آپ کا جواب دینا مذکور ہے۔ مگر وہاں کے مباحثات کا علم بجز وحی الہی کے اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ ہی ذریعہ ہے جس سے اہل نار کے محاصم پر آپ کو اطلاع ہوئی۔ اسی سے ملاء اعلیٰ کے اختصام کی خبر لگی اور جو محاصم ابلیس کا آدم کے معاملہ میں ہوا جس کا ذکر آگے آتا ہے وہ بھی اسی ذریعہ سے معلوم ہوا۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "ایک یہ بھی تکرار تھی فرشتوں کی جو بیان فرمایا۔"

◆ حضرت آدمؑ کی تخلیق | یعنی ڈھانچہ ٹھیک تیار کر کے اپنی طرف سے ایک روح پھونکوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "کہ "روحی" (اپنی جان) اس لئے فرمایا کہ آب و خاک سے نہیں بنی۔ عالم غیب سے آئی۔" کچھ مضمون روح کے متعلق سورۃ "بنی اسرائیل" میں گزرا ہے۔ وہاں روح کی اس اضافت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

إِبْلِيسُ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۷﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ

ابلیس نے ◆ غرور کیا اور تھا وہ منکروں میں (سے) ◆ فرمایا اے ابلیس

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیْدَیْ ط اَسْتَکْبِرُتَ

کس چیز نے روک دیا تجھ کو سجدہ کرے اس کو جس کو میں نے بنایا اپنے دونوں ہاتھ سے ◆ یہ تو نے غرور کیا

اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِیْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنیْ مِنْ

یا تو بڑا تھا درجہ میں ◆ بولا میں بہتر ہوں اس سے مجھ کو بنایا تو نے

نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِبِیْ ﴿۴۹﴾ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ

آگ سے اور اس کو بنایا مٹی سے ◆ فرمایا تو تو نکل یہاں سے کہ تو

رَجِیْمٌ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۵۱﴾

مردود ہوا ◆ اور تجھ پر میری پھٹکار ہے اس جزا کے دن تک ◆

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالَ فَاِنَّكَ

بولا اے رب مجھ کو ڈھیل دے جس دن تک کہ مردے جی اٹھیں ◆ فرمایا تو تجھ کو

مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۵۴﴾ قَالَ

ڈھیل ہے اسی وقت کے دن تک جو معلوم ہے ◆ بولا

فَبِعِزَّتِكَ لَا اُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۵﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ

تو قسم ہے تیری عزت کی میں گمراہ کروں گا ان سب کو مگر جو بندے ہیں تیرے ان میں

الْمُخْلِصِیْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ اَقُوْلُ ﴿۵۷﴾ لَا مَلَكَ

چنے ہوئے فرمایا تو ٹھیک بات یہ ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں ◆ مجھ کو

یہ قصہ سورۃ ”بقرہ“ ”اعراف“ وغیرہ کئی سورتوں میں گذر چکا اعراف کے فوائد میں ہم نے مفصل بحث کی ہے اسے ایک مرتبہ دیکھ لیا جائے۔

حضرت شاہ صاحب ”لکھتے ہیں۔“ یہ (ابلیس اصل سے) جن تھا جو اکثر خدا کے حکم سے منکر ہیں۔ لیکن اب (اپنی کثرت عبادت وغیرہ کے سبب سے) رہنے لگا تھا فرشتوں میں۔“

ابلیس کے انکار پر حق تعالیٰ کا سوال | حضرت شاہ صاحب ”لکھتے ہیں“ یعنی بدن کو ظاہر کے ہاتھ سے اور روح کو غیب (باطن) کے ہاتھ سے۔ اللہ غیب کی چیزیں ایک طرح کی قدرت سے اور ظاہر کی چیزیں دوسری طرح کی قدرت سے بناتا ہے اس انسان میں دونوں طرح کی قدرت خرچ کی۔“ (سورۃ ”مائدہ“ میں پارہ ششم کے ختم کے قریب ”بَلْ يَذَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ“ کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے) ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعوت و صفات میں سلف کا مسلک ہی اقویٰ و احوط ہے۔

یا جان بوجھ کر اپنے کو بڑا بنانا چاہا۔ یا واقع میں تو اپنا مرتبہ ہی اونچا سمجھتا ہے۔

سورۃ اعراف میں اس کا بیان گذر چکا۔ حضرت شاہ صاحب ”لکھتے ہیں کہ آگ ہے گرم پر جوش اور مٹی سرد ہے خاموش۔ ابلیس نے آگ کو اچھا سمجھا اللہ نے اس مٹی کو پسند رکھا۔“

یعنی بہشت میں فرشتوں کی صحبت میں جاتا تھا۔ اب نکالا گیا۔

ابلیس پر لعنت | یعنی اس وقت تک تیرے اعمال کی بدولت پھٹکار بڑھتی جائے گی۔ بعدہ کیا ہوگا؟ اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ آگے آتا ہے ”لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ۔“ وہاں جو لعنت ہوگی یہاں کی لعنتیں اس کے سامنے گرد ہو جائیں گی۔

یعنی صور کے دوسرے نچے تک۔

یعنی پہلے نچے کے قریب تک۔ اس کے بعد نہیں۔

یعنی میری سب باتیں سچی اور ٹھیک ہی ہوتی ہیں۔

جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَتَّبِعُكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَا

بھرتا ہے دوزخ تجھ سے اور جو ان میں تیری راہ چلے ان سب سے تو کہہ میں

أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿۸۶﴾ إِنْ

مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ بدلہ اور میں نہیں اپنے آپ کو (بہ تکلف) بنانے والا یہ تو

هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۸۷﴾ وَلِتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿۸۸﴾

ایک فہمائش ہے سارے جہان والوں کو اور معلوم کر لو گے اس کا احوال تھوڑی دیر کے پیچھے

﴿آيَاتُهَا ۵﴾ (۳۹) سُورَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۹) ﴿رُكُوعَاتُهَا ۸﴾

سورۃ زمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچھتر آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱﴾ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ

اتارنا ہے کتاب کا اللہ سے جو زبردست ہے حکمتوں والا میں نے (ہم نے) اتاری ہے

إِلَيْكَ الْكِتَابُ بِالْحَقِّ فَأَعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ

تیری طرف کتاب ٹھیک ٹھیک سو بندگی کر اللہ کی خالص کر کر اس کے واسطے

الدِّينَ ﴿۲﴾ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا

بندگی سنتا ہے اللہ ہی کے لیے ہے بندگی خالص اور جنہوں نے پکڑ (بنا) رکھے ہیں

مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ

اس سے ورے حمایتی کہ ہم تو ان کو پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچادیں اللہ کی طرف



یعنی نصیحت سے غرض یہ ہے کہ اپنے دشمن اور دوست میں تمیز کرو۔ شیطان لعین جوازیلی دشمن ہے اس کی راہ مت چلو۔ نبیوں کا کہنا مانو جو تمہاری ہی خواہی کے لئے آئے ہیں۔ میں تم سے اس نصیحت کا کوئی صلہ یا معاوضہ نہیں مانگتا، نہ خواہ مخواہ اپنی طرف سے بنا کر کوئی بات کہتا ہوں۔ اللہ نے ایک فہمائش کی وہ تمہارے تک پہنچادی۔ تھوڑی مدت کے بعد تم خود معلوم کر لو گے کہ جو خبریں دی گئیں کہاں تک درست ہیں اور جو نصیحت کی گئی کیسی سچی اور مفید تھی۔ تم سورۃ ص بعون اللہ و حسن توفیقہ واللہ الحمد والمنہ

سورۃ الزمر

چونکہ زبردست ہے اس لئے اس کتاب کے احکام پھیل کر اور نافذ ہو کر رہیں گے۔ کوئی مقابل و مزاحم اس کے شیوع و نفاذ کو روک نہیں سکتا۔ اور حکیم ہے اس لئے دنیا کی کوئی کتاب اس کی خوبیوں اور حکمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

خالص اللہ کی عبادت کرو | یعنی حسب معمول اللہ کی بندگی کرتے رہیے جو شوائب شرک و ریاء وغیرہ سے پاک ہو اسی کی طرف قولاً و فعلاً لوگوں کو دعوت دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ اللہ اسی بندگی کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو عمل خالی از اخلاص کی اللہ کے ہاں کچھ پوچھ نہیں۔

زُلْفَىٰ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۚ

قریب (پاس) کے درجہ میں بے شک اللہ فیصلہ کر دے گا ان میں جس چیز میں وہ جھگڑ رہے ہیں

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ۝ لَوْ أَرَادَ

البتہ اللہ راہ (رستہ) نہیں دیتا اس کو جو ہو جھوٹا حق نہ ماننے والا (ناشکرا) اگر اللہ

اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۚ لَا صُطِفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ

چاہتا ہے کہ اولاد کر لے جو جن لیتا اپنی خلق میں سے جو کچھ چاہتا

سُبْحَنَهُ ۚ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ خَلَقَ السَّمَوَاتِ

وہ پاک ہے وہی ہے اللہ اکیلا دباؤ والا (زور آور) بنائے آسمان

وَالْأَرْضِ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ

اور زمین ٹھیک اور زمین ٹھیک لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے

النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ

دن کو رات پر اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو ہر ایک

يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ

چلتا ہے ایک ٹھہری ہوئی مدت پر سنا ہے وہی ہے زبردست گناہ بخشنے والا بنایا تم کو

مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَانزَلَ

ایک جی (نفس) سے پھر بنایا اسی سے اس کا جوڑا اور اتارے

لَكُمْ مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَّةً ۖ أَزْوَاجًا ۖ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ

تمہارے واسطے جو پاؤں سے آٹھ زرمادہ بناتا ہے تم کو ماں کے پیٹ میں

مشرکین کے حیلے اور اس کا جواب | عموماً مشرک لوگ یہ ہی کہا کرتے ہیں کہ ان چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کر کے ہم بڑے خدا سے نزدیک ہو جائیں گے اور وہ ہم پر مہربانی کرے گا جس سے ہمارے کام بن جائیں گے۔ اس کا جواب دیا کہ ان لچر پوچ حیلوں سے توحید خالص میں جو جھگڑے ڈال رہے ہو، اور اہل حق سے اختلاف کر رہے ہو اس کا عملی فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگے چل کر ہو جائے گا۔

یعنی جس نے دل میں یہ ہی ٹھان لی کہ کبھی سچی بات کو نہ مانوں گا۔ جھوٹ اور ناحق ہی پر ہمیشہ اڑا رہوں گا۔ منعم حقیقی کو چھوڑ کر جھوٹے محسنوں ہی کی بندگی کروں گا۔ اللہ کی عادت ہے کہ ایسے بد باطن کو فوز و کامیابی کی راہ نہیں دیتا۔

اللہ کی اولاد کے عقیدے کا عقلی رد | یہاں سے ان کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد جوہر کرتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور ساتھ ہی تین خداؤں میں کا ایک خدا مانتے ہیں۔ یا عرب کے بعض قبائل فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بغرض محال اللہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو تو ظاہر ہے وہ اپنی مخلوق ہی میں سے کسی کو اس کام کے لئے چنتا۔ کیونکہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایک خدا کے سوا جو کوئی چیز ہے سب اسی کی مخلوق ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مخلوق اور خالق میں کسی درجہ میں بھی نوعی یا جنسی اشتراک نہیں۔ پھر ایک دوسرے کا باپ یا بیٹا کیسے بن سکتا ہے۔ اور جب مخلوق و خالق میں یہ رشتہ محال ہے تو اللہ کی طرف سے ایسا ارادہ کرنا بھی محال ہوگا۔ علاوہ بریں فرض کیجئے یہ چیز محال نہ ہوتی تب بھی فرشتوں کو بیٹیاں بنانا تو کسی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا۔ جب مخلوق میں سے انتخاب کی ٹھہرتی تو اس کا کیا مطلب کہ خدا اپنے لئے گھٹیا چیز انتخاب کرتا اور بڑھیا اولاد جن جن کر تھیں دے دیتا۔

یعنی ہر چیز اس کے سامنے دبی ہوئی ہے اس پر کسی کا دباؤ نہیں۔ نہ کسی چیز کی اسے حاجت، پھر اولاد بنانا آخر کس غرض سے ہوگا۔

دن رات کی تبدیلیاں | مغرب کے وقت مشرق کی طرف دیکھو، معلوم ہوگا کہ افق سے ایک چادر تاریکی کی اٹھتی ہوئی چلی آ رہی ہے اور اپنے آگے سے دن کی روشنی کو مغرب کی طرف صف کی طرح لپیٹی جاتی ہے۔ اسی طرح صبح صادق کے وقت نظر آتا ہے کہ دن کا اجالا رات کی ظلمت کو مشرق سے اٹھکیلا ہوا آ رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”ایک پر دوسرا چلا آتا ہے۔ توڑا نہیں پڑتا۔“

اللہ کی قدرت کے مظاہر | یعنی اسی زبردست قدرت سے یہ انتظام قائم کیا اور تمام رکھا ہے لوگوں کی گستاخیاں اور شرارتیں تو ایسی ہیں کہ سب نظام درہم برہم کر دیا جائے لیکن وہ بڑا بخشنے والا اور درگزر کرنے والا ہے اپنی شان غفور و مغفرت سے ایک دم ایسا نہیں کرتا۔

یعنی آدمی علیہ السلام اور ان کا جوڑا حضرت حواء۔
یعنی تمہارے نفع اٹھانے کے لئے چوپایوں میں آٹھ نر و مادہ پیدا کئے۔ اونٹ، گائے، بھیر، بکری جن کا ذکر سورہ ”انعام“ میں گزر چکا۔

أَمْهَتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ط

♦ تین اندھیروں کے بیچ

♦ ایک طرح پر دوسری طرح کے پیچھے

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ط لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآذَنُوا

وہ اللہ ہے رب تمہارا اسی کا راج ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا پھر کہاں سے

تُصْرِفُونَ ۝۱۰۱ إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ قَف

پھرے جاتے ہو ♦ اگر تم منکر ہو گے تو اللہ پروا نہیں رکھتا تمہاری

وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ط

♦ اور پسند نہیں کرتا اپنے بندوں کا منکر ہونا ♦ اور اگر اس کا حق مانو گے تو اس کو (اسے) تمہارے لیے پسند کرے گا

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ط ثُمَّ إِلَٰهَ رَبِّكُمْ

اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا ♦ بوجھ دوسرے کا ♦ پھر اپنے رب کی طرف تم کو

مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ط إِنَّهُ عَلِيمٌ

پھر جانا ہے تو وہ جملائے گا تم کو جو تم کرتے تھے مقرر اس کو خبر ہے

بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۱۰۲ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ

دلوں کی بات کی ♦ اور جب آگے انسان کو سختی

دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ

پکارے اپنے رب کو رجوع ہو کر اس کی طرف پھر جب بخشے اس کو نعمت اپنی طرف سے

نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوَ إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ

بھول جائے اس کو کہ جس کے لیے پکار رہا تھا پہلے سے اور ٹھہرائے اللہ کے برابر

◆ انسان کی تخلیق | یعنی بتدریج پیدا کیا۔ مثلاً نطفہ سے علاقہ بنایا، علاقہ سے مضغہ بنایا، پھر ہڈیاں بنائیں، اور ان پر گوشت منڈھا، پھر روح پھونکی۔

◆ تین اندھیریاں | ایک پیٹ دوسرا رحم، تیسری جھلی جس کے اندر بچہ ہوتا ہے۔ وہ جھلی بچہ کے ساتھ نکلتی ہے۔

◆ توحید کی دلیل | یعنی جب خالق، رب، مالک اور مالک وہ ہی ہے تو معبود اس کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ خدائے واحد کے لئے ان صفات کا اقرار کرنے کے بعد دوسرے کی بندگی کیسی۔ مطلب کے اتنا قریب پہنچ کر کدھر پھرے جاتے ہو۔

◆ یعنی کافر بن کر اس کے انعامات و حقوق کا انکار کرو گے تو تمہارا ہی نقصان ہے، اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ کفر سے راضی نہیں۔ اپنے بندوں کے کافر و منکر بننے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس چیز کو ان کے لئے ناپسند کرتا ہے۔

◆ اللہ شکر گزار پسند کرتا ہے | یعنی بندے اس کا حق مان کر مطیع و شکر گزار بنیں۔ یہ بات اس کو پسند ہے جس کا نفع ان ہی کو پہنچتا ہے۔

◆ یعنی ناشکری کوئی کرے اور پکڑا کوئی جائے، ایسا اندھیرا اس کے یہاں نہیں۔ جو کرے گا سو بھرے گا۔

◆ یعنی وہاں جا کر سب کے اچھے برے عمل سامنے رکھے دیئے جائیں گے۔ کوئی چھوٹا بڑا کام گم نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ دلوں کی تہ میں جو بات چھپی ہوئی ہو اسے بھی جانتا ہے۔

أَنذَاكَ الْيُضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ قُلْ تَمَتَّ بِكُفْرِكَ

اوروں کو تاکہ بہکائے اس کی راہ سے ♦ تو کہہ برت لے ساتھ اپنے کفر کے

قَلِيلًا ۚ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۝ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ

تھوڑے دنوں (باد جو اپنے منکر ہونے کے) تو ہے دوزخ والوں میں ♦ بھلا ایک جو بندگی میں

أَنَاءَ الْيَلِّ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا

لگا ہوا ہے رات کی گزریوں میں سجدے کرتا ہوا اور کھڑا ہوا خطرہ رکھتا ہے آخرت کا اور امید رکھتا ہے

رَحْمَةً رَبِّهِ ۖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ

اپنے رب کی مہربانی کی تو کہہ کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے

وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝

اور بے سمجھ اور بے سمجھ ہیں ♦ جن کو عقل ہے

قُلْ يُعْبَادُ الَّذِينَ أَمِنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۖ لِلَّذِينَ

تو کہہ اے بندو میرے جو یقین لائے ہو ڈرو اپنے رب سے جنہوں نے

أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَأَرْضُ اللَّهِ

نیکی کی اس دنیا میں ان کے لیے بھلائی ♦ اور زمین اللہ کی

وَاسِعَةٌ ۖ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

کشاہد ہے صبر (سہانے دلوں) کرنے والوں ہی کو ملتا ہے ان کا ثواب بے شمار ♦

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ

تو کہہ مجھ کو حکم ہے کہ بندگی کروں اللہ کی خالص کر کر اس کے لیے

انسان کی ناشکری کا حال | یعنی انسان کی حالت عجیب ہے۔ مصیبت پڑنے پر تو ہمیں یاد کرتا ہے کیونکہ دیکھتا ہے کوئی مصیبت کو ہٹانے والا نہیں۔ پھر جہاں اللہ کی مہربانی سے ذرا آرام و اطمینان نصیب ہوا معاودہ پہلی حالت بھول جاتا ہے جس کے لئے ابھی ابھی ہم کو پکار رہا تھا۔ عیش و تنعم کے نشہ میں ایسا مست و غافل ہو جاتا ہے گویا کبھی ہم سے واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو خدائے واحد کے ساتھ کرنا چاہئے تھا۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

یعنی اچھا کافر رہ کر چند روز یہاں اور عیش اڑالے۔ اور خدا نے جب تک مہلت دے رکھی ہے دنیا کی نعمتوں سے تمتع کرتا رہ۔ اس کے بعد تجھے دوزخ میں رہنا ہے جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔
فرماں بردار اور نافرمان برابر نہیں ہو سکتے | یعنی جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا، کبھی سجدہ میں گرا۔ ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل کو بے قرار کیے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے۔ کیا یہ سعید بندہ اور وہ بد بخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل یا سمجھدار اور بیوقوف میں کچھ فرق نہ رہا مگر اس بات کو بھی وہ ہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔

یعنی اللہ کی طرف سے یہ پیام پہنچا دو۔
نیکی میں دنیا کی بھلائی بھی مضمر ہے | یعنی جس نے دنیا میں نیکی کی آخرت میں اس کے لئے بھلائی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس نے نیکی کی اس کو آخرت سے پہلے اسی دنیا میں بھلائی ملے گی ظاہری یا باطنی۔

ہجرت کے فضائل | یعنی اگر ایک ملک میں لوگ نیک راہ چلنے سے مانع ہوں تو خدا کی زمین کشادہ ہے، دوسرے ملک میں چلے جاؤ جہاں آزادی سے اس کے احکام بجالا سکو۔ بلاشبہ اس طرح ترک وطن کرنے میں بہت مصائب برداشت کرنا پڑیں گی۔ اور طرح طرح کے خلاف عادت و طبیعت امور پر صبر کرنا پڑے گا، لیکن یاد رہے کہ بیشمار ثواب بھی ملے گا تو صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی سب سختیاں اور تکلیفیں ہچ ہیں۔

الدِّينِ ۝ وَأُمرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝

بندگی اور حکم ہے کہ میں ہوں سب سے پہلے حکم بردار

قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ

تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں اپنے رب کا ایک بڑے دن کے

عَظِيمٍ ۝ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ۝

عذاب سے تو کہہ میں تو اللہ کو پوجتا ہوں خالص کر کر اپنی بندگی اس کے واسطے

فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُونِهِ ۖ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ

اب تم پوجو جس کو چاہو اس کے سوا تو کہہ بڑے ہارنے والے وہ

الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ

جو ہار بیٹھے اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن

أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

سنا ہے یہی ہے صریح ٹوٹا ان کے واسطے اوپر سے

ظُلُكٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلُكٌ ۚ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ

بادل ہیں آگ کے اور نیچے سے بادل اس چیز سے ڈراتا ہے

اللَّهُ بِهِ عِبَادَةُ يُعْبَادُ فَاتَّقُونِ ۝ وَالَّذِينَ

اللہ اپنے بندوں کو اے بندو میرے تو مجھ سے ڈرو اور جو لوگ

اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَا بُورَاءُ لِّهِنَّ

بچے شیطانوں سے کہ ان کو پوجیں اور رجوع ہوئے

◆ آخضرت سب سے پہلے فرمانبردار بندے ہیں | چنانچہ آپ عالم شہادت میں اس امت کے لحاظ سے اور عالم غیب میں تمام اولین و آخرین کے اعتبار سے اللہ کے سب سے پہلے حکمران بندے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆ یعنی مجھ جیسا معصوم و مقرب بھی اگر بفرض محال نافرمانی کرے تو اس دن کے عذاب سے مامون نہیں تابد نیکراں چہ رسد۔

◆ یعنی میں تو خدا کے حکم کے موافق نہایت اخلاص سے اسی اکیلے کی بندگی کرتا ہوں۔ تم کو اختیار ہے جس کی چاہو پوجا کرتے پھرو۔ ہاں اتنا سوچ لینا کہ انجام کیا ہوگا۔ آگے اسے کھولتے ہیں۔

◆ مشرکین ہی خاسرین ہیں | یعنی مشرکین نہ اپنی جان کو عذاب الہی سے بچا سکے نہ اپنے گھر والوں کو۔ سب کو جہنم کے شعلوں کی نذر کر دیا۔ اس سے زیادہ خسارہ کیا ہوگا۔

◆ یعنی ہر طرف سے آگ محیط ہوگی۔ جیسے گھٹا چھا جاتی ہے۔

◆ یعنی سمجھ لو۔ یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے۔

اللَّهُ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ۖ فَبِشْرُ عِبَادِ ۙ الَّذِينَ ۙ

اللہ کی طرف ان کے لیے ہے خوشخبری ♦ سو تو خوشی سادے میرے بندوں کو جو

يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ

سننے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس پر جو اس میں نیک ہے ♦ وہی ہیں

الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۙ

جن کو راستہ دیا اللہ نے اور وہی ہیں عقل والے ♦

أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۖ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ

بھلا جس پر ٹھیک ہو چکا عذاب کا حکم بھلا تو خلاص کر سکے گا

مَنْ فِي النَّارِ ۚ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرُفٌ

اس کو جو آگ میں پڑ چکا (اس آگ میں پڑے کو) ♦ لیکن جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے ان کے واسطے ہیں جہرہ کے

مِنْ فَوْقِهَا غُرُفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ

ان کے اوپر اور جہرہ کے چنے ہوئے ♦ ان کے نیچے بہتی (چلتی) ہیں ندیاں

وَعَدَ اللَّهُ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ۙ ۙ

وعدہ ہو چکا اللہ کہ اللہ نہیں خلاف کرتا اپنا وعدہ تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ فِي الْأَرْضِ ۚ ثُمَّ

اتارا آسمان سے پانی پھر چلا یا وہ پانی چشموں میں زمین کے ♦ پھر

يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ۖ

نکالتا ہے اس سے کھیتی کئی کئی رنگ بدلتے (بدلنے والی) اس پر ♦ پھر آئے تیاری پر تو تو دیکھے اس کا رنگ زرد

یعنی جنہوں نے شیطانوں کا کہانہ مانا اور سب شرکاء سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف رجوع ہوئے۔ ان کے لئے ہے بڑی بھاری خوشخبری۔

اہل انابت کو خوش خبری | یعنی سب طرح کی باتیں سنتے ہیں۔ پھر ان میں جو بات اچھی ہو اس پر چلتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ خدا کی بات سنتے ہیں اور اس میں جو ہدایات اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں ان پر عمل کرتے ہیں۔ مثلاً ایک چیز رخصت و اباحت کی سنی، دوسری عزیمت کی، تو عزیمت کی طرف جھپٹتے ہیں۔ رخصتوں کا تتبع نہیں کرتے۔ یا یوں ترجمہ کرو کہ اللہ کا کلام سن کر اس کی بہترین باتوں کا اتباع کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کی ساری باتیں بہتر ہی ہیں۔ کذا قال المفسرون۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک اور طرح اس کا مطلب بیان کیا ہے۔ ”چلتے ہیں اس کے نیک پر، یعنی حکم پر چلنا کہ اس کو کرتے ہیں۔ اور منع پر چلنا کہ اس کو نہیں کرتے۔ اس کا کرنا نیک ہے اس کا نہ کرنا نیک ہے۔“

یعنی کامیابی کا راستہ ان ہی کو ملا ہے کیونکہ انہوں نے عقل سے کام لے کر توحید خالص اور انابت الی اللہ کا راستہ اختیار کیا۔

یعنی جن پر ان کی ضد و عناد اور بد اعمالیوں کی بدولت عذاب کا حکم ثابت ہو چکا، کیا وہ کامیابی کا راستہ پا سکتے ہیں۔ بھلا ایسے بد بختوں کو جو شقاوت ازلی کے سبب آگ میں گر چکے ہوں۔ کون آدمی راہ پر لا سکتا ہے اور کون آگ سے نکال سکتا ہے۔

جنت کے درجات | یہ جنت کے درجات کی طرف اشارہ ہوا۔ اور یہ کہ وہ سب تیار ہیں۔ نہ یہ کہ قیامت کے روز تیار کئے جائیں گے۔

بارش اور پانی کے چشمے | یعنی بارش کا پانی پہاڑوں اور زمینوں کے مسام میں جذب ہو کر چشموں کی صورت میں پھوٹ نکلتا ہے، باقی اگر چشموں کے حدوث کا کوئی اور سبب بھی ہو، اس کی نفی آیت سے نہیں ہوتی۔

یا مختلف قسم کی کھیتیاں مثلاً گیہوں چاول وغیرہ۔

ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِأُولِي

پھر کر ڈالتا ہے اس کو چورا چورا (ریزہ ریزہ) بے شک اس میں نصیحت ہے

الْأَلْبَابِ ۝۱۱۱ أَفَمِنْ شَرِّهِ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ

عقل مندوں کے واسطے ♦ بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے دین اسلام کے واسطے

فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ۖ فَوَيْلٌ لِّلْفُوسِ ۖ قُلُوبُهُمْ

سو وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف سے سو خرابی ہے ان کو جن کے دل سخت ہیں

مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝۱۱۲ اللَّهُ

اللہ کی یاد سے وہ بڑے پھرتے ہیں بھٹکتے (بھٹکتے) صریح ♦ اللہ نے

نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِي تَنفَعُ

اتاری بہتر بات کتاب ♦ آپس میں (ایک ملتی سی) دوہرائی ہوئی ♦ بال کھڑے ہوتے ہیں

مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُودُهُمْ

اس سے کھال پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں

وَقُلُوبُهُمْ ۚ لَّيْ ذِكْرِ اللَّهِ ذٰلِكَ هُدٰى اللَّهُ يَهْدِيْ بِهٖ

اور ان کے دل اللہ کی یاد پر ♦ یہ ہے راہ دینا اللہ کا اس طرح راہ دیتا ہے

مَنْ يَّشَاءُ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۱۱۳

جس کو چاہے اور جس کو راہ بھلائے اللہ اس کو کوئی نہیں بھانے والا ♦

أَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بَوَاجِهَهُ سُوْءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۖ

بھلا ایک وہ جو روکتا ہے (لیتا ہے) اپنے منہ پر برا عذاب دن قیامت کے

◆ اہل عقل کیلئے سامان ہدایت | یعنی عقلمند آدمی کھیتی کا حال دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے کہ جس طرح اس کی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی، پھر چوراچورا کیا گیا۔ یہی حال دنیا کی چہل پہل کا ہوگا۔ چاہئے کہ آدمی اس کی عارضی بہار پر مفتوں ہو کر انجام سے غافل نہ ہو جائے جیسے کھیتی مختلف اجزاء سے مرکب ہے۔ مثلاً اس میں دانہ ہے جو آدمیوں کی غذا بنتا ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کا چارہ بنتا ہے۔ اور ہر ایک جزء سے منفع ہونا بدو اس کے ممکن نہیں کہ دوسرے اجزاء سے اس کو الگ کریں اور اپنے اپنے ٹھکانا پر پہنچائیں۔ اسی طرح دنیا کو سمجھ لو کہ اس میں تنگی بدی، راحت، تکلیف وغیرہ سب ملی جلی ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ کھیتی کٹے اور خوب چوراچورا کی جائے۔ پھر اس میں سے ہر ایک جزء کو اس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیا جائے، تنگی اور راحت اپنے مرکز و مستقر پر پہنچ جائے اور بدی یا تکلیف اپنے خزانہ میں جا ملے۔ غرض کھیتی کے مختلف احوال دیکھ کر عقلمند لوگ بہت مفید سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ نیز مضمون آیت میں ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جس خدا نے آسمانی بارش سے زمین میں جشمے جاری کر دیئے وہی جنت کے محلات میں نہایت قرینہ کے ساتھ نہروں کا سلسلہ جاری کر دے گا۔

◆ مسلمان کیلئے اللہ کا نور | یعنی دونوں برابر کہاں ہو سکتے ہیں ایک وہ جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کے لئے کھول دیا۔ نہ اسے اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک و شبہ ہے نہ احکام اسلام کی تسلیم سے انقباض۔ حق تعالیٰ نے اس کو توفیق و بصیرت کی ایک عجیب روشنی عطا فرمائی۔ جس کے اجالے میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ اللہ کے راستہ پر اڑا چلا جا رہا ہے۔ دوسرا وہ بد بخت جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو، نہ کوئی نصیحت اس پر اثر کرے نہ خیر کا کوئی قطرہ اس کے اندر گھسے، کبھی خدا کی یاد کی توفیق نہ ہو۔ یوں ہی اوہام و اہواء اور رسوم و تقلید آباء کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے۔

◆ یعنی دنیا میں کوئی بات اس کتاب کی باتوں سے بہتر نہیں۔

◆ متشابہ مثالی آیات | یعنی صحیح، صادق، مضبوط، نافع، معقول، اور فصیح و بلیغ ہونے میں کوئی آیت کم نہیں۔ ایک دوسری سے ملتی جلتی ہے، مضامین میں کوئی اختلاف و تعارض نہیں۔ بلکہ بہت سی آیات کے مضامین ایسے متشابہ واقع ہوئے ہیں کہ ایک آیت کو دوسری کی طرف لوٹانے سے صحیح تفسیر معلوم ہو جاتی ہے۔ القرآن یفسر بغضہ بغضاً اور ”مثالی“ یعنی دہرائی ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے احکام اور مواعظ و قصص کو مختلف ہیرایوں میں دہرایا گیا ہے تا اچھی طرح دلنشین ہو جائیں۔ نیز تلاوت میں بار بار آیتیں دہرائی جاتی ہیں۔ اور بعض علماء نے ”متشابہ“ و ”مثالی“ کا مطلب یہ لیا ہے کہ بعض آیات میں ایک ہی طرح کے مضمون کا سلسلہ دور تک چلا جاتا ہے وہ متشابہ ہوئیں اور بعض جگہ ایک نوعیت کے مضمون کے ساتھ دوسرے جملہ میں اس کے مقابل کی نوعیت کا مضمون بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً ”إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ يَا“ ”نَبِيَّ عِبَادِيَ أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ“ ”وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ“ ایسی آیات کو مثالی کہیں گے کہ ان میں دو مختلف قسم کے مضمون بیان ہوئے۔

◆ قرآنی آیات کی تاثیر | یعنی کتاب اللہ سن کر اللہ کے خوف اور اس کے کلام کی عظمت سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور بدن کے روگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کھالیں نرم پڑ جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ خوف و رعب کی کیفیت طاری ہو کر ان کا قلب و قالب اور ظاہر و باطن اللہ کی یاد کے سامنے جھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد ان کے بدن اور روح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے یہ حال اتویائے کاملین کا ہوا۔ اگر کبھی ضعفاء و ناقصین پر دوسری قسم کی کیفیات و احوال طاری ہو جائیں مثلاً غشی یا صغہ وغیرہ تو اس کی نفی آیت سے نہیں ہوتی۔ اور نہ ان کی تفصیل ان پر لازم آتی ہے۔ بلکہ اس طرح از خود رفتہ اور بے قابو ہو جانا عموماً وارد کی قوت اور مورد کے ضعف کی دلیل ہے۔ جامع ترمذی میں ایک حدیث بیان کرتے وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اس قسم کے بعض احوال کا طاری ہونا مصرح ہے واللہ اعلم۔

◆ یعنی جس کے لئے حکمت الہی مقتضی ہو اس طرح کامیابی کے راستے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس شان سے منزل مقصود کی طرف لے چلتے ہیں۔ اور جس کو سوء استعداد کی وجہ سے خدا تعالیٰ ہدایت کی توفیق نہ دے۔ آگے کون ہے جو اس کی دھجیری کر سکے۔

وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۲۳﴾ كَذَبَ

اور کہے گا بے انصافوں کو چکھو جو تم کما تے تھے ﴿۲۳﴾ جھٹلا چکے ہیں

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَنْتَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

ان سے اگلے پھر پہنچا ان پر عذاب ایسی جگہ سے کہ ان کو

يَشْعُرُونَ ﴿۲۴﴾ فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

خیال بھی نہ تھا (خبر بھی نہ تھی) پھر چکھائی ان کو اللہ نے رسوائی دنیا کی زندگی میں

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ مَلَوْكَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ

اور عذاب آخرت کا تو بہت ہی بڑا ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی ﴿۲۵﴾ اور

ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

ہم نے بیان کی لوگوں کے واسطے اس قرآن میں سب چیز کی مثل

لَعَلَّهُمْ يَنْذَكُرُونَ ﴿۲۶﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي

تا کہ وہ دھیان کریں قرآن ہے عربی زبان کا جس میں

عَوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۲۷﴾ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا

کجی نہیں تا کہ وہ بچ کر چلیں ﴿۲۷﴾ اللہ نے بتلائی ایک مثل ایک مرد ہے

فَبِهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ ط

کہ اس میں شریک ہیں کئی ضدی اور ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا

هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا ط الْحَمْدُ لِلَّهِ ج بَلْ أَكْثَرُهُمْ

کیا برابر ہوتی ہیں دونوں مثل ﴿۲۸﴾ سب خوبی اللہ کے لیے ہے پر وہ بہت لوگ

آخرت میں ظالموں پر عذاب | آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے سے کوئی حملہ ہو تو ہاتھوں پر روکتا ہے۔ لیکن محشر میں ظالموں کے ہاتھ بندھے ہوں گے، اس لئے عذاب کی تھپڑیں سیدھی منہ پر پڑیں گی۔ تو ایسا شخص جو بدترین عذاب کو اپنے منہ پر روکے اور اس سے کہا جائے کہ اب اس کام کا مزہ چکھ جو دنیا میں کیے تھے۔ کیا اس مومن کی طرح ہو سکتا ہے جسے آخرت میں کوئی تکلیف اور گزند پہنچے کا اندیشہ نہیں، اللہ کے فضل سے مطمئن اور بے فکر ہے۔ ہرگز نہیں۔

کچھلی قوموں کی تکذیب اور ہلاکت | یعنی بہت قومیں تکذیب انبیاء کی بدولت دنیا میں ہلاک اور رسوا کی جا چکی ہیں۔ اور آخرت کا اشد عذاب جوں کا توں رہا۔ تو کیا موجودہ مکذبین مطمئن ہیں کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جائے گا۔ ہاں سمجھ ہوتی تو کچھ فکر کرتے۔

قرآن میں کوئی کجی نہیں | یعنی ان کا نہ سمجھنا اپنی غفلت اور حماقت سے ہے۔ قرآن کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں قرآن تو بات بات کو مثالوں اور دلیلوں سے سمجھاتا ہے تا لوگ ان میں دھیان کر کے اپنی عاقبت درست کریں۔ قرآن ایک صاف عربی زبان کی کتاب ہے جو اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی۔ اس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ سیدھی اور صاف باتیں ہیں جن کو عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ کسی طرح کا اختلال اور کجی اس کے مضامین یا عبارت میں نہیں۔ جن باتوں کو منوانا چاہتا ہے، نہ ان کا ماننا مشکل، اور جن چیزوں پر عمل کرنا چاہتا ہے نہ ان پر عمل کرنا محال، غرض یہ ہے کہ لوگ بہولت اس سے مستفید ہوں۔ اعتقادی و عملی غلطیوں سے بچ کر چلیں۔ اور صاف صاف نصیحتیں سن کر اللہ سے ڈرتے رہیں۔

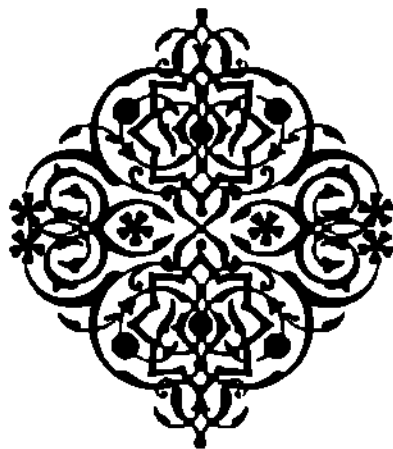
شرک اور توحید کی ایک بلیغ مثال | یعنی کئی حصہ دار ایک غلام یا نوکر میں شریک ہیں۔ اور ہر حصہ دار اتفاق سے کج خلق، بے مروت اور سخت ضدی واقع ہوا ہے، چاہتا ہے کہ غلام تنہا اس کے کام میں لگا رہے دوسرے شرکاء سے سروکار نہ رکھے۔ اس کھینچ تان میں ظاہر ہے غلام سخت پریشان اور پراگندہ دل ہوگا۔ برخلاف اس کے جو غلام پورا ایک کا ہو، اسے ایک طرح کی یکسوئی اور طمانیت حاصل ہوگی اور کئی آقاؤں کو خوش رکھنے کی کٹکٹش میں گرفتار نہ ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح مشرک اور موحد کو سمجھ لو۔ مشرک کا دل کئی طرف بٹا ہوا ہے۔ اور کتنے ہی جھوٹے معبودوں کو خوش رکھنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس کے برخلاف موحد کی کل توجہات و خیالات اور دوا و دوش کا ایک مرکز ہے۔ وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اس کے خوش رکھنے کی فکر میں ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی خوشنودی کے بعد کسی کی خوشنودی کی ضرورت نہیں۔ اکثر مفسرین نے اس مثال کی تقریر اسی طرح کی ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”ایک غلام جو کئی کا ہو، کوئی اس کو اپنا نہ سمجھے، تو اس کی پوری خبر نہ لے، اور ایک غلام جو سارا ایک کا ہو، وہ اس کو اپنا سمجھے اور پوری خبر لے، یہ مثال ہے ان کی جو ایک رب کے بندے ہیں، اور جو کئی رب کے بندے ہیں۔“

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ﴿۳۹﴾ ثُمَّ

سمجھ نہیں رکھتے ♦ بے شک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرتے ہیں پھر

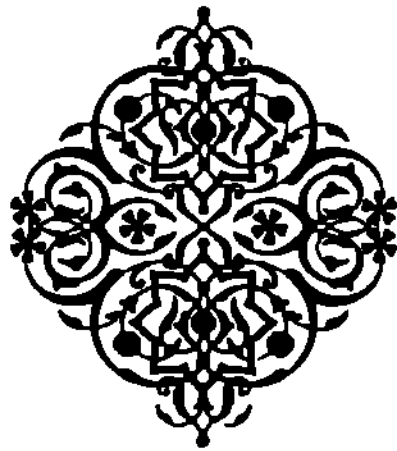
إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿۴۰﴾

مقرر تم قیامت کے دن اپنے رب کے آگے جھڑو گے ♦



یعنی سب خوبی اللہ کے لیے ہے کہ کیسے اعلیٰ مطالب و حقائق کو کیسی صاف اور دلنشین امثال و شواہد سے سمجھا دیتے ہیں۔ مگر اس پر بھی بہت بد نصیب ایسے ہیں جو ان واضح مثالوں کے سمجھنے کی توفیق نہیں پاتے۔

قیامت میں لوگوں کا جھگڑا | یعنی جیسے مشرک اور موحد میں جو اختلاف ہے اس کا اثر قیامت کے دن علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر ہوگا جس وقت پیغمبر اور امتی سب اکٹھے کیے جائیں گے اور کفار، انبیاء اور مؤمنین کے مقابلہ میں جھگڑے اور جھگڑتیں نکالیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”کافر منکر ہوں گے کہ ہم کو کسی نے حکم نہیں پہنچایا پھر فرشتوں کی گواہی اور زمین و آسمان کی اور ہاتھ پاؤں کی گواہی سے ثابت ہوگا۔“ کہ اس ادعاء میں جھوٹے ہیں۔ اسی طرح دوسرے تمام جھگڑوں کا فیصلہ بھی اس دن پروردگار کے سامنے ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ لفظ ”اختصام“ کو عام رکھا جائے تا احادیث و آثار کے خلاف نہ ہو۔



فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ بِالصِّدْقِ إِذْ

پھر اس سے ظالم زیادہ کون جس نے جھوٹ بولا اللہ پر اور جھٹلایا سچی بات کو جب

جَاءَهُ الْبَيِّنَاتُ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۝۳۲ وَالَّذِي

پہنچی اس کے پاس کیا نہیں دوزخ میں ٹھکانا منکروں کا اور جو لے کر آیا

جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝۳۳

سچی بات اور سچ مانا جس نے اس کو وہی لوگ ہیں ڈروالے

لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۖ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝۳۴

ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس یہ ہے بدلہ نیکی والوں کا

يُكَفِّرُ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيهِمْ أَجْرَهُمْ

تاکہ اٹار دے اللہ ان پر سے برے کام جو انہوں نے کئے تھے اور بدلہ میں دے ان کو ثواب

بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۳۵ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۖ

بہتر کاموں کا جو وہ کرتے تھے کیا اللہ بس (کافی) نہیں اپنے بندہ کو

وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ

اور تجھ کو ڈراتے ہیں ان سے جو اس کے سوا ہیں اور جس کو راہ بھلائے اللہ تو کوئی نہیں

مِنْ هَادٍ ۝۳۶ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّضِلٍّ ۖ أَلَيْسَ

اس کو راہ دینے والا اور جس کو راہ بھلائے اللہ تو کوئی نہیں اس کو بھلانے والا کیا نہیں ہے

اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝۳۷ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ

اللہ عز و جل نے بنا دیا اور جو تو ان سے پوچھے کس نے بنائے

اللہ پر جھوٹ بولنے والا سب سے بڑا ظالم ہے | اللہ پر جھوٹ بولا، یعنی اس کے شریک ٹھہرائے یا اولاد تجویز کی، یا وہ صفات اس کی طرف منسوب کیں جو واقع میں اس کے لائق نہ تھیں اور جھٹلایا جی بات کو جب پہنچی اس کے پاس یعنی انبیاء علیہم السلام جو سچی باتیں خدا کی طرف سے لائے ان کو سنتے ہی جھٹلانے لگا۔ سوچنے سمجھنے کی تکلیف بھی گوارا نہ کی۔ بلاشبہ جو شخص سچائی کا اتنا دشمن ہو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے۔ اور ایسے ظالموں کا ٹھکانا دوزخ کے سوا اور کہاں ہوگا۔ عموماً مفسرین نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے مگر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی اگر نبی نے (معاذ اللہ) جھوٹ خدا کا نام لیا تو اس سے برا کون۔ اور اگر وہ سچا تھا اور تم نے جھٹلایا تو تم سے برا کون۔“ (گویا مَنْ کَذَبَ عَلٰی اللّٰہِ اور کَذَبَ بِالْصِّدْقِ کا مصداق الگ الگ قرار دیا۔ اور ایسا ہی آگے وَالَّذِیْ جَاءَ بِالْصِّدْقِ اِلَیْکُمْ میں آتا ہے)

متقی کون ہیں؟ | یعنی خدا سے ڈرنے والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ سچی بات لائیں، ہمیشہ سچ کہیں، اور سچ کی تصدیق کریں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جو سچی بات لیکر آیا وہ نبی، اور جس نے سچ مانا وہ مومن ہے۔“ (گویا دونوں جملوں کا مصداق علیحدہ ہے)

محسنین کا اجر | یعنی اللہ تعالیٰ متقین و محسنین کو ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دے گا اور غلطی سے جو برا کام ہوگا وہ معاف کرے گا تنبیہ | شاید ”اَسْوَء“ اور ”اَحْسَن“ (صیفہ تفضیل) اس لئے اختیار فرمایا کہ بڑے درجہ والوں کی ادنیٰ بھلائی اوروں کی بھلائیوں سے اور ادنیٰ برائی اوروں کی برائیوں سے بھاری سمجھی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

دیوتاؤں کے مقابلے میں اللہ کافی ہے | چند آیات پہلے ”ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْہِ شُرَکَآءُ“ الخ میں شرک کا رد اور مشرکین کا جہل بیان کیا گیا تھا۔ اس پر مشرکین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے بتوں سے ڈراتے تھے کہ دیکھو تم ہمارے دیوتاؤں کی توہین کر کے ان کو غصہ نہ دلاؤ۔ نہیں تم کو (معاذ اللہ) بالکل خبطی اور پاگل نہ بنادیں۔ اس کا جواب دیا کہ جو شخص ایک زبردست خدا کا بندہ بن چکا، اسے ان عاجز اور بے بس خداؤں سے کیا ڈر ہو سکتا ہے؟ کیا اس عزیز مقتدر کی امداد و حمایت اس کو کافی نہیں جو کسی دوسرے سے ڈرے یا لولگائے۔ یہ بھی ان مشرکین کا خبط و ضلال اور مستقل گمراہی ہے کہ خدائے واحد کے پرستار کو اس طرح کی گیدڑ بھکیوں سے خوف زدہ کرنا چاہیں۔

ہدایت اور گمراہی صرف اللہ کی طرف سے ہے | سچ تو یہ ہے کہ ٹھیک راستہ پر لگا دینا یا نہ لگانا سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ جس کسی شخص کو اس کی بدتمیزی اور کج روی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کامیابی کا راستہ نہ دے، وہ اسی طرح خبطی اور پاگل ہو جاتا ہے۔ اور موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی قوت بھی اس میں نہیں رہتی۔ کیا ان احمقوں کو اتنا نہیں سوچتا کہ جو بندہ خداوند قدوس کی پناہ میں آ گیا، کوئی طاقت ہے جو اس کا بال بیکا کر سکے۔ جو طاقت مقابل ہوگی پاش پاش کر دی جائے گی۔ غیرت خداوندی مخلص و فاداروں کا بدلہ لیے بدون نہ چھوڑے گی۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ

آسمان اور زمین تو کہیں اللہ نے تو کہہ بھلا دیکھو تو جن کو پوجتے ہو

مَنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ

اللہ کے سوا اگر چاہے اللہ مجھ پر کچھ تکلیف تو وہ ایسے ہیں کہ کھول دیں

صُرَّتِهِ أَوْ أَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ

تکلیف اس کی ڈالی ہوئی یا وہ چاہے مجھ پر مہربانی تو وہ ایسے ہیں کہ روک دیں اس کی مہربانی کو

قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يَقَوْمِ

تو کہہ مجھ کو بس ہے اللہ اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں بھروسہ رکھنے والے ﴿۳۸﴾ تو کہہ اے قوم

اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾ مَنْ

کام کیے جاؤ اپنی جگہ پر میں بھی کام کرتا ہوں اب آگے جان لو گے کس پر

يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۴۰﴾ إِنَّا

آئی ہے آفت کہ اس کو رسوا کرے اور اترتا ہے اس پر عذاب سدا رہنے والا ﴿۴۰﴾ ہم نے

أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمِنْ أُمَّتٍ

اتاری ہے تجھ پر کتاب لوگوں کے واسطے سچے دین کے ساتھ پھر جو کوئی راہ پر آیا

فَلِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنْتَ

سو اپنے بھلے کو اور جو کوئی بہکا سو یہی بات ہے کہ بہکا اپنے برے کو اور تو

عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿۴۱﴾ اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَ

ان کا ذمہ دار نہیں (تجھ پر ان کا ذمہ نہیں) ﴿۴۱﴾ اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہوا ان کے مرنے کا اور

اللہ کے نفع و ضرر کو کوئی ٹال نہیں سکتا | یعنی ایک طرف تو خداوند قدوس جو خود تمہارے اقرار کے موافق تمام زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور دوسری طرف پتھر کی بیجان صورتیں یا عاجز مخلوق جو سب مل کر بھی خدا کی بھیجی ہوئی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف و راحت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹا سکے۔ تم ہی بتاؤ، دونوں میں سے کس پر بھروسہ کیا جائے اور کس کو اپنی مدد کے لئے کافی سمجھا جائے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا تھا "إِنْ نَقُولُ إِلَّا غَرَبًا كَبَعَضِ الْهَيْئَةِ بِسُوءٍ" جس کا جواب حضرت ہود نے یہ دیا۔ "إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ وَأَشْهَدُ أَنَّ بَرِيءًا مِمَّا تُشْرِكُونَ مِنْ دُونِهِ فَكَيْدُؤُنِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظَرُونَ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ" (ہود۔ رکوع ۵) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا "وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يُشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَبِعَ رَبِّي كُلُّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُكُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔" (انعام۔ رکوع ۹)

غالب کون۔ مومن یا مشرک؟ | یعنی عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ خدائے واحد کا بندہ غالب آتا ہے یا صد ہا دروازوں کے بھکاری کا میاب ہوتے ہیں۔ واقعات جلد بتا دیں گے کہ جو بندہ اللہ کی حمایت اور پناہ میں آیا اس کا مقابلہ کرنے والے آخر کار سب ذلیل و خوار ہوئے۔ تنبیہ | "عَذَابٌ يُخْزِيهِ" سے دنیا کا اور "عَذَابٌ مُّقِيمٌ" سے آخرت کا عذاب مراد ہے واللہ اعلم۔

انسان کا نفع اور نقصان واضح ہے | یعنی تیری زبان پر اس کتاب کے ذریعہ سے سچی بات نصیحت کی کہہ دی گئی اور دین کا راستہ ٹھیک ٹھیک بتا دیا گیا۔ آگے ہر ایک آدمی اپنا نفع نقصان سوچ لے۔ نصیحت پر چلے گا تو اس کا بھلا ہے ورنہ اپنا ہی انجام خراب کرے گا۔ تجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ زبردستی انکو راہ پر لے آئے۔ صرف پیغام حق پہنچا دینا آپ کا فرض تھا وہ آپ نے ادا کر دیا۔ آگے معاملہ خدا کے سپرد کیجئے جس کے ہاتھ میں مارنا جلانا اور سلاتا جگانا سب کچھ ہے۔

الَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا، فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا

جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا

الْمَوْتِ وَيُرْسِلُ الْآخِرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

نہر ادا کیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک اس بات میں

لَايَةٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳۲﴾ أَمَّا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ

چتے ہیں ان لوگوں کو جو وہمیان کریں کیا انہوں نے پکڑے ہیں اللہ کے سوائے

شُفَعَاءَ ۚ قُلْ أُولَٰئِكَ لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۳۳﴾

کوئی سفارش والے تو کہہ اگرچہ (اور جو) ان کو اختیار نہ ہو کسی چیز کا اور نہ سمجھ (تو بھی) ◆

قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۚ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ

تو کہہ اللہ کے اختیار میں ہے ساری سفارش اسی کا راج ہے آسمان اور زمین میں

ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۴﴾ وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ

پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے اور جب نام لیجئے خالص (ایک) اللہ کا رک جاتے ہیں

قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۚ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ

دل ان کے جو یقین نہیں رکھتے پچھلے گھر کا اور جب نام لیجئے اس

مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۳۵﴾ قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

کے سوا اوروں کا تب وہ لگیں خوشیاں کرنے تو کہہ اے اللہ پیدا کرنے والے آسمانوں کے

وَالْأَرْضِ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ

اور زمین کے جاننے والے چھپے اور کھلے کے تو ہی فیصلہ کرے اپنے

♦ **موت اور نیند کی حقیقت** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی نیند میں ہر روز جان کھینچتا ہے پھر (واپس) بھیجتا ہے۔ یہ ہی نشان ہے آخرت کا۔ معلوم ہوا نیند میں بھی جان کھینچتی ہے۔ جیسے موت میں اگر نیند میں کھینچ کر رہ گئی وہ ہی موت ہے۔ مگر یہ جان وہ ہے جس کو (ظاہری) ہوش کہتے ہیں۔ اور ایک جان جس سے سانس چلتی ہے اور نبضیں اچھلتی ہیں۔ اور کھانا ہضم ہوتا ہے وہ دوسری ہے وہ موت سے پہلے نہیں کھینچتی“ (موضح القرآن) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغوی نے نقل کیا ہے کہ ”نیند میں روح نکل جاتی ہے مگر اس کا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل ہونے نہیں پاتی“ (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہ ہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے۔ لیکن تعلق کا انقطاع دیا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

♦ **بتوں کی سفارش ایک وہم ہے** | یعنی بتوں کی نسبت مشرکین دعویٰ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کے سفارشی ہیں۔ ان ہی کی سفارش سے کام بنتے ہیں۔ اسی لئے انکی عبادت کی جاتی ہے سوا دل تو شفیع ہونے سے معبود ہونا لازم نہیں آتا۔ دوسرے شفیع بھی وہ بن سکتا ہے جسے اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو اور صرف اس کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے جس کو خدا پسند کرے۔ خلاصہ یہ کہ شفیع کا ماذون ہونا اور مشفع کا مرتضیٰ ہونا ضروری ہے۔ یہاں دونوں باتیں نہیں۔ نہ اصنام (بتوں) کا ماذون ہونا ثابت ہے نہ کفار کا مرتضیٰ ہونا۔ لہذا ان کا دعویٰ غلط ہوا۔

♦ **یعنی بتوں کو نہ اختیار ہے نہ سمجھ، پھر ان کو شفیع ماننا عجیب ہے۔**
 ♦ **ساری سفارش اللہ کے اختیار میں ہے** | یعنی فی الحال بھی زمین و آسمان میں اسی کی سلطنت ہے اور آئندہ بھی اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے تو اس کی اجازت و خوشنودی کے بغیر کس کی مجال ہے جو زبان ہلا سکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی“ اللہ کے روبرو سفارش ہے پر اللہ کے حکم سے، نہ تمہارے کہے سے۔ جب موت آئے کسی کے کہے سے عزرائیل نہیں چھوڑتا۔“

♦ **توحید کے ذکر پر مشرک کا انقباض** | مشرک کا خاصہ ہے کہ گو بعض وقت زبان سے اللہ کی عظمت و محبت کا اعتراف کرتا ہے، لیکن اس کا دل اکیلے خدا کے ذکر اور حمد و ثناء سے خوش نہیں ہوتا۔ ہاں دوسرے دیوتاؤں یا جھوٹے معبودوں کی تعریف کی جائے تو مارے خوشی کے اچھلنے لگتا ہے جسکے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ افسوس یہ ہی حال آج بہت سے نام نہاد مسلمانوں کا دیکھا جاتا ہے کہ خدائے واحد کی قدرت و عظمت اور اس کے علم کی لامحدود وسعت کا بیان ہو تو چہروں پر انقباض کے آثار ظاہر ہوتے ہیں مگر کسی پیر فقیر کا ذکر آ جائے اور جھوٹی سچی کرامات اناپ سناپ بیان کر دی جائیں تو چہرے کھل پڑتے اور دلوں میں جذبات مسرت و انبساط جوش مارنے لگتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات توحید خالص کا بیان کرنے والا ان کے نزدیک منکر اولیاء سمجھا جاتا ہے۔

فاللہ المشتکی وهو المستعان۔

عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۳۶﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ

بندوں میں جس چیز میں وہ جھگڑ رہے تھے ♦ اور اگر گنہگاروں کے

ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَا فُتَدَاوَا

پاس ہو جتنا کچھ کہ زمین میں ہے سارا ♦ اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ تو سب دے

بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ وَبَدَا لَهُم مِّنَ

ڈالیں اپنے چھڑوانے میں بری طرح کے عذاب سے دن قیامت کے ♦ اور نظر آئے ان کو اللہ کی

اللَّهُ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿۳۷﴾ وَبَدَا لَهُم سَيِّئَاتُ مَا

طرف سے جو خیال بھی نہ رکھتے تھے ♦ اور نظر آئیں ان کو برے کام اپنے جو

كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۸﴾ فَإِذَا مَسَّ

کماتے تھے اور الٹ پڑے ان پر ♦ وہ چیز جس پر ہٹھا کرتے تھے ♦ سوجب آگتی ہے

الْإِنْسَانَ ضُرُّدَعَانًا ۖ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۖ قَالَ

آدمی کو کچھ تکلیف ہم کو پکارنے لگتا ہے ♦ پھر جب ہم بخشیں اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت کہتا ہے

إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۖ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ

یہ تو مجھ کو ملی کہ پہلے سے معلوم تھی (معلوم ہو چکی) ♦ کوئی نہیں یہ جانچ ہے ♦ پر وہ بہت سے لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾ قَدْ قَالُوا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ

نہیں سمجھتے ♦ کہہ چکے ہیں یہ بات ان سے اگلے پھر کچھ کام نہ آیا

عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۴۰﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۖ

ان کو جو کماتے تھے ♦ پھر پڑ گئیں (پڑیں) ان پر برائیاں جو کمائی تھیں ♦

یعنی جب ایسی موٹی باتوں میں بھی جھگڑے ہونے لگے اور اللہ کا اتنا وقار بھی دلوں میں باقی نہ رکھا تو اب تیرے ہی سے فریاد ہے۔ تو ہی ان جھگڑوں کا عملی فیصلہ فرمائے گا۔

آخرت میں مال کام نہیں آئے گا | یعنی جب قیامت کے دن ان اختلافات کا فیصلہ سنایا جائے گا اس وقت جو عالم شرک کر کے خدا تعالیٰ کی شان گھٹاتے تھے ان کا سخت برا حال ہوگا۔ اگر اس روز فرض کیجئے کل روئے زمین کے خزانے بلکہ اس سے بھی زائد ان کے پاس موجود ہوں تو چاہیں گے کہ سب دے دلا کر کسی طرح اپنا پیچھا چھڑالیں، جو بد معاشیاں دنیا میں کی تھیں سب ایک ایک کر کے ان کے سامنے ہونگی۔ اور ایسے قسم قسم کے ہولناک عذابوں کا مزہ چکھیں گے جو کبھی ان کے خیال و گمان میں بھی نہ گذرے تھے۔ فرض تو حید خالص اور دین حق سے جو ٹھٹھا کرتے تھے اس کا وبال پڑ کر رہے گا اور جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان پر الٹ پڑے گا۔

خوشی و تکلیف میں مشرکین کی دو عملی | یعنی جس کے ذکر سے چڑتا تھا مصیبت کے وقت اسی کو پکارتا ہے اور جن کے ذکر سے خوش ہوتا تھا انہیں بھول جاتا ہے۔

یعنی قیاس یہ ہی چاہتا تھا کہ یہ نعمت مجھ کو ملے۔ کیونکہ مجھ میں اس کی لیاقت تھی اور اسکی کمائی کے ذرائع کا علم رکھتا تھا اور خدا کو میری استعداد و اہلیت معلوم تھی، پھر مجھے کیوں نہ ملتی۔ غرض اپنی لیاقت اور عقل پر نظر کی، اللہ کے فضل و قدرت پر خیال نہ کیا۔

نعمت امتحان ہے | یعنی ایسا نہیں بلکہ یہ نعمت خدا کی طرف سے ایک امتحان ہے کہ بندہ اسے لیکر کہاں تک منعم حقیقی کو پہچانتا اور اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ اگر ناشکری کی گئی تو یہ ہی نعمت نعمت بن کر وبال جان ہو جائے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یہ جانچ ہے کہ عقل اس کی دوڑنے لگتی ہے تا اپنی عقل پر بہکے۔ وہ ہی عقل رہتی ہے اور آفت آ پہنچتی ہے۔“ پھر کسی کے نالے نہیں ملتی۔

چنانچہ قارون نے یہی کہا تھا۔ اس کا جو حشر ہوا وہ پہلے گذر چکا۔

وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سُبُحِيهِمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۖ

اور جو گنہگار ہیں ان میں سے ان پر بھی اب پڑتی ہیں برائیاں جو کمائی ہیں

وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝۵۱ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور وہ نہیں تھکانے والے اور کیا نہیں جان چکے کہ اللہ پھیلاتا ہے (پھیلا دیتا ہے) روزی

لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝۵۲

جس کے واسطے چاہے اور ماپ کر دیتا ہے البتہ اس میں پتے ہیں ان لوگوں کے واسطے جو مانتے ہیں

قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ

کہہ دے اے بندو میرے جنہوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر آس مت توڑ واللہ کی

رَحْمَةِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۖ إِنَّهُ هُوَ

مہربانی سے بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ وہ جو ہے وہی ہے

الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝۵۳ وَأَنْبِئُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ

گناہ معاف کرنے والا مہربان اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو پہلے

قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصِرُونَ ۝۵۴ وَاتَّبِعُوا

اس سے کہ آئے تم پر عذاب پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا اور چلو

أَحْسَنَ مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّنْ رَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ

بہتر بات پر جو اتری تمہاری طرف تمہارے رب سے پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر

الْعَذَابُ بَغْتَةً ۖ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝۵۵ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ

عذاب اچانک کہیں (کبھی) کہنے لگے کوئی جی (شخص) اور تم کو خبر نہ ہو

یعنی جیسے پہلے مجرموں پر ان کی شرارتوں کا وبال پڑا، موجود الوقت مشرکین پر بھی پڑنے والا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینا چاہے گا یہ روپوش ہو کر یا اور کسی تدبیر سے اس کو تھکا نہیں سکتے۔

فراخی و تنگی مقبولیت کا معیار نہیں | یعنی دنیا میں محض روزی کا کشادہ یا تنگ ہونا کسی شخص کے مقبول یا مردود ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ نہ روزی کا ملنا کچھ عقل و ذہانت اور علم و لیاقت پر منحصر ہے۔ دیکھ لو کتنے بیوقوف یا بد معاش چین اڑا رہے ہیں، اور کتنے عقلمند اور نیک آدمی فاقے کھینچتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی عقل دوڑانے اور تدبیر کرنے میں کوئی کی نہیں کرتا پھر ایک کو روزی کشادہ ہے ایک کو تنگ۔ جان لو کہ (صرف) عقل کا کام نہیں“ (کہ اپنے اوپر روزی کشادہ کر لے) بلکہ یہ تقسیم رزاق حقیقی کی حکمت و مصلحت کے تابع اور اسی کے ہاتھ میں ہے۔

اللہ کی بے پایاں رحمت کا اعلان | یہ آیت ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور غفور و گذر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفاء کا حکم رکھتی ہے۔ مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بد معاش، فاسق، فاجر کوئی ہو آیت ہذا کو سننے کے بعد خدا کی رحمت سے بالکلیہ مایوس ہو جانے اور اس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اللہ جس کے چاہے سب گناہ معاف کر سکتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ پھر بندہ نا امید کیوں ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی کہ کفر و شرک کا جرم بدون توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔ لہذا ”إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا“ ”كَوْ لِمَنْ يَشَاءُ“ کے ساتھ مقید سمجھنا ضروری ہے کما قال تعالیٰ ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ“ (نساء۔ رکوع ۱۸) اس تقید سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدون توبہ کے اللہ تعالیٰ کوئی چھوٹا بڑا قصور معاف ہی نہ کر سکے اور نہ یہ مطلب ہوا کہ کسی جرم کے لئے توبہ کی ضرورت ہی نہیں۔ بدون توبہ کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ قید صرف مشیت کی ہے اور مشیت کے متعلق دوسری آیات میں بتلادیا گیا کہ وہ کفر و شرک سے بدون توبہ کے متعلق نہ ہوگی۔ چنانچہ آیت ہذا کی شان نزول بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ اگلی آیت کے فائدہ سے معلوم ہوگا۔

توبہ و انابت کا حکم | مغفرت کی امید دلا کر یہاں سے توبہ کی طرف متوجہ فرمایا۔ یعنی گزشتہ غلطیوں پر تادم ہو کر اور اللہ کے بے پایاں جو د و کرم سے شرمناک کفر و عصیان کی راہ چھوڑ دو، اور اس رب کریم کی طرف رجوع ہو کر اپنے کو بالکلیہ اسی کے سپرد کر دو۔ اس کے احکام کے سامنے نہایت عجز و اخلاص کے ساتھ گردن ڈال دو۔ اور خوب سمجھ لو کہ حقیقت میں نجات محض اس کے فضل سے ممکن ہے۔ ہمارا رجوع و انابت بھی بدون اس کے فضل و کرم کے میسر نہیں ہو سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا۔ جو کفار دشمنی میں لگے رہے تھے سمجھے کہ لاریب اس طرف اللہ ہے۔ یہ سمجھ کر اپنی غلطیوں پر پھپھٹائے۔ لیکن شرمندگی سے مسلمان نہ ہوئے کہ اب ہماری مسلمانی کیا قبول ہوگی۔ دشمنی کی لڑائیاں لڑے اور کتنے خدا پرستوں کے خون کئے۔ تب اللہ نے یہ فرمایا کہ ایسا گناہ کوئی نہیں جس کی توبہ اللہ قبول نہ کرے، نا امید مت ہو، توبہ کرو اور رجوع ہو، بخشے جاؤ گے مگر جب سر پر عذاب آیا یا موت نظر آنے لگی اس وقت کی توبہ قبول نہیں۔“ نہ اس وقت کوئی مدد کو پہنچ سکتا ہے۔

عذاب سے پہلے قرآن کی اطاعت کرو | بہتر بات سے مراد قرآن کریم ہے۔ یعنی قرآنی ہدایات پر چل کر عذاب آنے سے پہلے اپنے مستقبل کی روک تھام کر لو۔ ورنہ معائنہ عذاب کے بعد کچھ تدارک نہ ہو سکے گا نہ کوئی تدبیر بن پڑے گی۔ عذاب الہی اس طرح ایک دم آدباے گا کہ خبر بھی نہ ہوگی کہاں سے آگیا۔

يُحْسِرُنِي عَلَىٰ مَا فَرَطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ

اے افسوس اس بات پر کہ میں کوتاہی کرتا رہا اللہ کی طرف سے اور میں تو

السَّخِرِينَ ﴿٥٦﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ

ہستاہی رہا ♦ یا کہنے لگے اگر اللہ مجھ کو راہ دکھاتا تو میں ہوتا

الْمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي

ڈرنے والوں میں ♦ یا کہنے لگے جب دیکھے عذاب کو کسی طرح مجھ کو

كَرَّةً فَأَكُونُ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ بَلَىٰ قَدْ جَاءَ تَكَ أَيْتِي

پھر جانا ملے تو میں ہو جاؤں نیکی والوں میں ♦ کیوں نہیں پہنچ چکے تھے تیرے پاس میرے حکم

فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ

پھر تو نے ان کو جھٹلایا اور غرور کیا اور تو تھا منکروں میں ♦ اور

الْقِيَمَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وَجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ

قیامت کے دن تو دیکھے ان کو جو جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر کہ ان کے منہ ہوں سیاہ ♦

الْبَئْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ

کیا نہیں دوزخ میں ٹھکانا غرور والوں کا ♦ اور بچائے گا اللہ ان کو جو

اتَّقَوْا بِمَفَازِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦١﴾ اللَّهُ

ڈرتے رہے ان کے بچاؤ کی جگہ نہ لگے ان کو برائی اور نہ وہ غمگین ہوں ♦ اللہ

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿٦٢﴾ لَهُ مَقَالِيدُ

بنانے والا ہے ہر چیز کا اور وہ ہر چیز کا ذمہ لیتا ہے اسی کے پاس ہیں کنجیاں

محشر میں کفار کی ندامت | یعنی ہوا دھوس، رسم و تہذیب اور دنیا کے مڑوں میں پڑ کر خدا کو کچھ سمجھا ہی نہیں۔ اس کے دین کی اور پیغمبروں کی اور جس ہولناک انجام سے پیغمبر ڈرایا کرتے تھے، سب کی ہنسی اڑاتا رہا۔ ان چیزوں کی کوئی حقیقت ہی نہ سمجھی۔ افسوس خدا کے پیچانے اور اس کا حق ماننے میں نے کس قدر کوتاہی کی جس کے نتیجہ میں آج یہ بد اوقات دیکھنا پڑا۔ (یہ بات کافر محشر میں کہے گا اور اگر آیت کا مضمون کفار و عصاة کو عام رکھا جائے تو ”وَإِنْ كُنْتُمْ لَعْنُ السَّاجِرِينَ“ کے معنی ”عَمِلْتُ عَمَلٌ سَاجِرٌ مُسْتَهْزِئٌ“ کے ہونگے۔) کما فسرہ ابن کثیر

جب حسرت و افسوس سے کام نہ چلے گا تو اپنا دل بہلانے کے لئے یہ عذر رنگ پیش کرے گا کہ کیا کہوں خدا نے مجھ کو ہدایت نہ کی۔ وہ ہدایت کرنا چاہتا تو میں بھی آج متقین کے درجہ میں پہنچ جاتا (اس کا جواب آگے آتا ہے۔ ”بَلَىٰ قَدْ جَاءَ نَكَاحُكَ آيَاتِي“ الخ) اور ممکن ہے یہ کلام بطریق اعتذار و احتجاج نہ ہو بلکہ محض اظہار یاس کے طور پر ہو۔ یعنی میں اپنی سوء استعداد اور بد تمیزی کی وجہ سے اس لائق نہ تھا کہ اللہ مجھ کو راہ دیکھا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا۔ اگر مجھ میں اہلیت و استعداد ہوتی اور اللہ میری دشگیری فرماتا تو میں بھی آج متقین کے زمرہ میں شامل ہوتا۔

دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا | جب حسرت اور اعتذار دونوں بیکار ثابت ہو گئے اور دوزخ کا عذاب آنکھوں کے سامنے آجائے گا اس وقت شدت اضطراب سے کہے گا کہ کسی طرح مجھ کو ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے تو دیکھو میں کیسا نیک بن کر آتا ہوں۔

کفار کی یہ تمنا بھی غلط ہے | یعنی غلط کہتا ہے کیا اللہ نے راہ نہیں دکھلائی تھی اور اپنے پیغمبروں کو نشانات اور احکام دیکر نہیں بھیجا تھا مگر تو نے تو ان کی کوئی بات ہی نہیں سنی۔ جو کچھ کہا گیا غرور اور تکبر سے اسے جھٹلاتا رہا تیری شیخی قبول حق سے مانع رہی۔ اور بات یہ ہے کہ اللہ کو ازل سے معلوم تھا کہ تو اس کی آیات کا انکار کرے گا۔ اور تکبر و سرکشی سے پیش آئے گا، تیرے مزاج و طبیعت کی افتاد ہی ایسی ہے۔ اگر ہزار مرتبہ دنیا کی طرف لوٹایا جائے تب بھی اپنی حرکات سے باز نہیں آسکتا۔ ”وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ“ (انعام۔ رکوع ۳) ایسے لوگوں کی نسبت خدا کی عادت نہیں کہ ان کو عروس کا میابی سے ہمکنار کرے۔

قیامت میں مکذبین کے چہرے کالے ہوں گے | اللہ کی طرف سے جو سچی بات آئے اس کو جھٹلاتا یہی اللہ پر جھوٹ بولنا ہے۔ کیونکہ جھٹلانے والا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے فلاں بات نہیں کہی۔ حالانکہ واقع میں کہی ہے۔ اس جھوٹ کی سیاہی قیامت کے دن ان کے چہروں پر ظاہر ہوگی۔

تکبر کا ٹھکانہ دوزخ ہے | پہلے فَكُذِّبَتْ بِهَا وَامْتَكُرَتْ میں دو صفتیں کافر کی بیان ہوئی تھیں۔ مکذیب جو مشتعل ہے کذب پر اور امتکار غرور، یہاں بتلادیا کہ کذب و دروغ سے انکے منہ کالے ہو گئے اور غرور و تکبر کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا کہیں نہیں۔

متقین کا مقام | یعنی اللہ تعالیٰ متقین کو انکے ازلی فوز و سعادت کی بدولت کامیابی کے اس بلند مقام پر پہنچائے گا۔ جہاں ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ اور ہر طرح کے فکر و غم سے آزاد ہوں۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ

آسمانوں کی اور زمین کی اور جو منکر ہوئے ہیں اللہ کی باتوں سے وہ لوگ

هُمُ الْخَسِرُونَ ﴿۳۳﴾ قُلْ أَغْبِرُ اللَّهَ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا

جو ہیں وہی ہیں ٹوٹنے میں پڑے تو کہہ اب اللہ کے سوا کسی کو بتلاتے ہو کہ پوجوں اے

الْجَاهِلُونَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ

نادانو اور حکم ہو چکا ہے تجھ کو اور تجھ سے اگلوں کو

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿۳۵﴾

کہ اگر تو نے شریک مان لیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور تو ہوگا ٹوٹنے میں پڑا

بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۳۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ

نہیں بلکہ اللہ ہی کو پوج اور رہ حق ماننے والوں میں اور نہیں سمجھے اللہ کو

حَقَّ قَدْرِهِ ۚ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَ

جتنا کچھ وہ ہے اور زمین ساری ایک ٹٹھی ہے اس کی دن قیامت کے

السَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٍ بِيَمِينِهِ ۚ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرَكُونَ ﴿۳۷﴾

اور آسمان لپٹے ہوئے ہوں اس کے داہنے ہاتھ میں وہ پاک ہے اور بہت اوپر ہے اس سے کہ (اس کا) شریک بتلاتے ہیں

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي

اور پھونکا جائے صور میں پھر بے ہوش ہو جائے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور

الْأَرْضِ الْأَمِنْ شَاءَ اللَّهُ ۚ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ ۚ فَإِذَا هُمْ

زمین میں مگر جس کو اللہ چاہے پھر پھونکی جائے دوسری بار تو فوراً وہ

کفر کرنے والے ہی گھائے میں ہیں | یعنی ہر چیز کو اس نے پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد اس کی بقاء و حفاظت کا ذمہ دار بھی وہ ہی ہوا اور زمین و آسمان کی تمام چیزوں میں تصرف و اقتدار بھی اسی کو حاصل ہے کیونکہ سب خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ پھر ایسے خدا کو چھوڑ کر آدمی کہاں جائے۔ چاہئے کہ اسی کے غضب سے ڈرے اور اسی کی رحمت کا امیدوار رہے۔ کفر و ایمان اور جنت و دوزخ سب اسی کے زیر تصرف ہیں۔ اس کی باتوں سے منکر ہو کر آدمی کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ کیا اس سے منحرف ہو کر آدمی کسی فلاح کی امید رکھ سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو شرک کی دعوت اور اس کا جواب | یعنی انتہائی نادانی اور حماقت و جہالت یہ ہے کہ آدمی خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرے اور پیغمبر خدا سے (معاذ اللہ) یہ طمع رکھے کہ وہ اس کے راستہ پر آجائیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ مشرکین نے حضور کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش کی طرف بلایا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

آنحضرت ﷺ کو نصیحت | یعنی عقلی حیثیت سے دیکھا جائے کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنا باقی رکھنا اور ان میں ہر قسم کے تصرفات کرتے رہنا صرف اللہ کا کام ہے تو عبادت کا مستحق بجز اس کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور عقلی حیثیت سے لحاظ کرو تو تمام انبیاء اللہ اور ادیانِ سماویہ تو حید کی صحت اور شرک کے بطلان پر متفق ہیں بلکہ ہر نبی کو بذریعہ وحی متلا دیا گیا ہے کہ (آخرت میں) شرک کے تمام اعمال اکارت ہیں اور شرک کا انجام خالص حرمان و خسران کے سوا کچھ نہیں۔ لہذا انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر ایک خدائے قدوس کو پوجے اور اس کا شکر گزار و وفادار بندہ بنے۔ اس کے عظمت و جلال کو سمجھے۔ عاجز و حقیر مخلوق کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے۔ اس کو اسی طرح بزرگ و برتر مانے، جیسا وہ واقع میں ہے۔ مشرکین اللہ کو نہیں سمجھتے | یعنی مشرکین نے اس کے عظمت و جلال اور بزرگی و برتری کو وہاں تک نہ سمجھا اور ملحوظ نہ رکھا جہاں تک ایک بندہ کو سمجھنا اور ملحوظ رکھنا چاہئے تھا۔ اس کی شان رفیع اور مرتبہ بلند کا اجمالی تصور رکھنے والا، کیا عاجز محتاج مخلوق حتیٰ کہ پتھر کی بے جان مورتیوں کو اس کا شریک تجویز کر سکتا ہے۔ حاشا وکلا۔ آگے اس کی بعض شہون عظمت و جلال کا بیان ہے۔

زمین و آسمان ایک مٹھی میں | یعنی جسکی عظمت شان کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن کل زمین اس کی ایک مٹھی میں اور سارے آسمان کاغذ کی طرح لپٹے ہوئے ایک ہاتھ میں ہونگے، اس کی عبادت میں بے جان یا عاجز محتاج مخلوق کو شریک کرنا کہاں تک روا ہوگا۔ وہ شرکاء تو خود اس کی مٹھی میں پڑے ہیں۔ جس طرح چاہے ان پر تصرف کرے۔ ذرا کان یا زبان نہیں ہلا سکتے۔ تنبیہ | مَطْوِیَّاتٌ بِیَمِیْنِهِ کے متعلق سورہ "انبیاء" کی آیت "یَوْمَ نَطْوِی السَّمَاءَ" الخ کا حاشیہ دیکھنا چاہئے۔ اور "یمین" وغیرہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں جن پر بلا کیف ایمان رکھنا واجب ہے۔ بعض احادیث میں ہے وَ کَلَّمَا یَذِیْہِ یَمِیْنٌ (اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں) اس سے تجسم، تمیز اور جہت وغیرہ کی نفی ہوتی ہے۔

قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿٦٨﴾ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ

کھڑے ہو جائیں ہر طرف دیکھتے ♦ اور چمکے زمین اپنے رب کے نور سے اور لا دھریں

الْكِتَابُ وَجِئَتْ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءُ وَقُضِيَ بَيْنَهُمُ

دفتر ♦ اور حاضر آئیں پیغمبر اور گواہ اور فیصلہ ہوا ان میں

بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

انصاف سے ♦ اور ان پر ظلم نہ ہوگا ♦ اور پورا ملے ہر جی (شخص) کو جو اس نے کیا

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٧٠﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ

اور اس کو خوب خبر ہے جو کچھ کرتے ہیں ♦ اور لائے جائیں جو منکر تھے

جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

دوزخ کی طرف گروہ گروہ ♦ یہاں تک کہ جب پہنچ جائیں اس پر کھولے جائیں اس کے دروازے ♦ اور کہنے لگیں

لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ

ان کو اس کے داروغہ ♦ کیا نہ پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تم میں کے ♦ پڑھتے تھے (سناتے تھے تم کو) تم پر

آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا

باتیں تمہارے رب کی ♦ اور ڈراتے تم کو ♦ تمہاری ملاقات سے اس دن کی بولیں

بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧١﴾

کیوں نہیں ♦ پر ثابت ہوا ♦ حکم عذاب کا ♦ منکروں پر

قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ فَبِئْسَ

حکم ہووے کہ داخل ہو جاؤ ♦ دروازوں میں دوزخ کے سدا رہنے کو اس میں سو کیا بری جگہ ہے

◆ **تیسرا نفع صور** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”ایک بار نفع صور ہے عالم کے فناء کا، دوسرا ہے زندہ ہونے کا، یہ تیسرا بعد حشر کے ہے بیہوشی کا، چوتھا خبردار ہونے کا، اس کے بعد اللہ کے سامنے سب کی پیشی ہوگی۔“ اھ پیغمبر یسیر۔ لیکن اکثر علمائے محققین کے نزدیک کل دو مرتبہ نفع صور ہوگا۔ پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اڑ جائیں گے۔ پھر زندے تو مردہ ہو جائیں گے اور جو مر چکے تھے ان کی ارواح پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی۔ بعدہ دوسرا نفع ہوگا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس آ جائیں گی اور بیہوشوں کو افاتہ ہوگا۔ اس وقت محشر کے عجیب و غریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر کھتے رہیں گے۔ پھر خداوند قدوس کی پیشی میں تیزی کے ساتھ حاضر کئے جائیں گے **تنبیہ** | اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ سے بعض نے جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت مراد لئے ہیں۔ بعض نے ان کے ساتھ حملہ العرش کو بھی شامل کیا ہے۔ بعض کے نزدیک انبیاء و شہداء مراد ہیں۔ واللہ اعلم بہر حال یہ استثناء اس نفع کے وقت ہوگا۔ اس کے بعد ممکن ہے ان پر بھی فنا طاری کر دی جائے۔ ”لَيَحْنُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ“ (المومن۔ رکوع ۲۷)

◆ **حساب کیلئے حق تعالیٰ کا نزول** | یعنی اس کے بعد حق تعالیٰ حساب کے لئے اپنی شان کے مناسب نزول اجلال فرمائیں گے (کماورد فی بعض روایات الدر المنثور) اس وقت حق تعالیٰ کی تجلی اور نور بے کیف سے محشر کی زمین چمک اٹھے گی حساب کا دفتر کھلے گا۔ سب کے اعمال نامے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے گواہ دربار میں حاضر ہونگے اور ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ سنایا جائے گا۔ کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہوگی **تنبیہ** | ”شہداء“ سے مراد علاوہ انبیاء علیہم السلام کے فرشتے، امت محمدیہ کے لوگ اور انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ سب ہو سکتے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ نے ہر امت کے نیک آدمی مراد لئے ہیں۔

◆ یعنی نیکی کے بدلہ میں کمی اور بدی کے بدلہ میں زیادتی نہ ہوگی جس کا جتنا اچھا یا برا عمل ہے سب خدا کے علم میں ہے اسی کے موافق بدلہ ملے گا۔ جس کی کچھ تفصیل آگے آتی ہے۔

◆ یعنی گواہ آتے ہیں ان کے الزام کو۔ ورنہ اللہ سے کیا چیز پوشیدہ ہے۔ (کذا فی الموضح)

◆ **کفار کو دوزخ کی طرف ذلت سے ہانکا جائے گا** | یعنی تمام کافروں کو دھکے دے کر نہایت ذلت و خواری کے ساتھ دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ اور چونکہ کفر کے اقسام و مراتب بہت ہیں، ہر قسم اور ہر درجہ کے کافروں کا گروہ الگ الگ کر دیا جائے گا۔

◆ جس طرح دنیا میں جیلخانہ کا پھانک کھلا نہیں رہتا جب کسی قیدی کو داخل کرنا ہوتا ہے کھول کر داخل کرتے اور پھر بند کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی وہاں جس وقت دوزخی دوزخ کے قریب پہنچیں گے دروازے کھول کر اس میں دھکیل دیا جائے گا۔ اس کے بعد دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ کما قال تعالیٰ ”عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ“ (ہمزہ)

◆ **دوزخ کے فرشتوں کی ملامت** | یعنی جو فرشتے دوزخ کے محافظ ہیں وہ کفار سے بطور ملامت یہ کہیں گے۔

◆ یعنی جن سے تم کو بسبب ہم جنس ہونے کے فیض لینا بہت آسان تھا۔

◆ یعنی پیغمبر کیوں نہیں آئے۔ ضرور آئے ہم کو اللہ کی باتیں سنائیں، اور آج کے دن سے بہت کچھ ڈرایا لیکن ہماری بد بختی اور نالائقی کہ ہم نے ان کا کہنا مانا، آخر خدا کی اٹل تقدیر سامنے آئی اور عذاب کا حکم ہم کافروں پر ثابت ہو کر رہا۔ ”فَاَعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السُّعِيرِ“

مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٤١﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى

رہنے کی غرور والوں کو ♦ اور ہانکے جائیں وہ لوگ جو ڈرتے رہے تھے اپنے رب سے

الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

جنت کو گروہ گروہ ♦ یہاں تک کہ جب پہنچ جائیں اس پر اور کھولے جائیں اس کے دروازے اور کہنے لگیں

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿٤٢﴾

ان کو داروغہ اس کے سلام پہنچے تم پر تم لوگ پاکیزہ ہو سوداغل ہو جاؤ اس میں سدا رہنے کو ♦

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَأَوْرَثَنَا

اور وہ بولیں شکر اللہ کا جس نے سچا کیا ہم سے اپنا وعدہ ♦ اور وارث کیا ہم کو

الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ

اس زمین کا ♦ گھر لے لیویں بہشت میں سے جہاں چاہیں ♦ سو کیا خوب بدلہ ہے

الْعَمِلِينَ ﴿٤٣﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِئِينَ مِنْ حَوْلِ

مہنت کرنے والوں کا اور تو دیکھے فرشتوں کو گھر رہے ہیں عرش کے

الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ

گرد پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں اور فیصلہ ہوتا ہے ان میں انصاف کا

وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٤﴾

اور یہی بات کہتے ہیں کہ سب خوبی ہے اللہ کی جو رب ہے سارے جہان کا ♦

نہ

آيَاتُهَا ٨٥ ﴿٣٠﴾ سُورَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ (٦٠) ﴿٤٥﴾ زُكُوعَاتُهَا ٩

سورہ مؤمن مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچاس آیتیں ہیں اور نور کو ع

یعنی تم نے شیخی اور غرور میں آکر اللہ کی بات نہ مانی۔ اب ہمیشہ دوزخ میں پڑے اس کا مزہ چکھتے رہو۔
 یعنی ایمان و تقویٰ کے مدارج چونکہ متفاوت ہیں ہر درجہ کے مومنین متقین کی جماعت الگ ہوگی اور
 ان سب جماعتوں کو نہایت شوق دلا کر جلدی جلدی جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا۔

اہل جنت کا استقبال و اکرام | یعنی جس طرح مہمانوں کے لئے انکی آمد سے پہلے مہمان
 خانہ کا دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے، جنتی وہاں پہنچ کر جنت کے دروازے کھلے پائیں گے۔ کما قال فی
 موضع آخر "مُفْتَحَةٌ لَهُمُ الْأَبْوَابُ" (مس۔ رکوع ۴) اور خدا کے فرشتے نہایت اعزاز و اکرام کے
 ساتھ کلمات سلام و ثناء وغیرہ سے ان کا استقبال کریں گے اور جنت میں رہنے کی بشارت سنائیں گے۔
اہل جنت کا شکر | یعنی خدا شکر جو وعدے انبیاء کی زبانی دنیا میں کئے گئے تھے آج اپنی آنکھوں
 سے دیکھ لئے۔

یعنی جنت کی زمین کا۔

جنت میں جہاں چاہو رہو | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "ان کو حکم ہے جہاں چاہیں
 رہیں لیکن ہر کوئی وہی جگہ چاہے گا جو اس کے واسطے پہلے سے رکھی ہے۔" اور بعض کے نزدیک مراد
 یہ ہے کہ جنت میں سیر و ملاقات کے لئے کہیں آنے جانے کی روک ٹوک نہ ہوگی۔

عرش کے گرد ملائکہ کا ہجوم | یعنی حق تعالیٰ جب حساب کتاب کے لئے نزول اجلال فرمائیں
 گے۔ اس وقت فرشتے عرش کے گرد اگر حلقہ باندھے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہوئے اور تمام
 بندوں میں ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جس پر ہر طرف سے جوش و خروش کے ساتھ
 "الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" کا نعرہ بلند ہوگا۔ یعنی ساری خوبیاں اس خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا
 پروردگار ہے (جس نے سارے جہان کا ایسا عمدہ فیصلہ کیا) اسی نعرہ تحسین پر دربار برخواست ہو جائے
 گا۔ عموماً مفسرین نے آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کو حالت
 راہنہ پر حمل کیا اور قُضِيَ بَيْنَهُمْ کی ضمیر ملائکہ کی طرف راجع کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "فرشتوں میں
 فیصلہ یہ کہ ہر ایک فرشتہ (ملا علیٰ میں) اپنے قاعدہ سے ایک تدبیر بولتا ہے (کما یشیر الیہ
 اختصام الملا الاعلیٰ و تفصیلہ فی حجة اللہ البالغہ) پھر اللہ تعالیٰ ایک کی بات جاری کرتا
 ہے۔ وہی ہوتی ہے حکمت کے موافق۔ یہ ماجرا اب بھی ہے اور قیامت میں بھی۔" واللہ تعالیٰ
 اعلم بالصواب۔ تم سورۃ الزمر بعون اللہ و توفیقہ واللہ الحمد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حَمْدٌ ۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۲

حَمْدُ اتارنا کتاب کا اللہ سے ہے جو زبردست ہے خبردار

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ۳ ذِے

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب دینے والا

الطَّوْلِ ۴ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۵ مَا يُجَادِلُ

مقدور والا کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے اسی کی طرف پھر جاتا ہے وہی جھگڑتے ہیں

فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرُكَ تَقْلُبُهُمْ

اللہ کی باتوں میں جو منکر ہیں سو تجھ کو دھوکا نہ دے (دھوکے میں نہ ڈالے) یہ بات کہ وہ چلتے پھرتے ہیں

فِي الْبِلَادِ ۶ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ

شہروں میں (ان کا چلنا پھرنا شہروں میں) جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے قوم نوح کی اور کتنے فرقے ان سے

بَعْدِهِمْ ۷ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَ

پیچھے اور ارادہ کیا ہر امت نے اپنے رسول پر کہ اس کو پکڑ لیں اور

جَدَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ ۸ فَكَيْفَ

لانے لگے جھوٹے جھگڑے کہ اس سے ڈکاویں سچے دین کو پھر میں نے ان کو پکڑ لیا پھر کیسا ہوا

كَانَ عِقَابٌ ۹ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى

میرا سزا دینا اور اسی طرح ٹھیک ہو چکی بات تیرے رب کی

سورۃ المؤمن

توبہ کی فضیلت | یعنی توبہ قبول کر کے گناہوں سے ایسا پاک و صاف کر دیتا ہے۔ گویا کبھی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ اور مزید برآں توبہ کو مستقل طاعت قرار دیکر اس پر اجر عنایت فرماتا ہے۔

یعنی بے حد قدرت و وسعت اور غنا والا جو بندوں پر انعام و احسان کی بارشیں کرتا رہتا ہے۔

جہاں پہنچ کر ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا۔

یعنی اللہ کی باتیں اور اسکی عظمت و قدرت کے نشان ایسے نہیں جن میں کوئی جھگڑا کیا جائے۔ مگر جن لوگوں نے یہ ہی ٹھان لی ہے کہ روشن سے روشن دلائل و براہین اور کھلی کھلی باتوں کا بھی انکار کیا جائے وہ ہی سچی باتوں میں ناحق جھگڑے ڈالتے ہیں۔

منکرین کی دنیوی حالت سے دھوکا نہ کھاؤ | یعنی ایسے منکرین کا انجام تباہی اور ہلاکت ہے۔ کوئی الحال وہ شہروں میں چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے نظر آتے ہیں اس سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امہال و استدراج ہے کہ چند روز چل پھر کر دنیا کے مزے اڑالیں، یا تجارتیں اور سازشیں کر لیں۔ پھر ایک روز غفلت کے نشہ میں پوری طرح مخمور ہو کر پکڑے جائیں گے۔ اگلی قوموں کا حال بھی یہ ہی ہوا۔

پچھلی قوموں کے حال سے عبرت | یعنی ہر ایک امت کے شریروں نے اپنے پیغمبر کو پکڑ کر قتل کرنے یا ستانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ جھوٹے ڈھکوسلے کھڑے کر کے سچے دین کو شکست دیں، اور حق کی آواز کو ابھرنے نہ دیں، لیکن ہم نے ان کا داؤ چلنے نہ دیا اور اس کے بجائے کہ وہ پیغمبروں کو پکڑتے ہم نے ان کو پکڑ کر سخت سزائیں دیں، پھر دیکھ لو ہماری سزا کیسی ہوئی کہ ان کی بیخ و بنیاد باقی نہ چھوڑی۔ آج بھی ان تباہ شدہ قوموں کے کچھ آثار کہیں کہیں موجود ہیں، ان ہی کو دیکھ کر انسان ان کی تباہی کا تصور کر سکتا ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْتُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ

مکروں پر کہ یہ ہیں دوزخ والے ﴿۱﴾ جو لوگ اٹھا رہے ہیں

الْعَرْشِ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ

عرش کو اور جو اس کے گرد ہیں پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں اور اس پر یقین رکھتے ہیں

بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ

اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے ﴿۲﴾ اے پروردگار ہمارے ہر چیز سمائی ہوئی ہے

رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ

تیری بخشش اور خبر (آگاہی) میں سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں اور چلیں تیری راہ پر

وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۖ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ

اور بچان کو آگ کے عذاب سے ﴿۳﴾ اے رب ہمارے اور داخل کر ان کو سدا بنے (ہمیشہ رہنے) کے باغوں میں

الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَ

جن کا وعدہ کیا تو نے ان سے اور جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں اور عورتوں میں اور

ذُرِّيَّتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۖ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ۖ

اولاد میں بے شک تو ہی ہے زبردست حکمت والا ﴿۴﴾ اور بچان کو برائیوں سے

وَمَنْ ثَقَّ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْنَاهُ ۖ وَذَلِكَ هُوَ

اور جس کو تو بچائے برائیوں سے اس دن اس پر مہربانی کی تو نے اور یہ جو ہے یہی ہے

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۖ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ لَمَقْتُ اللَّهُ

بڑی مراد پانی ﴿۵﴾ جو لوگ منکر ہیں ان کو پکار کر کہیں گے اللہ بیزار ہوتا تھا

◆ موجودہ منکرین بھی اہل دوزخ ہیں | یعنی جس طرح اگلی قوموں پر عذاب آنے کی بات پوری اتر چکی، موجود الوقت منکروں پر بھی اتری ہوئی سمجھو۔ اور جس طرح پیغمبروں کے اعلان کے موافق کافروں پر دنیوی عذاب آ کر رہا، تیرے رب کی یہ بات بھی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آخرت میں ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ تنبیہ | بعض نے "اِنَّهُمْ اَصْلَحُ النَّاسِ" کو "لَا تُنْهَمُ" کے معنی میں لے کر یہ مطلب بیان کیا ہے کہ گذشتہ منکروں کی طرح موجودہ منکروں پر بھی اللہ کی بات سچی ہے کیونکہ یہ بھی اصحاب النار میں سے ہیں۔

◆ مومنین کیلئے فرشتوں کا استغفار | پہلی آیات میں مجرمین و منکرین کا حال زبوں بیان ہوا تھا۔ یہاں ان کے مقابل مومنین و تائبین کا فضل و شرف بیان کرتے ہیں۔ یعنی عرش عظیم کو اٹھانے والے اور اس کے گرد طواف کرنے والے بیشار فرشتے جن کی غذا صرف حق تعالیٰ کی تسبیح و تحمید ہے اور جو مقربین بارگاہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کا ایمان و یقین رکھتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے آگے مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں سبحان اللہ اس عزت افزائی اور شرف و احترام کا کیا ٹھکانا ہے کہ فرش خاک پر رہنے والے مومنین سے جو خطائیں اور لغزشیں ہو گئیں ملائکہ کروہین بارگاہ احدیت میں ان کے لئے غائبانہ معافی چاہیں۔ اور جب ان کی شان میں "وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ" آیا ہے تو وہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور ہو گئے۔

◆ فرشتوں کے استغفار کا مضمون | یہ فرشتوں کے استغفار کی صورت بتلائی۔ یعنی بارگاہ احدیت میں یوں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ کا علم اور رحمت ہر چیز کو محیط ہے پس جو کوئی تیرے علم محیط میں برائیوں کو چھوڑ کر سچے دل سے تیری طرف رجوع ہو اور تیرے راستہ پر چلنے کی کوشش کرتا ہو، اگر اس سے بمتحائے بشریت کچھ کمزوریاں اور خطائیں سرزد ہو جائیں، آپ اپنے فضل و رحمت سے اس کو معاف فرمادیں۔ نہ دنیا میں ان پر دار و گیر ہو اور نہ دوزخ کا منہ دیکھنا پڑے ہاتی جو مسلمان توبہ و انابت کی راہ اختیار نہ کرے اس کا یہاں ذکر نہیں۔ آیت ہذا اس کی طرف سے ساکت ہے۔ بظاہر حاطین عرش ان کے حق میں دعا نہیں کرتے۔ اللہ کا ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ یہ دوسری نصوص سے طے کرنا چاہئے۔

◆ اہل جنت کے اقربا کیلئے فرشتوں کی دعا | یعنی اگرچہ بہشت ہر کسی کو اپنے عمل سے ملتی ہے (جیسا کہ یہاں بھی وَفَسَنُ صْلَحُ کی قید سے ظاہر ہے) بدون اپنے ایمان و صلاح کے بیوی، بیٹا اور ماں باپ کا نام نہیں آتے لیکن تیری حکمتیں ایسی بھی ہیں کہ ایک کے سبب سے کتنوں کو ان کے عمل سے زیادہ اعلیٰ درجہ پر پہنچا دے۔ کما قال تعالیٰ "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ" (طور۔ رکوع ۱) اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو حقیقت میں وہ بھی ان ہی کے کسی عمل قلبی کا بدلہ ہو۔ مثلاً وہ آرزو رکھتے ہوں کہ ہم بھی اسی مرد صالح کی چال چلیں۔ یہ نیت اور نیکی کی حرص اللہ کے ہاں مقبول ہو جائے یا اس مرد صالح کے اکرام و مدارات ہی کی ایک صورت یہ ہو کہ اس کے ماں باپ اور بیوی بچے بھی اس کے درجہ میں رکھے جائیں۔

◆ یعنی محشر میں ان کو کوئی برائی (مثلاً گھبراہٹ اور پریشانی وغیرہ) لاحق نہ ہو۔ اور یہ عظیم الشان کامیابی صرف تیری خاص مہربانی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ بعض مفسرین نے سینات سے اعمال سیدہ مراد لئے ہیں یعنی آگے کو انہیں برے کاموں سے محفوظ فرما دے اور ان کی خواہی کر دے کہ برائی کی طرف نہ جائیں۔ ظاہر ہے جو آج یہاں برائی سے بچ گیا اس پر تیرا فضل ہو گیا۔ وہ ہی آخرت میں اعلیٰ کامیابی حاصل کرے گا۔ اس تفسیر پر یوسف بنیاد کا ترجمہ بجائے اس دن "کے" اس دن "ہونا چاہئے۔ حضرت شاہ صاحب "لکھتے ہیں۔" یعنی تیری مہربانی ہو کہ برائیوں سے بچے۔ اپنے عمل سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ تھوڑی بہت برائی سے کون خالی ہے۔" یہ الفاظ دونوں تفسیروں پر چسپاں ہو سکتے ہیں۔

اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ

زیادہ اس سے جو تم بیزار ہوئے ہو اپنے جی سے جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین لانے کو

فَتَكْفُرُونَ ﴿۱۰﴾ قَالُوا رَبَّنَا اَمَتْنَا اثْنَتَيْنِ وَاحْيَيْتَنَا

پھر تم منکر ہوتے تھے ﴿۱۰﴾ بولیں گے (کہیں گے) اے رب ہمارے تو موت دے چکا ہم کو دوبار اور زندگی دے چکا

اِثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ اِلَّا خُرُوجٌ مِّنْ

دوبار ﴿۱۱﴾ اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے ﴿۱۱﴾ پھر اب بھی ہے نکلنے کو کوئی

سَبِيلٍ ﴿۱۱﴾ ذِكْرُكُمْ بِاَنَّهُ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَلٰنْ

راہ ﴿۱۱﴾ یہ تم پر اس واسطے ہے کہ جب کسی نے پکارا (کوئی پکارتا) اللہ کو اکیلا تو تم منکر ہوتے اور جب

يَشْرِكُ بِهِ تُوْمِنُوْا فَاَحْكُمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ

اس کے ساتھ پکارتے شریک کو تو تم یقین لانے لگتے ﴿۱۲﴾ اب حکم وہی جو کرے اللہ سب سے اوپر (اونچا) بڑا ﴿۱۲﴾ وہی ہے

الَّذِي يُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا

تم کو دکھلاتا اپنی نشانیاں اور اتارتا ہے تمہارے واسطے آسمان سے روزی

وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنۡ يُّنۡبِئُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيۡنَ

اور سوچ وہی کرے جو رجوع رہتا ہو ﴿۱۳﴾ سو پکارو اللہ کو خالص کر کر

لَهُ الدِّيۡنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيعُ الدَّرَجٰتِ

اس کے واسطے بندگی اور پڑے برامائیں منکر ﴿۱۴﴾ وہی ہے اونچے درجوں والا

ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوۡحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰۤى مَنۡ يَّشَآءُ مِنْ

مالک عرش کا اتارتا ہے بھید کی بات اپنے علم سے جس پر چاہے اپنے

◆ **منکرین سے اللہ کی بیزاری کا اعلان** | یہ قیامت کے دن کہیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی آج تم اپنے (نفس سے بیزار ہو اور) اپنے جی کو پھٹکارتے ہو۔ دنیا میں جب کفر کرتے تھے (اس وقت) اللہ اس سے زیادہ تم کو پھٹکارتا تھا (اور تمہاری حرکات سے بیزار تھا) اسی کا بدلہ آج پاؤ گے“، اور بعض مفسرین نے ”مفتین“ کا زمانہ ایک مراد لے کر یوں معنی کئے ہیں کہ تم کو دنیا میں بار بار ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم بار بار کفر کرتے تھے۔ آج اس کی سزا بھگتنے کے وقت جس قدر تم اپنے جانوں سے بیزار ہو رہے ہو اللہ اس سے زیادہ تم سے بیزار ہے۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”پہلے مٹی تھے یا نطفہ، تو مردے ہی تھے۔ پھر جان پڑی تو زندہ ہوئے، پھر مرے۔ پھر زندہ کر کے اٹھائے گئے۔ یہ ہیں دو موتیں اور دو حیاتیں۔ قال تعالیٰ۔ ”كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ“ (بقرہ۔ رکوع ۳) وقیل غیر ذلک والا ظہر ہو ہذا۔

◆ **منکرین کا دوسری موت اور حیات کا اقرار** | یعنی انکار کیا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر جینا نہیں۔ نہ حساب کتاب ہے نہ کوئی اور قصہ۔ اسی لئے گناہوں اور شرارتوں پر جری ہوتے تھے۔ اب دیکھ لیا کہ جس طرح پہلی موت کے بعد آپ نے ہم کو زندہ کیا اور عدم سے نکال کر وجود عطا فرمایا، دوسری موت کے بعد بھی پیغمبروں کے ارشاد کے موافق دوبارہ زندگی بخشی۔ آج بحث بعد الموت کے وہ سب مناظر جن کا ہم انکار کیا کرتے تھے سامنے ہیں اور بجز اس کے چارہ نہیں کہ ہم اپنی غلطیوں اور خطاؤں کا اعتراف کریں۔

◆ **تیسری حیات کی درخواست** | یعنی افسوس اب تو بظاہر یہاں سے چھوٹ کر نکل بھاگنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ ہاں آپ قادر ہیں کہ جہاں دو مرتبہ موت و حیات دے چکے ہیں، تیسری مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس بھیج دیں۔ تا اس مرتبہ وہاں سے ہم خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں۔

◆ **کفار کیلئے ہلاکت ابدی کا فیصلہ** | یعنی بیشک اب دنیا کی طرف واپس کئے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اب تو تم کو اپنے اعمال سابقہ کا خمیازہ بھگتنا ہے۔ تمہارے متعلق ہلاکت ابدی کا یہ فیصلہ اس لئے ہوا ہے کہ تم نے اکیلے سچے خدا کی پکار پر کبھی کان نہ دھرا۔ ہمیشہ اس کا یا اس کی وحدانیت کا انکار ہی کرتے رہے۔ ہاں کسی جھوٹے خدا کی طرف بلائے گئے تو فوراً مٹا و صدقاً کہہ کر اس کے پیچھے ہو لئے۔ اس سے تمہاری خواہر طبیعت کی افتاد کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر ہزار مرتبہ بھی واپس کیا جائے، پھر وہ ہی کفر و شرک کما کر لاؤ گے بس آج تمہارے جرم کی ٹھیک سزا یہ ہی جس دوام ہے جو اس بڑے زبردست خدا کی عدالت عالیہ سے جاری کی گئی۔ جس کا کہیں آگے مرافعہ (اپیل) نہیں۔ اس سے چھوٹنے کی تمنا عبث ہے۔

◆ **رزق رسائی میں اللہ کی نشانیاں** | یعنی اس کی عظمت و وحدانیت کی نشانیاں ہر چیز میں ظاہر ہیں ایک اپنی روزی ہی کے مسئلہ کو آدمی سمجھ لے جس کا سامان آسمان سے ہوتا رہتا ہے تو سب کچھ سمجھ میں آجائے۔ لیکن جب ادھر رجوع ہی نہ ہو اور غور و فکر سے کام ہی نہ لے تو کیا خاک سمجھ حاصل ہو سکتی ہے۔

◆ یعنی بندوں کو چاہئے سمجھ سے کام لیں۔ اور ایک خدا کی طرف رجوع ہو کر اسی کو پکاریں، اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کریں بیشک مخلص بندوں کے اس موحدانہ طرز عمل سے کافر و مشرک ناک بھوں چڑھائیں گے کہ سارے دیوتاؤں کو صرف ایک ہی خدا رہنے دیا گیا۔ مگر پکا موحد وہ ہی ہے جو مشرکین کے مجمع میں توحید کا نعرو بلند کرے۔ اور ان کے برامانے کی اصلا پروا نہ کرے۔

عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ ۝

بندوں میں تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہونگے

لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۚ

کچھ ہی نہ رہے گی (پوشیدہ نہ ہوگی) اللہ پر ان کی کوئی چیز کس کا راج ہے اس دن

لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

اللہ کا جو اکیلا ہے دباؤ والا آج بدلہ ملے گا ہر جی کو جیسا

كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

اس نے کمایا بالکل ظلم نہیں آج بے شک اللہ جلد لینے والا ہے حساب

وَأَنْذَرَهُمْ يَوْمَ الْأَرْفَةِ ۚ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ

اور خبر سنا دے ان کو اس نزدیک آنے والے دن کی جس وقت دل پہنچیں گے گلوں کو

كُظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَبِيبٍ وَلَا شَفِيعٍ

تو وہ دبا رہے ہونگے کوئی نہیں گنہگاروں کا دوست اور نہ سفارشی

يُطَاعُ ۝ يَعْلَمُ خَائِنَتَهُ الْأَعْيُنُ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۝

کہ جس کی بات مانی جائے وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ اور جو کچھ چھپا ہوا ہے سینوں میں

وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۚ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ

اور اللہ فیصلہ کرتا ہے انصاف سے اور جن کو پکارتے ہیں اس کے سوائے

لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

نہیں فیصلہ کرتے کچھ بھی بے شک اللہ جو ہے وہی ہے سننے والا دیکھنے والا

◆ القائے روح | ”بہید کی بات“ سے وحی مراد ہے جو اول انبیاء علیہم السلام پر اترتی ہے اور ان کے ذریعہ سے دوسرے بندوں کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ قیامت تک اسی طرح پہنچتی رہے گی۔

◆ یعنی جس دن تمام اولین و آخرین مل کر اللہ تعالیٰ کی پیشی میں حاضر ہونگے اور ہر ایک شخص اپنے اچھے یا برے عمل سے ملاقات کرے گا۔

◆ میدان حشر | یعنی قبروں سے نکل کر ایک کھلے کف دست میدان میں حاضر ہونگے۔ جہاں کوئی آڑ پہاڑ حائل نہ ہوگا۔

◆ یعنی خوب سمجھ لو اس حاکم اعلیٰ کے دربار میں حاضر ہونا ہے جس پر تمہاری کوئی حالت پوشیدہ نہیں۔ سب ظاہر و باطن احوال کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔

◆ یعنی اس دن تمام وسائل و حجب اٹھ جائیں گے۔ ظاہری اور مجازی رنگ میں بھی کسی کی بادشاہت نہ رہے گی۔ اسی اکیلے شہنشاہ مطلق کا راج ہوگا جس کے آگے ہر ایک طاقت دبی ہوئی ہے۔

◆ حشر میں دلوں کی گھبراہٹ | یعنی خوف اور گھبراہٹ سے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ رہے ہوں گے اور لوگ دونوں ہاتھوں سے ان کو پکڑ کر دبائیں گے کہ کہیں سانس کے ساتھ باہر نہ نکل پڑیں۔

◆ یعنی ایسا کوئی سفارشی نہیں ہوگا جس کی بات ضرور ہی مانی جائے۔ سفارش وہ ہی کر سکے گا جس کو اجازت ہو۔ اور اسی کے حق میں کرے گا جس کے لئے پسند ہو۔

◆ اللہ دلوں کے راز اور آنکھوں کی خیانت جانتا ہے | یعنی مخلوق سے نظر بچا کر چوری چپے سے کسی پر نگاہ ڈالی یا کن آنکھوں سے دیکھا یا دل میں کچھ نیت کی یا کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا، ان میں سے ہر چیز کو اللہ جانتا ہے۔ اور فیصلہ انصاف سے کرتا ہے۔

◆ بت فیصلہ نہیں کر سکتے | یعنی فیصلہ کرنا اس کا کام ہو سکتا ہے جو سننے اور جاننے والا ہو۔ بھلا یہ پتھر کی بیجان صورتیں جنہیں تم خدا کہہ کر پکارتے ہو کیا خاک فیصلہ کریں گی۔ پھر جو فیصلہ بھی نہ کر سکے وہ خدا کس طرح ہوا۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا وہ پھرے نہیں ملک میں کر دیکھتے انجام کیسا ہوا ان کا

الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَ

جو تھے ان سے پہلے وہ تھے ان سے (زیادہ) سخت زور میں اور

أَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَمَا كَانَ

نشانوں میں جو چھوڑ گئے زمین میں پھر ان کو پکڑا اللہ نے ان کے گناہوں پر اور نہ ہوا

لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنِّ وَاقٍ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ

ان کو اللہ سے کوئی بچانے والا یہ اس لیے کہ ان کے پاس آتے تھے

رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ قَوِيٌّ

ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر پھر منکر ہو گئے تو ان کو پکڑا اللہ نے بے شک وہ زور آور ہے

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَ

سخت عذاب دینے والا اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر اور

سُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۚ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا

کھلی سند فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس پھر کہنے لگے

سِحْرٌ كَذَّابٌ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا

یہ جادو گر ہے جھوٹا پھر جب پہنچا ان کے پاس لیکر سچی بات ہمارے پاس سے بولے

أَقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ۚ

مار ڈالو بیٹے ان کے جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ اور جیتی رکھو (زندہ چھوڑ دو) ان کی عورتیں

یعنی بڑے مضبوط قلعے، عالی شان عمارتیں اور مختلف قسم کی یادگاریں۔

یعنی جب دنیا کے عذاب سے کوئی نہ بچا سکا، آخرت میں کون بچائے گا۔

انبیاء کی تکذیب رسوائی اور ہلاکت ہے | یعنی تم بھی ان کی طرح رسول کی تکذیب کر کے فلاح نہیں پاسکتے آخر رسوا اور ہلاک ہو گے اور خداوند قدوس اپنے زور و قوت سے پیغمبر کو غالب و منصور فرمائے گا۔ اسی مناسبت سے آگے موسیٰ اور فرعون کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

سلطان مبین | ”نشانوں“ سے معجزات اور ”کھلی سند“ سے شاید ان میں کے مخصوص و ممتاز معجزات مراد ہوں یا ”کھلی سند“ معجزات کے سوا دوسری قسم کے دلائل و براہین کو فرمایا۔ یا ”آیات“ سے تعلیمات و احکام اور ”سلطان مبین“ سے معجزات مراد لئے جائیں۔ یا ”سلطان مبین“ اس قوت قدسیہ اور مخصوص تائید ربانی کا نام ہو جس کے آثار پیغمبروں میں ہر دیکھنے والے کو نمایاں طور پر نظر آیا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ہامان وزیر تھا فرعون کا اور قارون بنی اسرائیل میں سب سے بڑا مالدار اور تاجر تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعون کی مرضی پر چلتا تھا۔ پہلے اس کا قصہ گزر چکا۔

حضرت موسیٰؑ پر جادوگری کا الزام | یعنی جادوگر ہے معجزات دکھانے میں اور جھوٹا ہے دعویٰ رسالت میں۔ یہ بعض نے کہا ہوگا اور دوسروں نے اس کی تصدیق کی ہوگی۔

بیٹے قتل کرنے کا حکم | یہ حکم اب دوسری مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد دیا۔ تاکہ بنی اسرائیل کی تذلیل و توہین کریں، ان کی تعداد گھٹائیں اور ان کے دلوں میں یہ خیال جما دیں کہ یہ سب مصیبت ان پر موسیٰ کی بدولت آئی ہے۔ یہ خیال کر کے لوگ ان کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور دہشت انگیزی کی پالیسی کامیاب ہو جائے گی۔ آگے پتہ نہیں اس حکم پر عمل ہوا یا نہیں۔

وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

اور جو داؤ ہے منکروں کا سونٹلی میں اور بولا فرعون

ذُرُونِي أَقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ

مجھ کو چھوڑ دے کہ مار ڈالوں موسیٰ کو اور پڑا پکارے اپنے رب کو میں ڈرتا ہوں کہ

يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ۝

بگاڑ دے تمہارا دین (تمہاری راہ) یا پھیلانے ملک میں خرابی

وَقَالَ مُوسَى إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ

اور کہا موسیٰ نے میں پناہ لے چکا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی ہر غرور والے سے

لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ

جو یقین نہ کرے حساب کے دن کا اور بولا ایک مرد ایمان دار

مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ

فرعون کے لوگوں میں جو چھپاتا تھا اپنا ایمان کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ

يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ ط

کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور لا یا تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی

وَأَنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا

اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس پر پڑے گا اس کا جھوٹ اور اگر وہ سچا ہوگا

يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ

تو تم پر پڑے گا کوئی نہ کوئی وعدہ جو تم سے کرتا ہے بے شک اللہ راہ نہیں دیتا اس کو

یعنی ایسے داؤ بیچ اور تدبیروں سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی مدد فرما کر منکرین کے سب منصوبے غلط کر دیتا ہے۔

فرعون کی شقاوت اور بدبختی | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”فرعون نے کہا مجھ کو چھوڑو۔ شاید اس کے ارکان سلطنت مار

ڈالنے کا مشورہ نہ دیتے ہو گئے۔ کیونکہ معجزہ دیکھ کر ڈر گئے تھے، کہیں اس کا رب بدلہ نہ لے۔“ فرعون خود بھی دل میں ڈرا ہوا اور سہا ہوا تھا۔ لیکن لوگوں پر اپنی قوت و شجاعت کا اظہار کرنے کے لئے انتہاء درجہ کی شقاوت اور بے حیائی سے ایسا کہہ رہا تھا۔ تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کو قتل سے کوئی چیز مانع نہیں۔ اور اس کے ارادہ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

یعنی اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تو دینی اور دنیوی دونوں طرح کے نقصان کا اندیشہ ہے۔ ممکن ہے یہ اپنے وعظ و تلقین سے تمہارے مذہبی طور و طریق کو جو پہلے سے چلا آتا ہے بگاڑ ڈالے یا سازش وغیرہ کا جال پھیلا کر ملک میں بد امنی پھیلا دے جس کا انجام یہ ہو کہ تمہاری (یعنی قبطیوں کی) حکومت کا خاتمہ ہو کر ملک بنی اسرائیل کے ہاتھ میں چلا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغمبرانہ جواب | حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب ان کے مشوروں کی خبر پہنچی تو اپنی قوم سے

فرمایا کہ مجھے ان دھمکیوں کی مطلق پروا نہیں۔ فرعون اکیلا تو کیا، ساری دنیا کے منکرین و جبارین جمع ہو جائیں تب بھی میرا اور تمہارا پروردگار ان کے شر سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ میں اپنے کوتاہی کی پناہ میں دے چکا ہوں۔ وہی میرا حامی و مددگار ہے کما قال تعالیٰ ”لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ“ (طہ۔ رکوع ۲) بھلا اس کی حمایت و امداد کے بعد کسی مغرور انسان کا کیا ڈر۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جس کو حساب کا یقین ہو وہ ظلم کا ہے کو کرے گا۔“

آل فرعون میں سے ایک مرد مومن کی حمایت | یعنی ایک مرد مومن جس نے فرعون اور اس کی قوم سے اپنا ایمان ابھی

تک مخفی رکھا تھا ذرؤ بنی اقل مومن کی جواب میں بول اٹھا کیا تم ایک شخص کا ناحق خون کرنا چاہتے ہو اس بات پر کہ وہ صرف ایک اللہ کو اپنا رب کیوں کہتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے دعوے کی صداقت کے کھلے کھلے نشان تم کو دکھلا چکا۔ اور اس کے قتل کی تم کو کچھ ضرورت بھی نہیں۔ بلکہ ممکن ہے تمہارے لئے مضر ہو۔ فرض کرو! وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ثابت ہوا تو اتنے بڑے جھوٹ پر ضرور اللہ

اس کو ہلاک یا رسوا کر کے چھوڑے گا۔ خدا کی عادت نہیں کہ وہ ایسے کاذب کو برابر پھولنے پھلنے دے۔ دنیا کو التباس سے بچانے کے لئے یقیناً ایک روز اس کی قلعی کھول دی جائے گی۔ ایسے حالات برروئے کار آئیں گے کہ دنیا علانیہ اس کی رسوائی و ناکامی اور کذب و دروغ کا تماشا دیکھ لے گی۔ اور تم کو خواہی خواہی اس کے خون میں ہاتھ رنکنے کی ضرورت نہ رہے گی اور اگر واقع میں وہ سچائی پر ہے تو

دنیا و آخرت کے جس عذاب سے وہ اپنے مکذبین کو ڈراتا ہے یقیناً اس کا کچھ نہ کچھ حصہ تم کو ضرور پہنچ کر رہے گا۔ لہذا پہلی شق پر اس کے قتل میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں اور دوسری شق پر اس کا قتل کرنا سراسر موجب نقصان و خسران ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی اگر جھوٹا ہے تو جس پر جھوٹ بوتا ہے وہ ہی سزا دے رہے گا۔ اور شاید سچا ہو تو اپنی فکر کرو۔“ تنبیہ | یہ تقریر اس

صورت میں ہے جب کسی مفتری کا کذب صریحاً ظاہر نہ ہوا ہو۔ اور اگر مدعی ثبوت کا کذب و افتراء دلائل و براہین سے روشن ہو جائے تو بلاشبہ واجب القتل ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ پیغمبر ربی ﷺ کا خاتم النبیین ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا، اگر کوئی شخص مدعی نبوت بن کر کھڑا ہوگا تو چونکہ اس کا یہ دعویٰ ایک قطعی الثبوت عقیدہ کی تکذیب کرتا ہے۔ لہذا اس کے متعلق کسی قسم کے تامل و تردد اور

امہال و انتظار کی گنجائش نہ ہوگی۔

هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يَقُومُ لَكُمْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

جو ہو بے لحاظ جھوٹا ﴿۲۸﴾ اے میری قوم آج تمہارا راج ہے

ظَهْرَيْنَ فِي الْأَرْضِ زَفَنٌ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ

چڑھ رہے ہو ملک میں پھر کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی آفت سے

إِنْ جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا

اگر آگئی ہم پر ﴿۲۹﴾ بولا فرعون میں تو وہی بات بھاتا ہوں تم کو جو سوچھی مجھ کو اور وہی

أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿۳۰﴾ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَقُومُ

راہ بتلاتا ہوں جس میں بھلائی ہے ﴿۳۰﴾ اور کہا اسی (اس) ایماندار نے اے قوم میری

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ﴿۳۱﴾ مِثْلَ دَابِ

میں ڈرتا ہوں کہ آئے تم پر دن (وقت) اگلے فرقوں کا سا جیسے حال ہوا

قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا

قوم نوح کا اور عاد اور ثمود کا اور جو لوگ ان کے پیچھے ہوئے اور

اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ ﴿۳۲﴾ وَيَقُومُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ

اللہ بے انصافی نہیں چاہتا بندوں پر ﴿۳۲﴾ اور اے قوم میری میں ڈرتا ہوں کہ تم پر آئے

يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ تَوَلَّوْنَ مُدْبِرِينَ ۚ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ

دن ہانک پکار کا (چیخ پکار کا) ﴿۳۳﴾ جس دن بھاگو گے پیٹھ پھیر کر کوئی نہیں تم کو اللہ سے

مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿۳۴﴾

بچانے والا اور جس کو غلطی میں ڈالے اللہ تو کوئی نہیں اس کو بھانے والا ﴿۳۴﴾

یعنی موسیٰ اگر بالفرض جھوٹا ہوتا تو ہرگز اس کا اللہ راہ نہ دیتا کہ وہ برابر ایسے ایسے معجزات دکھاتا رہے اور کامیابی میں ترقی کرتا چلا جائے۔ اور اگر تم جھوٹے ہو کہ ایک سچے کو جھوٹا بتلا رہے ہو تو انجام کار اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل و ناکام کرے گا۔

آل فرعون کو نصیحت | یعنی اپنے سامانوں اور لشکروں پر مغرور مت بنو۔ آج تمہاری یہ شان و شکوہ ہے لیکن کل اگر خدا کے عذاب نے آگھیرا تو کوئی بچانے والا نہ ملے گا۔ یہ سب ساز و سامان یوں ہی رکھے رہ جائیں گے۔

فرعون کا جواب | یعنی تمہاری تقریر سے میرے خیالات تبدیل نہیں ہوئے۔ جو کچھ میرے نزدیک مصلحت ہے وہ ہی تم کو بھار ہا ہوں۔ میرے خیال میں بہتری کا راستہ یہ ہی ہے کہ اس شخص کا قصہ پہلے ہی قدم پر ختم کر دیا جائے۔

مرد مومن کی فہمائش | یعنی اگر تم اسی طرح تکذیب و عداوت پر جتے رہے تو سخت اندیشہ ہے کہ تم کو بھی کہیں وہ ہی دن دیکھنا نہ پڑے جو پہلی قوم میں اپنے انبیاء کا مقابلہ کر کے دیکھ چکی ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ہاں بے انصافی نہیں۔ اگر ایسے سخت جرائم پر تم کو یا دوسری قوموں کو اس نے تباہ کیا تو وہ عین عدل و انصاف کے تقاضا سے ہوگا۔ کوئی حکومت ہے جو اپنے سفراء کو قتل اور رسوا ہوتے دیکھتی رہے۔ اور قاتلین و معاندین سے انتقام نہ لے۔

یوم التعداد سے ڈرو | عموماً مفسرین "یوم التعداد" (ہاں تک پکار کے دن) سے قیامت کا دن مراد لیتے ہیں جبکہ محشر میں جمع ہونے اور حساب دینے کے لئے سب کی پکار ہوگی۔ اور اہل جنت، اہل نار اور اہل اعراف ایک دوسرے کو پکاریں گے اور آخر میں ندا آئے گی۔ "يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ"۔ کما ورد فی الحدیث۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے "یوم التعداد" سے وہ دن مراد لیا ہے جس میں فرعونوں پر عذاب آیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ "ہاں تک پکار کا دن ان پر آیا۔ جس دن بحر قلزم میں غرق ہوئے۔ اس وقت ڈوبتے ہوئے ایک دوسرے کو پکارنے لگا۔ (شاید) یہ اس مرد مومن کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا یا قیاس سے کہ ہر قوم پر عذاب اسی طرح آتا ہے۔"

یعنی محشر سے پیٹھ پھیر کر دوزخ کی طرف بھاگے جاؤ گے یا نزول عذاب کے وقت اس سے بھاگنے کی ناکام کوشش کرو گے۔

یعنی میں تم کو سب شیب و فراز پوری طرح سمجھا چکا۔ اس پر بھی تم نہ مانو تو سمجھ لو کہ تمہارے عناد و کجروی کی شامت سے اللہ تعالیٰ نے ارادہ ہی کر لیا ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ غلطی اور گمراہی میں پڑا رہنے دے پھر ایسے شخص کے سمجھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ

اور تمہارے پاس آچکا ہے یوسف اس سے پہلے کھلی باتیں لے کر پھرتے رہے

فِي شَكِّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنُ

دھوکے ہی میں ان چیزوں سے جو وہ تمہارے پاس لیکر آیا یہاں تک کہ جب مر گیا لگے کہنے ہرگز

يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ

نہ بھیجے گا اللہ اس کے بعد کوئی رسول ♦ اسی طرح بھٹکا تا ہے اللہ

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝ (۳۳) الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي

اس کو جو ہو بیباک شک کرنے والا وہ جو کہ جھگڑتے ہیں

آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَتْهُمْ كِبَرُ مَقْتِنَا عِنْدَ اللَّهِ وَ

اللہ کی باتوں میں بغیر کسی سند کے جو پہنچی ہو ان کو بڑی بیزاری ہے (اس جھگڑنے سے) اللہ کے یہاں اور

عِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبٍ

ایمانداروں کے یہاں ♦ اسی طرح مہر کر دیتا ہے (لگا دیتا ہے) اللہ ہر دل پر

مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ (۳۵) وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَهَامُنُ ابْنُ لِي

غور والے سرکش کے ♦ اور بولا فرعون کہ اے ہامان بنا میرے واسطے

صِرَاحًا لِّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ۝ (۳۶) أَسْبَابَ السَّمَوَاتِ

ایک اونچا محل شاید میں جا پہنچوں رستوں میں رستوں میں آسمانوں کے

فَاطْلِعْ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا وَكَذَلِكَ

پھر جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے معبود کو ♦ اور میری انکھ میں تو وہ جھوٹا ہے ♦ اور اسی طرح

حضرت یوسفؑ کے حال سے مرد مومن کا استدلال | یعنی چلو قصہ ختم ہوا۔ نہ یہ رسول تھا نہ اب اس کے بعد کوئی رسول آنے والا ہے۔ گویا سرے سے سلسلہ رسالت ہی کا انکار ہوا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”حضرت یوسفؑ کی زندگی میں (معصروا لے ان کی نبوت کے) قائل نہ ہوئے۔ ان کی موت کے بعد جب مصر کی سلطنت کا بندوبست بگڑا تو کہنے لگے یوسفؑ کا قدم اس شہر پر کیا مبارک تھا۔ ایسا نبی (آئندہ) کوئی نہ آئے گا۔ یا وہ انکار یا یہ اقرار۔ یہ ہی اسراف اور زیادہ گوئی ہے۔“ مرد مومن کی غرض یہ تھی کہ نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے۔ فی الحال تم کو موسیٰ کی قدر نہیں۔

اللہ کی آیات میں جھگڑے | یعنی بدون حجت عقلیہ و عقلیہ کے اللہ کی باتوں میں جھگڑے ڈالتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر زیادتی اور بیباکی کیا ہوگی۔ اسی لئے اللہ اور اس کے ایماندار بندے ان لوگوں سے سخت بیزار ہیں جو سبب ہے ان کے انتہائی ملعون ہونے کا۔

مغرور لوگوں کے دلوں پر مہر | جو لوگ حق کے سامنے غرور سے گردن نہ جھکائیں اور پیغمبروں کے ارشادات سن کر سر نہ نیچا کر یں آخر کار ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ اسی طرح مہر کر دیتا ہے کہ پھر قبول حق اور نفوذ خیر کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

فرعون کا انتہائی تمسخر | یہ اس ملعون کی انتہائی بے شرمی اور بے باکی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شاید اللہ تعالیٰ کی صفت علو وغیرہ کو سن کر یہ قرار دیا ہو گا کہ موسیٰ کا خدا آسمان پر رہتا ہے۔ اسی پر یہ استہزاء و تمسخر شروع کر دیا۔ سچ ہے چیونٹی کی موت آتی ہے تو پتہ لگ جاتے ہیں۔ سورۃ ”قصص“ میں اس مقام کی تقریر گزرجی۔

یعنی دعوائے رسالت میں بھی اور اس دعوے میں بھی کہ سارے جہان کا کوئی اور معبود ہے۔ مجھے تو اپنے سوا دوسرا نظر نہیں آتا۔ کما قال مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي (قصص۔ رکوع ۴)

زَيْنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءِ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَا

بھلے دکھلا دیئے فرعون کو اس کے برے کام اور روک دیا گیا سیدھی راہ سے اور

كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ۚ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنَ

جو داؤ تھا فرعون کا سوتا ہونے کے واسطے (ہونے کو) اور کہا اسی (اس) ایماندار نے

يُقَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِيكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ۚ يَقَوْمِ إِنَّمَا

اے قوم راہ چلو میری پہنچا دوں تم کو نیکی کی راہ پر اے میری قوم

هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۚ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ

یہ جو زندگی ہے دنیا کی سو کچھ برت لینا ہے (فائدہ اٹھا لینا ہے) اور وہ گھر جو پھلا ہے وہی ہے جم کر

الْقَرَارِ ۚ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا ۚ

رہنے کا گھر جس نے کی ہے برائی تو وہی بدلہ پائے گا اس کے برابر

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اور جس نے کی ہے بھلائی مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہو

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ

سودہ لوگ جائیں گے بہشت میں روزی پائیں گے وہاں

حِسَابٍ ۚ وَيُقَوْمٌ مَّا لِيَّ أَدْعُوكُم إِلَى النَّجْوَةِ وَ

بے شمار اور اے قوم مجھ کو کیا ہوا ہے بلاتا ہوں تم کو نجات کی طرف اور

تَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ۚ تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَ

بلاتے ہو مجھ کو تم آگ کی طرف تم بلاتے ہو مجھ کو کہ منکر ہو جاؤں اللہ سے اور

برے کام کرتے کرتے آدمی کی یوں ہی عقل ماری جاتی ہے اور ایسی ہی معصکہ خیز حرکتیں کرنے لگتا ہے جس کے بعد راہ پر آنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ یہی حال فرعون کا ہوا۔

فرعون کی ناکامی | یعنی فرعون کے جس قدر داؤ پیچ اور منصوبے یا مشورے تھے سب بے حقیقت تھے۔ خود اپنی ہی تباہی کے لئے۔ موسیٰ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔

آل فرعون کو مرد مومن کی دعوت | چونکہ فرعون نے کہا تھا۔ ”وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ“ اس کے جواب میں مرد مومن نے کہا کہ ”سبیل الرشاد“ (بھلائی اور بہتری کا راستہ) وہ نہیں جو فرعون تجویز کرتا ہے۔ بلکہ تم میرے پیچھے چلے آؤ، تا بہتری کے راستہ پر چلنا نصیب ہو۔

دنیا و آخرت کی حقیقت | یعنی فانی و زائل زندگی اور چند روزہ عیش و بہار میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولو۔ دنیا کی زندگی بہر حال بھلی بری طرح ختم ہونے والی ہے۔ اس کے بعد وہ زندگی شروع ہوگی جس کا کبھی خاتمہ نہیں۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے اس کی درستی کی فکر کرے ورنہ ہمیشہ کی تکلیف میں مبتلا رہنا پڑے گا۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

نجات کا مدار اعمال صالحہ پر ہے | یہ اخروی زندگی کی تھوڑی سی تفصیل بتلا دی کہ وہ کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ وہاں ایمان اور عمل صالح درکار ہیں۔ مال و متاع کو کوئی نہیں پوچھتا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ کی رحمت غضب پر غالب ہے۔ عقلمند کو چاہئے کہ موقع ہاتھ سے نہ دے۔

مرد مومن کا اثر انگیز وعظ | یعنی میرا اور تمہارا معاملہ بھی عجیب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایمان کے راستہ پر لگا کر خدا کے عذاب سے نجات دلاؤں۔ اور تمہاری کوشش یہ ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی دوزخ کی آگ میں دھکیل دو۔ ایک طرف سے ایسی دشمنی اور دوسری جانب سے یہ خیر خواہی۔

أَشْرِكُ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَىٰ

شریک ٹھہراؤں اس کا اس کو جس کی مجھ کو خبر نہیں ♦ اور میں بلاتا ہوں تم کو اس

الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ﴿۳۲﴾ لَا جَرَمَ أَنَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ

زبردست گناہ بخشنے والے کی طرف ♦ آپ ہی ظاہر ہے کہ جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو

لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنْ

اس کا بلاوا کہیں نہیں دنیا میں ♦ اور نہ آخرت میں اور یہ کہ

مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿۳۳﴾

ہم کو پھر جانا ہے اللہ کے پاس اور یہ کہ زیادتی والے وہی ہیں دوزخ کے لوگ ♦

فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأَفِئْضُ أَمْرِئِي إِلَى اللَّهِ ط

سو آگے یاد کرو گے جو میں کہتا ہوں تم کو ♦ اور میں سوچتا ہوں اپنا کام اللہ کو

إِنَّ اللَّهَ بِصِيرٍ بِالْعِبَادِ ﴿۳۴﴾ فَوَفِّهِ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا

بے شک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے ♦ پھر بچا لیا موسیٰ کو اللہ نے برے داؤ سے جو

مَكْرُوا وَحَاقَ بِالْفِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿۳۵﴾

کرتے تھے اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب ♦

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ

وہ آگ ہے کہ دکھلا دیتے ہیں ان کو صبح اور شام ♦ اور جس دن قائم ہوگی

السَّاعَةِ ۖ تَدْخُلُوا فِي فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۳۶﴾ وَ

قیامت حکم ہوگا داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں اور

یعنی تمہاری کوشش کا حاصل تو یہ ہے کہ میں (معاذ اللہ) خدائے واحد کا انکار کر دوں۔ اس کے پیغمبروں کو اور ان کی باتوں کو نہ مانوں اور نادان جاہلوں کی طرح ان چیزوں کو خدا ماننے لگوں جن کی الوہیت کسی دلیل اور علمی اصول سے ثابت نہیں۔ نہ مجھے خبر ہے کہ کیونکر ان چیزوں کو خدا بتایا گیا۔ بلکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے خلاف پر دلائل قطعیہ قائم ہیں۔

یعنی میرا منشاء یہ ہے کہ کسی طرح تمہارا سر اس خدائے واحد کی چوکھٹ پر جھکا دوں جو نہایت زبردست بھی ہے اور بہت زیادہ خطاؤں کا معاف کرنے والا بھی (مجرم کو پکڑے تو کوئی چھڑا نہ سکے اور معاف کرے تو کوئی روک نہ سکے) وہ ہی اس کا مستحق ہے کہ آدمی اس کے آگے ڈر کر اور امید باندھ کر سر عبودیت جھکائے۔ یاد رکھو میں اسی خدا کی پناہ میں آچکا ہوں جس کی طرف تمہیں بلارہا ہوں۔

تمہاری دعوت کی کوئی سند نہیں آئی | یعنی ماسوا خدا کے کوئی چیز ایسی نہیں جو دنیا یا آخرت میں ادنیٰ ترین نفع و ضرر کی مالک ہو۔ پھر اس کی بندگی اور غلامی کا بلا و ادینا جہل و حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ ”وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ“ (احقاف۔ رکوع ۱) آخر ایسی عاجز اور بے بس چیزوں کی طرف آدمی کیا سمجھ کر دعوت دے۔ اور تماشہ یہ ہے کہ ان میں بہت چیزیں وہ ہیں جو خود بھی اپنی طرف دعوت نہیں دیتیں۔ بلکہ دعوت دینے کی قدرت بھی نہیں رکھتیں۔

یعنی انجام کار ہر پھر کرا ہی خدائے واحد کی طرف جاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر سب کو اپنی زیادتیوں کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ بتلاؤ! اس سے بڑھ کر زیادتی کیا ہوگی کہ عاجز مخلوق کو خالق کا درجہ دیدیا جائے۔

بعد میں میری نصیحت یاد آئے گی | یعنی آگے چل کر جب اپنی زیادتیوں کا مزہ چکھو گے، اس وقت میری نصیحت کو یاد کرو گے کہ ہاں ایک مرد خدا جو ہم کو سمجھایا کرتا تھا وہ ٹھیک کہتا تھا۔ لیکن اس وقت یاد کر کے پشیمان ہونے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

مرد مومن کا خاتمہ وعظ | یعنی میں خدا کی حجت تمام کر چکا اور نصیحت کی بات سمجھا چکا۔ تم نہیں مانتے تو میرا تم سے کچھ مطلب نہیں۔ اب میں اپنے کو بالکل خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ تم اگر مجھے ستانا چاہو گے تو وہ ہی خدا میرا حامی و ناصر ہے۔ سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔ وہ میرا اور تمہارا دونوں کا معاملہ دیکھ رہا ہے۔ کسی کی کوئی حرکت اس پر پوشیدہ نہیں ایک مومن قانت کا کام یہ ہے کہ اپنی امکانی سعی کر چکنے کے بعد نتیجہ کو خدا کے سپرد کرے۔

حضرت موسیٰ کی نجات اور آل فرعون کی ہلاکت | یعنی حق و باطل کی اس کشمکش کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (اور ان کے ہمراہیوں کو جن میں یہ مومن آل فرعون بھی تھا) فرعونوں کے منصوبوں سے محفوظ رکھا کوئی داؤ ان کا چلنے نہ دیا۔ بلکہ ان کے داؤ بیچ خود ان ہی پر الٹ پڑے۔ جس نے حق پرستوں کا تعاقب کیا مارا گیا اور قوم کی قوم کا بیڑا بحر قلزم میں غرق ہوا۔ ان کو صبح و شام دوزخ کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے | یعنی دوزخ کا ٹھکانا جس میں وہ قیامت کے دن داخل کئے جائیں گے۔

ہر صبح و شام ان کو دکھلا دیا جاتا ہے تا نمونہ کے طور پر اس آنے والے عذاب کا کچھ مزہ چکھتے رہیں۔ یہ عالم برزخ کا حال ہوا اور احادیث سے ثابت ہے کہ اسی طرح ہر کافر کے سامنے دوزخ کا اور ہر مومن کے سامنے جنت کا ٹھکانا روزانہ صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔ تنبیہ! آیہ ہذا سے صرف فرعونوں کا عالم برزخ میں معذب ہونا ثابت ہوا تھا۔ اس کے بعد حضور کو معلوم کرایا گیا کہ جملہ کفار بلکہ عصاة مومنین بھی برزخ میں معذب ہوتے ہیں (اعاذنا اللہ منہ) کما ورد فی الاحادیث الصحیحہ۔ اور بعض آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح جنتیوں میں سے شہداء کی روحمیں ”طور خضر“ کے ”حواصل“ میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں، اسی طرح دوزخیوں میں سے فرعونوں کی ارواح کو ”طور سود“ کے ”حواصل“ میں داخل کر کے ہر صبح و شام دوزخ کی طرف بھیجا جاتا ہے (البتہ ارواح کا مع ان کے اجساد کے جنت یا دوزخ میں اقامت پذیر ہونا یا آخرت میں ہوگا) اگر یہ صحیح ہو تو فرعونوں کے متعلق ”النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُلُوًّا وَعَشِيًّا“ اور عام دوزخیوں کے متعلق حدیث ”عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ“ کے الفاظ کا تفاوت شاید اسی بناء پر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ

جب آپس میں جھگڑیں گے آگ کے اندر پھر کہیں گے کمزور غرور

اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُعْنُونَ

کرنے والوں کو ہم تھے تمہارے تابع ہم کچھ تم ہم پر سے اٹھا لو گے

عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ۖ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا

حصہ آگ کا ♦ کہیں گے جو غرور کرتے تھے ہم

كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۖ وَقَالَ

کبھی پڑے ہوئے ہیں اس میں بے شک اللہ فیصلہ کر چکا بندوں میں ♦ اور کہیں گے

الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَتِهِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ

جو لوگ پڑے ہیں آگ میں دوزخ کے داروغوں کو مانگو (عرض کرو) اپنے رب سے کہ ہم پر ہلکا کر دے

عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۖ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمُ

ایک دن تمہوڑا عذاب ♦ وہ بولے کیا نہ آتے تھے تمہارے پاس

رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۖ قَالُوا فَادْعُوا ۚ وَمَا

تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر کہیں گے کیوں نہیں بولے پھر پکارو (کہیں گے پھر پکارے جاؤ) اور کچھ نہیں

دُعَاؤُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۖ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ

کافروں کا پکارنا مکر بھگتنا ♦ ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی

الَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۖ

اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگانی میں ♦ اور جب کھڑے ہوں گے گواہ

دوزخ میں فرعونوں کا حال | یعنی دنیا میں ہم سے اپنی اطاعت اور اتباع کراتے رہے جس کی بدولت آج ہم پکڑے گئے۔ اب یہاں ہمارے کچھ تو کام آؤ۔ آخر بڑوں کو چھوٹوں کی تھوڑی بہت خبر لینی چاہئے۔ دیکھتے نہیں ہم آج کس قدر مصیبت میں ہیں کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس مصیبت کا کوئی جزو ہم سے ہلکا کر دو۔

یعنی جو دنیا میں بڑے بنتے تھے جواب دیں گے کہ آج ہم اور تم سب اسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک کے جرم کے موافق سزا کا فیصلہ سنا دیا ہے جو بالکل قطعی اور اٹل ہے اب موقع نہیں رہا کہ کوئی کسی کے کام آئے۔ ہم اپنی ہی مصیبت کو ہلکا نہیں کر سکتے، پھر تمہارے کیا کام آ سکتے ہیں۔

تخفیف عذاب کی درخواست | یعنی اپنے سرداروں کی طرف سے مایوس ہو کر ان فرشتوں سے درخواست کریں گے جو دوزخ کے انتظام پر مسلط ہیں کہ تم ہی اپنے رب سے کہہ کر کوئی دن تعطیل کا کرادو جس میں ہم پر سے عذاب کچھ ہلکا ہو جایا کرے۔

فرشتوں کا جواب | یعنی اس وقت ان کی بات نہ مانی اور انجام کی فکر نہ کی جو کچھ کام چلتا۔ اب موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ کوئی سسی سفارش یا خوشامد درآمد کام نہیں دے سکتی۔ پڑے چیختے چلاتے رہو۔ نہ ہم ایسے معاملات میں سفارش کر سکتے ہیں، نہ تمہاری چیخ و پکار سے کوئی فائدہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”دوزخ کے فرشتے کہیں گے سفارش کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہم تو عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ سفارش کام ہے رسولوں کا، رسولوں سے تم برخلاف ہی تھے۔“ تنبیہ | آیہ ہذا سے معلوم ہوا کہ آخرت میں کافروں کی دعا کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ باقی دنیا میں کافر کے مانگنے پر اللہ تعالیٰ کوئی چیز دے دیں وہ دوسری بات ہے جیسے ابلیس کو قیامت تک کی مہلت دیدی۔

دنیا میں انبیاء و مومنین کی نصرت | یعنی دنیا میں ان کا بول بالا کرتا ہے۔ جس مقصد کے لئے وہ کھڑے ہوتے ہیں اللہ کی مدد سے اس میں کامیابی ہوتی ہے۔ حق پرستوں کی قربانیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ درمیان میں کتنے ہی اتار چڑھاؤ ہوں اور کیسے ہی امتحانات پیش آئیں مگر آخر ان کا مشن کامیاب ہو کر رہتا ہے۔ علمی حیثیت سے حجت و برہان میں تو وہ ہمیشہ ہی منصور رہتے ہیں۔ لیکن مادی فتح اور ظاہری عزت و رفعت بھی آخر کار ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ سچائی کے دشمن کبھی معزز نہیں رہ سکتے۔ ان کا علو اور عروج محض ہنڈیا کا جھاگ اور سوڈے کا ابال ہوتا ہے۔ انجام کار مومنین قاتلین کے مقابلہ میں ان کو پست اور ذلیل ہونا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے اپنے اولیاء کا انتقام لئے بدون نہیں چھوڑتا۔ لیکن واضح رہے کہ آیت میں جن مومنین کے لئے وعدہ کیا گیا ہے شرط یہ ہے کہ حقیقی مومن اور رسولوں کے متبع ہوں۔ کما قال تعالیٰ ”وَأَتَّعُمُ إِلَّا غُلُوبًا إِنَّ كُفْرَكُمْ شَرٌّ لِّمُؤْمِنِينَ“ (آل عمران - رکوع ۱۴) مومنین کی خصلتیں قرآن میں جا بجا مذکور ہیں چاہئے کہ مسلمان اس کسوٹی پر اپنے کو کس کر دیکھ لیں۔

یعنی میدان حشر میں جبکہ اولین و آخرین جمع ہو گئے حق تعالیٰ اپنے فضل سے علی رؤس الشہادان کی سر بلندی اور عزت و رفعت کو ظاہر فرمائے گا۔ دنیا میں تو کچھ شہ بھی رہ سکتا ہے اور التماس ہو جاتا ہے وہاں ذرا بھی ابہام و التماس باقی نہ رہے گا۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ

جس دن کام نہ آئیں منکروں کو ان کے بہانے اور ان کو پھٹکار ہے

وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى

اور ان کے واسطے برا گھر اور ہم نے دی موسیٰ کو راہ کی سوجھ

وَآوَرْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ ۝ هُدًى وَ

اور وارث کیا بنی اسرائیل کو کتاب کا بھانے اور

ذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ

سمجھانے والی عقل مندوں کو سو تو ٹھہرا (سنجلا) رہ بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَ

اور بخشوا اپنا گناہ اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں شام کو اور

الْأَبْكَارِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ

صبح کو جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر

سُلْطَانٍ أَنْتَهُمْ ۝ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ

کسی سند کے جو پہنچی ہوا ان کو اور کوئی (کچھ) بات نہیں ان کے دلوں میں غرور ہے کہ کبھی نہ پہنچیں گے

بِالْغَيْبِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

اس تک سو تو پناہ مانگ اللہ کی بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے

لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ

البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا بڑا ہے لوگوں کے بنانے سے

ظالموں کی معذرت کام نہیں آئے گی | یعنی انکی کوئی مدد اور دیکھیری نہ ہوگی۔ یہ مقبولین کے بالتقابل مطرودین کا انجام بیان فرمادیا۔

حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے واقعہ سے عبرت لو | یعنی دنیا ہی میں دیکھ لو کہ فرعون اور اس کی قوم کو باوجود اس قدر طاقت و جبروت کے حق کی دشمنی نے کس طرح ہلاک و برباد کر کے چھوڑا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی برکت و رہنمائی سے بنی اسرائیل کی مظلوم اور کمزور قوم کو کس طرح ابھارا اور اس عظیم الشان کتاب (تورات) کا وارث بنایا۔ جو دنیا کے ظالموں کے لئے شمع ہدایت کا کام دیتی تھی۔

آنحضرت ﷺ کو تسلی اور استغفار کا حکم | یعنی آپ بھی تسلی رکھیے، جو وعدہ آپ کے ساتھ ہے ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ خداوند قدوس داریں میں آپ کو اور آپ کے طفیل میں آپ کے قبیحین کو سر بلند رکھے گا۔ ضرورت اس کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے شدائد و نوائب پر صبر کریں۔ اور جن سے جس درجہ کی تعمیر کا امکان ہو اس کی معافی خدا سے چاہتے رہیں اور ہمیشہ رات دن صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کا قولاً و فعلاً ورد رکھیں۔ ظاہر و باطن میں اس کی یاد سے غافل نہ ہوں۔ پھر اللہ کی مدد یقینی ہے۔ یہ حضور کو مخاطب بنا کر ساری امت کو سنایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”حضرت رسول اللہ ﷺ دن میں سو سو بار استغفار کرتے۔ ہر بندے کی تعمیر اس کے درجہ کے موافق ہے اس لئے ہر کسی کو استغفار ضروری ہے۔“

اللہ کی آیتوں میں جھگڑنے والے | یعنی جو لوگ اللہ کی دلائل تو حید اور کتب ساویہ اور اسکے پیغمبروں کے معجزات و ہدایات میں خواہ مخواہ جھگڑتے اور بے سند باتیں نکال کر حق کی آواز کو دبانا چاہتے ہیں ان کے ہاتھ میں کچھ حجت و دلیل نہیں۔ نہ فی الواقع ان کھلی ہوئی چیزوں میں شک و شبہ کا موقع ہے۔ صرف شغنی اور غرور مانع ہے کہ حق کے سامنے گردن جھکائیں اور پیغمبر کا اتباع کریں۔ وہ اپنے کو بہت اونچا سمجھتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ پیغمبر سے اوپر ہو کر رہیں۔ یا کم از کم اس کے سامنے جھکنا نہ پڑے لیکن یاد رکھیں کہ وہ اس مقصد کو کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ پیغمبر کے سامنے سر اطاعت جھکانا پڑے گا۔ ورنہ سخت ذلیل و رسوا ہونگے۔

یعنی اللہ کی پناہ مانگ کہ وہ ان مجادلین کے خیالات سے بچائے اور ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ آگے بعض مسائل کی تحقیق ہے جن میں وہ لوگ جھگڑتے تھے۔ مثلاً بعث بعد الموت (موت کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا) کہ اس کو وہ محال سمجھتے تھے یا تو حید باری جس کا انکار کرتے تھے۔

لَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ

لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے ♦ اور برابر نہیں اندھا

وَالْبَصِيرُ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا

اور آنکھوں والا اور نہ ایمان دار اور جو بھلے کام کرتے ہیں اور نہ

الْمُسِيءُ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ

بدکار تم بہت کم سوچ کرتے ہو ♦ تحقیق قیامت (وہ گھڑی) آئی ہے

لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾

اس میں دھوکا نہیں لیکن بہت لوگ نہیں مانتے

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو ♦ بے شک جو لوگ

يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دُخْرِينَ ﴿۶۰﴾

عکبر کرتے ہیں میری بندگی سے اب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر ♦

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ

اللہ ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو کہ اس میں چھین پڑو اور دن بنایا

مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ

دیکھنے کا ♦ اللہ تو فضل والا ہے لوگوں پر اور لیکن بہت

النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۶۱﴾ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ

لوگ حق نہیں مانتے ♦ وہ اللہ ہے رب تمہارا ہر چیز

خالق کائنات | یعنی بظاہر مادی حیثیت سے آسمان و زمین کی عظمت و جسامت کے سامنے انسان کی کیا حقیقت ہے لیکن مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا وہی خداوند قدوس ہے۔ پھر جس نے اتنی بڑی مخلوقات کو پیدا کیا اسے آدمیوں کا پہلی بار یا دوسری بار پیدا کر دینا کیا مشکل ہوگا۔ تعجب ہے کہ ایسی موٹی بات کو بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

نیکو کار اور بدکار برابر نہیں | یعنی ایک اندھا جسے حق کا سیدھا راستہ نہیں سوجھتا، اور ایک آنکھوں والا جو نہایت بصیرت کے ساتھ صراطِ مستقیم کو دیکھتا اور سمجھتا ہے، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یا ایک نیکو کار مومن اور کا فر بدکار کا انجام یکساں ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو ضرور ایک دن چاہیے جب ان کا باہمی فرق کھلے۔ اور دونوں کے علم و عمل کے ثمرات اپنی اکمل ترین صورت میں ظاہر ہوں۔ مگر افسوس کہ تم اتنا بھی نہیں سوچتے۔

یعنی میری ہی بندگی کرو کہ اس کی جزاء دوں گا اور مجھ ہی سے مانگو کہ تمہارا مانگنا خالی نہ جائے گا۔

دعا بندگی کی شرط ہے | بندگی کی شرط ہے اپنے رب سے مانگنا۔ نہ مانگنا غرور ہے۔ اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ بندوں کی پکار کو پہنچتا ہے۔ یہ بات تو بیشک برحق ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بندے کی ہر دعا قبول کیا کرے۔

دعا کی فضیلت | یعنی جو مانگے وہی چیز دے دے۔ نہیں اس کی اجابت کے بہت سے رنگ ہیں جو احادیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ کوئی چیز دینا اس کی مشیت پر موقوف اور حکمت کے تابع ہے۔ کمال قال فی موضع آخر ”فَبُكْشِفْ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاءَ“ (انعام۔ رکوع ۴) بہر حال بندہ کا کام ہے مانگنا اور یہ مانگنا خود ایک عبادت بلکہ مغز عبادت ہے۔

دن اور رات کی نعمت | رات کی ٹھنڈ اور تاریکی میں عموماً لوگ سوتے اور آرام کرتے ہیں۔ جب دن ہوتا ہے تو تازہ دم ہو کر اس کے اجالے میں اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اس وقت دیکھنے بھالنے اور چلنے پھرنے کے لئے مصنوعی روشنیوں کی چنداں ضرورت نہیں پڑتی۔

یعنی منعم حقیقی کی حق شناسی یہ تھی کہ قول و فعل اور جان و دل سے اس کا شکر ادا کرتے۔ بہت سے لوگ شکر کے بجائے شرک کرتے ہیں۔

شَيْءٍ إِلَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنْتَ تُؤْفَكُونَ ۝ كَذَلِكَ

بنانے والا کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا پھر کہاں سے پھر جاتے ہو ♦ اسی طرح

يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝ اللَّهُ

پھرے جاتے ہیں (بیکے پھرتے ہیں) جو لوگ کہ اللہ کی باتوں سے منکر ہوتے رہتے ہیں اللہ ہے

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَ

جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو عمارت ♦ اور

صَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ط

صورت بنائی تمہاری تو اچھی بنائیں صورتیں تمہاری اور روزی دی تم کو ستھری چیزوں سے

ذِكْرُ اللَّهِ رَبِّكُمْ ۝ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ هُوَ

وہ اللہ ہے رب تمہارا سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو رب ہے سارے جہان کا ♦ وہ ہے

الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط

زندہ رہنے والا ♦ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا سوا اس کو پکارو خالص کر کر اس کی بندگی

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ

سب خوبی اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا ♦ تو کہ مجھ کو منع کر دیا کہ پوجوں

الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنَاتُ

ان کو جن کو تم پکارتے ہو سو اللہ کے جب پہنچ چکیں میرے پاس کھلی نشانیاں

مِنْ رَبِّي وَأُصِرْتُ أَنْ أَسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ هُوَ

میرے رب سے اور مجھ کو حکم ہوا کہ تابع رہوں جہان کے پروردگار کا ♦ وہی ہے

یعنی رات دن کی سب نعمتیں اس کی طرف سے مانتے ہو، تو بندگی بھی صرف اسی کی ہونی چاہئے۔ اس مقام پر پہنچ کر تم کہاں بھٹک جاتے ہو کہ مالک حقیقی تو کوئی ہو اور بندگی کسی کی کی جائے۔

یعنی قبہ کی طرح بنایا۔

انسان کی صورت سب سے بہتر ہے | سب جانوروں سے انسان کی صورت بہتر اور سب کی روزی سے اس کی روزی ستمری ہے۔

جس پر کسی حیثیت سے کبھی فنا اور موت طاری نہیں ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے جب اس کی حیات ذاتی ہوئی، تو تمام لوازم حیات بھی ذاتی ہو گئے۔

کلمہ تو حید الحمد للہ | کمالات اور خوبیاں سب وجود حیات کے تابع ہیں۔ جو علی الاطلاق ہے وہ ہی عبادت کا مستحق اور تمام کمالات اور خوبیوں کا مالک ہوگا۔ اسی لئے هُوَ الْحَيُّ کے بعد ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ فرمایا جیسا کہ پہلی آیت میں نعمتوں کا ذکر کر کے ”فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ“ فرمایا تھا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بعد الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہنا چاہئے اس کا ماخذ یہی آیت ہے۔

یعنی کھلے کھلے نشانات دیکھنے کے بعد کیا حق ہے کہ کوئی آدمی خدائے واحد کے سامنے سرعبودیت نہ جھکائے اور خالص اسی کا تابع فرمان نہ ہو۔

الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِّنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِّنْ

جس نے بنایا تم کو خاک سے ♦ پھر پانی کی بوند سے پھر

عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِّتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ

خون جیسے ہوئے سے ♦ پھر تم کو نکالتا ہے بچہ پھر جب تک کہ پہنچو اپنے پورے زور کو

ثُمَّ لِّتَكُونُوا شُيُوخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَقَّىٰ مِنْ قَبْلُ

پھر جب تک کہ ہو جاؤ بوڑھے اور کوئی تم میں ایسا ہے کہ مر جاتا ہے پہلے اس سے

وَلِّتَبْلُغُوا أَجَلَ مُّسَمًّى ۖ وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦٤﴾ هُوَ

اور (مہلت دیتا ہے) جب تک کہ پہنچو لکھے وعدے کو ♦ اور تاکہ تم سوچو وہی ہے

الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ

جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب حکم کرے کسی کام کو تو یہی کہے

لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٦٥﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ

اس کو کہ ہو جاوہ ہو جاتا ہے ♦ تو نے نہ دیکھا ان کو جو جھگڑتے ہیں

فِي آيَاتِ اللَّهِ ط أَنَّىٰ يُصْرَفُونَ ﴿٦٦﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا

اللہ کی باتوں میں کہاں سے پھیرے جاتے ہیں وہ لوگ کہ جنہوں نے جھٹلایا

بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَتَسُوفَ يَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾

اس کتاب کو اور اس کو کہ بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ سو آخر جان لیں گے ♦

إِذَا الْأَغْطُلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلْسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٦٨﴾

جب طوق پڑیں ان کی گردنوں میں اور زنجیریں بھی ♦ کھینچے جائیں

♦ آدمی کی اصلیت | یعنی تمہارے باپ آدم کو، یا تم کو، اس طرح کہ نطفہ جس غذا کا خلاصہ ہے وہ خاک سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

♦ یعنی بنی آدم کی اصل ایک پانی کی بوند (قطرہ منی) ہے جو آگے چل کر جما ہوا خون بنا دیا گیا۔

♦ انسانی تخلیق کے مراحل | یعنی بچہ سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہوتا ہے۔ اور بعض آدمی جوانی یا بڑھاپے سے پہلے ہی گذر جاتے ہیں۔ بہر حال سب کو ایک معین میعاد اور لکھے ہوئے وعدے تک پہنچنا ہے۔ موت اور حشر سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔
ہر آنکھ زاد بنا چار بایدش نوشید ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

♦ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی سوچو اتنے احوال (اور دور) تم پر گذرے۔ ممکن ہے ایک حال اور بھی گذرے۔ وہ مر کر جینا ہے“ آخر اسے کیوں محال سمجھتے ہو۔

♦ یعنی اس کی قدرت کاملہ اور شان کن فیکون کے سامنے یہ کیا مشکل ہے کہ موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کر دے۔

♦ کہ اس تکذیب کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

♦ مجرموں کیلئے طوق اور زنجیریں | زنجیر کا ایک سرا طوق میں انکا ہوا اور دوسرا فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس طرح مجرموں اور قیدیوں کی مانند لائے جائیں گے۔

فِي الْحَمِيرِ ۚ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ۚ ثُمَّ قِيلَ

جلتے پانی میں پھر آگ میں ان کو جھونک دیں پھر ان کو کہیں

لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۚ مِنْ دُونِ اللَّهِ

کہاں گئے جن کو تم شریک بتلایا کرتے تھے اللہ کے سوا

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا

بولیں وہ ہم سے چوک گئے کوئی نہیں ہم تو پکارتے نہ تھے پہلے کسی چیز کو

كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ۚ ذَلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اسی طرح بھلاتا ہے اللہ منکروں کو یہ بدلہ اس کا جو تم

تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ

اتراتے پھرتے تھے زمین میں ناحق اور اس کا جو تم

تَمْرَحُونَ ۚ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

اکرتے تھے (گھمنڈ کرتے تھے) داخل ہو جاؤ دروازوں میں دوزخ کے سدا رہنے کو

فِيهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ۚ فَاصْبِرْ

اس میں سو کیا برا ٹھکانا ہے غرور والوں کا سو تو ٹھہرا رہو

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرَبِّتْكَ بِبَعْضِ

بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے پھر اگر ہم دکھلا دیں تجھ کو کوئی وعدہ جو

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيْكَ فَإِلَيْنَا يَرْجِعُونَ ۚ وَ

ہم ان سے کرتے ہیں یا قبض کر لیں تجھ کو ہر حالت میں ہماری ہی طرف پھر آئیں گے اور

یعنی دوزخ میں کبھی جلتے پانی کا اور کبھی آگ کا عذاب دیا جائے گا (اعاذنا اللہ منہما)

یعنی اس وقت ان میں سے کوئی کام نہیں آتا۔ ہو سکے تو ان کو مدد کے لئے بلاؤ۔

دوزخ میں مجرموں سے سوال | یعنی ہم سے گئے گزرے ہوئے۔ شاید اس وقت عابدین اور معبودین الگ الگ کر دیئے جائیں گے یا ضلّوا غنّا کا مطلب یہ ہو کہ گو موجود ہیں، مگر جب ان سے کوئی فائدہ نہیں تو ہوئے نہ ہوئے برابر ہیں۔

کفار کا اقرار اور انکار | اکثر مفسرین نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ ہم جن کو دنیا میں پکارتے تھے، اب کھلا کہ وہ واقع میں کچھ چیز نہ تھے۔ گویا یہ بطور حسرت و افسوس کے اپنی غلطی کا اعتراف ہوگا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین اول منکر ہو چکے تھے کہ ہم نے شریک ٹھہرائے ہی نہیں۔ اب گھبرا کر منہ سے نکل جائے گا ضلّوا غنّا جس میں شریک ٹھہرانے کا اعتراف ہوگا۔ پھر کچھ سنبھل کر انکار کر دیں گے کہ ہم نے خدا کے سوا کسی کو پکارا ہی نہیں۔

یعنی جس طرح یہاں انکار کرتے کرتے بچل گئے اور گھبرا کر اقرار کر لیا۔ یہی حال ان کافروں کا دنیا میں تھا۔

یعنی دیکھ لیا، ناحق کی شنی اور غرور و تکبر کا انجام یہ ہوتا ہے اب وہ اکڑفوں کدھر گئی۔

یعنی ہر قسم کے مجرم اس دروازے سے جو ان کے لئے تجویز شدہ ہے۔

اللہ کا وعدہ سچا ہے | یعنی اللہ نے ان کو عذاب دینے کا جو وعدہ فرمایا ہے، وہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ ممکن ہے کوئی وعدہ آپ کی موجودگی میں پورا ہو (جیسا کہ ”بدر“ اور ”فتح مکہ“ وغیرہ میں ہوا) یا آپ کی وفات کے بعد۔ بہر حال یہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ سب کا انجام ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس زندگی کے بعد عذاب کی تکمیل اس زندگی میں ہوگی۔ چھٹکارا کسی صورت سے نہیں۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّن قَصَصْنَا

ہم نے بھیجے ہیں بہت رسول تجھ سے پہلے بعضے ان میں وہ ہیں کہ سنایا ہم نے

عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ

تجھ کو ان کا احوال اور بعضے ہیں کہ نہیں سنایا اور کسی

لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ

رسول کو مقدور نہ تھا کہ لے آتا کوئی نشانی مگر اللہ کے حکم سے پھر جب آیا

أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٤٨﴾

حکم اللہ کا فیصلہ ہو گیا انصاف سے اور ٹوٹے میں پڑے اس جگہ جھوٹے

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَ

اللہ ہے جس نے بنا دیئے تمہارے واسطے چوپائے تاکہ سواری کرو بعضوں پر اور

مِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٤٩﴾ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا

بعضوں کو کھاتے ہو اور ان میں تم کو بہت فائدے ہیں اور تاکہ پہنچو

عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

ان پر چڑھ کر کسی کام تک جو تمہارے جی میں ہو اور ان پر اور کشتیوں پر

تُحْمَلُونَ ﴿٥٠﴾ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ قَاتِلِ أَيْتِ اللَّهِ

لدے پھرتے ہو اور دکھلاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں پھر کون کونسی نشانیوں کو

تُنْكِرُونَ ﴿٥١﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا

اپنے رب کی نہ مانو گے کیا پھرے نہیں وہ ملک میں کہ دیکھ لیتے

◆ قرآن میں مذکور اور غیر مذکور انبیاء | یعنی بعض کا تفصیلی حال تجھ سے بیان کیا بعض کا نہیں کیا۔ (اور ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ان کا بھی مفصل حال بیان کر دیا ہو) بہر حال جن کے نام معلوم ہیں ان پر تفصیلاً اور جن کے نام وغیرہ معلوم نہیں ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔
”لَا تَفَرِّقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ“

◆ یعنی اللہ کے سامنے سب عاجز ہیں۔ رسولوں کو یہ بھی اختیار نہیں کہ جو مجزہ چاہیں دکھلا دیا کریں، صرف وہی نشانات دکھلا سکتے ہیں جس کی اجازت حق تعالیٰ کی طرف سے ہو۔

◆ اللہ کا فیصلہ | یعنی جس وقت اللہ کا حکم پہنچتا ہے رسولوں اور ان کی قوموں کے درمیان منصفانہ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اس وقت رسول سرخرو اور کامیاب ہوتے ہیں۔ اور باطل پرستوں کے حصہ میں ذلت و خسران کے سوا کچھ نہیں آتا۔

◆ چوپایوں کے منافع | مثلاً ان کے چمڑے، ہال اور اون وغیرہ سے طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہو۔

◆ سواری کرنا بجائے خود ایک مقصد ہے اور سواری کے ذریعہ سے انسان بہت مقاصد دینی و دنیوی حاصل کرتا ہے۔

◆ یعنی خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر اور دریا میں کشتیوں پر لدے پھرتے ہو۔

◆ اللہ کی کس کس نشانی کو جھٹلاؤ گے؟ | یعنی اس قدر کھلے نشان دیکھنے پر بھی آدمی کہاں تک انکار ہی کرتا چلا جائے گا (اور ابھی کیا معلوم اللہ اور کتنے نشان دکھلائے گا)

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ كَانُوا أَكْثَرَ

کیسا انجام ہوا ان سے پہلوں کا وہ تھے ان سے

مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ

زیادہ اور زور میں سخت اور نشانوں میں جو چھوڑ گئے ہیں زمین پر پھر کام نہ آیا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٦﴾ فَلَمَّا جَاءَ نُهُمُ

ان کے جو وہ کماتے تھے پھر جب پہنچے ان کے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَ

رسول ان کے کھلی نشانیاں لے کر اترانے لگے اس پر جو ان کے پاس تھی خبر اور

حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٨٧﴾ فَلَمَّا رَأَوْا

الٹ پڑی ان پر وہ چیز جس پر ہنسا کرتے تھے پھر جب انہوں نے دیکھ لیا

بِأَسْنَاءِ قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكُفِّرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ

ہماری آفت کو بولے ہم یقین لائے اللہ اکیلے پر اور ہم نے چھوڑ دیں وہ چیزیں جن کو

مُشْرِكِينَ ﴿٨٨﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا

شریک بتلاتے تھے پھر نہ ہوا کہ کام آئے ان کو یقین لانا ان کا جس وقت دیکھ چکے

بِأَسْنَاءِ سُنَّتِ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۚ

ہمارا عذاب رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آئی ہے اس کے بندوں میں

وَخَسِرَ هُنَاكَ الْكَافِرُونَ ﴿٨٩﴾

اور خراب ہوئے اس جگہ مگر

یعنی پہلے بہت قومیں گزر چکیں جو جتنے میں اور زور و قوت میں ان سے بہت زیادہ تھیں انہوں نے ان سے کہیں بڑھ کر زمین پر اپنی یادگاریں اور نشانیاں چھوڑیں، لیکن جب خدا کا عذاب آیا تو وہ زور و طاقت اور ساز و سامان کچھ بھی کام نہ آسکا۔ یوں ہی تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔

پچھلی قوموں کی ہلاکت سے سبق لو | یعنی وجوہ معاش اور مادی ترقیات کا جو علم ان کے پاس تھا اور جن غلط عقیدوں پر دل جمائے ہوئے تھے اسی پر اترتے رہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے علوم و ہدایات کو حقیر سمجھ کر مذاق اڑاتے رہے۔ آخر ایک وقت آیا جب ان کو اپنی ہلکی مذاق کی حقیقت کھلی، اور ان کا استہزاء و تمسخر خود ان ہی پر الٹ پڑا۔

قیامت میں کفار کی توبہ | یعنی جس وقت آفت آنکھوں کے سامنے آگئی اور عذاب الہی کا معائنہ ہونے لگا تب ہوش آیا اور ایمان و توبہ کی سوجھی۔ اب پتہ چلا کہ اکیلے خدائے بزرگ ہی سے کام چلتا ہے۔ جن ہستیوں کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا سب عاجز اور بیکار ہیں۔ ہماری سخت حماقت اور گستاخی تھی کہ ان چیزوں کو تخت خدائی پر بٹھا دیا تھا۔

حشر میں توبہ و ندامت بے سود ہے | یعنی اب پچھتانے اور تقصیر کا اعتراف کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایمان و توبہ کا وقت گزر چکا۔ عذاب دیکھ لینے پر تو ہر کسی کو بے اختیار یقین آ جاتا ہے مگر یہ یقین موجب نجات نہیں۔ نہ اس یقین کی بدولت آیا ہوا عذاب ٹل سکتا ہے۔ قال تعالیٰ "وَلَيْسَ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ" (نساء۔ رکوع ۳) وقال فی قصہ فرعون "الْتَنَّىٰ وَقَدْ غَضِيتُ قَبْلُ وَكُنْتُ مِنَ الْمُفْسِدِينَ" ولہی الحدیث "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغْرِغْ"۔

توبہ کے معاملے میں اللہ کی عادت | یعنی ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا رہا ہے کہ لوگ اول انکار و استہزاء سے پیش آتے ہیں پھر جب عذاب میں پکڑے جاتے ہیں اس وقت شور مچاتے اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اللہ کی عادت یہ ہے کہ اس بے وقت کی توبہ کو قبول نہیں فرماتا۔ آخر مکرین اپنے جرائم کی پاداش میں خراب و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اَخْلِصْ لَنَا مِنَ الْعُسْرَانِ. وَاخْلِصْ لَنَا مِنْ غَضَبِكَ وَسَخَطِكَ لِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. (تم سورۃ المؤمن ولله الحمد والمنه)۔

آيَاتُهَا ۵۴ ﴿۳۱﴾ سُورَةُ حَمِ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۱) رُكُوعَاتُهَا ۶

سورہ نجم سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چون آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حَمَّ ۱ تَنْزِيلُ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۲ كِتَابٌ

حَم اتارا ہوا ہے بڑے مہربان رحم والے کی طرف سے ۳ ایک کتاب ہے

فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۴

کہ جدی جدی کی ہیں اس کی آیتیں ۵ قرآن عربی زبان کا ایک سمجھ والے لوگوں کو ۶

بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۷ فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۸

سنانے والا خوش خبری اور ڈر ۹ پردھیان میں نہ لائے وہ بہت لوگ سو وہ نہیں سنتے ۱۰

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا نَدْعُونَ إِلَيْهِ ۱۱

اور کہتے ہیں ۱۲ ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے اور

فِي أَذَانِنَا وَقُرْءَانٍ مِّنْ بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ

ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے بیچ میں پردہ ہے

فَاعْمَلْ إِنَّا عَامِلُونَ ۱۳ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

سو تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کرتے ہیں ۱۴ تو کہہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم

يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ ۱۵ فَاسْتَقِيمُوا

حکم آتا ہے مجھ کو کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی ہے سو سیدھے رہو

سورۃ حم السجدة

نزل قرآن اللہ کی بڑی نعمت ہے | یعنی اللہ تعالیٰ کی بہت ہی بڑی مہربانی اور رحمت

بندوں پر ہے جو ان کی ہدایت کے لئے ایسی عظیم الشان اور نیکو مثال کتاب نازل فرمائی۔

لفظی طور پر آیات کا جدا جدا ہونا تو ظاہر ہے، مگر معنوی حیثیت سے بھی سینکڑوں قسم کے علوم اور مضامین کی تفصیل الگ الگ آیات میں کی گئی ہے۔

قرآن عربی میں نازل ہوا | یعنی قرآن کریم اعلیٰ درجہ کی صاف و شستہ عربی زبان میں نازل

کیا گیا ہے جو اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی۔ تا ان لوگوں کو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ خود سمجھ کر دوسروں کو پوری طرح سمجھا سکیں۔ مگر اس کے باوجود بھی ظاہر ہے وہ ہی لوگ اس سے مستفیع ہو سکتے ہیں جو سمجھ رکھتے ہوں، تا سمجھ جا مل کو اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔

یعنی قرآن اپنے ماننے والوں کو نجات و فلاح کی خوشخبری سنا تا اور منکروں کو برے انجام سے ڈراتا ہے۔

اس سے لوگوں کا اعراضِ تعجب خیز ہے | یعنی ان سب باتوں کے باوجود بھی تعجب ہے ان

میں کے بہت لوگ اس کتاب کی بیش قیمت نصائح کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ اور جب ادھر دھیان ہی نہیں تو سننا کیوں چاہیں گے۔ اور فرض کیجئے کانوں سے سن بھی لیا لیکن گوش دل سے نہ سنا اور قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی تو سنا ان سنا برابر ہے۔

کفار مکہ کی ہٹ دھرمی | یعنی صرف اسی قدر نہیں کہ نصیحت کی طرف دھیان نہیں کرتے یا کان

نہیں دھرتے، بلکہ ایسی باتیں کرتے ہیں جن کو سن کر ناصح بالکلیہ مایوس ہو جائے۔ اور آئندہ نصیحت

سنانے کا ارادہ بھی ترک کر دے۔ مثلاً کہتے ہیں ہمارے دلوں پر تو تمہاری باتوں کی طرف سے غلاف

چڑھے ہوئے ہیں اس لئے کوئی بات وہاں تک پہنچتی نہیں۔ اور جب تم بات کرتے ہو ہمارے کان

اونچا سننے لگتے ہیں۔ ثقلِ سماع کی وجہ سے کچھ سنائی نہیں دیتا، اور ہمارے تمہارے درمیان ایسا پردہ ہے

جو ایک کو دوسرے سے ملنے نہیں دیتا، دشمنی، اور عداوت کی جو دیواریں کھڑی ہیں وہ درمیان سے اٹھ

جائیں اور جو خلیج حائل ہے وہ پر ہو، تب ہم میں سے ایک دوسرے تک پہنچ سکے۔ لیکن ایسا ہونا ناممکن

ہے۔ پھر تم کیوں اپنا مہلک تمکالتے ہو۔ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو، تم اپنا کام کیے جاؤ، ہم اپنا کام کریں

گے۔ اس کی توقع مت رکھو کہ ہم کبھی تمہاری نصیحتوں سے متاثر ہونے والے ہیں۔

إِلَيْهِ ۖ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۖ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝۴

اس کی طرف اور اس سے گناہ بخشاؤ ۖ اور خرابی ہے شریک کرنے والوں کو

الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ

جو نہیں دیتے زکوٰۃ اور وہ آخرت سے

كُفْرُونَ ۝۵ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

منکر ہیں ۖ البتہ جو لوگ یقین لائے اور کئے بھلے کام

لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝۶ قُلْ إِنِّي كُنتُ مِنَ

ان کو ثواب ملنا ہے جو موقوف نہ ہو ۖ تو کہہ کیا تم منکر ہو

الَّذِينَ خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ

اس سے جس نے بنائی زمین دو دن میں اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ

أَنْدَادًا ۖ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝۷ وَجَعَلَ فِيهَا

اوروں کو وہ ہے رب جہان کا ۖ اور رکھے اس میں

رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا

بھاری پہاڑ اوپر سے اور برکت رکھی اس کے اندر اور ٹھہرائیں اس میں

أَقْوَانَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ ۖ سَوَاءً لِّلسَّالِئِلِينَ ۝۸

خوراکیں اس کی چار دن میں پورا ہوا پوچھنے والوں کو ۖ

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ

پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا ۖ پھر کہا

◆ آنحضرت ﷺ کی بشریت | یعنی نہ میں خدا ہوں کہ زبردستی تمہارے دلوں کو پھیر سکوں، نہ فرشتہ ہوں جس کے بھیجے جانے کی تم فرمائش کیا کرتے ہو نہ کوئی اور مخلوق ہوں، بلکہ تمہاری جنس و نوع کا ایک آدمی ہوں جس کی بات کا سمجھنا تم کو ہم جنسی کی بناء پر آسان ہونا چاہئے، اور وہ آدمی ہوں، جسے حق تعالیٰ نے اپنی آخری اور کامل ترین وحی کے لئے جن لیا ہے بناء علیہ خواہ تم کتنا ہی اعراض کرو اور کتنی ہی یاس انگیز باتیں کرو میں خدائی پیغام تم کو ضرور پہنچاؤنگا مجھے بذریعہ وحی بتلایا گیا ہے کہ تم سب کا معبود اور حاکم علی الاطلاق ایک ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ لہذا سب کو لازم ہے کہ تمام شئون و احوال میں سیدھے اسی خدائے واحد کی طرف رخ کر کے چلیں اس کے راستہ سے ذرا ادھر ادھر قدم نہ ہٹائیں اور پہلے اگر ٹیڑھے ترچھے چلے ہیں تو اپنے پروردگار سے اس کی معافی چاہیں۔ اور اگلی پچھلی خطائیں بخشوائیں۔

◆ جن لوگوں کا معاملہ اللہ کے ساتھ یہ ہے کہ عاجز مخلوق کو اس کی بندگی میں شریک کرتے ہیں، اور بندوں کے ساتھ یہ ہے کہ صدقہ اور زکوٰۃ کا پیسہ کسی محتاج مسکین پر خرچ کرنے کے روادار نہیں ساتھ ہی انجام کی طرف سے بالکل غافل اور بے فکر ہیں، کیونکہ انہیں تسلیم ہی نہیں کہ مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی اور اچھے برے کا حساب کتاب بھی ہوگا۔ ایسوں کا مستقبل بجز ہلاکت اور خرابی و بربادی کے اور کیا ہوتا ہے۔ تنبیہ | بعض سلف نے یہاں ”الزکوٰۃ“ سے مراد کلمہ طیبہ لیا ہے۔ اور بعض نے ”زکوٰۃ“ کے معنی پاکیزگی اور ستمرائی کے لئے ہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنے نفس کو عقائد فاسدہ اور اخلاق ذمیرہ سے پاک و صاف نہیں کرتے۔ اس میں کلمہ طیبہ کا ترک اور زکوٰۃ وغیرہ کا ادا نہ کرنا بھی آگیا۔ و هذا كما قال ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى“۔ وقال ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا“۔ وقال ”وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكَاةً“۔ وغیر ذالک۔ شاید یہ معنی اس لئے یہاں لئے گئے ہوں کہ کفار مخاطب بالفروع نہیں یا اس لئے کہ آیت کی ہے اور زکوٰۃ وغیرہ کی تشخیص مدینہ میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

◆ مومنین کیلئے دائمی اجر | یعنی کبھی منقطع نہ ہوگا ابدالاً بابتک جاری رہے گا۔ جنت میں پہنچ کر نہ ان کو فنا نہ ان کے ثواب کو۔

◆ زمین کی تخلیق دو دن میں | یعنی کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ رب العالمین کی وحدانیت اور صفات کمالیہ کا انکار کرتے اور دوسری چیزوں کو اس کے برابر سمجھتے ہو جو ایک ذرہ کا اعتبار نہیں رکھتیں۔

◆ زمین کی برکتیں | ”اور برکت رکھی اس کے اندر“ یعنی قسم قسم کی کانیں، درخت، میوے، پھل، غلے اور حیوانات زمین سے نکلتے ہیں اور ”ظہرائیں اس میں خوراکیں اس کی“ یعنی زمین پر بسنے والوں کی خوراکیں ایک خاص اندازہ اور حکمت سے زمین کے اندر رکھ دیں۔ چنانچہ ہر اقلیم اور ہر ملک میں وہاں کے باشندوں کی طبائع اور ضروریات کے موافق خوراکیں مہیا کر دی گئی ہیں۔

◆ تخلیق کے چار دن | یعنی یہ سب کام چار دن میں ہوا۔ دوروز میں زمین پیدا کی گئی اور دوروز میں اس کے متعلقات کا بندوبست ہوا۔ جو پوچھے یا پوچھنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے بتا دو کہ یہ سب مل کر پورے چار دن ہوئے بدون کسر اور کمی بیشی کے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی (پوچھنے والوں کا) جواب پورا ہوا۔“ تنبیہ | ”یہاں دنوں“ سے مراد ظاہر ہے معروف و متبادر دن نہیں ہو سکتے کیونکہ زمین اور سورج وغیرہ کی پیدائش سے قبل ان کا وجود متصور ہی نہیں۔ لامحالہ ان دنوں کی مقدار مراد ہوگی یا وہ دن مراد ہو جس کی نسبت فرمایا ہے ”وَإِنْ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ“ (حج۔ رکوع ۶) واللہ اعلم۔

◆ تخلیق آسمان | یعنی پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت سارا ایک تھا دھوئیں کی طرح اس کو بانٹ کر سات آسمان کئے، جیسا کہ آگے آتا ہے تنبیہ | ممکن ہے ”دخان“ سے آسمانوں کے مادہ کی طرف اشارہ ہو۔

لَهَا وَلِلْأَرْضِ اٰتِيًا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۚ قَالَتَا

اس کو اور زمین کو آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ بولے

اٰتَيْنَا طٰٓءِیْنِ ۝ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

ہم آئے خوشی سے ۞ پھر کر دیئے وہ سات آسمان

فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْخَیْ فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرًا ۚ وَ

دو دن میں ۞ اور اتار اہر آسمان میں حکم اس کا ۞ اور

زَیْنًا السَّمٰوٰتِ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْجٍ ۚ وَحِفْظًا

رونق دی ہم نے سب سے ور لے آسمان کو چراغوں سے اور محفوظ کر دیا

ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا

یہ سادھا ہوا ہے زبردست خبردار کا ۞ پھر اگر وہ ٹلائیں

فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صُعِقَةً مِّثْلَ صُعِقَةِ عَادٍ ۚ وَ

تو تو کہہ میں نے خبر سادی تم کو ایک سخت عذاب کی جیسے عذاب آیا عاد اور

تَسُوْدًا ۝ اِذْ جَآءَتْهُمْ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ

غمو پر ۞ جب آئے ان کے پاس رسول آگے سے

وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ ۚ قَالُوْا لَوْ شَاءَ

اور پیچھے سے ۞ کہ نہ پوجو کسی کو سوائے اللہ کے کہنے لگے اگر ہمارا رب

رَبُّنَا لَا نُزِّلْ مَلٰٓئِكَةً ۚ فَاِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

چاہتا تو بھیجتا (اتارتا) فرشتے سو ہم تمہارا لایا ہوا (تمہارے ہاتھ بھیجے ہوا)

◆ **زمین و آسمان کو اللہ کا حکم** | یعنی ارادہ کیا کہ ان دونوں (آسمان و زمین) کے ملاپ سے دنیا بسائے۔ خواہ اپنی طبیعت سے

ملیں یا زور سے ملیں۔ (بہر حال دونوں کو ملا کر ایک نظام بنانا تھا) وہ دونوں آملے اپنی طبیعت سے آسمان سے سورج کی شعاع آئی، گرمی پڑی، ہوائیں اٹھیں، ان سے گرد اور بھاپ اوپر چڑھی پھر پانی ہو کر مینہ برسا جس کی بدولت زمین سے طرح طرح کی چیزیں پیدا ہوئیں۔ اور پہلے جو فرمایا تھا کہ ”زمین میں اس کی خوراکیں رکھیں۔“ یعنی اس میں قابلیت ان چیزوں کے نکلنے کی رکھ دی تھی۔ واللہ اعلم۔

◆ **سات آسمان کی تخلیق دو دن میں** | یعنی چار دن وہ تھے اور دو دن میں آسمان بنائے کل چھ دن ہو گئے، جیسا کہ دوسری جگہ

”بَنتۃ اَیَّام“ کی تصریح ہے۔ تنبیہ | جن احادیث مرفوعہ میں تخلیق کائنات کے متعلق دنوں کی تعیین وترتیب آئی ہے کہ فلاں فلاں چیز اللہ نے ہفتہ کے فلاں فلاں دن میں پیدا کی ان میں کوئی حدیث صحیح اب تک نظر سے نہیں گذری۔ حتیٰ کہ ابو ہریرہؓ کی حدیث کے متعلق جو صحیح مسلم میں ہے ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ ”وہو من غرائب الصحیح وقد عللہ البخاری فی التاریخ فقال رواہ بعضہم عن ابی ہریرۃ عن کعب الاحبار وہو الاصح.“ اور روح المعانی میں فقال شافعی سے نقل کیا ہے ”تفرد بہ مسلم د قد تکلم علیہ الحفاظ علی ابن المدینی والبخاری وغیر ہما وجعلوہ من کلام کعب

وان اباہریرۃ انما سمعہ منہ ولكن اشتبه علی بعض الرواة فجعلہ مرفوعا.“

آسمان پہلے پیدا ہوا یا زمین | باقی قرآن کریم کی اس آیت اور سورہ ”بقرہ“ کی آیت ”ثُمَّ اسْتَوٰی اِلٰی السَّمَاءِ

فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ“ سے جو ظاہر ہوتا ہے کہ سات آسمان زمین کی پیدائش کے بعد بنائے گئے۔ اور سورہ ”نازعات“ میں

”وَالْاَرْضُ بَعْدَ ذٰلِكَ ذٰخِلًا“ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین آسمان کے بعد بچھائی گئی۔ اس کے جواب کئی طرح دیئے گئے

ہیں۔ احقر کو ابوحیان کی تقریر پسند ہے یعنی ضروری نہیں کہ پہلی آیت میں ”ثُمَّ“ اور دوسری میں ”بَعْدَ ذٰلِكَ“ تراخی زمان کے

لئے ہو۔ ممکن ہے ان الفاظ سے تراخی فی الاخبار یا تراخی رتبہ مراد لیں۔ جیسے ”ثُمَّ كَانَ مِنَ الْاَلَدِیْنَ اَمْنًا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ“ میں۔ یا دوسری جگہ ”عُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ زَیْنِم“ میں یہی معنی مراد لئے گئے ہیں۔ بہر حال قرآن کریم

میں ترتیب زمانی کی تصریح نہیں۔ ہاں نعمت کے تذکرہ میں زمین کا اور عظمت و قدرت کے تذکرہ میں آسمان کا ذکر مقدم رکھا ہے

جس کا نکتہ ادنیٰ تا مل و تدبر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ یہ چند الفاظ اہل علم کی تنبیہ کے لئے لکھ دیئے ہیں۔

◆ **ہر آسمان کو اس کے حکم کی وحی** | یعنی جو حکم جس آسمان کے مناسب تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یہ رب کو معلوم ہے

کہ وہاں کون مخلوق ہستی ہے اور انکا کیا اسلوب (اور رنگ ڈھنگ) ہے۔ اتنی زمین میں ہزاراں ہزار کارخانے ہیں تو اتنے بڑے

آسمان کب خالی پڑے ہو گئے۔“

◆ **یعنی دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ گویا سب ستارے اسی آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔** رات کو ان قدر ترقی چراغوں سے آسمان کیسا

پر رونق معلوم ہوتا ہے۔ پھر محفوظ کتنا کر دیا ہے کہ کسی کی وہاں تک دسترس نہیں۔ فرشتوں کے زبردست پہرے لگے ہوئے ہیں۔ کوئی

طاقت اس نظام محکم میں رخنہ اندازی نہیں کر سکتی کیونکہ وہ سب سے بڑی زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے۔

◆ **یعنی کفار مکہ اگر ایسی عظیم الشان آیات سننے کے بعد بھی نصیحت قبول کرنے اور توحید و اسلام کی راہ اختیار کرنے سے اعراض کرتے**

رہیں تو فرما دیجئے کہ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ تمہارا انجام بھی ”عاد و ثمود“ وغیرہ اقوام معذبہ کی طرح ہو سکتا ہے۔

◆ **یعنی ہر طرف سے۔** شاید بہت رسول آئے ہو گئے مگر مشہور یہ ہی دور رسول ہیں۔ حضرت ہود اور حضرت صالح علی نبینا وعلیہما

الصلوٰۃ والسلام۔ اور یا ”مَنْ یَّسِنِ اَیْدِیْہِمْ وَیَمِیْنِ خَلْفِہِمْ“ سے مراد یہ ہو کہ ان کو ماضی اور مستقبل کی باتیں سمجھاتے ہوئے

آئے۔ کوئی جہت اور کوئی پہلو نصیحت و فہمائش کا نہیں چھوڑا۔

كُفْرُونَ ﴿۱۴﴾ فَأَمَّا عَادُ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ

نہیں مانتے ♦ سودہ جو عادت تھے وہ تو غرور کرنے لگے ملک میں

الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ

ناحق اور کہنے لگے کون ہے ہم سے زیادہ زور میں ♦ کیا دیکھتے نہیں کہ

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا

اللہ جس نے ان کو بنایا وہ زیادہ ہے ان سے زور میں اور تھے

بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۱۵﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا

ہماری نشانیوں سے منکر ♦ پھر بھیجی ہم نے ان پر ہوا بڑے زور کی

فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ

کئی دن جو مصیبت کے تھے تاکہ چکھائیں ان کو رسوائی کا عذاب

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ

دنیا کی زندگانی میں ♦ اور آخرت کے عذاب میں تو پوری رسوائی ہے

وَهُمْ لَا يَنْصَرُونَ ﴿۱۶﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا

اور ان کو کہیں مدد نہیں ♦ اور وہ جو ثمود تھے سو ہم نے ان کو راہ بتلائی پھر ان کو خوش لگا

الْعَصَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ

اندھا رہنا راہ سو جھنے سے ♦ پھر پکڑا ان کو کڑک نے ذلت کے

الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ

عذاب کی بدلہ اس کا جو کماتے تھے ♦ اور بچا دیا ہم نے ان لوگوں کو

رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے پر اعتراض | یعنی خدا کا رسول بشر کیسے ہو سکتا ہے اگر اللہ کو واقعی رسول بھیجتا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتا۔ بہر حال تم اپنے زعم کے موافق جو باتیں خدا کی طرف سے لائے ہو ہم ان کے ماننے کے لئے تیار نہیں۔

قوم عاد کا غرور و تکبر | شاید رسولوں نے جو عذاب کی دھمکی دی ہوگی اس کے جواب میں یہ کہا ہو کہ ہم سے زیادہ زور آور کون ہے جس سے ہم خوف کھائیں۔ کیا ہم جیسے طاقتور انسانوں پر تم اپنا رعب جماسکتے ہو؟ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”ان کے جسم بہت بڑے بڑے ہوتے تھے۔ بدن کی قوت پر غرور آیا۔ غرور کا دم بھرتا اللہ کے ہاں وبال لاتا ہے۔“

یعنی دل میں ان کا حق ہونا سمجھتے تھے، مگر ضد اور عناد سے انکار کرتے چلے جاتے تھے۔

آندھی کا طوفان | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”ان کا غرور توڑنے کو ایک کمزور مخلوق سے ان کو تباہ کرادیا۔ سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا طوفان چلتا رہا۔ درخت آدمی، مکان، مویشی کوئی چیز نہ چھوڑی۔“

یعنی آخرت کی رسوائی تو بہت ہی بڑی ہے جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گی، نہ وہاں کوئی مدد کر سکے گا۔ ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی۔ محبت و ہمدردی کے بڑے بڑے مدعی آنکھیں چرائیں گے۔

قوم ثمود کا اندھا پن | یعنی نجات کا راستہ جو ہمارے پیغمبر نے بتلایا تھا اس سے آنکھیں بند کر لیں اور اندھا رہنے کو پسند کیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی پسند کی ہوئی حالت میں انہیں پڑا چھوڑ دیا۔

یعنی زلزلہ آیا جس کے ساتھ سخت ہولناک آواز تھی، اس آواز سے جگر پھٹ گئے۔

أَمِنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ

جو یقین لائے تھے اور بچ کر چلتے تھے ♦ اور جس دن جمع ہو گے دشمن

اللَّهُ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا مَا

اللہ کے دوزخ پر تو ان کی جماعتیں بنائی جائیں گے ♦ یہاں تک کہ جب

جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ

پہنچیں اس پر بتائیں گے ان کو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چہرے

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَقَالُوا لِمَ لُودِيهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ

جو کچھ وہ کرتے تھے ♦ اور وہ کہیں گے اپنے چہروں کو تم نے کیوں بتلایا

عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

ہم کو ♦ وہ بولیں گے ہم کو بلوایا اللہ نے جس نے بلوایا ہے ہر چیز کو ♦

وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تَرْجِعُونَ ۝ وَمَا

اور اسی نے بنایا تم کو پہلی بار اور اسی کی طرف پھرے جاتے ہو ♦ اور

كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا

تم پردہ نہ کرتے تھے اس بات سے کہ تم کو بتلائیں گے تمہارے کان اور نہ

أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا

تمہاری آنکھیں اور نہ تمہارے چہرے ♦ پر تم کو یہ خیال تھا کہ اللہ نہیں

يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَذِكْرُكُمْ الَّذِي

جانتا بہت چیزیں جو تم کرتے ہو ♦ اور یہ وہی تمہارا خیال ہے جو

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور بدی کے راستہ سے بچ کر چلتے تھے ان کو اللہ نے صاف بچالیا۔ نزول عذاب کے وقت ان پر ذرا آج بھی نہیں آئی۔

جہنم کے قریب کفار کی جماعتیں | یعنی ہر ایک قسم کے مجرموں کی الگ جماعت ہوگی، اور یہ سب جماعتیں ایک دوسرے کے انتظار میں جہنم کے قریب روکی جائیں گی۔

کفار کے خلاف انکے اعضاء کی گواہی | دنیا میں کانوں سے آیات تنزیلیہ سنیں اور آنکھوں سے آیات تکوینیہ دیکھیں، مگر کسی کو نہ مانا۔ ہر بن مو سے خدا کی نافرمانی کرتے رہے یہ خبر نہ تھی کہ گناہوں کا یہ سارا ریکارڈ خود انہی کی ذات میں محفوظ ہے جو وقت پر کھول دیا جائیگا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں کفار اپنے جرائم کا زبان سے انکار کریں گے۔ اس وقت حکم ہوگا کہ انکے اعضاء کی شہادت پیش کی جائے جن کے ذریعہ سے گناہ کیے تھے چنانچہ ہر ایک عضو شہادت دے گا اور اس طرح زبان کی تکذیب ہو جائے گی۔ تب مبہوت و حیران ہو کر اپنے اعضاء کو کہے گا (کم بختو!) دور ہو جاؤ! تمہاری ہی طرف سے تو میں جھگڑتا اور مہ افعت کر رہا تھا (تم خود ہی اپنے جرموں کا اعتراف کرنے لگے)

کفار کا اپنے جسم سے خطاب | یعنی جب میں زبان سے انکار کر رہا تھا تو تم پر ایسی کیا مصیبت پڑی تھی کہ خواہ مخواہ بتلانا شروع کر دیا اور آخر یہ بولنا تم کو سکھلایا کس نے۔

کفار کو اعضاء کا جواب | یعنی جس کی قدرت نے ہر ناطق چیز کو بولنے کی قوت دی آج اسی نے ہم کو بھی گویا کر دیا۔ نہ بولتے اور بتلاتے تو کیا کرتے۔ جب وہ قادر مطلق بلوانا چاہے تو کس چیز کی مجال ہے کہ نہ بولے۔ جس نے زبان میں قوت گویائی رکھی، کیا ہاتھ پاؤں میں نہیں رکھ سکتا۔ یہ مقولہ یا اللہ تعالیٰ کا ہے، یا جلود کا ہے۔ دونوں احتمال ہیں۔

یعنی غیر سے چھپ کر گناہ کرتے تھے۔ یہ خبر نہ تھی کہ ہاتھ پاؤں بتلا دیں گے، ان سے بھی پردہ کریں۔ اور کرنا بھی چاہتے تو اس کی قدرت کہاں تھی۔

کفار کو ملامت! | یعنی اصل میں تمہارے طرز عمل سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تم کو خدا تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہ تھا سمجھتے تھے کہ جو چاہو کرتے رہو کون دیکھ بھال کرتا ہوگا۔ اگر پوری طرح یقین ہوتا کہ خدا ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے اور اس کے ہاں ہماری پوری مسل محفوظ ہے تو ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے۔

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدُكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

تم رکھتے تھے اپنے رب کے حق میں اسی نے تم کو غارت کیا پھر آج رہ گئے ٹوٹے میں

فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَاَلْتَارْ مَثُوْءَ لَهْمُ وَاِنْ يَّسْتَعْثِبُوْا

پھر اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کا گھر ہے اور اگر وہ منایا جا ہیں

فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ

تو ان کو کوئی نہیں مانتا ♦ اور لگا دیئے ہم نے ان کے پیچھے ساتھ رہنے والے

فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ

پھر انہوں نے خوب صورت بنا دیا ان کی آنکھوں میں اس کو جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے ♦ اور

حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمِّمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

ٹھیک پڑ چکی ان پر عذاب کی بات ان فرقوں کے ساتھ جو گذر چکے ان سے پہلے

مِّنَ الْجِيْنِ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

جنوں کے اور آدمیوں کے ♦ بے شک وہ تھے ٹوٹے والے ♦

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ

اور کہنے لگے منکر مت کان دھرو اس قرآن کے سننے کو

وَالْغَوَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ

اور بک بک کرو اس کے پڑھنے میں شاید تم غائب ہو ♦ سو ہم کو ضرور چکھانا ہے

كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَا الَّذِيْ كَانُوْا

منکروں کو سخت عذاب اور ان کو بدلہ دینا ہے برے سے برے کاموں کا جو وہ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی دنیا میں بعض بلا صبر سے آسان ہوتی ہے، وہاں صبر کریں یا نہ کریں، دوزخ گھر ہو چکا (جہاں سے کبھی نکلنا نہیں) اور بعض بلا منت خوشامد کرنے سے ٹپتی ہے وہاں بہتیرا چاہیں کہ منت کریں، کوئی قبول نہیں کرتا۔“

کفار پر شیاطین کا تسلط | یعنی ان پر شیطان تعینات تھے کہ ان کو برے کام جو پہلے کئے یا آگے کرتے، بھلے کر کے دکھلائیں اور تباہ کن ماضی و مستقبل کو خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کریں۔ اور یہ شیطانوں کا تعینات کیا جاتا بھی ان کے اعراض عن الذکر کا نتیجہ تھا کما قال تعالیٰ ”وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ“ (زخرف۔ رکوع ۴)

یعنی وہ ہی بات جو شروع میں کہی گئی تھی۔ ”لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“ (ہود۔ رکوع ۱۰)

جب آدمی کو خسارہ آتا ہے تو اسی طرح آتا ہے اور ایسے ہی سامان ہو جاتے ہیں۔

قرآن کی قرأت کے وقت کفار کی بک بک | قرآن کریم کی آواز بجلی کی طرح سننے والوں کے دلوں میں اثر کرتی تھی۔ جو سنتا فریفتہ ہو جاتا اس سے روکنے کی تدبیر کفار نے یہ نکالی کہ جب قرآن پڑھا جائے، ادھر کان مت دھرو اور اس قدر شور و غل مچاؤ کہ دوسرے بھی نہ سن سکیں۔ اس طرح ہماری بک بک سے قرآن کی آواز دب جائے گی۔ آج بھی جاہلوں کو ایسی ہی تدبیریں سوچھا کرتی ہیں کہ کام کی بات کو شور مچا کر سننے نہ دیا جائے۔ لیکن صداقت کی کڑک مجھروں اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے کہاں مغلوب ہو سکتی ہے ان سب تدبیروں کے باوجود حق کی آواز قلوب کی گہرائیوں تک پہنچ کر رہتی ہے۔

يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ ذَلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ ۚ

کرتے تھے ♦ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی آگ

لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا

ان کا اسی میں گھر ہے سدا کو بدلہ اس کا جو ہماری باتوں سے

يَجْحَدُونَ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرَنَا

انکار کرتے تھے ♦ اور کہیں گے وہ لوگ جو منکر ہیں اے رب ہمارے ہم کو دکھا دے

الَّذِينَ أَضَلَّنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ

وہ دونوں جنہوں نے ہم کو بہکایا جو جن ہے اور جو آدمی کہ ڈالیں ہم ان کو اپنے پاؤں کے

أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿٢٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ

نیچے کہ وہ ہیں سب سے نیچے ♦ تحقیق جنہوں نے

قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْتَا مُوَا تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ

کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان پر اترتے ہیں

الْمَلَائِكَةُ إِلَّا نَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ

فرشتے کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوش خبری سنو اس بہشت کی

الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٢٧﴾ نَحْنُ أَوْلَیُّوْكُمْ فِي الْحَیْوةِ

جس کا تم سے وعدہ تھا ♦ ہم ہیں تمہارے رفیق دنیا

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَى

میں اور آخرت میں ♦ اور تمہارے لیے وہاں ہے جو چاہے

اس سے زیادہ برا کام کون سا ہوگا کہ خود نصیحت کی بات نہ سنے اور دوسروں کو بھی سننے نہ دے۔

انکار آیات کی سزا | یعنی دل میں سمجھتے تھے، لیکن ضد اور تعصب و عناد سے انکار ہی کرتے رہتے تھے۔

اپنے معبودوں پر کفار کا غصہ | یعنی خیر ہم تو آفت میں پھنسے ہیں، لیکن آدمیوں اور جنوں میں سے جن شیطانوں نے ہم کو

بہکا بہکا کر اس آفت میں گرفتار کرایا ہے ذرا انہیں ہمارے سامنے کر دیجئے کہ ان کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں۔ اور نہایت ذلت و خواری کے ساتھ جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں دھکیل دیں تا انتقام لے کر ہمارا دل کچھ تو ٹھنڈا ہو۔

مومنین کیلئے فرشتوں کا نزول | یعنی دل سے اقرار کیا اور اس پر قائم رہے اس کی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہیں

ٹھہرایا۔ نہ اس یقین و اقرار سے مرتے دم تک بٹے، نہ گمراہی کی طرح رنگ بدلا۔ جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کے مقتضاء پر

اعتقاد اور عملاً جیسے رہے۔ اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا۔ جو عمل کیا خالص اس کی خوشنودی اور شکر گزاری کے لئے کیا، اپنے رب

کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا۔ غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستہ پر

چلے۔ ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے

ہیں جو تسکین و تسلی دیتے اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ دنیا ئے فانی

کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی و روحانی خوشی اور عیش

تمہارے لئے ہے اور جنت کے جو وعدے انبیاء علیہم السلام کی زبانی کئے گئے تھے، وہ اب تم سے ایفا کئے جانے والے ہیں۔ یہ وہ

دولت ہے جس کے ملنے کا یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ تنبیہ | بہت ممکن ہے کہ متیقن و ابرار

پر اس دنیوی زندگی میں بھی ایک قسم کا نزول فرشتوں کا ہوتا ہو جو اللہ کے حکم سے ان کے دینی و دنیوی امور میں بہتری کی باتیں

الہام کرتے ہوں۔ جو ان کے شرح صدر اور تسکین و اطمینان کا موجب ہو جاتا ہو۔ جیسے ان کے بالمقابل ایک دو آیت پہلے گزر چکا

ہے کہ کفار پر شیطان مسلط ہیں جو تزئین قبائح سے ان کے افواء کا سامان کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ شیاطین کے حق میں بھی لفظ

”نَزَّلُ“ استعمال ہوا ہے۔ قال تعالیٰ ”نَزَّلُ عَلٰی كُلِّ الْاُكْبَانِ یُلْقُونَ السَّمْعَ وَاَنْفُسَهُمْ

کَذِبُوْنَ“ (شعراء۔ رکوع ۱۱) بہر حال بعض مفسرین کے نزدیک یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں اور اس تقدیر پر اگلی آیت ”نَحْنُ اَوْلٰیاءُكُمْ

فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا“ زیادہ چسپاں ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

مومنین کیلئے فرشتوں کی تسلی | بعض نے اس کو اللہ کا کلام بتلایا ہے۔ یعنی فرشتوں کا کلام اس سے پہلے ختم ہو چکا۔ اور اکثر

کے نزدیک یہ بھی فرشتوں کا مقولہ ہے۔ گویا فرشتے یہ قول ان کے دلوں میں الہام کرتے ہیں اور ان کی ہمت بندھاتے ہیں۔ ممکن

ہے اس زندگی میں بعض بندوں سے مشابہت بھی اتنے الفاظ کہتے ہوں اور ممکن ہے موت کے قریب یا اس کے بعد کہا جاتا ہو۔ اس

وقت ”نَحْنُ اَوْلٰیاءُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ“ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے رفیق رہے ہیں کہ اللہ

کے حکم سے باطنی طور پر تمہاری اعانت کرتے تھے، اور آخرت میں بھی رفیق رہیں گے کہ وہاں تمہاری شفاعت یا اعزاز و اکرام کا

انتظام کریں گے۔

أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۖ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ

جی تمہارا ۱ اور تمہارے لیے وہاں ہے جو کچھ مانگو (منگواؤ) ۲ مہمانی ہے اس بجٹے

رَحِيمٍ ۖ ﴿٣٢﴾ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَ

والے مہربان کی طرف سے ۱ اور اس سے بہتر کس کی بات ۲ جس نے بلایا ۳ اللہ کی طرف اور

عَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۖ ﴿٣٣﴾ وَلَا تَسْتَوِي

کیا نیک کام ۱ اور کہا ۲ میں حکم بردار ہوں ۳ اور برابر نہیں

الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۗ وَإِذَا فَعُ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

نیکی ۱ اور نہ بدی ۲ جواب میں وہ کہہ ۳ جو اس سے بہتر ہو

فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ

بھرتو دیکھ لے ۱ کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی ۲ کو یاد دوست دار ہے

حَبِيبٌ ۖ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۖ وَمَا

قرابت والا ۱ اور یہ بات ملتی ہے انہی کو ۲ جو سہار (تخل) رکھتے ہیں ۳ اور یہ

يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ ۖ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّمَا يَنْزِعَنَّكَ مِنَ

بات ملتی ہے اسی کو ۱ جس کی بڑی قسمت ہے ۲ اور جو کبھی چوک لگے تجھ کو

الشَّيْطَانِ نَزْعٌ ۖ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۗ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ

شیطان کے چوک لگانے سے ۱ تو پناہ پڑ اللہ کی ۲ بے شک وہی ہے سننے والا

الْعَلِيمُ ۖ ﴿٣٦﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ الْبَلُّ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ

جاننے والا ۱ اور اس کی قدرت کے نمونے ہیں رات ۲ اور دن ۳ اور سورج

♦ جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی | یعنی جس چیز کی خواہش و رغبت دل میں ہوگی یا جو زبان سے طلب کرو گے سب کچھ ملے گا۔ اللہ کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں۔

♦ یعنی سمجھ لو! وہ غفور رحیم اپنے مہمان کے ساتھ کیسا برتاؤ کریگا۔ اور یہ کتنی بڑی عزت و توقیر ہے کہ ایک بندہ ضعیف رب العزت کا مہمان ہو۔

♦ دعوت الی اللہ کی فضیلت | پہلے ”إِنَّ الدِّينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا“ الخ میں ان مخصوص مقبول بندوں کا ذکر تھا جنہوں نے

صرف ایک اللہ کی ربوبیت پر اعتقاد جما کر اپنی استقامت کا ثبوت دیا۔ یہاں ان کے ایک اور اعلیٰ مقام کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی بہترین شخص وہ ہے جو خود اللہ کا ہو رہے، اسی کی حکم برداری کا اعلان کرے، اسی کی پسندیدہ روش پر چلے۔ اور دنیا کو اسی کی طرف آنے کی دعوت دے۔ اس کا قول و فعل بندوں کو خدا کی طرف کھینچنے میں مؤثر ہو جس نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے بذات خود اس پر عامل ہو۔ خدا کی نسبت اپنی بندگی اور فرمانبرداری کا اعلان کرنے سے کسی موقع پر اور کسی وقت نہ جھکے۔ اس کا طغرائے قومیت صرف مذہب اسلام ہو اور ہر قسم کی تنگ نظری اور فرقہ وارانہ نسبتوں سے یکسو ہو کر اپنے مسلم خالص ہونے کی منادی کرے اور اسی اعلیٰ مقام کی طرف لوگوں کو بلائے جس کی دعوت دینے کے لئے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ آئے ہوئے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی عمریں صرف کی تھیں۔

♦ تبلیغ کے آداب کی تعلیم | ان آیات میں ایک سچے داعی الی اللہ کو جس حسن اخلاق کی ضرورت ہے، اس کی تعلیم دیتے ہیں۔

یعنی خوب سمجھ لو، نیکی بدی کے اور بدی نیکی کے برابر نہیں ہو سکتی۔ دونوں کی تاثیر جدا گانہ ہے۔ بلکہ ایک نیکی دوسری نیکی سے اور ایک بدی دوسری بدی سے اثر میں بڑھ کر ہوتی ہے۔ لہذا ایک مومن قانت اور خصوصاً ایک داعی الی اللہ کا مسلک یہ ہونا چاہئے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک گنجائش ہو برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے۔ اگر کوئی اسے سخت بات کہے یا برا معاملہ کرے تو اس کے مقابلہ وہ طرز اختیار کرنا چاہئے جو اس سے بہتر ہو۔ مثلاً غصہ کے جواب میں بردہاری، گالی، کے جواب میں تہذیب و شائستگی اور سختی کے جواب میں نرمی اور مہربانی سے پیش آئے۔ اس طرز عمل کے نتیجہ میں تم دیکھ لو گے کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا۔ اور گودل سے دوست نہ بنے تاہم ایک وقت آئے گا جب وہ ظاہر میں ایک گہرے اور گرجبوش دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا۔ بلکہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں بعد سچے دل سے دوست بن جائے اور دشمنی و عداوت کے خیالات یکسر قلب سے نکل جائیں۔ کما قال ”عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوْدَّةً“ (سورہ ممتحنہ - رکوع ۲) ہاں کسی شخص کی طبیعت کی افتاد ہی سانپ بچھو کی طرح ہو کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی اس پر اثر نہ کرے وہ دوسری بات ہے مگر ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔ بہر حال دعوت الی اللہ کے منصب پر فائز ہونے والوں کو بہت زیادہ صبر و استقلال اور حسن خلق کی ضرورت ہے۔

♦ یعنی بہت بڑا حوصلہ چاہئے کہ بری بات سہار کر بھلائی سے جواب دے۔ یہ اخلاق اور اعلیٰ خصلت اللہ کے ہاں سے بڑے قسمت

والے خوش نصیب اقبال مندوں کو ملتی ہے۔ (ربط) یہاں تک اس حریف اور دشمن کے ساتھ معاملہ کرنا سکھایا تھا جو حسن معاملہ اور خوش اخلاقی سے متاثر ہو سکتا ہو۔ لیکن ایک دشمن وہ ہے جو کسی حال اور کسی نہج سے دشمنی نہیں چھوڑ سکتا۔ تم کتنی ہی خوشامد یا نرمی برتو، اس کا نصب العین یہ ہے کہ تم کو ہر طرح نقصان پہنچائے۔ ایسے کچے شیطان سے محفوظ رہنے کی تدبیر آگے تلقین فرمائی ہے۔

♦ شیطان سے حفاظت کا طریقہ | یعنی ایسے شیطان کے مقابل میں نرمی اور غرور و گداز سے کام نہیں چلتا۔ بس اس سے بچنے کی

ایک ہی تدبیر ہے کہ خداوند قدوس کی پناہ میں آ جاؤ۔ یہ وہ مضبوط قلعہ ہے جہاں شیطان کی رسائی نہیں۔ اگر تم واقعی اخلاص و تضرع سے اللہ کو پکارو گے وہ ضرور تم کو پناہ دے گا۔ کیونکہ وہ ہر ایک کی پکار سنتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ کس نے کتنے اخلاص و تضرع سے اس کو پکارا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ اس آیت کا پہلی آیت سے ربط ظاہر کرنے کی غرض سے لکھتے ہیں۔ ”یعنی کبھی بے اختیار طعنے نہ آئے تو یہ شیطان کا دخل ہے۔“ وہ نہیں چاہتا کہ تم حسن اخلاق پر کار بند ہو کر دعوت الی اللہ کے مقصد میں کامیابی حاصل کرو۔

وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا

اور چاند ♦ سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو

بِاللهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنَّ كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۳۷﴾

اللہ کو جس نے ان کو بنایا اگر تم اسی کو پوجتے ہو ♦

فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ

پھر اگر غرور کریں تو جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں پاکی بولتے رہتے ہیں

لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ

اس کی رات اور دن اور وہ نہیں سمجھتے ♦ اور ایک اس کی نشانی

أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

یہ کہ تو دیکھتا ہے زمین کو دبی پڑی پھر جب اتارا ہم نے اس پر

الْمَاءَ اهْتَرَتْ وَرَبَّتْ ؕ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيٍ

پانی تازی ہوئی اور ابھری بے شک جس نے اس کو زندہ کیا وہ زندہ کرے گا

الْمَوْتِ ؕ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳۹﴾ إِنَّ الَّذِينَ

مردوں کو وہ سب کچھ کر سکتا ہے ♦ جو لوگ

يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ أَفَمَنْ

نیز مے چلتے ہیں ہماری باتوں میں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں بھلا ایک جو

يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؕ

پڑتا ہے آگ میں وہ بہتر یا ایک جو آئے گا امن سے دن قیامت کے

زمین و آسمان میں دلائل توحید! دعوت الی اللہ کے ساتھ چند دلائل سماویہ و ارضیہ بیان فرماتے ہیں جن سے داعی الی اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت اور بعث بعد الموت وغیرہ اہم مسائل کے سمجھانے میں مدد ملے۔ اس ضمن میں ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ ایک طرف خدا کے مخصوص بندے اپنے قول و عمل سے خدا کی طرف بلا رہے ہیں اور دوسری طرف چاند، سورج اور آسمان و زمین کا عظیم الشان نظم و نسق سوچنے والوں کو اسی خدائے واحد کی طرف آنے کی دعوت دے رہا ہے۔

۔ وَلَیْسَ کُلُّ شَیْءٍ لَّہٗ اَیَّۃٌ ۔ تَذُلُّ عَلَیْہِ اَنۡہٗ وَ اَحِلُّہٗ ۔ انسان کو چاہئے کہ ان نگوینی نشانیوں میں الجھ کر نہ رہ جائے جیسے بہت سی قومیں رہ گئی ہیں، بلکہ لازم ہے کہ اس لامحدود قدرت والے مالک کے سامنے سر جھکائے جس کی یہ نشانیاں ہیں۔ اور جس کے حکم سے ان کی ساری نمود ہے اور ممکن ہے اس پر بھی تنبیہ ہو کہ جس طرح رات اور دن اور ان دونوں کی نشانیاں چاند اور سورج ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور اللہ تعالیٰ ان میں رد و بدل کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح اس کو قدرت ہے کہ دعوت الی اللہ کی روشنی اور داعی کی علوہمت اور خوش اخلاقی کی بدولت مخاطبین کی کایا پلٹ کر دے اور تاریک فضا کو ایک روشن ماحول سے بدل دے۔

سورج اور چاند وغیرہ کو پوجنے والے بھی زبان سے یہ ہی کہتے تھے کہ ہماری غرض ان چیزوں کی پرستش سے اللہ کی پرستش ہے۔ مگر اللہ نے بتلادیا کہ یہ چیزیں پرستش کے لائق نہیں۔ عبادت کا مستحق صرف ایک خدا ہے۔ کسی غیر اللہ کی عبادت کرنا خدائے واحد سے بغاوت کرنے کا مرادف ہے۔

یعنی اگر غرور و تکبر حق کے قبول کرنے سے مانع ہے اور باوجود وضوح دلائل توحید کے خدائے واحد کی عبادت کی طرف آنا نہیں چاہتے تو نہ آئیں، اپنا ہی نقصان کریں گے۔ اللہ کو ان کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ بھلا جس کی عظمت و جبروت کا یہ عالم ہو کہ بیشمار ملائکہ مقربین شب و روز اس کی عبادت اور تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں، نہ کبھی تھکتے ہیں، نہ اکتاتے ہیں، اس کے سامنے یہ بیچارے کیا چیز ہیں اور ان کا غرور کیا چیز ہے۔ خواہ مخواہ کی جھوٹی شجی کر کے اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

زمین میں آخرت کی زندگی کے دلائل | یعنی زمین کو دیکھو پجاری چپ چاپ، ذلیل و خوار بوجھ میں دبی ہوئی پڑی رہتی ہے۔ خشکی کے وقت ہر طرف خاک اڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن جہاں بارش کا ایک چھینٹا پڑا۔ پھر اس کی تروتازگی رونق اور ابھار قابل دید ہو جاتا ہے۔ آخر یہ انقلاب کس کے دست قدرت کے تصرف کا نتیجہ ہے۔ جس خدانے اس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیا، کیا وہ مرے ہوئے انسانوں کے بدن میں دوبارہ جان نہیں ڈال سکتا؟ اور کیا وہ قادر مطلق مرے ہوئے دلوں کو دعوت الی اللہ کی تاثیر سے از سر نو حیات تازہ عطا نہیں کر سکتا؟ بیشک وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کوئی مانع و مزاحم نہیں۔

اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۳۱﴾

کے جاؤ جو چاہو بیشک جو تم کرتے ہو وہ دیکھتا ہے ♦ جو

الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۚ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ

لوگ منکر ہوئے نصیحت سے جب آئی ان کے پاس ♦ اور وہ کتاب ہے

عَزِيزٌ ﴿۳۲﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا

تار اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ

مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَبِيدٌ ﴿۳۳﴾ مَا

پچھے سے اتاری ہوئی ہے حکمتوں والے سب تعریفوں والے کی ♦ تجھے

يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۖ إِنَّ

وہی کہتے ہیں جو کہہ چکے ہیں سب رسولوں سے تجھ سے پہلے تیرے

رَبِّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ ۖ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۴﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ

رب کے یہاں معافی بھی ہے اور سزا بھی ہے دردناک ♦ اور اگر ہم اس کو کرتے

قُرْآنًا عَجَبًا لَّفَالُوا لَوَلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَعْجَبُ

قرآن اوپری زبان کا تو کہتے اس کی باتیں کیوں نہ کھولی گئیں کیا اوپری زبان کی کتاب

وَعَرَبِيٌّ ۖ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ

اور عربی لوگ ♦ تو کہہ یہ ایمان والوں کے لیے سوجھ ہے اور روگ کا دور کرنے والا ♦

وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي أَذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ

اور جو یقین نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ قرآن ان کے حق میں

کفار کی کوئی چال پوشیدہ نہیں | یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے آیات تنزیلیہ سن کر اور قرطاس دہر پر خدا کی آیات کو نہ کو دیکھ کر بھی جو لوگ کجروی سے باز نہیں آتے اور سیدھی سیدھی باتوں کو وہی تباہی شبہات پیدا کر کے ٹیڑھی بناتے ہیں، یا خواہ مخواہ توڑ مروڑ کر ان کا مطلب غلط لیتے ہیں، یا یوں ہی جھوٹ موٹ کے عذر اور بہانے تراش کر ان آیات کے ماننے میں ہیر پھیر کرتے ہیں، ایسے ٹیڑھی چال چلنے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ ممکن ہے وہ لوگ اپنی مکاریوں اور چالاکیوں پر مغرور ہوں مگر خدا سے ان کی کوئی چال پوشیدہ نہیں ہیں۔ جس وقت سامنے جائیں گے دیکھ لیں گے فی الحال اس نے ڈھیل دے رکھی ہے۔ مجرم کو ایک دم نہیں پکڑتا۔ اسی لئے آگے فرما دیا۔ ”إِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ“ یعنی اچھا جو تمہاری سمجھ میں آئے کیے جاؤ۔ مگر یاد رہے کہ تمہاری سب حرکات اس کی نظر میں ہیں ایک دن ان کا اکھٹا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ اب خود سوچ لو کہ ایک شخص جو اپنی شرارتوں کی بدولت جلتی آگ میں گرے، اور ایک جو اپنی شرافت و سلامت روی کی بدولت ہمیشہ امن چین سے رہے۔ دونوں میں کون بہتر ہے؟

یعنی وہ خواہ مخواہ اپنی کجروی سے نصیحت کی بات میں شبہات پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں جھوٹ کی گنجائش کسی طرف سے نہیں۔ وہ نصیحت کیا ہے؟ ایک صاف واضح اور مضبوط و محکم کتاب جس کا انکار ایک احمق یا شریر آدمی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

یعنی اس کی اتاری ہوئی کتاب میں جھوٹ آئے تو کدھر سے آئے۔ اور جس کتاب کی حفاظت کا وہ ذمہ دار ہو، باطل کی کیا مجال ہے کہ اس کے پاس پھٹک سکے۔

ہر زمانے کے منکرین کا یہی طریقہ رہا ہے | یعنی منکرین کا جو معاملہ آپ کے ساتھ ہے، یہ ہی ہر زمانہ کے منکرین کا پیغمبروں کے ساتھ رہا ہے پیغمبروں نے ہمیشہ خیر خواہی کی ہے، انہوں نے اس کے جواب میں ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ پھر جس طرح پیغمبروں نے سختیوں پر صبر کیا، آپ بھی صبر کرتے رہیے نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ لوگ توبہ کر کے راہ راست پر آجائیں گے جن کے لئے خدا کے ہاں معافی ہے اور کچھ اپنی کجروی اور ضد پر قائم رہیں گے جو آخر کار دردناک سزا کے مستوجب ہونگے۔

قرآن کے عربی میں ہونے پر کفار کا اعتراض اور جواب | یعنی ایک بات کو نہ ماننا ہو تو آدمی ہزار حیلے بہانے نکال سکتا ہے۔ کفار مکہ نے اور کچھ نہیں تو یہ ہی کہنا شروع کر دیا کہ صاحب! عربی پیغمبر کا معجزہ تو ہم اس وقت سمجھتے جب قرآن عربی کے سوا کسی اور زبان میں آتا۔ لیکن فرض کیجئے اگر ایسا ہوتا تو جھٹلانے کے لئے یوں کہنے لگتے کہ بھلا صاحب! کہیں ایسی بے جوڑ بات بھی دیکھی ہے، کہ رسول عربی، اور اس کی قوم بھی جو اولین مخاطب ہے عرب، مگر کتاب بھیجی جائے ایسی زبان میں جس کا ایک حرف بھی عرب لوگ نہ سمجھ سکیں۔

قرآن ہدایت اور شفاء ہے | یعنی لغو اور بیہودہ شبہات تو کبھی ختم نہیں ہونگے۔ ہاں اس قدر تجربہ ہر ایک آدمی کر سکتا ہے کہ یہ کتاب مقدس اپنے اوپر ایمان لانے اور عمل کرنے والوں کو کیسی عجیب ہدایت و بصیرت اور سوجھ بوجھ عطا کرتی اور ان کے قرونوں اور صدیوں کے روگ مٹا کر کس طرح بھلا چکا کر دیتی ہے۔

عَمَّى ۚ اُولَئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝۳۷

اندھاپا ہے ۛ ان کو پکارتے ہیں ۛ دور کی جگہ سے

وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ۚ وَلَوْ لَا

اور ہم نے دی تھی موسیٰ کو کتاب پھر اس میں اختلاف پڑا ۛ اور اگر نہ ہوتی

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَانْتَهُم

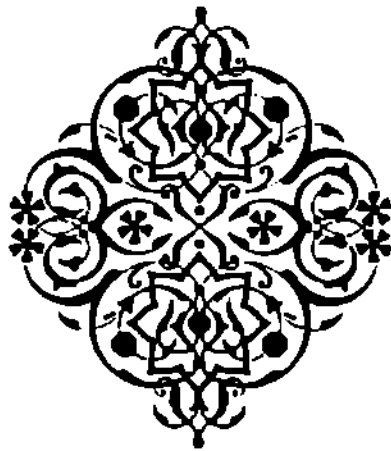
ایک بات جو پہلے نکل چکی تیرے رب کی طرف سے ۛ تو ان میں فیصلہ ہو جاتا ۛ اور وہ

لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۝۳۸ مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ

ایسے دھوکے میں ہیں اس قرآن سے جو چین نہیں لینے دیتا ۛ جس نے کی بھلائی ۛ سو اپنے واسطے

وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝۳۹

اور جس نے کی برائی ۛ سو وہ بھی اسی پر ۛ اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ظلم کرے بندوں پر ۛ



یعنی جس طرح خفاش (شپرک) کی آنکھیں سورج کی روشنی میں چندھیا جاتی ہیں، ان منکروں کو بھی قرآن کی روشنی میں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس میں قرآن کا کیا قصور ہے۔ منکروں کو چاہئے کہ اپنی نگاہ کا ضعف و قصور محسوس کر کے علاج کی طرف متوجہ ہوں۔

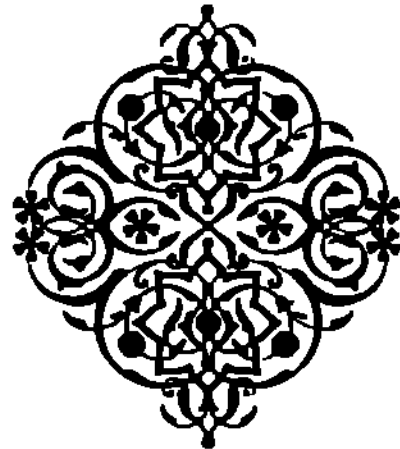
یعنی کسی کو دور سے آواز دو تو نہیں سنتا اور سنے تو اچھی طرح سمجھتا نہیں۔ اسی طرح منکرین قرآن بھی صداقت اور منبع صداقت سے اس قدر دور پڑے ہوئے ہیں کہ حق کی آواز ان کے دل کے کانوں تک نہیں پہنچتی اور کبھی پہنچتی ہے تو اس کا ٹھیک مطلب نہیں سمجھتے۔

یعنی جیسے آج قرآن کے ماننے اور نہ ماننے والوں میں اختلاف پڑ رہا ہے۔ پہلے تورات کے متعلق بھی ایسا ہی اختلاف پڑ چکا ہے پھر دیکھ لو وہاں کیا انجام ہوا تھا۔

بات وہی نکل چکی کہ فیصلہ آخرت میں ہے۔

نیکی اور برائی اپنے نفس کیلئے ہے | یعنی مہمل شکوک و شبہات ان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے۔ ہر وقت دل میں مکھٹے رہتے ہیں۔

یعنی خدا کے ہاں قلم نہیں۔ ہر آدمی اپنے عمل کو دیکھ لے۔ جیسا کرے گا وہی سامنے آئے گا۔ نہ کسی کی نیکی اس کے ہاں ضائع ہوگی نہ ایک کی بدی دوسرے پر ڈالی جائے گی (ربط) چونکہ نیکی بدی کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا اور کفار اکثر سوال کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی، اس لئے آگے اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ "إِلَيْهِ يُرْجَعُ عِلْمُ السَّاعَةِ" الخ۔



إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ

اسی کی طرف حوالہ ہے قیامت کی خبر کا ♦ اور نہیں نکلتے کوئی میوے

مِنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أَنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا

اپنے غلاف سے اور نہیں رہتا حمل کسی مادہ کو اور نہ وہ جنے کہ

بِعِلْمِهِ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي ۖ قَالُوا

جس کی اس کو خبر نہیں ♦ اور جس دن ان کو پکارے گا کہاں ہیں میرے شریک ♦ بولیں گے

أَذْنُكَ ۖ مَا مَنَّا مِنْ شَهِيدٍ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا

ہم نے تجھ کو کہہ سنایا ہم میں کوئی اس کا اقرار نہیں کرتا ♦ اور چوک گیا ان سے

كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُوا مَا لَهُمْ مِنْ

جو پکارتے تھے پہلے اور سمجھ گئے کہ ان کو کہیں نہیں

مَحْصِنٍ ۚ لَا يَسْأَلُ إِلَّا نَسَانٌ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ ز

خلاصی ♦ نہیں تھکتا آدمی مانگنے سے بھلائی

وَأِنْ مَسَّ الشَّرُّ فَيَوْسُقْ فَنُوطٌ ۚ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ

اور اگر لگ جائے (پہنچ جائے) اس کو برائی تو آس توڑ بیٹھے نا امید ہو کر اور اگر ہم چکھائیں اس کو کچھ

رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّنَتْهُ لَيَقُولَنَّ هَذَا

اپنی مہربانی پیچھے ایک تکلیف کے جو اس کو پہنچی تھی تو کہنے لگے یہ ہے

لِي ۖ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۚ وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ

میرے لائق اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے اور اگر میں پھر بھی گیا اپنے

یعنی اسی کو خبر ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ بڑے سے بڑا نبی اور فرشتہ بھی اس کے وقت کی تعیین نہیں کر سکتا۔ جس سے دریافت کرو گے۔ یہی کہے گا ”مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ“

حق تعالیٰ کا علم ہر شے کو محیط ہے | یعنی علم الہی ہر چیز کو محیط ہے۔ کوئی کھجور اپنے گاہے سے اور کوئی دانہ اپنے خوشہ اور کوئی میوہ یا پھل اپنے غلاف سے باہر نہیں آتا جس کی خبر خدا کو نہ ہو۔ نیز کسی عورت یا کسی مادہ (جانور) کے پیٹ میں جو بچہ موجود ہے اور جو چیز وہ جن رہی ہے سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ موجودہ دنیا کے نتیجے کے طور پر جو آخرت کا ظہور اور قیامت کا وقوع ہو نیوالا ہے اس کا وقت بھی خدا ہی کو معلوم ہے کہ کب آئے گا۔ کوئی انسان یا فرشتہ اس کی خبر نہیں رکھتا۔ اور نہ اس کو خبر رکھنے کی ضرورت۔ ضرورت اس کی ہے کہ آدمی قیامت کی خبر پر اللہ کے فرمانے کے موافق یقین رکھے اور اس دن کی فکر کرے جب کوئی شریک کام نہ آئے گا اور کہیں مخلص نہ ملے گا۔

یعنی جن کو میری خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے اب بلاؤنا، وہ کہاں ہیں؟

کفار کا شرک سے انکار | یعنی ہم تو آپ سے صاف عرض کر چکے ہیں کہ ہم کوئی اقبالی مجرم نہیں جو اس جرم (شرک) کا اعتراف کرنے کو تیار ہو (گو یا اس وقت نہایت دیدہ دلیری سے جھوٹ بول کر واقعہ کا انکار کرنے لگیں گے)۔ اور بعض نے شہید کو بمعنی شاہد لے کر یہ مطلب لیا ہے کہ اس وقت ہم میں سے کوئی ان شرکاء کو یہاں نہیں دیکھتا۔

یعنی دنیا میں جنہیں خدا کا شریک بنا کر پکارتے تھے آج ان کا کہیں پتہ نہیں۔ وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو نہیں آتے۔ اور پرستاروں کے دلوں سے بھی وہ پکارنے کے خیالات اب غائب ہو گئے انہوں نے بھی سمجھ لیا کہ خدائی سزا سے بچنے کی اب کوئی سبیل نہیں۔ اور گلو خلاصی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ آخر آس توڑ کر بیٹھ رہے۔ اور جن کی حمایت میں پیغمبروں سے لڑتے تھے آج ان سے قطعاً بے تعلق اور بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔

رَبِّيَ إِنِّي لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَى ۖ فَلْتُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

رب کی طرف بے شک میرے لیے ہے اس کے پاس خوبی ♦ سو ہم جتلا دیں گے منکروں کو

بِمَا عَمِلُوا زَكَاةً يَبْقَىٰ لَهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝۵۰

جو انہوں نے کیا ہے اور چکھائیں گے ان کو ایک گاڑھا عذاب ♦

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ

اور جب ہم نعمتیں بھیجیں انسان پر تو ٹلا جائے اور موڑ لے اپنی کروٹ

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ۝۵۱ قُلْ

اور جب لگے اس کو برائی تو دعائیں کرے چوڑی ♦ تو کہہ

أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ

بھلا دیکھو تو اگر یہ ہو اللہ کے پاس سے پھر تم نے اس کو نہ مانا

بِهِ مِنْ أَصْلٍ مِّمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝۵۲

پھر اس سے گمراہ زیادہ کون جو دور چلا جائے مخالف ہو کر ♦

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ

اب ہم دکھائیں گے ان کو اپنے نمونے دنیا میں اور خود ان کی جانوں میں یہاں تک کہ

يَتَّبِعِينَ لَهُمْ أَنََّّهُ الْحَقُّ ۖ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ

کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے ♦ کیا تیرا رب تھوڑا ہے

♦ انسان کی حرص اور ناامیدی | یعنی انسان کی طبیعت عجیب طرح کی ہے۔ جب دنیا کی ذرا سی بھلائی پہنچے اور کچھ عیش و آرام و تندرستی نصیب ہو، تو مارے حرص کے چاہتا ہے کہ اور زیادہ مزے اڑائے۔ کس حد پر پہنچ کر اس کی حرص کا پیٹ نہیں بھرتا، اگر بس چلے تو ساری دنیا کی دولت لے کر اپنے گھر میں ڈال لے۔ لیکن جہاں ذرا کوئی افتاد پڑنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اپنے

خلاف دیکھا تو پھر مایوس اور ناامید ہوتے بھی دیر نہیں لگتی۔ اس وقت اس کا دل فوراً آس توڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی نظر صرف پیش آمدہ اسباب پر محدود ہوتی ہے۔ اس کا درمطلق مسبب الاسباب پر اعتماد نہیں رکھتا جو چاہے تو ایک آن میں سلسلہ اسباب کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دے۔ اس مایوسی کے بعد اگر فرض کیجئے اللہ نے تکلیف و مصیبت دور کر کے اپنی مہربانی سے پھر عیش و راحت کا سامان کر دیا تو کہنے لگتا ہے ”ہَذَا بَشَرٌ“ یعنی میں نے فلاں تدبیر کی تھی، میری تدبیر اور لیاقت و فضیلت سے یوں ہی ہونا چاہئے تھا اب نہ خدا کی مہربانی یا درہی نہ اپنی وہ مایوسی کی کیفیت جو چند منٹ پہلے قلب پر طاری تھی۔ اب عیش و آرام کے نشہ میں ایسا مخمور ہو جاتا ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف کے پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا۔ اور اگر کبھی ان تاثرات کے دوران میں قیامت کا نام سن لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو خیال نہیں کرتا کہ یہ چیز کبھی ہونے والی ہے۔ اور فرض کرو ایسی نوبت آئی گئی اور مجھ کو لوٹ کر اپنے رب کی طرف جانا ہی پڑا تب بھی مجھے یقین ہے کہ وہاں میرا انجام بہتر ہوگا۔ اگر میں خدا کے نزدیک برا اور نالائق ہوتا تو دنیا میں مجھ کو یہ عیش و بہار کے مزے کیونکر ملتے۔ لہذا وہاں بھی توقع ہے کہ یہ ہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا

◆ **منکرین کیلئے عذاب شدید** | یعنی خوش ہو لو کہ اس کفر و غرور کے باوجود وہاں بھی مزے لوٹو گے؟ وہاں پہنچ کر پتہ لگ جائے گا کہ منکروں کو کیسی سخت سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ اور کس طرح عمر بھر کی کر تو ت سانسے آتی ہے۔

◆ **انسان کی ناشکری اور بے صبری** | یعنی اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے وقت تو منعم کی حق شناسی اور شکر گزاری سے اعراض کرتا اور بالکل بے پروا ہو کر ادھر سے کروٹ بدل لیتا ہے۔ پھر جب کوئی تکلیف اور مصیبت پیش آتی ہے تو اسی خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا کر لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ شرم نہیں آتی کہ اب اسے کس منہ سے پکارے۔ اور تماشا یہ ہے کہ بعض اوقات اسباب پر نظر کر کے دل اندر سے مایوس ہوتا ہے۔ اس حالت میں بھی بدحواس اور پریشان ہو کر دعا کے ہاتھ بے اختیار خدا کی طرف اٹھ جاتے ہیں۔ قلب میں ناامیدی بھی ہے اور زبان پر یا اللہ بھی، حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یہ سب بیان ہے انسان کے نقصان (وقصور) کا نہ ختمی میں صبر ہے نہ نرمی میں شکر۔“

◆ **قرآن سے انکار بڑی گمراہی ہے** | اوپر انسان کی طبیعت کا عجیب و غریب نقشہ کھینچ کر اس کی کمزوریوں اور بیماریوں پر نہایت مؤثر انداز میں توجہ دلائی تھی۔ اب تنبیہ کرتے ہیں کہ یہ کتاب جو تمہاری کمزوریوں پر آگاہ کر نیوالی اور انجام کی طرف توجہ دلانے والی ہے، اگر خدا کے پاس سے آئی ہو (جیسا کہ واقع ہے) پھر تم نے اس کو نہ مانا، اور ایسی اعلیٰ اور بیش قیمت نصائح سے منکر رہ کر اپنی عاقبت کی فکر نہ کی، بلکہ حق کی مخالفت میں دور ہوتے چلے گئے تو کیا اس سے بڑھ کر گمراہی اور نقصان و خسارہ کچھ اور ہو سکتا ہے۔

◆ **آیات آفاقہ و انفسیہ** | یعنی قرآن کی حقانیت کے دوسرے دلائل و براہین تو بجائے خود رہے۔ اب ہم ان منکروں کو خود ان کی جانوں میں اور ان کے چاروں طرف سارے عرب بلکہ ساری دنیا میں اپنی قدرت کے وہ نمونے دکھلائیں گے جن سے قرآن اور حامل قرآن کی صداقت بالکل روز روشن کی طرح آنکھوں سے نظر آنے لگے۔ وہ نمونے کیا ہیں؟ وہ ہی اسلام کی عظیم الشان اور محیر العقول فتوحات جو سلسلہ اسباب ظاہری کے بالکل برخلاف قرآنی پیشین گوئیوں کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئیں۔ چنانچہ معرکہ ”بدر“ میں کفار مکہ نے خود اپنی جانوں کے اندر اور ”فتح مکہ“ میں مرکز عرب کے اندر اور خلفائے راشدین کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ”آیات“ سے عام نشانہائے قدرت مراد ہوں جو غور کرنیوالوں کو اپنے وجود میں اور اپنے وجود سے باہر تمام دنیا کی چیزوں میں نظر آتے ہیں جن سے حق تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت کا ثبوت ملتا ہے اور قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ جبکہ وہ ان سنن الہیہ اور نوامیس فطریہ کے موافق ثابت ہوتے ہیں جو اس عالم بکون میں کار فرما ہیں۔ اس قسم کے تمام حقائق کو نبیہ اور آیات آفاقہ و انفسیہ کا انکشاف چونکہ لوگوں کو دفعہ نہیں ہوتا، بلکہ وقتاً فوقتاً بتدریج ان کے چہرہ سے پردہ اٹھتا رہتا ہے۔ اس لئے ”نَسُوْنَهُمْ اٰیَاتِنَا“ سے تعبیر فرمایا۔

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۵۳ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مَرَبَةٍ

ہر چیز پر گواہ ہونے کے لیے ♦ سنا ہے وہ دھوکے میں ہیں

مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ؕ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝۵۴

اپنے رب کی ملاقات سے ♦ سنا ہے وہ گھیر رہا ہے (اس نے گھیر رکھا ہے) ہر چیز کو

آيَاتُهَا ۝۵۳ سُورَةُ الشُّورَىٰ مَكِّيَّةٌ (۶۲) رُكُوعَاتُهَا ۵

سورہ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تیرہ تین آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حَمُّ ۱ عَسَقَ ۲ كَذَلِكَ يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَىٰ

حَم اسی طرح عَسَق وحی بھیجتا ہے تیری طرف اور

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۴ لَهُ

تجھ سے پہلوں کی طرف اللہ زبردست حکمتوں والا اسی کا ہے

مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ

جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے سب سے اوپر

الْعَظِيمُ ۵ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ

بڑا ♦ قریب ہے کہ پھٹ پڑیں آسمان

فَوْقِهِنَّ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

اوپر سے ♦ اور فرشتے پاکی بولتے ہیں خوبیاں اپنے رب کی

کیا اللہ کی گواہی نا کافی ہے | یعنی قرآن کی حقانیت کو فرض کرو کوئی نہ مانے، تو اکیلے خدا کی گواہی کیا تھوڑی ہے جو ہر چیز پر گواہ ہے اور ہر چیز میں غور کرنے سے اس کی گواہی کا ثبوت ملتا ہے۔

لقائے رب سے انکار | یعنی یہ اس دھوکے میں ہیں کہ کبھی خدا سے ملنا اور اس کے سامنے جانا نہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے کسی وقت بھی اس کے قبضہ اور احاطہ سے نکل کر نہیں جاسکتے۔ اگر مرنے کے بعد ان کے بدن کے ذرات مٹی میں مل جائیں یا پانی میں بہہ جائیں یا ہوا میں منتشر ہو جائیں تب بھی ایک ایک ذرہ پر اللہ کا علم اور قدرت محیط ہے۔ ان کو جمع کر کے از سر نو زندہ کر دینا کچھ مشکل نہیں۔ تمت سورۃ حَمَّ السُّجْدَةِ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمُنَةُ۔

سورۃ الشوریٰ

انبیاء پر وحی کی سنت اللہ | یعنی جس طرح یہ سورت (جو نہایت اعلیٰ و اکمل مضامین پر مشتمل ہے) آپ کی طرف وحی کی جارہی ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی عادت آپ کی طرف اور دوسرے انبیاء کی طرف وحی بھیجنے کی رہی ہے۔ جس سے اس کی شان حکمت و حکومت کا اظہار ہوتا ہے۔

قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے | یعنی آسمان پھٹ پڑیں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے زور سے، یا بیشمار فرشتوں کے بوجھ سے، یا ان کے ذکر کی کثرت سے خاص تاثیر ہو اور پھٹ پڑے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آسمانوں میں چار انگشت جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ سر بسجود نہ ہو۔ اور بعض نے آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ جب مشرکین خدا تعالیٰ کے لئے شریک اور بیٹے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں تو خداوند قدوس کی جناب میں یہ ایسی سخت گستاخی ہے جس سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان کی اوپر والی سطح تک پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے۔ کما قال تعالیٰ فی سورۃ مریم ”فَكَادَ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًا أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَذًا“ مگر اللہ کی شان مغفرت و رحمت اور ملائکہ کی تسبیح و استغفار کی برکت سے یہ نظام تھما ہوا ہے۔

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ إِلَّا لَكَ اللَّهُ

اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے ♦ سنا ہے وہی اللہ

هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ

معاف کرنے والا مہربان ♦ اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس کے

دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ اللَّهُ حَفِیْظٌ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَا أَنْتَ

سوائے رفیق اللہ کو وہ سب یاد ہیں اور تجھ پر نہیں

عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

ان کا ذمہ ♦ اور اسی طرح اتارا ہم نے تجھ پر

قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا

قرآن عربی زبان کا کہ تو ڈر سنا دے بڑے گاؤں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ♦

وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجُمُعِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ

اور خبر سنا دے جمع ہونے کے دن کی اس میں دھوکا نہیں ایک فرقہ بہشت میں

وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً

اور ایک فرقہ آگ میں ♦ تو سب لوگوں کو کرتا ایک ہی

وَاحِدَةً ۚ وَلَٰكِنْ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ

فرقہ لیکن وہ داخل کرتا ہے جس کو چاہے اپنی رحمت میں

وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَكِيلٍ ۖ وَلَا نَصِيرٍ ۝ أَمِ

اور گنہگار جو ہیں ان کا کوئی نہیں رفیق اور نہ مددگار ♦ کیا

یعنی اللہ تعالیٰ مومنین کی خطا و لغزش کو معاف فرمائے اور کفار کو دنیا میں ایک دم پکڑ کر بالکل تباہ و برباد نہ کر دے۔

یعنی اپنی مہربانی سے فرشتوں کی دعا قبول کر کے مومنین کی خطاؤں کو معاف کرتا اور کافروں کو ایک عرصہ کے لئے مہلت دیتا ہے ورنہ دنیا کا سارا کارخانہ چشم زدن میں درہم برہم ہو جائے۔

مشرکین کا انکار اللہ کے علم میں محفوظ ہے | یعنی دنیا میں مشرکین کو مہلت تو دیتا ہے لیکن یہ نہ سمجھو کہ وہ ہمیشہ کے لئے بچ گئے۔ ان کے سب اعمال و احوال اللہ کے ہاں محفوظ ہیں جو وقت پر کھول دیئے جائیں گے۔ آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ یہ مانتے کیوں نہیں۔ اور نہ ماننے کی صورت میں فوراً تباہ کیوں نہیں کر دیئے جاتے۔ آپ ان باتوں کے ذمہ دار نہیں صرف پیغام حق پہنچا دینے کے ذمہ دار ہیں۔ آگے ہمارا کام ہے وقت آنے پر ہم ان کا سب حساب چکا دیں گے۔

اُمّ القرئی مکہ مکرمہ | ”ام القرئی“ (بڑا گاؤں) فرمایا مکہ معظمہ کو کہ سارے عرب کا مجمع وہاں ہوتا ہے اور ساری دنیا میں اللہ کا گھر وہیں ہے۔ اور وہی گھر روئے زمین پر سب سے پہلی عبادت گاہ قرار پائی۔ بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو اسی جگہ سے پھیلانا شروع کیا جہاں خانہ کعبہ واقع ہے۔ اور مکہ کے آس پاس سے اول ملک عرب اس کے بعد ساری دنیا مراد ہے۔

حشر کا دن یقینی ہے | یعنی آگاہ کر دیں کہ ایک دن آنے والا ہے جب تمام اگلے پچھلے خدا کی پیشی میں حساب کے لئے جمع ہونگے۔ یہ ایک یقینی اور طے شدہ بات ہے۔ جس میں کوئی دھوکا، فریب اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں چاہئے کہ اس دن کے لئے آدمی تیار ہو جائے اس وقت کل آدمی دو فرقوں میں تقسیم ہوں گے ایک فرقہ جنتی اور ایک دوزخی۔ سوچ لو کہ تم کو کس فرقہ میں شامل ہونا چاہئے اور اس میں شامل ہونے کے لئے کیا سامان کرنا چاہئے۔

مذہب و ملت کا اختلاف اللہ کی حکمت ہے | یعنی بیشک اس کو قدرت تھی اگر چاہتا تو سب کو ایک طرح کا بنا دیتا اور ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا۔ لیکن اس کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ اپنی رحمت و غضب دونوں قسم کی صفات کا اظہار فرمائے۔ اس لئے بندوں کے احوال میں اختلاف و تفاوت رکھا کسی کو اس کی فرمانبرداری کی وجہ سے اپنی رحمت کا مورد بنایا اور کسی کو اس کے ظلم و عصیان کی بنا پر رحمت سے دور پھینک دیا۔ جو لوگ رحمت سے دور ہو کر غضب کے مستحق ہوئے اور حکمت الہیہ ان پر سزا جاری کرنے کو مقتضی ہوئی ان کا ٹھکانا کہیں نہیں۔ نہ کوئی رفیق اور مددگار ان کو مل سکتا ہے جو اللہ کی سزا سے بچا دے۔

اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ قَالَ اللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ

انہوں نے پڑے ہیں اس سے ورے کام بنانے والے سوا اللہ جو ہے وہی ہے کام بنانے والا

وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۰

اور وہی جلاتا ہے مردوں کو اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ ۚ إِلَٰهَ اللَّهِ

اور جس بات میں جھگڑا کرتے ہو تم لوگ کوئی چیز ہو اس کا فیصلہ ہے اللہ کے حوالے

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَإِلَيْهِ اُنِيبُ ۝۱۱

وہ اللہ ہے رب میرا اسی پر ہے مجھ کو بھروسہ اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ جَعَلْ لَّكُمْ مِّنْ

بنانا کرنے والا آسمانوں کا اور زمین کا بنادیئے تمہارے واسطے

اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ۚ وَمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ

تمہی میں سے جوڑے اور چوپایوں میں سے جوڑے

يَذُرُّكُمْ فِيْهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ

بکھیرتا ہے تم کو اسی طرح نہیں ہے اس کی طرح کا سا کوئی اور وہی ہے سننے والا

الْبَصِيْرُ ۝۱۲ لَهُ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ

دیکھنے والا اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی پھیلا دیتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

روزی جس کے واسطے چاہے اور ماپ کر دیتا ہے وہ ہر چیز کی

یعنی رفیق و مددگار بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو سارے کام بنا سکتا ہے حتیٰ کہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یہ بیچارے عاجز و مجبور رفیق تمہارا کیا ہاتھ بٹائیں گے۔

اللہ کا فیصلہ قطعی ہے | یعنی سب جھگڑوں کے فیصلے اسی کے سپرد ہونے چاہئیں۔ عقائد ہوں یا احکام، عبادات ہوں یا معاملات جس چیز میں بھی اختلاف پڑ جائے اس کا بہترین فیصلہ اللہ کے حوالہ ہے وہ دلائل کو نیوے کے ذریعہ سے یا اپنی کتاب میں یا اپنے رسولوں کی زبان پر صراحت یا اشارہ جس مسئلہ کا جو فیصلہ فرمادے بندہ کو حق نہیں کہ اس میں چون و چرا کرے۔ توحید جو اصل اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ جب قولاً و فعلاً برابر اس کا حکم دیتا رہا ہے پھر کیونکر جائز ہوگا کہ بندہ ایسے قطعی اور محکم فیصلہ میں جھگڑے ڈالے اور بیہودہ شبہات نکال کر اس کے فیصلہ سے سرتابی کرے۔

یعنی میں اسی پر ہمیشہ سے بھروسہ رکھتا ہوں اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع ہوتا رہتا ہوں۔

یعنی چوپایوں میں سے ان کے جوڑے نر اور مادہ بنا دیئے کہ وہ بھی تمہارے کام آتے ہیں۔

انسانوں اور چوپایوں کے جوڑے | یعنی آدمیوں کے الگ اور جانوروں کے الگ جوڑے بنا کر ان کی کتنی نسلیں پھیلا دیں جو تمام روئے زمین پر اپنی روزی اور معیشت کی فکر میں جدوجہد کرتی ہیں۔

کوئی اللہ کے مثل نہیں | یعنی نہ ذات میں اس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں، نہ اس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا حکم اور فیصلہ ہے نہ اس کے دین کی طرح کوئی دین ہے، نہ اس کا کوئی جوڑا ہے نہ ہمسرہ ہم جنس۔

یعنی بیشک ہر چیز کو دیکھتا سنتا ہے، مگر اس کا دیکھنا بھی مخلوق کی طرح نہیں۔ کمالات اس کی ذات میں سب ہیں، پر کوئی کمال ایسا نہیں جس کی کیفیت بیان کی جاسکے۔ کیونکہ اس کی نظیر کہیں موجود نہیں۔ وہ مخلوق کی مشابہت و مماثلت سے بالکل پاک اور مقدس و منزہ ہے۔ پھر اس کی صفات کی کیفیت کس طرح سمجھ میں آئے۔

عَلِيمٌ ﴿۱۷﴾ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ

خبر رکھتا ہے ♦ راہ ڈال دی تمہارے لیے دین میں وہی جس کا حکم کیا تھا

نُوحًا وَ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ

نوح کو اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے

إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ

ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو ♦ یہ کہ قائم رکھو دین کو

وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا

اور اختلاف نہ ڈالو اس میں ♦ بھاری ہے شرک کرنے والوں کو وہ چیز

تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ

جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے

وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۚ ﴿۱۸﴾ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا

اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع لائے ♦ اور جنہوں نے اختلاف ڈالا

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعْيًا بَيْنَهُمْ ۚ وَلَوْ لَا

سو سمجھ آ چکنے کے بعد آپس کی ضد سے اور اگر نہ ہوتی

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَّا أَجَلٌ مُّسَمًّى لِّقَضَٰئِ

ایک بات جو نکلے تیرے رب سے ایک مقررہ وعدہ تک تو فیصلہ ہو جاتا

بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ

ان میں ان جن کو ملی ہے (ہاتھ لگی ہے) کتاب ان کے پیچھے وہ

اللہ تمام خزانوں کا مالک ہے | تمام خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی کو قبضہ اور اختیار حاصل ہے کہ جس خزانہ میں سے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائے۔ تمام جانداروں کو وہ ہی روزی دیتا ہے، لیکن کم و بیش کی تعیین اپنی حکمت کے موافق کرتا ہے۔ اسی کو معلوم ہے کہ کون چیز کتنی عطا کی مستحق ہے اور اس کے حق میں کس قدر دینا مصلحت ہوگا۔ جو حال روزی کا ہے وہ ہی دوسری عطایا میں سمجھو۔

سب سے پہلے شارع حضرت نوحؑ | آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ فی الحقیقت تشریع احکام کا سلسلہ ان ہی سے شروع ہوا۔ اور آخری نبی حضور ہیں جن پر سلسلہ رسالت و نبوت ختمی ہوا۔ درمیان میں جو انبیاء و رسل آئے ان میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام، یہ تین زیادہ مشہور ہوئے جن کے نام لیوا ہر زمانہ میں بکثرت موجود رہا کیے۔ ان پانچوں کو اولوالعزم وغیرہ کہتے ہیں۔ بہر حال اس جگہ حق تعالیٰ نے صاف طور پر بتلادیا کہ اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ کیونکہ عقائد، اخلاق اور اصول دیانات میں تمام متفق رہے ہیں۔ البتہ بعض فروع میں حسب مصلحت زمانہ کچھ تفاوت ہوا اور دین کے قائم کرنے کے طور و طریق ہر وقت میں اللہ نے جدا ٹھہرا دیئے ہیں۔ جس کو دوسری جگہ فرما دیا۔

”لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا“

یعنی سب انبیاء اور ان کی امتوں کو حکم ہوا کہ دین الہی کو اپنے قول و عمل سے قائم رکھیں اور اصل دین میں کسی طرح کی تفریق و اختلاف کو روانہ نہ رکھیں۔

مشرکین پر توحید بہت بھاری ہے | یعنی آپ جس دین توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں، مشرکین پر وہ بہت بھاری ہے گویا آپ کوئی نئی اور نوکمی چیز پیش کر رہے ہیں جو کسی نے پہلے پیش نہیں کی تھی، بھلا توحید جیسی صاف، معقول اور متفق علیہ چیز بھی جب بھاری معلوم ہونے لگی اور اس میں بھی لوگ اختلاف ڈالے بدون نہ رہے، تو جہالت اور بد بختی کی حد ہو گئی۔ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت وغیرہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جسے وہ چاہے بندوں میں سے جن کو اپنی طرف کھینچ لے اور اپنی رحمت و مہربانی سے مقام قرب و اصطفاء پر فائز فرما دے۔ اور جو لوگ اپنی حسن استعداد سے اس کی طرف رجوع ہوتے اور محنتیں کرتے ہیں ان کی محنت کو ٹھکانے لگانا اور دیکھیری کر کے کامیاب فرمانا بھی اسی کا کام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ”وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ“ (القصص۔ رکوع ۷) وقال ”اللَّهُ يَضْطَرُّنِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ.“ (حج۔ رکوع ۱۰) وقال ”وَالَّذِينَ جَاءُوا الْإِسْلَامَ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا“ (عنکبوت۔ رکوع ۷) بہر حال حکمت الہی جس کی ہدایت کو مقتضی ہو وہ ہی ہدایت پاسکتا اور فائز المرام ہو سکتا ہے

لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٌ ﴿۱۴﴾ فَلِذَا لِكَ فَادْعُ ۚ

البتہ اس کے دھوکے میں ہیں جو چین نہیں آنے دیتا ♦ سوتو اسی طرف بلا

وَأَسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَقُلْ

اور قائم رہ جیسا کہ فرما دیا ہے تجھ کو اور مست چل ان کی خواہشوں پر اور کہہ

أَمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۚ وَأُمِرْتُ

میں یقین لایا ہر کتاب پر جو اتاری اللہ نے اور مجھ کو حکم ہے کہ

لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ كُنَّا أَعْمَالُنَا

انصاف کروں تمہارے بیچ میں اللہ رب ہے ہمارا اور تمہارا ہم کو ملیں گے ہمارے کام

وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ

اور تم کو تمہارے کام کچھ جھگڑا نہیں ہم میں اور تم میں اللہ

يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ

اکٹھا کرے گا ہم سب کو اور اسی کی طرف پھر جانا ہے ♦ اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے ہیں

فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ

اللہ کی بات میں جب لوگ اس کو مان چکے ان کا جھگڑا

دَاخِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ

باطل ہے ان کے رب کے یہاں اور ان پر غصہ ہے اور ان کو سخت

شَدِيدٌ ﴿۱۶﴾ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ

عذاب ہے ♦ اللہ وہی ہے جس نے اتاری کتاب سچے دین پر

◆ **اختلاف عقائد کی تکوینی مصلحت** | یعنی توحید اور اصول دین میں جنہوں نے اختلاف ڈالا اور کتب سماویہ میں تحریف کی، وہ کچھ غلط فہمی یا اشتباہ کی وجہ سے نہ تھے۔ ایسی صاف و صریح اور مجمع علیہ تعلیمات میں اشتباہ والتباس کیا ہو سکتا تھا۔ محض نفسانیت، ضد، عداوت اور طلب مال و جاہ وغیرہ اسباب ہیں جو فی الحقیقت اس تفریق و اختلاف مذموم کا باعث ہوئے ہیں۔ بعدہ جب اختلاف قائم ہو گئے اور مختلف مذاہب نے الگ الگ مورچے بنا لیے تو پیچھے آنے والی نسلیں عجیب خبط اور دھوکہ میں پڑ گئیں اور ایسے شکوک و شبہات پیدا کر لئے گئے جو کسی حال ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بندوں کو ڈھیل دی۔ اگر وہ چاہتا تو سارے اختلافات کو ایک دم میں ختم کر دیتا۔ لیکن ایسا کرنا تکوین کی غرض اصلی کے منافی تھا۔ اس کی حکمت بالغہ اسی کو مقتضی تھی کہ ان اختلافات کا عملی اور دنیوی فیصلہ ایک وقت معین پر زندگی کے دوسرے دور میں کیا جائے۔ اگر یہ بات پہلے سے نہ نکل چکی ہوتی تو سب جھگڑے قصے فوراً ہاتھوں ہاتھ ختم کر دیئے جاتے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کو دعوت حق کا حکم** | یعنی جب دین حق کے متعلق تفریق و اختلاف کے طوفان چاروں طرف سے اٹھ رہے ہیں تو آپ کا فرض یہ ہے کہ غیر متزلزل عزم کے ساتھ اسی دین و آئین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں جس کی دعوت آدم و نوح اور ان کے بعد تمام انبیاء دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ اپنے پروردگار کے حکم سے ذرا ادھر ادھر نہ ہوں۔ قولاً و فعلاً اور علماً و حالاً برابر اسی راستہ پر گامزن رہیں جس پر اب تک رہے ہیں۔ ملذبین اور معاندین کی خواہشات کی ذرا پروا نہ کریں اور صاف اعلان کر دیں کہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی ہر کتاب پر خواہ وہ تو رات ہو یا انجیل یا قرآن یا کوئی صحیفہ جو کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوا ہو سچے دل سے یقین رکھتا ہوں۔ میرا کام پہلی صدائقوں کو جھٹلانا نہیں بلکہ سب کو تسلیم کرنا اور باقی رکھنا ہے اور مجھ کو حکم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔ جو اختلافات تم نے ڈالے ہیں ان کا منصفانہ فیصلہ دوں اور تبلیغ احکام و شرائع یا فصل خصومات میں عدل و مساوات کا اصول قائم رکھوں۔ ہر وہ سچائی جو کسی جگہ یا کسی مذہب میں ملے اسے بے تکلف تسلیم کروں۔ جس طرح تم کو خدا کی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلاؤں۔ تم سے پہلے میں خود احکام الہی کی پوری تعمیل کر کے اس کا کامل فرمانبردار بندہ ہونا ثابت کروں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے۔ اس لئے ہم سب کو اسی کی خوشنودی کے لیے کام کرنا چاہئے۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ہمارا تم سے کچھ تعلق نہیں۔ ہم دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر کے سبکدوش ہو چکے ہم میں سے کوئی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے وہ ہی اس کے آگے آئے گا۔ چاہئے کہ اس کے نتائج برداشت کرنے کے لئے تیار رہے۔ آگے ہم کو تم سے جھگڑنے اور بحث و کمرار کی ضرورت نہیں۔ سب کو خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں جا کر ہر ایک کو پورا پورا پتہ لگ جائے گا کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کما کر لایا ہے۔

تنبیہ | یہ آیات مکی ہیں۔ قال کی آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں۔

◆ یعنی اللہ کے دین، اس کی کتاب، اور اس کی باتوں کی سچائی جب علانیہ ظاہر ہو چکی، حتیٰ کہ بہت سے سمجھدار لوگ اس کو قبول کر چکے اور بہترے قبول نہ کرنے کے باوجود اس کی سچائی کا اقرار کرنے لگے۔ اس قدر ظہور و وضوح حق کے بعد جو لوگ خواہ مخواہ جھگڑے ڈالتے یا ماننے والوں سے الجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور سخت عذاب کے مستوجب ہیں اور ان کے سب جھگڑے جھوٹے اور سب بحشیں پادر ہوا اور باطل ہیں۔

وَالْمِيزَانَ ۚ وَمَا يُدْرِيكُ لَعَلَّ السَّاعَةِ

اور تر از وہی ♦ اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید وہ گھڑی

قَرِيبٌ ۝ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ

پاس ہو ♦ جلدی کرتے ہیں اس گھڑی کی وہ لوگ کہ یقین نہیں رکھتے اس پر

وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا ۚ وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا

اور جو یقین رکھتے ہیں ان کو اس کا ڈر ہے اور جانتے ہیں کہ وہ

الْحَقُّ ۚ إِلَّا إِنَّ الَّذِينَ يُبَارُونَ فِي السَّاعَةِ

نہیک ہے سنا ہے جو لوگ جھگڑتے ہیں اس گھڑی کے آنے میں

لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ

وہ بہک کر دور جا پڑے ♦ اللہ نرمی رکھتا ہے اپنے بندوں پر ♦ روزی دیتا ہے

مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝ مَنْ كَانَ

جس کو چاہے اور وہی ہے زور آور و زبردست ♦ جو کوئی

يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۚ وَمَنْ

چاہتا ہو آخرت کی کھیتی زیادہ کریں (بڑھائیں) اس کے واسطے اس کی کھیتی ♦ اور جو کوئی

كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَمَا لَهُ فِي

چاہتا ہو دنیا کی کھیتی اس کو دیں ہم کچھ اس میں سے اور اس کے لیے نہیں

الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا

آخرت میں کچھ حصہ ♦ کیا ان کے لیے اور شریک ہیں کہ راہ ڈالی ہے انہوں نے

◆ نزول میزان | اللہ نے مادی ترازو بھی اتاری جس میں اجسام تلختے ہیں اور علمی ترازو بھی جسے عقل سلیم کہتے ہیں اور اخلاقی ترازو بھی جسے صفت عدل و انصاف کہا جاتا ہے اور سب بڑی ترازو دین حق ہے جو خالق و مخلوق کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ کرتا ہے اور جس میں بات پوری تلتی ہے نہ کم نہ زیادہ۔

◆ یعنی اپنے اعمال و احوال کو کتاب اللہ کی کسوٹی پر کس کر اور دین حق کے ترازو میں تول کر دیکھ لو، کہاں تک کھرے اور پورے اترتے ہیں۔ کیا معلوم ہے کہ قیامت کی گھڑی بالکل قریب ہی آگئی ہو، پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔ جو فکر کرنا ہے اس کے آنے سے پہلے کر لو۔

◆ قیامت کے بارے میں منکرین کا استہزاء | یعنی جن کو قیامت پر یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں کہ ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی؟ آخر دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آ جاتی؟ لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان و یقین سے بہرہ ور کیا ہے، وہ اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے کسی کے ٹلائے ٹل نہیں سکتی۔ اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے منکرین کا حشر کیا ہونا ہے۔ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں وہ تیاری کیا خاک کرے گا۔ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔

◆ یعنی باوجود تکذیب و انکار کے روزی کسی کی بند نہیں کرتا۔ بلکہ بندوں کے باریک سے باریک احوال کی رعایت کرتا اور نہایت نرمی اور تدبیر لطیف سے ان کی تربیت فرماتا ہے۔

◆ جس کو چاہے، جتنی چاہے دے۔

◆ نیکی کا دس سے سات سو گنا ثواب | ایک نیکی کا دس گنا ثواب دیں، بلکہ سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ۔ اور دنیا میں ایمان و عمل صالح کی برکت سے جو فراخی و برکت ملے وہ الگ رہی۔

◆ دنیا کا اجر محنت کے مطابق ملتا ہے | دنیا کے واسطے جو محنت کرے موافق قسمت کے ملے، پھر اس محنت کا فائدہ آخرت میں کچھ نہیں۔ کما قال تعالیٰ "عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ" (بنی اسرائیل۔ رکوع ۲)

لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنُ بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

ان کے واسطے دین کی کہ جس کا حکم نہیں دیا اللہ نے ♦ اور اگر نہ مقرر ہو چکی ہوتی

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ

ایک بات فیصلہ کی تو فیصلہ ہو جاتا ان میں اور بے شک جو گنہگار ہیں ان کو

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا

عذاب ہے دردناک ♦ تو دیکھے گا گنہگاروں کو کہ ڈرتے ہوں گے اپنی

كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

کمائی سے اور وہ پڑ کر رہے گا (رہے گی) ان پر ♦ اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے

الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَتِ الْجَنَّةِ ۖ لَهُمْ مِمَّا يَشَاءُونَ

کام کیے باغوں میں ہیں جنت کے ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۖ ذَلِكَ الَّذِي

اپنے رب کے پاس یہی ہے بڑی بزرگی ♦ یہ ہے جو

يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ

خوش خبری دیتا ہے اللہ اپنے ایماندار بندوں کو جو کرتے ہیں بھلے کام ♦

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۖ

تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ بدلہ مگر دوستی چاہیے قرابت میں ♦

وَمَنْ يَفْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ

اور جو کوئی کمائے گا نیکی ہم اس کو بڑھا دیں گے اس کی (اس میں) خوبی بے شک اللہ

مشرکین کا باطل راستہ | یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی زبانی آخرت کا اور دین حق کا راستہ بتلا دیا۔ کیا اس کے سوا کوئی اور ہستی ایسی ہے جسے کوئی دوسرا راستہ مقرر کرنے کا حق اور اختیار حاصل ہو کہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرا دے۔ پھر آخر ان مشرکین نے اللہ کی وہ راہ چھوڑ کر جو انبیاء علیہم السلام نے بتلائی تھی دوسری راہیں کہاں سے نکال لیں۔

یعنی فیصلہ کا وعدہ ہے اپنے وقت پر۔

یعنی اپنی کثرت کے نتائج سے خواہ آج نہ ڈریں مگر اس دن ڈرتے ہوں گے اور یہ ڈران پر ضرور پڑ کر رہے گا۔ کوئی سبیل رہائی اور فرار کی نہ ہوگی۔

جنت کی نعمتیں | یعنی جنت میں ہر قسم کی جسمانی اور روحانی راحتیں اور اپنے رب کا قرب، یہ ہی بڑا فضل ہے۔ دنیا کے عیش اس کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

یعنی اللہ جو خوشخبری دے وہ لامحالہ واقع ہو کر رہے گی۔

میں اس دعوت پر کوئی اجر نہیں مانگتا | یعنی قرآن جیسی دولت تم کو دے رہا ہوں اور ابدی

نجات و فلاح کا راستہ بتلاتا اور جنت کی خوشخبری سناتا ہوں۔ یہ سب محض لوجہ اللہ ہے۔ اس خیر خواہی

اور احسان کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا۔ صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسب و خاندانی

تعلقات ہیں کم از کم ان کو نظر انداز نہ کرو۔ آخر تمہارا معاملہ اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا

ہے، بسا اوقات ان کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو۔ میرا کہنا یہ ہے کہ تم اگر میری بات نہیں مانتے،

نہ مانو، میرا دین قبول نہیں کرتے، یا میری تائید و حمایت میں کھڑے نہیں ہوتے، نہ سہی۔ لیکن کم از کم

قربت و رحم کا خیال کر کے ظلم و اذیت رسانی سے باز رہو، اور مجھ کو اتنی آزادی دو کہ میں اپنے پروردگار

کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں۔ کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں۔ **تنبیہ** | آیت

کے یہ معنی حضرت ابن عباسؓ سے صحیحین میں منقول ہیں۔ بعض سلف نے "إِلَّا الْمَوَدَّةُ فِي

الْقُرْبَىٰ" کا مطلب یہ لیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرو۔ اور حق قربت کو پہچانو۔

اور بعض نے "قُرْبَىٰ" سے اللہ کا قرب اور نزدیکی مراد لی ہے۔ یعنی ان کاموں کی محبت جو خدا سے

قریب کرنے والے ہوں مگر صحیح اور رائج تفسیر وہ ہی ہے جو ہم نے اول نقل کی ہے۔ بعض علماء نے

"مَوَدَّةٌ فِي الْقُرْبَىٰ" سے اہل بیت نبویؑ کی محبت مراد لے کر یوں معنی کئے ہیں کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی

بدلہ نہیں مانگتا، بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقارب کے ساتھ محبت کرو۔ کوئی شبہ نہیں کہ اہل بیت اور

اقارب نبی کریم ﷺ کی محبت و تعظیم اور حقوق شناسی امت پر لازم و واجب اور جزو ایمان ہے اور ان

سے درجہ بدرجہ محبت رکھنا حقیقت میں حضور ﷺ کی محبت پر متفرع ہے لیکن آیت ہذا کی تفسیر اس طرح کرنا

شان نزول اور روایات صحیحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ حضور ﷺ کی شان رفیع کے مناسب نہیں معلوم

ہوتا واللہ اعلم۔

غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۲۳﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

معاف کرنے والا حق ماننے والا ہے ♦ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے باندھا اللہ پر جھوٹ

فَإِنْ يَشَأْ اللَّهُ يُخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۖ وَبِئْسَ اللَّهُ

سوا اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دل پر اور مٹاتا ہے اللہ

الْبَاطِلُ ۖ وَيُحِقُّ الْحَقُّ بِكَلِمَتِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ

جھوٹ کو اور ثابت کرتا ہے سچ کو اپنی باتوں سے اس کو معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ

جو دلوں میں ہے ♦ اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ

عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا

اپنے بندوں کی اور معاف کرتا ہے برائیاں اور جانتا ہے جو کچھ

تَفْعَلُونَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

تم کرتے ہو اور دعا سنتا ہے ایمان والوں کی جو بھلے

الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۖ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ

کام کرتے ہیں اور زیادہ دیتا ہے ان کو اپنے فضل سے ♦ اور جو منکر ہیں ان کے لیے

عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ

سخت عذاب ہے اور اگر پھیلا دے (فراخ کر دے) اللہ روزی اپنے بندوں کو

لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۖ

تو دھوم (فساد) اٹھا دیں ملک میں لیکن اتارتا ہے ماپ کر جتنی چاہتا ہے

◆ نیکی کو بڑھایا جاتا ہے | یعنی انسان بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی کو بڑھاتا ہے، آخرت میں تو اجر و ثواب کے اعتبار سے اور دنیا میں نیک خوئی عطا فرما کر اور ایسے آدمی کی لغزشوں کو بھی معاف فرماتا ہے۔ شاید یہاں اس مضمون کا ذکر اس لئے فرمایا کہ کم از کم قرابت کی محبت مطلوب ہے جس کا حاصل ایذا اور ظلم سے روکنا تھا۔ لیکن جو اس سے زائد نیکی دکھلائے وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے ہاں کسی کی نیکی ضائع نہیں جاتی، بلکہ بڑھتی رہتی ہے۔

◆ حق کو ثابت اور جھوٹ کو محو کیا جاتا ہے | یعنی بغرض محال اگر کوئی بات بھی خدا کی نسبت جھوٹ بنا کر کہہ دے تو اللہ کو قدرت ہے کہ تیرے دل پر مہر کر دے، پھر فرشتہ یہ کلام معجز لے کر تیرے قلب پر نہ اتر سکے اور سلسلہ وحی کا بند ہو جائے۔ بلکہ پہلا دیا ہوا بھی سلب کر لیا جائے کما قال "وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا إِلَّا رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا" (بنی اسرائیل۔ رکوع ۱۰) مگر چونکہ واقع میں قطعاً کذب و افتراء کا شائبہ نہیں۔ اس لئے محض بد بختوں کی قدر ناشناسی اور طعن و تشنیع کی بناء پر یہ فیض منقطع نہیں کیا جاسکتا۔ بیشک اللہ اس کو جاری رکھے گا اور اپنی باتوں سے عملی طور پر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ ثابت کر کے رہے گا۔ اس وقت سب کو صاف کھل جائے گا کہ فریقین میں جھوٹا اور مفتری کون ہے اور کس کے دل پر اللہ نے فی الواقع مہر لگا دی ہے کہ خیر کے اترنے اور حق کے قبول کرنے کی اس میں مطلقاً گنجائش نہیں رہی۔ رہا یہ سوال کہ اللہ کی وہ باتیں کیا ہیں جن سے جھوٹ ملیا میٹ ہو اور حق ثابت ہو جائے تو میرے نزدیک وہ ہی دلائل و براہین ہیں جو قرآن اور پیغمبر کی صداقت پر اس نے قائم کی ہیں بالخصوص وہ آیات انفسیہ و آفاقیہ جن کا ذکر سورہ "حکم السجدہ" کے آخر پر "نَسْرِیْهِمْ اِیْتَانَا فِی الْاَفَاقِ وَ لَیْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَللّٰهُ الْحَقُّ۔" کے حاشیہ میں کیا گیا ہے۔ ان آیات کے ظاہر ہونے پر سب کمرے اور کھوٹے دلوں کا حال علانیہ واضح ہو جائے گا۔ تنبیہاً آیت ہذا کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں۔ بندہ کے نزدیک بے تکلف یہ ہی مطلب ہے جو اوپر عرض کیا۔ اس تفسیر پر "وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ" جملہ مستندہ ہوا۔ جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور اکثر محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ البتہ مضارع کے معنی مترجم رحمہ اللہ نے حال کے لئے ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔ مگر بندہ کے خیال میں یہاں استقبال لینا زیادہ چسپاں ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ "وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ" کا عطف "يَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ" پر کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ "یعنی اللہ اپنے اوپر کیوں جھوٹ بولنے دے۔ دل کو بند کر دے کہ مضمون ہی نہ آئے جس کو باندھ سکے اور چاہے تو کفر کو مٹا دے بے پیغام بھیجے۔ مگر وہ اپنی باتوں سے دین کو ثابت کرتا ہے اس واسطے نبی پر اپنا کلام بھیجتا ہے۔"

◆ مومنین پر اللہ کے انعامات | یعنی نبی خدا کا پیغام پہنچاتا ہے، تم جھوٹ سمجھو یا سچ، اس کے بعد بندوں کا سارا معاملہ خدا سے ہے ہر ایک بندہ سے دنیا اور آخرت میں اس کے حال و استعداد کے موافق معاملہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور باوجود سب کچھ جاننے کے کتنی برائیوں سے درگزر کرتا ہے جو ایماندار اور نیک بندے اس کی بات سنتے ہیں وہ ان کی دعائیں سنتا اور ان کی طاعات کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور جس قدر اجر و ثواب کے وہ عام ضابطہ سے مستحق ہوں اپنے فضل سے اس سے کہیں زائد مرحمت فرماتا ہے۔ رہ گئے منکر اور بکے کافر جن کو مرتے دم تک رجوع و توبہ کی توفیق میسر نہیں ہوئی ان کا انجام اگلے جملہ میں مذکور ہے۔

إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ

بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے دیکھتا ہے ♦ اور وہی ہے جو اتارتا ہے

الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۖ وَهُوَ

میں بعد اس کے کہ اس توڑ چکے اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت اور وہی ہے

الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَ

کام بنانے والا سب تعریفوں کے لائق ♦ اور ایک اس کی نشانی ہے بنانا آسمانوں کا اور

الْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ

زمین کا ♦ اور جس قدر بکھیرے ہیں ان میں جانور ♦ اور وہ

جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ

جب چاہے ان سب کو اکٹھا کر سکتا ہے ♦ اور جو پڑے تم پر کوئی

مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ﴿۳۰﴾

ختم سودہ بدلہ ہے اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے ♦ اور معاف کرتا ہے بہت سے گناہ

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِنْ

اور تم تھکا دینے والے نہیں بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں تمہارا

دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٌ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ

اللہ کے سوا کام بنانے والا ♦ اور نہ مددگار اور ایک اس کی نشانی ہے کہ جہاز چلتے ہیں

♦ غنا کو عام نہ کرنے کی حکمت | خدا کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اگر چاہے تو اپنے تمام بندوں کو غنی اور تو نگر بنادے لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں کہ سب کو بے اندازہ روزی دے کر خوش عیش رکھا جائے۔ ایسا کیا جاتا تو عموماً لوگ طغیان و تمرد اختیار کر کے دنیا میں اودھم مچا دیتے۔ نہ خدا کے سامنے جھکتے نہ اس کی مخلوق کو خاطر میں لاتے، جو سامان دیا جاتا کوئی اس پر قناعت نہ کرتا حرص

اور زیادہ بڑھ جاتی جیسا کہ ہم بحالت موجودہ بھی عموماً مرفہ الحال لوگوں میں مشاہدہ کرتے ہیں، جتنا آجائے اس سے زیادہ کے طالب رہتے ہیں، کوشش اور تمنائیں ہوتی ہے کہ سب کے گھر خالی کر کے اپنا گھر بھر لیں۔ ظاہر ہے کہ ان جذبات کے ماتحت عام غنا اور خوشحالی کی صورت میں کیسا عام اور زبردست تصادم ہوتا اور کسی کو کسی سے دینے کی کوئی وجہ نہ رہتی۔ ہاں دنیا کے عام مذاق و رجحان کے خلاف فرض کیجئے کسی وقت غیر معمولی طور پر کسی مصلح اعظم اور مامور من اللہ کی نگرانی میں عام خوشحالی اور فارغ البالی کے باوجود باہمی آویزش اور طغیان و سرکشی کی نوبت نہ آئے اور زمانہ کے انقلاب عظیم سے دنیا کی طبائع ہی میں انقلاب پیدا کر دیا جائے وہ اس عادی اور اکثری قاعدہ سے مستثنیٰ ہوگا۔ بہر حال دنیا کو بحالت موجودہ جس نظام پر چلانا ہے اس کا مقتضی یہ ہی ہے کہ غناء عام نہ کیا جائے بلکہ ہر ایک کو اس کی استعداد اور احوال کی رعایت سے جتنا مناسب ہو جانچ تول کر دیا جائے۔ اور یہ خدائی کو خبر ہے کہ کس کے حق میں کیا صورت اصلاح ہے۔ کیونکہ سب کے اگلے اور پچھلے حالات اسی کے سامنے ہیں۔

♦ **اللہ کی طرف سے بارانِ رحمت** یعنی بہت مرتبہ ظاہری اسباب و حالات پر نظر کر کے جب لوگ بارش سے مایوس ہو جاتے ہیں اس وقت حق تعالیٰ بارانِ رحمت نازل فرماتا اور اپنی مہربانی کے آثار و برکات چاروں طرف پھیلا دیتا ہے۔ تابندوں پر ثابت ہو جائے کہ رزق کی طرح اسبابِ رزق بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں جیسے وہ روزی ایک خاص اندازہ سے عطا کرتا ہے، بارش بھی خاص اوقات اور خاص مقدار میں مرحمت فرماتا ہے۔ بات یہ ہے کہ سب کام اسی کے اختیار میں ہیں اور جو کچھ وہ کرے عین حکمت و صواب ہے کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اس کی ذات میں جمع ہیں۔ اور ہر قسم کی کار سازی اور اعانت و امداد وہیں سے ہو سکتی ہے۔ تنبیہ اللہ کی رحمت و قدرت کی طرف سے مایوس ہو جانا کافروں کا شیوہ ہے لیکن ایک مومن کی نظر میں اسباب کا سلسلہ یا س انگیز ہو سکتا ہے جیسے فرمایا "فَلَمَّا اسْتَيْسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا" (یوسف۔ رکوع ۱۰) اور "خَشِيَ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ" (یوسف۔ رکوع ۱۲)

♦ **ہر مخلوق اللہ کے قبضہ میں ہے** یعنی جس طرح رزق پہنچانا اور اس کے اسباب (بارش وغیرہ کا) مہیا کرنا اس کے قبضہ میں ہیں۔ ان اسباب کے اسبابِ سماویہ و ارضیہ اور ان کے آثار و نتائج بھی اسی کی مخلوق ہیں۔

♦ **آسمان کی جانور مخلوق** آیت سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی طرح آسمانوں پر بھی جانوروں کی قسم سے کوئی مخلوق پائی جاتی ہے۔ یعنی جس نے بکھیرے وہ ہی سب کو اکٹھا کر سکتا ہے۔ اور یہ قیامت کے دن ہوگا۔

♦ **ہر مصیبت اعمالِ بد کا نتیجہ ہے** یعنی جیسی نعمتیں ایک خاص اندازہ اور خاص اوقات و احوال کی رعایت سے دی جاتی ہیں، مصائب کا نزول بھی خاص اسباب و ضوابط کے ماتحت ہوتا ہے۔ مثلاً بندوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں ہی کے بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا بلکہ بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے یا بعض اوقات والدہ کی بد پرہیزی بچہ کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے، یا کبھی کبھی ایک محلے والے یا شہر والے کی بے تدبیری اور حماقت سے پورے محلے اور شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ یہ ہی حال روحانی اور باطنی بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھ لو۔ گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمالِ ماضیہ کا نتیجہ ہے۔ اور مستقبل میں ان کے لئے تنبیہ اور امتحان کا موقع بہم پہنچاتی ہے اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت گناہوں سے درگزر کرتی ہے۔ اگر ہر ایک جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی تنفس بھی باقی نہ رہتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ خطاب عاقل بالغ لوگوں کو ہے گنہگار ہوں یا نیک۔ مگر نبی اس میں داخل نہیں (اور چھوٹے بچے بھی شامل نہیں) ان کے واسطے اور کچھ ہوگا۔ اور سختی دنیا کی بھی آگئی۔ اور قبر کی اور آخرت کی۔"

♦ **یعنی محض اپنی مہربانی سے معاف کرتا ہے** ورنہ جس جرم پر سزا دینا چاہے، مجرم بھاگ کر کہیں روپوش نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کے سوا کوئی دوسرا حمایت و امداد کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے۔

فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝۳۲ إِنَّ يَشَاءُ يُسْكِنَ الرِّبِّيَّ فَيُظْلِكُنْ

دریا میں جیسے پہاڑ ♦ اگر چاہے تمام دے ہوا کو پھر رہیں

رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ۝۳۳ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

سارے دن ٹھہرے ہوئے اس کی پیٹھ پر ♦ مقرر اس بات میں جتے ہیں ہر قائم رہنے والے کو

شَكُورٍ ۝۳۴ أَوْ يُوقِفُهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ

جو احسان مانے ♦ یا تباہ کر دے ان کو بسبب ان کی کمائی کے اور معاف بھی کرے

كَثِيرٍ ۝۳۵ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا

بہتوں کو ♦ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں ہماری قدرتوں میں کہ نہیں

لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ۝۳۶ فَمَا أُوتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَّاءُ

ان کے لیے بھاگنے کی جگہ ♦ سو جو کچھ ملا ہے تم کو کوئی چیز ہو سو وہ برت لینا ہے

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ

دنیا کی زندگانی میں ♦ اور جو کچھ اللہ کے یہاں ہے بہتر ہے اور باقی رہنے والا واسطے

آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝۳۷ وَالَّذِينَ يَحْتَسِبُونَ

ایمان والوں کے ♦ جو اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور جو لوگ کہ بچتے ہیں

كَبِيرٍ إِلَٰثِمٍ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ۝۳۸

بڑے گناہوں سے ♦ اور بے حیائی سے اور جب غصہ آوے تو وہ معاف کر دیتے ہیں

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ

اور جنہوں نے کہ حکم مانا اپنے رب کا ♦ اور قائم کیا نماز کو اور کام کرتے ہیں

یعنی جیسے زمین کی سطح پر پہاڑ ابھرے ہوئے ہیں سمندر کی سطح پر بڑے بڑے جہاز ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ہواؤں پر حکومت | یعنی ہوا بھی اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اگر ہوا کو ٹھہرا رکھے چلنے نہ دے تو تمام بادبانی جہاز دریا کی پیٹھ پر جہاں کے تہاں کھڑے رہ جائیں۔ غرض پانی اور ہوا سب اسی کے زیر فرمان ہیں۔

دریائی سفر میں موافق اور ناموافق دونوں قسم کے حالات سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ انسان موافق حالات پر شکر اور ناموافق حالات پر صبر کرتا ہو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نعمت کو پہچانے۔

مصائب اعمال کا نتیجہ | یعنی چاہے تو مسافروں کے بعض اعمال کی پاداش میں جہازوں کو تباہ کر ڈالے اور اس تباہی کے وقت بھی بعض کو معاف فرمادے۔

یعنی تباہ اس لئے کئے جائیں کہ ان کے بعض اعمال کا بدلہ ہو اور بڑے بڑے جھگڑالو بھی دیکھ لیں کہ ہاں! خدائی گرفت سے نکل کر بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”جو لوگ ہر چیز اپنی تدبیر سے سمجھتے ہیں اس وقت عاجز رہ جائیں گے۔“ کوئی تدبیر بن نہ پڑے گی۔

آخرت کی نعمتیں بہتر اور پائیدار ہیں | یعنی یہ تمام باتیں سننے کے بعد انسان کو چاہئے کہ اللہ کو راضی رکھنے کی فکر کرے اس چند روزہ زندگانی اور عیش فانی پر مغرور نہ ہو۔ اور خوب سمجھ لے کہ ایمانداروں کو جو عیش و آرام اللہ کے ہاں ملے گا وہ اس دنیا کے عیش و آرام سے بہتر بھی ہے اور پائدار بھی۔ نہ اس میں کسی طرح کی کدورت ہوگی نہ فناء و زوال کا کھٹکا ہوگا۔

مومنین کی بعض صفات | اس کا بیان سورہ ”نساء“ کی آیت ”إِنْ تَجْنِبُوا كُتُبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ لَتُكَفِّرُوا عَنْكُمْ مَسَائِدُكُمْ“ کے فوائد میں گذر چکا وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ شاید یہاں ”کُتُبَآئِرَ الْأَنْفُسِ“ سے وہ بڑے گناہ مراد ہوں جو قوت نظریہ کی غلط کاری سے پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً عقائد بدعیہ اور ”فواحش“ وہ گناہ جن میں قوت شہوانیہ کی بے اعتدالی کو دخل ہو۔ آگے ”وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ“ میں تو ظاہر ہے کہ قوت غصبیہ کی روک تھام کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ

مشورہ سے آپس کے ۱ اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ

إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٣٩﴾ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ

کہ جب ان پر ہودے چڑھائی تو وہ بدلہ لیتے ہیں ۲ اور برائی کا بدلہ ہے برائی

سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَىٰ

وہی ہی ۳ پھر جو کوئی معاف کرے اور صلح کرے سو اس کا ثواب ہے

اللَّهِ ط إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾ وَلَمِنَ انْتَصَرِ بَعْدَ

اللہ کے ذمہ ۴ بے شک اس کو پسند نہیں آتے گنہگار ۵ اور جو کوئی بدلہ لے اپنے

ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ ﴿٤١﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ

مظلوم ہونے کے بعد ۶ سوان پر بھی نہیں کچھ الزام ۷ الزام تو

عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ

ان پر ہے جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر ۸ اور دھوم اٹھاتے ہیں ملک میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ ط أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَمَن صَبَرَ

ناحق ۹ ان لوگوں کے لئے ہے عذاب دردناک اور البتہ جس نے سہا

وَعَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنَ عَظْمِ الْأُمُورِ ﴿٤٣﴾ وَمَن يُضْلِلِ

اور معاف کیا ۱۰ بے شک یہ کام ہمت کے ہیں ۱۱ اور جس کو راہ نہ بھجائے

اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَكِيلٍ مِّنْ بَعْدِهِ ط وَتَرَى الظَّالِمِينَ

اللہ ۱۲ تو کوئی نہیں اس کا کام بنانے والا ۱۳ اس کے سوا ۱۴ اور تو دیکھے گنہگاروں کو

مشورہ کی اہمیت | مشورہ سے کام کرنا اللہ کو پسند ہے دین کا کام ہو یا دنیا کا۔ نبی کریم ﷺ مہمات امور میں برابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرماتے تھے اور صحابہ آپس میں مشورہ کرتے تھے حروب وغیرہ کے متعلق بھی اور بعض مسائل و احکام کی نسبت بھی۔ بلکہ خلافت راشدہ کی بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ مشورہ کی ضرورت ان کاموں میں ہے جو مہتمم بالشان ہوں اور جو قرآن و سنت میں منصوص نہ ہوں۔ جو چیز منصوص ہو اس میں رائے و مشورہ کے کوئی معنی نہیں۔ اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام نہ ہو سکے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل و عابد ہو۔ ورنہ اس کی بیوقوفی یا بددیانتی سے کام خراب ہو جانے کا اندیشہ رہے گا۔

مومنین کا عفو و بدلہ | یعنی جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اس نے ندامت کے ساتھ اپنے عجز و قصور کا اعتراف کر لیا۔ انہوں نے معاف کر دیا۔ یہ محمود ہے اور جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا آئے اور ظلم و زور سے دبانے کی کوشش کرے، یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے یا ہماری شخصی حیثیت سے قطع نظر کر کے دین کی اہانت یا جماعت مسلمین کی تذلیل ہوتی ہے، ایسی حالت میں بدلہ لیتے ہیں، وہ بھی بقدر اس کی زیادتی کے۔ جرم سے زائد سزا نہیں دیتے۔

بدلہ کے طور پر جو برائی کی جائے وہ ہیٹھ نہیں محض صورۃ برائی ہوتی ہے۔ ”نَسَبَہ“ کا اطلاق اس پر مشاکلہ کیا گیا۔

عدل کے ساتھ انتقام کی اجازت | یعنی ظلم اور زیادتی تو اللہ کے ہاں کسی حالت میں پسند نہیں۔ بہترین خصلت یہ ہے کہ آدمی جتنا بدلہ لے سکتا ہے اس سے بھی درگزر کرے۔ بشرطیکہ درگزر کرنے میں بات سنورتی ہو۔

یعنی مظلوم ظالم سے بدلہ لینا چاہے تو اس میں الزام اور گناہ کچھ نہیں۔ ہاں معاف کر دینا افضل و احسن ہے۔

یعنی ابتداء ظلم کرتے ہیں یا انتقام لینے میں حد استحقاق سے بڑھ جاتے ہیں۔

معاف کر دینا ہمت کا کام ہے | یعنی غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس بندہ پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے اس سے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس کی عزت بڑھائے گا اور مدد کرے گا۔

یعنی اللہ کی توفیق و دیکھیری ہی سے آدمی کو عدل و انصاف اور صبر و غفر کی اعلیٰ خصلتیں حاصل ہو سکتی ہیں وہ ان بہترین اخلاق کی طرف راہ نہ دے تو کون ہے جو ہاتھ پکڑ کر اخلاقی پستی اور رسوائی کے گڑھے سے ہم کو نکال سکے۔

لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مَرَدٌّ مِّنْ

جس وقت دیکھیں گے عذاب کہیں گے کسی طرح پھر جانے کی بھی ہوگی کوئی

سَبِيلٍ ۚ وَتَرْهَمُ بِعَرَضُونَ عَلَيْهَا خَشِيعِينَ مِّنْ

راہ ♦ اور تو دیکھے ان کو کہ سامنے لائے جائیں آگ کے آنکھیں جھکائے (بچی کیے ہوئے) ہوئے

الَّذِينَ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفٍ ۖ وَقَالَ الَّذِينَ

ذلت سے دیکھتے ہوں گے نہیں نکالے ♦ اور کہیں وہ لوگ

أَمِنُوا إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَ

جو ایمان دار تھے مقرر ٹوٹنے والے وہی ہیں جنہوں نے گنوا یا اپنی جان کو اور

أَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي

اپنے گمراہوں کو قیامت کے دن ♦ ستارے گنہگار

عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۚ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ أَوْلِيَاءَ

پڑے ہیں سدا کے عذاب میں اور کوئی نہ ہوئے ان کے حمایتی

يَنْصُرُونَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ

جو مدد کرتے ان کی اللہ کے سوا اور جس کو بھٹکائے اللہ

فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ۚ ۚ اِسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ مِّنْ

اس کے لیے کہیں نہیں راہ ♦ مانو اپنے رب کا حکم اس سے

قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۖ مَا لَكُمْ

پہلے کہ آئے وہ دن جس کو پھرنا نہیں اللہ کے یہاں سے ♦ نہیں

♦ ظالموں کا حال آخرت میں | یعنی کوئی ایسی سبیل بھی ہے کہ ہم دنیا کی طرف پھر واپس کر دیئے جائیں اور اس مرتبہ وہاں سے خوب نیک بن کر حاضر ہوں۔

♦ یعنی ایک سبب ہوئے مجرم کی طرح خوف اور ذلت و ندامت کے مارے نیچی نظر سے دیکھتے ہوں گے۔ کسی سے پوری طرح آنکھ نہیں ملا سکیں گے۔

♦ کفار نے اپنے گھر والوں کو بھی تباہ کیا | یعنی بد بخت اپنے ساتھ اپنے متعلقین اور گھر والوں کو بھی لے ڈوبے۔ سبھی کو تباہ و برباد کر کے چھوڑا۔

♦ یعنی نہ دنیا میں ہدایت کی، نہ آخرت میں نجات کی۔

♦ یعنی جیسے دنیا میں عذاب مؤخر ہوتا اور ٹلتا چلا جاتا ہے، اس دن نہیں ٹلے گا۔

مَنْ مَّلَجًا يَوْمِيذٍ وَمَا لَكُمْ مِنْ تَكْبِيرٍ ﴿۴۷﴾ فَإِنْ

ملے گا تم کو بچاؤ اس دن اور نہ ملے گا الوپ (مکر جانا) ہو جانا پھر اگر

أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۖ إِنْ عَلَيْكَ

وہ منہ پھیریں (ٹلا دیں) تو تجھ کو نہیں بھیجا ہم نے ان پر نگہبان تیرا ذمہ

إِلَّا الْبَلَدُ ۖ وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

تو بس یہی ہے پہنچا دینا اور ہم جب چکھاتے ہیں آدمی کو اپنی طرف سے رحمت

فَرِحَ بِهَا ۚ وَإِنْ تُصِيبَهُمْ سَيِّئَةٌ مِمَّا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ

اس پر پھولا نہیں سماتا (اتراتا ہے) اور اگر پہنچتی ہے ان کو کچھ برائی بدلے میں اپنی کمائی کے

فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ ﴿۴۸﴾ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

تو انسان بڑا ناشکر ہے اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور

الْأَرْضُ يُخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَّا ثَنَا

زمین میں پیدا کرتا ہے جو چاہے بخشا ہے جس کو چاہے بیٹیاں

وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ ﴿۴۹﴾ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَ

اور بخشا ہے جس کو چاہے بیٹے یا ان کو دیتا ہے جوڑے بیٹے اور

إِنَّا ثَنَا ۖ وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿۵۰﴾

بیٹیاں اور کر دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ وہ ہے سب کچھ جانتا کر سکتا

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ

اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارہ سے یا

یعنی مکر جانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور ابن کثیرؒ نے یوں معنی کئے ہیں کہ کوئی موقع ایسا نہ ملے گا جو تم پہچانے نہ جاؤ۔

آپ ﷺ کے ذمے صرف تبلیغ ہے | یعنی آپ ذمہ دار نہیں کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں۔ آپ کا فرض پیغام الہی پہنچا دینا ہے۔ وہ آپ ادا کر رہے ہیں۔ یہ نہیں مانتے تو جائیں جہنم میں۔

انسان ناشکرا ہے | یعنی ان کے اعراض سے آپ غمگین نہ ہوں۔ انسان کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے (إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ) کہ اللہ انعام و احسان فرمائے تو اکثر نے اور اترانے لگتا ہے۔ پھر جہاں اپنی کثرت کی بدولت کوئی افتاد پڑ گئی، بس سب نعمتیں بھول جاتا ہے اور ایسا ناشکر بن جاتا ہے گویا کبھی اس پر اچھا وقت آیا ہی نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ فراخی اور عیش کی حالت ہو یا تنگی اور تکلیف کی۔ اپنی حد پر قائم نہیں رہتا البتہ مومنین قارئین کا شیوہ یہ ہے کہ سختی پر صبر اور فراخی کی حالت میں منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی حال اس کے انعامات و احسانات کو فراموش نہیں کرتے۔

اولاد دینے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت | یعنی سختی ہو یا نرمی سب احوال خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آسمان و زمین میں سب جگہ اسی کی سلطنت اور اسی کا حکم چلتا ہے جو چیز چاہے پیدا کرے اور جو چیز جس کو چاہے دے، جس کو چاہے نہ دے۔ دنیا کے رنگا رنگ حالات کو دیکھ لو۔ کسی کو سرے سے اولاد نہیں ملتی، کسی کو ملتی ہے تو صرف بیٹیاں، کسی کو صرف بیٹے، کسی کو دونوں، جڑواں یا الگ الگ۔ اس میں کسی کا کچھ دعویٰ نہیں۔ وہ مالک حقیقی ہی جانتا ہے کہ کس شخص کو کس حالت میں رکھنا مناسب ہے اور وہ ہی اپنے علم و حکمت کے موافق تدبیر کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے ارادہ کو روک دے یا اس کی تخلیق و تقسیم پر حرف گیری کر سکے، عاقل کا کام یہ ہے کہ ہر قسم کے نرم و گرم حالات میں اسی کی طرف رجوع کرے اور ہمیشہ اپنی ناچیز حقیقت کو پیش نظر رکھ کر تکبر یا کفران نعمت سے باز رہے۔

وَرَأَىٰ حَجَابٌ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ

پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہنچادے اس کے حکم سے

مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ ۝۵۱ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا

جو وہ چاہے تحقیق وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا اور اسی طرح بھیجا ہم نے

إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ

تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے تونہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب

وَلَا إِلَهَ إِلَّا يَمَانٌ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن

اور نہ ایمان لیکن ہم نے رکھی ہے یہ روشنی اس سے راہ بھادیتے ہیں جس کو

نَشَاءُ مِّنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝۵۲

چاہیں اپنے بندوں میں اور بے شک تو بھاتا ہے سیدھی راہ

صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

راہ اللہ کی اسی کا (جس کا) ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور

الْأَرْضِ ۚ إِلَّا إِلَىٰ اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ۝۵۳

زمین میں سنا ہے اللہ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام

آيَاتُهَا ۱۸۹ ﴿۴۳﴾ سُورَةُ الزُّخْرَفِ مَكِّيَّةٌ (۶۳) ﴿۵۳﴾ زُكُوْعَاتُهَا ۱۸۹

سورۃ زخرف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نواسی آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

◆ کوئی بشر اللہ سے براہ راست بات نہیں کر سکتا | کوئی بشر اپنی غصری ساخت اور موجودہ قوتی کے اعتبار سے یہ طاقت نہیں رکھتا کہ خداوند

قدوس اس دنیا میں اس کے سامنے ہو کر مشاہدہ کلام فرمائے اور وہ تحمل کر سکے اسی لئے کسی بشر سے اس کے ہمکلام ہونے کی تین صورتیں ہیں

کلام الہی کی تین صورتیں | (الف) بلا واسطہ پردہ کے پیچھے سے کلام فرمائے، یعنی نبی کی قوت سامعہ استماع کلام سے لذت اندوز

ہو مگر اس حالت میں آنکھیں دولت دیدار سے متمتع نہ ہو سکیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ الاسراء

میں پیش آیا۔ (ب) بواسطہ فرشتہ کے حق تعالیٰ کلام فرمائے مگر فرشتہ مجسم ہو کر آنکھوں کے سامنے نہ آئے۔ بلکہ براہ راست نبی کے قلب پر

نزول کرے اور قلب ہی سے اور اک فرشتہ کا اور صوت کا ہوتا ہو۔ جو اس ظاہرہ کو چنداں دخل نہ رہے۔ میرے خیال میں یہ صورت ہے جس کو

عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں یٰٰنَبِیُّنِیْ فِیْ مِثْلِ صَلَٰصَلَةِ الْجَرَسِ سے تعبیر فرمایا ہے اور صحیح بخاری کے ابواب بدو المخلوق میں وحی کی اس

صورت میں بھی اتیان ملک کی تصریح موجود ہے اسی کو حدیث میں "وَهُوَ أَشَلُّهُ عَلٰی" فرمایا اور شاید وحی قرآنی بکثرت اسی صورت میں

آتی ہو جیسا کہ "نَزَلَ بِهَ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ" اور "فَاِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰهِ" میں لفظ "قَلْبِکَ" سے اشارہ ہوتا

ہے۔ اور چونکہ یہ معاملہ بالکل پوشیدہ طور پر اندر ہی اندر ہوتا تھا تنہا غیر کے وجود سے باہر کوئی علیحدہ ہستی نظر نہ آتی تھی اور نہ اس طرح کلام ہوتا

تھا جیسے ایک آدمی دوسرے سے بات کرتا ہو کہ پاس بیٹھنے والے سامعین بھی سمجھ لیں اس لئے اس قسم کی خصوصیت کے ساتھ آیت ہذا میں

لفظ "وَخِیَا" سے تعبیر کیا۔ کیونکہ لغت میں "وحی" کا لفظ اخفا اور اشارہ سریعہ پر دلالت کرتا ہے۔ (ج) تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ مجسم

ہو کر نبی کے سامنے آجائے اور اس طرح خدا کا کلام و پیام پہنچادے جیسے ایک آدمی دوسرے سے خطاب کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت جبریل

ایک دوسرے اپنی اصل صورت میں حضور کے پاس آئے۔ اور اکثر مرتبہ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے۔ اور کبھی کسی غیر

معروف آدمی کی شکل میں بھی تشریف لائے ہیں۔ اس وقت آنکھیں فرشتہ کو دکھتیں اور کان اٹکی آواز سنتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی بعض

اوقات گفتگو سنتے اور سمجھتے تھے۔ عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں جو دو قسمیں بیان ہوئی ہیں، ان میں سے یہ دوسری صورت ہے۔ اور میرے

خیال میں اسی کو آیہ ہذا میں "اَوْ یُرِیْسِلَ رَسُوْلًا فِیْوَحِیْ بِاِیْذِیْنِہٖ مَا یَشَآءُ" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ باقی حجاب والی

صورت چونکہ بالکل نادر بلکہ اندر تھی اس لئے عائشہؓ کی حدیث میں اس سے تعرض نہیں کیا گیا۔

یعنی اس کا علوان ہے کہ بے حجاب کلام کرے اور حکمت مقتضی ہے کہ بعض صورتیں ہمکلامی کی اختیار کی جائیں۔

◆ آنحضرت ﷺ پر روح کا بھیجا جانا | مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اس جگہ روح سے مراد فرشتہ لیا ہے۔ یعنی جبریل امین۔ اور یہ بعض

مفسرین کی رائے ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں خود قرآن کریم کو روح سے تعبیر فرمایا کیونکہ اس کی تاثیر سے مردہ قلوب زندہ ہوتے ہیں۔ اور انسان

کو ابدی حیات نصیب ہوتی ہے۔ دیکھ لو جو قوم کفر و ظلم اور بد اخلاقی کی موت مرچکی تھیں کس طرح قرآن نے ان میں جان تازہ ڈال دی۔

یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفصیل جو بذریعہ وحی ملب معلوم ہوئیں پہلے سے کہاں معلوم تھیں۔ گو نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے منصف تھے۔

یعنی قرآن کی روشنی میں جن بندوں کو ہم چاہیں سعادت و فلاح کے راستہ پر لے چلتے ہیں۔

یعنی آپ تو سب بندوں کو قرآن کریم کے ذریعہ سے اللہ تک پہنچنے کی سیدھی راہ بتلاتے رہتے ہیں کوئی اس پر چلے یا نہ چلے۔

یعنی سیدھی راہ وہ جس پر چل کر آدمی خدائے واحد تک پہنچتا ہے۔ جو اس راہ سے بھٹکا خدا سے الگ ہوا۔

یعنی جب سب کاموں کا انجام اسی کی طرف ہے تو چاہئے کہ آدمی شروع سے اس انجام کو سوچ لے اور اپنے اختیار سے ایسے راستہ پر

چلے جو سیدھا اس کی بارگاہ تک پہنچنے والا ہو۔ اللّٰهُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ وَبِتْنَا عَلَیْہِ۔ تم سورۃ الشوریٰ

حَمِّ ۝۱ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝۲ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا

حَمِّ قسم ہے اس کتاب واضح کی ہم نے رکھا اس کو قرآن

عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝۳ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ

عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو اور تحقیق یہ قرآن لوح محفوظ میں

لَدَيْنَا لَعَلَّ حَكِيمٌ ۝۴ أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَفْحًا

ہمارے پاس ہے برتر (اونچا) مستحکم کیا پھر دیں گے ہم تمہاری طرف سے یہ کتاب موڑ کر

أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۝۵ وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيِّ

اس سب سے کہ تم ہو ایسے لوگ کہ حد پر نہیں رہتے اور بہت بھیجے ہیں ہم نے نبی

فِي الْأَوَّلِينَ ۝۶ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَّبِيِّ إِلَّا كَانُوا بِهِ

پہلوں میں اور نہیں آتا لوگوں کے پاس کوئی پیغام لانے والا جس سے

يَسْتَهْزِءُونَ ۝۷ فَاهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَضَىٰ

ٹھٹھا نہیں کرتے پھر برباد کر ڈالے ہم نے ان سے سخت زور دالے اور چلی آتی ہے

مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ۝۸ وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

مثال (حقیقت) پہلوں کی اور اگر تو ان سے پوچھے کس نے بنائے آسمان

وَالْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝۹ الَّذِينَ

اور زمین تو کہیں بنائے اس زبردست خبردار نے وہی ہے

جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلْ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا

جس نے بنا دیا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور رکھ دیں تمہارے واسطے اس میں راہیں

سورۃ الزخرف

◆ قرآن عربی زبان میں ہے | کیونکہ عربی تمہاری مادری زبان ہے اور تمہارے ذریعہ سے دنیا کی قومیں اس کتاب کو سیکھیں گی۔

◆ یعنی وجہ اعجاز اور اسرار عظیمہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نہایت بلند مرتبہ اور تبدیل و تحریف سے محفوظ رہنے کی وجہ سے نہایت مستحکم ہے۔ اس کے دلائل و براہین نہایت مضبوط اور اس کے احکام غیر منسوخ ہیں۔ کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں اور تمام مضامین اصلاح معاش و معاد کی اعلیٰ ترین ہدایات پر مشتمل اور حکیمانہ خوبیوں سے مملو ہیں۔ اور قرآن کے ان تمام محاسن پر خود قرآن ہی شاہد ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔
تبجیہ | قرآن اور تمام کتب سماویہ نزول سے پہلے لوح محفوظ میں لکھی گئی ہیں۔

◆ تمہاری زیادتیوں کی وجہ سے وحی نہیں روکی جاسکتی | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”اس سبب سے کہ تم نہیں مانتے کیا ہم حکم کا بھیجنا موقوف کریں گے۔“ یعنی ایسی توقع مت رکھو اللہ کی حکمت و رحمت اسی کو مقتضی ہے کہ باوجود تمہاری زیادتیوں اور شرارتوں کے کتاب الہی کا نزول اور دعوت و نصیحت کا سلسلہ بند نہ کیا جائے۔ کیونکہ بہت سی سعید روحمیں اس سے مستفید ہوتی ہیں۔ اور منکرین پر کامل طور سے اتمام حجت ہوتا ہے۔

◆ یعنی پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا اور ان کی تعلیمات کو جھٹلایا گیا۔ مگر اس کی وجہ سے پیغامبری کا سلسلہ مسدود نہیں ہوا۔

◆ پچھلی قوموں کے حال سے عبرت | یعنی عبرت کے لئے ان مکذبین کی تباہی کی مثالیں پیش آچکیں اور پہلے مذکور ہو چکیں جو زور و قوت میں تم سے کہیں زیادہ تھے۔ جب وہ اللہ کی پکڑ سے نہ بچ سکے تو تم کا ہے پر مغرور ہوتے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت اور کمال تصرف کا ذکر کرتے ہیں جو ایک حد تک ان کے نزدیک بھی مسلم تھا۔

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۰﴾ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

تاکہ تم راہ پاؤ ♦ اور جس نے اتارا آسمان سے پانی

بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿۱۱﴾

ماپ کر ♦ پھرا بھار کھڑا کیا (زندہ کیا) ہم نے اس سے ایک دیس (زمین) مردہ کو اسی طرح تم کو بھی نکالیں گے ♦

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ

اور جس نے بنائے سب چیز کے جوڑے ♦ اور بنادیا تمہارے واسطے

الْفُلُكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ

کشتیوں اور چوپایوں کو جس پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ چڑھ بیٹھو تم اس کی پیٹھ پر ♦

ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ

پھر یاد کرو اپنے رب کا احسان جب بیٹھ چکو (سوار ہو) اس پر اور

تَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ

کہو پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں کر دیا ہمارے اس کو اور ہم نہ تھے اس کو

مُقَرَّبِينَ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوا لَهُ

قابو میں لا سکتے ♦ اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے ♦ اور ٹھہرائی ہے انہوں نے حق تعالیٰ کے واسطے

مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾

اولاد اس کے بندوں میں سے تحقیق انسان بڑا ناشکر ہے مرتع

أَمْرًا تَخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بِنْتٍ وَأَصْفَاكُمْ بِالْبَنِينَ ﴿۱۶﴾

کیا اس نے رکھ لیں اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں اور تم کو دے دیئے جن کر بیٹے ♦

یعنی جہاں تک انسان بستے ہیں آپس میں مل سکیں، ایک دوسرے تک راہ پائیں اور چل پھر کر دنیوی و اخروی مقاصد میں کامیابی کا راستہ معلوم کر لیں۔

یعنی ایک خاص مقدار میں جو اس کی حکمت کے مناسب اور اس کے علم میں مقدر تھی۔
دوسری زندگی پر دلائل | یعنی جس طرح مردہ زمین بذریعہ بارش زندہ اور آہاد کر دیتا ہے۔
 ایسے ہی تمہارے مردہ جسموں میں جان ڈال کر قبروں سے نکال کھڑا کریگا۔

یعنی دنیا میں جتنی چیزوں کے جوڑے ہیں اور مخلوق کی جتنی قسمیں اور متماثل یا متقابل انواع ہیں سب کو خدا ہی نے پیدا کیا۔

یعنی خشکی میں بعض چوپایوں کی پیٹھ پر اور دریا میں کشتی پر سوار ہوتے۔

سواری پر بیٹھنے کے آداب اور دعا | یعنی چوپایوں یا کشتی پر سوار ہوتے وقت اللہ کا احسان دل سے یاد کرو کہ ہم کو اس نے اس قدر قوی اور ہنرمند بنادیا کہ اپنی عقل و تدبیر وغیرہ سے ان چیزوں کو قابو میں لے آئے۔ یہ محض خدا کا فضل ہے ورنہ ہم میں اتنی طاقت اور قدرت کہاں تھی کہ ایسی ایسی چیزوں کو سخر کر لیتے۔ نیز دلی یاد کے ساتھ زبان سے سواری کے وقت یہ الفاظ کہنے چاہئیں۔ ”سُبْحَنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِئِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ“ اور بھی اذکار و ادعیہ احادیث میں آئی ہیں جو کتب حدیث و تفسیر میں مذکور ہیں۔

آخرت کے سفر کو نہ بھولو | یعنی اس سفر سے آخرت کا سفر یاد کرو۔ آنحضرت ﷺ سوار ہوتے تو یہ ہی تسبیح پڑھتے تھے۔

انسان کی ناشکری اور گستاخی | یعنی چاہئے تھا اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر شکر ادا کرے۔ یہ صریح ناشکری پر اتر آیا۔ اور اس کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگا۔ اس سے بڑی گستاخی اور ناشکری کیا ہوگی کہ اس کے لئے اولاد تجویز کی جائے، وہ بھی بندوں میں سے اور وہ بھی بیٹیاں، اول تو اولاد باپ کے وجود کا ایک جزو ہوتا ہے تو خداوند قدوس کے لئے اولاد تجویز کرنے کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اجزاء سے مرکب ہے اور مرکب کا حادث ہونا ضروری ہے، دوسرے ولد اور والد میں مجانست ہونی چاہئے دونوں ایک جنس نہ ہوں تو ولد یا والد کے حق میں عیب ہے۔ یہاں مخلوق و خالق میں مجانست کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ تیسرے لڑکی باعتبار قوائے جسمیہ و عقلیہ کے عموماً لڑکے سے ناقص اور کمزور ہوتی ہے گویا معاذ اللہ خدا نے اپنے لئے اولاد بھی رکھی تو گھٹیا اور ناقص۔ کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ اپنے حصہ میں عمدہ اور بڑھیا چیز اور خدا کے حصہ میں ناقص اور گھٹیا چیز لگاتے ہو۔

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ

اور جب ان میں سے کسی کو خوش خبری ملے اس چیز کی جس کو رحمن کے نام لگایا تو سارے دن رہے

وَجْهَهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۱۷﴾ أَوْ مَنْ يَنْشَأُ فِي

منہ اس کا سیاہ اور وہ دل میں گھٹ رہا ہے کیا ایسا شخص کہ پرورش پاتا ہے

الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا

زیور میں (گہنے میں) اور وہ جھگڑے میں بات نہ کہہ سکے اور ٹھہرایا انہوں نے

الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبْدُ الرَّحْمَنِ إِنَّا تَاءُ أَشْهَدُوا

فرشتوں کو جو بندے ہیں رحمن کے عورتیں کیا دیکھتے تھے

خَلَقَهُمْ ۖ سَتَكُنُّ شُهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوا

ان کا بننا اب لکھ رکھیں گے ان کی گواہی اور ان سے پوچھ ہوگی اور کہتے ہیں

لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ ۚ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ ق

اگر چاہتا رحمن تو ہم نہ پوجتے ان کو کچھ خبر نہیں ان کو اس کی

إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۲۰﴾ أَمْ اتَّبَعْتَهُم كِتَابًا مِّنْ قَبْلِهِ

یہ سب انگلیں دوڑاتے ہیں کیا ہم نے کوئی کتاب دی ہے ان کو اس سے پہلے

فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا

سو انہوں نے اس کو مضبوط پکڑ رکھا ہے بلکہ کہتے ہیں ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو

عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۲۲﴾ وَكَذَلِكَ مَا

ایک راہ پر اور ہم انہی کے قدموں پر ہیں راہ پائے ہوئے اور اسی طرح جس

◆ بیٹیوں کے ہونے پر کفار کا غم | یعنی جو اولاد اناٹ خدا کے لئے تجویز کر رہے ہیں۔ وہ ان کے زعم میں ایسی عیب دار اور ذلیل و حقیر ہے کہ اگر خود انہیں اس کے ملنے کی خوشخبری سنائی جائے تو مارے رنج اور غصہ کے تیور بدل جائیں۔ اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے رہیں۔ اس کی پوری تقریر سورۃ ”صافات“ کے اخیر رکوع میں گزر چکی ہے۔

◆ عورتوں کی قوت فکر یہ کا ضعف | یعنی کیا خدا نے اولاد بنانے کے لئے لڑکی کو پسند کیا ہے جو عادتاً آرائش و زیبائش میں نشوونما پائے اور زیورات وغیرہ کے شوق میں مستغرق رہے جو دلیل ہے ضعف رائے و عقل کی، اور وہ بوجہ ضعف قوت فکر یہ کے مباحثہ کے وقت قوت بیان بھی نہ رکھے۔ چنانچہ عورتوں کی تقریروں میں ذرا غور کرنے سے مشاہدہ ہوتا ہے کہ نہ اپنے دعوے کو کافی بیان سے ثابت کر سکیں، نہ دوسرے کے دعوے کو گرا سکیں، ہمیشہ ادھوری بات کہیں گئی یا فضول باتیں اس میں ملا دیں گی جن کو مطلوب میں کچھ دخل نہ ہو کہ اس سے بھی تمہیں مقصود میں خلل پڑ جاتا ہے اور مباحثہ کی تخصیص اس حیثیت سے ہے کہ اس میں بوجہ بیان کی احتیاج زیادہ ہونے کے ان کا عجز زیادہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ پس ہر کلام طویل اسی کے حکم میں ہے اور معمولی جملوں کا ادا ہونا مثلاً میں آئی تھی وہ گئی تھی، قوت بیان یہ کی دلیل نہیں۔

◆ یعنی یہ ان کا ایک اور جھوٹ ہے کہ فرشتوں کو عورتوں کی صف میں داخل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہ عورت نہ مرد جنس ہی علیحدہ ہے۔ کفار کے اقوال اور ان کا جواب | یعنی کوئی دلیل عقلی و نقلی تو ان کے پاس اس دعوے پر نہیں۔ پھر کیا اللہ نے جب فرشتوں کو بنایا تو یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ مرد نہیں عورت بنایا ہے۔ بہت اچھا! ان کی یہ گواہی دفتر اعمال میں لکھ لی جاتی ہے خدائی عدالت میں جس وقت پیش ہونگے تب اس کے متعلق ان سے پوچھا جائیگا کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا۔ اور کہاں سے کہا تھا۔

◆ اور لیجئے اپنی ان شرکانہ گستاخیوں کے جواز و استحسان پر ایک دلیل عقلی بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم کو اپنے سوا دوسری چیزوں کی پرستش سے روک دیتا۔ جب ہم برابر کرتے رہے اور نہ روکا تو ثابت ہوا کہ یہ کام بہتر ہیں اور اس کو پسند ہیں۔

◆ مشیت اور رضا میں لزوم نہیں | یعنی یہ تو جھگڑا ہے کہ بدون خدا کے چاہے کوئی چیز نہیں ہو سکتی لیکن اس چیز کا ہمارے حق میں بہتر ہونا اس سے نہیں نکلتا۔ ایسا ہو تو دنیا میں کوئی کام اور کوئی چیز بری ہی نہ رہے۔ سارا عالم خیر محض ہو جائے۔ شر کا بیج ہی دستیاب نہ ہو۔ ہر ایک جھوٹا اور ظالم و خونخوار یہ کہہ دے گا کہ خدا چاہتا تو مجھے ایسا ظلم و ستم نہ کرنے دیتا۔ جب کرنے دیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس کام سے خوش اور راضی ہے بہر حال مشیت اور رضا میں لزوم ثابت کرنا کوئی علمی اصول نہیں محض اٹکل کے تیر ہیں۔ جس کا بیان آٹھویں پارہ کے نصف سے پہلے آیت ”سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْلَا إِذْ سَأَلْنَا اللَّهَ مَا أَشْرَكْنَا“ الخ کے حواشی میں گزر چکا۔

◆ عقل دلیل کا حال تو سن چکے۔ اسے چھوڑ کر کیا کوئی نقلی دلیل اپنے دعوے پر رکھتے ہیں؟ یعنی خدا کی اتاری ہوئی کوئی کتاب ان کے ہاتھ میں ہے؟ جس میں شرک کا پسندیدہ ہونا لکھا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی سند ان کے پاس نہیں۔ پھر آگے باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا کیا باقی رہ گیا۔ وہ ہی ان کی سب سے زیادہ زبردست دلیل ہے جس کو ہر زمانہ کے مشرک پیش کرتے آئے ہیں آگے اسی کا بیان ہے۔

أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ

کسی کو بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے ڈرسانے والا کسی گاؤں (بستی) میں سو کہنے لگے

مُتَرَفُوهُمْ إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ

وہاں کے خوشحال لوگ ہم نے تو پایا اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ہم

آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ﴿۲۳﴾ قُلْ أُولَٰؤِجِئْتُكُمْ بِأَهْدَىٰ مِمَّا

انہی کے قدموں پر چلتے ہیں وہ بولا اور جو میں لا دوں تم کو اس سے زیادہ سوجھ کی راہ جس پر

وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ

تم نے پایا اپنے باپ دادوں کو تو یہی کہنے لگے ہم تمہارا لایا ہوا نہیں

كُفْرُونَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَنْزَلْنَا كَيْفَ كَانَ

مانیں گے (تمہارے ہاتھ بھیجا ہوا نہ مانیں گے) پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا سود کچھ لے کیا ہوا

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۲۵﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ

انجام جھٹلانے والوں کا اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ کو

وَقَوْمِهِ إِنِّي أَبْرَأُ مِمَّا تَعْبُدُونَ ﴿۲۶﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي

اور اس کی قوم کو میں الگ ہوں ان چیزوں سے جن کو تم پوجتے ہو مگر جس نے مجھ کو بنایا

فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي

سو وہ مجھ کو راہ بھائے گا اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی

عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَ

اولاد میں تاکہ وہ رجوع رہیں کوئی نہیں پر میں نے برتنے دیا ان کو اور

♦ باپ دادا کی اندھی تقلید کی مذمت | یعنی پیغمبر نے فرمایا کہ تمہارے باپ داداوں کی راہ سے اچھی راہ تم کو بتلا دوں تو کیا پھر بھی تم اسی پر پرانی لکیر کے فقیر بنے رہو گے۔

♦ کفار کا جواب | یعنی کچھ بھی ہو، ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے۔ اور پرانا آبائی طریقہ ترک نہیں کر سکتے۔

♦ حضرت ابراہیمؑ کا اعلان توحید | یعنی صرف ایک خدا سے مجھے علاقہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہ ہی مجھے منزل مقصود کے راستہ پر آخر تک لے چلے گا۔ تنبیہ | یہاں یہ قصہ اس پر بیان کیا کہ دیکھو تمہارے مسلم پیشوا نے باپ کی راہ غلط دیکھ کر چھوڑ دی تھی۔ تم بھی وہ ہی کرو۔ اور اگر آباء و اجداد کی تقلید ہی پر مرتے ہو تو اس باپ کی راہ پر چلو جس نے دنیا میں حق و صداقت کا جھنڈا گاڑ دیا تھا اور اپنی اولاد کو وصیت کر گیا تھا کہ میرے بعد ایک خدا کے سوا کسی کو نہ پوجنا۔ کما قال تعالیٰ۔ "وَوَضَّيْ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ"۔ (بقرہ۔ رکوع ۱۶)

♦ یعنی ایک دوسرے سے توحید کا بیان اور دلائل سن کر راہ حق کی طرف رجوع ہوتا رہے۔

أَبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿٣٩﴾ وَلَمَّا

ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ پہنچان کے پاس دین سچا اور رسول کھول کر سنا دینے والا ﴿۳۹﴾ اور جب

جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿٤٠﴾

پہنچان کے پاس سچا دین کہنے لگے یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہ مانیں گے ﴿۴۰﴾

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ

اور کہتے ہیں کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر

الْقَرِیَّتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿٤١﴾ أَهْمُ يَقْسُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ

ان دونوں بستیوں میں کے ﴿۴۱﴾ کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ

ہم نے بانٹ دی ہے ان میں روزی ان کی دنیا کی زندگی میں اور

رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ

بلند کر دیئے درجے بعض کے بعض پر کہ ٹھہراتا ہے ایک

بَعْضًا سَخِرَیًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٤٢﴾ وَلَوْلَا

دوسرے کو خدمت گار (تابع دار) ﴿۴۲﴾ اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے ان چیزوں سے جو میٹتے ہیں (جمع کرتے ہیں) ﴿۴۲﴾ اور اگر

أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ

یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ہو جائیں ایک دین پر تو ہم دیتے ان لوگوں کو جو منکر ہیں

بِالرَّحْمَنِ لِيُؤْتِيَهُمْ سُقْفًا مِّنْ فَضْلِهِ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا

رحمن سے ان کے گھروں کے واسطے چھت چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر

رسول اللہ ﷺ کی بعثت | یعنی افسوس ابراہیم کی ارث حاصل نہ کی اور اس کی وصیت پر نہ چلے بلکہ اللہ نے جو دنیا کا سامان دیا تھا اس کے مزدوں میں پڑ کر خداوند قدوس کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے اپنا وہ پیغمبر بھیجا جس کی پیغمبری بالکل روشن اور واضح ہے۔ اس نے سچا دین پہنچایا، قرآن پڑھ کر سنایا اور اللہ کے احکام پر نہایت صفائی کے ساتھ مطلع کیا۔

یعنی قرآن کو جادو بتلانے لگے۔ اور پیغمبر کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

مکہ اور طائف کے سرداروں پر قرآن کیوں نہیں اُترا | یعنی اگر قرآن کو اترنا ہی تھا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے سردار پر اترتا ہوتا۔ یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ بڑے بڑے دولت مند سرداروں کو چھوڑ کر خدا نے منصب رسالت کے لئے ایک ایسے شخص کو چن لیا جو ریاست و دولت کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔

یعنی نبوت و رسالت کے مناصب کی تقسیم کیا تمہارے ہاتھ میں دے دی گئی ہے جو انتخاب پر بحث کر رہے ہو۔

روزی کی تقسیم | یعنی کسی کو غنی، کسی کو فقیر کر دیا۔ ایک کو بیشمار دولت دے دی ایک کو اس سے کم۔ کوئی تابع ہے کوئی متبوع۔

یعنی نبوت و رسالت کا شرف تو ظاہری مال و جاہ اور دنیوی ساز و سامان سے کہیں اعلیٰ ہے۔ جب اللہ نے دنیا کی روزی ان کی تجویز پر نہیں بانٹی، پیغمبری ان کی تجویز پر کیونکر دے۔ آگے دنیا کے مال و دولت اور مادی سامان کا اللہ کے ہاں بے وقعت اور حقیر ہونا بیان کرتے ہیں۔

يُظْهِرُونَ ۚ وَلِبِئُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرَرًا عَلَيْهَا

چڑھیں اور ان کے گھروں کے واسطے دروازے اور تخت جن پر

يَتَكُونُونَ ۚ وَزُخْرُفًا وَإِنْ كُلُّ ذَلِكَ لَمَّا مَتَاءُ

تکیہ لگا کر بیٹھیں اور سونے کے اور یہ سب کچھ نہیں ہے مگر برتا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۚ وَمَنْ

دنیا کی زندگانی کا اور آخرت تیرے رب کے یہاں انہی کے لیے ہے جو ڈرتے ہیں اور جو کوئی

يَعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقِصْ لَهُ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهُ

آٹھیں چرائے رحمن کی یاد سے ہم اس پر مقرر کر دیں ایک شیطان پھر وہ رہے

قَرِيْنٌ ۚ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَجْهَبُوْنَ

اس کا ساتھی اور وہ ان کو روکتے رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۚ حَتّٰى اِذَا جَاۤءَنَا قَالَ يَلِيْتُ بَيْنِيْ

کہ ہم راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب آئے ہمارے پاس کہے کسی طرح مجھ میں

وَبَيْنَكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَيُتْسِ الْقَرِيْنُ ۚ وَلَنْ

اور تجھ میں فرق ہو مشرق مغرب کا سا کہ کیا برا ساتھی ہے اور کچھ

يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَلَمْتُمْ اَنۡتُمْ فِي الْعَذَابِ

فائدہ نہیں تم کو آج کے دن جب کہ تم ظالم ٹھہر چکے اس بات سے کہ تم عذاب میں

مُشْتَرِكُوْنَ ۚ اَفَاَنْتَ تَسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْىٰ

شامل ہو (باہم شریک ہو) سو کیا تو سنائے گا بہروں کو یا بجھائے گا اندھوں کو

مال و دولت کی حقیقت اللہ کی نظر میں | یعنی اللہ کے ہاں اس دنیوی مال و دولت کی کوئی

قدر نہیں نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب و وجاہت عند اللہ کی دلیل ہے۔ یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے، چوکت قفل اور تخت چوکیاں سب چاندی اور سونے کی بنا دیتا۔ مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے، عموماً کفر کا راستہ اختیار کر لیتے (إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ) اور یہ چیز مصلحت خداوندی کے خلاف ہوتی۔ اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک پتھر کے بازو کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ بھلا جو چیز خدا کے نزدیک اس قدر حقیر ہو اسے سیادت و وجاہت عند اللہ اور نبوت و رسالت کا معیار قرار دینا کہاں تک صحیح ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی کافر کو اللہ نے پیدا کیا، کہیں تو اس کو آرام دے، آخرت میں تو دائمی عذاب ہے۔ کہیں تو آرام ملتا۔ مگر ایسا ہو تو سب وہی کفر کا راستہ پکڑ لیں۔“

یعنی دنیا کی بہار میں تو سب شریک ہیں مگر آخرت مع اپنی ابدی نعماء و آلاء کے متعین کے لئے مخصوص ہے۔

ذکر الہی سے اعراض کی سزا | یعنی جو شخص سچی نصیحت اور یاد الہی سے اعراض کرتا رہتا ہے اس

پر ایک شیطان خصوصی طور سے مسلط کر دیا جاتا ہے جو ہر وقت اغواء کرتا اور اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے یہ شیطان دوزخ تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔

یعنی شیطاں ان کو نیکی کی راہ سے روکتے رہتے ہیں، مگر ان کی عقلیں ایسی مسخ ہو جاتی ہیں کہ اسی کو ٹھیک راستہ سمجھتے ہیں۔ بدی اور نیکی کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی۔

کفار کا شیطان پر غصہ | یعنی خدا کے ہاں پہنچ کر کھلے گا کہ کیسے برے ساتھی تھے۔ اس وقت

حسرت اور غصہ سے کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا، اور ایک لمحہ تیری صحبت میں نہ گذرتا کم بخت! اب تو مجھ سے دور ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی دنیا میں شیطان کے مشورہ پر چلتا ہے اور وہاں اس کی صحبت سے پچھتائے گا۔ اس طرح کا ساتھی شیطان کسی کو جن ملتا ہے کسی کو آدمی۔“

دنیا کا قاعدہ ہے کہ جس مصیبت میں عام طور پر چھوٹے بڑے سب شریک ہوں تو کچھ ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے۔ مشہور ہے ”مرگ انبوہ جسنے دارد۔“ مگر دوزخ میں تمام شیطاں الانس و الجن اور تابعین و متبعین کا عذاب میں شریک ہونا کسی کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ عذاب کی شدت ایسی ہوگی کہ اس طرح کی سطحی باتوں سے تسلی اور تخفیف نہیں ہو سکتی حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی کافر کہیں گے کہ انہوں نے ہم کو عذاب میں ڈلوایا، خوب ہوا یہ بھی نہ بچے۔ لیکن اگر دوسرا بھی پکڑا گیا تو اس کو کیا فائدہ۔“

وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۱﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ

اور صریح غلطی میں بھٹکوں کو پھرا کر کبھی ہم تجھ کو یہاں سے لیجائیں

فَاِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِبُونَ ﴿۳۲﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ

تو ہم کو ان سے بدلہ لیتا ہے یا تجھ کو دکھا دیں جو ان سے وعدہ ٹھہرایا ہے

فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي اُوْحِيَ

تو یہ ہمارے بس میں ہیں سو تو مضبوط پکڑے رہ اسی کو جو تجھ کو

اِلَيْكَ ؕ اِنَّكَ عَلٰٓى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۳۴﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ

حکم پہنچا تو ہے بے شک سیدھی راہ پر اور یہ تذکرہ ہے گا تیرا

وَلِقَوْمِكَ ؕ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿۳۵﴾ وَسْأَلُ مَنْ اَرْسَلْنَا

اور تیری قوم کا اور آگے تم سے پوچھ ہوگی اور پوچھ دیکھ جو رسول بھیجے ہم نے

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ

تجھ سے پہلے کبھی ہم نے رکھے ہیں (مقرر کیے ہیں) رحمن کے سوائے

اِلٰهَةً يُعْبَدُوْنَ ؕ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰٓى بِآيٰتِنَا اِلٰى

اور حاکم کہ پوجے جائیں اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر

فِرْعَوْنَ وَمَلَٖٓٔهِ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلٌ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس تو کہا میں بھیجا ہوا ہوں جہان کے رب کا

فَلَمَّا جَاہُمْ بِآيٰتِنَا اِذَا هُمْ مِنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا نُرِیْهِمْ

پھر جب لایا ان کے پاس ہماری نشانیاں وہ تو لگے ان پر ہنسنے اور جو دکھاتے گئے ہم ان کو

◆ اندھوں بہروں کو ہدایت دینا آپ کے اختیار میں نہیں | یعنی اندھوں کو راہ حق دکھلا دینا یا بہروں کو حق کی آواز سنا دینا اور جو صریح غلطی اور گمراہی میں پڑے بھٹک رہے ہوں ان کو تار کی سے نکال کر سچائی کی صاف سڑک پر چلا دینا آپ کے اختیار میں نہیں ہاں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جو چاہے آپ کی آواز میں تاثیر پیدا کر دے۔ بہر حال آپ اس غم میں نہ رہئے کہ یہ سب لوگ حق کو کیوں قبول نہیں کرتے، اور کیوں اپنا انجام خراب کر رہے ہیں۔ ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔ وہ ہی ان کے اعمال کی سزا دے گا۔ اگر آپ کی وفات کے بعد دی تب اور آپ کو دکھلا کر دی تب، بہر صورت نہ ہمارے قابو سے نکل کر جاسکتے ہیں اور نہ ہم ان کو سزا دیئے بدون چھوڑیں گے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ جو وحی آئے اور جو حکم ملے اس پر مضبوطی کے ساتھ جے رہیں اور برابر اپنا فرض ادا کئے جائیں۔ کیونکہ دنیا کہیں اور کسی راستہ پر جائے، آپ اللہ کے فضل سے سیدھی راہ پر ہیں جس سے ایک قدم ادھر ادھر ہٹنے کی ضرورت نہیں نہ کسی ہوا پرست کی خواہش و آرزو کی طرف التفات کرنے کی حاجت ہے۔

◆ قرآن نعمت عظمیٰ ہے | یعنی قرآن کریم تیرے اور تیری قوم کے لئے خاص فضل و شرف کا سبب ہے۔ اس سے بڑی عزت اور خوش نصیبی کیا ہوگی کہ اللہ کا کلام اور ساری دنیا کی نجات و فلاح کا ابدی دستور العمل ان کی زبان میں اتر اور وہ اس کے اولین مخاطب قرار پائے۔ اگر عقل ہو تو یہ لوگ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں۔ اور قرآن جو ان سب کے لئے بیش بہا نصیحت نامہ ہے اس کی ہدایات پر چل کر سب سے پہلے دنیوی و اخروی سعادتوں کے مستحق ہوں۔

◆ یعنی آگے چل کر پوچھ ہوگی کہ اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر کی تھی؟ اور اس فضل و شرف کا کیا شکر ادا کیا تھا؟

◆ کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی | یعنی آپ کا راستہ وہی ہے جو پہلے انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ شرک کی تعلیم کسی نبی نے نہیں دی نہ اللہ تعالیٰ نے کسی دین میں اس بات کو جائز رکھا کہ اس کے سوا دوسرے کی پرستش کی جائے اور یہ ارشاد کہ ”پوچھو دیکھو“ یعنی جس وقت ان سے ملاقات ہو (جیسے شب معراج میں ہوئی) یا ان کے احوال کتابوں سے تحقیق کرو۔ بہر حال جو ذرائع تحقیق و تفتیش کے ہوں ان کو استعمال میں لانے سے صاف ثابت ہو جائے گا کہ کسی دین سماوی میں کبھی شرک کی اجازت نہیں ہوئی۔

◆ یعنی معجزات کا مذاق اڑانے لگے۔

مِّنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا زَوَاخِرُ أَمْ يَأْتِيهِمْ بِالْعَذَابِ

نشانی سو پہلی (دوسری) سے بڑی ♦ اور پکڑا ہم نے ان کو تکلیف میں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۳۸﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الشَّجَرُ اذْعُرْ لَنَا رَبَّكَ

تا کہ وہ باز آئیں ♦ اور کہنے لگے اے جادوگر ♦ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو

بِمَا عٰهَدَ عِنْدَكَ ۖ اِنَّا لَمُهْتَدُونَ ﴿۳۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا

جیسا سکھلا رکھا ہے تجھ کو ہم ضرور راہ پر آ جائیں گے ♦ پھر جب اٹھالی ہم نے

عَنْهُمْ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُشُونَ ﴿۴۰﴾ وَنَادٰٓءُ فِرْعَوْنُ

ان پر سے تکلیف تھی وہ وعدہ توڑ ڈالتے ♦ اور پکارا فرعون نے

فِي قَوْمِهٖ قَالَ يُقَوْمِ اَلْبَيْسِ لِي مُلْكٌ مِّصْرَ وَ هٰذِهِ

اپنی قوم میں بولا اے میری قوم بھلا میرے ہاتھ میں نہیں حکومت مصر کی اور یہ

اَلَا نُنْهَرُ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۴۱﴾ اَمْ اَنَا

نہریں چل رہی ہیں میرے محل کے نیچے کیا تم نہیں دیکھتے ♦ بھلا میں ہوں

خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مِهْنٌ ۚ وَلَا يَكَادُ يٰۤیٰٓسَ ﴿۴۲﴾

بھی بہتر اس شخص سے جس کو کچھ عزت نہیں اور صاف نہیں بول سکتا ♦

فَلَوْلَا اَلْقٰی عَلَیْهِ اَسْوَرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَاءَ مَعَهُ

پھر کیوں نہ آ پڑے اس پر نکلن سونے کے یا آتے اس کے ساتھ

اَلْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنٰیۙ ﴿۴۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ ۖ فَاطَاغُوْهُ ط

فرشتے پرا باندھ کر ♦ پھر عقل کھودی اپنی قوم کی پھرا سی کا کہنا تا

یعنی ایک سے ایک بڑھ کر نشان اپنی قدرت کا اور موسیٰ کی صداقت کا دکھلایا۔

یعنی آخر وہ نشان بھیجے جو ایک طرح کے عذاب کا رنگ اپنے اندر رکھتے تھے۔ جیسا کہ سورہ "اعراف" میں گذرا۔ "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالْذَّمَ ابْتِ مَفْصَلَتِ" (اعراف۔ رکوع ۱۶) غرض یہ تھی کہ ڈر کر اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔

"ساحر" ان کے محاورات میں عالم کو کہتے تھے۔ کیونکہ بڑا علم ان کے نزدیک یہ ہی سحر تھا۔ شاید اس خوشامد اور لجاجت کے وقت حضرت موسیٰ کو بظاہر تعظیمی لقب سے پکارا ہوا اور خبیث باطن سے اشارہ اس طرف بھی کیا ہو کہ ہم تجھ کو نبی اب بھی نہیں سمجھتے۔ صرف ایک ماہر جادوگر سمجھتے ہیں۔

حضرت موسیٰ سے بنی اسرائیل کی دعا کی درخواست | یعنی تیرے رب نے جو طریقہ دعا کا بتلایا ہے اور جو کچھ تجھ سے عہد کر رکھا ہے اس کے موافق ہمارے حق میں دعا کرو کہ یہ عذاب ہم سے دفع ہو۔ اگر تیری دعا سے ایسا ہو گیا تو ہم ضرور راہ پر آجائیں گے۔ اور تیری بات مان لیں گے۔

یعنی جہاں تکلیف رفع ہوئی اور مصیبت کی گھڑی ختم ہوئی ایک دم اپنے قول و قرار سے پھر گئے، گویا کچھ وعدہ کیا ہی نہ تھا۔

فرعون کا اپنی قوم سے خطاب | اس کے گرد و پیش کے ملکوں میں مصر کا حاکم بہت بڑا سمجھا جاتا تھا اور نہریں اسی نے بنائی تھیں۔ دریائے نیل کا پانی کاٹ کر اپنے باغ میں لایا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ان سامانوں کی موجودگی میں کیا ہماری حیثیت ایسی ہے کہ موسیٰ جیسے معمولی حیثیت والے آدمی کے سامنے گردن جھکا دیں۔

یعنی موسیٰ کے پاس نہ روپیہ نہ پیسہ، نہ حکومت نہ عزت، نہ کوئی ظاہری کمال، حتیٰ کہ بات کرتے ہوئے بھی زبان پوری طرح صاف نہیں چلتی۔

فرعون کے کنگن | کہتے ہیں کہ وہ خود جواہرات کے کنگن پہنتا تھا اور جس امیر و وزیر پر مہربان ہوتا سونے کے کنگن پہنتا تھا اور اس کے سامنے فوج پر اباندہ کر کھڑی ہوتی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ ہم کسی کو عزت دیتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں۔ کیا خدا کسی کو اپنا نائب بنا کر بھیجے تو اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن اور جلو میں فرشتوں کی فوج بھی نہ ہو۔

لَا تَنْهَكُم مِّنْهُم مَّا يَفْعَلُونَ ۖ فَمَا تَعْلَمُونَ ۖ فَلَمَّا اسَفُونا اَنْقَمِنَا

مقررہ تھے لوگ نافرمان ♦ پھر جب ہم کو غصہ دلایا ♦ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا

مِنْهُمْ فَاعْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ۖ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا

پھر ڈبو دیا ان سب کو پھر کر ڈالا ان کو گئے گزرے اور ایک نظیر

لِلْآخِرِينَ ۖ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ

پچھلوں کے واسطے ♦ اور جب مثال لائے مریم کے بیٹے کی تنہی قوم تیری

مِنْهُ يَصُدُّونَ ۖ وَقَالُوا آءِلهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا

اس سے چلانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے معبود بہتر ہیں یادہ ♦ یہ

ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۖ

مثال جو ڈالتے ہیں تجھ پر سو جھگڑنے کو بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي

وہ کیا ہے ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا اور کھڑا کر دیا اس کو بنی

إِسْرَآءِيلَ ۖ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي

اسرائیل کے واسطے ♦ اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے رہیں

الْأَرْضِ يَخْلَفُونَ ۖ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ

زمین میں تمہاری جگہ ♦ اور وہ نشان ہے قیامت کا ♦ سو اس میں شک

بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۖ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۖ وَلَا يَصُدُّكُمْ

مت کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے اور نہ روک دے تم کو

◆ قوم فرعون کی حماقت | یعنی اپنی ابلہ فریب باتوں سے قوم کو الو بنا لیا۔ وہ سب احمق اسی کی بات ماننے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی طبائع میں خدا کی نافرمانی پہلے سے رچی ہوئی تھی، اونگھتے کوٹھیلنے کا بہانہ ہو گیا۔

◆ یعنی وہ کام کئے جن پر عادیہ خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

◆ یعنی پیچھے آنے والی نسلوں کے لئے ان کا قصہ ایک عبرتناک نظیر کے طور پر بیان ہوتا ہے۔

◆ حضرت عیسیٰ کے ذکر پر کفار کا شور | حضرت مسیح علیہ السلام کا جب ذکر آتا تو عرب کے مشرکین خوب شور مچاتے اور قسم قسم

کی آوازیں اٹھاتے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ آیت پڑھی ”إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ

ذَوْنِ اللَّهِ خَصَبٌ جَهَنَّمَ“ (انبیاء۔ رکوع ۷) کہنے لگے نصاریٰ حضرت مسیح کی عبادت کرتے ہیں۔ اب بتاؤ! تمہارے خیال

میں ہمارے معبود اچھے ہیں یا مسیح علیہ السلام ظاہر ہے تم مسیح کو اچھا کہو گے۔ جب وہ ہی (معاذ اللہ) آیت کے عموم میں داخل ہوئے

تو ہمارے معبود بھی سہی۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا ”لَيْسَ أَحَدٌ يُعْبُدُ مِنْ ذَوْنِ اللَّهِ فِيهِ

خَيْرٌ“ کہنے لگے کیا مسیح میں بھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں؟ ظاہر ہے کہ آیت کا اور حضور کے ان الفاظ کا مطلب ان چیزوں سے متعلق تھا

جن کی پرستش لوگ کرتے ہیں۔ اور وہ ان کو اس سے نہیں روکتے۔ اور اپنی بیزاری کا اظہار نہیں کرتے۔ مگر ان معترضین کا منشاء تو محض

جھگڑے نکالنا اور کٹ جتنی کر کے حق کو رلا تا تھا۔ اس لئے جان بوجھ کر ایسے معنی پیدا کرتے تھے جو مراد متکلم کے مخالف ہوں۔ کبھی

کہتے تھے کہ بس معلوم ہو گیا آپ بھی اسی طرح ہم سے اپنی پرستش کرانا چاہتے ہیں جیسے نصاریٰ حضرت مسیح کی کرتے ہیں۔ شاید کبھی

یہ بھی کہتے ہوں گے کہ خود قرآن نے حضرت مسیح کی مثال یہ بیان کی ہے۔ ”إِنَّ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ

ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ“ (آل عمران۔ رکوع ۶) اب دیکھ لو ہمارے معبود اچھے ہیں یا مسیح؟ انہیں کیوں بھلائی سے یاد کرتے

ہو؟ اور ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو؟ اور خدا جانے کیا کیا کچھ کہتے ہوں گے۔ ان سب باتوں کا جواب آگے دیا گیا ہے۔

◆ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے آئے تھے | یعنی کچھ اسی ایک مسئلہ میں نہیں ان کی طبیعت ہی جھگڑا لودا وقع

ہوئی ہے۔ سیدھی اور صاف بات کبھی ان کے دماغوں میں نہیں اترتی۔ یوں ہی مہمل بحثیں اور دو راز کار جھگڑے نکالتے رہتے ہیں۔

بھلا کہاں وہ شیاطین جو لوگوں سے اپنی عبادت کراتے اور اس پر خوش ہوتے ہیں یا وہ پتھر کی بے جان مورتیں جو کسی کو کفر و شرک سے

روکنے پر اصلاً قدرت نہیں رکھتیں اور کہاں وہ خدا کا مقبول بندہ جس پر اللہ نے خاص فضل فرمایا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے واسطے

کھڑا کیا۔ جس کو اپنے بندہ ہونے کا اقرار تھا اور جو اپنی امت کو اسی چیز کی طرف بلاتا تھا کہ ”إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ

هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ“ کیا اس مقبول بندہ کو العیاذ باللہ خَصَبٌ جَهَنَّمَ ”یا“ لَيْسَ فِيهِ خَيْرٌ“ کہا جاسکتا ہے؟ یا یہ پتھر کی

مورتیاں اس کی ہمسری کر سکتی ہیں۔ یاد رکھو! قرآن کریم کسی بندہ کو بھی خدائی کا درجہ نہیں دیتا۔ اس کا تو سارا جہاد ہی اس مضمون کے

خلاف ہے۔ ہاں یہ بھی نہیں کر سکتا کہ محض احمقوں کے خدا بنالینے سے ایک مقرب و مقبول بندہ کو پتھروں اور شریروں کے برابر کر دے۔

◆ یعنی عیسیٰ علیہ السلام میں آثار فرشتوں کے سے تھے (جیسا کہ سورہ مائدہ، آل عمران، اور کہف کے فوائد میں اشارہ کیا جا چکا ہے) اتنی

بات سے کوئی شخص معبود نہیں بن جاتا۔ اگر ہم چاہیں تو تمہاری نسل سے ایسے لوگ پیدا کریں یا تمہاری جگہ آسمان سے فرشتوں ہی کو لا

کر زمین پر آباد کر دیں۔ ہم کو سب قدرت حاصل ہے۔

◆ حضرت عیسیٰ قیامت کا نشان ہیں | یعنی حضرت مسیح کا اول مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان تھا کہ بدون

باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب و غریب معجزات دکھلائے اور دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا۔ ان کے نزول سے لوگ معلوم کر لیں گے

کہ قیامت بالکل نزدیک آگئی ہے۔

الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى

شیطان وہ تو تمہارا دشمن ہے صریح اور جب آیا عیسیٰ

بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ

نشانیاں لے کر بولا میں لایا ہوں تمہارے پاس کی باتیں اور بتلانے کو

بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

بعضی وہ چیز جس میں تم جھگڑتے تھے سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو

إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ

بے شک اللہ جو ہے وہی ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اسی کی بندگی کرو یہ ایک

مُسْتَقِيمٌ ﴿٦٣﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ

سیدھی راہ ہے پھر پھٹ گئے کتنے فرقے ان کے بیچ سے

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابٍ يَوْمِ الْيَوْمِ ﴿٦٤﴾ هَلْ

سو خرابی ہے گنہگاروں کو آفت سے دکھ والے دن کی اب یہی ہے

يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا

کہ راہ دیکھتے ہیں قیامت کی کہ آکھڑی ہو ان پر اچانک اور ان کو

يَشْعُرُونَ ﴿٦٥﴾ إِلَّا خَلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

خبر بھی نہ ہو جتنے دوست ہیں اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے

إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٦﴾ يَعْبَادُ لَّا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ

مگر جو لوگ ہیں ڈروالے اے بندو میرے نہ ڈرے تم پر آج کے دن اور نہ تم

یعنی قیامت کے آنے میں شک نہ کرو۔ اور جو سیدھی راہ ایمان و توحید کی بتلا رہا ہوں اس پر چلے آؤ۔
مبادا تمہارا ازلی دشمن شیطان تم کو اس راستہ سے روک دے۔

یعنی یہی باتیں دانائی اور حکمت کی۔

یعنی دینی باتیں یا بعض وہ چیزیں جن کو شریعت موسویہ نے حرام ٹھہرایا تھا ان کا حلال ہونا بیان کرتا
ہوں۔ کما قالَ وَلَا جُلْ لَّكُمْ بَغْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ (آل عمران۔ رکوع ۵)

حضرت عیسیٰ کی تعلیم توحید | یہ تعلیم تھی حضرت مسیح علیہ السلام کی۔ دیکھ لو کیسی صفائی سے
خدائے واحد کی ربوبیت اور معبودیت کو بیان فرمایا ہے اور اسی توحید اور اتقاء و اطاعت رسول کو صراط
مستقیم قرار دیا ہے۔

یعنی اختلاف پڑ گیا۔ یہود ان کے منکر ہوئے اور نصاریٰ قائل ہوئے۔ پھر نصاریٰ آگے چل کر کئی
فرقے بن گئے، کوئی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتلاتا ہے، کوئی ان کو تین خداؤں میں کا ایک کہتا ہے، کوئی
کچھ اور کہتا ہے حضرت مسیح کی اصل تعلیم پر ایک بھی نہیں۔

کیا قیامت کے منتظر ہیں | ایسے ایسے کھلے بیانات اور واضح ہدایات کے باوجود بھی جو لوگ
نہیں مانتے آخر وہ کاہے کے منتظر ہیں۔ ان کے احوال کو دیکھ کر یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ بس قیامت
ایک دم ان کے سر پر آکھڑی ہو تب مانیں گے۔ حالانکہ اس وقت کا ماننا کچھ کام نہ دے گا۔

قیامت کا حال | اس دن دوست سے دوست بھاگے گا کہ اس کے سبب سے کہیں میں نہ پکڑا
جاؤں۔ دنیا کی سب دوستیاں اور محبتیں منقطع ہو جائیں گی۔ آدمی پچھتائے گا کہ فلاں شریر آدمی سے
دوستی کیوں تھی جو اس کے اکسانے سے آج گرفتار مصیبت ہونا پڑا۔ اس وقت بڑا گر مجوش محبت
محبوب کی صورت دیکھنے سے بیزار ہوگا۔ البتہ جن کی محبت اور دوستی اللہ کے واسطے تھی اور اللہ کے خوف
پر مبنی تھی وہ کام آئے گی۔

تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾

◀ عملیں ہو گے جو یقین لائے ہماری باتوں پر اور رہے حکمران

أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ

چلے جاؤ بہشت میں تم اور تمہاری عورتیں کہ تمہاری عزت کریں (کی جائے) لیے پھریں گے

عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا

ان کے پاس رکابیاں سونے کی اور آب خورے اور وہاں ہے

مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنْتُمْ فِيهَا

جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام پائیں اور تم ان میں

خَالِدُونَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ

بمیشر ہو گے اور یہ وہی بہشت ہے جو میراث پائی تم نے بدلے میں ان کاموں کے

تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٣﴾

جو کرتے تھے تمہارے واسطے ان میں بہت میوے ہیں ان میں سے کھاتے رہو

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّهِمٍّ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا

البتہ جو لوگ کہ گنہگار ہیں وہ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں نہ

يُفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ

ہلکا ہوتا ہے ان پر سے اور وہ اسی میں پڑے ہیں آس (نا امید) ٹوٹے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا

وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادُوا بِمَلِكٍ لِّيَقْضِ

لیکن تھے وہی بے انصاف اور پکاریں گے اے مالک کہیں ہم پر فیصل (موت ڈال دے) کر چکے

یعنی نہ آگے کا ڈر، نہ پیچھے کا غم۔

ایمان اور اسلام کا فرق | یعنی دل سے یقین کیا اور جوارح سے اس کے حکم بردار رہے۔ یہاں سے ایمان اور اسلام کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث جبریل میں اس کا مفصل بیان ہوا ہے۔

جنت کی نعمتیں | یعنی غلمان لئے پھریں گے۔

سب سے اعلیٰ چیز جس سے آنکھیں آرام پائیں گی وہ دیدار ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کا (رِزْقَنَا اللّٰہُ بِفَضْلِهِ وَمَنه)

اعمال کا بدلہ جنت | یعنی تمہارے باپ آدم کی میراث واپس مل گئی، تمہارے اعمال کے سبب سے اور اللہ کے فضل سے۔

یعنی جن جن کر۔

اہل جہنم کا دائمی عذاب | یعنی عذاب نہ کسی وقت ملتوی ہوگا نہ ہلکا کیا جائے گا۔ دوزخی ناامید ہو جائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں۔

جہنم کا یہ عذاب ظلم نہیں ہے | یعنی ہم نے دنیا میں بھلائی برائی کے سب پہلو سمجھادیئے تھے اور پیغمبروں کو بھیج کر حجت تمام کر دی تھی۔ کوئی معقول عذر ان کے لئے باقی نہیں چھوڑا تھا۔ اس پر بھی نہ مانے اور اپنی زیادتیوں سے باز نہ آئے۔ ایسوں کو سزا دی جائے تو ظلم کون کہہ سکتا ہے۔

عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُمْ مُّكْثُونَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُمْ

تیرا رب ♦ وہ کہے گا ♦ تم کو ہمیشہ رہنا ہے ♦ ہم لائے ہیں تمہارے پاس

بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ﴿۷۸﴾ أَمْ أَبْرَمُوا

سچا دین ♦ پر تم بہت لوگ سچی بات سے برامانے ہو ♦ کیا انہوں نے ٹھہرائی ہے

أَمْ أَرَانَا مُبْرِمُونَ ﴿۷۹﴾ أَمْ يَحْسِبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ

ایک بات تو ہم بھی کچھ ٹھہرائیں گے ♦ کیا خیال رکھتے ہیں ♦ کہ ہم نہیں جانتے ان کے بھید

وَنَجْوَاهُمْ ۖ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿۸۰﴾ قُلْ إِنْ

اور ان کا مشورہ کیوں نہیں ♦ اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں ♦ تو کہہ اگر ہو

كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ ۖ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبِيدِينَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ

رحمن کے واسطے اولاد ♦ تو میں سب سے پہلے پوجوں ♦ پاک ذات ہے

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۸۲﴾

♦ وہ رب آسمانوں کا اور زمین کا ♦ صاحب عرش کا ♦ ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں ♦

فَذَرَهُمْ يَخْضَوْنَ وَيَلْعَبُونَ ۖ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ

اب چھوڑ دے ان کو بک بک کریں ♦ اور کھیلیں ♦ یہاں تک کہ ملیں ♦ اپنے اس دن سے

الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ

♦ جس کا ان کو وعدہ دیا ہے ♦ اور وہی ہے جس کی بندگی ہے آسمان میں

وَفِي الْأَرْضِ إِلَهُ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَكَ

♦ اور اس کی بندگی ہے زمین میں ♦ اور وہی ہے حکمت والا سب سے خبردار ♦ اور بڑی برکت ہے

♦ داروغہ جہنم مالک | "مالک" نام ہے فرشتہ کا جو دوزخ کا داروغہ ہے۔ دوزخی اس کو پکاریں گے کہ ہم نہ مرتے ہی ہیں نہ چھوٹتے

ہیں۔ اپنے رب سے کہہ کہ ایک دفعہ عذاب دے کر ہمارا کام ہی تمام کر دے۔ گویا نجات سے مایوس ہو کر موت کی تمنا کریں گے۔

♦ مالک کا جواب | یعنی چلانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تم کو اسی حالت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ کہتے ہیں دوزخی ہزار برس چلائیں گے

تب وہ یہ جواب دے گا۔

♦ یعنی وہ سزا اس جرم پر ملی کہ تم میں کے اکثر سچائی سے جڑتے تھے (اور بہت سے اندھوں کی طرح ان کے پیچھے ہو لئے۔)

♦ کفار کے منصوبے | کفار عرب پیغمبر کے مقابلہ میں طرح طرح کے منصوبے گمانتھے اور تدبیریں کرتے تھے۔ مگر اللہ کی خفیہ

تدبیر ان کے سب منصوبوں پر پانی پھیر دیتی تھی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "کافروں نے مل کر مشورہ کیا کہ تمہارے تغافل

سے اس نبی کی بات بڑھی۔ آئندہ جو اس دین میں آئے اسی کے رشتہ دار اس کو مار مار کر الٹا پھیریں اور جو اجنبی شخص شہر میں آئے اس

کو پہلے سادو کہ اس شخص کے پاس نہ بیٹھے۔" یہ بات انہوں نے ٹھہرائی اور اللہ نے ٹھہرایا ان کو ذلیل و رسوا کرنا اور اپنے دین اور پیغمبر

کو عروج دینا۔ آخر اللہ کا ارادہ غالب رہا۔

♦ یعنی ان کے دلوں کے بھید ہم جانتے اور ان کے خفیہ مشورے ہم سنتے ہیں اور حکومت کے انتظامی ضابطہ کے موافق ہمارے

فرشتے (کرنا کاتبین) ان کے سب اعمال و افعال لکھتے جاتے ہیں۔ یہ ساری مسل قیامت میں پیش ہوگی۔

♦ اگر اللہ کے اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلا عابد ہوتا | یعنی اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تجویز

کی جائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر بفرض محال خدا کے اولاد ہو تو پہلا شخص میں ہوں جو اس کی اولاد کی پرستش کرے۔ کیونکہ میں دنیا

میں سب سے زیادہ خدا کی عبادت کرنے والا ہوں۔ اور جس کو جس قدر علاقہ خدا کے ساتھ ہوگا اسی نسبت سے اس کی اولاد کے

ساتھ ہونا چاہئے۔ پھر جب میں باوجود اول العابدین ہونے کے کسی ہستی کو اس کی اولاد نہیں مانتا تو تم کون سے اللہ کا حق ماننے

والے ہو جو اس کی فرضی اولاد تک کے حقوق پہچانو گے۔ تنبیہ | بعض مفسرین نے آیت کا یہ مطلب لیا ہے کہ اگر تمہارے اعتقاد

میں اللہ کی کوئی اولاد ہے تو یاد رکھو! کہ میں تمہارے مقابلہ میں اس اکیلے خدا کی عبادت کرنے والا ہوں جو اولاد و احفاد سے منزہ و

مقدس ہے۔ بعض نے "عابد" کے معنی لغت جاحد (مکر) کے بتلائے ہیں یعنی اس فاسد عقیدہ کا سب سے پہلا انکار کرنے اور رد

کرنی والا میں ہوں۔ بعض کے نزدیک "اِنْ" نافیہ ہے۔ یعنی رحمان کے کوئی اولاد نہیں۔ مگر یہ کچھ زیادہ قوی نہیں اور بھی احتمالات ہیں

جن کے استیعاب کا یہاں موقع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

♦ یعنی جن باتوں کی نسبت یہ لوگ اس کی طرف کرتے ہیں۔ مثلاً اولاد وغیرہ، اس سے خدا تعالیٰ کی ذات برتر اور منزہ ہے۔ اس کی

ذات میں یہ امکان ہی نہیں کہ معاذ اللہ کسی کا باپ یا بیٹا بنے۔

♦ یعنی غفلت و حماقت کے نشہ میں جو کچھ کہتے ہیں بکنے دیجئے، یہ لوگ چند روز اور دنیا کے کھیل تماشے میں گزار لیں، آخر وہ موعود دن آنا

ہے جس میں ایک ایک کر کے ان کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ چکھایا جائے گا۔

♦ زمین اور آسمان میں اللہ ہی معبود ہے | نہ آسمان میں فرشتے اور شمس و قمر معبود بن سکتے ہیں نہ زمین میں اصنام و اوثان

وغیرہ۔ سب زمین و آسمان والوں کا معبود اکیلا وہی خدا ہے جو فرش سے عرش تک کا مالک اور تمام عالم کون میں اپنے علم و اختیار سے

متصرف ہے۔

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ

اس کی جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾ وَلَا

اور اسی کے پاس ہے خبر قیامت کی اور اسی تک پھر کر پہنچ جاؤ گے اور

يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشِّفَاعَةَ إِلَّا

اختیار نہیں رکھتے وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں سفارش کا مگر

مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ

جس نے گواہی دی تھی اور ان کو خبر تھی اور اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو

مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ وَقِيلَ لَهُ

کس نے بنایا تو کہیں گے اللہ نے پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں قسم ہے

رَبِّ إِنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ

رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب یہ لوگ ہیں کہ یقین نہیں لاتے سو تو منہ پھیر لے ان کی طرف سے

وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

اور کہہ سلام ہے اب آخر کو معلوم کر لیں گے

﴿٥٩﴾ آيَاتُهَا ﴿٣٣﴾ سُورَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ ﴿٦٣﴾ رُكُوعَاتُهَا ٣

سورہ دخان مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں انسٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یعنی قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اسی مالک کو ہے۔

یعنی وہاں پہنچ کر سب کی نیکی بدی کا حساب ہو جائے گا۔

اللہ کے آگے سفارش کا حق | یعنی اتنی سفارش کر سکتے ہیں کہ جس نے ان کے علم کے موافق کلمہ اسلام کہا اس کی گواہی دیں۔ بغیر کلمہ اسلام کسی کے حق میں ایک حرف سفارش کا نہیں کہہ سکتے۔ اور اتنی سفارش بھی صالحین کریں گے جو سچائی کو جانتے اور اس کو زبان و دل سے مانتے ہیں۔ دوسروں کو اجازت نہیں۔

انکا خالق کون ہے | یعنی جب بنانے والا ایک اللہ ہے تو بندگی کا مستحق کوئی دوسرا کیوں کر ہو گیا۔ عبادت نام ہے انتہائی تذلل کا۔ وہ اسی کا حق ہونا چاہئے جو انتہائی عظمت رکھتا ہے۔ عجیب بات ہے مقدمات کو تسلیم کرتے ہیں اور نتیجہ سے انکار۔

رسول اللہ ﷺ کے قول کی قسم | یعنی نبی کا یہ کہنا بھی اللہ کو معلوم ہے اور اس کی اس مخلصانہ التجاء اور درد بھری آواز کی اللہ قسم کھاتا ہے کہ وہ اس کی ضرورت مدد کرے گا۔ اور اپنی رحمت سے اس کو غالب و منصور کرے گا۔

یعنی غم نہ کھا، اور زیادہ ان کے پیچھے نہ پڑ۔ فرض تبلیغ ادا کر کے ادھر سے منہ پھیر لے اور کہہ دے کہ اچھا نہیں مانتے تو ہمارا اسلام لو۔

یعنی آخر کار ان کو پتہ لگ جائے گا کہ کس غلطی میں پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں لگ گیا۔ اور پوری تکمیل آخرت میں ہونے والی ہے۔ تم سورۃ الزخرف بعون اللہ و توفیقہ ﷻ الحمد والمنا۔

حَمْدٌ ۱ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ

حَمْدُ قسم ہے اس کتاب واضح کی ہم نے اس کو اتارا ایک برکت کی

مُبَارَكَةٍ ۳ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۴ فِيهَا يُفْرَقُ

رات میں ہم ہیں کہہ سنانے والے اسی میں جدا ہوتا ہے

كُلُّ اَمْرِ حَكِيمٍ ۵ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۶ اِنَّا كُنَّا

ہر کام جانچا ہوا حکم ہو کر ہمارے پاس سے ہم ہیں

مُرْسِلِينَ ۷ رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ ۸ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ

بھیجے والے رحمت سے تیرے رب کی وہی ہے سنے

الْعَلِيمُ ۹ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۱۰

جاننے والا رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّوقِنِينَ ۱۱ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۱۲

اگر تم کو یقین ہے کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے جلاتا ہے اور مارتا ہے

رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَائِكُمُ الْاَوَّلِينَ ۱۳ بَلْ هُمْ

رب تمہارا اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا کوئی نہیں وہ

فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۱۴ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ

دھوکے میں ہیں کھیلتے سوتو انتظار کر اس دن کا کہ لائے آسمان

بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۱۵ يَغْشَى النَّاسَ ۱۶ هَذَا عَذَابٌ

دھواں صریح جو گھیر لیوے لوگوں کو یہ ہے عذاب

سورۃ الدخان

شب قدر میں قرآن کا نزول | ”برکت کی رات“ شب قدر ہے کما قال تعالیٰ۔ ”إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ“ (قدر۔ رکوع ۱) جو رمضان میں واقع ہے لقولہ تعالیٰ۔ ”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ“ (بقرہ۔ رکوع ۲۳) اس رات میں قرآن کریم لوح محفوظ سے سمائے دنیا پر اتارا گیا۔ پھر بتدریج تیس ۲۳ سال میں پیغمبر پر اترا۔ نیز اسی شب میں پیغمبر پر اس کے نزول کی ابتداء ہوئی۔

یعنی کہہ سنانا ہمیشہ ہمارا دستور رہا ہے۔ اسی کے موافق یہ قرآن اتارا۔
قضا و قدر کے فیصلوں کی رات | یعنی سال بھر کے متعلق قضاء و قدر کے حکیمانہ اور اہل فیصلے اسی عظیم الشان رات میں ”لوح محفوظ“ سے نقل کر کے ان فرشتوں کے حوالہ کیے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے تکنوینیات میں کام کرنے والے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعبان کی چند رہویں رات ہے جسے شب براءت کہتے ہیں۔ ممکن ہے وہاں سے اس کام کی ابتداء اور شب قدر پر اختتام ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔

یعنی فرشتوں کو ہر کام پر جو ان کے مناسب ہو۔ چنانچہ جبریل کو قرآن دے کر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔

یعنی تمام عالم کے حالات سے باخبر ہے اور ان کی پکار سنتا ہے۔ اسی لئے عین ضرورت کے وقت خاتم النبیین ﷺ کو قرآن دے کر اور عالم کے لئے رحمت کبریٰ بنا کر بھیج دیا۔

اللہ کی رُبُوبیت | یعنی اگر تم میں کسی چیز پر یقین رکھنے کی صلاحیت ہے تو سب سے پہلی چیز یقین رکھنے کے قابل اللہ کی ربوبیت عامہ ہے جس کے آثار ذرہ ذرہ میں روز روشن سے زیادہ ہویدا ہیں۔
یعنی جس کے قبضہ میں مارنا جلانا اور وجود و عدم کی باگ ہو۔ اور سب اولین و آخرین جس کے زیر تربیت ہوں۔ کیا اس کے سوا دوسرے کی بندگی جائز ہو سکتی ہے؟ یہ ایک ایسی صاف حقیقت ہے جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔

کفار دھوکے میں ہیں | یعنی ان واضح نشانات اور دلائل کا اقتضاء تو یہ تھا کہ یہ لوگ مان لیتے، مگر پھر بھی نہیں مانتے، بلکہ وہ توحید و غیرہ عقائد حقہ کی طرف سے شک میں پڑے ہیں اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں۔ آخرت کی فکر نہیں جو حق کو طلب کریں اور اس میں غور و فکر سے کام لیں۔ یہ اس دھوکے میں ہیں کہ ہمیشہ یوں ہی رہنا ہے۔ خدا کے سامنے کبھی پیشی نہیں ہوگی۔ اس لئے نصیحت کی باتوں کو ہنسی کھیل میں اڑا دیتے ہیں۔

الْيَوْمَ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝

دردناک ۝ اے رب کھول دے ۝ ہم پر سے یہ آفت ۝ ہم یقین لاتے ہیں ۝

أَنِّي لَهُمُ الذِّكْرُ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝

کہاں ملے (نصیب ہو) ان کو سمجھنا ۝ اور آچکا ان کے پاس ۝ رسول کھول کر سنانے والا ۝

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ۝

پھر اس سے پیٹھ پھیری ۝ اور کہنے لگے ۝ سکھایا ہوا ہے باؤلا ۝ ہم

كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝

کھولے دیتے ہیں یہ عذاب ۝ تھوڑی مدت تک ۝ تم پھر وہی کرو گے ۝

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ۝

جس دن پکڑیں گے ہم ۝ بڑی پکڑ ۝ تحقیق ہم بدلہ لینے والے ہیں ۝

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ

اور جانچ چکے ہیں ہم ان سے پہلے ۝ فرعون کی قوم کو ۝ اور آیا ان کے پاس رسول

كَرِيمٌ ۝ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ ۝ إِنِّي لَكُمْ

عزت والا ۝ کہ حوالے کرو میرے ۝ بندے خدا کے ۝ میں تمہارے پاس

رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۝ إِنِّي

آیا ہوں بھیجا ہوا معتبر ۝ اور یہ کہ چڑھے نہ جاؤ ۝ اللہ کے مقابل ۝ میں

◆ دخان مبین کیا ہے؟ ”دھوئیں“ سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس میں سلف کے دو قول ہیں۔ ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں کہ قیامت کے قریب ایک دھواں اٹھے گا جو تمام لوگوں کو گھیر لے گا۔ نیک آدمی کو اس کا اثر خفیف پہنچے گا، جس سے زکام سا ہو جائے گا۔ اور کافرو منافق کے دماغ میں گھس کر بے ہوش کر دے گا۔ وہی یہاں مراد ہے۔ شاید یہ دھواں وہی سموات کا مادہ ہو جس کا ذکر ”ثُمَّ اسْتَوَىٰ“

إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ" میں ہوا ہے گویا آسمان تحلیل ہو کر اپنی پہلی حالت کی طرف عود کرنے لگیں گے اور یہ اس کی ابتداء ہوگی۔ واللہ اعلم۔ اور ابن مسعودؓ زور شور کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد وہ دھواں نہیں جو علامات قیامت میں سے ہے بلکہ قریش کے تہذیب و تمدن کے زمانہ میں مصریوں پر مسلط ہوا تھا۔ چنانچہ قحط پڑا جس میں مکہ والوں کو مردار اور چمڑے ہڈیاں کھانے کی نوبت آ گئی غالباً اسی دوران میں "یمامہ" کے رئیس ثمامہ ابن اثال رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور وہاں سے غلہ کی جو بھرتی مکہ کو جاتی تھی بند کر دی۔ غرض اہل مکہ بھوکوں مرنے لگے اور قاعدہ ہے کہ شدت کی بھوک اور مسلسل خشک سالی کے زمانہ میں جَوَ یعنی زمین و آسمان کے درمیان دھواں سا آنکھوں کے سامنے نظر آیا کرتا ہے اور ویسے بھی مدت دراز تک بارش بند رہنے سے گرد و غبار وغیرہ چڑھ کر آسمان پر دھواں سا معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس کو یہاں دخان سے تعبیر فرمایا۔ اس تقدیر پر "يَغْشَى النَّاسَ" میں لوگوں سے مراد مکہ والے ہوں گے۔ گویا یہ ایک پیشین گوئی تھی (کما بدل علیہ قولہ "فَارْتَقِبْ") جو پوری ہوئی۔

عذاب کے وقت کفار کی توبہ | یعنی اس عذاب میں مبتلا ہو کر یوں کہیں گے کہ اب تو اس آفت سے نجات دیجئے آگے کو ہماری توبہ! ہم کو اب یقین آ گیا۔ پھر شرارت نہ کریں گے۔ بکے مسلمان بن کر رہیں گے۔ آگے اس کا جواب دیا ہے۔

حق تعالیٰ کا کفار کو جواب | یعنی اب موقع سمجھنے اور نصیحت سے فائدہ اٹھانے کا کہاں رہا۔ اس وقت تو مانا نہیں جب ہمارا پیغمبر کھلے کھلے نشان اور کھلی کھلی ہدایات لے کر آیا تھا۔ اس وقت کہتے تھے کہ یہ باؤلا ہے۔ کبھی کہتے کہ کسی دوسرے سے سیکھ کر اس نے یہ کتاب تیار کر لی ہے (ابن عباسؓ کی تفسیر پر یہ مطلب ہوا) اور ابن مسعودؓ کی تفسیر کے موافق یہ معنی ہوں گے کہ اہل مکہ نے قحط وغیرہ سے تنگ آ کر درخواست کی کہ یہ آفت ہم سے دور کیجئے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابوسفیان وغیرہ نے حضورؐ کی خدمت میں فریاد کی کہ آپ تو کہتے ہیں کہ میں رحمت ہوں اور یہ آپ کی قوم قحط و خشک سالی سے تباہ ہو رہی ہے۔ ہم آپ کو رَحْمٌ اور قرابت کا واسطہ دیتے ہیں کہ اس مصیبت کے دور ہونے کی دعا کیجئے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ آپؐ کی دعا سے بارش ہوئی اور ثمامہ نے جو غلہ روک دیا تھا وہ بھی آپؐ نے کھلوادیا پھر بھی وہ ایمان نہ لائے۔ اسی کو فرماتے ہیں "أَنِّي لَهُمُ الذِّكْرَى" الخ یعنی یہ لوگ ان باتوں سے ماننے والے کہاں ہیں، اس قسم کی چیزوں میں تو ہزار تاویلیں گھڑ لیں جو چیز بالکل کھلی ہوئی آفتاب سے زیادہ روشن تھی یعنی آپؐ کی پیغمبری۔ اسی کو نہ مانا۔ کوئی مجنون بتلانے لگا، کسی نے کہا کہ صاحب! فلاں رومی غلام سے کچھ مضامین سیکھ آئے ہیں انکو اپنی عبارت میں ادا کر دیتے ہیں۔ ایسے متعصب معاندین سے سمجھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

کفار کی ہٹ دھرمی | یعنی اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے عذاب ہٹالیں، پھر وہ ہی حرکتیں کریں گے جو پہلے کرتے تھے۔ اور ابن مسعودؓ کی تفسیر پر یہ مطلب ہوگا کہ لو! اچھا ہم تھوڑی مدت کے لئے یہ عذاب ہٹائے لیتے ہیں۔ پھر دیکھ لینا، وہ ہی کریں گے جو پہلے کرتے تھے۔

ابن عباسؓ کے نزدیک بڑی پکڑ قیامت میں ہوگی۔ غرض یہ ہے کہ آخرت کا عذاب نہیں ملتا۔ اور ابن مسعودؓ کے نزدیک "بڑی پکڑ" سے معرکہ "بدر" کا واقعہ مراد ہے۔ "بدر" میں ان لوگوں سے بدلہ لے لیا گیا۔

یعنی حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ سے ان کا امتحان کیا گیا کہ اللہ کے پیغام کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔

حضرت موسیٰؑ اور فرعون | یعنی خدا کے بندوں کو اپنا بندہ مت بناؤ۔ بنی اسرائیل کو غلامی سے آزادی دو اور میرے حوالہ کرو۔ میں جہاں چاہوں لے جاؤں۔

اتَّبِعْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿١٩﴾ وَلَئِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي

لا تا ہوں تمہارے پاس سند کھلی ہوئی ♦ اور میں پناہ لے چکا ہوں اپنے رب

وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ

اور تمہارے رب کی اس بات سے کہ تم مجھ کو سنگسار کرو ♦ اور اگر تم نہیں یقین کرتے مجھ پر

فَاَعْتٰزِلُوْنَ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهُٗ اَنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ

تو مجھ سے پرے ہو جاؤ ♦ پھر دعا کی (پکارا) اپنے رب سے کہ یہ لوگ

مُجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَاسْرِ بِعِبَادِيْ كَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبِعُوْنَ ﴿٢٣﴾

گنہگار ہیں پھر لے نکل رات سے میرے بندوں کو ♦ البتہ تمہارا پیچھا کریں گے

وَاَتْرٰكُ الْبَحْرَ رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾

اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا ♦ البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنٰتٍ ۙ وَٰعِبُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَ زُرُوْعٍ ۙ وَ

بہت سے چھوڑ گئے باغ اور چشمتے اور کھیتیاں اور

مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَ نَعْمَةٍ ۙ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾

گھر خاصے (عمدہ) اور آرام کا سامان جس میں باتیں بنایا کرتے تھے

كَذٰلِكَ تَدٰوْرُثْنٰهَا قَوْمًا اٰخِرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا

یونہی ہوا اور وہ سب ہاتھ لگا دیا ہم نے ایک دوسری قوم کے ♦ پھر

بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا

نہ رویا ان پر آسمان اور زمین ♦ اور نہ ہی

”کھلی سند“ وہ معجزات تھے جو حضرت موسیٰ نے دکھائے۔ ”عصا“ اور ”ید بیضاء“ وغیرہ۔

یہ ان کی دھمکیوں کا جواب دیا۔ یعنی میں تمہارے ظلم و ایذا سے خدا کی پناہ حاصل کر چکا ہوں وہ میری حمایت پر ہے اور اسی کی حفاظت پر مجھے بھروسہ ہے۔

یعنی اگر میری بات نہیں مانتے تو کم از کم مجھے ایذا دے کر اپنے جرم کو سنگین مت کرو۔ ”مرا بخیر تو امید نیست بدمرساں“۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی اپنی قوم کو لے جاؤں تم راہ نہ رو کو۔“

حضرت موسیٰؑ کی دُعا | یعنی آخر مجبور ہو کر اللہ سے فریاد کی کہ یہ لوگ اپنے جرائم سے باز آنے والے نہیں اب آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے وہاں کیا دیر تھی۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ فرعونوں کو اطلاع کیے بدون بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے چلے جاؤ۔ کیونکہ دن ہونے پر جب انہیں اطلاع ہوگی اس وقت تمہارا پیچھا کریں گے۔ لیکن یاد رہے راستہ میں سمندر پڑے گا۔ اس پر عصا مارنے سے پانی ادھر ادھر ہٹ جائے گا اور درمیان میں خشک و صاف راستہ نکل آئے گا۔ اسی راستہ سے اپنی قوم کو لے کر گذر جاؤ۔

یعنی اس کی فکر مت کرو کہ دریا میں خدا کی قدرت سے جو راستہ بن گیا وہ باقی نہ رہے۔ اس کو اسی حالت میں چھوڑ دے۔ یہ راستہ دیکھ کر ہی تو فرعون کے لشکر اس میں گھسنے کی ہمت کریں گے۔ چنانچہ وہ سب خشک راستہ دیکھ کر اندر گھسے، اس کے بعد خدا کے حکم سے سمندر کا پانی چاروں طرف سے آکر مل گیا۔ سارا لشکر اس طرح غرقاب ہوا۔

مصر کے اموال بنی اسرائیل کو | یعنی بنی اسرائیل کے ہاتھوں میں دے دیا۔ جیسا کہ سورۃ شعراء میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرعون کے غرق ہوئے بعد مصر میں بنی اسرائیل کا دخل ہوا۔ اور اگر یہ ثابت نہ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جس قسم کے سامان فرعونوں نے چھوڑے تھے اسی طرح کے ہم نے بنی اسرائیل کو دے دیئے۔ واللہ اعلم۔

مومن کی موت پر زمین و آسمان کا گریہ | روایات میں ہے کہ مومن کے مرنے پر آسمان کا وہ دروازہ روتا ہے جس سے اس کی روزی اترتی تھی یا جس سے اس کا عمل صالح اوپر چڑھتا تھا۔ اور زمین روتی ہے جہاں وہ نماز پڑھتا تھا یعنی افسوس وہ سعادت ہم سے چھین گئی۔ کافر کے پاس عمل صالح کا بیج ہی نہیں، پھر اس پر آسمان یا زمین کیوں روئے۔ بلکہ شاید خوش ہوتے ہوں گے کہ چلو پاپ کٹا۔ ”خس کم جہاں پاک“

مُنْظَرِينَ ۳۰ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ

ان کو ذلیل اور ہم نے بچا نکالا بنی اسرائیل کو

الْعَذَابِ الْمُبِينِ ۳۱ مِنْ فِرْعَوْنَ ۶ إِنَّهُ كَانَ

ذلت کی مصیبت سے جو فرعون کی طرف سے تھی بے شک وہ تھا

عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ۳۲ وَلَقَدْ اخْتَرْنَهُمْ عَلَىٰ

چڑھ رہا حد سے بڑھ جانے والا اور ان کو ہم نے پسند کیا

عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۳۳ وَاتَّبَيْنَهُم مِّنَ الْآيَاتِ مَا

جان بوجھ کر جہان کے لوگوں سے اور دیں ہم نے ان کو نشانیاں

فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۳۴ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ۷

جن میں تھی بد مصرت یہ لوگ کہتے ہیں

إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ۳۵

اور کچھ نہیں ہمارا یہی مرنا ہے پہلا اور ہم کو پھراٹھنا نہیں

فَاتُّوْا بِآبَائِنَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۳۶

بھلا لے تو آؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو

أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۷ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۶

بھلا یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے پہلے تھے

أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۳۷ وَمَا

ہم نے ان کو غارت کر دیا بے شک وہ تھے گنہگار اور

بلکہ فرعون کا وجود ایک مجسم مصیبت تھا۔

یعنی بڑا متکبر اور سرکش تھا۔

بنی اسرائیل کی فضیلت | یعنی اگرچہ بنی اسرائیل کی کمزوریاں بھی ہم کو معلوم تھیں۔ تاہم ان کو ہم نے اس زمانہ کے تمام لوگوں سے فضیلت دی۔ اور بعض فضائل جزئیہ تو وہ ہیں جو آج تک کسی قوم کو میسر نہیں ہوئے مثلاً اتنے بیشمار انبیاء کا ان میں اٹھایا جانا۔

یعنی حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے مثلاً ”من وسلویٰ“ کا اتارنا، بادل کا سایہ کرنا وغیر ذلک۔

مشرکین مکہ کی دہریت | درمیان میں حضرت موسیٰ کی قوم کا ذکر اسطر ادا آ گیا تھا۔ یہاں سے پھر حضورؐ کی قوم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ ہماری آخری حالت بس یہ ہی ہے کہ موت آ جائے۔ موت کے بعد سب قصہ ختم۔ موجودہ زندگی کے سوا دوسری زندگی کوئی نہیں۔ کہاں کا حشر، اور کیا حساب کتاب۔

یعنی پیغمبر اور مومنین سے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے عقیدہ میں سچے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے تو اچھا ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو ذرا زندہ کر کے دکھا دو۔ تب ہم جانیں۔

قوم تبع کی ہلاکت | ”تبع“ لقب تھا یمن کے بادشاہ کا، جس کی حکومت سبا اور حضر موت وغیرہ سب پر تھی۔ ”تبع“ بہت گزرے ہیں۔ اللہ جانے یہاں کونسا مراد ہے۔ بہر حال اتنا ظاہر ہوا کہ اس کی قوم بہت قوت و جبروت والی تھی جو اپنی سرکشی کی بدولت تباہ کی گئی۔ ابن کثیرؒ نے اس سے قوم سبا مراد لی ہے جس کا ذکر سورہ سبا میں گذر چکا۔ واللہ اعلم۔

عاد و ثمود کی ہلاکت | مثلاً عاد و ثمود وغیرہ۔ ان سب کو اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر کے چھوڑا۔ کیا تم ان سے بہتر یا ان سے زیادہ طاقتور ہو کہ تم کو ہلاک نہ کرے گا یا نہ کر سکے گا؟

خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادِنَا ﴿۳۸﴾

ہم نے جو بنایا آسمان اور زمین اور جو ان کے بیچ ہے کھیل نہیں بنایا

مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا

ان کو تو بنایا ہم نے ٹھیک کام پر بہت لوگ نہیں

يَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۰﴾

سمجھتے تحقیق فیصلہ کا دن وعدہ ہے ان سب کا

يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ

جس دن کام نہ آئے کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ بھی اور نہ ان کو

يُنْصَرُونَ ﴿۴۱﴾ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ ط لَئِنَّهُ هُوَ

مدد پہنچے مگر جس پر رحمت کرے اللہ بیشک وہی ہے

الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۴۲﴾ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ

زبردست رحم والا مقرر درخت سپنڈھ کا کھاتا ہے

الْأَثِيمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿۴۵﴾ كَغَلِي

گنہگار کا جیسے پگھلا ہوا تانا کھوتا ہے پیٹوں میں جیسے کھوتا

الْحَمِيمِ ﴿۴۶﴾ خَذُوهُ فَاَعْتَلُوهُ لَئِ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿۴۷﴾

پانی پکڑو اس کو اور دھکیل کر بجاؤ پیٹوں بیچ دوزخ کے

ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿۴۸﴾

پھر ڈالو اس کے سر پر جلتے پانی کا عذاب

یعنی اتنا بڑا کارخانہ کوئی کھیل تماشا نہیں۔ بلکہ بڑی حکمت سے بنایا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ ایک دن نکل کر رہے گا۔ وہی نتیجہ آخرت ہے۔

یعنی اس دن سب کا حساب بیک وقت ہو جائے گا۔

یعنی نہ کسی اور طرف سے مدد پہنچ سکے گی۔

یعنی بس جس پر اللہ کی رحمت ہو جائے وہ ہی بچے گا۔ کماورد فی الحمد یث۔ ”إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ بِرَحْمَتِهِ“

جہنم میں کفار کی عبرتناک سزائیں | کسی ادنیٰ مشابہت کی وجہ سے اس کو زقوم (سیٹھ) کہا گیا ہے ورنہ دوزخ کے سیٹھ کی کیفیت اللہ ہی کو معلوم ہے جیسے بعض نعمائے جنت اور نعمائے دنیوی میں اشتراک اسی ہے۔ اسی طرح جہنم کے متعلق سمجھ لو۔

یہ حکم فرشتوں کو ہوگا جو تعذیب مجرمین پر مامور ہیں۔

وہ پانی دماغ سے اتر کر آنتوں کو کاٹتا ہوا باہر نکل آئے گا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

ذُقْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿۴۴﴾ ۱۳

یہ (اس کو) چکھ تو ہی ہے بڑا عزت والا سردار

هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿۴۵﴾ ۱۴

وہی ہے جس میں تم دھوکے میں پڑے تھے بے شک ڈرنے والے

فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿۴۶﴾ ۱۵

گھر میں ہیں چین کے باغوں میں اور چشموں میں

يَلْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ﴿۴۷﴾ ۱۶

پہنتے ہیں پوشاک ریشمی تلی اور گاڑھی ایک دوسرے کے سامنے

كَذَلِكَ تَدْرُجُهُمْ فِي حُورٍ عِينٍ ﴿۴۸﴾ ۱۷

اسی طرح ہوگا اور بیاہ دیں ہم ان کو حوریں بڑی آنکھوں والیاں

فِيهَا يَكُلُّ فَاكِهَةٌ اٰمِنِينَ ﴿۴۹﴾ ۱۸

وہاں ہر میوہ دہمعی سے نہ چکھیں گے

فِيهَا الْمَوْتُ اِلَّا الْمَوْتَةُ الْاُولٰٓءِ ۚ وَوَقَّهُمْ

وہاں موت مگر جو پہلے آچکی اور بچایا ان کو

عَذَابِ الْجَحِيمِ ﴿۵۰﴾ ۱۹

دوزخ کے عذاب سے فضل سے تیرے رب کے یہی ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۵۱﴾ ۲۰

بڑی مراد ملی سو یہ قرآن آسان کیا ہم نے اس کو تیری بولی (زبان) میں

یعنی تو وہ ہی ہے جو دنیا میں بڑا معزز و مکرم سمجھا جاتا اور اپنے کو سردار ثابت کیا کرتا تھا۔ اب وہ عزت اور سرداری کہاں گئی۔

یعنی تم کو کہاں یقین تھا کہ یہ دن بھی دیکھنا پڑے گا۔ اس دھوکہ میں تھے کہ بس زندگی یونہی کھیلتے کودتے گزر جائے گی۔ آخر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے، آگے کچھ بھی نہیں۔ اب دیکھ لیا کہ وہ باتیں سچی تھیں جو پیغمبروں نے بیان کی تھیں۔

متقین کی حالت | یعنی جو یہاں اللہ سے ڈرتے ہیں وہاں امن چین سے ہوں گے۔ کسی طرح کا خوف اور غم پاس نہ آئے گا۔

ان کے لباس | یعنی ان کی پوشاک باریک اور دبیز ریشم کی ہوگی۔ اور ایک جنتی دوسرے سے اعراض نہ کرے گا بے تکلف دوستوں کی طرح آمنے سامنے بیٹھیں گے۔

یعنی ان سے جوڑے ملا دیں گے۔

پھل اور میوے | یعنی جس میوے کو جی چاہے گا فوراً حاضر کر دیا جائے گا۔ کوئی فکر نہ ہوگی۔ پوری دلجمعی سے کھائیں پیئیں گے۔

حیات ابدی | یعنی جو موت پہلے آچکی وہ آچکی، اب آگے کبھی موت نہیں دامن اسی عیش و نشاط میں رہتا ہے نہ ان کو فناء نہ ان کے سامانوں کو۔

اس سے بڑی کامیابی کیا ہو سکتی ہے کہ عذاب الہی سے محفوظ و مأمن رہے اور ابد الابد کے لئے مورد الطاف و انفضال بنے۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ ﴿۵۹﴾

تا کہ وہ یاد رکھیں ♦ اب تو راہ دیکھ ♦ وہ بھی راہ نکلتے ہیں ♦

﴿آيَاتُهَا ۳﴾ ﴿سُورَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۵)﴾ ﴿رُكُوعَاتُهَا ۴﴾

سورہ جاثیہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ستریس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حَمْدٌ ۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۲

حَمْدُ اُتارنا کتاب کا ہے ♦ اللہ کی طرف سے ♦ جو زبردست ہے حکمتوں والا

إِنَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِلْمُؤْمِنِينَ ۳

بے شک ♦ آسمانوں میں اور زمین میں ♦ بہت نشانیاں ہیں ♦ ماننے والوں کے واسطے ♦

وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُتُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ

اور تمہارے بنانے میں ♦ اور جس قدر پھیلا رکھے ہیں جانور ♦ نشانیاں ہیں

لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۴ وَاخْتَلَفِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ

ان لوگوں کے واسطے جو یقین رکھتے ہیں ♦ اور بدلنے میں رات دن کے

وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَحْيَا

اور وہ جو اتاری اللہ نے ♦ آسمان سے ♦ روزی ♦ پھر زندہ کر دیا

بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ

اس سے زمین کو ♦ اس کے مرجانے کے بعد ♦ اور بدلنے میں ہواؤں کے

◆ قرآن آسان ہے | یعنی اپنی مادری زبان میں آسانی سے سمجھ لیں اور یاد رکھیں۔

◆ یعنی اگر نہ سمجھیں تو آپ چندے انتظار کیجئے۔ ان کا بد انجام سامنے آ جائے گا۔ یہ تو فتنہ ہیں کہ آپ پر کوئی افتاد پڑے۔ لیکن آپ دیکھتے جائیے کہ ان کا کیا حال بنتا ہے۔ تم سورة الدخان بفضل الله رحمته فليله الحمد والمنة.

سورة الجاثية

◆ زمین و آسمان میں مومنین کیلئے نشانیاں | یعنی آدمی ماننا چاہے تو اسی آسمان و زمین کی پیدائش اور ان کے محکم نظام میں غور کر کے مان سکتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا ہے۔ جس نے کمال حکمت و خوبی سے ان کو بنایا اور لامحدود قدرت سے ان کی حفاظت کی۔
”البعرة تدل على البعير والاقدام تدل على المسير فكيف لا يدل هذا النظام العجيب الغريب على الصانع اللطيف الخبير۔“

◆ یعنی انسان خود اپنی بناوٹ اور دوسرے حیوانات کی ساخت میں غور کرے۔ تو درجہ عرفان و ایقان تک پہنچانے والی ہزار ہا نشانیاں اس کو ملیں گی۔

◆ یعنی پانی آسمان کی طرف سے اتارا جو مادہ ہے روزی کا۔

آيَةُ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٥﴾ تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ نَتْلُوهَا

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو سمجھ سے کام لیتے ہیں ﴿۵﴾ یہ باتیں ہیں اللہ کی ہم سناتے ہیں

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَ

تجھ کو ٹھیک ٹھیک پھر کوئی بات کو اللہ اور

آيَتِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٧﴾

اس کی باتوں کو چھوڑ کر مانیں گے ﴿۶﴾ خرابی ہے ہر جھوٹے گنہگار کے لیے

يَسْمَعُ آيَةَ اللَّهِ تُنْتَلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يَصِرُّ مُسْتَكْبِرًا

کہ سنتا ہے باتیں اللہ کی کہ اس کے پاس پڑھی جاتی ہیں پھر ضد کرتا ہے غرور سے

كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا ۖ فَبَشِيرُهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٨﴾

گویا سنا ہی نہیں ﴿۸﴾ سو خوشی خبری سنا دے اس کو ایک عذاب دردناک کی

وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا

اور جب خبر پائے ہماری باتوں میں سے کسی کی اس کو ٹھہرائے ٹھٹھا

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٩﴾ مِنْ وَرَائِهِمْ

ایسوں کو ذلت کا عذاب ہے ﴿۹﴾ پرے ان کے

جَهَنَّمَ ۖ وَلَا يَغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا

دوزخ ہے اور کام نہ آئے گا ان کے جو کمایا تھا ذرا بھی اور نہ وہ

مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کہ جن کو پکڑا تھا اللہ کے سوا رفیق ﴿۱۰﴾ اور ان کے واسطے بڑا

◆ اہل عقل کیلئے یہ نشانیاں کافی ہیں | یعنی ذرا بھی سمجھ سے کام لیں تو معلوم ہو جائے کہ یہ امور بجز اس زبردست قادر و حکیم کے اور کسی کے بس میں نہیں۔ جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں اس کی تقریر گزر چکی۔

◆ یعنی اللہ کو چھوڑ کر دوسرا کون ہے اور اس کی باتیں چھوڑ کر کس کی بات ماننے کے قابل ہے۔ جب اس بڑے مالک کی ایسی سچی اور صاف باتیں بھی کوئی بد بخت قبول نہ کرے تو آخر کس چیز کا خنصر ہے جسے قبول کرے گا۔

◆ جھوٹے اور مغرور کیلئے خرابی ہے | یعنی ضد اور غرور کی وجہ سے اللہ کی بات نہیں سنتا۔ اس کی سچی اجازت نہیں دیتی کہ اپنی جہالت سے بٹے۔ حق کو سن کر اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا سنا ہی نہیں۔

◆ یعنی جس طرح وہ آیات اللہ کے ساتھ اہانت و استخفاف کا معاملہ کرتا ہے، سزا بھی سخت اہانت و ذلت کی ملے گی۔ جو آگے آرہی ہے۔

◆ آخرت میں کفار کی بے کسی | یعنی اموال و اولاد وغیرہ کوئی چیز اس وقت کام نہ آئے گی۔ نہ وہ کام آئیں گے جن کو اللہ کے سوا معبود یا رفیق و مددگار بنا رکھا تھا اور جن سے بہت کچھ اعانت و امداد کی توقعات تھیں۔

عَظِيمٌ ۱۰ هَذَا هُدًى ۱۱ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ

عذاب ہے عذاب دیا (ہے ہدایت) اور جو منکر ہیں اپنے رب کی

رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجَزِ الْيَمِّ ۱۲ اللَّهُ

باتوں سے ان کے لیے عذاب ہے ایک بلا کا دردناک اللہ

الَّذِينَ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لَتَجْرِي الْفُلُكُ

وہ ہے جس نے بس میں کر دیا تمہارے دریا کو کہ چلیں اس میں جہاز

فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ

اس کے حکم سے اور تاکہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ تم

تَشْكُرُونَ ۱۳ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا

حق مانو اور کام میں لگا دیا تمہارے جو کچھ ہے آسمانوں اور

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۱۴ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

زمین میں سب کو اپنی طرف سے اس میں نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ۱۵ قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا

ان لوگوں کے واسطے جو دھیان کرتے ہیں کہہ دے ایمان والوں کو درگزر کریں

لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا

ان سے جو امید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں کی تاکہ وہ سزا دے ایک قوم کو

بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۱۶ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

بدلہ اس کا جو کماتے تھے جس نے بھلا کام کیا

◆ قرآن ہدایت ہے | یعنی یہ قرآن عظیم الشان ہدایت ہے جو سب طرح کی برائی بھلائی انسان کو سمجھانے کے لئے آئی ہے جو اس کو نہ مانیں وہ سخت غلیظ اور دردناک عذاب بھگتنے کے لئے تیار رہیں۔

◆ تسخیر بحر | یعنی سمندر جیسی مخلوق کو ایسا مسخر کر دیا کہ تم بے تکلف اپنی کشتیاں اور جہاز اس میں لئے پھرتے ہو۔ میلوں کی گہرائیوں کو پایاب کر رکھا ہے۔

◆ یعنی بحری تجارت کرو، یا شکار کھیلو، یا اس کی تہ میں سے موتی نکالو۔ اور یہ سب منافع و فوائد حاصل کرتے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولو۔ اس کا حق پہچانو، زبان و دل اور قلب و قالب سے شکر ادا کرو۔

◆ تسخیر ارض و سماء | یعنی اپنے حکم اور قدرت سے سب کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ یہ اسی کی مہربانی ہے کہ ایسی ایسی عظیم الشان مخلوقات انسان کی خدمت گزاری میں لگی ہوئی ہیں۔

◆ سوچنے والوں کیلئے نشانیاں | آدمی دھیان کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ چیز اس کے بس کی نہ تھی محض اللہ کے فضل اور اس کی قدرت کاملہ سے یہ اشیاء ہمارے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ تو لامحالہ ہم کو بھی کسی کے کام لگنا چاہئے وہ کام یہ ہی ہے کہ اس منعم حقیقی اور محسن علی الاطلاق کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری میں اپنی حیات مستعار کے لمحات صرف کر دیں تاکہ آئندہ چل کر ہمارا انجام درست ہو۔

◆ آیام اللہ | ”آیام اللہ“ (اللہ کے دنوں) سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ اپنے دشمنوں کو کوئی خاص سزا دے، یا اپنے فرمانبرداروں کو کسی خصوص انعام و اکرام سے سرفراز فرمائے۔ لہذا ”لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ“ سے وہ کفار مراد ہوئے جو اس کی رحمت سے ناامید اور اس کے عذاب سے بے فکر ہیں۔

◆ کفار | یعنی آپ ان سے بدلہ لینے کی فکر نہ کریں۔ اللہ پر چھوڑ دیں، وہ ان کی شرارتوں پر کافی سزا، اور مؤمنین کے صبر و تحمل اور غنودہ و درگزر کا مناسب صلہ دے گا۔

فَلِنَفْسِهِ، وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَی رَبِّكُمْ

تو اپنے واسطے اور جس نے برا کیا سواپنے حق میں ♦ پھر اپنے رب کی طرف

تُرْجَعُونَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ أَتَيْنَا بَنِي إِسْرَآءِیْلَ

بھیرے جاؤ گے ♦ اور ہم نے دی بنی اسرائیل کو

الْكِتَآبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَهُمْ مِّنَ

کتاب اور حکومت اور پیغمبری اور کھانے کو دیں

الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَهُمْ عَلَى الْعُلَمَیْنِ ﴿۱۶﴾ وَآتَيْنَهُمْ

سُخْرٰی چیزیں ♦ اور بزرگی دی ان کو ♦ جہان پر ♦ اور دیں ان کو

بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ

کھلی باتیں دین کی ♦ پھر انہوں نے پھوٹ جو ڈالی تو سمجھ

مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ

آچکنے کے بعد آپس کی ضد سے بے شک تیرا رب

يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ

فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں وہ

يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ

جھڑتے تھے ♦ پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستہ پر دین کے کام کے

فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾

سو تو اسی پر چل اور مت چل خواہشوں پر نادانوں کی ♦

یعنی بھلے کام کا فائدہ کام کرنے والے کو پہنچتا ہے۔ اللہ کو اس کی کیا ضرورت؟ اور بدی کرنے والا خود اپنے حق میں برا بیج بوری ہے۔ ایک کی برائی دوسرے پر نہیں پڑتی۔ غرض ہر شخص اپنے نفع نقصان کی فکر کر لے۔ اور جو عمل کرے یہ سمجھ کر کرے کہ اس کا سود و زیاں اسی کی ذات کو پہنچے گا۔

یعنی وہاں پہنچ کر سب برائی بھلائی سامنے آجائے گی۔ اور ہر ایک اپنی کر توت کا پھل چکھے گا۔

بنی اسرائیل کی نعمتیں | یعنی تورات دی اور سلطنت یا قوت فیصلہ یا دانائی کی باتیں یا دین کی سمجھ عطا کی، اور کس قدر کثرت سے پیغمبران میں سے اٹھائے یہ تو روحانی غذا ہوئی، جسمانی غذا دیکھو تو وہ بھی بہت افراط سے دی گئی حتیٰ کہ من و سلوی اتارا گیا۔

یعنی اس زمانہ میں سارے جہان پر ان کو فضیلت کلی حاصل تھی اور بعض فضائل جزئیہ کے اعتبار سے تو ”اس زمانہ“ کی قید لگانے کی بھی ضرورت نہیں۔

یعنی نہایت واضح اور مفصل احکام، کھلے کھلے معجزات جو دین کے باب میں بطور حجت و برہان کے پیش کیے جاتے ہیں۔

بنی اسرائیل میں فرقہ بندیاں | یعنی آپس کی ضد اور نفسانیت سے اصل کتاب کو چھوڑ کر بیشار فرقے بن گئے۔ جن کا عملی فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا اس وقت پتہ لگے گا کہ ان کا منشاء نفس پروری اور ہوا پرستی کے سوا کچھ نہ تھا۔

آنحضرت ﷺ کو تسلی و نصیحت | یعنی ان اختلافات اور فرقہ دارانہ کشمکش کی موجودگی میں ہم نے آپ کو دین کے صحیح راستہ پر قائم کر دیا تو آپ کو اور آپ کی امت کو چاہئے کہ اس راستہ پر برابر مستقیم رہے۔ کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں کی خواہشات پر نہ چلے۔ مثلاً ان کی خواہش یہ ہے کہ آپ ان کے طعن و تشنیع اور ظلم و تعدی سے بچک آ کر دعوت و تبلیغ ترک کر دیں، یا مسلمانوں میں بھی ویسا ہی اختلاف و تفریق پڑ جائے جس میں وہ لوگ خود مبتلا ہیں۔ اندریں صورت واجب ہے کہ ان کی خواہشات کو بالکل پامال کر دیا جائے۔

لَا تَنْهَمُ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَإِنَّ

وہ ہرگز کام نہ آئیں گے تیرے اللہ کے سامنے ذرا بھی اور

الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَاللَّهُ وَلِيُّ

بے انصاف ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اللہ رفیق ہے

الْمُتَّقِينَ ۝ هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى

ڈرنے والوں کا یہ سوچ کی باتیں ہیں لوگوں کے واسطے اور راہ کی

وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ

اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین لاتے ہیں کیا خیال رکھتے ہیں جنہوں نے

اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ

کماٹی ہیں برائیاں کہ ہم کر دیں گے ان کو برابر ان لوگوں کے

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ سَوَاءٌ مَّحْيَاهُمْ

جو کہ یقین لائے اور کیے بھلے کام ایک سا ہے ان کا جینا

وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ وَاللَّهُ

اور مرنے برے دعوے ہیں جو کرتے ہیں اور بنائے اللہ نے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ

آسمان اور زمین جیسے چاہیں اور تاکہ بدلہ پائے ہر

نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ أَفَرَأَيْتَ

کوئی اپنی کماٹی کا اور ان پر ظلم نہ ہوگا بھلا دیکھ تو

یعنی ان کی طرف جھکتا تم کو خدا کے ہاں کچھ کام نہ دے گا۔

متقین کا ولی اللہ ہے | یعنی منصف اور راستی پسند مسلمان، ظالم اور بے راہ روکافروں کے رفیق نہیں ہو سکتے۔ وہ تو اللہ کے مطیع بندے ہیں اور اللہ ہی ان کا رفیق و مددگار ہے۔ لازم ہے کہ اسی کی راہ چلیں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔

قرآن میں بصیرت و ہدایت | یعنی یہ قرآن بڑی بڑی بصیرت افروز حقائق پر مشتمل ہے۔ لوگوں کو کام کی باتیں اور کامیابی کی راہ بھاتا ہے۔ اور جو خوش قسمت اس کی ہدایات و نصائح پر یقین کر کے عمل پیرا ہوتے ہیں ان کے حق میں خصوصی طور پر قرآن رحمت و برکت ہے۔

کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے | یعنی اللہ تعالیٰ کی حکمت پر نظر کرتے ہوئے کیا کوئی فکندہ یہ گمان کر سکتا ہے کہ ایک بد معاش آدمی، اور ایک مرد صالح کے ساتھ خداوند تعالیٰ یکساں معاملہ کرے گا۔ اور دونوں کا انجام برابر کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ نہ اس زندگی میں دونوں برابر ہو سکتے ہیں نہ مرنے کے بعد جو حیات طیبہ مومن صالح کو یہاں نصیب ہوتی ہے اور جس نصرت اور علو و رفعت کے وعدے دنیا میں اس سے کئے گئے وہ ایک کافر بدکار کو کہاں میسر ہیں۔ اس کے لئے دنیا میں معیشت ضنک اور آخرت میں لعنت و خسران کے سوا کچھ نہیں۔ الغرض یہ دعویٰ بالکل غلط اور یہ خیال بالکل مہمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوں اور بدوں کا مرنا اور جینا برابر کر دے گا۔ اس کی حکمت اس کی متقنی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ دونوں کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ ظاہر ہو کر رہے۔ اور ہر ایک کی نیکی یا بدی کے آثار فی الجملہ یہاں بھی مشاہد ہوں اور ان کا پوری طرح مکمل معائنہ موت کے بعد ہو۔

تخلیق ارض و سما کی حکمت | یعنی زمین و آسمان کو یوں ہی بیکار پیدا نہیں کیا۔ بلکہ نہایت حکمت سے کسی خاص مقصد کے لئے بنایا ہے تا ان کے احوال میں غور کر کے لوگ معلوم کر سکیں کہ بیشک جو چیز بنائی گئی ٹھیک موقع سے بنائی اور تا اندازہ کر لیا جائے کہ ضرور ایک دن اس کارخانہ ہستی کا کوئی عظیم الشان نتیجہ نکلنے والا ہے۔ اسی کو آخرت کہتے ہیں۔ جہاں ہر ایک کو اس کی کمائی کا پھل ملے گا اور جو بویا تھا وہ بھی کاٹنا پڑے گا۔

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ

جس نے ٹھہرا لیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو اور راہ سے بچلا دیا اس کو اللہ نے (باوجودیکہ تھا) جانتا ہو جتنا

وَّخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ

اور مہر لگا دی اس کے کان پر اور دل پر اور ڈال دی اس کی آنکھ پر

غِشَاوَةً ۖ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۗ أَفَلَا

اندھیری پھر کون راہ پر لائے اس کو اللہ کے سوا سو کیا

تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا

تم غور نہیں کرتے اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں بس یہی ہے ہمارا جینا

الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْدِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ

دنیا کا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم جو مرتے ہیں سوزمانہ سے

وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا

اور ان کو کچھ خبر نہیں اس کی محض انگلیں

يُظُنُّونَ ﴿٢٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ

دور اُتاتے ہیں اور جب سنائی جائیں ان کو ہماری آیتیں کھلی کھلی

مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا اسْتُوا

اور کچھ دلیل نہیں ان کی مگر یہی کہ کہتے ہیں لے آؤ

بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ

ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو تو کہہ کہ اللہ ہی

خواہش پرست کا عبرتناک انجام | یعنی اللہ جانتا تھا کہ اس کی استعداد خراب ہے اور اسی قابل ہے کہ سیدھی راہ سے ادھر ادھر بھٹکتا پھرے۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ بد بخت علم رکھنے کے باوجود اور سمجھنے بوجھنے کے بعد گمراہ ہوا۔

جو شخص محض خواہش نفس کو اپنا حاکم اور معبود ٹھہرا لے، جدھر اس کی خواہش لے چلے ادھر ہی چل پڑے اور حق و ناحق کے جانچنے کا معیار اس کے پاس یہی خواہش نفس رہ جائے، اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ نہ کان نصیحت کی بات سنتے ہیں، نہ دل سچی بات کو سمجھتا ہے، نہ آنکھ سے بصیرت کی روشنی نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ جس کو اس کی کروت کی بدولت ایسی حالت پر پہنچا دے، کوئی طاقت ہے جو اس کے بعد اسے رہ پر لے آئے۔

دہریت کا باطل عقیدہ | یعنی اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی دوسری زندگی نہیں۔ بس یہ ہی ایک جہان ہے جس میں ہمارا مرنے اور جینا ہے۔ جیسے بارش ہونے پر سبزہ زمین سے آگاہ، خشکی ہوئی تو سوکھ کر ختم ہو گیا۔ یہ ہی حال آدمی کا سمجھو، ایک وقت آتا ہے پیدا ہوتا ہے۔ پھر معین وقت تک زندہ رہتا ہے۔ آخر زمانہ کا چکر اسے ختم کر دیتا ہے۔ یہ ہی سلسلہ موت و حیات کا دنیا میں چلتا رہتا ہے۔ آگے کچھ نہیں۔

ان عقیدوں کی بنیاد محض انکل ہے | یعنی زمانہ نام ہے دہر کا۔ وہ کچھ کام کرنے والا نہیں۔ کیونکہ نہ اس میں حس ہے نہ شعور نہ ارادہ، لامحالہ وہ کسی اور چیز کو کہتے ہوں گے جو معلوم نہیں ہوتی لیکن دنیا میں اس کا تصرف چلتا ہے۔ پھر اللہ ہی کو کیوں نہ کہیں جس کا وجود اور تصرف علی الاطلاق ہونا دلائل فطریہ اور براہین عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور زمانہ کا الٹ پھیر اور رات دن کا ادل بدل کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔

زمانے کو برا نہ کہو | اسی معنی سے حدیث میں بتلایا گیا کہ دہر اللہ ہے اس کو برا نہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ جب آدمی دہر کو برا کہتا ہے اسی نیت سے کہتا ہے کہ حوادث دہر اس کی طرف منسوب ہیں حالانکہ تمام حوادث دہر اللہ کے ارادے اور مشیت سے ہیں تو دہر کی برائی کرنے سے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہوتی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

یعنی جب قرآن کی آیات یا بعث بعد الموت کی دلائل اس کو سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ میں کسی دلیل کو نہیں مانوں گا۔ بس اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھا دو۔ تب ہم تسلیم کریں گے کہ بیشک موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حق ہے۔

يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَى يَوْمِ

جلاتا ہے تم کو پھر مارے گا تم کو پھر اکٹھا کرے گا تم کو قیامت کے

الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

دن تک اس میں کچھ شک نہیں پر بہت لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ۚ وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

نہیں سمجھتے اور اللہ ہی کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُخْسِرُ الْمُبْطِلُونَ ۚ

اور جس دن قائم ہوگی قیامت اس دن خراب ہوں گے جھوٹے

وَنَرَى كُلَّ أُمَّةٍ جَائِيَةٍ قَدْ كُلُّ أُمَّةٍ تَدْعَى

اور تو دیکھے ہر فرقہ کو کہ بیٹھے ہیں گھٹنوں کے بل ہر فرقہ بلایا جائے

إِلَى كِتَابِهَا ۚ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ

اپنے اپنے دفتر کے پاس آج بدلہ پاؤ گے جیسا تم کرتے تھے

هَذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّا

یہ ہمارا دفتر ہے بولتا ہے (بتلاتا ہے) تمہارے کام ٹھیک ہم

كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ فَأَمَّا

لکھواتے جاتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے سو جو

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ

لوگ یقین لائے ہیں اور بھلے کام کیے سوان کو داخل کرے گا

یعنی جس نے ایک مرتبہ زندہ کیا پھر مارا، اسے کیا مشکل ہے کہ دوبارہ زندہ کر کے سب کو ایک جگہ اکٹھا کر دے۔

اس دن ذلیل و خوار ہو کر پتہ لگے گا کہ کس دھوکہ میں پڑے ہوئے تھے۔

آخرت کے احوال | یعنی خوف و ہیبت سے۔

اعمال نامے | یعنی اعمال نامہ کی طرف بلایا جائے گا کہ آؤ اس کے موافق حساب دو۔ آج ہر ایک کو اسی کا بدلہ ملے گا۔ جو اس نے دنیا میں کمایا تھا۔

یعنی جو کام کئے تھے یہ اعمال نامہ ٹھیک ٹھیک وہ ہی بتلاتا ہے۔ ذرہ بھر کی بیشی نہیں۔

ضبط اعمال | یعنی ہمارے علم میں تو ہر چیز ازل سے ہے۔ مگر ضابطہ میں ہمارے فرشتے لکھنے پر مامور تھے ان کی لکھی ہوئی مکمل رپورٹ آج تمہارے سامنے ہے۔

رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۳۰﴾

ان کا رب اپنی رحمت میں یہ جو ہے یہی ہے صریح مراد یعنی

وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَاَقْلَمُوا نَكْرًا ۚ تَتْلُو

اور جو منکر ہوئے (ان سے پوچھیں) کیا تم کو سنائی نہ جاتی تھیں باتیں

عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿۳۱﴾

میری پھر تم نے غرور کیا اور ہو گئے تم لوگ گنہگار

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ وَالسَّاعَةُ

اور جب کہیے (کہتے) کہ وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور قیامت میں

لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ ۚ

کچھ شبہ نہیں تم کہتے تھے ہم نہیں سمجھتے کیا ہے قیامت

إِنْ نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُتَّقِينَ ﴿۳۲﴾

ہم کو آتا تو ہے ایک خیال سا اور ہم کو یقین نہیں ہوتا

وَبَدَّاهُمْ سَبَابًا ۚ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا

اور کھل جائیں ان پر برائیاں ان کاموں کی جو کہتے تھے اور الٹ پڑے ان پر وہ چیز

كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۳﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسِفُكُمْ

جس پر ٹھٹھا کرتے تھے اور حکم ہوگا کہ آج ہم تم کو بھلا دیں گے

كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ

جیسے تم نے بھلا دیا تھا اپنے اس دن کی ملاقات کو اور گھر تمہارا دوزخ ہے

یعنی جنت میں جہاں اعلیٰ درجہ کی رحمت اور ہر قسم کی مہربانیاں ہوں گی۔

یعنی ہماری طرف سے نصیحت و فہمائش اور اتمام حجت کا کوئی دقیقہ اٹھا کر نہ رکھا گیا۔ اس پر بھی تمہارے غرور کی گردن نیچی نہ ہوئی۔ آخر کچے مجرم بن کر رہے۔ یا ”وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ۔“ کا مطلب یہ لیا جائے کہ تم پہلے ہی سے جرائم پیشہ تھے۔

قیامت کا انکار | یعنی ہم نہیں جانتے قیامت کیسی ہوتی ہے۔ تم جو کچھ قیامت کے عجیب و غریب احوال بیان کرتے ہو ہم کو کسی طرح ان کا یقین نہیں ہوتا۔ یوں سنی سنائی باتوں سے کچھ ضعیف سا امکان اور دھندلا سا خیال کبھی آجائے وہ دوسری بات ہے۔

یعنی جب قیامت آئے گی ان کی تمام بدکاریاں اور ان کے نتائج سامنے آجائیں گے اور عذاب وغیرہ کی دھمکیوں کا جو مذاق اڑایا کرتے تھے وہ خود ان ہی پر الٹ پڑے گا۔

منکرین کو یاد نہیں رکھا جائے گا | یعنی دنیا میں تم نے آج کے دن کو یاد نہ رکھا تھا۔ آج ہم تم کو مہربانی سے یاد نہ کریں گے۔ ہمیشہ کے لئے اسی طرح عذاب میں پڑا چھوڑ دیں گے۔ جیسے تم نے اپنے کو دنیا کے مزدوں میں پھنسا کر چھوڑ دیا تھا۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿٣٣﴾ ذِكْرُكُمْ بِأَنكُمُ اتَّخَذْتُمْ

اور کوئی نہیں تمہارا مددگار یہ تم پر اس واسطے کہ تم نے پکارا اللہ کی

آيَةُ اللَّهِ هُزُؤًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ج

باتوں کو ٹھٹھا اور بھگے رہے دنیا کی زندگی پر

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٣٥﴾

سو آج نہ ان کو نکالنا منظور ہے وہاں سے اور نہ ان سے مطلوب ہے توبہ

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ

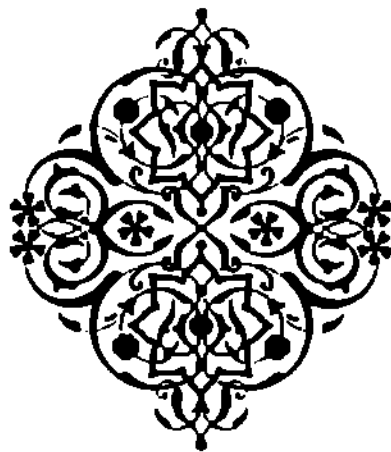
سو اللہ ہی کے واسطے ہے سب خوبی جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا رب

الْعَالَمِينَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَ

سارے جہان کا اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور

الْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣٧﴾

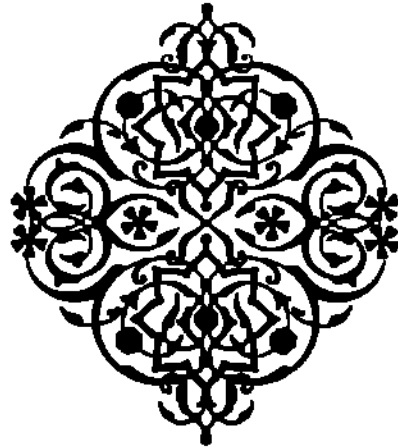
زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا



یعنی دنیا کے مزدوں میں پڑ کر خیال ہی نہ کیا کہ یہاں سے کبھی جانا اور خدا کے سامنے پیش ہونا بھی ہے اور اگر کبھی کچھ خیال آیا بھی تو یوں سمجھ کر دل کی تسلی کر لی کہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے مقابل ہیں، وہاں بھی ہمارا یہی زور رہے گا۔

دائمی عذاب | یعنی نہ ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا نہ موقع دیا جائے گا کہ وہ اب خدا کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

کبریائی صرف اللہ کیلئے ہے | چاہئے آدمی اسی کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے احسانات و انعامات کی قدر کرے۔ اس کی ہدایات پر چلے، سب کو چھوڑ کر اسی کی خوشنودی حاصل کر نیکی فکر رکھے۔ اور اس کی بزرگی و عظمت کے سامنے ہمیشہ باختیار خود مطیع و منقاد رہے۔ کبھی سرکشی و تمرد کا خیال دل میں نہ لائے۔ حدیث قدسی میں ہے۔ "الْكِبْرِيَاءُ رِذَائِي وَالْعِظْمَةُ إِزَارِي لِمَنْ نَازَعَنِي وَاجِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ" (کبریائی میری چادر اور عظمت میرا تہ بند ہے۔ لہذا جو کوئی ان دونوں میں سے کسی میں مجھ سے منازعت اور کشمکش کرے گا، میں اسے اٹھا کر آگ میں پھینک دوں گا) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مَطِيعِينَ لَامِرِكَ وَجِنَّا غَضَبِكَ وَفِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اِنَّكَ سَمِيعٌ قَرِيبٌ مُّجِيبُ الدَّعَوَاتِ۔ تَمَّ سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ بِعَوْنِهِ وَصَوْنِهِ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمُنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ۔



آيَاتُهَا ۳۵ ﴿۳۶﴾ سُورَةُ الْأَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ (۶۶) ﴿رُكُوعَاتُهَا ۲﴾

سورۃ احقاف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حَمْدٌ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝

حَمْدُ امارنا کتاب کا ہے اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے

مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا

ہم نے جو بنائے آسمان اور زمین اور جو ان کے بیچ میں ہے

بِالْحَقِّ وَاجِلٍ مُّسَمًّى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا

سو ٹھیک کام پر اور ایک ٹھہرے وعدہ پر اور جو لوگ منکر ہیں

أَنْذَرُوا مُعْرِضُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ

ڈرکوں کو منہ پھیر لیتے ہیں تو کہہ بھلا دیکھو تو جن کو تم پکارتے ہو

مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ

اللہ کے سوا دکھلاؤ تو مجھ کو انہوں نے کیا بنایا زمین میں

أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ ۖ إِيْتُونِي بِكِتَابٍ مِّنْ

یا ان کا کچھ سا جہاں آسمانوں میں لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے

قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

پہلے یا کوئی علم جو چلا آتا ہو اگر ہو تم سچے

سورۃ الاحقاف

کائنات کی تخلیق کا مقصد | یعنی آسمان وزمین، اور یہ سب کارخانہ اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں بنایا۔ بلکہ کسی خاص غرض و مقصد کے لئے پیدا کیا ہے جو ایک معین میعاد اور ٹھہرے ہوئے وعدہ تک یوں ہی چلتا رہے گا تا آنکہ اس کا نتیجہ ظاہر ہو اسی کو آخرت کہتے ہیں۔

کفار کا اعراض | یعنی برے انجام سے ڈرتے نہیں، اور آخرت کی تیاری نہیں کرتے۔ جب آخرت کی بات سنی ایک کان سنی دوسرے کان نکال دی۔

ان معبودوں نے کیا پیدا کیا | یعنی خداوند قدوس نے تو آسمان وزمین اور کل مخلوقات بنائی کیا سچے دل سے کہہ سکتے ہو کہ زمین کا کوئی ٹکڑا یا آسمان کا کوئی حصہ کسی اور نے بھی بنایا ہے یا بنا سکتا ہے۔ پھر ان کو خدا کے ساتھ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیوں پکارا جاتا ہے۔

اپنے شرک کی دلیل لاؤ | یعنی اگر اپنے دعوائے شرک میں سچے ہو تو کسی آسمانی کتاب کی سند لاؤ یا کسی ایسے علمی اصول سے ثابت کرو جو عقلاء کے نزدیک مسلم چلا آتا ہو جس چیز پر کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہ ہو آخر اسے کیونکر تسلیم کیا جائے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ

اور اس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوا ایسے کو کہ

لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ

نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک اور ان کو خبر نہیں

دُعَائِهِمْ غَفِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ

ان کے پکارنے کی اور جب لوگ جمع ہوں گے وہ ہوں گے ان کے

أَعْدَاءٌ وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝ وَإِذَا تُنْتَلَا

دُشمن اور ہوں گے ان کے پوجنے سے منکر اور جب سنائی جائیں

عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ

ان کو ہماری باتیں مکمل مکمل کہتے ہیں منکر سچی بات کو

لَمَّا جَاءَهُمْ هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ أَمْ يَقُولُونَ

جب ان تک پہنچی یہ جادو ہے سرتع کیا کہتے ہیں

أَفْتَرَاهُ ۚ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنْ

یہ بنالایا ہے تو کہہ اگر میں بنالایا ہوں تو تم میرا بھلا نہیں کر سکتے

اللَّهُ شَيْئًا ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ كَفَىٰ بِهِ

اللہ کے سامنے ذرا بھی اس کو خوب خبر ہے جن باتوں میں تم لگ رہے ہو وہ کافی ہے

شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

حق بتانے والا میرے اور تمہارے بیچ اور وہی ہے بخشنے والا مہربان

سب سے بڑی گمراہی شرک ہے | یعنی اس سے بڑی حماقت اور گمراہی کیا ہوگی کہ خدا کو چھوڑ کر ایک ایسی بے جان یا بے اختیار مخلوق کو اپنی حاجت برآری کے لئے پکارا جائے جو اپنے مستقل اختیار سے کسی کی پکار کو نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ان کو پکارنے کی خبر بھی ہو۔ پتھر کی صورتوں کا تو کہنا ہی کیا، فرشتے اور پیغمبر بھی وہی بات سن سکتے اور وہی کام کر سکتے ہیں جس کی اجازت اور قدرت حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔

کفار کے معبودوں کی بیزاری | یعنی محشر میں جبکہ امداد و اعانت کی زیادہ حاجت ہوگی۔ یہ بیچارے معبود اپنے عابدین کی مدد تو کیا کر سکتے۔ ہاں دشمن بن کر ان کے مقابل کھڑے ہو گئے اور سخت بیزاری کا اظہار کریں گے بلکہ یہاں تک کہہ دیں گے کہ ”مَا كَانُوا آيَاتَنَا يَعْبُدُونَ“ (قصص۔ رکوع ۷) یہ لوگ ہماری پرستش کرتے ہی نہ تھے اس وقت سوچو کیسی حسرت و ندامت کا سامنا ہوگا۔

یعنی ان لوگوں کوئی الحال انجام کی کچھ فکر نہیں کسی نصیحت و فہمائش پر کان نہیں دھرتے بلکہ جب قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اسے جادو کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔

قرآن کو اپنی طرف سے گھڑنے کا الزام | یعنی جادو کہنے سے زیادہ قبیح و شنیع ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید آپ ﷺ خود بتلائے ہیں اور جھوٹ طوفان خدا کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

الزام کا جواب | یعنی خدا پر جھوٹ لگانا انتہائی جرم ہے اگر بفرض محال میں ایسی جسارت کروں تو گویا جان بوجھ کر خود کو اللہ کے غضب اور اس کی سخت ترین سزا کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ بھلا خیال کرو جو شخص ساری عمر بندوں پر جھوٹ نہ لگائے اور ذرا ذرا سے معاملہ میں اللہ کے خوف سے کانپتا ہو، کیا وہ ایک دم بیٹھے بٹھائے اللہ پر جھوٹ طوفان باندھ کر اپنے کو ایسی عظیم ترین آفت و مصیبت میں پھنسائے گا۔ جس سے بچانے والی اور پناہ دینے والی کوئی طاقت دنیا میں موجود نہیں۔ اگر میں جھوٹ سچ بنا کر فرض کروں تو تمہیں اپنا تابع کر لوں تو کیا تم خدا کے غضب و قہر سے جو جھوٹے مدعیان نبوت پر ہوتا ہے، مجھ کو نجات دے سکو گے؟ اور جب اللہ مجھ کو برائی پہنچانا چاہے گا، تم میرا کچھ بھلا کر سکو گے؟ آخر میرے چہل سالہ حالات و سوانح سے اتنا تو تم بھی جانتے ہو کہ میں اس قدر بے خوف اور بیباک نہیں ہوں اور نہ ایسا بے عقل ہوں کہ بعض انسانوں کو خوش کر کے خداوند قدوس کا غصہ مول لوں۔ بہر حال اگر میں معاذ اللہ کاذب و مفتری ہوں تو اس کا وبال مجھ پر پڑے گا۔

یعنی جو باتیں تم نے شروع کر رکھی ہیں اللہ ان کو بھی خوب جانتا ہے۔ لہذا لغو اور دور از کار خیالات چھوڑ کر اپنے انجام کی فکر کرو۔ اگر خدا کے سچے رسول کو جھوٹا اور مفتری کہا تو سمجھ لو اس کا حشر کیا ہوگا۔ خدا پر میری اور تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ وہ اپنے علم صحیح و محیط کے موافق ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرے گا۔ میں اسی کو اپنے اور تمہارے درمیان گواہ ٹھہراتا ہوں وہ اپنے قول و فعل سے بتلا رہا ہے اور آئندہ بتلا دے گا کہ کون حق پر ہے اور کون جھوٹ بول رہا، افتراء کر رہا ہے۔

یعنی اب بھی باز آؤ تو بخشنے جاؤ۔ اور یہ بھی اس کی مہربانی اور بردباری سمجھو کہ باوجود جرائم پر مطلع ہونے اور کامل قدرت رکھنے کے تم کو فوراً ہلاک نہیں کر دیتا۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِى مَا

تو کہہ میں کچھ نیا رسول نہیں آیا ♦ اور مجھ کو معلوم نہیں کیا

يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ؕ إِن أَتَّبِعْ إِلَّا مَا يُوْعَىٰ

ہوتا ہے مجھ سے اور تم سے میں اسی پر چلتا ہوں جو حکم آتا ہے

إِلَىٰ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن

مجھ کو اور میرا کام تو یہی ہے ڈر سنا دینا کھول کر ♦ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر

كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

یہ آیا ہو اللہ کے یہاں سے اور تم نے اس کو نہیں مانا اور گواہی دے چکا ایک گواہ

مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمَّنَ وَ

بنی اسرائیل کا ایک ایسی کتاب کی پھر وہ یقین لایا اور

اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ إِنَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

تم نے غرور کیا بے شک اللہ راہ نہیں دیتا گنہگاروں کو ♦

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا

اور کہنے لگے منکر ایمان والوں کو اگر یہ دین بہتر ہوتا تو

سَبَقُونَا إِلَيْهِ ؕ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَيَقُولُونَ

یہ نہ دوڑتے اس پر ہم سے پہلے ♦ اور جب راہ پر نہیں آئے اس کے بتلانے سے تو یہ اب کہیں گے

هَذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ۝ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ

یہ جھوٹ ہے بہت پرانا ♦ اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی تھی

◆ میں نیا رسول نہیں ہوں | یعنی میری باتوں سے اس قدر بدکتے کیوں ہو؟ میں کوئی انوکھی چیز لے کر تو نہیں آیا۔ مجھ سے پہلے بھی دنیا میں سلسلہ نبوت و رسالت کا جاری رہا ہے۔ وہی میں کہتا ہوں کہ ان سب رسولوں کے بعد مجھ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے جس کی خبر پہلے رسول دیتے چلے آئے ہیں۔ اس حیثیت سے بھی یہ کوئی نئی بات نہ رہی۔ بلکہ بہت پرانی بشارات کا مصداق آج سامنے آگیا۔ پھر اس کے ماننے میں اشکال کیا ہے۔

◆ میرا کام خبردار کرنا ہے | یعنی مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ میرے کام کا آخری نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ میرے ساتھ اللہ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ نہ میں اس وقت پوری پوری تفصیل اپنے اور تمہارے انجام کے متعلق بتلا سکتا ہوں کہ دنیا اور آخرت میں کیا کیا صورتیں پیش آئیں گی۔ ہاں ایک بات کہتا ہوں کہ میرا کام صرف وحی الہی کا اتباع اور حکم خداوندی کا امتثال کرنا اور کفر و عصیان کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کر دینا ہے۔ آگے چل کر دنیا یا آخرت میں میرے اور تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آئے گا اس کی تمام تفصیلات فی الحال میں نہیں جانتا نہ اس بحث میں پڑنے سے مجھے کچھ مطلب۔ بندہ کا کام نتیجہ سے قطع نظر کر کے مالک کے احکام کی تعمیل کرنا ہے اور بس۔

◆ آنحضرت ﷺ کی نبوت پر حضرت موسیٰؑ کی شہادت | اس زمانہ میں عرب کے جاہل مشرک بنی اسرائیل کے علم و فضل سے مرعوب تھے۔ جب حضور ﷺ کی نبوت کا چرچا ہوا تو مشرکین نے اس باب میں علمائے بنی اسرائیل کا عندیہ لینا چاہا۔ غرض یہ تھی کہ وہ لوگ آپ ﷺ کی تکذیب کر دیں تو کہنے کو ایک بات ہاتھ آجائے کہ دیکھو اہل علم اور اہل کتاب بھی انکی باتوں کو جھوٹا کہتے ہیں۔ مگر اس مقصد میں مشرکین ہمیشہ ناکام رہے۔ خدا تعالیٰ نے ان ہی بنی اسرائیل کی زبانوں سے حضور ﷺ کی تصدیق و تائید کرائی۔ نہ صرف اتنی بات سے کہ وہ لوگ بھی قرآن کی طرح تورات کو آسمانی کتاب اور آنحضرت ﷺ کی طرح حضرت موسیٰؑ کو پیغمبر کہتے تھے اور اس طرح حضور ﷺ کا دعوائے رسالت اور قرآن کی وحی کوئی انوکھی چیز نہیں رہتی بلکہ اس طرح کہ بعض علمائے یہود نے صریحاً اقرار کیا اور گواہی دی کہ بیشک ہمارے ہاں اس ملک (عرب) سے ایک عظیم الشان رسول اور کتاب کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور یہ رسول وہی معلوم ہوتا ہے اور یہ کتاب اسی طرح کی ہے جس کی خبر دی گئی تھی۔ علمائے یہود کی پیشینگوئیاں | علمائے یہود کی یہ شہادتیں فی الحقیقت ان پیشین گوئیوں پر مبنی تھیں۔ جو باوجود ہزار ہا تحریف و تبدل کے آج بھی تورات وغیرہ میں موجود چلی آتی ہیں۔ جن سے ہویدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا سب سے بڑا گواہ (حضرت موسیٰؑ علیہ السلام) ہزاروں برس پہلے خود گواہی دے چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے اقارب اور بھائیوں (بنی اسمعیل) میں سے اسی کی مثل ایک رسول آنے والا ہے۔ ”إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا“ (الزلزلہ - رکوع ۱) یہی سبب تھا کہ بعض منصف و حق پرست احبار یہود مثلاً عبد اللہ بن سلام وغیرہ حضور ﷺ کا چہرہ دیکھتے ہی اسلام لے آئے اور بول اٹھے کہ ”إِنَّ هَٰذَا الْوَجْهَ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ“ (یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں) انہوں نے قرآن جیسی واضح الاعجاز کتاب کے حق ہونے کی گواہی دی۔ پھر جب موسیٰؑ علیہ السلام ایک چیز پر وقوع سے ہزاروں برس پہلے ایمان رکھیں، علمائے یہود اس کے صدق کی گواہی دیں، بعض احبار یہود زبانی قلبی شہادت دیکر مشرف باسلام ہو جائیں، اور ان سب شہادتوں کے باوجود تم اپنی شنی اور غرور سے اس کو قبول نہ کرو تو سمجھ لو اس سے بڑھ کر ظلم اور گناہ کیا ہوگا۔ اور ایسے ظالم اور گنہگار کی نجات و فلاح کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

◆ یعنی کمزور ذلیل اور لونڈی غلام مسلمان ہوتے ہیں۔ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو بہتر لوگ اس کی طرف جھپٹتے۔ کیا یہ چیز اچھی ہوتی تو اس کے حاصل کرنے میں ہم جیسے عقل مند اور عزت و دولت والے ان لونڈی غلاموں سے پیچھے رہ جاتے۔

◆ یعنی ہمیشہ کچھ لوگ ایسی باتیں بناتے چلے آئے ہیں۔ شاید یہ جواب ہوگا ”وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَآءَ يَلِّ“ اور ”مَا كُنْتُ بِذِغَابٍ مِّنَ الرُّسُلِ“ کا۔

إِمَامًا وَرَحْمَةً، وَهَذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ لِّسَانًا

راہ ڈالنے والی اور رحمت
اور یہ کتاب ہے اس کی تصدیق کرتی ♦ عربی

عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ وَلِبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ۝۱۲

زبان میں تاکہ ڈر سنائے گنہگاروں کو اور خوش خبری نیکی والوں کو

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ

مقرر جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر ثابت (قائم) قدم رہے تو نہ ڈرے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝۱۳ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ

ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ♦ وہ لوگ ہیں بہشت والے

خَالِدِينَ فِيهَا، جزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۴ وَ

سدا رہیں گے اس میں بدلہ ہے ان کاموں کا جو کرتے تھے ♦ اور

وَصَبَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ

ہم نے حکم کر دیا انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا ♦ پیٹ میں رکھا اس کو

أُمُّهُ كُرْهًا ۖ وَوَضَعْتَهُ كُرْهًا ۖ وَحَمَلُهُ وَفِصْلُهُ

اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنما اس کو تکلیف سے ♦ اور حمل رہنا اس کا اور دودھ چھوڑنا

ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ ۖ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ

تیس مہینے میں ہے ♦ یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہنچ گیا چالیس

سَنَةً ۖ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي

برس کو ♦ کہنے لگا اے رب میرے میری قسمت میں کر کہ شکر کروں تیرے احسان کا جو

کفار کے اعتراضات کا جواب | یعنی یہ پرانا جھوٹ نہیں، بلکہ بہت پرانا سچ ہے۔ نزول قرآن سے سینکڑوں برس پہلے تورات نے بھی اصولی تعلیم یہ ہی دی تھی جس کی انبیاء و اولیاء اقتداء کرتے رہے۔ اور اس نے پیچھے آنے والی نسلوں کے لئے اپنی تعلیمات و بشارات سے راستی و ہدایت کی راہ ڈال دی اور رحمت کے دروازے کھول دیئے اب قرآن اترتا تو اس کو سچا ثابت کرتا ہوا۔ غرض دونوں کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور یہی حال دوسری کتب سماویہ کا ہے۔

اس طرح کی آیت ”حَمَّ السَّجْدَہ“ چوبیسویں پارہ میں گزر چکی ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔
یعنی اپنے نیک کاموں کے سبب حق تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ بہشت میں رہیں گے۔

والدین کے حقوق | قرآن میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کا حق بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ موجد حقیقی تو اللہ ہے لیکن عالم اسباب میں والدین اولاد کے وجود کا سبب ظاہری اور حق تعالیٰ کی شان ربوبیت کا مظہر خاص بنتے ہیں۔ یہاں بھی پہلے ”إِنَّ الْإِنْسَانَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفَامُوا“ میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذکر تھا۔ اب والدین کا حق بتلادیا۔ یعنی انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، ان کی تعظیم و محبت اور خدمت گزاری کو اپنی سعادت سمجھے۔ دوسری جگہ بتلایا ہے کہ اگر والدین مشرک ہوں تب بھی ان کے ساتھ دنیا میں معاملہ اچھا رکھنا چاہئے۔ خصوصاً ماں کی خدمت گزاری کہ بعض وجوہ سے اس کا حق باپ سے بھی فائق ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اس پر دال ہیں۔

بچے کیلئے ماں کی صعوبتیں | یعنی حمل جب کئی مہینہ کا ہو جاتا ہے اس کا ثقل محسوس ہونے لگتا ہے اس حالت میں اور تولد کے وقت ماں کیسی کیسی صعوبتیں برداشت کرتی ہے۔ پھر دودھ پلاتی اور برسوں تک اس کی ہر طرح نگہداشت رکھتی ہے۔ اپنی آسائش و راحت کو اس کی آسائش و راحت پر قربان کر دیتی ہے۔ باپ بھی بڑی حد تک ان تکلیفوں میں شریک رہتا اور سامان تربیت فراہم کرتا ہے۔ بیشک یہ سب کام فطرت کے تقاضے سے ہوتے ہیں مگر اسی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ اولاد ماں باپ کی شفقت و محبت کو محسوس اور ان کی محنت و ایثار کی قدر کرے۔ تنبیہ | حدیث میں ماں کی خدمت گزاری کا تین مرتبہ حکم فرما کر باپ کی خدمت گزاری کا ایک مرتبہ حکم فرمایا ہے۔ لطف یہ ہے کہ آیہ ہذا میں والد کا ذکر صرف ایک مرتبہ لفظ ”وَالْإِنْسَانُ“ میں ہوا۔ اور والدہ کا تین مرتبہ ذکر آیا لفظ ”وَالْإِنْسَانُ“ میں، پھر ”حَمَلَتْهُ أُمُّهُ“ میں، پھر ”وَضَعَتْهُ“ میں۔

شاید یہ بطور عادت اکثر یہ کہ فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”لڑکا اگر قوی ہو تو اکیس مہینہ میں دودھ چھوڑتا ہے اور نو مہینے میں حمل کے۔“ یا یوں کہو کہ کم از کم مدت حمل چھ مہینے ہیں اور دو برس میں عموماً بچوں کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے اس طرح کل مدت تین مہینے ہوئے۔ مدت رضاع کا اس سے زائد ہونا نہایت قلیل و نادر ہے۔
چالیس برس کی عمر میں عموماً انسان کی عقلی اور اخلاقی قوتیں پختہ ہو جاتی ہیں اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت چالیس برس سے پہلے نہ ہوتی تھی۔

أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا

تو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں نیک کام

تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ

جس سے تو راضی ہو اور مجھ کو دے نیک اولاد میری میں نے توہ کی

إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

تیری طرف اور میں ہوں حکم بردار ♦ یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم

نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ

قبول کرتے ہیں بہتر سے بہتر کام جو کئے ہیں اور معاف کرتے ہیں ہم برائیاں ان کی

فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَدَ الصَّادِقُ الَّذِي كَا نُوا

رہنے والے جنت کے لوگوں میں سچا وعدہ جوان سے

يُوعِدُونَ ۝ وَالَّذِي قَالَ لِيُوالِدَيْهِ أُتِيَ لَكُمْ

کیا جاتا تھا ♦ اور جس شخص نے کہا اپنے ماں باپ کو میں بیزار ہوں تم سے ♦

أَتَعِدُنِيَّ أَنْ أُخْرِجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي ۚ

کیا مجھ کو وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا قبر سے اور گزر چکی ہیں بہت جماعتیں مجھ سے پہلے ♦

وَهُمَا يَسْتَغِيثُ اللَّهَ وَيُكَفِّرُ عَنْهُ ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ

اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے کہ اے خدائی تیری تو ایمان لے آ بے شک وعدہ اللہ کا

حَقٌّ ۚ فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝

نیک ہے ♦ پھر کہتا ہے یہ سب نقلیں (کہانیاں) ہیں پہلوں کی ♦

◆ ایک دعا کی تعلیم | یعنی سعادتمند آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جو احسانات اللہ تعالیٰ کے اس پر اور اس کے ماں باپ پر ہو چکے ان کا شکر ادا کرنے اور آئندہ نیک عمل کرنے کی توفیق خدا سے چاہے اور اپنی اولاد کے حق میں بھی نیکی کی دعا مانگے۔ جو کوتاہی حقوق اللہ یا حقوق العباد میں رہ گئی ہو، اس سے توبہ کرے اور ازراہ تواضع و بندگی اپنی مخلصانہ عبودیت و فرمانبرداری کا اعتراف کرے۔

حضرت ابو بکرؓ کی ایک خصوصیت | تنبیہ | صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ خود ان کو، ان کے ماں باپ کو اور اولاد کو ایمان کے ساتھ محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف میسر ہوا۔ دیگر صحابہ میں یہ خصوصیت کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔

◆ یعنی ایسے بندوں کی نیکیاں قبول اور کوتاہیاں معاف ہوتی ہیں۔ اور ان کا مقام اللہ کے سچے وعدہ کے موافق جنت میں ہے۔

◆ نافرمان اولاد | سعادتمند اولاد کے مقابلہ میں یہ بے ادب، نافرمان، اور تالائق اولاد کا ذکر فرمایا کہ ماں باپ اس کو ایمان کی بات سمجھاتے ہیں، وہ نہیں سمجھتا نہایت گستاخانہ خطاب کر کے ایذا پہنچاتا ہے۔

◆ انکار بعث بعد الموت | یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی دھمکیوں سے میں نہیں ڈرتا۔ بھلا کتنی قومیں اور جماعتیں مجھ سے پہلے گزر چکی ہیں۔ کوئی شخص بھی ان میں سے اب تک دوبارہ زندہ ہو کر واپس آیا؟ لوگ ہمیشہ سے یونہی سنتے چلے آتے ہیں مگر آج تک تو اس خبر کا تحقق ہوا نہیں۔ پھر میں کیونکر اعتبار کر لوں۔

◆ یعنی اسکی گستاخیوں پر ایک طرف اللہ سے فریاد کرتے اور دعا مانگتے ہیں کہ اسے قبول حق کی توفیق ملے اور دوسری طرف اس کو سمجھاتے ہیں کہ کم بخت تیرا ستیا ناس! اب بھی باز آ جا! دیکھ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے بعث بعد الموت کی جو خبر اس نے دی ہے ضرور اپنے وقت پر پوری ہو کر رہے گی۔ اس وقت تیرا یہ انکار رنگ لائے گا۔

◆ یعنی ایسی کہانیاں بہت سنی ہیں۔ پرانے وقتوں کے قصے اسی طرح مشہور ہو جاتے ہیں اور واقع میں ان کا مصداق کچھ نہیں ہوتا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمِّ قَدْ خَلَتْ

یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر ثابت ہوئی بات عذاب کی شامل اور فرقوں میں جو گزر چکے ہیں

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنَّهُمْ كَانُوا

ان سے پہلے جنوں کے اور آدمیوں کے ♦ بے شک وہ تھے

خَسِرِينَ ﴿١٨﴾ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا وَلِيُوفيَهُمْ

ٹوٹے میں پڑے ♦ اور ہر فرقہ کے کئی درجے ہیں اپنے کئے کاموں کے موافق ♦ اور تاکہ پورے دے ان کو

أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ

کام ان کے اور ان پر ظلم نہ ہوگا ♦ اور جس دن لائے جائیں گے

الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبَتْكُمْ طَبِئَتِكُمْ فِي

منکر آگ کے کنارہ پر ضائع کیے تم نے اپنے مزے

حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا، فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ

دنیا کی زندگی میں اور ان کو برت چکے ♦ اب آج سزا پاؤ گے

عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي

ذلت کا عذاب بدلہ اس کا جو تم غرور کرتے تھے

الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿٢٠﴾ وَادْكُرُوا

ملک میں ناحق اور اس کا جو تم نافرمانی کرتے تھے ♦ اور یاد کر

أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتْ

عاد کے بھائی کو ♦ جب ڈرایا اپنی قوم کو ♦ احقاف میں ♦ اور گزر چکے تھے

بد بختوں کیلئے جہنم یقینی ہے | ”عذاب کی بات“ وہ ہی ہے۔ ”لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“ (السجدہ۔ رکوع ۲۷) یعنی جس طرح بہت سی جماعتیں جنوں اور آدمیوں کی ان سے پہلے جہنم کی مستحق ہو چکی ہیں، یہ بد بخت بھی ان ہی میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہر آدمی کے دل میں فطری طور پر جو بیج ایمان و سعادت کا بکھیرا تھا وہ بھی ان بد بختوں نے ضائع کر دیا۔ اس سے زیادہ ٹوٹا اور خسارہ کیا ہو گا کہ کوئی شخص تجارت میں بجائے منافع حاصل کرنے کے رأس المال کو بھی اپنی غفلت و حماقت سے ضائع کر بیٹھے۔

اہل جنت و دوزخ کے درجات | یعنی اعمال کے تفاوت کی وجہ سے اہل جنت کے کئی درجے ہیں اور اسی طرح اہل دوزخ کے بھی۔

نہ کسی نیکی کا ثواب کم کیا جائے گا نہ کسی جرم کی سزا حد مناسب سے زائد کی جائے گی۔
کافروں کے نیک کام | کافر کے کسی نیک کام میں ایمان کی روح نہیں ہوتی۔ محض صورت اور ڈھانچہ نیکی کا ہوتا ہے۔ ایسی قانی نیکیوں کا اجر بھی قانی ہے جو اسی زندگی میں مال، اولاد، حکومت، تندرستی، عزت و شہرت وغیرہ کی شکل میں مل جاتا ہے۔ اس کو فرمایا کہ تم اپنی صوری نیکیوں کے مزے دنیا میں لے چکے اور وہاں کی لذتوں سے تمتع کر چکے۔ جو عیش و آرام ایمان لانے کی تقدیر پر آخرت میں ملتا، گویا اس کی جگہ بھی دنیا میں مزے اڑا لئے۔ اب یہاں کے عیش میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”جن لوگوں نے آخرت نہ چاہی فقط دنیا ہی چاہی ان کی نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں مل چکا۔“

غرور اور نافرمانی کی سزا | یعنی آج تمہاری جھوٹی شجی اور نافرمانیوں کی سزا میں ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب دیا جائیگا۔ یہ ہی ایک چیز تمہارے لئے یہاں باقی ہے آگے بعض زور آور اور متکبر قوموں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ان کا انجام کیا ہوا۔

یعنی ہوو علیہ السلام جو ”عاد“ کے قومی بھائی تھے۔

احقاف کی بستیاں | مؤلف ”ارض القرآن“ ”بلاد الاحقاف“ کے تحت میں لکھتا ہے ”یامہ، عمان، بحرین، حضرموت اور مغربی یمن کے بیچ میں جو صحرائے اعظم ”الدہنا“ یا ”ربع خالی“ کے نام سے واقع ہے گو وہ آبادی کے قابل نہیں، لیکن اسکے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے لائق تھوڑی تھوڑی زمین ہے خصوصاً اس حصہ میں جو حضرموت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے۔ گو اس وقت وہ بھی آباد نہیں تاہم عہد قدیم میں اسی حضرموت اور نجران کے درمیان حصہ میں ”عادارم“ کا مشہور قبیلہ آباد تھا جس کو خدا نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں نیست و نابود کر دیا“

النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا

ڈرانے والے اس کے آگے سے اور پیچھے سے کہ بندگی نہ کرو

إِلَّا اللَّهُ ط إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝

کسی کی اللہ کے سوا میں ڈرتا ہوں تم پر آفت سے ایک بڑے دن کی

قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَنَافِكَنا عَنْ إِلَهِتِنَا فَإِنَّا بِمَا تَعْبُدُنَا

بولے کیا تو آیا ہے ہمارے پاس کہ پھیر دے ہم کو ہمارے معبودوں سے سولے آہم پر جو وعدہ کرتا ہے

إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ

اگر ہے تو سچا کہا یہ خبر تو

اللَّهِ ۚ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَكِنِّي أَرَأَيْكُمْ قَوْمًا

اللہ ہی کو ہے اور میں تو پہنچا دیتا ہوں جو کچھ بھیج دیا میرے ہاتھ لیکن میں دیکھتا ہوں تم لوگ

تَجْهَلُونَ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ

نادانی کرتے ہو پھر جب دیکھا اس کو ابر سامنے آیا ان کے نالوں کے

قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّطَرٌ نَّاءٌ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ ۖ

بولے یہ ابر ہے ہم پر بر سے کا کوئی نہیں یہ تو وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے

رَبِّهِ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ تَدْمِرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ

ہوا ہے جس میں عذاب ہے دردناک اکھاڑ پھینکے ہر چیز کو اپنے رب کے

رَبِّهَا فَاصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا مَسْكِنُهُمْ ۖ كَذَلِكَ نَجْزِي

حکم سے پھر کل کورہ گئے کہ کوئی نظر نہیں آتا تھا سوائے ان کے گھروں کے یوں ہم سزا دیتے ہیں

◆ حضرت ہود علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی دعوت توحید | یعنی ہود علیہ السلام سے پہلے اور پیچھے بہت ڈرانے والے آئے۔ سب نے وہ ہی کہا جو حضرت ہودؑ نے کہا تھا یعنی ایک خدا کی بندگی کرو اور کفر و معصیت کے برے انجام سے ڈرو۔ ممکن ہے قوم عاد میں بھی حضرت ہودؑ کے علاوہ اور نذیر آئے ہوں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

◆ کفار کی تکذیب | یعنی ہم اپنے آبائی طریقہ سے ہٹنے والے نہیں۔ اگر تو اپنی دھمکیوں میں سچا ہے تو دیر کیا ہے۔ جو زبان سے کہتا ہے، کر کے دکھلا دے۔

◆ حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ | یعنی اس قسم کا مطالبہ کرنا تمہاری نادانی اور جہالت ہے۔ میں خدا کا پیغامبر ہوں جو پیام میرے ہاتھ بھیجا گیا وہ پہنچا رہا ہوں۔ اس سے زائد کا نہ مجھے علم نہ اختیار۔ یہ علم خدا ہی کو ہے کہ منکر قوم کس وقت دنیوی سزا کی مستوجب ہوتی ہے اور کس وقت تک اسے مہلت ملنی چاہئے۔

◆ عذاب کا بادل | یعنی سامنے سے بادل اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ سمجھے کہ سب ندی نالے بھر جائیں گے۔ کہنے لگے کہ بہت برساؤ گھٹا اٹھی ہے اب کام بن جائے گا۔ اس وقت طویل خشک سالی کی وجہ سے پانی کی بہت ضرورت تھی۔

◆ عذاب کی آندھی | یعنی یہ برساؤ بادل نہیں بلکہ عذاب الہی کی آندھی ہے وہ ہی جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے۔

الْقَوْمَ الْمَجْرِمِينَ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِيمَا إِنْ

گنہگار لوگوں کو ♦ اور ہم نے مقدور دیا تھا ان کو ان چیزوں کا

مَكَّنَكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَابْصَارًا وَ

جن کا تم کو مقدور نہیں دیا ♦ اور ہم نے ان کو دیئے تھے کان اور آنکھیں اور

أَفْدَةً ۖ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ

دل پھر کام نہ آئے ان کے کان ان کے اور نہ آنکھیں ان کی

وَلَا أَفْدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ

اور نہ دل ان کے کسی چیز میں ♦ اس لیے کہ منکر ہوتے تھے اللہ کی باتوں سے

اللَّهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ

اور اللٹ پڑی ان پر جس بات سے کہ وہ ٹھٹھا کرتے تھے ♦ اور ہم

أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ

غارت کر چکے ہیں جتنی تمہارے آس پاس ہیں بستیاں ♦ اور طرح طرح سے پھیر کر سنائیں ان کو باتیں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٧﴾ فَلَوْلَا نَصْرُهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا

تا کہ وہ لوٹ آئیں ♦ پھر کیوں نہ مدد پہنچی ان کو ان لوگوں کی طرف سے جن کو پڑا تھا

مِن دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ

اللہ سے دورے معبود بڑے درجے پانے کو ♦ کوئی نہیں گم ہو گئے ان سے

وَذَلِكُمْ أَفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٨﴾ وَإِذْ

اور یہ جھوٹ تھا ان کا اور جو اپنے جی سے باندھتے تھے ♦ اور جس وقت

آندھی کی تباہ کاریاں | سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا وہ غضب ناک طوفان چلا جس کے سامنے درخت، آدمی اور جانوروں کی حقیقت ٹکڑوں سے زیادہ نہ تھی۔ ہر چیز ہوانے اکھاڑ پھینکی اور چاروں طرف تباہی مازل ہو گئی۔ آخر مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیکھ لیا! اللہ کے مجرموں کا حال یہ ہوتا ہے۔ چاہیے کہ ان واقعات کو سن کر ہوش میں آؤ۔ ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہو سکتا ہے۔

یعنی مال، اولاد، جتنے، اور جسمانی طاقت جو ان کو دی گئی تھی، تم کو نہیں دی گئی۔ مگر جب عذاب آیا، کوئی چیز کام نہ آئی۔ پھر تم کس بات پر مغرور ہو۔

یعنی نصیحت سننے کے لئے کان اور قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے بوجھنے کے لئے دل دیئے گئے تھے۔ پر وہ کسی قوت کو کام میں نہ لائے۔ اندھے، بہرے اور پاگل بن کر پیغمبروں کے مقابل ہو گئے۔ آخر انجام یہ ہوا کہ یہ قومیں سب موجود ہیں اور عذاب الہی نے آگھیرا۔ کوئی اندرونی یا بیرونی قوت اس کو دفع نہ کر سکی۔

ان کا تسخیر ان پر لوٹ گیا | یعنی جس عذاب کی ہنسی اڑایا کرتے تھے وہ ان پر واقع ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”ان کو دل اور کان اور آنکھ دی تھی۔ یعنی دنیا کے کام میں غفلت تھی۔ وہ عقل نہ آئی جس سے آخرت بھی درست ہو۔“

یعنی ”عاد“ کے سوا ”قوم ثمود“ اور ”قوم لوط“ وغیرہ کی بستیاں بھی اسی طرح تباہ کی جا چکی ہیں۔ جو تمہارے آس پاس واقع تھیں۔ یہ مکہ والوں کو فرمایا کیونکہ سفروں میں ان کا گزر ان مقامات کی طرف ہوتا تھا۔

مگر اتنا سمجھانے پر بھی وہ باز نہ آئے۔ اب باطل معبود کہاں گئے | یعنی جن بتوں کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے نزدیک کر دیں اور بڑے درجے دلائیں وہ اس آڑے وقت میں کیوں کام نہ آئے۔ اب ذرا ان کو بلایا ہوتا۔

یعنی آج ان کا کہیں پہنچ نہیں۔ نہ عذاب کے وقت ان کو پکارا جاتا ہے آخر وہ گئے کہاں جو ایسی مصیبت میں بھی کام نہیں آتے۔

یعنی ظاہر ہوا کہ بتوں کو خدا بنانا اور ان سے امیدیں قائم کرنا، محض جھوٹی اور من گھڑت باتیں تھیں۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے پھر وہ چلے کیسے۔ (ربط) اوپر کی آیات میں انسانوں کے ترمذ و سرکشی کی داستان تھی۔ آگے اس کے مقابل جنوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا حال سناتے ہیں۔ تا معلوم ہو کہ جو قوم طبعی طور پر سخت متمدن اور سرکش واقع ہوئی ہے اس کے بعض افراد کس طرح اللہ کا کلام سن کر موم ہو جاتے ہیں۔

صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمْعُونَ الْقُرْآنَ ۚ

متوجہ کر دیئے ہم نے تیری طرف کتنے اک لوگ جنوں میں سے سننے لگے قرآن

فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا

پھر جب وہاں پہنچ گئے بولے چپ رہو پھر جب ختم ہوا اٹنے پھرے

إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنْذِرِينَ ۖ قَالُوا يَقُومُنَا إِنَّا سَمِعْنَا

اپنی قوم کو ڈر سنا تے ہوئے بولے اے قوم ہماری ہم نے سنی

كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

ایک کتاب جو اتری ہے موسیٰ کے بعد سچا کرنے والی سب اگلی

يَدَايِهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقِ مُسْتَقِيمٍ ۚ

کتابوں کو بھاتی ہے سچا دین اور ایک راہ سیدھی

يَقُومُنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُمْ

اے قوم ہماری مانو اللہ کے بلا نے والے کو اور اس پر یقین لاؤ کہ بخشے تم کو

مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرَكُمْ مِّنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۚ وَمَنْ لَا

کچھ تمہارے گناہ اور بچا دے تم کو ایک عذاب دردناک سے اور جو کوئی نہ

يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَ

مانے گا اللہ کے بلا نے والے کو تو وہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین میں اور

لَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۗ أُولَٰئِكَ فِي ضَلٰلٍ

کوئی نہیں اس کا اس کے سوائے مددگار وہ لوگ بھٹکتے ہیں

◆ جنات کا قرآن سننا اور ایمان لانا | بحث محمدی سے قبل جنوں کو کچھ آسمانی خبریں معلوم ہو جاتی تھیں۔ جب حضور ﷺ پر وحی آنا شروع ہوئی وہ سلسلہ تقریباً بند ہو گیا اور بہت کثرت سے شہب کی مار پڑنے لگی۔ جنوں کو خیال ہوا کہ ضرور کوئی نیا واقعہ ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمانی خبروں پر بہت سخت پہرے بٹھلائے گئے ہیں۔ اسی کی جستجو کے لئے جنوں کے مختلف گروہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے۔ ان میں سے ایک جماعت ”بطن نخلہ“ کی طرف گذری۔ وہاں اتفاق سے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ نماز فجر ادا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں کی اس ٹکڑی کا رخ قرآن سننے کے لئے ادھر پھیر دیا۔ قرآن کی آواز انہیں بہت عجیب اور موثر و دلکش معلوم ہوئی اور اسکی عظمت و ہیبت دلوں پر چھا گئی۔ آپس میں کہنے لگے کہ چپ رہو اور خاموشی کے ساتھ یہ کلام پاک سنو۔ آخر قرآن کریم نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ ہی نئی چیز ہے جس نے جنوں کو آسمانی خبروں سے روکا ہے۔ بہر حال جب حضور ﷺ قرآن پڑھ کر فارغ ہوئے، یہ لوگ اپنے دلوں میں ایمان و یقین لے کر واپس گئے اور اپنی قوم کو نصیحت کی۔ ان کی مفصل باتیں سورہ ”جن“ میں آئیں گی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ حضور ﷺ کو ان کے آنے جانے اور سننے سنانے کا پتہ نہیں لگا۔ ایک درخت نے باذن اللہ کچھ اجمالی اطلاع آپ ﷺ کو دی اور مفصل حال اس کے بعد وحی کے ذریعہ سے معلوم کرایا گیا۔ کما قال تعالیٰ ”قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ“ الخ (جن رکوع ۱) بعدہ بہت بڑی تعداد میں جن مسلمان ہوئے اور حضور ﷺ سے ملاقات کرنے اور دین سیکھنے کے لئے ان کے وفود حاضر خدمت ہوئے۔ خفاجی نے روایات کی بناء پر دعویٰ کیا ہے کہ چھ مرتبہ آپ ﷺ نے جنوں سے ملاقات کی۔ اس لئے روایات میں جو اختلاف ان کے عدد یا دوسرے امور کے متعلق معلوم ہوتا ہے اس کو تعدد وقائع پر حمل کرنا چاہئے۔

◆ جنات کی قوم کو قرآن کے بارے میں اطلاع | کتب سابقہ میں حضرت موسیٰ کی کتاب (تورات) کے برابر کوئی کتاب احکام و شرائع کو حاوی نہیں تھی۔ اسی پر انبیائے بنی اسرائیل کا عمل رہا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ میں تورات کو بدلنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اس کی تکمیل کے لئے آیا ہوں۔ اور حضرت سلیمان کے وقت سے جنوں میں تورات ہی مشہور چلی آتی تھی۔ اس لئے اس موقع پر انہوں نے اسی کی طرف اشارہ کیا۔ خود تورات میں بھی جو پیشین گوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آئی ہے اس کے لفظ یہ ہیں کہ (اے موسیٰ) ”تیری مانند ایک نبی اٹھاؤنگا۔“

◆ شاید اس وقت قرآن کا جو حصہ حضور ﷺ نے تلاوت فرمایا تھا اس میں ایسا مضمون آیا ہوگا۔ یا قرآن سے سمجھے ہوں۔

◆ یعنی سچے عقیدے اور عمل کا سیدھا راستہ۔

◆ جنات کو اسلام کی تبلیغ | یعنی اس کی بات مانو جو اللہ کی طرف بلا رہا ہے اور اسکی رسالت پر یقین کرو۔

◆ یعنی جو گناہ حالت کفر میں کر چکے ہو، اسلام کی برکت سے سب معاف ہو جائیں گے۔ آئندہ سے نیا کھاتہ شروع ہوگا۔ لیکن یاد رہے کہ یہاں ذنوب کا ذکر ہے۔ حقوق العباد کا معاف ہونا اس سے نہیں نکلتا۔

◆ یعنی نہ خود بھاگ کر خدا کی مار سے بچ سکے نہ کوئی دوسرا بچا سکے حضرت شاہ صاحب ”بی الاذنب“ کی قید پر لکھتے ہیں کہ ”(شیاطین کو) اوپر سے فرشتے مارتے ہیں تو زمین ہی کو بھاگتے ہیں۔“

مُبِينٌ ۝۳۲ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ

صرح کیا نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے بنائے آسمان

وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزِ بِخَلْقِهِنَّ بِقَدِيرٍ عَلَّ أَنْ

اور زمین اور نہ تھکان کے بنانے میں اور قدرت رکھتا ہے کہ

يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۚ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۳۳

زندہ کرے مردوں کو کیوں نہیں وہ ہر چیز کر سکتا ہے

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۗ أَلَيْسَ

اور جس دن سامنے لائیں مکروں کو آگ کے کیا

هَذَا بِالْحَقِّ ۗ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا

یہ ٹھیک نہیں کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے ہمارے رب کی کہا تو چکھو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝۳۴ فَاصْبِرْ ۚ كَمَا

عذاب بدلہ اس کا جو تم منکر ہوتے تھے سو تو ٹھہرا رہے جیسے

صَبِرَ أُولُوا الْعِزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ

ٹھہرے رہے ہیں ہمت والے رسول اور جلدی نہ کر ان کے

لَهُمْ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرُونَ مَا يُوعَدُونَ ۚ لَمْ

معاملہ میں یہ لوگ جس دن دیکھ لیں گے اس چیز کو جس کا ان سے وعدہ ہے جیسے

يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۚ بَلْ لَّعَنُوكَ

ڈھیل نہ پائی تھی مگر ایک گھڑی دن کی یہ پہنچا دینا ہے اب وہی غارت ہوں گے

اللہ تھکتا نہیں ہے | اس لفظ میں "یہود" کے عقیدے کا رد ہے جو کہتے تھے کہ چھ دن میں اللہ نے زمین و آسمان پیدا کئے۔ "ثُمَّ اسْتَرَاخَ" (پھر ساتویں دن آرام کرنے لگا) العیاذ باللہ۔

یعنی بڑا عذاب مرنے کے بعد ہوگا اور اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ مر کر کہاں زندہ ہوتے ہیں۔ اللہ کو یہ کچھ مشکل نہیں۔ جو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے نہ تھکا، اس کو تمہارا دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔

دوزخ دیکھ کر کفار کا اقرار | یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ دوزخ کا وجود اور اس کا عذاب کیا واقعی چیز نہیں؟ آخر سب دلیل ہو کر اقرار کریں گے کہ بیشک واقعی ہے۔ (ہم غلطی پر تھے جو اس کا انکار کیا کرتے تھے)۔

یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ اچھا اب اس انکار و کذب کا مزہ چکھتے رہو۔

آنحضرت ﷺ کو صبر کی تلقین | یعنی جب معلوم ہو چکا کہ منکرین کو سزا ضرور ملتی ہے۔ آخرت میں ملے یا دنیا میں بھی تو آپ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ بلکہ ایک میعاد معین تک صبر کرتے رہیں جیسے اولو العزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔ تنبیہ | بعض سلف نے کہا کہ سب رسول اولو العزم (ہمت والے) ہیں اور عرف میں پانچ پیغمبر خصوصی طور پر اولو العزم کہلاتے ہیں۔ حضرت نوح حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دنیا کی زندگی ایک گھڑی کے برابر ہے | "ذلیل نہ پائی تھی" دنیا میں یعنی اب تو دیر سمجھتے ہیں کہ عذاب جلد کیوں نہیں آتا۔ اس دن جانیں گے کہ بہت شباب آیا۔ دنیا میں ہم ایک ہی گھڑی رہے۔ یا عالم قبر کا رہنا ایک گھڑی معلوم ہوگا۔ قاعدہ ہے کہ گزری ہوئی مدت تھوڑی معلوم ہوا کرتی ہے۔ خصوصاً سختی اور مصیبت کے وقت عیش و آرام کا زمانہ بہت کم نظر آنے لگتا ہے۔

إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٣٥﴾

جو لوگ نافرمان ہیں

آيَاتُهَا ۳۸ ﴿۳۷﴾ سُورَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ (۹۵) ﴿۳۸﴾ زُكُوعَاتُهَا ۴

سورہ محمد مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں اڑتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿١﴾

جو لوگ کہ منکر ہوئے اور روکا اوروں کو انہوں نے اللہ کی راہ سے کھو دیئے اللہ نے ان کے کام

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَٰ

اور جو یقین لائے اور کیے بھلے کام اور مانتا اس کو جو اترا

مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ كَفَرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ

محمد پر اور وہی ہے سچا دین ان کے رب کی طرف سے ان پر سے اتاریں ان کی برائیاں

وَأَصْلَحَ بِآلِهِمْ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا

اور سنورا ان کا حال یہ اس لیے کہ جو منکر ہیں وہ چلے

الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ

جھوٹی بات پر اور جو یقین لائے انہوں نے مانی سچی بات اپنے رب کی طرف سے

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ۚ فَاِذَا

یوں بتلاتا ہے اللہ لوگوں کو ان کے احوال

سوجب

یعنی ہم نے نصیحت کی بات پہنچادی اور سب نیک و بد سمجھا دیا۔ اب جو نہ مانیں گے وہ ہی تباہ و برباد ہوں گے۔ ہماری طرف سے حجت تمام ہو چکی اور کسی کو بے قصور ہم نہیں پکڑتے اسی کو غارت کرتے ہیں جو غارت ہونے ہی پر کمر باندھ لے۔ تم سورۃ الاحقاف بفضل اللہ و حسن توفیقہ۔
فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمُنٰة۔

سورۃ محمد

جیسا کہ رؤسائے کفار کی عادت تھی کہ جان، مال اور ہر طرح سے اس میں کوشش کرتے تھے۔

ایمان کے بغیر اعمال مقبول نہیں | یعنی جن اعمال کو وہ نیک سمجھ رہے ہیں بوجہ عدم ایمان کے وہ مقبول نہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض کام اور الٹے موجب عتاب ہوتے ہیں۔ جیسے لوگوں کو اسلام سے روکنے میں پیسہ خرچ کرنا۔

امت محمدیہ پر اللہ کا انعام | یعنی برائیوں کی عادت چھڑا کر اللہ تعالیٰ ان کا حال سنوار دیتا ہے کہ یونانیوں کی ترقی میں ترقی کرتے رہتے ہیں۔ اور آخرت میں ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرما کر اچھے حال میں رکھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”پہلے زمانہ میں ساری مخلوق ایک شریعت کی مکلف نہ تھی۔ اس وقت سب جہان کو ایک حکم ہے، اب سچا دین یہی ہے اور برے بھلے کام مسلمان بھی کرتے ہیں اور کافر بھی، لیکن سچا دین ماننے کو یہ قبولیت ہے کہ نیکی ثابت اور برائی معاف، اور نہ ماننے کی یہ سزا ہے کہ نیکی برباد گناہ لازم“

یعنی اس طرح کھول کھول کر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے بھلے برے احوال پر متنبہ کرتا ہے۔ تاہا ظل پرستی کی محوسات و شامت اور حق پرستی کی برکت ان کو پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔

لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا

تم مقابل ہو مگروں کے تو مارو گردنیں یہاں تک کہ جب

اَتَّخَذْتُمُوهُمْ فَتْدُوا الْوُثَاقَ ۖ فَمَا مَنَا بَعْدُ ۖ وَأَمَّا

خوب قتل کر چکوان کو تو مضبوط باندھ لو قید پھر یا احسان کی جیو اور یا

فَدَاءٌ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ظُكُورُ

معاوضہ لیجیو جب تک (یہاں تک) کہ رکھ دے لڑائی اپنے ہتھیار یہ سن چکے اور اگر

بِإِشَاءِ اللَّهِ لَا نَنْصَرُ مِنْهُمْ ۚ وَلَكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضُكُم

چاہے اللہ تو بدلہ لے ان سے پر جانچنا چاہتا ہے تمہارے ایک سے

بِبَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ

دوسرے کو اور جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں تو نہ

يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۖ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۚ وَ

ضائع کرے گا وہ ان کے کئے کام ان کو راہ دے گا اور سنوارے گا ان کا حال اور

يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۚ يَأَيُّهَا الَّذِينَ

داخل کرے گا ان کو بہشت میں جو معلوم کرا دی ہے ان کو اے ایمان

أَمِنُوا إِنَّ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۚ

والو اگر تم مدد کرو گے اللہ کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور جمادے گا تمہارے پاؤں

◆ جہاد میں سختی کا حکم یعنی حق اور باطل کا مقابلہ تو رہتا ہی ہے جس وقت مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو جائے تو مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہئے۔ باطل کا زور جب ہی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے شریر مارے جائیں اور ان کے جتنے توڑ دیئے جائیں۔ اس لئے ہنگامہ کارزار میں کسل، سستی، بزدلی اور توقف و تردد کو راہ نہ دو۔ اور دشمنان خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ

وَقَدْ يَتَّبِعُ أَبْنَاءَ آلِهِ ۖ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ مُنْصَرِفُونَ ۚ وَلَئِنْ لَمْ يَنْصَرِفُوا لَتَكُنَّ الْأَمْمَارُ ۚ وَلَئِنْ لَمْ يَنْصَرِفُوا لَتَكُنَّ الْأَمْمَارُ ۚ

نیز عیسیٰ

باک نہ کرو۔ کافی خون ریزی کے بعد جب تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور ان کا زور ٹوٹ جائے اس وقت قید کرنا بھی کفایت کرتا ہے۔ قال تعالیٰ "مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ"۔ (انفال۔ رکوع ۹)

جہاد کے قیدی اور ان کے احکام | یہ قید و بند ممکن ہے ان کے لئے تازیانہ عبرت کا کام دے۔ اور مسلمانوں کے پاس رہ کر ان کو اپنی اور تمہاری حالت کے جانچنے اور اسلامی تعلیمات میں غور کرنے کا موقع بہم پہنچائے۔ شدہ شدہ وہ لوگ حق و صداقت کا راستہ اختیار کر لیں یا مصلحت سمجھو تو بدون کسی معاوضہ کے ان پر احسان کر کے قید سے رہا کر دو۔ اس صورت میں بہت سے افراد ممکن ہے تمہارے احسان اور خوبی اخلاقی سے متاثر ہو کر تمہاری طرف راغب ہوں اور تمہارے دین سے محبت کرنے لگیں۔ اور یہ بھی کر سکتے ہو کہ زرفد یہ لے کر یا مسلمان قیدیوں کے مبادلہ میں ان قیدیوں کو چھوڑ دو۔ اس میں کئی طرح کے فائدے ہیں۔ بہر حال اگر ان اسیران جنگ کو ان کے وطن کی طرف واپس کر دو تو دو ہی صورتیں ہیں۔ معاوضہ میں چھوڑنا یا بلا معاوضہ رہا کرنا۔ ان میں جو صورت امام کے نزدیک اصلح ہو اختیار کر سکتا ہے۔ حنفیہ کے ہاں بھی فتح القدر اور شامی وغیرہ میں اس طرح کی روایات موجود ہیں۔ ہاں اگر قیدیوں کو ان کے وطن کی طرف واپس کرنا مصلحت نہ ہو، تو پھر تین صورتیں ہیں۔ ذمی بنا کر بطور رعیت کے رکھنا۔ یا غلام بنا لینا، یا قتل کر دینا، احادیث سے قیدی کو قتل کرنے کا ثبوت صرف خاص خاص حالات میں ملتا ہے۔ جب کہ وہ کسی ایسے سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہو جس کی سزا قتل سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔ البتہ غلام یا رعیت بنا کر رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

جہاد کی مشروعیت کی حکمت | یعنی یہ حرب و ضرب اور قید و بند کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دے اور جنگ موقوف ہو جائے۔

یعنی خدا کو قدرت ہے کہ ان کافروں کو کوئی آسمانی عذاب بھیج کر "عاد" و "ثمود" وغیرہ کی طرح ہلاک کر ڈالے۔ لیکن جہاد و قتال مشروع کر کے اسے بندوں کا امتحان کرنا تھا۔ وہ دیکھتا ہے کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر جان و مال نثار کرنے کے لئے تیار ہیں اور کفار میں سے کتنے لوگ ان تنبیہی کاروائیوں سے بیدار ہوتے اور اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو اللہ نے دے رکھی ہے کہ پہلی قوموں کی طرح ایک دم پکڑ کر استیصال نہیں کر دیتا۔

شہیدوں کی حقیقی کامیابی | یعنی جو لوگ اللہ کے راستہ میں شہید ہوئے خواہ بظاہر یہاں کامیاب نظر نہ آتے ہوں۔ لیکن ھیتہ وہ کامیاب ہیں۔ اللہ ان کے کام ضائع نہ کرے گا۔ بلکہ انجام کار ان کی محنت ٹھکانے لگائے گا۔ ان کو جنت کی طرف راہ دے گا۔ اور آخرت کے تمام منازل و مواقف میں ان کا حال درست رکھے گا۔

جنت میں اپنے ٹھکانوں کی پہچان | یعنی جس جنت کا حال ان کو انبیاء علیہم السلام کی زبان اور اپنے وجدان صحیح سے معلوم ہو چکا تھا اس میں داخل کئے جائیں گے اور وہاں پہنچ کر ہر جنتی اپنے ٹھکانے کو خود بخود پہچان لے گا اس کے دل کی کشش ادھر ہی ہوگی جہاں اس کو رہنا ہے۔ حبیبہ ابن عباسؓ نے "غُرْفَتُہُمُ" کے معنی "طِیْہَتُہُمُ" کے لئے ہیں۔ یعنی جنت ان کے لئے خوشبودوں سے مہکادی گئی ہے۔

یعنی اللہ کے دین کی اور اس کے پیغمبر کی۔

دین کی خدمت کرنے والوں کی فضیلت | یعنی جہاد میں اللہ کی مدد سے تمہارے قدم نہیں ڈمگائیں گے اور اسلام و طاعت پر ثابت قدم رہو گے جس کے نتیجہ میں "صراط" پر ثابت قدمی نصیب ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اللہ چاہے تو خود ہی کافروں کو مسلمان کر ڈالے پر یہ بھی منظور نہیں کہ، جانچنا منظور ہے۔ سو بندہ کی طرف سے کربانہ دینا اور اللہ کی طرف سے کام بنانا"

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَصْلًا لَّهُمْ ۝۱

اور جو لوگ کہ منکر ہوئے وہ گرے منہ کے بل (کھائیں ٹھوکریں) اور کھودے ان کے کیے کام

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ فَاحْبَطُوا أَعْمَالَهُمْ ۝۲

یہ اس لیے کہ ان کو پسند نہ ہوا جو امار اللہ نے بھرا کارت کر دیئے ان کے کیے کام

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا وہ پھرے نہیں ملک میں کہ دیکھیں کیسا ہوا انجام

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ

ان کا جو ان سے پہلے تھے ہلا کی ڈالی (اکھاڑ پھینکا) اللہ نے ان پر (ان کو) اور منکروں کو ملتی رہتی ہیں

أَمْثَالُهَا ۝۳ ذَلِكِ بَأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ

ایسی چیزیں یہ اس لیے کہ اللہ رفیق ہے ان کا جو یقین لائے اور یہ کہ

الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۝۴ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ

جو منکر ہیں ان کا رفیق نہیں کوئی مقرر اللہ داخل کرے گا ان کو جو

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

یقین لائے اور کیے بھلے کام باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں

الْأَنْهَارُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا

نہریں اور جو لوگ منکر ہیں برت رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے

تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝۵ وَكَأَيِّنْ مِنْ

کہ کھائیں چوپائے اور آگ ہے گھر ان کا اور کتنی تھیں

منکرین کی بد حالی | یعنی جس طرح مومنین کے قدم جمادئے جاتے ہیں اس کے برعکس منکروں کو منہ کے بل گرا دیا جاتا ہے۔ اور جیسے خدا کی طرف سے مومنین کی مدد کی جاتی ہے، اس کے خلاف کافروں کے کام برباد کر دیئے جاتے ہیں۔

یعنی جب انہوں نے اللہ کی باتوں کو ناپسند کیا تو اللہ ان کے کام کیوں پسند کرے گا۔ اور جو چیز خدا کو ناپسند ہو وہ محض اکارت ہے۔

یعنی دنیا ہی میں دیکھ لو منکروں کی کیسی گت بنی اور کس طرح ان کے منصوبے خاک میں ملا دیئے گئے۔ کیا آج کل کے منکروں کو ایسی سزائیں نہیں مل سکتیں۔

اللہ مومنوں کا رفیق ہے | یعنی اللہ مومنین صالحین کا رفیق ہے جو وقت پر ان کی مدد کرتا ہے۔ کافروں کا ایسا رفیق کون ہے۔ جو اللہ کے مقابلہ میں کام آسکے ”غزوہ احد“ میں ابوسفیان نے پکارا تھا۔ لَنَا الْعُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ آپ ﷺ نے فرمایا پکارو ”اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ۔“

کفار چوپایوں کی طرح کھاتے ہیں | یعنی دنیا کا سامان برت رہے ہیں اور مارے حرص کے بہائم کی طرح انہیں شاپ کھاتے چلے جاتے ہیں۔ نتیجہ کی خبر نہیں کہ کل یہ کھایا پیا کس طرح نکلے گا۔ اچھا چند روز مزے اڑالیں آگے ان کے لئے آگ کا گھرتیار ہے۔

قَرِيْبَةٌ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرِيْبِكَ الَّتِي اَخْرَجْتُكَ

بستیاں جو زیادہ تھیں زور میں اس تیری بستی سے جس نے تجھ کو نکالا

اَهْلَكْنَهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝۱۳۝ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰۤی بَيِّنَةٍ

ہم نے ان کو غارت کر دیا پھر کوئی نہیں ان کا مددگار بھلا ایک جو چلتا ہے واضح راستہ پر

مِّنْ رَّبِّهِ كَمَنْ زِيْنٌ لَهُ سُوْءٌ عَمَلِهٖ وَاتَّبِعُوْا اَهْوَاءَهُمْ ۝۱۴۝

اپنے رب کے برابر ہے اس کے جس کو بھلا دکھلایا (نظر آیا) اس کا برا کام اور چلتے ہیں اپنی خواہشوں پر

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَا اَنْهَارٌ مِّنْ

احوال اس بہشت کا جس کا وعدہ ہوا ہے ڈرنے والوں سے اس میں نہریں ہیں

مَّآءٍ غَيْرِ اَسِيْنٍ ۚ وَاَنْهَارٌ مِّنْ لِّبْنِ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ ۚ

پانی کی جو بو نہیں کر گیا اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزہ نہیں پھرا

وَاَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّدُنْهِ لِّلشَّرِبِیْنَ ؕ ؕ وَاَنْهَارٌ مِّنْ

اور نہریں ہیں شراب کی جس میں مزہ ہے پینے والوں کے واسطے اور نہریں ہیں

عَسَلٍ مُّصَفًّی ۖ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

شہد کی جھاگ اتارا ہوا اور ان کے لیے وہاں سب طرح کے میوے ہیں

وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ

اور معافی ہے ان کے رب سے یہ برابر ہے اس کے جو سدا رہے آگ میں اور

سُقُوْا مَّآءٍ حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۤءُهُمْ ۝۱۵۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ

پلایا جائے ان کو کھولتا پانی تو کاٹ نکالے ان کی آنتیں اور بعض ان میں ہیں

اہل مکہ کو تنبیہ | یعنی دوسری قوموں کو جو درو طاقت میں مکہ والوں سے کہیں بڑھ کر تھیں ہم نے تباہ کر چھوڑا اور کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ پھر یہ کس بات پر اتراتے ہیں۔ تنبیہ | "لَقَدْ يَتَنَبَّأُ أَخْرَجْتَكَ" سے مراد مکہ معظمہ ہے۔ وہاں کے لوگوں نے ایسی حرکات کیں کہ آپ ﷺ کو وطن مالوف و محبوب چھوڑنا پڑا۔ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے رخصت ہوتے وقت مکہ معظمہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ خدا کی قسم تو تمام شہروں میں اللہ کے نزدیک اور میرے نزدیک محبوب ترین شہر ہے۔ اور اگر میری قوم مجھ کو تیرے اندر سے نہ نکالتی میں تجھ کو نہ چھوڑتا۔

ہدایت یافتہ اور گمراہ برابر نہیں ہے | یعنی ایک شخص نہایت شرح صدر اور فہم و بصیرت کے ساتھ سچائی کی صاف اور کشادہ سڑک پر بے کھٹکے چلا جا رہا ہے، اور دوسرا اندھیرے میں پڑا ٹھوکر میں کھاتا ہے، جس کو سیاہ سفید یا نیک و بد کی کچھ تمیز نہیں، حتیٰ کہ اپنی بے تمیزی سے برائی کو بھلائی سمجھتا ہے اور خواہشات کی پیروی میں اندھا ہو رہا ہے، کیا ان دونوں کا مرتبہ اور انجام برابر ہو جائے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ حق تعالیٰ کی شان حکمت و عدل کے متافی ہے۔

جنت کی نہریں | یعنی طول ملکٹ یا کسی چیز کے اختلاط سے اس کی بو نہیں بدلی۔ شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ کسی طرح کے تغیر کو اس کی طرف راہ نہیں۔ دودھ کی نہریں | یعنی دنیا کے دودھ پر قیاس نہ کرو۔ اتنی مدت گزرنے پر بھی اس کے مزے میں فرق نہیں آیا۔

شراب کی نہریں | یعنی وہاں کی شراب میں خالص لذت اور مزہ ہی ہے۔ نہ نشہ ہے نہ شلنگی نہ تلخی نہ سرگرائی نہ کوئی اور عیب و نقصان۔

شہد کی نہریں | یعنی صاف و شفاف شہد جس میں نکدر تو کہاں ہوتا جھاگ تک نہیں۔ تنبیہ | یہاں چار قسم کی نہروں کا ذکر ہوا جن میں پانی تو ایسی چیز ہے کہ انسان کی زندگی اس سے ہے اور دودھ غذائے لطیف کا کام دیتا ہے اور شراب سرور و نشاط کی چیز ہے۔ اور شہد کو "شِفَاءُ لِلنَّاسِ" فرمایا گیا ہے۔

مشروبات کے بعد یہ ماکولات کا ذکر فرما دیا۔ یعنی سب خطائیں معاف کر کے جنت میں داخل کریں گے وہاں پہنچ کر کبھی خطاؤں کا ذکر بھی نہ آئے گا جو ان کی کلفت کا سبب بنے۔ اور نہ آئندہ کسی بات پر گرفت ہوگی۔

جہنم میں کفار کی سزائیں | یعنی کھولنا ہوا پانی جب دوزخیوں کو پلائیں گے تو آنتیں کٹ کر باہر آ پڑیں گی۔ (اعاذنا اللہ منہ)

يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا

کہ کان رکھتے ہیں تیری طرف یہاں تک کہ جب نکلیں تیرے پاس سے کہتے ہیں

لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ أَنْفَاكَ ۚ أُولَٰئِكَ

ان کو جن کو علم ملا ہے کیا کہا تھا اس شخص نے ابھی ♦ یہ وہی ہیں

الَّذِينَ طَبِعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۖ

جن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اللہ نے اور چلے ہیں اپنی خواہشوں پر ♦

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآثَرَهُمْ تَقْوَاهُمْ ۖ

اور جو لوگ راہ پر آئے ہیں ان کو اور بڑھ گئی اس سے (عطا فرمائی) سوجھ اور ان کو اس سے ملائج کر چلنا (علی پر ہیز گاری) ♦

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۖ

اب یہی انتظار کرتے ہیں قیامت کا کہ آکھڑی ہو ان پر اچانک

فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ

سو (کیونکہ) آچکی ہیں اس کی نشانیاں پھر کہاں نصیب ہوگا ان کو جب وہ آ پہنچے ان پر

ذِكْرُهُمْ ۚ فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرُوا

سجھ پکڑنا ♦ سو تو جان لے کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے اور معافی مانگ

لِذُنُوبِكُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لیے ♦ اور اللہ کو معلوم ہے

مُتَقَلِّبَكُمُ وَمَثْوَاكُمْ ۖ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا

بازگشت تمہاری اور گھر تمہارا ♦ اور کہتے ہیں ایمان والے کیوں نہ

منافقین کا اعراض | اوپر مومنوں اور کافروں کا حال مذکور تھا۔ ایک قسم کافروں کی وہ ہے جسے منافق کہتے ہیں۔ یعنی ظاہر میں اسلام کا دعویٰ اور باطن میں اس سے انحراف۔ اس آیت میں اس کا ذکر ہے۔ یعنی یہ لوگ بظاہر پیغمبر کی بات سننے کے لئے کان رکھتے ہیں۔ مگر نہ دلی توجہ ہے نہ سمجھ، نہ یاد، جب مجلس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں کہ اس شخص (یعنی پیغمبر علیہ السلام) نے ابھی ابھی کیا بیان کیا تھا۔ شاید اس دریافت کرنے سے مقصود ادھر تعریض کرنا ہوگا کہ ان کی بات کو لائق اعتناء نہیں سمجھتے نہ توجہ سے سنتے ہیں۔

یعنی ایسی نالائق حرکتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔ پھر نیکی کی توفیق قطعاً نہیں ہوتی۔ محض خواہشات کی پیروی رہ جاتی ہے۔

یعنی سچائی کے راستہ پر چلنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی روز بروز ہدایت میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی سوجھ بوجھ اور پرہیزگاری بڑھتی جاتی ہے۔

قیامت کی نشانیاں آچکی ہیں | یعنی قرآن کی نصیحتیں، گزشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں اور جنت و دوزخ کے وعدہ و وعید سب سن چکے اب ماننے کے لئے کس وقت کا انتظار ہے۔ یہ ہی کہ قیامت کی گھڑی ان کے سر پر اچانک آکھڑی ہو۔ سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آچکیں، اور جب خود قیامت آکھڑی ہوگی، اس وقت ان کے لیے سمجھ حاصل کرنے اور ماننے کا موقع کہاں باقی رہے گا۔ یعنی وہ سمجھنا اور ماننا بے کار ہے کیونکہ اس پر نجات نہیں ہو سکتی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”بڑی نشانی قیامت کی ہمارے نبی ﷺ کا پیدا ہونا ہے۔ سب نبی خاتم النبیین کی راہ دیکھتے تھے۔ جب وہ آچکے (مقصود تخلیق عالم کا حاصل ہو چکا) اب قیامت ہی باقی ہے۔“ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”آتَاوَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ“ (میں اور قیامت اس طرح ہیں) گویا میں قیامت سے اتنا آگے نکل آیا ہوں جتنا بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے آگے نکلی ہوئی ہے۔ شرح صحیح مسلم میں ہم نے اس کی مفصل تقریر کی ہے۔ یہاں گنجائش نہیں۔

آنحضرت ﷺ کو استغفار کے حکم کی توضیح | ہر ایک کا ذنب (گناہ) اس کے مرتبہ کے موافق ہوتا ہے۔ کسی کام کا بہت اچھا پہلو چھوڑ کر کم اچھا پہلو اختیار کرنا گو وہ حدود و استحسان میں ہو، بعض اوقات مقربین کے حق میں ذنب (گناہ) سمجھا جاتا ہے۔ ”حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ مِثَّاتُ الْمُقَرَّبِينَ“ کے یہ ہی معنی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن میں سو بار استغفار فرماتے تھے۔ تنبیہ | ”فَاعْلَمْ اِنَّهٗ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ“ الخ کا خطاب ہر ایک مخاطب کو ہے۔ اور اگر خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہوں تو مطلب یہ ہے کہ اس علم پر برابر جیسے رہئے اور استغفار کرتے رہئے۔ اور ”فَاعْلَمْ“ کی تفریع ماقبل پر اس طرح ہے کہ قیامت آنے کے بعد کسی کو ایمان و توبہ وغیرہ نافع نہیں، تو آدمی کو چاہئے کہ اس کے آنے سے قبل صحیح معرفت حاصل کرے۔ اور ایمان و استغفار کے طریق پر مستقیم رہے۔

یعنی جتنے پردوں میں پھرو گے پھر بہشت یا دوزخ میں پہنچو گے جو تمہارا اصلی گھر ہے۔

نَزَلَتْ سُورَةٌ ۚ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ

♦ جاچی ہوئی

پھر جب اتری ایک سورت

♦ اتری ایک سورت

وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۚ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ

جن کے دل میں

تو تو دیکھتا ہے ان کو

اور ذکر ہوا اس میں لڑائی کا

مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنْ

جیسے نکتا ہے کوئی بے ہوش پڑا ہوا

نکلتے ہیں تیری طرف

روگ ہے

الْمَوْتِ ۚ فَأَوَّلَ لَهُمْ ۚ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ

حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی

♦ سو خرابی ہے ان کی (ظاہر ان کا)

مرنے کے وقت

فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا

تو ان کا

تو اگر چے رہیں اللہ سے

پھر جب تاکید ہو کام کی

لَهُمْ ۚ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي

تو خرابی ڈالو

کہ اگر تم کو حکومت مل جائے

پھر تم سے یہ بھی توقع ہے

♦ بھلا ہے

الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

ایسے لوگ ہیں جن پر

♦ اور قطع کرو اپنی قرابتیں

ملک میں

لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۚ أَفَلَا

کیا

♦ اور اندھی کر دیں ان کی آنکھیں

پھر کر دیا ان کو بہرا

لعنت کی اللہ نے

يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَٰلَهُ قُلُوبٌ أَقْفَالُهَا ۚ إِنَّ

بے شک

♦ یاد لوں پر لگ رہے ہیں ان کے قفل

دھیان نہیں کرتے قرآن میں

یعنی ایسی سورت جس میں جہاد کی اجازت ہو۔

یعنی حجے تلے احکام پر مشتمل ہے جو غیر منسوخ ہیں اور ٹھیک اپنے وقت پر اترتے ہیں۔

جہاد کے حکم پر منافقین کی دہشت | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”مسلمان سورت مانتے تھے یعنی کافروں کی ایذا سے

عاجز ہو کر آرزو کرتے کہ اللہ جہاد کا حکم دے تو جو ہم سے ہو سکے کر گذریں۔ جب جہاد کا حکم آیا تو منافق اور کچے لوگوں پر بھاری ہوا، خوفزدہ اور بے رونق آنکھوں سے پیغمبر کی طرف دیکھنے لگے کہ کاش ہم کو اس حکم سے معاف رکھیں۔ بے حد خوف میں بھی آنکھ کی رونق نہیں رہتی۔ جیسے مرتے وقت آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے۔“

یعنی ظاہر میں یہ لوگ فرمانبرداری کا اظہار اور زبان سے اسلام و احکام اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً خدا و رسول کا حکم مانیں اور بات اچھی اور معقول کہیں، پھر جب جہاد وغیرہ میں کام کی تاکید اور زور آ پڑے اس وقت اللہ کے سامنے سچ ثابت ہوں تو یہ صورت ان کی بہتری اور بھلائی کی ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یعنی حکم شرع کو نہ ماننے سے کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ کا حکم ہر طرح ماننا ہی چاہیے۔ پھر رسول بھی جانتا ہے کہ نامردوں کو کیوں لڑوائے، ہاں جب بہت ہی تاکید آ پڑے اسی وقت لڑنا ضروری ہوگا۔ نہیں تو لڑنے والے بہت ہیں۔“

اقتدار کی حالت میں فتنہ و فساد | یعنی حکومت و اقتدار کے نشہ میں لوگ عموماً اعتدال و انصاف پر قائم نہیں رہا کرتے۔ دنیا کی حرص اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ پھر جاہ و مال کی کشش اور غرض پرستی میں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ جن کا آخری نتیجہ ہوتا ہے عام فتنہ و فساد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یعنی جان سے تنگ ہو کر جہاد کی آرزو کرتے ہو۔ اور اگر اللہ تم ہی کو غالب کر دے تو فساد نہ کرنا۔“ تبیہ | مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے ”تَوَلَّيْنِمْ“ کا ترجمہ حکومت مل جانے سے کیا ہے جیسا کہ بہت سے مفسرین کی رائے ہے۔ دوسرے علماء ”تَوَلَّيْ“ کو بمعنی اعراض لے کر یوں مطلب لیتے ہیں کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کرو گے تو ظاہر ہے دنیا میں امن و انصاف قائم نہیں ہو سکتا۔ اور جب دنیا میں امن و انصاف نہ رہے گا تو ظاہر ہے فساد، بد امنی اور حق ناشناسی کا دور دورہ ہوگا۔ اور بعض نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ اگر تم ایمان لانے سے اعراض کرو گے تو زمانہ جاہلیت کی کیفیت عود کر آئے گی جو خرابیاں اور فساد اس وقت تھے اور ادنیٰ ادنیٰ بات پر رشتے ٹاٹے قطع ہو جاتے تھے، وہی سب نقشہ پھر قائم ہو جائے گا۔ اور اگر آیت میں خاص منافقین سے خطاب مانا جائے تو ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر جہاد سے اعراض کرو گے تو تم سے یہ ہی توقع کی جاسکتی ہے کہ اپنی منافقانہ شرارتوں سے ملک میں خرابی مچاؤ گے اور جن مسلمانوں سے تمہاری قرابتیں ہیں ان کی مطلق پروا نہ کرتے ہوئے کھلے کافروں کے مددگار بنو گے۔

ظالم حکومت پر لعنت | یعنی حکومت کے غرور میں اندھے بہرے ہو کر ظلم کرنے لگے۔ پھر کسی کا سمجھایا نہ سمجھے۔ خدا کی پشکار نے بالکل ہی سنگدل بنا دیا۔ اور یہ سب کچھ ان ہی کے سوء اختیار اور قصور استعداد سے ہوا۔

قرآن میں غور نہیں کرتے | یعنی منافق قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کی شرارتوں کی بدولت دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں کہ نصیحت کے اندر جانے کا راستہ ہی نہیں رہا۔ اگر قرآن کے سمجھنے کی توفیق ملتی تو باسانی سمجھ لیتے کہ جہاد میں کس قدر دنیاوی و اخروی فوائد ہیں۔

الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

جو لوگ اپنے پھر گئے اپنی پیٹھ پر بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی

لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمَلَهُ لَهُمْ ﴿٢٥﴾

ان پر سیدھی راہ شیطان نے بات بنائی ان کے دل میں اور دیر کے وعدے کئے

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ

یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہا ان لوگوں سے جو بیزار ہیں اللہ کی اتاری کتاب سے

سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾

ہم تمہاری بات بھی مانیں گے بعض کاموں میں اور اللہ جانتا ہے ان کا مشورہ کرنا

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ

پھر کیسا ہوگا حال جب کہ فرشتے جان نکالیں گے ان کی مارتے جاتے ہوں ان کے منہ پر

وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ

اور پیٹھ پر یہ اس لیے کہ وہ چلے اس راہ جس سے اللہ

اللَّهُ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ أَمْ

بیزار ہے اور ناپسند کی اس کی خوشی پھر اس نے اکارت کر دیئے ان کے کئے کام

حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَن لَّنْ يُخْرِجَ

خیال رکھتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے کہ اللہ ظاہر

اللَّهُ أَضْغَانُهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ

نہ کر دے گا ان کے کہنے اور اگر ہم چاہیں تجھ کو دکھلا دیں وہ لوگ سو تو پہچان تو چکا ہے ان کو

منافقین کو شیطان کا دھوکا | یعنی منافقین اسلام کا اقرار کرنے اور اس کی سچائی ظاہر ہو چکنے کے بعد وقت آنے پر اپنے قول و قرار سے پھرے جاتے ہیں۔ اور جہاد میں شرکت نہیں کرتے۔ شیطان نے ان کو یہ بات بھادی ہے کہ لڑائی میں نہ جائیں گے تو دیر تک زندہ رہیں گے۔ خواہ مخواہ جا کر مرنے سے کیا فائدہ۔ اور نہ معلوم کیا کچھ بھاتا اور دور دراز کے لیے چوڑے وعدے دیتا ہے۔ "وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُورًا"۔

منافقوں نے یہود وغیرہ سے کہا کہ گو ہم ظاہر میں مسلمان ہو گئے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ ہو کر تم سے نہ لڑیں گے بلکہ موقع ملا تو تم کو مدد دیں گے اور اس قسم کے کاموں میں تمہاری بات مانیں گے۔

یعنی اس وقت موت سے کیونکر بچیں گے۔ بے شک اس وقت نفاق کا مزہ چکھیں گے۔

یعنی اللہ کی خوشنودی کا راستہ پسند نہ کیا۔ اسی راہ چلے جس سے وہ ناراض ہوتا تھا۔ اس لیے موت کے وقت یہ بھیانک سماں دیکھنا پڑا۔ اور اللہ نے ان کے کفر و طغیان کی بدولت سب عمل بیکار کر دیئے۔ کسی عمل نے ان کو دوسری زندگی میں فائدہ نہ پہنچایا۔

منافقین کی کینہ پروری ظاہر کی جائیگی | یعنی منافقین اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جو حاسدانہ عداوتیں اور کینے رکھتے ہیں، کیا یہ خیال ہے کہ وہ دلوں میں پنہاں ہی رہیں گے؟ اللہ ان کو طشت از ہام نہ کرے گا؟ اور مسلمان ان کے مکر و فریب پر مطلع نہ ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔ ان کا خبث باطن ضرور ظاہر ہو کر رہے گا اور ایسے امتحان کی بھٹی میں ڈالے جائیں گے جہاں کھوٹا کھرا بالکل الگ ہو جائے گا۔

بِسْمِهِمْ ۖ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

ان کے چہرہ سے اور آگے پہچان لے گا بات کے ڈھب سے اور اللہ کو معلوم ہیں

أَعْمَالَكُمْ ۚ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ

تمہارے سب کام اور البتہ ہم تم کو جانچیں گے تا معلوم کر لیں جو تم میں لڑائی

مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ ۚ وَنَبْلُوا أَخْبَارَكُمْ ۚ إِن

کرنے والے ہیں اور قائم رہنے والے اور تحقیق کر لیں تمہاری خبریں جو

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا

لوگ منکر ہوئے اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے اور مخالف ہو گئے

الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ ۚ لَنْ

رسول سے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی ان پر سیدھی راہ نہ

يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَسَيُحِطُّ أَعْمَالُهُمْ ۚ يَا أَيُّهَا

بگاڑکیں گے اللہ کا کچھ اور وہ اکارت کر دے گا ان کے سب کام اے

الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا

ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور حکم پر چلو رسول کے اور

تُبْطَلُوا أَعْمَالَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا

ضائع مت کر دینے کیے ہوئے کام جو لوگ منکر ہوئے اور روکا لوگوں کو

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارُ فَلَنْ يَغْفِرَ

اللہ کی راہ سے پھر مر گئے اور وہ منکر ہی رہے تو ہرگز نہ بخشے گا

آنحضرت ﷺ کو منافقین کی پہچان | یعنی اللہ چاہے تو تمام منافقین کو باخفا صہم معین کر کے آپ کو دکھلا دے اور نام بنام مطلع کر دے کہ جمع میں فلاں فلاں آدمی منافق ہیں مگر اس کی حکمت بالفعل اس دونوں اظہار کو مقتضی نہیں۔ ویسے اللہ نے آپ ﷺ کو اعلیٰ درجہ کا نور فراست دیا ہے کہ ان کے چہرے بشرے سے آپ ﷺ پہچان لیتے ہیں۔ اور آگے چل کر ان لوگوں کے طرز گفتگو سے آپ ﷺ کو مزید شناخت ہو جائے گی۔ کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے، جو زور، شوکت، پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے، منافق کتنی ہی کوشش کرے اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا تنبیہ | مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے ”فَلَعَرَفْتَهُمْ“ کو ”لَوْ نَشَاءُ“ کے نیچے نہیں رکھا عامہ مفسرین اس کو ”لَوْ نَشَاءُ“ کے تحت میں رکھ کر ”لَا دَرِيْنَا كَهُمْ“ پر متفرع کرتے ہیں۔ یعنی اگر ہم چاہیں تو تجھ کو دکھلا دیں وہ لوگ، پھر تو ان کو پہچان جائے صورت دیکھ کر۔ احقر کے خیال میں مترجم رحمہ اللہ کی تفسیر زیادہ لطیف ہے۔ واللہ اعلم۔ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے بہت سے منافقین کو نام بنام پکارا اور اپنی مجلس سے اٹھا دیا۔ ممکن ہے وہ شناخت ”لَا خَبْرَ الْقَوْلِ“ اور ”بَيْنَمَا“ وغیرہ سے حاصل ہوئی ہو۔ یا آیہ ہذا کے بعد حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بعض منافقین کے اسماء پر تفصیل و تعین کے ساتھ مطلع فرما دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

یعنی بندوں سے کوئی بات چھپی رہے، ممکن ہے مگر اللہ کے علم میں تمہارے سب کام ہیں خواہ کھل کر کرو یا چھپا کر۔

جہاد امتحان کے لیے ہے | یعنی جہاد وغیرہ کے احکام سے آزمائش مقصود ہے۔ اسی سخت آزمائش میں کھلتا ہے کہ کون لوگ اللہ کے راستہ میں لڑنے والے اور شدید ترین امتحانات میں ثابت قدم رہنے والے ہیں اور کون ایسے نہیں۔

یعنی ہر ایک کے ایمان اور اطاعت و انقیاد کا وزن معلوم ہو جائے اور سب کے اندرونی احوال کی خبریں عملاً محقق ہو جائیں۔ تنبیہ | ”حَتَّى نَعْلَمَ الْخِ“ سے جو شبہ حدوٹ علم کا ہوتا ہے اس کا مفصل جواب ”ہارہ مبقول“ کے شروع ”إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ“ کے حواشی میں ملاحظہ کیا جائے۔

یعنی اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، اللہ کا کیا نقصان ہے۔ نہ اس کے دین اور پیغمبر کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ وہ قدرت والا ان کے سارے منصوبے غلط اور تمام کام اکارت کر دے گا اور سب کوششیں خاک میں ملا دے گا۔ اعمال کو ضائع نہ ہونے دو | یعنی جہاد، یا اللہ کی راہ میں اور کوئی محنت و ریاضت کرنا اس وقت مقبول ہے جب اللہ و رسول کے حکم کے موافق ہو۔ محض اپنی طبیعت کے شوق یا نفس کی خواہش پر کام نہ کرو۔ ورنہ ایسا عمل یوں ہی بیکار ضائع جائے گا۔ مسلمان کا کام نہیں کہ جو نیک کام کر چکا یا کر رہا ہے اس کو کسی صورت سے ضائع ہونے دے۔ نیک کام کو نہ بیچ میں چھوڑو، نہ ریاء و نمود اور اعجاب وغیرہ سے اس کو برباد کرو۔ بھلا ارتداد کا تو ذکر کیا ہے جو ایک دم تمام اعمال کو حبط کر دیتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اللَّهُ لَهُمْ ۝ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامَةِ وَأَنْتُمْ

ان کو اللہ ۝ سو تم بودے نہ ہوئے جاؤ اور (کہ) لگو پکارنے صلح ۝ اور تم ہی رہو گے

الْأَعْلُونَ ۝ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرَكَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۝

غالب ۝ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور نقصان نہ دے گا تم کو تمہارے کاموں میں ۝

إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ وَاِنْ تُؤْمِنُوا وَ

یہ دنیا کا جینا ۝ تو کھیل ہے اور تماشا ۝ اور اگر تم یقین لاؤ گے اور

تَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أَجْرَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۝

بچ کر چلو گے ۝ دے گا تم کو تمہارا بدلہ ۝ اور نہ مانگے گا تم سے مال تمہارے ۝

إِنْ يَسْأَلْكُمْ فِيهَا فَيُخَفِّكُمْ تَبَخَّلُوا وَبَخِلُوا ۝

اگر مانگے تم سے وہ مال پھر تم کو تنگ کرے تو بخل (بخلی) کرنے لگو اور ظاہر کر دے تمہارے دل کی خفیاں ۝

هَآأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَدْعُونَ لِتُقْفُوا فِي سَبِيلِ

سننے ہو تم لوگ ۝ تم کو بلا تے ہیں کہ خرچ کرو ۝ اللہ کی

اللَّهُ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخُلُ ۝ وَمَنْ يَبْخُلْ فَإِنَّمَا

راہ میں ۝ پھر تم میں کوئی ایسا ہے کہ نہیں دیتا ۝ اور جو کوئی نہ دے گا سونہ دے گا

يَبْخُلُ عَنْ نَفْسِهِ ۝ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۝

آپ کو ۝ اور اللہ بے نیاز ہے ۝ اور تم محتاج ہو ۝

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۝ ثُمَّ لَا

اور اگر تم پھر جاؤ گے ۝ تو بدل لے گا اور لوگ تمہارے سوا ۝ پھر

یعنی کسی کافر کی اللہ کے ہاں بخشش نہیں۔ خصوصاً ان کافروں کی جو دوسروں کو خدا کے راستہ سے روکنے میں لگے ہوئے ہیں۔

جہاد کی تکلیف سے ڈر کر صلح نہ کرو | یعنی مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کے مقابلہ میں ست اور کم ہمت نہ بنیں اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر صلح کی طرف نہ دوڑیں۔ ورنہ دشمن شیر ہو کر دباتے چلے جائیں گے اور جماعت اسلام کو مغلوب و رسوا ہونا پڑے گا۔ ہاں کسی وقت اسلام کی مصلحت اور اہل اسلام کی بھلائی صلح میں نظر آئے تو اس وقت صلح کر لینے میں مضائقہ نہیں جیسا کہ آگے سورہ ”فتح“ میں آتا ہے۔ بہر حال صلح کی بناء اپنی کم ہمتی اور نامردی پر نہ ہونی چاہئے۔

تم ہی غالب رہو گے | یعنی گھبرانے کی کچھ بات نہیں، اگر صبر و استقلال دکھلاؤ گے اور خدا کے احکام پر ثابت قدم رہو گے تو خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تم کو آخر کار غالب کرے گا اور کسی حالت میں بھی تم کو نقصان اور گھٹانے میں نہ رہنے دے گا۔

ایمان و تقویٰ کے دنیاوی فوائد | یعنی آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت ایک کھیل تماشا جیسی ہے۔ اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کرو گے اور اس کھیل تماشا سے ذرا بچ کر چلو گے تو اللہ تم کو اس کا پورا بدلہ دے گا اور تمہارا مال بھی تم سے طلب نہیں کرے گا۔ اسے کیا حاجت ہے۔ وہ تو خود دینے والا ہے کما قال ”مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ“ (ذاریات۔ رکوع ۳) اگر طلب بھی کرے تو مالک حقیقی وہ ہی ہے تمام مال اسی کا ہے۔ مگر اس کے باوجود دین کے معاملہ میں جب خرچ کرنے کو کہتا ہے تو سارے مال کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ایک تھوڑا سا حصہ طلب کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے فائدہ کو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”حق تعالیٰ نے ملک فتح کرادیے مسلمانوں کو تھوڑے ہی دن (اپنی گرہ سے) پیسہ خرچ کرنا پڑا۔ پھر جتنا خرچ کیا تھا اس سے سو گنا ہاتھ لگا۔ اس مطلب سے (قرآن کریم میں کئی جگہ) فرمایا ہے کہ اللہ کو قرض دو۔“

یعنی اگر اللہ تعالیٰ سختی کے ساتھ کل مال طلب کرنے لگے جو تم کو دے رکھا ہے تو کتنے مردان خدا ہیں جو کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے اس حکم پر لبیک کہیں گے۔ اکثر تو وہی ہونگے جو بخل اور تنگدلی کا ثبوت دیں گے مال خرچ کرنے کے وقت ان کے دل کی خفگی باہر ظاہر ہو جائے گی۔

یعنی ایک حصہ خدا کے دیئے ہوئے مال کا اس کے راستہ میں اپنے نفع کی خاطر۔
مال خرچ کرنے میں تمہارا ہی فائدہ ہے | یعنی تمہارا دینا خود اپنے فائدہ کے لئے ہے۔ نہ دو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اللہ کو تمہارے دینے نہ دینے کی کیا پروا۔

اللہ کو مال کی ضرورت نہیں | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی مال خرچ کرنے کی جو تاکید سنتے ہو یہ نہ سمجھو کہ اللہ یا اس کا رسول مانگتا ہے۔ نہیں یہ تمہارے بھلے کو فرماتا ہے۔ پھر ایک کے ہزار ہزار پاؤ گے۔ ورنہ اللہ کو اور اس کے رسول کو کیا پروا ہے۔“

يَكُونُوا أَمْثَالَكُمُ ۚ

وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح کے

آیاتھا ۲۹ ﴿۳۸﴾ سُورَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۱) ﴿رُكُوعَاتُهَا ۴﴾

سورہ فتح مدینہ میں نازل ہوئی اس کی ایتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۚ لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ ہم نے تمہیں گناہ

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكُمْ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ

آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے اور پورا کر دے تجھ پر اپنا احسان

وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۚ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ

اور چلائے تجھ کو سیدھی راہ اور مدد کرے تیری اللہ

نَصْرًا عَزِيزًا ۚ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ

زبردست مدد وہی ہے جس نے اتارا اطمینان دل میں

الْمُؤْمِنِينَ لِيُزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ ۚ وَ لِلَّهِ

ایمان والوں کے تاکہ اور بڑھ جائے ان کو ایمان اپنے ایمان کے ساتھ اور اللہ کے ہیں

جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

سب لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ ہے خبردار

یعنی اللہ تعالیٰ جس حکمت و مصلحت سے بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اس کا حاصل ہونا کچھ تم پر منحصر نہیں۔ فرض کیجئے تم اگر بخل کرو اور اس کے حکم سے روگردانی کرو گے وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے گا۔ جو تمہاری طرح بخیل نہ ہوگی بلکہ نہایت فراخ دلی سے اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی راہ میں خرچ کرے گی۔ بہر کیف اللہ کی حکمت و مصلحت تو پوری ہو کر رہے گی۔ ہاں تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔

حدیث میں اہل فارس کی تعریف | حدیث میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دوسری قوم کون ہے جس کی طرف اشارہ ہوا ہے آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ”اس کی قوم“ اور فرمایا ”خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لائیں گے۔“ الحمد للہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بینظیر ایثار اور جوش ایمانی کا ثبوت دیا کہ ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی۔ تاہم فارس والوں نے اسلام میں داخل ہو کر علم اور ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور ایسی زبردست دینی خدمات انجام دیں جنہیں دیکھ کر ہر شخص کو ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بیشک حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے موافق یہ ہی قوم تھی جو بوقت ضرورت عرب کی جگہ پر کر سکتی تھی۔

امام ابو حنیفہؒ پیشینگوئی کا مصداق ہیں | ہزار ہا علماء وائمہ سے قطع نظر کر کے تنہا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا وجود ہی اس پیشینگوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے۔ بلکہ اس بشارت عظمیٰ کا کامل اور اولین مصداق امام صاحب ہی ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔
تم سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتو لیکھ واعانتہ فلیلہ الحمد والمنة۔

سورۃ الفتح

◆ **سورۃ فتح کے نزول کا پس منظر** | اس سورت کی مختلف آیات میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ بغرض سہولت فہم ان کو مختصر ایہاں لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (الف) آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں امن و امان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے طلق و قصر کیا۔ آپ ﷺ نے یہ خواب صحابہؓ سے بیان فرمایا۔ گو آپ ﷺ نے مدت کی تعیین نہیں فرمائی تھی، مگر شدت اشتیاق سے اکثروں کا خیال اس طرف گیا کہ اس سال عمرہ میسر ہوگا اتفاقاً آپ ﷺ کا قصد بھی عمرہ کا ہو گیا۔ (ب) آپ ﷺ تقریباً ذیہذہ ہزار آدمیوں کو ہمراہ لیکر بغرض عمرہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور ”ہدی“ بھی آپ کے ساتھ تھی۔ یہ خبر مکہ پہنچی تو قریش نے بہت سامع جمع کر کے اتفاق کر لیا کہ آپ ﷺ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے۔ حالانکہ انکے ہاں حج و عمرہ سے دشمن کو بھی روکا نہیں جاتا تھا۔ بہر حال ”حدیبیہ“ پہنچ کر جو مکہ سے قریب ہے آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور کسی طرح اٹھنے کا نام نہ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”حَبَّهَا حَابِسُ الْفَيْلِ“ اور فرمایا کہ خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا مطالبہ کریں گے جس میں حرمت اللہ کی تعظیم قائم رہے میں منظور کروں گا۔ آخر آپ ﷺ نے وہیں قیام فرمایا (اسی مقام کو آج کل ”شمسیہ“ کہتے ہیں)

واقعہ حدیبیہ (ج) | آپ ﷺ نے مکہ والوں کے پاس قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے، ہم کو آنے دو، عمرہ کر کے چلے جائیں گے جب اس کا کچھ جواب نہ ملا تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہی پیام دیکر بھیجا اور بعض مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں مغلوب و مظلوم تھے ان کو بشارت پہنچائی کہ اب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جائے گا۔ حضرت عثمانؓ کو قریش نے روک لیا۔ ان کی واپسی میں جو دیر لگی یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے اس خیال سے کہ شاید لڑائی کا موقع ہو جائے سب صحابہؓ سے درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی۔ جب قریش نے بیعت کی خبر سنی ڈر گئے اور حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا۔ (د) پھر مکہ کے چند رؤساء بغرض صلح آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح نامہ لکھا قرار پایا۔ اس سلسلہ میں بعض امور پر بحث و کمراز بھی ہوئی

اور مسلمانوں کو غصہ اور جوش آیا کہ کوار سے معاملہ ایک طرف کر دیا جائے۔ لیکن آخر حضور ﷺ نے مکہ والوں کے اصرار کے موافق سب باتیں منظور فرمائیں اور مسلمانوں نے بھی بے انتہا ضبط و تحمل سے کام لیا اور صلح نامہ تیار ہو گیا جس میں ایک شرط کفار کی طرف سے یہ تھی کہ آپ اس سال واپس چلے جائیے اور سال آئندہ غیر مسلح آکر عمرہ کر لیجئے۔ اور یہ کہ فریقین میں دس سال تک لڑائی نہ ہوگی۔ اس مدت میں جو مرد ہمارے ہاں سے تمہارے پاس جائے اسے آپ اپنے پاس نہ رکھیں۔ اور جو تمہارا آدمی ہمارے ہاں آئے گا ہم واپس نہ کریں گے۔ صلح کا تمام معاملہ طے ہو جانے پر آپ ﷺ نے ”حدیبیہ“ ہی میں ہڈی کا جانور ذبح کیا اور حلق و قصر کر کے احرام کھول دیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (ہ) راستہ ہی میں یہ سورت (الفتح) نازل ہوئی۔ اور یہ سب واقعہ اور خلاصہ میں پیش آیا۔ (و) ”حدیبیہ“ سے واپس تشریف لا کر اوائل ۶ میں آپ ﷺ نے ”خیبر“ فتح کیا جو مدینہ سے شمالی جانب پر چار منزل پر شام کی سمت یہود کا ایک شہر تھا۔ اس حملہ میں کوئی شخص ان صحابہ کے علاوہ شریک نہ تھا جو ”حدیبیہ“ میں آپ کے ہمراہ تھے۔ (ز) سال آئندہ یعنی ذیقعدہ ۶ میں آپ حسب معاہدہ عمرہ القضاء کیلئے تشریف لے گئے اور امن و امان کے ساتھ مکہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا۔ (ح) عہد نامہ میں جو دس سال تک لڑائی بند رکھنے کی شرط تھی قریش نے نقض عہد کیا۔ آپ ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کر دی اور رمضان ۸ میں اس کو فتح کر لیا۔

صلح حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کا پیغمبرانہ طرز عمل | ”حدیبیہ“ کی صلح بظاہر ذلت و مغلوبیت کی صلح نظر آتی ہے اور شرائط صلح پڑھ کر بادی النظر میں یہ ہی محسوس ہوتا ہے کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کفار قریش کے حق میں ہوا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی صلح کی ظاہری سطح دیکھ کر سخت محزون و مضطرب تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو سر فروش سپاہیوں کے سامنے قریش اور ان کے طرفداروں کی جمعیت کیا چیز ہے۔ کیوں تمام نزاعات کا فیصلہ کوار سے نہیں کر دیا جاتا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ان احوال و نتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل تھے اور اللہ نے آپ ﷺ کا سینہ سخت سے سخت ناخوشگوار واقعات تحمل کرنے کے لئے کھول دیا تھا۔ آپ ﷺ بمثال استغناء اور توکل و تحمل کے ساتھ ان کی ہر شرط قبول فرماتے رہے اور اپنے اصحاب کو ”اللہ ورسولہ أعلم“ کہہ کر تسلی دیتے رہے۔ یعنی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔

صلح حدیبیہ فتح مبین ہے | تا آنکہ یہ سورت نازل ہوئی اور خداوند قدوس نے اس صلح اور فیصلہ کا نام ”فتح مبین“ رکھا لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے فرمایا ہاں بہت بڑی فتح۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کی بیعت جہاد اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار معاندین کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود جنگ اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقع پر انماض اور غفور و گذر سے کام لینا اور محض تعظیم بیت اللہ کی خاطر انکے یہودہ مطالبات پر قطعاً برا فروخت نہ ہونا۔ یہ واقعات ایک طرف اللہ کی خصوصی مدد و رحمت کے استجاب کا ذریعہ بنتے تھے اور دوسری جانب دشمنوں کے قلوب پر اسلام کی اخلاقی اور روحانی طاقت اور پیغمبر علیہ السلام کی شان پیغمبری کا سکہ بٹھلا رہے تھے۔ گو عہد نامہ لکھتے وقت ظاہر بینوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی۔ لیکن ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضور ﷺ کے حق میں ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ”فتح مبین“ رکھ کر متنبہ کر دیا کہ یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لئے بھی آپ کے حق میں بیشمار فتوحات ظاہری و باطنی کا دروازہ کھولتی ہے۔

صلح کے بہتر نتائج | اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا۔ کفار، مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سنتے اور ان مقدس مسلمانوں کے احوال و اطوار کو دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صلح ”حدیبیہ“ سے فتح مکہ تک یعنی تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے۔ خالد بن الولید اور عمرو بن العاص جیسے نامور صحابہ اسی دوران میں اسلام کے حلقہ بگوش بنے۔ یہ جسموں کو نہیں، دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح

حدیبیہ کی اعظم ترین برکت تھی۔ اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ معظمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل ہل ہو گیا۔ ”حدیبیہ“ میں حضور ﷺ کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانباز تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جرار آپ کے ہمراہ تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر، بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کے لئے صلح حدیبیہ بطور اساس و بنیاد اور زرین دیباچہ کے تھی۔ اور اس تحمل و توکل اور تعظیم حرمت اللہ کی بدولت جو صلح کے سلسلہ میں ظاہر ہوئی، جن علوم و معارف قدسیہ اور باطنی مقامات و مراتب کا فتح باب ہوا ہوگا اس کا اندازہ تو کون کر سکتا ہے، ہاں تھوڑا سا اجمالی اشارہ حق تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے یعنی جیسے سلاطین دنیا کسی بہت بڑے فاتح جنرل کو خصوصی اعزاز و اکرام سے نوازتے ہیں،

صلح کے صلہ میں آنحضرت ﷺ کو خصوصی انعامات | خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا۔ جن میں پہلی چیز غفرانِ ذنوب ہے (ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکل معاف ہیں) یہ بات اللہ تعالیٰ نے لہر کی بندہ کے لئے نہیں فرمائی مگر حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور ﷺ اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں سو جاتے تھے اور لوگوں کو دیکھ کر رحم آتا تھا۔ صحابہ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا۔ فرماتے۔ ”اَفَلَا اَتُكُونُ عَبْدًا شَكُورًا“ (تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ ہوں) ظاہر ہے اللہ تعالیٰ بھی ایسی بشارت اسی بندہ کو سنائیں گے جو نہ کر بخیر نہ ہو جائے بلکہ اور زیادہ خدا تعالیٰ سے ڈرنے لگے۔ شفاعت کی طویل حدیث میں ہے کہ جب مخلوق جمع ہو کر حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس جائیگی تو وہ فرمائیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو خاتم النبیین ہیں اور جن کی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے (یعنی اس مقام شفاعت میں اگر بالفرض کوئی تقصیر بھی ہو جائے تو وہ بھی غفوعام کے تحت میں پہلے ہی آچکی ہے)۔ بجز ان کے اور کسی کا یہ کام نہیں۔

یعنی صرف تقصیرات سے درگزر نہیں بلکہ جو کچھ ظاہری و باطنی اور مادی و روحی انعام و احسان اب تک ہو چکے ہیں ان کی پوری تکمیل و تمہیم کی جائے گی۔

آنحضرت ﷺ کی دوائی استقامت | یعنی تجھ کو ہدایت و استقامت کی سیدھی راہ پر ہمیشہ قائم رکھے گا۔ معرفت و شہود کے غیر محدود مراتب پر فائز ہونے اور ابدان و قلوب پر اسلام کی حکومت قائم کرنیکی راہ میں تیرے لئے کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکے گی۔ لوگ جوق در جوق تیری ہدایت سے اسلام کے سیدھے راستہ پر آئیں گے۔ اور اس طرح تیرے اجور و حسنت کے ذخیرہ میں بیشمار اضافہ ہوگا۔

فتح و نصرت کا وعدہ | یعنی اللہ کی ایسی مدد آئیگی جسے کوئی نہ روک سکے گا نہ دبا سکے گا۔ اور اسی کی مدد سے فتح و ظفر تیرے قدموں کے ساتھ ساتھ ہوگی۔ سورہ ”نصر“ میں فرمایا کہ جب خدا کی طرف سے مدد اور فتح آجائے اور لوگ دین الہی میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں تو اللہ کی تسبیح و تحمید اور اس سے استغفار کیجئے۔ ظاہر ہے کہ اس فتح مبین پر بھی آپ نے استغفار کیا ہوگا تو اس کے جواب میں ”لَيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ“ الخ کا مضمون اور بھی زیادہ صاف ہو جاتا ہے۔ نبی علیہ ابن جریور رحمہ اللہ تعالیٰ

صحابہ کرام کے ایمان میں زیادتی | اطمینان اتارا۔ یعنی باوجود خلاف طبع ہونے کے رسول کے حکم پر جیسے رہے۔ ضدی کافروں کے ساتھ ضد نہیں کرنے لگے۔ اس کی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا اور مراتب عرفان و ایقان میں ترقی ہوئی۔ انہوں نے اول بیعت جہاد کر کے ثابت کر دیا تھا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ ایمان کا ایک رنگ تھا اسکے بعد جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے جذبات کے خلاف اللہ کے حکم سے صلح منظور کر لی تو ان کے ایمان کا دوسرا رنگ یہ تھا کہ اپنے پر جوش جذبات و عواطف کو زور سے دبا کر اللہ و رسول کے فیصلہ کے آگے گردن انقیاد خم کر دی۔ رضی اللہ عنہم و رضوانہ۔

حَكِيمًا ۴ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ

حکمت والا ♦ تاکہ پہنچادے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَ يَكْفَرُ

نیچے بہتی ہیں ان کے نہیں ہمیشہ رہیں ان میں اور اتار دی

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا

ان پر سے ان کی برائیاں ♦ اور یہ ہے اللہ کے یہاں بڑی

عَظِيمًا ۵ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَ

مراد ملنی ♦ اور تاکہ عذاب کرے دغا باز مردوں کو اور دغا باز عورتوں کو اور

الْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ

شرک والے مردوں اور شرک والی عورتوں کو ♦ جو انکس کرتے ہیں اللہ پر بری

السَّوْءَ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللَّهُ

انکس ♦ انہی پر پڑے پھیر مصیبت کا ♦ اور غصہ ہوا اللہ

عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَسَاءَتْ

ان پر اور لعنت کی ان کو اور تیار کی ان کے واسطے دوزخ اور بری

مَصِيرًا ۶ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ

جگہ پہنچے اور اللہ کے ہیں سب لشکر آسمانوں کے اور زمین کے

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۷ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ

اور ہے اللہ زبردست حکمت والا ♦ ہم نے تجھ کو بھیجا

زمین و آسمان کے لشکر | یعنی وہ ہی جانتا ہے کہ کس وقت قتال کا حکم دینا تمہارے لئے مصلحت ہے اور کس موقع پر قتال سے باز رکھنا اور صلح کرنا حکمت ہے۔ تم کو اگر قتال کا حکم ہو تو کبھی کفار کی کثرت کا خیال کر کے پس و پیش نہ کرنا کیونکہ آسمان و زمین کے لشکروں کا مالک وہ ہی ہے جو تمہاری قلت کے باوجود اپنے غیبی لشکروں سے مدد کر سکتا ہے جیسے ”بدر“ ”احزاب“ اور ”حنین“ وغیرہ میں کی۔ اور اگر صلح کرنے اور قتال سے رکنے کا حکم دے تو اسی کی تعمیل کرو۔ یہ خیال نہ کرنا کہ افسوس صلح ہو گئی اور کفار پیچ نکلے ان کو سزا نہ ملی اگر قتال کا حکم ہو جاتا تو ہم ان کو ہلاک کر ڈالتے۔ کیونکہ ان کا ہلاک ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں۔ ہم چاہیں تو اپنے دوسرے لشکروں سے ہلاک کر سکتے ہیں۔ بہر حال زمین و آسمان کے لشکروں کا مالک اگر صلح کا حکم دے گا تو ضرور اسی میں بہتری اور حکمت ہوگی۔

حدیبیہ کے شرکاء کیلئے وعدہ جنت | جب حضور ﷺ نے ”إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا“ الخ پڑھ کر صحابہ کو سنائی تو انہوں نے آپ کی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور کہا، یا رسول اللہ! یہ تو آپ ﷺ کیلئے ہوا۔ ہمارے لئے کیا ہے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں یعنی اللہ نے اطمینان دیکر مومنین کا ایمان بڑھایا۔ تا انہیں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل کرے اور ان کی برائیوں اور کمزوریوں کو معاف فرمادے۔ حدیث میں ہے کہ جن اصحاب نے حدیبیہ میں بیعت کی ان میں سے ایک بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ تنبیہ مومنات کا ذکر تعظیم کے لئے ہے۔ یعنی مرد ہو یا عورت کسی کی محبت اور ایمان داری ضائع نہیں جاتی۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھیں۔

جنت ہی نور عظیم ہے | بعض نقال صوفی یا کوئی مغلوب الحال بزرگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جنت طلب کرنا ناقصوں کا کام ہے، یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں یہ ہی بڑا کمال ہے۔

یعنی مومنین کے دلوں میں صلح کی طرف سے اطمینان پیدا کر کے اسلام کی جز مضبوط کر دی اور اسلامی فتوحات و ترقیات کا دروازہ کھول دیا جو انجام کار سبب ہے کافروں اور منافقوں پر مصیبت ٹوٹنے اور ان کو پوری طرح سزا ملنے کا۔

کفار منافقین کے برے اندازے | ”بڑی انگلیں“ یہ کہ مدینے سے چلتے وقت منافق (بجز ایک جد بن قیس کے) مسلمانوں کے ساتھ نہیں آئے، بہانے کر کے بیٹھ رہے۔ دل میں سوچا کہ مذبح ضرور ہو کر رہے گی۔ یہ مسلمان لڑائی میں تباہ ہونگے۔ ایک بھی زندہ واپس نہ آئے گا۔ کیونکہ وطن سے دور، فوج کم، اور دشمن کا دلیس ہوگا ہم کیوں ان کے ساتھ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں اور کفار مکہ نے یہ خیال کیا کہ مسلمان بظاہر ”عمرے“ کے نام سے آرہے ہیں اور فریب و دغا سے چاہتے ہیں کہ مکہ معظمہ ہم سے چھین لیں۔

یعنی زمانہ کی گردش اور مصیبت کے چکر میں آکر رہینگے کہاں تک احتیاطیں اور پیش بندیاں کریں گے۔ یعنی وہ سزا دینا چاہے تو کون بچا سکتا ہے۔ خدائی لشکر ایک لمحہ میں پس کر رکھ دے۔ مگر وہ زبردست ہونے کے ساتھ حکمت والا بھی ہے۔ حکمت الہی مقتضی نہیں کہ فوراً ہاتھوں ہاتھ ان کا استیصال کیا جائے۔

شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَ

احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا ♦ تاکہ تم لوگ یقین لاؤ اللہ پر اور

رَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۖ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً

اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی عظمت رکھو ♦ اور اس کی پاکی بولتے رہو صبح

وَأَصِيلًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ

اور شام ♦ تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں

اللَّهُ ۖ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۖ فَمَنْ نَكَثَ

اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے ♦ اور پران کے ہاتھ کے ♦ پھر جو کوئی قول توڑے

فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ

سو توڑتا ہے اپنے نقصان کو ♦ اور جو کوئی پورا کرے اس چیز کو جس پر اقرار کیا

عَلَيْهِ اللَّهُ فَسَبُوتُهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ سَيَقُولُ

اللہ سے تو وہ اس کو دے گا بدلہ بہت بڑا ♦ اب کہیں گے

لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا

تجھ سے پیچھے رہ جانے والے گنوار ہم کام میں لگے رہ گئے اپنے مالوں کے

وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۖ يَقُولُونَ بِالسِّنْتِهِمْ

اور گمراہوں کے سو ہمارا گناہ بخشو ♦ وہ کہتے ہیں اپنی زبان سے

مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۖ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ

جو ان کے دل میں نہیں ♦ تو کہہ کس کا کچھ بس چلتا ہے

یعنی آپ اللہ کے فرمانبرداروں کو خوشی اور نافرمانوں کو ڈر سنا تے ہیں اور خود اپنے احوال بتلاتے ہیں جیسے ”اِنَّا فَتَحْنَا“ سے یہاں تک تینوں قسم کے مضامین آچکے۔ اور آخرت میں بھی اپنی امت پر نیز انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دیں گے۔

نُعَزِّدُوهُ اور تَوْقِرُوْهُ کی ضمیریں اگر اللہ کی طرف راجع ہوں تو اللہ کی مدد کرنے سے مراد اس کے دین اور پیغمبر کی مدد کرنا ہے اور اگر رسول کی طرف راجع ہوں تو پھر کوئی اشکال نہیں۔

یعنی اللہ کی پاکی بیان کرتے رہو۔ خواہ نمازوں کے ضمن میں یا نمازوں سے باہر۔

آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر صحابہ کی بیعت کی فضیلت | لوگ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتے تھے اس کو فرمایا

کہ نبی کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا خدا سے بیعت کرنا ہے کیونکہ حقیقت میں نبی خدا ہی کی طرف سے بیعت لیتا ہے اور اسی کے احکام کی تعمیل و تاکید بیعت کے ذریعہ سے کراتا ہے۔ فہذا کما قال ”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ“ (نساء۔ رکوع ۱۱) و کما قال۔ ”وَمَا زِمْتُ اِذْ زِمْتُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمٰی“ (انفال۔ رکوع ۲) جب بیعت نبوی کی حقیقت یہ ہوئی تو یقیناً خدا تعالیٰ کا دست شفقت و حمایت انکے ہاتھوں کے اوپر ہوگا۔ تنبیہ | حضور ﷺ صحابہؓ سے کبھی اسلام پر کبھی جہاد پر کبھی کسی دوسرے امر خیر پر بیعت لیتے تھے۔ صحیح مسلم میں ”وَعَلَى الْخَيْرِ“ کا لفظ آیا ہے۔ مشائخ طریقت کی بیعت اگر بطریق مشروع ہو تو اسی لفظ کے تحت میں مندرج ہوگی۔ ”حدیبیہ“ میں اس بات پر بیعت لی گئی کہ مرتے دم تک میدان جہاد سے نہیں بھاگیں گے۔

بیعت کے عہد کو پورا کرنے کی فضیلت | یعنی بیعت کے وقت جو قول و قرار کیا ہے، اگر کوئی اس کو توڑیگا تو اپنا ہی نقصان کریگا۔ اللہ و رسول کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ اسی کو عہد شکنی کی سزا ملے گی۔ اور جس نے استقامت دکھلائی اور اپنے عہد و پیمان کو مضبوطی کے ساتھ پورا کیا تو اس کا بدلہ بھی بہت پورا ملے گا۔

منافقین کے حیلے بہانوں کی خبر | مدینہ سے روانہ ہوتے وقت آپ ﷺ نے اپنی روانگی کا اعلان کر دیا اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کے لئے ابھارا تھا۔ شاید قرآن سے آپ کو بھی لڑائی کا احتمال ہو۔ اس پر دیہاتی گنوار جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہ ہوا تھا، جان چرا کر بیٹھ رہے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسی قوم کی طرف جائیگے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر (مدینہ) میں آکر ان کے کتنے ساتھیوں کو قتل کر گئی۔ اب ہم اس کے گھر جا کر اس سے لڑیگے؟ تم دیکھ لینا اب یہ اور ان کے ساتھی اس سفر سے واپس آنے والے نہیں سب وہیں کھیت رہیں گے۔ ان آیات میں حق تعالیٰ نے ان کے نفاق کا پردہ فاش کیا ہے آپ کو مدینہ پہنچنے سے قبل راستہ میں بتلادیا کہ تمہارے صحیح و سالم واپس جانے پر وہ لوگ اپنی غیر حاضری کے جھوٹے عذر اور حیلے بہانے کرتے ہوئے آئیگے اور کہیں گے کہ کیا کہئے ہم کو گھربار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی۔ کوئی ہمارے پیچھے مال اور اہل و عیال کی خبر لینے والا نہ تھا بہر حال ہم سے کوتاہی ضرور ہوئی۔ اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کر دیجئے۔

یعنی دل میں جانتے ہیں کہ یہ عذر بالکل غلط ہے اور استغفار کی درخواست کرنا بھی محض ظاہر داری کے لئے ہے، سچے دل سے نہیں وہ دل میں نہ اس کو گناہ سمجھتے ہیں نہ آپ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ

اللہ سے تمہارے واسطے اگر وہ چاہے تمہارا نقصان یا چاہے

بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝

تمہارا فائدہ بلکہ اللہ ہے تمہارے سب کاموں سے خبردار

بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ

کوئی نہیں تم نے تو خیال کیا تھا کہ پھر کر نہ آئے گا رسول اور مسلمان

إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزِينَ ذِكْ فِي قُلُوبِكُمْ

اپنے گھر بھی اور کھب گیا (بھلا نظر آیا) تمہارے دل میں یہ خیال

وَلَقَدْ ظَنَنْتُمْ أَنْ السَّوْءَ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝

اور اٹکل کی تم نے بری انگلیں اور تم لوگ تھے تباہ ہونے والے

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا

اور جو کوئی یقین نہ لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر تو ہم نے تیار کر رکھی ہے

لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

منکروں کے واسطے دہکتی آگ اور اللہ کے لیے ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا

يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ

بخشتے جس کو چاہے اور عذاب میں ڈالے جس کو چاہے اور ہے اللہ

غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ

بخشتے والا مہربان اب کہیں گے پیچھے رہ گئے ہوئے جب تم چلو گے

منافقین کو ان کے بہانوں کا جواب | یعنی ہر طرح کا نفع و نقصان اللہ کے قبضہ میں ہے جس کی مشیت و ارادہ کے سامنے کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ اس کو منظور نہیں تھا کہ تم کو اس سفر مبارک کی شرکت کے فوائد نصیب ہوں۔ نہ اب یہ منظور ہے کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں۔ اس نے تمہاری حیلہ تراشی سے قبل ہی ہم کو ان جھوٹے اعذار پر مطلع کر دیا تھا۔ بہر حال اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمہارے اعمال و حرکات کی بدولت ”غزوہ حدیبیہ“ کی گونا گوں برکات و فوائد کی طرف سے تم کو نقصان اور گھائے میں رکھے اور ہاں تم کہتے ہو کہ اپنے مال اور گھروالوں کی حفاظت کی وجہ سے سفر میں نہ جاسکے، تو کیا خدا اگر تمہارے مال و اولاد وغیرہ میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے۔ تم گھر میں رہ کر اسے روک دو گے۔ یا فرض کرو اللہ تم کو کچھ فائدہ مال و عیال میں پہنچانا چاہے اور تم سفر میں ہو، تو کیا اسے کوئی روک سکتا ہے۔ جب نفع و نقصان کو کوئی روک نہیں سکتا تو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی پروا کرنا محض حماقت و ضلالت ہے، ان حیلوں بہانوں سے مت سمجھو کہ ہم اللہ کو خوش کر لیتے بلکہ یاد رکھو اللہ تمہارے سب کھلے چھپے اعمال و احوال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

منافقین کے پیچھے رہ جانے کی اصل وجہ | یعنی واقع میں تمہارے نہ جانے کا سبب یہ نہیں جو بیان کر رہے ہو بلکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان اس سفر سے بچ کر واپس نہ آئیں گے۔ یہ ہی تمہاری دلی آرزو تھی اور یہ غلط اٹکل اور تخمینہ تمہارے دلوں میں خوب جم گیا تھا۔ اسی لئے اپنی حفاظت اور نفع کی صورت تم نے علیحدہ رہنے میں سمجھی۔ حالانکہ یہ صورت تمہارے خسران اور تباہی کی تھی اور اللہ جانتا تھا کہ یہ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔

یعنی جس کو وہ بخشنا نہ چاہے، میں کیسے بخشاؤں، ہاں اس کی مہربانی ہو تو تم کو توبہ کی توفیق مل جائے اور بخشش ہو جائے۔ اس کی رحمت بہر حال غضب پر سابق ہے۔

إِلَىٰ مَغَانِمَ إِنَّا خُذُوهَا ذُرُونًا نَّتَّبِعُكُمْ ۚ

غنیمتیں لینے کو چھوڑ دو ہم بھی چلیں تمہارے ساتھ

يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قُل لَّنْ تَتَّبِعُونَا

چاہتے ہیں کہ بدل دیں کہا اللہ کا تو کہہ دے تم ہمارے ساتھ ہرگز نہ چلو گے

كَذِبِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُولُونَ بَلْ

یونہی کہہ دیا اللہ نے پہلے سے پھر اب کہیں گے نہیں

تَحْسُدُونََنَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

تم تو جلتے ہو ہمارے فائدہ سے کوئی نہیں پر وہ نہیں سمجھتے ہیں مگر تھوڑا سا

قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعُونَ إِلَىٰ

کہہ دے پیچھے رہ جانے والے گنواروں سے آئندہ تم کو بلائیں گے

قَوْمٍ أُولَىٰ بِأَيِّ شَدِيدٍ تَقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۚ

ایک قوم پر بڑے سخت لڑنے والے تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہوں گے

فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۚ وَإِنْ

پھر اگر حکم مانو گے دے گا تم کو اللہ بدلا اچھا اور اگر

تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا

پلٹ جاؤ گے جیسے پلٹ گئے تھے پہلی بار دے گا تم کو ایک عذاب

أَلِيمًا ۝ لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ

دردناک اندھے پر تکلیف نہیں اور نہ لنگڑے پر

خیبر کے جہاد میں ان منافقین کو ساتھ لینے کی ممانعت | ”حدیبیہ“ سے واپس ہو کر حضور ﷺ کو ”خیبر“ پر چڑھائی کر نیکا حکم ہوا۔ جہاں غدار یہود آباد تھے جو بد عہدی کر کے جنگ ”احزاب“ میں کافر قوموں کو مدینہ پر چڑھالائے تھے۔ حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خبر دی کہ وہ گنوار جو ”حدیبیہ“ نہیں گئے، اب ”خیبر“ کے معرکہ میں تمہارے ساتھ چلنے کو کہیں گے۔ کیونکہ وہاں خطرہ کم اور غنیمت کی امید زیادہ ہے۔ آپ ان سے فرمادیں کہ تمہاری استدعا سے پیشتر اللہ ہم کو کہہ چکا ہے کہ تم (اس سفر میں) ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے۔ اندریں صورت کیا تم ہمارے ساتھ جاسکتے ہو۔ اگر جاؤ گے تو یہ معنی ہوئے کہ گویا اللہ کا کہا بدل دیا گیا جو کسی طرح ممکن نہیں۔

یعنی اللہ نے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ محض یہ چاہتے ہو کہ ہمارا فائدہ نہ ہو۔ سب مال غنیمت بلا شرکت غیرے تمہارے ہی ہاتھ آجائے۔

یعنی بہت تھوڑی سمجھ ہے۔ احمق یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کے زہد و قناعت کا کیا حال ہے۔ کیا وہ مال کے حریص ہیں؟ جو تم پر حسد کریں گے؟ اور پیغمبر ازراہ حسد خدا پر جھوٹ بول دے گا؟ العیاذ باللہ۔

آئندہ ہونے والے معرکوں کی خبر | یعنی ذرا صبر کرو۔ اس لڑائی میں تو نہیں جاسکتے لیکن آگے بہت معرکے پیش آنے ہیں۔ بڑی سخت جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلے ہوں گے جن کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہیگا جب تک کہ وہ قومیں مسلمان ہو کر یا جزیہ وغیرہ دیکر اسلام کی مطیع ہو جائیں۔ اگر واقعی تم کو شوق جہاد ہے تو اس وقت میدان میں آ کر داد شجاعت دینا۔ اس موقع پر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ بہترین بدلہ دیگا۔ تنبیہ | ”ان جنگجو قوموں“ سے ”بنو حنیفہ“ وغیرہ مراد ہیں جو ”سیلہ کذاب“ کی قوم تھی یا ”ہوازن و ثقیف“ وغیرہ جن سے ”حنین“ میں مقابلہ ہوا یا وہ مرتدین جن پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی۔ فارس و روم اور کرد وغیرہ جن سے خلفائے راشدین کے زمانہ میں لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں بہت سے بے لڑے بھڑے مسلمان ہوئے اور مال غنیمت بھی بہت آیا۔

یعنی جیسے پہلے ”حدیبیہ“ جانے سے پیچھے ہٹ گئے تھے اگر آئندہ ان معرکوں سے پیچھے ہٹے تو اللہ سخت دردناک سزا دیگا۔ شاید آخرت سے پہلے دنیا ہی میں مل جائے۔

حَرِّهِ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرٌّ ۖ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ

تکلیف اور نہ بیمار پر تکلیف اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا

وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

اور اس کے رسول کا اس کو داخل کرے گاہگوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں

الْأَنْهَارِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ

نہریں اور جو کوئی پلٹ جائے اس کو عذاب دے گا دردناک

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ

تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے

تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ

اس درخت کے نیچے پھر معلوم کیا جو ان کے جی میں تھا پھر اتارا

السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۙ وَمَغَانِمَ

ان پر اطمینان اور انعام دیا ان کو ایک فتح نزدیک اور بہت

كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۚ

غنیمتیں جن کو وہ لیں گے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا

وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلَ

وعدہ کیا ہے تم سے اللہ نے بہت غنیمتوں کا کہ تم ان کو لو گے سوجلدی پہنچادی

لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ

تم کو یہ غنیمت اور روک دیا لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے اور تاکہ ایک نمونہ ہو

یعنی جہاد ان معذور لوگوں پر فرض نہیں۔

یعنی تمام امور اور معاملات میں عام ضابطہ یہ ہے۔

بیعت رضوان | وہ کیکر کا درخت تھا حدیبیہ میں۔ غالباً ”لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ“ ایلح فرمانے کی وجہ ہی سے اس بیعت کو ”بیعتہ الرضوان“ کہتے ہیں۔ شروع سورت میں اس کا مفصل قصہ گزر چکا۔

یعنی ظاہر کا اندیشہ اور دل کا توکل، حسن نیت، صدق و اخلاص اور حب اسلام وغیرہ۔ تنبیہ | عموماً مفسرین نے ”مَا لِيْ قُلُوْبِيْهُمْ“ سے یہی مراد لیا ہے مگر ابو حیان کہتے ہیں کہ صلح اور شرائط صلح کی طرف سے دلوں میں جور و غم اور اضطراب تھا وہ مراد ہے اور آگے ”فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ“ اس پر زیادہ چسپاں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

نزول سکینہ اور فتح خیبر | یعنی فتح خیبر جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد فوراً مل گئی اور مال غنیمت بہت آیا جس سے صحابہ آسودہ ہو گئے۔

یعنی اپنے زور و حکمت سے حدیبیہ کی کسریہاں نکال دی۔ اور اسی طرح کا قصہ فتح مکہ اور حنین میں ہوا۔

یعنی آگے چل کر بیشمار غنیمتیں ملنے والی ہیں۔ ان میں کا یہ ایک حصہ غزوہ خیبر میں دلوادیا۔

خیبر میں مسلمانوں کی حفاظت | یعنی عام لڑائی نہ ہونے دی۔ اور حدیبیہ یا خیبر میں کفار کے ہاتھوں سے تم کو کچھ ضرر نہ پہنچنے دیا اور تمہاری غیبت میں تمہارے اہل و عیال وغیرہ پر کوئی دست درازی نہ کر سکا۔

آيَةُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝

قدرت کا مسلمانوں کے واسطے اور چلائے تم کو سیدھی راہ

وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا

اور ایک فتح اور جو تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ کے قابو میں ہے

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝ وَلَوْ قَتَلَكُمُ

اور اللہ ہر چیز کر سکتا ہے اور اگر لڑتے تم سے

الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا

کافر تو پھرتے پیٹھ بھرنے پاتے کوئی حمایتی

وَلَا نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ

اور نہ مددگار رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آتی ہے

قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ وَهُوَ

پہلے سے اور تو ہرگز نہ دیکھے گا اللہ کی رسم کو بدلتے اور وہی ہے

الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ

جس نے روک رکھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے

بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۝

بچ شہر مکہ کے بعد اس کے کہ تمہارے ہاتھ لگا دیا ان کو

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝ هُمُ الَّذِينَ

اور ہے اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے وہی لوگ ہیں

یعنی مسلمان سمجھیں کہ اللہ کی قدرت کیسی ہے اور ان کا درجہ اس کے ہاں کیا ہے اور یہ کہ اسی طرح آئندہ کے وعدے بھی پورے ہو کر رہیں گے۔

یعنی اللہ کے وعدوں پر وثوق اور اس کی لامحدود قدرت پر بھروسہ ہوگا تو اور زیادہ طاعت و فرمانبرداری کی ترغیب ہوگی۔ یہ ہی سیدھی راہ ہے۔

فتح مکہ کا انعام | یعنی اس بیعت کے انعام میں فتح خیبر دی۔ اور مکہ کی فتح جو اس وقت ہاتھ نہ لگی وہ بھی مل ہی چکی ہے۔ کیونکہ اللہ نے اس کا وعدہ کر لیا اور فی الحقیقت عالم اسباب میں وہ نتیجہ اسی صلح حدیبیہ کا ہے۔

جنگ ہوتی تو تم غالب رہتے | یعنی لڑائی ہوتی تو تم ہی غالب رہتے اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے کوئی مدد کر کے ان کو آفت سے نہ بچا سکتا۔ مگر اللہ کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ فی الحال صلح ہو جائے۔ اور اس کی عظیم الشان برکات سے مسلمان مستفید ہوں۔

اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوتی | یعنی جب اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخر کار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب و مقہور کئے جاتے ہیں یہ ہی عادت اللہ کی ہمیشہ سے چلی آتی ہے جس میں کوئی تبدیلی و تغیر نہیں۔ ہاں یہ شرط ہے کہ اہل حق بیہات مجموعی پوری طرح حق پرستی پر قائم رہیں۔ اور بعض نے ”وَلَنْ قَبْضَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا“ کے معنی یوں کیے ہیں کہ اللہ کی عادت کوئی دوسرا نہیں بدل سکتا۔ یعنی کسی اور کو قدرت نہیں کہ وہ کام نہ ہونے دے جو سنت اللہ کے موافق ہونا چاہئے تھا۔

مکہ میں مشرکین پر غلبہ | مشرکین کی کچھ ٹولیاں ”حدیبیہ“ پہنچی تھیں کہ موقع پا کر حضور ﷺ کو شہید کر دیں یا اکیلے دیکھ لیں مسلمان کو ستائیں۔ چنانچہ کچھ چھیڑ چھاڑ بھی کی بلکہ ایک مسلمان کو قتل بھی کر ڈالا اور اشتعال انگیز کلمات بکتے پھرے۔ آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو زندہ گرفتار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کو معاف فرما دیا اور کچھ انتقام نہیں لیا۔ آیہ ہذا میں اس قسم کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ اور ”بَطْنِ مُكَّةَ“ (بچ شہر مکہ کے) یعنی شہر کے قریب، گویا شہر کا بچ ہی سمجھو۔

یعنی ان کی شرارتیں اور تمہارا غنہ و تحمل سب کچھ اللہ دیکھ رہا ہے۔

كُفِّرُوا وَصُدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ

جو منکر ہوئے اور روکا تم کو مسجد حرام سے اور نیاز کی قربانی کو بھی

مَعُكُوفًا اَنْ يَّبْلَغَ مَحِلَّهُ ط وَلَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ

بند پڑی ہوئی اس بات سے کہ پہنچے اپنی جگہ تک ♦ اور اگر نہ ہوتے کتنے ایک مرد ایمان والے

وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ اَنْ تَطُوهُمْ

اور کتنی عورتیں ایمان والیاں جو تم کو معلوم نہیں یہ خطرہ کہ تم ان کو پیس ڈالتے

فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِّئَدْخُلَ

پھر تم پر ان کی وجہ سے خرابی پڑ جاتی بے خبری سے کہ اللہ کو

اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا

داخل کرنا ہے اپنی رحمت میں جس کو چاہے ♦ اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے تو آفت ڈالتے ہم

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ اِذْ جَعَلَ

منکروں پر عذاب دردناک کی ♦ جب رکھی

الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ

منکروں نے اپنے دلوں میں کدنا دانی کی

الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ

ضد پھراتا اللہ نے اپنی طرف کا طمینان اپنے رسول پر

وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةً التَّقْوَى وَكَانُوا

اور مسلمانوں پر ♦ اور قائم رکھا ان کو ادب کی بات پر اور وہی تھے

کفار کا قربانی کے جانوروں کو روکنا | یعنی حرم کے اس حصہ تک قربانی کے جانور پہنچنے نہ دیئے جہاں لے جا کر ذبح کر نیک عام دستور اور معمول ہے۔ حدیبیہ ہی میں رکے پڑے رہے۔

حدیبیہ کے وقت جنگ ملتوی رکھنے کی مصلحت | یعنی کچھ مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں مظلوم و مقہور تھے اور مسلمان ان کو پوری طرح جانتے نہ تھے وہ لڑائی میں بے خبری سے پیس دیئے جائیں گے۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو فی الحال لڑائی کا حکم دے دیا جاتا۔ لیکن ایسا ہوتا تو تم خود اس قومی نقصان پر متاسف ہوتے۔ اور کافروں کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ دیکھو! مسلمان مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اس خرابی کے باعث لڑائی موقوف رکھی گئی تا وہ مسلمان محفوظ رہیں۔ اور تم پر اس ہی مثال صبر و تحمل کی بدولت خدا اپنی رحمت نازل فرمائے نیز کافروں میں سے جن لوگوں کا اسلام لانا مقدر ہے ان کو بھی لڑائی کی خطرناک گڑبڑ سے بچا کر اپنی رحمت میں داخل کر لے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”اس تمام قصے میں ساری ضد اور کعبہ کی بے ادبی ان ہی (مشرکین) سے ہوئی۔ تم باادب رہے۔ انہوں نے عمرہ والوں کو منع کیا اور قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچنے دی۔ بیشک وہ جگہ اس قابل تھی کہ اسی وقت تمہارے ہاتھ سے فتح کرائی جاتی، مگر بعض مسلمان مرد و زن مکہ میں چھپے ہوئے تھے اور بعض لوگ جن کا مسلمان ہونا اب مقدر تھا، اس وقت کی فتح مکہ میں وہ پیسے جاتے۔ آخر دو برس کی صلح میں جتنے مسلمان ہونے کو تھے ہو چکے اور نکلنے والے نکل آئے تب اللہ نے مکہ فتح کر دیا۔“

مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کی برکت | یعنی اگر کفار مسلمانوں سے الگ ہوتے اور مسلمان ان میں رلے ملے نہ ہوتے تو تم دیکھ لیتے کہ ہم مسلمانوں کے ہاتھوں سے کافروں کو کیسی درد ناک سزا دلواتے ہیں۔

اہل مکہ کی نادانی کی ضد | نادانی کی ضد یہ ہی کہ اس سال عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ کہ جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر جائے اسے پھر واپس بھیج دو۔ اگلے سال عمرہ کو آؤ تو تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہرو۔ اور ہتھیار کھلے نہ لاؤ صلح نامہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ لکھو اور بجائے محمد رسول اللہ کے صرف محمد بن عبد اللہ تحریر کرو۔ حضرت نے یہ سب باتیں قبول کیں اور مسلمانوں نے سخت انقباض و اضطراب کے باوجود پیغمبر کے ارشاد کے آگے سر تسلیم جھکا دیا اور بالآخر اسی فیصلہ پر انکے قلوب مطمئن ہو گئے۔

أَحَقُّ بِهَا وَأَهْلُهَا ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۴

اس کے لائق اور اس کام کے اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ

اللہ نے سچ دکھلایا اپنے رسول کو خواب تحقیقی کہ تم داخل ہو رہے ہو

الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ۖ آمِنِينَ ۚ مُحَلِّقِينَ

مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا آرام سے بال موڈتے ہوئے

رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ ۚ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ

اپنے سروں کے اور کترتے ہوئے بے کھٹکے پھر جانا وہ جو تم نہیں

تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝۵

جانتے پھر مقرر کر دی اس سے ورے ایک فتح نزدیک

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچے دین پر

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝۶

تاکہ اوپر رکھے اس کو ہر دین سے اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے والا

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى

محمد رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں

الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكْعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ

کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں

مسلمانوں کی اطاعت اور ادب | یعنی اللہ سے ڈر کر نافرمانی کی راہ سے بچے اور کعبہ کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہے۔ اور کیوں نہ رہے۔ وہ دنیا میں خدائے واحد کے سچے پرستار اور کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے زیر دست حامل تھے۔ ایک پکا موحد اور پیغمبر کا مطیع و وفادار ہی اپنے جذبات و رجحانات کو عین جوش و خروش کے وقت اللہ کی خوشنودی اور اس کے شعائر کی تعظیم پر قربان کر سکتا ہے۔ حقیقی توحید یہ ہی ہے کہ آدمی اس اکیلے مالک کا حکم سن کر اپنی ذلت و عزت کے سب خیالات بالائے طاق رکھ دے۔ شاید اسی لئے حدیث میں ”کلمہ التقویٰ“ کی تفسیر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے کی گئی ہے۔ کیونکہ تمام تر تقویٰ و طہارت کی بنیاد یہی کلمہ ہے۔ جس کے اٹھانے اور حق ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ کو جن لیا تھا۔ اور بلاشبہ اللہ کے علم میں وہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔

آنحضرت ﷺ کا خواب سچا ہوا | ابتدائے سورت میں ذکر ہو چکا ہے کہ مدینہ میں حضور ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے اور سرمند اکرا اور بال کترا کر حلال ہو رہے ہیں۔ ادھر اتفاق سے آپ کا قصد اسی سال عمرہ کا ہو گیا۔ صحابہؓ نے عموماً یہ خیال جمایا کہ اسی سال ہم مکہ پہنچیں گے اور عمرہ ادا کریں گے۔ جس وقت صلح مکمل ہو کر حدیبیہ سے واپسی ہوئی اور بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان سے مکہ میں داخل ہونگے اور عمرہ کریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اس سال ایسا ہوگا۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو بیشک یوں ہی ہو کر رہے گا۔ تم امن و امان سے مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے۔ اور تم میں سے کوئی سرمند واکرا، کوئی بال کترا کر احرام کھولے گا اور وہاں جانے کے بعد کسی طرح کا کھنکھانہ ہوگا۔ چنانچہ حدیبیہ سے اگلے سال یوں ہی ہوا آ یہ ہذا میں اسی کو فرمایا ہے کہ بالتحقیق اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا۔ باقی ”إِنْ شَاءَ اللَّهُ“ فرمانا ابن کثیرؒ کے نزدیک تحقیق و توحید کے لئے ہے اور سیبویہ کے نزدیک اس قسم کے مواقع میں قطعی طور پر ایک چیز کا تھانا کسی مصلحت سے مقصود نہیں ہوتا اور کرنا منظور ہوتا ہے وہاں یہ عنوان اختیار کرتے ہیں۔

تعبیر خواب میں ایک سال کی تاخیر کی مصلحت | یعنی پھر اللہ نے اپنے علم محیط کے موافق واقعات کا سلسلہ قائم کیا وہ جانتا تھا کہ خواب کی تعبیر ایک سال بعد ظاہر کرنے میں کس قدر مصالحت ہیں جنکی تمہیں خبر نہیں۔ اس لئے خواب کا وقوع اس سال نہ ہونے دیا اور اسکے وقوع سے قبل تم کو لگتے ہاتھ ایک اور فتح عنایت کر دی۔ یعنی فتح خیبر یا صلح حدیبیہ جسے صحابہؓ فتح مبین کہتے تھے جیسا کہ سورہ ہذا کے پہلے فائدہ میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

آنحضرت ﷺ ہدایت اور دین حق کے رسول | یعنی اصول و فروع اور عقائد و احکام کے اعتبار سے یہ ہی دین سچا اور یہ ہی راہ سیدمی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔

تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ | اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سینکڑوں برس تک سب مذاہب پر غالب کیا اور مسلمانوں نے تمام مذاہب والوں پر صدیوں تک بڑی شان و شکوہ سے حکومت کی۔ اور آئندہ بھی دنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے جب ہر چار طرف دین برحق کی حکومت ہوگی۔ باقی حجت و دلیل کے اعتبار سے تو دین اسلام ہمیشہ ہی غالب رہا کیا اور رہے گا۔

یعنی اللہ اس دین کی حقانیت کا گواہ ہے اور وہی اپنے فعل سے اس کو حق ثابت کرنے والا ہے۔

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کفار پر سخت ہیں | یعنی کافروں کے مقابلہ میں سخت مضبوط اور قوی، جس سے کافروں پر رعب پڑتا اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ قال تعالیٰ ”وَلِيَجْزُوا فِيكُمْ غِلْظَةً“ (توبہ۔ رکوع ۱۶) وقال تعالیٰ ”وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ“ (توبہ۔ رکوع ۱۰) وقال تعالیٰ ”أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ“ (مائدہ۔ رکوع ۸) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”جو تندی اور نرمی اپنی خود ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ۔“ علماء نے لکھا ہے کہ کسی کافر کے ساتھ احسان اور حسن سلوک سے پیش آنا اگر مصلحت شرعی ہو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر دین کے معاملہ میں وہ تم کو ڈھیلانا سمجھے۔

آپس میں نرم دل | یعنی اپنے بھائیوں کے بہرہ و مہربان، ان کے سامنے نرمی سے جھکنے والے اور تواضع و انکسار سے پیش آنے والے ”حدیبیہ“ میں صحابہ کی یہ دونوں شانیں چمک رہی تھیں۔ ”أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“

فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا زَسِبَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ

اللہ کا فضل اور اس کی خوشی ♦ نشانی (پہچان، شناخت) ان کی ان کے منہ پر ہے

مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۖ وَ

سجدہ کے اثر سے ♦ یہ شان ہے ان کی تورات میں اور

مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۖ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ فَازْرَعَهُ

مثال ان کی ♦ انجیل میں جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اس کی کمر مضبوط کی

فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہو گیا ♦ اپنی نال پر خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو ♦

لِيَغْضَبَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۚ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

تاکہ جلانے ان سے جی کافروں کا ♦ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو یقین لائے ہیں اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

کے ہیں بھلے کام معافی کا اور بڑے ثواب کا ♦

آيَاتُهَا ۱۸ ﴿٣٩﴾ سُورَةُ الْحَجَرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۶) رُكُوعَاتُهَا ۲

سورہ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْهِ اللَّهِ

اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے

صحابہ کرامؓ کی صفات حسنہ | یعنی نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں۔ جب دیکھو رکوع و سجود میں پڑے ہوئے اللہ کے سامنے نہایت اخلاص کے ساتھ وظیفہ عبودیت ادا کر رہے ہیں۔ ریاء و نمود کا شائبہ نہیں۔ بس اللہ کے فضل اور اسکی خوشنودی کی تلاش ہے۔

یعنی نمازوں کی پابندی خصوصاً تہجد کی نماز سے ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے۔ گویا خشیت و خشوع اور حسن نیت و اخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں۔ حضرت ﷺ کے اصحابؓ اپنے چہروں کے نور اور متقیانہ چال ڈھال سے لوگوں میں الگ پہچانے جاتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کا پچھلی کتابوں میں تذکرہ | یعنی پہلی کتابوں میں خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھیوں کی ایسی ہی شان بیان کی گئی تھی۔ چنانچہ بہت سے غیر متعصب اہل کتاب ان کے چہرے اور طور و طریق دیکھ کر بول اٹھتے تھے کہ واللہ یہ تو مسیح کے حواری معلوم ہوتے ہیں۔

کھیتی کی مثال اور صحابہ کرام | حضرت شاہ صاحبؒ کھیتی کی مثال کی تقریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "یعنی اول اس دین پر ایک آدمی تھا۔ پھر دو ہوئے پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھتی گئی۔ حضرت ﷺ کے وقت میں پھر خلفاء کے عہد میں" بعض علماء کہتے ہیں کہ "اَخْرَجَ شَطَاةَ" "میں عہد صدیقی" فَازَرَهُ" "میں عہد فاروقی" فَاسْتَغْلَظَ" "میں عہد عثمانی اور" فَاسْتَوَى عَلَى سُوْقِهِ" "میں عہد مرتضوی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بعض دوسرے بزرگوں نے "وَالَّذِينَ مَعَهُ، اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ، رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ، فَزَاهَمَ رُكْعًا سَجْدًا" کو علی الترتیب خلفائے اربعہ پر تقسیم کر دیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیعت مجموعی مدح و منقبت پر مشتمل ہے خصوصاً اصحاب بیعت الرضوان کی جن کا ذکر آغاز سورت سے برابر چلا آ رہا ہے واللہ اعلم۔

کھیتی کرنے والے چونکہ اس کام کے مبصر ہوتے ہیں اس لئے انکا ذکر خصوصیت سے کیا۔ جب ایک چیز کا مبصر اس کو پسند کرے دوسرے کیوں نہ کریں گے۔

صحابہؓ سے حسد رکھنے والے | یعنی اسلامی کھیتی کی یہ تازگی اور رونق و بہار دیکھ کر کافروں کے دل غیظ و حسد سے جلتے ہیں۔ اس آیت سے بعض علماء نے یہ نکالا کہ صحابہ سے جلتے والا کافر ہے۔

مومنین سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ وعدہ دیا ان کو جو ایمان والے ہیں اور بھلے کام کرتے ہیں۔ حضرت ﷺ کے سب اصحابؓ ایسے ہی تھے۔ مگر خاتمہ کا

اندیشہ رکھا حق تعالیٰ بندوں کو ایسی صاف خوشخبری نہیں دیتا کہ ٹڈر ہو جائیں۔ اس مالک سے اتنی

شاباشی بھی غنیمت ہے۔" تم سورة الفتح بفضل الله ورحمته فليله الحمد والمنه

وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۱

اور اس کے رسول سے ﴿ اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ سخت ہے جانتا ہے ﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ

اے ایمان والو بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی

صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

آواز سے اوپر اور اس سے نہ بولو ترخ (چک، چک، کزک) کر جیسے ترختے

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ

ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تم کو

لَا تَشْعُرُونَ ۝۲ إِنَّ الَّذِينَ يَغُصُّونَ أَصْوَاتَهُمْ

خبر بھی نہ ہو ﴿ جو لوگ دلی آواز سے بولتے ہیں

عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ

رسول اللہ کے پاس وہی ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا ہے

قُلُوبَهُمْ لَلتَّقْوَى ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۳

اللہ نے ادب کے واسطے ﴿ ان کے لیے معافی ہے اور ثواب بڑا ﴾

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنَ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ

جو لوگ پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے پیچھے (باہر) سے وہ اکثر

لَا يَعْقِلُونَ ۝۴ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ

عقل نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے جب تک (یہاں تک کہ) تو نکلتا

سورۃ الحجرات

◆ آنحضرت ﷺ کے آداب و حقوق | یعنی جس معاملہ میں اللہ و رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو، اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر

اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو بلکہ حکم الہی کا انتظار کرو۔ جس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ ارشاد فرمائیں، خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ ان کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرات نہ کرو۔ جو حکم ادھر سے ملے اس پر بے چون و چرا اور بلا پس و پیش عامل بن جاؤ۔ اپنی اغراض اور ابواء و آراء کو ان کے احکام پر مقدم نہ رکھو۔ بلکہ اپنی خواہشات و جذبات کو احکامِ سماوی کے تابع بناؤ۔ تنبیہ | اس سورت میں مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و حقوق اور اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم رکھنے کے طریقے سکھائے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کا جماعتی نظام کن اصول پر کاربند ہونے سے مضبوط و مستحکم رہ سکتا ہے اور اگر کبھی اس میں خرابی اور اختلال پیدا ہو تو اس کا علاج کیا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ بیشتر نزاعات و مناقشات خود رائی اور غرض پرستی کے ماتحت وقوع پذیر ہوتے ہیں جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی رایوں اور غرضوں کو کسی ایک بلند معیار کے تابع کر دیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کے ارشادات سے بلند کئی معیار نہیں ہو سکتا۔ ایسا کرنے میں خواہ وقتی اور عارضی طور پر کتنی ہی تکلیف اٹھانا پڑے لیکن اس کا آخری انجام یقینی طور پر دین کی سرخروئی اور کامیابی ہے۔

◆ بغیر تقویٰ کے اطاعت نہیں ہو سکتی | یعنی اللہ و رسول کی سچی فرمانبرداری اور تعظیم اسی وقت میسر ہو سکتی ہے جب خدا کا خوف دل میں ہو۔ اگر دل میں ڈر نہیں، تو بظاہر دعوائے اسلام کو نبانے کے لئے اللہ و رسول کا نام بار بار زبان پر لائے گا اور بظاہر ان کے احکام کو آگے رکھے گا لیکن فی الحقیقت ان کو اپنی اندرونی خواہشات و اغراض کی تحصیل کے لئے ایک حیلہ اور آلہ کار بنائے گا۔ سو یاد رہے کہ جو زبان پر ہے اللہ اسے سنتا اور جو دل میں ہے اسے جانتا ہے پھر اسکے سامنے یہ فریب کیسے چلے گا چاہئے کہ آدمی اس سے ڈر کر کام کرے۔

◆ آنحضرت کی مجلس ﷺ کے آداب | یعنی حضور ﷺ کی مجلس میں شور نہ کرو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف چمک کر یا ترخ کر بات کرتے ہو، حضور ﷺ کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلاف ادب ہے۔ آپ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم و احترام کے لہجہ میں ادب و شائستگی کے ساتھ۔ دیکھو ایک مہذب بیٹا اپنے باپ سے، لائق شاگرد استاد سے، مخلص مرید پیر و مرشد سے، اور ایک سپاہی اپنے افسر سے کس طرح بات کرتا ہے پیغمبر کا مرتبہ تو ان سب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ آپ ﷺ سے گفتگو کرتے وقت پوری احتیاط رکھنی چاہئے۔ مبادا بے ادبی ہو جائے اور آپ کو تکذّر پیش آئے تو حضور ﷺ کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانا کہاں ہے۔ ایسی صورت میں تمام اعمال ضائع ہونے اور ساری محنت اکارت جانے کا اندیشہ ہے۔

◆ بزرگان دین کے آداب | تنبیہ | حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہی ادب چاہئے اور جو قبر شریف کے پاس حاضر ہو، ہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔ نیز آپ ﷺ کے خلفاء، علمائے ربانین اور اولوالامر کے ساتھ درجہ بدرجہ اسی ادب سے پیش آنا چاہئے تا جماعتی نظام قائم رہے۔ فرق مراتب نہ کرنے سے بہت مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔

◆ ادب و تعظیم کے ثمرات | یعنی جو لوگ نبی کی مجلس میں تواضع اور ادب و تعظیم سے بولتے اور نبی کی آواز کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے ادب کی تخم ریزی کے لئے پرکھ لیا ہے اور مانجھ کر خالص تقویٰ و طہارت کے واسطے تیار کر دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ الباقی میں لکھتے ہیں کہ چار چیزیں اعظم شعائر اللہ سے ہیں۔ قرآن، پیغمبر، کعبہ، نماز۔ ان کی تعظیم وہ ہی کرے گا جس کا دل تقویٰ سے مالا مال ہو۔ ”وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“ (الحج۔ رکوع ۲) یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب حضور ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ ﷺ کے احکام و ارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا گناہ ہوگا۔

◆ یعنی اس اخلاص و حق شناسی کی برکت سے پچھلی کوتاہیاں معاف ہوں گی اور بڑا بھاری ثواب ملے گا۔

إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑤

ان کی طرف تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ

اے ایمان والو اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر

فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصِحُّوا عَلَٰ

تو تحقیق کر لو کہیں جانہ پڑ کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو اپنے

مَا فَعَلْتُمْ نِدَامِينَ ⑥ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ

کئے پر لگو پچتانے ◆ اور جان لو کہ تم میں رسول ہے

اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ

اللہ کا اگر وہ تمہاری بات مان لیا کرے بہت کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے ◆

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي

پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دل میں ایمان کی اور دکھایا (اچھا دکھایا) اس کو

قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ

تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی

أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ ⑦ فَضَلَا مِّنَ اللَّهِ وَ

وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر اللہ کے فضل سے اور

نِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑧ وَإِنْ طَائِفَتَانِ

احسان سے ◆ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمتوں والا ◆ اور اگر دو فریق

◆ بزرگوں سے ملاقات کے آداب | بنی تمیم ملنے کو آئے، حضور ﷺ حجرہ مبارک میں تشریف رکھتے تھے، وہ لوگ باہر سے آوازیں دینے لگے کہ ”یا محمد اخرج الینا“ (اے محمد باہر آئیے) یہ بے عقلی اور بے تہذیبی کی بات تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو نہیں سمجھتے تھے کیا معلوم ہے اس وقت آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ یا کسی اور مہم کام میں مشغول ہوں۔ آپ ﷺ کی ذات منبع البرکات تو مسلمانوں کے تمام دینی و دنیوی امور کا مرکز و جہاں تھی۔ کسی معمولی ذمہ دار آدمی کے لئے بھی کام کرنا سخت مشکل ہو جائے اگر اس کا کوئی نظام الاوقات نہ ہو۔ اور آخر پیغمبر کا ادب و احترام بھی کوئی چیز ہے چاہئے تھا کہ کسی کی زبانی اندر اطلاع کراتے اور آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے تک صبر کرتے۔ جب آپ ﷺ باہر تشریف لا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے اس وقت خطاب کرنا چاہئے تھا۔ ایسا کیا جاتا تو ان کے حق میں بہتر اور قابل ستائش ہوتا۔ تاہم بے عقلی اور نادانستگی سے جو بات اتفاقاً سرزد ہو جائے اللہ اس کو اپنی مہربانی سے بخشے والا ہے۔ چاہئے کہ اپنی تقصیر پر نادم ہو کر آئندہ ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔ حضور ﷺ کی تعظیم و محبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر قوم مسلم کی تمام پراگندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہوتے ہیں اور یہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوت کا نظام قائم ہے۔

◆ جھوٹی خبروں کی تحقیق کا حکم | اکثر نزاعات و مناقشات کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے۔ اس لئے اول اختلاف و تفریق کے اسی سرچشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی یعنی کسی خبر کو یوں ہی بے تحقیق قبول نہ کرو۔ فرض کیجئے ایک بے راہرو اور تکلیف فہم آدمی نے اپنے کسی خیال اور جذبہ سے بے قابو ہو کر کسی قوم کی شکایت کی۔ تم محض اس کے بیان پر اعتماد کر کے اس قوم پر چڑھ دوڑے بعدہ ظاہر ہوا کہ اس شخص نے غلط کہا تھا، تو خیال کرو اس وقت کس قدر پچھتانا پڑے گا۔ اور اپنی جلد بازی پر کیا کچھ ندامت ہوگی اور اس کا نتیجہ جماعت اسلام کے حق میں کیسا خراب ہوگا۔

◆ حق کو اپنی خواہشوں کا تابع نہ بناؤ | یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری کسی خبر یا رائے پر عمل نہ کریں تو برا نہ مانو۔ حق لوگوں کی خواہشوں یا رایوں کے تابع نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہو تو زمین و آسمان کا سارا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے کما قال تعالیٰ ”وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَ هُم لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ“ (المومنون۔ رکوع ۴) الغرض خبروں کی تحقیق کیا کرو اور حق کو اپنی خواہش اور رائے کے تابع نہ بناؤ بلکہ اپنی خواہشات کو حق کے تابع رکھو۔ اس طرح تمام جھگڑوں کی جڑ کٹ جائے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی تمہارا مشورہ قبول نہ ہو تو برا نہ مانو، رسول عمل کرتا ہے اللہ کے حکم پر، اسی میں تمہارا بھلا ہے، اگر تمہاری بات مانا کرے تو ہر کوئی اپنے بھلے کی کہے، پھر کس کس کی بات پر چلے۔“

◆ صحابہ کرام کی ایمان سے محبت اور کفر سے نفرت | یعنی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری ہر بات مانا کریں تو بڑی مشکل ہوتی لیکن اللہ کا شکر کرو کہ اس نے اپنے فضل و احسان سے مومنین قانتین کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا۔ اور کفر و معصیت کی نفرت ڈال دی جس سے وہ ایسی بیہودگی کے پاس بھی نہیں جاسکتے۔ جس مجمع میں اللہ کا رسول جلوہ افروز ہو وہاں کسی کی رائے و خواہش کی پیروی کہاں ہو سکتی ہے۔ آج گو حضور ﷺ ہمارے درمیان میں نہیں مگر حضور ﷺ کی تعلیم اور آپ کے وارث و نائب یقیناً موجود ہیں اور رہیں گے۔

◆ یعنی وہ سب کی استعداد کو جانتا ہے اور ہر ایک کو اپنی حکمت سے وہ احوال و مقامات مرحمت فرماتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب ہوں۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتُلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا، فَإِنْ

مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کرادو پھر اگر

بَغْتُ أَحَدَهُمَا عَلَى الْآخَرِ فَقَاتِلُوا الَّتِي

جڑھا چلا جائے ایک ان میں سے دوسرے پر تو تم سب لڑو اس

تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ، فَإِنْ فَاءَتْ

جڑھائی والے سے یہاں تک کہ پھر آئے اللہ کے حکم پر پھر اگر پھر آیا

فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ

تو ملاپ کرادو ان میں برابر اور انصاف کرو بے شک

اللَّهُ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ

اللہ کو خوش آتے ہیں انصاف والے مسلمان جو ہیں سوجھائی ہیں

فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

سو ملاپ کرادو اپنے دو بھائیوں میں اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم پر

تُرْحَمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ

رحم ہو اے ایمان والو ٹھٹھانہ کریں ایک

مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا

لوگ دوسروں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور

نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءِ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ

نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے

مسلمانوں میں اختلاف کے وقت صحیح طرز عمل | یعنی ان تمام پیش بند یوں کے باوجود اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو کہ اختلاف رفع ہو جائے۔ اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہو، بلکہ جس کی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں۔ یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آئے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لئے اپنے کو پیش کر دے۔ اس وقت چاہئے کہ مسلمان دونوں فریق کے درمیان مساوات و انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرا دیں۔ کسی ایک کی طرف داری میں جاؤ حق سے ادھر ادھر نہ جھکیں۔ تنبیہ | آیت کا نزول صحیحین کی روایت کے موافق ”انصار“ کے دو گروہ اوس و خزرج کے ایک وقتی ہنگامے کے متعلق ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کے درمیان اسی آیت کے ماتحت صلح کرا دی۔ جو لوگ خلیفہ کے مقابلہ میں بغاوت کریں وہ بھی عموم آیت میں داخل ہیں۔ چنانچہ قدیم سے علمائے سلف بغاوت کے مسئلہ میں اسی سے استدلال کرتے آئے ہیں۔ لیکن جیسا کہ شان نزول سے ظاہر ہوتا ہے یہ حکم مسلمانوں کے تمام جماعتی مناقشات و مشاجرات کو شامل ہے۔ باقی باغیوں کے متعلق احکام شرعیہ کی تفصیل فقہ میں دیکھنی چاہئے۔

مسلمان آپس میں بھائی ہیں | یعنی صلح اور جنگ کی ہر ایک حالت میں یہ ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے۔ دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے۔ جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یوں ہی انکے حال پر نہ چھوڑ دو، بلکہ اصلاح ذات البین کی پوری کوشش کرو۔ اور ایسی کوشش کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو کہ کسی کی بیجا طرفداری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔

وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ط

اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے

يٰۤاَيُّهَا الْفٰسِقُوۡنَ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ؕ وَّمَنْ

برانا م ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی

لَّمْ يَتَّبِعْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوۡنَ ۝۱۱ يٰۤاَيُّهَا

توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اجْتَنِبُوۡا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ذٰلَٰنَ

ایمان والو بچتے رہو بہت گمانیں کرنے سے مقرر

بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا يَغْتَبِ

بعضی گمان ہے اور بھید نہ ٹٹو لو کسی کا اور برانہ کہو پیٹھ پیچھے

بَعْضُكُمۡ بَعْضًا ؕ اَيُّحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ

ایک دوسرے کو بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت

اَخِيۡهِ مَيِّتًا فَكَرِهْتُمُوۡهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ ذٰلَٰنَ

اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گمن آتا ہے تم کو اس سے اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک

اللّٰهُ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا

♦ مرد و عورت ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں | اول مسلمانوں میں نزاع و اختلاف کو روکنے کی تدابیر بتلائی تھیں۔ پھر بتلایا کہ اگر اتفاقاً اختلاف رونما ہو جائے تو پر زور اور موثر طریقہ سے اس کو مٹایا جائے لیکن جب تک نزاع کا خاتمہ نہ ہو کوشش ہونی چاہئے کہ کم از کم جذبات منافرت و مخالفت زیادہ تیز اور مشتعل نہ ہونے پائیں۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو شخصوں یا دو جماعتوں

میں اختلاف رونما ہوا۔ بس ایک دوسرے کا تمسخر اور استہزاء کرنے لگتا ہے۔ ذرا سی بات ہاتھ لگ گئی اور لمبی مذاق اڑانا شروع کر دیا حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ شاید جس کا مذاق اڑا رہا ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہو بلکہ بسا اوقات یہ خود بھی اختلاف سے پہلے اس کو بہتر سمجھتا ہوتا ہے۔ مگر ضد و نفسانیت میں دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے اپنی آنکھ کا شبہ نظر نہیں آتا۔ اس طریقہ سے نفرت و عداوت کی خلیج روز بروز وسیع ہوتی رہتی ہے۔ اور قلوب میں اس قدر بعد ہو جاتا ہے کہ صلح و اختلاف کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ آئیے ہذا میں خداوند قدوس نے اسی قسم کی باتوں سے منع فرمایا ہے۔ یعنی ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ نہ سخر اپن کرے نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ برے ناموں اور برے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے، کیونکہ ان باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی اور فتنہ و فساد کی آگ زیادہ تیزی سے پھیلتی ہے۔ سبحان اللہ! کیسی بیش بہا ہدایات ہیں۔ آج اگر مسلمان سمجھیں تو ان کے سب سے بڑے مرض کا مکمل علاج اسی ایک سورہ حجرات میں موجود ہے۔

◆ **برے القاب سے نہ پکارو** | یعنی کسی کا برا نام ڈالنے سے آدمی خود گنہگار ہوتا ہے۔ اسے تو واقع میں عیب لگانا نہ لگانا لیکن اس کا نام بدتہذیب، فاسق، گنہگار اور مردم آزار پڑ گیا۔ خیال کرو۔ ”مومن“ کے بہترین لقب کے بعد یہ نام کیا اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب ایک شخص ایمان لا چکا اور مسلمان ہو گیا اس کو مسلمان سے پہلے کی باتوں پر طعن دینا یا اس وقت کے بدترین القاب سے یاد کرنا مثلاً یہودی یا نصرانی وغیرہ کہہ کر پکارنا نہایت مذموم حرکت ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی عیب میں مبتلا ہو اور وہ اس کا اختیاری نہ ہو، یا ایک گناہ سے فرض کیجئے توبہ کر چکا ہے، چڑانے کے لئے اس کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

◆ **توبہ کی سہولت** | یعنی جو پہلے ہو چکا اب توبہ کر لو۔ اگر یہ احکام و ہدایات سننے کے بعد بھی ان جرائم سے توبہ نہ کی تو اللہ کے نزدیک اصلی ظالم یہ ہی ہونگے۔

◆ **بدگمانی اور غیبت کی ممانعت** | اختلاف و تفریق باہمی کے بڑھانے میں ان امور کو خصوصیت سے دخل ہے ایک فریق دوسرے فریق سے ایسا بدگمان ہو جاتا ہے کہ حسن ظن کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ مخالف کی کوئی بات ہو اس کا محل اپنے خلاف نکال لیتا ہے۔ اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک پہلو برائی کا لکھا ہو، ہمیشہ اسکی طبیعت برے پہلو کی طرف چلے گی اور اسی برے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار دیکر فریق مقابل پر تہمتیں اور الزام لگانا شروع کر دے گا۔ پھر نہ صرف یہ ہی کہ ایک بات حسب اتفاق پہنچ گئی، بدگمانی سے اس کو غلط معنی پہنا دیئے گئے، نہیں، اس جستجو میں رہتا ہے کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید معلوم ہوں جس پر ہم خوب حاشیے چڑھائیں اور اس کی غیبت سے اپنی مجلس گرم کریں۔ ان تمام خرافات سے قرآن کریم منع کرتا ہے۔ اگر مسلمان اس پر عمل کریں تو جو اختلافات بد قسمتی سے پیش آ جاتے ہیں وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں اور ان کا ضرر بہت محدود ہو جائے۔ بلکہ چند روز میں نفسانی اختلافات کا نام و نشان باقی نہ رہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”الزام لگانا اور بھید ٹھونکانا اور پیٹھ پیچھے برا کہنا کسی جگہ بہتر نہیں۔ مگر جہاں اس میں کچھ دین کا فائدہ ہو اور نفسانیت کی غرض نہ ہو۔“ وہاں اجازت ہے جیسے رجال حدیث کی نسبت ائمہ جرح و تعدیل کا معمول رہا ہے کیونکہ اس کے بدون دین کا محفوظ رکھنا محال تھا۔

◆ **عمل غیبت کا گھناؤنا پن** | یعنی مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوح نوح کر کھائے۔ کیا اس کو کوئی انسان پسند کرے گا؟ بس سمجھ لو غیبت اس سے بھی زیادہ شنیع حرکت ہے۔

◆ **یعنی ان نصیحتوں پر کار بند وہی ہو گا جس کے دل میں خدا کا ڈر ہو یہ نہیں تو کچھ نہیں۔** چاہئے کہ ایمان و اسلام کا دعویٰ رکھنے والے واقعی طور پر اس خداوند قہار کے غضب سے ڈریں اور ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب نہ جائیں۔ اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوئی ہیں، اللہ کے سامنے صدق دل سے توبہ کریں وہ اپنی مہربانی سے معاف فرما دے گا۔

مَنْ ذَكَرُوا أَنْتَ وَجَعَلْنَاهُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ

ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے

لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ط

تا کہ آپس کی پہچان ہو تحقیق عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑی جس کو ادب بڑا

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا

اللہ سب کچھ جانتا ہے خبردار کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے

قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا

تو کہہ تم ایمان نہیں لائے پر تم کہو ہم مسلمان ہوئے اور ابھی نہیں

يَدْخُلُ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ط وَإِنْ تُطِيعُوا

گھسا ایمان تمہارے دلوں میں اور اگر حکم پر چلو گے

اللَّهُ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا

اللہ کے اور اس کے رسول کے کاٹ (کتر) نہ لے گا تمہارے کاموں میں سے کچھ

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۴﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ

اللہ بخشتا ہے مہربان ہے ایمان والے وہ لوگ ہیں جو

آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا

ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر شبہ نہ لائے اور لڑے

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط وَلِيكَ

اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے وہ لوگ جو ہیں

خاندانی اور نسبی اختلافات کی حقیقت | اکثر غیبت، طعن و تشنیع اور عیب جوئی کا غشاء کبر ہوتا

ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اس کو بتلاتے ہیں کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز و حقیر ہونا ذات پات اور خاندان و نسب سے تعلق نہیں رکھتا،

اسلام کی فضیلت کا معیار | بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مودب اور پرہیزگار ہو اسی قدر

اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم و حوا کی اولاد ہیں شیخ، سید، مغل، پٹھان اور صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری سب کا سلسلہ آدم و حوا پر ختمی ہوتا ہے یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لئے مقرر کیے ہیں۔

بلاشبہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور بزرگ و معزز گھرانے میں پیدا کر دے وہ ایک مودب و شرف ہے، جیسے کسی کو خوبصورت بنا دیا جائے، لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے لائق نہیں کہ اسی کو معیار کمال

اور فضیلت کا ٹھہرایا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے۔ ہاں شکر کرنا چاہئے کہ اس نے بلا اختیار و کسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور و تفاخر سے باز رہے اور اس نعمت کو

کینہ اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ بہر حال مجدد و شرف اور فضیلت و عزت کا اصلی معیار نسب نہیں تقویٰ و طہارت ہے اور متقی آدمی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا؟

یعنی تقویٰ اور ادب اصل میں دل سے ہے اللہ ہی کو خبر ہے کہ جو شخص ظاہر میں متقی اور مودب نظر آتا ہے وہ واقع میں کیسا ہے اور آئندہ کیسا رہے گا۔ انما العبرة للخواہم۔

ایمان اور اسلام کا فرق | یہاں یہ بتلاتے ہیں کہ ایمان و یقین جب پوری طرح دل میں راسخ ہو

جائے اور جڑ پکڑ لے اس وقت غیبت اور عیب جوئی وغیرہ کی خصلتیں آدمی سے دور ہو جاتی ہیں۔ جو شخص دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور آزار پہنچانے میں مبتلا ہو، سمجھ لو کہ ابھی تک ایمان اس کے دل

میں پوری طرح پیوست نہیں ہوا۔ ایک حدیث میں ہے۔ "يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بَلْسَابِہِ وَلَمْ يَفْضِ

الْإِيمَانُ إِلَى قَلْبِہِ لَا تَفْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَجْعَلُوا عَوْرَاتِہُمْ" الخ

(ابن کثیر ۲/۸) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ایک کہتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں یعنی دین مسلمانی ہم نے

قبول کیا۔ اس کا مضائقہ نہیں۔ اور ایک کہتا ہے کہ ہم کو پورا یقین ہے۔ جو یقین پورا ہے تو اسکے آثار

کہاں؟ جس کو واقعی پورا یقین حاصل ہو وہ تو ایسے دعوے کرنے سے ڈرتا اور شرماتا ہے۔"

تعبیر اس آیت سے ایمان و اسلام کا فرق ظاہر ہوتا ہے اور یہی بات حدیث جبریل وغیرہ سے ثابت

ہوئی ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس موضوع پر کافی بحث کی ہے یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔

یعنی اب بھی اگر فرما برداری کا راستہ اختیار کر دے تو پچھلی کمزوریوں کی وجہ سے تمہارے کسی عمل کے

ثواب میں کمی نہ کرے گا۔

هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ قُلْ اَتَعْلَمُوْنَ اللّٰهُ يَدِيْنَكُمْ ط

وہی ہیں جے ♦ تو کہہ کیا تم جانتے ہو اللہ کو اپنی دینداری

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط

اور اللہ کو تو خبر ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ يُمْنُوْنَ عَلَيْكَ

اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے ♦ تجھ پر احسان رکھتے ہیں

اَنْ اَسْأَلُوْا ط قُلْ لَا تَمْنُوْا عَلٰى اِسْلَامِكُمْ ؕ

کہ مسلمان ہوئے ♦ تو کہہ مجھ پر احسان نہ رکھو اپنے اسلام لانے کا

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هٰدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ

بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو راہ دی ایمان کی

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

اگرچہ کہو (کہتے ہو) ♦ اللہ جانتا ہے

غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِصِيْرٍ بِمَا

چھپے بھید آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ دیکھتا ہے جو

تَعْمَلُوْنَ ۝

تم کرتے ہو ♦

اٰیٰتِہَا ۲۵ ﴿۵۰﴾ سُوْرَةُ قِ مَكِّيَّةٌ (۳۳) رُكُوْعَاتِہَا ۳

سورہ ق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتالیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

یعنی سچے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ و رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو۔ اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے۔

یعنی اگر واقعی سچا دین اور پورا یقین تم کو حاصل ہے تو کہے سے کیا ہوگا جس سے معاملہ ہے وہ آپ خبردار ہے۔

اعراب کا احسان جتنا | بعض گنوار آ کر کہتے تھے کہ دیکھئے ہم تو بدون لڑے بھڑے مسلمان ہو گئے۔ گویا احسان جتلاتے تھے۔ اس کا جواب آگے دیتے ہیں۔

تمہارا ایمان اللہ کا احسان | یعنی اگر واقعی تم دعوائے اسلام و ایمان میں سچے ہو تو یہ تمہارا احسان نہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ایمان کی طرف آنے کا راستہ دیا اور دولت اسلام سے سرفراز کیا اگر سچی بات کہو تو واقعہ اس طرح ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”نیکی اپنے ہاتھ سے ہو، اپنی تعریف نہیں۔ رب کی تعریف ہے جس نے وہ نیکی کروائی۔“ گویا خاتمہ سورت پر متنبہ کر دیا کہ اگر تم کو قرآنی آیات اور اسلامی تعلیمات پر کار بند ہونے کی توفیق ہو تو احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ کے احسان و انعام کا شکر ادا کرو جس نے ایسی توفیق ارزانی فرمائی۔

یعنی دلوں کے بھید اور ظاہر کا عمل سب کو خدا جانتا ہے۔ اس کے سامنے باتیں نہ بناؤ۔ تم سورۃ الحجرات بعون اللہ و حسن توفیقہ فللہ الحمد والمنة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

ق ۱ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ۱ بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ

ق ۱ قسم ہے اس قرآن بڑی شان والے کی بلکہ ان کو تعجب ہوا کہ آیا ان کے پاس

مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا شَيْءٌ

ڈر سنانے والا انہی میں کا تو کہنے لگے منکر یہ تعجب کی

عَجِيبٌ ۲ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۳ ذَلِكَ رَجْعٌ

چیز ہے کیا جب ہم مر چکیں اور ہو جائیں مٹی یہ پھر آنا

بَعِيدٌ ۴ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ ۵

بہت دور ہے ہم کو معلوم ہے جتنا گھٹاتی ہے زمین ان میں سے

وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ ۶ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ

اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے کوئی نہیں پر جھٹلاتے ہیں سچے دین کو

لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَرِيجٍ ۷ أَفَلَمْ يَنْظُرُوا

جب ان تک پہنچا سو وہ پڑ رہے ہیں الجھی ہوئی بات میں کیا نہیں دیکھتے

إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ

آسمان کو اپنے اوپر کیا ہم نے اس کو بنایا اور رونق دی اور اس میں نہیں کوئی

فُرُوجٍ ۸ وَالْأَرْضِ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا

سوراخ اور زمین کو پھیلا دیا اور ڈالے اس میں

سورۃ قی

قرآن مجید کی بزرگی و عظمت اور انکار کا تعجب | یعنی قرآن کی بزرگی اور عظمت شان کا کیا کہنا جس نے آکر سب کتابوں کو منسوخ کر دیا اور اپنی اعجازی قوت اور لامحدود اسرار و معارف سے دنیا کو محو حیرت بنا دیا۔ یہ ہی بزرگی والا قرآن بذات خود شاہد ہے کہ اس کے اندر کوئی نقص و عیب نہیں نہ کہیں انگلی رکھنے کی جگہ ہے، لیکن منکرین پھر بھی اس کو قبول نہیں کرتے اس لئے نہیں کہ ان کے پاس اس کے خلاف کوئی حجت و برہان ہے بلکہ محض اپنے جہل و حماقت سے اس پر تعجب کرتے ہیں کہ ان ہی کے خاندان و نسل کا ایک آدمی ان کی طرف رسول ہو کر آیا اور بڑا ابن کر سب کو نصیحتیں کرنے لگا۔ اور بات بھی ایسی عجیب کہی جسے کوئی باور نہ کر سکے۔ بھلا جب ہم مر کر مٹی ہو گئے۔ کیا پھر زندگی کی طرف واپس کئے جائیں گے؟ یہ واپسی تو عقل سے بہت دور اور امکان و عادت سے بالکل بعید ہے۔

بدن کے تمام اجزاء اللہ کے علم میں ہیں | یعنی ساری مٹی نہیں ہو جاتی، جان سلامت رہتی ہے اور بدن کے اجزاء تحلیل ہو کر جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں۔ اس کو قدرت ہے کہ ہر جگہ سے اجزاء اصلہ کو جمع کر کے ڈھانچہ کھڑا کر دے اور دوبارہ اس میں جان ڈال دے۔

لوح محفوظ | یعنی یہ نہیں کہ آج سے معلوم ہے بلکہ ہمارا علم قدیم ہے حتیٰ کہ ان میں قبل وقوع ہی سب اشیاء کے سب حالات ایک کتاب میں جو ”لوح محفوظ“ کہلاتی ہے لکھ دیئے تھے اور اب تک ہمارے پاس وہ کتاب موجود چلی آتی ہے۔ پس اگر علم قدیم کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو یوں ہی سمجھ لے وہ دفتر جس میں سب کچھ لکھا ہے حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے۔ یا اس کو پہلے جملہ کی تاکید سمجھو۔ کیونکہ جو چیز کسی کے علم میں ہو اور قلمبند بھی کر لی جائے وہ لوگوں کے نزدیک بہت زیادہ موکد سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح یہاں مخاطبین کے محسوسات کے اعتبار سے متنبہ کر دیا کہ ہر چیز خدا کے علم میں ہے اور اس کے ہاں لکھی ہوئی ہے جس میں ذرا کی بیشی نہیں ہو سکتی۔

یعنی صرف تعجب نہیں بلکہ کھلی ہوئی تکذیب ہے۔ حضرت ﷺ کی نبوت قرآن اور بعث بعد الموت، ہر چیز کو جھٹلاتے ہیں۔ اور عجب الجھی ہوئی باتیں کرتے ہیں۔ بیشک جو شخص سچی باتوں کو جھٹلاتا ہے۔ اسی طرح شک و اضطراب اور تردد و تحیر کی الجھنوں میں پڑ جایا کرتا ہے۔

آسمان کی مضبوطی اور زینت | یعنی آسمان کو دیکھ لو، نہ بظاہر کوئی کھبا نظر آتا ہے نہ ستون، اتنا بڑا عظیم الشان جسم کیسا مضبوط و مستحکم کھڑا ہے اور رات کو جب اس پر ستاروں کی قندیل اور جھاڑ فانوس روشن ہوتے ہیں تو کس قدر پر رونق اور خوبصورت نظر آتا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس گزر گئے نہ اس چھت میں کہیں سوراخ ہوا، نہ کوئی کنگرہ گرا، نہ پلاسٹر ٹوٹا، نہ رنگ خراب ہوا، آخر کونسا ہاتھ ہے جس نے یہ مخلوق بنائی اور بنا کر اس کی ایسی حفاظت کی۔

رَوَّاسِي وَأَنْثَبْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝۲

بوجھ (پہاڑ) اور اگائی اس میں ہر قسم کی رونق کی چیز

تَبْصِرَةً وَذِكْرًا لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۝۳ وَ نَزَّلْنَا

بجھانے کو اور یاد دلانے کو اس بندہ کے لیے جو رجوع کرے اور اتارا ہم نے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبْرَكًا فَانْثَبْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ

آسمان سے پانی برکت کا پھرا گائے ہم نے اس سے باغ اور اناج

الْحَصِيدِ ۝۴ وَالنَّخْلَ بَسِيقَاتٍ لِّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ۝۵

جس کا کھیت کاٹا جاتا ہے اور کھجوریں لمبی ان کا خوشہ ہے تہہ پر تہہ

رَزَقًا لِلْعِبَادِ ۝۵ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۝۶ كَذَلِكَ

روزی دینے کو بندوں کے اور زندہ کیا ہم نے اس سے ایک مردہ دیس کو یونہی ہوگا

الْخُرُوجِ ۝۶ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ

نکل کھڑے ہونا (قبر سے) جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور کنوئیں والے

وَتَمُودُ ۝۷ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۝۸ وَأَصْحَابُ

اور تمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی اور بن کے

الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَيْعٍ ۝۹ كُلُّ كَذَّابٍ أَلْسِنَتُهُ مَكِينٌ وَهُوَ

رہنے والے اور تیغ کی قوم ان سب نے جھٹلایا رسولوں کو پر (پھر) ٹھیک پڑا میرا ڈرانا

أَفَعَيَّبْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۝۱۰ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ

اب کیا ہم تھک گئے پہلی بار بنا کر کوئی نہیں ان کو دھوکا ہے ایک نے

زمین اور اسکی نعمتوں میں غور کرو | یعنی جو آدمی خدا کی طرف رجوع ہو محض ان ہی محسوسات کے دائرہ میں الجھ کر نہ رہ جائے اس کے لئے آسمان وزمین کی تخلیق و تنظیم میں دانائی و بینائی کے کتنے سامان ہیں جن میں ادنیٰ غور کرنے سے صحیح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ اور بھولے ہوئے سبق اس کو یاد آسکتے ہیں۔ پھر خدا جانے ایسی روشن نشانیوں کی موجودگی میں بھی یہ لوگ کیونکر حق کو جھٹلانے کی جرأت کرتے ہیں۔

اناج وہ ہے جس کے ساتھ اس کا کھیت بھی کٹ جائے اور باغ پھل ٹوٹ کر قائم رہتا ہے۔

یعنی بڑی کثرت و افراط سے جن کا خوشہ دیکھنے میں بھی بھلا معلوم ہوتا ہے۔

یعنی بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ کر دیئے جائیں گے۔

ان اقوام کے قصے سورہ حجر، فرقان، دخان وغیرہ میں گزر چکے ہیں۔

یعنی تکذیب انبیاء پر جس انجام سے ڈرایا گیا تھا وہ ہی سامنے آ کر رہا۔

جَدِيدٌ ۱۵ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسُّوْسُ

بنانے میں ♦ اور البتہ ہم نے بنایا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی رہتی ہیں

بِهِ نَفْسُهُ ۱۶ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۱۶

اس کے جی میں ♦ اور ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ (رگ جاں) سے زیادہ ♦

إِذْ يَتَلَفَّى الْمُتَلَقِّينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ

جب لیتے جاتے ہیں دو لینے والے داہنے بیٹھا اور بائیں

قَعِيدٌ ۱۷ مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ

بیٹھا ♦ نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک راہ دیکھنے والا

عَتِيدٌ ۱۸ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۱۸ ذٰلِكَ

تیار (گمہبان) ♦ اور وہ آئی بیہوشی موت کی تحقیق ♦

مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۱۹ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۱۹ ذٰلِكَ

وہ ہے جس سے تو ملتا رہتا تھا ♦ اور پھونکا گیا صور یہ ہے

يَوْمَ الْوَعِيدِ ۲۰ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ

دن ڈرانے کا ♦ اور آیا ہر ایک جی اس کے ساتھ ہے ایک ہانکنے والا

وَشَهِيدٌ ۲۱ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا

اور ایک احوال بتلانے والا ♦ تو بے خبر رہا اس دن سے اب کھول دی ہم نے

عَنْكَ غَطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۲۲ وَقَالَ

تجھ پر سے تیری اندھیری سو تیری نگاہ آج تیز ہے ♦ اور بولا فرشتہ

♦ دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے | یعنی دوبارہ نئے سرے سے پیدا کرنے میں ہمیں فضول دھوکا لگ رہا ہے۔ جس نے پہلی بار پیدا کیا دوسری مرتبہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے؟ کیا یہ گمان کرتے ہو کہ (معاذ اللہ) وہ پہلی دفعہ دنیا کو بنا کر تھک گیا ہوگا؟ اس قادر مطلق کی نسبت ایسے توہمات قائم کرنا سخت جہالت اور گستاخی ہے۔

♦ اللہ کو دل کے وسوسوں کا بھی علم ہے | یعنی اس کے ہر قول و فعل سے ہم خبردار ہیں حتیٰ کہ جو وساوس و خطرات اس کے دل میں گذرتے ہیں ان کا بھی ہم کو علم ہے۔ "أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ"۔

♦ اللہ شہ رگ سے بھی قریب ہے | گردن کی رگ مراد ہے جسے "شہ رگ" کہتے ہیں اور جس کے کٹنے سے انسان مر جاتا ہے۔ شاید یہ کنایہ ہو جان اور روح سے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم (باعتبار علم کے) اس کی روح اور نفس سے بھی نزدیک تر ہیں۔ یعنی جیسا علم انسان کو اپنے احوال کا ہے ہم کو اس کا علم خود اس سے بھی زیادہ ہے۔ نیز علت اور غشاء کو معلول اور ناشئ کے ساتھ وہ قرب حاصل ہوتا ہے جو معلول اور ناشئ کو خود اپنے نفس سے بھی نہیں ہوتا۔ اس کا کچھ مختصر بیان "النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ" کے حواشی میں ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "اللہ اندر سے نزدیک ہے اور رگ آخر بارہر ہے جان سے۔" وَلَيَعْلَمَنَّ مَا قِيلَ۔

جان نہاں در جسم داو در جاں نہاں

اے نہاں اندر نہاں اے جان جان

♦ یعنی دو فرشتے خدا کے حکم سے ہر وقت اس کی تاک میں لگے رہتے ہیں جو لفظ اس کے منہ سے نکلے وہ لکھ لیتے ہیں۔ نیکی داہنے والا، اور بدی بائیں والا۔

♦ کرانا کا تبیین | یعنی لکھنے کو تیار ہے تنبیہ | دونوں فرشتے کہاں رہتے ہیں؟ اور علاوہ اقوال کے کیا کیا کچھ لکھتے ہیں؟ اس کی تفصیل احادیث و آثار سے ملے گی۔

♦ سکرۃ الموت | یعنی لو! ادھر مسل تیار ہوئی، ادھر موت کی گھڑی آ پہنچی۔ اور مرنے والا نزع کی بیہوشیوں اور جاں کنی کی غیتوں میں ڈبکیاں کھانے لگا۔ اس وقت وہ سب نجی باتیں نظر آنا شروع ہو گئیں جن کی خبر اللہ کے رسولوں نے دی تھی۔ اور میت کی سعادت و شقاوت سے پردہ اٹھنے لگا اور ایسا پیش آنا قطعی اور یقینی تھا۔ کیونکہ حکیم مطلق کی بہت سی حکمتیں اس سے متعلق تھیں۔

♦ یعنی آدمی نے موت کو بہت کچھ ٹلانا چاہا۔ اور اس ناخوشگوار وقت سے بہت کچھ بھاگتا اور کتراتا رہا پر یہ گھڑی ٹلنے والی کہاں تھی۔ آخر سر پر آ گھڑی ہوئی کوئی تدبیر اور حیلہ دفع الوقتی کا نہ چل سکا۔

♦ چھوٹی قیامت تو موت کے وقت ہی آ چکی تھی۔ اس کے بعد بڑی قیامت حاضر ہے۔ بس صور پھونکا گیا اور وہ ہولناک دن آ موجود ہوا۔ جس سے انبیاء و رسل برابر ڈراتے چلے آتے تھے۔

♦ محشر میں ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے | یعنی محشر میں اس طرح حاضر کئے جائیں گے کہ ایک فرشتہ پیشی کے میدان کی طرف دھکیلا ہوگا اور دوسرا اعمال نامہ لئے ہوگا۔ جس میں اس کی زندگی کے سب احوال درج ہو گئے شاید یہ وہ ہی دو فرشتے ہوں جو "کرانا کا تبیین" کہلاتے ہیں۔ اور جن کی نسبت فرمایا تھا۔ "إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ" الخ اور ممکن ہے کوئی اور ہوں۔ واللہ اعلم۔

♦ قیامت میں بینائی کی تیزی | یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ دنیا کے مزدوں میں پڑ کر تو آج کے دن سے بے خبر تھا اور تیری آنکھوں کے سامنے شہوات و خواہشات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پیغمبر جو سمجھاتے تھے۔ تجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ آج ہم نے تیری آنکھ سے وہ پردے ہٹا دیئے اور نگاہ خوب تیز کر دی۔ اب دیکھ لے جو باتیں کہیں گئی تھیں، صحیح ہیں یا غلط۔

یعنی فرشتہ اعمال نامہ حاضر کرے گا۔ اور بعض نے ”قرین“ سے مراد شیطان لیا ہے یعنی شیطان کہے گا کہ یہ مجرم حاضر ہے جس کو میں نے اغواء کیا اور دوزخ کے لئے تیار کر کے لایا ہوں۔ مطلب یہ کہ اغواء تو میں نے کیا۔ مگر میرا ایسا زور و تسلط نہ تھا کہ زبردستی اس کو شرارت میں ڈال دیتا۔ یہ اپنے ارادہ و اختیار سے گمراہ ہوا۔

نیکی سے روکنے والے | بارگاہ ایزدی سے یہ حکم دو فرشتوں کو ہوگا کہ ایسے لوگوں کو جہنم میں جھونک دو (اعاذنا اللہ منها)

یعنی ایسے لوگ جہنم میں سخت ترین عذاب کے مستحق ہیں۔

مشرک کا انجام | یعنی میری کچھ زبردستی اس پر نہ چلتی تھی۔ ذرا شہ دی تھی کہ یہ کم بخت خود گمراہ ہو کر نجات و فلاح کے راستہ سے دور جا پڑا۔ شیطان یہ کہہ کر اپنا جرم ہلکا کرنا چاہتا ہے۔

حشر میں کفار کو جواب | یعنی بک بک مت کرو۔ دنیا میں سب کو نیک و بد سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اب ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا ملے گی۔ جو گمراہ ہوا اور جس نے اغواء کیا، سب اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتیں گے۔

یعنی ہمارے یہاں ظلم نہیں۔ جو کچھ فیصلہ ہوگا عین حکمت اور انصاف سے ہوگا۔ ”اور بات نہیں بدلتی۔“ یعنی کافر بخشنا نہیں جاتا۔ بھلا شیطان اکفر کی بخشش تو کہاں۔

جہنم کی وسعت اور پھیلاؤ | یعنی دوزخ کا پھیلاؤ اس قدر لوگوں سے نہ بھرے گا اور شدت غیظ سے اور زیادہ کافروں اور نافرمانوں کو طلب کرے گی۔

جنت متقین کے نزدیک ہے | یعنی جنت ان سے دور نہ ہوگی۔ بہت قریب سے اس کی تروتازگی اور بناؤ سنگار دیکھیں گے۔

لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيفٍ ۚ ۞ مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ

ہر ایک رجوع رہنے والے یا درکھنے والے کے واسطے جو ڈر الرحمن سے بن دیکھے

وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ۚ ۞ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ يَوْمُ

اور لا یا دل رجوع ہونے والا چلے جاؤ اس میں سلامت یہ دن ہے

الْخُلُودِ ۚ ۞ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۚ ۞

بیشہ رہنے کا ان کے واسطے ہے وہاں جو وہ چاہیں اور ہمارے پاس ہے کچھ زیادہ بھی

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ

اور کتنی تباہ کر چکے ہم ان سے پہلے جماعتیں کہ ان کی قوت زبردست تھی

بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّجِيسٍ ۚ ۞ إِنَّا

ان سے بھر گئے کریدنے شہروں میں کہیں ہے بھاگ جانے کو ٹھکانا

فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرٌ لِّمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى

اس میں سوچنے کی جگہ سے اس کو جس کے اندر دل ہے یا لگائے

السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۚ ۞ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَ

کان دل لگا کر اور ہم نے بنائے آسمان اور

الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ ۞ وَمَا مَسَّنَا

زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں اور ہم کو نہ ہوا

مِّنْ لُّغُوبٍ ۚ ۞ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

کچھ ٹکان سوتو سہارا جو کچھ وہ کہتے ہیں اور پاکی بولتا رہ خوبیاں

انابت اور خشیت کے بدلے جنت | یعنی جنہوں نے دنیا میں خدا کو یاد رکھا اور گناہوں سے محفوظ ہو کر اس کی طرف رجوع ہوئے، اور بے دیکھے اس کے قہر و جلال سے ڈرے اور ایک پاک و صاف رجوع ہونے والا دل لے کر حاضر ہوئے، اس جنت کا وعدہ ایسے لوگوں سے کیا گیا تھا وقت آ گیا ہے کہ سلامتی و عافیت کے ساتھ اس میں داخل ہوں۔ فرشتے ان کو سلام کریں اور ان کے پروردگار کا سلام پہنچائیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”اس دن جس کو جو کچھ ملا سو، ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس سے پہلے ایک بات پر غمراؤ نہ تھا۔“

جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی | یعنی جو چاہیں گے وہ ملے گا اس کے علاوہ وہ نعمتیں ملیں گی جو انکے خیال میں بھی نہیں۔ مثلاً دیدار الہی کی لذت بے قیاس اور ممکن ہے ”وَلَذُنَا مَزِينًا“ سے یہ غرض ہو کہ ہمارے پاس بہت ہے، جنتی کتنا ہی مانگیں سب دیا جائیگا۔ اللہ کے ہاں اتحادینے پر بھی کوئی کمی نہیں آتی، نہ اس کے لئے کوئی رکاوٹ ہے۔ پس اتنی بے حساب و بے شمار عطایا کو مستبعد نہ سمجھو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کفار کو تنبیہ | پہلے کفار کی تعذیب اخروی کا بیان تھا۔ درمیان میں ان کے مقابلہ پر اہل جنت کے تعم کا ذکر آ گیا۔ اب پھر کفار کی سزا دی کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ہم کتنی شریر و سرکش قوموں کو تباہ کر چکے ہیں جو زور و قوت میں موجودہ اقوام کفار سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔ اور جنہوں نے بڑے بڑے شہر چھان مارے تھے۔ پھر جب عذاب الہی آیا تو بھاگ جانے کو روئے زمین پر کہیں ٹھکانا نہ ملا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عذاب کے وقت اپنی بستیوں میں کھوج لگانے لگے کہ کہیں پناہ ملے۔ مگر کوئی ٹھکانا نہ پایا۔ وهذا هو الظاهر من الترجمة والاول ما اختاره جمهور المفسرین۔ واللہ اعلم۔

سمجھنے اور سننے والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں | یعنی ان عبرت ناک واقعات میں غور فکر کر کے وہ ہی لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جن کے سینہ میں سمجھنے والا دل ہو کہ از خود ایک بات کو سمجھ لیں، یا کم از کم کسی سمجھانے والے کے کہنے پر دل کو حاضر کر کے کان دھریں۔ کیونکہ یہ بھی ایک درجہ ہے کہ آدمی خود متنبہ نہ ہو، تو دوسرے کے متنبہ کرنے پر ہشیار ہو جائے۔ جو شخص نہ خود سمجھے نہ کسی کے کہنے پر توجہ کے ساتھ کان لگائے اس کا درجہ اہل ہمت پھر سے زیادہ نہیں۔

اس کا بیان پہلے کئی جگہ گزر چکا ہے۔

اللہ نہیں ٹھکتا | جب پہلی مرتبہ مٹانے سے نہ محکمے تو دوسری مرتبہ کیوں ٹھکیں گے۔ اور تباہ و برباد کر دینا تو مٹانے سے کہیں آسان ہے۔

رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿۳۹﴾

اپنے رب کی پہلے سورج کے نکلنے سے اور پہلے ڈوبنے سے

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ

اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی اور پیچھے سجدہ کے اور کان رکھ

يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿۴۱﴾ يَوْمَ يَسْمَعُونَ

جس دن پکارے پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے جس دن سنیں گے

الصَّبْحَةَ بِالحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ﴿۴۲﴾ إِنَّا نَحْنُ

چنگھاڑ محقق وہ ہے دن نکل پڑنے کا ہم ہیں

نَحْيٍ وَنُمَيْتٍ ۚ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ

جلاتے اور مارتے اور ہم تک ہے سب کو پہنچنا جس دن زمین پھٹ کر

الْأَرْضُ عَنْهُمْ سَرَاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا لَيْسَ

نکل پڑیں وہ سب دوڑتے ہوئے یہ اکٹھا کرنا ہم کو آسان ہے

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور تو نہیں ہے ان پر زور کرنے والا

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِبِدِ ۚ

سو تو سمجھا قرآن سے اس کو جو ڈرے میرے ڈرانے سے

﴿آيَاتُهَا ۶۰﴾ (۵۱) سُورَةُ الذّٰرِیّٰتِ مَكِّيَّةٌ ﴿۶۱﴾ ﴿رُكُوعَاتُهَا ۳﴾

سورہ ذاریات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ساٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

آنحضرت ﷺ کو صبر و شکر کا حکم | یعنی ایسی موٹی باتوں کو یہ لوگ نہ سمجھیں تو آپ غمگین نہ ہوں۔ بلکہ ان کی بیہودہ بکواس پر صبر کرتے رہیں۔ اور اپنے پروردگار کی یاد میں دل لگائے رکھیں جو تمام زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اور ہر چیز کے بنانے اور بگاڑنے پر قدرت رکھتا ہے۔

دعا اور نمازوں کے خاص اوقات | یہ وقت اللہ کی یاد کے ہیں۔ ان میں دعاء اور عبادت بہت قبول ہوتی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں آپ ﷺ پر تین ہی نمازیں فرض تھیں۔ فجر اور عصر اور تہجد، بہر حال اب بھی ان تینوں وقتوں کو خصوصی فضل و شرف حاصل ہے نماز یا ذکر و دعاء وغیرہ سے ان اوقات کو معمور رکھنا چاہئے۔ حدیث میں ہے۔ ”عَلَيْكُمْ بِالْفُذُوقِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدَّلْبَةِ“۔ بعض نے کہا کہ ”قَبْلَ الطُّلُوعِ“ سے نماز فجر ”قَبْلَ الْغُرُوبِ“ سے ظہر و عصر اور ”مِنَ اللَّيْلِ“ سے مغرب و عشاء مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔

یعنی نماز کے بعد کچھ تسبیح و تہلیل کرنا چاہئے یا نوافل مراد ہوں جو فرائض کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ صور قریب کے مقام سے پھونکا جائے گا | کہتے ہیں صور پھونکا جائے گا بیت المقدس کے پتھر پر۔ اس لئے نزدیک کہا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس کی آواز ہر جگہ نزدیک لگے گی اور سب کو یکساں سنائی دے گی۔ باقی صور پھونکنے کے سوا اور بھی ندائیں حق تعالیٰ کی طرف سے اس روز ہونگی۔ بعض نے آیت سے وہ مراد لی ہے۔ مگر ظاہر نفع صور ہے واللہ اعلم۔

یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زمین سے نکل کھڑے ہوں گے۔ یعنی بہر حال موت و حیات سب خدا کے ہاتھ میں ہے اور پھر کر آخر کار اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔ بچ کر کوئی نہیں نکل سکتا۔

قیامت میں زمین کا پھٹنا | یعنی زمین پھٹے گی اور مردے اس سے نکل کر میدان حشر کی طرف جھپٹیں گے۔ خدا تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر دے گا ایسا کرنا اس کو کچھ مشکل نہیں۔

تبلیغ میں زبردستی نہیں | یعنی جو لوگ حشر کا انکار کرتے اور داعیِ جاہلی کلمات بکتے ہیں بکنے دو۔ اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد کرو۔ ہم کو سب معلوم ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ آپ کا یہ منصب نہیں کہ زور زبردستی سے ہر ایک کو یہ باتیں منوا کر چھوڑیں۔ ہاں قرآن سنا کر بالخصوص ان کو نصیحت اور فہمائش کرتے رہیے جو اللہ کے ڈرانے سے ڈرتے ہیں۔ ان معاندین کے پیچھے زیادہ نہ پڑیے۔ تم

سورۃ قی والحمد لله

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے


وَالذَّرِيتِ ذُرُوءًا ۝ فَالْحِمْلِتِ وَقُرْآنًا ۝ فَالْجُرِيتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر پھراٹھانے والیاں بوجھ کو پھر چلنے والیاں

يُسْرًا ۝٣٠ فَاَلْمُقَسِّمَتِ اَمْرًا ۝٣١ اِنَّمَا تُوعَدُونَ

نرمی سے پھر بانٹنے والیاں حکم سے ♦ بے شک جو وعدہ کیا ہے تم سے

لَصَادِقٌ ۝ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۝ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ

سوچ ہے اور بے شک انصاف ہونا ضرور ہے  قسم ہے آسمان

الْحُبُّكَ ٤ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ٥ يُؤْفَكُ عَنْهُ

جالی دار (جالی دار) کی ۲ تم پڑ رہے ہو ایک جھگڑے کی بات میں اس سے باز رہے وہی

مَنْ أُوْفِكَ ۖ قُتِلَ الْخَرَّصُونَ ۝۱۰ الَّذِينَ هُمْ فِي

جو پھیرا گیا (راندا گیا) مارے پڑے (مگئے) انکل دوڑانے والے ۵ ۱۱ جو

غَمْرَةٍ سَاهُونَ ۝ يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ ۝ ط (١٦)

◆ غفلت میں ہیں بھول رہے ◆ پوچھتے ہیں کب ہے دن انصاف کا ◆

يَوْمَهُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ﴿١٣﴾ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا

جس دن وہ آگ پر لٹے سیدھے پڑیں گے (جلائیں جائیں گے) چکومزا اپنی شرارت کا یہ ہے

الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٣﴾ إِنَّ الْمُنَاقِبِينَ فِي

جس کی تم جلدی کرتے تھے ♦ البتہ ڈرنے والے

سورۃ الذریت

◆ ہواؤں کی قسم | اول زور کی ہوائیں اور آندھیاں چلتی ہیں جن سے غبار وغیرہ اڑتا ہے اور بادل بنتے ہیں، پھر ان میں پانی بنتا ہے۔ اس بوجھ کو اٹھائے پھرتی ہیں۔ پھر برسنے کے قریب نرم ہوا چلتی ہے پھر اللہ کے حکم کے موافق بارش میں جس جگہ کا جتنا حصہ ہوتا ہے وہ تقسیم کرتی ہیں۔ ان ہواؤں کی اللہ قسم کھاتا ہے۔ بعض علماء نے ”ذاریات، سے ہوائیں۔“ ”حاملات“ سے بادل، ”جاریات“ سے ستارے اور ”مقسمات“ سے فرشتے مراد لئے ہیں۔ گویا مقسم بہ کی ترتیب نیچے سے اوپر کو ہوئی اور حضرت علیؑ وغیرہ سے منقول ہے کہ ”ذاریات“ ہوائیں۔ ”حاملات“۔ بادل، ”جاریات“ کشتیاں، اور مقسمات ”فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے رزق وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔

◆ آخرت کا وعدہ سچا ہے | یعنی یہ ہواؤں اور بارش وغیرہ کا نظام شاہد ہے کہ آخرت کا وعدہ سچا، اور انصاف ہونا ضروری ہے۔ جب اس دنیا میں ہوا تک بے نتیجہ نہیں چلتی تو کیا اتنا بڑا کارخانہ یوں ہی بے نتیجہ چل رہا ہے؟ یقیناً اس کا کوئی عظیم الشان انجام ہوگا۔ اسی کو آخرت کہتے ہیں۔

◆ جال دار آسمان | یعنی صاف و شفاف، خوبصورت، مضبوط اور پر رونق آسمان کی قسم جس پر ستاروں کا جال بچھا ہوا معلوم ہوتا ہے اور جس پر ستاروں کی اور فرشتوں کی راہیں پڑی ہوئی ہیں۔

◆ یعنی قیامت اور آخرت کی بات میں خواہ مخواہ جھگڑے ڈال رکھے ہیں۔ اس کو وہ ہی تسلیم کرے گا جسے بارگاہ ربوبیت سے کچھ تعلق ہو۔ جو شخص راندہ درگاہ ہے اور خیر و سعادت کے راستوں سے پھیر دیا گیا ہے وہ اس چیز کے تسلیم اور قبول کرنے سے ہمیشہ باز رہے گا۔ حالانکہ اگر صرف آسمان کے نظم و نسق میں غور کرے تو یقین ہو جائے کہ اس مسئلہ میں جھگڑنا محض حماقت ہے۔

◆ انکل دوڑانے والے | یعنی دین کی باتوں میں انگلیں دوڑاتے ہیں اور محض اپنے ظن و تخمین سے قطعیات کو رد کرتے ہیں۔

◆ یعنی دنیا کے مڑوں نے آخرت سے اور خدا سے غافل کر رکھا ہے۔

◆ انصاف کے دن کا مسخر | یعنی انکار اور ہنسی کے طور پر پوچھتے ہیں کہ ہاں صاحب! وہ انصاف کا دن کب آئے گا؟ آخر اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟

◆ حق تعالیٰ کا جواب | یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو جواب دیا گیا۔ یعنی ذرا صبر کرو۔ وہ دن آیا چاہتا ہے۔ جب تم آگ میں الٹے سیدھے کئے جاؤ گے۔ اور خوب جلاتا کر کہا جائے گا کہ لو اب اپنی شرارت اور استہزاء کا مزہ چکھو۔ جس دن کی جلدی چار ہے تھے وہ آگیا۔

جَنَّتْ وَعُيُونٌ ۝۱۵۝ اخْذِينَ مَا اَنْتَهُمْ رَبُّهُمْ ۝۱۶۝ اَنْتَهُمْ

باغوں میں ہیں اور چشموں میں لیتے ہیں جو دیا ان کو ان کے رب نے ۱۶ وہ تھے

كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ ۝۱۷۝ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ الْبَلِّ

اس سے پہلے نیک والے ۱۷ وہ تھے رات کو

مَا يَهْجَعُونَ ۝۱۸۝ وَاِلَّا سَخَّرَ لَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝۱۹۝ وَفِي

تھوڑا سوتے اور صبح کے وقتوں میں معافی مانگتے (استغفار کرتے) ۱۹ اور ان کے

اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلْسَائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝۲۰۝ وَفِي الْاَرْضِ اٰيَاتٌ

مال میں حصہ تھا مانگنے والوں کا اور ہارے ہوئے کا ۲۰ اور زمین میں نشانیاں ہیں

لِّلْمُوقِنِينَ ۝۲۱۝ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ ۝۲۲۝ اَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝۲۳۝ وَفِي

یقین لانے والوں کے واسطے اور خود تمہارے اندر سو کیا تم کو سو جھتا نہیں ۲۳ اور

السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝۲۴۝ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ

آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو تم سے وعدہ کیا گیا ۲۴ سو قسم ہے رب آسمان

وَالْاَرْضِ اِنَّهُ لَحَقُّ مِّثْلِ مَا اَنْتُمْ تَنْطِقُونَ ۝۲۵۝ هَلْ

اور زمین کی کہ یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو ۲۵ کیا

اَنْتَكَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ اِبْرٰهِيْمَ الْمَكْرَمِيْنَ ۝۲۶۝ اِذْ دَخَلُوا

تجھ کو بات ابراہیم کے مہمانوں کی جو عزت والے تھے جب اندر پہنچے

عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۝۲۷۝ قَالِ سَلَامٌ ۝۲۸۝ قَوْمٌ مُّنْكَرُونَ ۝۲۹۝

اس کے پاس تو بولے سلام وہ بولا سلام ہے یہ لوگ ہیں اوپرے ۲۹

یعنی خوش خوشی ان نعمتوں کو قبول کرتے ہیں جو انکے پروردگار نے ارزانی فرمائی ہیں۔

یعنی دنیا سے نیکیاں سیٹ کر لائے تھے۔ آج ان کا نیک پھل مل رہا ہے۔ آگے ان نیکیوں کی قدرے تفصیل ہے۔
محسنین اور متقین کی صفات | یعنی رات کا اکثر حصہ عبادت الہی میں گزارتے اور سحر کے وقت جب رات ختم ہونے کو آتی اللہ سے اپنی تقصیرات کی معافی مانگتے کہ الہی حق عبودیت ادا نہ ہو سکا۔ جو کوتاہی رہی اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔ کثرت عبادت ان کو مغرور نہ کرتی تھی۔ بلکہ جس قدر بندگی میں ترقی کرتے جاتے خشیت و خوف بڑھتا جاتا تھا۔

”ہارا ہوا“ وہ جو محتاج ہے اور مانگتا نہیں پھرتا۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے (زکوٰۃ کے علاوہ) اپنے مال میں اپنی خوشی سے سائلوں اور محتاجوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا جو التزام کی وجہ سے گویا ایک حق لازم سمجھا گیا۔

آفاقی اور انفس کی نشانیاں | یعنی یہ شب بیداری، استغفار اور محتاجوں پر خرچ کرنا اس یقین کی بناء پر ہونا چاہئے کہ خدا موجود ہے اور اس کے ہاں کسی کی نیکی ضائع نہیں جاتی۔ اور یہ یقین وہ ہے جو آفاقی و انفسی آیات میں غور کرنے سے بسہولت حاصل ہو سکتا ہے۔ انسان اگر خود اپنے اندر یا روئے زمین کے حالات میں غور و فکر کرے تو بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ہر نیک و بد کی جزاء کسی نہ کسی رنگ میں ضرور مل کر رہے گی۔ جلد یا بدیر۔

سب کی روزی آسمان میں ہے | یعنی سائلوں اور محتاجوں پر خرچ کرنے سے اس لئے نہیں ڈرنا چاہئے کہ خرچ کر کے ہم کہاں سے کھائیں گے اور نہ خرچ کر کے ان مساکین پر احسان جتلائے کیونکہ تمہاری سب کی روزی اور اجر و ثواب کے جو وعدے کئے گئے ہیں آسمان والے کے ہاتھ میں ہیں۔ ہر ایک کی روزی پہنچ کر رہے گی کسی کے روکے نہیں رک سکتی۔ اور خرچ کرنے والوں کو ثواب بھی مل کر رہے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”آنے والی جو بات ہے اس کا حکم آسمان ہی سے اترتا ہے۔“

یہ سب باتیں حق ہیں | یعنی جیسے اپنے بولنے میں شبہ نہیں، ویسا ہی اس کلام میں شبہ نہیں۔ یقیناً روزی پہنچ کر رہے گی، قیامت قائم ہوگی، آخرت آکر رہے گی، اور خدا کے وعدے ضرور پورے ہونگے۔ آگے ”وَفِیْ سَآئِغَاتِہُمْ حَقُّ لَیْسَآئِلٍ وَالْمُخَوِّمِ“ کی مناسبت سے حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی کا قصہ سناتے ہیں جو تمہید ہے لوط علیہ السلام کے قصہ کی۔ دونوں قصوں سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دنیا میں محسنین کے ساتھ کیا ہے اور مکذبین کے ساتھ اس نے کیسا برتاؤ کیا۔

حضرت ابراہیمؑ کے مہمان | یعنی فرشتے تھے جن کو ابراہیمؑ اول انسان سمجھے ان کی بڑی عزت کی اور اللہ کے ہاں تو فرشتے معزز و مکرم ہیں ہی۔ کما قال ”بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُونَ“

یعنی سلام کا جواب سلام سے دیا اور دل میں یا آپس میں کہا کہ یہ لوگ کچھ اوپرے سے معلوم ہوتے ہیں۔

فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعَجُلٍ سَمِينٍ ۖ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ

پھر دوڑا اپنے گھر کو تو لے آیا ایک بچھڑا گھی میں تلا ہوا پھر ان کے سامنے رکھا

قَالَ لَا تَأْكُلُون ۚ ۖ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا

کہا کیوں تم کھاتے نہیں ۖ پھر جی میں گھبرایا (ہڑ بڑایا) ان کے ڈر سے بولے تو

تَخَفَ ۖ وَبَشَرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۚ ۖ فَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ فِي

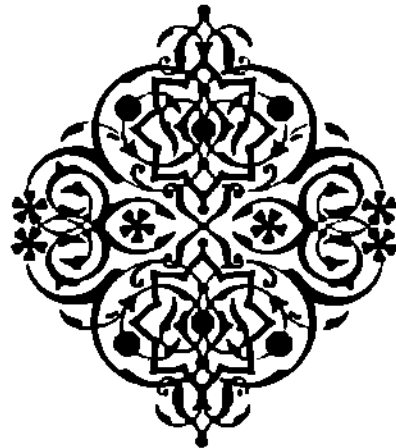
مت ڈر اور خوش خبری دی اس کو ایک لڑکے ہشیار کی ۖ پھر سامنے سے آئی اس کی عورت

صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۚ ۖ قَالُوا

بولتی ہوئی پھر پیٹا اپنا ماتھا اور کہنے لگی کہیں بڑھیا بانجھ ۖ وہ بولے

كَذٰلِكَ ۖ قَالَ رَبُّكَ ۖ إِنَّهُ ۖ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۚ ۖ

یوں ہی کہا تیرے رب نے وہ جو ہے وہی ہے حکمت والا خبردار ۖ

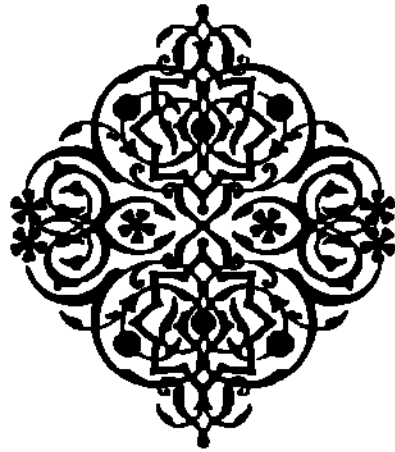


یعنی نہایت اہتمام سے مہمانی شروع کر دی اور نہایت مہذب و شائستہ پیرایہ میں کہا کہ کیوں حضرات! تم کھانا نہیں کھاتے؟ وہ فرشتے تھے، کھاتے کس طرح۔ آخر ابراہیم سمجھے کہ یہ آدمی نہیں ہیں۔

یہ قصہ سورۃ ”ہود“ اور ”حجر“ میں گذر چکا ہے۔ وہاں تفصیل ملاحظہ کر لی جائے۔

حضرت سارہؑ کا تعجب | حضرت سارہؑ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ایک طرف گوشہ میں کھڑی سن رہی تھیں۔ لڑکے کی بشارت سن کر چلاتی ہوئی دوسری طرف متوجہ ہوئیں اور تعجب سے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہنے لگیں کہ (کیا خوب) ایک بڑھیا بانهج جس کے جوانی میں اولاد نہ ہوئی۔ اب بڑھاپے میں بچہ جنے گی؟

یعنی ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے بلکہ تیرے رب نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ وہ ہی جانتا ہے کہ کس کو کس وقت کیا چیز دینا چاہئے۔ (پھر تم بیت نبوت سے ہو کر اس بشارت پر تعجب کیا کرتی ہو) تنبیہ | مجموعہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں جن کی بشارت ماں اور باپ دونوں کو دی گئی۔



قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۳۱﴾ قَالُوا إِنَّا

بولہ پھر کیا مطلب ہے تمہارا اے بھیجے ہوؤ وہ بولے ہم کو

أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً

بھیجا ہے ایک گنہگار قوم پر کہ چھوڑیں ہم ان پر پھر

مِّنْ طِينٍ ﴿۳۳﴾ مَّسُومَةً عِندَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿۳۴﴾

مٹی کے نشان پرے ہوئے تیرے رب کے یہاں سے حد سے نکل چلنے والوں کے لیے

فَاخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۵﴾ فَمَا

پھر بچا نکالا ہم نے جو تھا وہاں ایمان والا پھر

وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا

نہ پایا ہم نے اس جگہ سوائے ایک گھر کے مسلمانوں سے اور باقی رکھا ہم نے

فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿۳۷﴾

اس میں نشان ان لوگوں کے لیے جو ڈرتے ہیں عذاب دردناک سے

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ

اور نشانی ہے موسیٰ کے حال میں جب بھیجا ہم نے اس کو فرعون کے پاس دے کر کھلی

مُبِينٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿۳۹﴾

سند پھر اس نے منہ موڑ لیا اپنے زور پر اور بولا یہ جادو گر ہے یا دیوانہ

فَاخْذُنَا فِي يَمِينِهِ وَجَنُودَهُ قَبَضْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۴۰﴾

پھر پکڑا ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پھر پھینک دیا ان کو دریا میں اور اس پر لگا الزام

۱ حضرت ابراہیمؑ اور فرشتوں کی گفتگو | یعنی ابراہیمؑ نے فرشتوں سے پوچھا کہ آخر تم کس مہم کے لئے آئے ہو۔ اندازہ سے سمجھو ہوں گے کہ ضرور کسی اور اہم مقصد کے لئے ان کا نزول ہوا ہے۔

۲ یعنی قوم لوطؑ کی سزا دہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ان کے پتھر برسا کر ان کو ہلاک کریں۔ ”مِنْ جِلِّینَ“ کی قید سے معلوم ہو گیا کہ یہ اولوں کی بارش نہ تھی جس کو تو سغا پتھر کہہ دیا جاتا ہے۔

۳ قوم لوط کے لئے نشان زدہ پتھر | یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پتھروں پر نشان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ عذاب کے پتھر خاص ان ہی کو لگیں گے جو عقل، دین اور فطرت کی حد سے نکل چکے ہیں۔

۴ یعنی اس بستی میں صرف ایک حضرت لوطؑ کا گھرانہ مسلمانی کا گھرانہ تھا۔ اس کو ہم نے عذاب سے محفوظ رکھا اور صاف بچا نکالا۔ باقی سب تباہ کر دیئے گئے۔

۵ آثار عذاب سے عبرت | یعنی اب تک وہاں تباہی کے نشان موجود ہیں اور ان کی غیر معمولی ہلاکت کے قصہ میں ڈرنے والوں کے لئے عبرت کا سامان ہے،

۶ یعنی معجزات و براہین۔

۷ یعنی زور و قوت پر مغرور ہو کر حق کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور اپنی قوم اور ارکان سلطنت کو بھی ساتھ لے ڈوبا۔ کہنے لگا کہ موسیٰ یا تو چالاک جادوگر ہے اور یا دیوانہ ہے۔ دو حال سے خالی نہیں۔

۸ یعنی ہم نے زیادتی نہیں کی۔ الزام اسی پر ہے کہ اس نے کفر اور سرکشی اختیار کی، سمجھانے پر پر بھی باز نہ آیا۔ آخر جو بویا تھا وہ ہی کاٹا۔

وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ۝ ج مَا

اور نشانی ہے عاد میں جب بھیجی ہم نے ان پر ہوا خیر (نفع) سے خالی نہیں

تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَنتَ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلْتَهُ كَالرَّمِيمِ ۝ ط

چھوڑتی کسی چیز کو جس پر گذرے کہ نہ کر ڈالے اس کو جیسے چورا

وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ۝ ز فَعَتُوا

اور نشانی ہے ثمود میں جب کہا ان کو برت لو (فائدہ اٹھا لو) ایک وقت تک پھر شرارت کرنے لگے

عَنْ أَهْرَارِهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصُّعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۝ ح

اپنے رب کے حکم سے پھر پکڑا ان کو کڑک نے اور وہ دیکھتے تھے

فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُتَّبِعِينَ ۝ د

پھر نہ ہو سکا ان سے کہ اٹھیں اور نہ ہوئے کہ بدلہ لیں

وَقَوْمَ نُوحٍ مِنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ۝ ه

اور ہلاک کیا نوح کی قوم کو اس سے پہلے تحقیق وہ تھے لوگ نافرمان

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝ و وَالْأَرْضَ

اور بنایا ہم نے آسمان ہاتھ کے بل سے (قوت سے) اور ہم کو سب مقدور ہے اور زمین کو

فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمُهْدُونَ ۝ ز وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ

بچھایا ہم نے سو کیا خوب بچھانا جانتے ہیں ہم اور ہر چیز کے

خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ ح فَبَرُّوا إِلَيَّ

بنائے ہم نے جوڑے تاکہ تم دھیان کرو سو بھاگو

یعنی عذاب کی آندھی آئی جو خیر و برکت سے یکسر خالی تھی۔ اس نے مجرموں کی جڑ کاٹ ڈالی اور جس چیز پر گزری اس کا چورا کر کے رکھ دیا۔

قوم صالح کو مہلت | یعنی حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اچھا کچھ دن اور دنیا کے مزے اڑالو، اور یہاں کا سامان برت لو۔ آخر عذاب الہی میں پکڑے جاؤ گے۔

یعنی ان کی شرارت روز بروز بڑھتی گئی۔ آخر عذاب الہی نے آلیا ایک کڑک ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے سب ٹھنڈے ہو گئے۔ وہ سب زور و طاقت اور متکبرانہ دعوے اور طنطنے خاک میں مل گئے کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہوا کہ پچھاڑ کھانے کے بعد ذرا اٹھ کھڑا ہوتا۔ بھلا بدلہ تو کیا لے سکتے تھے اور اپنی مدد پر کسے بلاتے۔

یعنی ان اقوام سے پہلے نوحؑ کی قوم اپنی بغاوت اور سرکشی کی بدولت تباہ کی جا چکی ہے وہ لوگ بھی نافرمانی میں حد سے نکل گئے تھے۔

یعنی آسمان جیسی وسیع چیز اپنی قدرت سے پیدا کی اور اس سے بھی بڑی چیزیں پیدا کرے تو کیا مشکل ہے۔

یعنی زمین و آسمان سب خدا کے پیدا کئے ہوئے اور اسی کے قبضہ میں ہیں۔ پھر اس کا مجرم بھاگ کر کہاں پناہ لے سکتا ہے۔ نیز خالق کائنات کی عجیب و غریب کاریگری میں آدمی غور کرے تو اسی کا ہو رہے۔

ہر نوع میں جوڑے پیدا کئے | یعنی نر اور مادہ، جیسا کہ ابن زید نے کہا۔ اور آج جدید حکماء اس کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ہر ایک نوع میں نر اور مادہ کی تقسیم پائی جاتی ہے اور یا ”زوجین“ سے متقابل و متضاد چیزیں مراد ہیں۔ (مثلاً رات دن، زمین آسمان، اندھیرا اجالا، سیاحی سفیدی، صحت و مرض، کفر و ایمان، وغیرہ ذلک۔

اللّٰهُ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَكُمْ

اللہ کی طرف میں تم کو اس کی طرف سے ڈرنا تاہوں کھول کر اور مت ٹھہراؤ

اللّٰهُ إِلَٰهًا آخَرًا إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ كَذٰلِكَ

اللہ کے ساتھ اور کسی کو معبود میں تم کو اس کی طرف سے ڈرنا تاہوں کھول کر اسی طرح

مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ

ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو رسول آیا اس کو یہی کہا کہ جادوگر ہے

أَوْ مَجْنُونٌ ۝ اتَّوَصَّوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝

یاد یوانہ کیا یہی وصیت کر مرے ہیں ایک دوسرے کو کوئی نہیں پر یہ لوگ شریر ہیں

فَقَوْلٌ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ ۝ وَذِكْرٌ فَإِنَّ الذِّكْرَ

سو تو لوٹ آ ان کی طرف سے اب تجھ پر نہیں ہے الزام اور سمجھا تارہ کہ سمجھانا

تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لَعِبًا

کام آتا ہے ایمان والوں کو اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو

لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ

اپنی بندگی کو میں نہیں چاہتا ان سے روزینہ اور نہیں چاہتا کہ

يَطْعَمُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝

مجھ کو کھلائیں اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا زور آور مضبوط

فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِّثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ

سوان گنہگاروں کا بھی ذول بھر چکا ہے جیسے ذول بھرا ان کے ساتھیوں کا

اللہ کی طرف دوڑو | یعنی جب زمین و آسمان اور تمام کائنات ایک اللہ کی پیدا کی ہوئی اور اسی کے زیر حکومت ہے تو بندہ کو چاہئے ہر جانب سے ہٹ کر اسی کی طرف بھاگے۔ اگر اس کی طرف نہ بھاگا اور رجوع نہ ہوا تو یہ بہت ڈر کی چیز ہے۔ یا کسی اور ہستی کی طرف رجوع ہو گیا تو یہ بھی ڈر کی بات ہے۔ ان دونوں صورتوں کے خوفناک انجام سے میں تم کو صاف صاف ڈراتا ہوں۔

ہر نبی کو جادوگر کہا گیا | یعنی ایسی صاف تنبیہ و انداز پر اگر یہ منکرین کان نہ دھریں تو غم نہ کیجئے۔ ان سے پہلے جن کافروں کی طرف کوئی پیغمبر آیا، اسی طرح جادوگر یا دیوانہ کہہ کر اس کی نصیحتوں کو ہنسی میں اڑا دیا۔

تکذیب انبیاء پر کفار کا اتفاق | یعنی ہر زمانے کے کافر اس بات میں ایسے متفق اللفظ رہے کہ گویا ایک دوسرے کو وصیت کر رہے ہیں کہ جو رسول آئے اسے ساحر یا مجنون کہہ کر چھوڑ دینا۔ اور واقع میں وصیت تو کہاں کرتے، البتہ شرارت کے عنصر میں سب شریک ہیں۔ اور یہ ہی اشتراک چھپلے شریروں سے وہ الفاظ کہلاتا ہے جو اگلے شریروں نے کہے تھے۔

یعنی آپ فرض دعوت و تبلیغ کما حقہ ادا کر چکے، اب زیادہ پیچھے پڑنے اور غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ نہ ماننے کا جو کچھ الزام رہیگا ان ہی معاندین پر رہے گا۔ ہاں سمجھانا آپ کا کام ہے۔ سو یہ سلسلہ جاری رکھیے جس کی قسمت میں ایمان لانا ہوگا اس کو یہ سمجھانا کام دے گا، جو ایمان لا چکے ہیں ان کو مزید نفع پہنچے گا، اور منکروں پر خدا کی حجت تمام ہوگی۔

جنوں اور انسانوں کی تخلیق عبادت کیلئے ہے | یعنی ان کے پیدا کرنے سے شرعاً بندگی مطلوب ہے۔ اسی لئے ان میں خلقت ایسی استعداد رکھی ہے کہ چاہیں تو اپنے اختیار سے بندگی کی راہ پر چل سکیں یوں ارادہ کو نیہ قدریہ کے اعتبار سے تو ہر چیز اس کے حکم نگوینی کے سامنے عاجز اور بے بس ہے۔ لیکن ایک وقت آئے گا جب سب بندے اپنے ارادہ سے تخلیق عالم کی اس غرض شرعی کو پورا کریں گے۔ بہر حال آپ سمجھاتے رہئے کہ سمجھانے ہی سے یہ مطلوب شرعی حاصل ہو سکتا ہے۔

بندگی بندوں ہی کے فائدے کیلئے ہے | یعنی ان کی بندگی سے میرا کچھ فائدہ نہیں، ان ہی کا نفع ہے۔ میں وہ مالک نہیں جو غلاموں سے کہے میرے لئے کما کر لاؤ یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو۔ میری ذات ان تخیلات سے پاک اور برتر ہے۔ میں ان سے اپنے لیے روزی کیا طلب کرتا، خود ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہوں بھلا مجھے جیسے زور آور اور قادر و توانا کو تمہاری خدمات کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ بندگی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ تم میری شہنشاہی اور عظمت و کبریائی کا قول و فعل اعتراف کر کے میرے خصوصی الطاف و مہر کے مورد مستحق بنو۔

من نہ کردم مطلق تا سودے کنم بلکہ تا بر بندگاں جو دے کنم

فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۵۱﴾ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

اب مجھ سے جلدی نہ کریں ♦ سو خرابی ہے منکروں کو ان کے

يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۵۲﴾

اس دن سے ♦ جس کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے

آيَاتُهَا ۲۹ ﴿۵۲﴾ سُورَةُ الطُّورِ مَكِّيَّةٌ ﴿۶﴾ رُكُوعَاتُهَا ۲

سورہ طور مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انچاس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالطُّورِ ﴿۱﴾ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ﴿۲﴾ فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ﴿۳﴾

قسم ہے طور کی ♦ اور لکھی ہوئی کتاب کی ♦ کشادہ ورق میں

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ

اور آباد گھر کی ♦ اور اونچی چھت کی ♦ اور اٹھتے ہوئے

الْمَسْجُورِ ﴿۶﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَا لَهُ

دریا کی ♦ بے شک عذاب تیرے رب کا ہو کر رہے گا اس کو کوئی نہیں

مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ وَتَسِيرُ

ہٹانے والا ♦ جس دن لرزے آسمان کپکپا کر ♦ اور بھریں

الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۱﴾

پہاڑ چل کر ♦ سو خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کو

یعنی اگر یہ ظالم بندگی کی طرف نہیں آتے تو سمجھ لو کہ دوسرے ظالموں کی طرح ان کا ڈول بھی بھر چکا ہے۔ بس اب ڈوبا چاہتا ہے۔ خواہ مخواہ سزا میں جلدی نہ مچائیں۔ جیسے دوسرے کافروں کو خدائی سزا کا حصہ پہنچا، انکو بھی پہنچ کر رہے گا۔

یعنی قیامت کا دن یا اس سے پہلے ہی کوئی دن سزا کا آجائے۔ چنانچہ مشرکین مکہ کو ”بدر“ میں خاصی سزا مل گئی، تم سورۃ الذاریات وللہ الحمد۔

سورۃ الطور

یعنی کوہ ”طور“ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام کیا۔
مخلوقات کی قسمیں | اس کتاب سے شاید لوح محفوظ مراد ہو یا لوگوں کا اعمال نامہ یا قرآن کریم یا طور کی مناسبت سے تورات یا عام کتب سماویہ، سب احتمالات ہیں۔
بیت معمور | شاید کعبہ کو کہا یا ساتویں آسمان پر خانہ کعبہ کی ٹھیک محاذات میں فرشتوں کا کعبہ ہے اس کو ”بیت معمور“ کہتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

یعنی آسمان کی قسم جو زمین کے اوپر ایک چھت کی طرح ہے اور یا ”سقف مرفوع“ عرش عظیم کو کہا جو تمام آسمانوں کے اوپر ہے اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت کی چھت ہے۔
دنیا کے اہلئے ہوئے دریا مراد ہوں، یا وہ عظیم الشان دریا مراد ہو جس کا وجود عرش عظیم کے نیچے اور آسمانوں کے اوپر روایات سے ثابت ہوا ہے۔

قدرت الہیہ پر مخلوقات کی شہادت | یعنی یہ تمام چیزیں جن کی قسم کھائی شہادت دیتی ہیں کہ وہ خدا بہت بڑی قدرت و عظمت والا ہے۔ پھر اس کی نافرمانی کرنے والوں پر عذاب کیوں نہیں آئے گا۔ اور کس کی طاقت ہے جو اس کے بھیجے ہوئے عذاب کو الٹا واپس کر دے گا۔

یعنی آسمان لرز کر اور کپکپا کر پھٹ پڑے گا۔
یعنی پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور روکی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔

الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يُدْعَوْنَ

جو باتیں بتاتے ہیں کھیلتے ہوئے ♦ جس دن کہ دھکیلے جائیں

إِلَى نَارٍ جَهَنَّمَ دَعَا ﴿١٣﴾ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ

دوزخ کی طرف دھکیل کر یہ ہے وہ آگ جس کو تم

بِهَا تُكْذِبُونَ ﴿١٤﴾ أَفَسِحْرُ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿١٥﴾

جھوٹ جانتے تھے ♦ اب بھلا یہ جادو ہے یا تم کو نہیں سوجھتا ♦

إِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ ؕ

چلے جاؤ اس کے اندر پھر تم صبر کرو یا نہ صبر کرو تم کو برابر ہے

إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ

وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کرتے تھے ♦ جو ڈرنے والے ہیں

فِي جَنَّتٍ وَنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فَلِكِهِمْ بِمَا أُنْشَأُوا مِنْهُمْ رِجْماً وَوَقْعَةً

وہ باغوں میں ہیں اور نعمت میں میوے کھاتے ہوئے جو ان کو دیئے ان کے رب نے اور بچایا

رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا

ان کے رب نے دوزخ کے عذاب سے ♦ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا بدلہ

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ مُتَكِبِينَ عَلَىٰ سُرِّ مَصْفُوفَةٍ ۖ وَ

ان کاموں کا جو تم کرتے تھے تکیہ لگائے بیٹھے تختوں پر برابر بچے ہوئے قطار باندھ کر ♦ اور

زَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ

بیادہی ہم نے ان کو حوریں بڑی آنکھوں والیاں اور جو لوگ یقین لائے اور ان کی راہ پر چلی

◆ کفار کا انجام بد | یعنی جو آج کھیل کود میں مشغول ہو کر طرح طرح کی باتیں بناتے اور آخرت کی تکذیب کرتے ہیں۔ ان کے لئے اس روز سخت خرابی اور تباہی ہے۔

◆ یعنی فرشتے ان کو سخت ذلت کے ساتھ دھکیلتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور وہاں پہنچا کر کہا جائے گا کہ یہ وہ آگ حاضر ہے جس کو تم جھوٹ جانتے تھے۔

◆ یعنی تم دنیا میں انبیاء کو جادوگر اور ان کی وحی کو جادو کہا کرتے تھے۔ ذرا اب تلاؤ کہ یہ دوزخ جس کی خبر انبیاء نے دی تھی کیا واقعی جادو یا نظر بندی ہے یا جیسے دنیا میں تم کو کچھ سوچتا نہ تھا، اب بھی نہیں سوچتا۔

◆ یعنی دوزخ میں پڑ کر اگر گھبراؤ اور چلاؤ گے، تب کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔ اور بفرض محال صبر کر کے چپ ہو رہو تب تم پر کوئی رحم کھانے والا نہیں۔ غرض دونوں حالتیں برابر ہیں۔ اس جیل خانہ سے نکلنے کی تمہارے لئے کوئی سبیل نہیں۔ جو کروت دنیا میں کئے تھے ان کی سزا یہ ہی جس دوام اور ابدی عذاب ہے۔

◆ متقین کیلئے جنت کی نعمتیں | یعنی جو دنیا میں اللہ سے ڈرتے تھے۔ وہاں بالکل مامون اور بے فکر ہوں گے۔ ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان ان کے لئے حاضر ہیں گے اور یہ ہی انعام کیا کم ہے کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا۔

◆ اہل جنت کی مجلس | یعنی جنتیوں کی مجلس اس طرح ہوگی کہ سب جنتی بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تخت پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے اور ان کی ترتیب نہایت قرینہ سے ہوگی۔

ذَرِّیَّتَهُمْ بِإِيمَانٍ الْحَقُّنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَا الْكُنُفُومُ

ان کی اولاد ایمان سے (کے ساتھ) پہنچا دیا ہم نے ان تک ان کی اولاد کو اور گھٹایا نہیں ہم نے ان سے

مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ۚ

ان کا کیا ذرا بھی ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے

وَأُمَدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۚ يَتَنَازَعُونَ

اور تار لگا دیا ہم نے ان پر میوؤں کا اور گوشت کا جس چیز کو جی چاہے جھپٹتے ہیں

فِيهَا كَأَسَا لَا لَعُوفٍ فِيهَا وَلَا تَأْثِیْمٌ ۚ وَيَطُوفُ

وہاں پیالہ نہ بکنا ہے اس شراب میں اور نہ گناہ میں ڈالنا اور پھرتے ہیں

عَلَيْهِمْ غُلَمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ۚ وَاقْبَلَ

ان کے پاس چھو کرے ان کے گویا وہ موتی ہیں اپنے غلاف کے اندر اور منہ کیا

بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَّتَسَاءَلُونَ ۚ قَالُوا إِنَّا كُنَّا

بعضوں نے دوسروں کی طرف آپس میں پوچھتے ہوئے بولے ہم بھی تھے

قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۚ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا

اس سے پہلے اپنے گھروں میں ڈرتے رہتے پھر احسان کیا اللہ نے ہم پر

وَوَقَدْنَا عَذَابَ السَّمُومِ ۚ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۚ

اور پہنچا دیا ہم کو لو کے عذاب سے ہم پہلے سے پکارتے تھے اس کو

إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۚ فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ

بے شک وہی ہے نیک سلوک والا مہربان اب تو سمجھا دے کہ تو اپنے رب کے فضل سے

♦ جنت میں نیک اولاد اپنے آباء کے ساتھ ہوگی | یعنی کاملوں کی اولاد اور متعلقین اگر ایمان پر قائم ہوں اور ان ہی کاملوں کی راہ پر چلیں۔ جو خدمات ان کے بزرگوں نے انجام دی تھیں یہ بھی ان کی تکمیل میں ساعی ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو جنت میں ان ہی کے ساتھ ملحق کر دے گا۔ گو ان کے اعمال و احوال ان کے اعمال سے کما و کیف فروتر ہوں۔ تاہم ان بزرگوں کے اکرام اور عزت افزائی کے لئے ان تابعین کو ان متبوعین کے جوار میں رکھا جائے گا اور ممکن ہے بعض کو بالکل ان ہی کے مقام اور درجہ پر پہنچا دیا جائے جیسا کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں یہ گمان نہ کیا جائے کہ ان کاملین کی بعض نیکیوں کا ثواب کاٹ کر ذریت کو دے دیا جائیگا۔ نہیں، یہ محض اللہ کا فضل و احسان ہوگا کہ قاصرین کو ذرا ابھار کر اوپر کاملین کے مقام تک پہنچا دیا جائے۔ تنبیہ | احقر نے ”وَاتَّبَعْتُهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ“ کا جو مطلب لیا ہے، صحیح بخاری کی یہ حدیث اس کے مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ”قَالَتِ الْأَنْصَارُ (يَا رَسُولَ اللَّهِ) إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ اتِّبَاعًا وَإِنَّا قَدْ اتَّبَعْنَاكَ فَاذْعُ اللَّهُ أَنْ يُجْعَلَ اتِّبَاعًا مِنَّا. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ اتِّبَاعَهُمْ مِنْهُمْ.“

♦ اوپر فضل کا بیان تھا۔ یہاں عدل کا ضابطہ بتا دیا۔ یعنی عدل کا مقتضاء یہ ہے کہ جس آدمی نے جو کچھ اچھایا برا عمل کیا ہے، اسی کے موافق بدلہ پائے۔ آگے اللہ کا فضل ہے کہ وہ کسی کی تقصیر معاف فرما دے یا کسی کا درجہ بلند کر دے۔

♦ ہر قسم کا مرغوب گوشت اور میوے | یعنی جس قسم کا گوشت مرغوب ہو اور جس جس میوے کو دل چاہے بلا توقف لگا تار حاضر کئے جائیں گے۔

♦ یعنی شراب طہور کا دور جب چلے گا تو جنتی بطور خوش طبعی کے ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کریں گے۔ لیکن اس شراب میں محض نشاط اور لذت ہوگی۔ نشہ، بکواس اور فتور عقل وغیرہ کچھ نہ ہوگا۔ نہ کوئی گناہ کی بات ہوگی۔

♦ جنت کے غلمان | یعنی جیسے موتی اپنے غلاف کے اندر بالکل صاف و شفاف رہتا ہے گرد و غبار کچھ نہیں پہنچتا۔ یہی حال ان کی صفائی اور پاکیزگی کا ہوگا۔

♦ اہل جنت کا آپس میں اظہار اطمینان | یعنی جنتی اس وقت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کریں گے اور غایت مسرت و امتنان سے کہیں گے کہ بھائی ہم دنیا میں ڈرتے رہتے تھے کہ دیکھیے مرنے کے بعد کیا انجام ہو۔ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا۔ اللہ کا احسان دیکھو کہ آج اس نے کیا مامون و مطمئن کر دیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہیں لگی۔ ہم اپنے رب کو ڈر کر اور امید باندھ کر پکارا کرتے تھے۔ آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنی مہربانی سے ہماری پکار سنی اور ہمارے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا۔

رَبِّكَ بَكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۖ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ

نہ جنوں سے خبر لینے والا ہے اور نہ دیوانہ کیا کہتے ہیں یہ شاعر ہے

تَتَرَبَّصُّ بِهِ رَيْبَ الْمُنُونِ ۖ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي

ہم منتظر ہیں اس پر گردش زمانہ کے تو کہہ تم منتظر رہو کہ میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ۖ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَاهُمُ

تمہارے ساتھ منتظر ہوں کیا ان کی عقلیں یہی سکھاتی ہیں

بِهَذَا أَمْ لَهُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۖ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ

ان کو مایہ لوگ شرارت پر ہیں یا کہتے ہیں یہ قرآن خود بنالایا

بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ۖ فَلْيَاثُبُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا

کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے پھر چاہئے کہ لے آئیں کوئی بات اسی طرح کی اگر وہ

صَادِقِينَ ۖ أَمْ خُلِقُوا مِن غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۖ

سچے ہیں کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ یا وہی ہیں بنانے والے

أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ۖ

یا انہوں نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصِطْرُونَ ۖ

کیا ان کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کے یا وہی داروغہ ہیں

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّرْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ

کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر سن آتے ہیں تو چاہئے لے آئے جو سنتا ہے ان میں

◆ آپ ﷺ کا ہن اور مجنون نہیں ہیں | کفار حضور ﷺ کو کبھی دیوانہ کہتے، کبھی کاہن، یعنی جنوں اور شیطانوں سے کچھ جھوٹی سچی خبریں لے کر چلتی کر دیتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ آج تک کسی کاہن اور دیوانے نے ایسی اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں اور حکیمانہ اصول، اس طرح کے صاف، شستہ اور شائستہ طرز میں بیان کئے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ آپ ان کو بھلا برا سمجھاتے رہے اور پیغمبرانہ نصیحتیں کرتے رہے۔ ان کی بکو اس سے دل گیر نہ ہوں۔ جب اللہ کے فضل و رحمت سے نہ آپ کاہن ہیں نہ مجنون، بلکہ اس کے مقدس رسول ہیں تو نصیحت کرتے رہنا آپ ﷺ کا فرض منصبی ہے۔

◆ آپ ﷺ شاعر بھی نہیں ہیں | یعنی پیغمبر جو اللہ کی باتیں سناتا اور نصیحت کرتا ہے۔ کیا یہ لوگ اس لئے قبول نہیں کرتے کہ آپ کو محض ایک شاعر سمجھتے ہیں اور اس بات کے خطر ہیں کہ جس طرح قدیم زمانہ کے بہت سے شعراء گردش زمانہ سے یونہی مر مرا کر ختم ہو گئے ہیں، یہ بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ کوئی کامیاب مستقبل ان کے ہاتھ میں نہیں۔ محض چند روز کی وقتی واہ واہ ہے اور بس۔

◆ یعنی اچھا تم میرا انجام دیکھتے رہو۔ میں تمہارا دیکھتا ہوں۔ عنقریب کھل جائے گا کہ کون کامیاب ہے، کون خائب و خاسر۔

◆ منکرین کی بے عقلی | یعنی پیغمبر کو مجنون کہہ کر گویا اپنے کو بڑا عقلمند ثابت کرتے ہیں۔ کیا ان کی عقل و دانش نے یہ ہی سکھایا ہے کہ ایک انتہائی صادق، امین، عاقل و فرزندانہ اور سچے پیغمبر کو شاعریا کاہن یا دیوانہ قرار دے کر نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر شاعروں اور پیغمبروں کے کلام میں تمیز بھی نہیں کر سکتے تو کیسے عقلمند ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دل میں سمجھتے سب کچھ ہیں مگر محض شرارت اور کجروی سے باتیں بتاتے ہیں۔

◆ منکرین قرآن کو چیلنج | یعنی کیا یہ خیال ہے کہ پیغمبر جو کچھ سنارہا ہے وہ اللہ کا کلام نہیں؟ بلکہ اپنے دل سے گھڑ لایا؟ اور جھوٹ موٹ خدا کی طرف منسوب کر دیا؟ سونہ ماننے کے ہزار بہانے۔ جو شخص ایک بات پر یقین نہ رکھے اور اسے تسلیم نہ کرنا چاہے وہ اسی طرح کے بے سرو پا احتمالات نکالا کرتا ہے ورنہ آدمی ماننا چاہے تو اتنی بات سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ وہ دنیا کی تمام طاقتوں کو اکٹھا کر کے بھی اس قرآن کا مثل نہیں لا سکتے۔ اور جیسے خدا کی زمین جیسی زمین، اور اس کے آسمان جیسا آسمان بتانا کسی سے ممکن نہیں، اس کے قرآن جیسا قرآن بنانا بھی محال ہے۔

◆ کیا ان کفار کا کوئی خالق نہیں؟ | یعنی پیغمبر خدا کی بات کیوں نہیں مانتے۔ کیا ان کے اوپر کوئی خدا نہیں جس کی بات ماننا ان کے ذمہ لازم ہو۔ کیا بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا خود اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں؟ یا یہ خیال ہے کہ آسمان و زمین ان کے بنائے ہوئے ہیں لہذا اس قلمرو میں جو چاہیں کرتے پھریں، کوئی ان کو روکنے کوئی ٹوکنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ سب خیالات باطل اور مہمل ہیں۔ وہ بھی دلوں میں جانتے ہیں کہ ضرور خدا موجود ہے جس نے ان کو اور تمام زمین و آسمان کو نیست سے ہست کیا۔ مگر اس علم کے باوجود جو ایمان و یقین شرعاً مطلوب ہے اس سے محروم اور بے بہرہ ہیں۔

◆ کیا اللہ کے خزانے ان کے پاس ہیں؟ | یعنی کیا یہ خیال ہے کہ زمین و آسمان کو خدا کے بنائے ہوئے ہیں مگر اس نے اپنے خزانوں کا مالک ان کو بنا دیا ہے؟ یا اس کے ملک اور خزانوں پر انہوں نے زور سے تسلط اور قبضہ حاصل کر لیا ہے۔ پھر ایسے صاف تصرف و اقتدار ہو کر وہ کسی کے مطیع و منقاد کیوں بنیں۔

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۸ اَمْرًا لِّهٖ الْبَنْتُ وَلَكُمْ الْبَنُوْتُ ۝۳۹ ط

ایک سند کھلی ہوئی ۱ کیا اس کے یہاں بیٹیاں ہیں اور تمہارے یہاں بیٹے ۲

اَمْ تَسْأَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝۴۰ ط اَمْ

کیا تو مانگتا ہے اس سے کچھ بدلہ ۱ سوال پر تاوان کا بوجھ ہے ۲ کیا

عِنْدَهُمْ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝۴۱ ط اَمْ يُرِيدُوْنَ

ان کو خبر ہے بھید کی ۱ سودہ لکھ رکھتے ہیں ۲ کیا چاہتے ہیں

كَيْدًاۤ اَفَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۝۴۲ ط اَمْ لَهُمْ

کچھ داؤ کرنا ۱ سو جو منکر ہیں وہی آتے ہیں داؤ میں ۲ کیا ان کا کوئی

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۝۴۳ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۴۴ وَاِنْ

حاکم ہے اللہ کے سوا ۱ وہ اللہ پاک ہے ۲ ان کے شریک بنانے سے ۳ اور اگر

يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ

دیکھیں ایک تختہ ۱ آسمان سے گرتا ہوا ۲ کہیں یہ بادل ہے

مَّرْكُوْمٌ ۝۴۵ فَذَرَهُمْ حَتّٰی يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ

گاڑھا ۱ سو تو چھوڑ دے ان کو ۲ یہاں تک کہ دیکھ لیں اپنے اس دن کو ۳ جس میں

يُصْعَقُوْنَ ۝۴۶ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا

ان پر پڑے گی بجلی کی کڑک (کڑک بجلی) ۱ جس دن کام نہ آئے گا ان کو ان کا داؤ ذرا (کچھ) بھی

وَلَا هُمْ يُنصَرُوْنَ ۝۴۷ ط وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا

اور نہ ان کو مدد پہنچے گی ۱ اور ان گنہگاروں کے لیے ۲ ایک عذاب ہے

یعنی کیا یہ دعویٰ ہے کہ وہ زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جاتے اور وہاں سے ملاء اعلیٰ کی باتیں سن آتے ہیں۔ پھر جب ان کی رسائی براہ راست اس بارگاہ تک ہو تو کسی بشر کا اتباع کرنے کی کیا ضرورت رہی۔ جس کا یہ دعویٰ ہو تو بسم اللہ اپنی سند اور حجت پیش کرے۔

اللہ کیلئے بیٹیاں اور اپنے لئے بیٹے | یعنی کیا (معاذ اللہ) خدا کو اپنے سے گھنیا سمجھتے ہیں جیسا کہ بیٹے اور بیٹیوں کی اس تقسیم سے مترشح ہوتا ہے اور اس لئے اس کے احکام و ہدایات کے سامنے سر تسلیم جھکانا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔

یعنی کیا یہ لوگ آپ کی بات اس لئے نہیں مانتے کہ خدا نکر وہ آپ ان سے اس ارشاد و تبلیغ پر کوئی بھاری معاوضہ طلب کر رہے ہیں جس کے بوجھ سے وہ دبے جاتے ہیں۔

یعنی کیا خود ان پر اللہ اپنی وحی بھیجتا اور پیغمبروں کی طرح اپنے بھید پر مطلع کرتا ہے جسے یہ لوگ لکھ لیتے ہیں جیسے انبیاء کی وحی لکھی جاتی ہے۔ اس لئے ان کو آپ کی پیروی کی ضرورت نہیں۔

کفار کے داؤ خود ان پر لوٹ جائیں گے | یعنی ان میں سے کوئی بات نہیں تو کیا پھر یہ ہی ارادہ ہے کہ پیغمبر کے ساتھ داؤ بیچ کھیلیں اور مکر و فریب اور خفیہ تدبیریں گانٹھ کر حق کو مغلوب یا نیست و نابود کر دیں۔ ایسا ہے تو یاد رہے کہ یہ داؤ بیچ سب ان ہی پر اٹھنے والے ہیں عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ حق مغلوب ہوتا ہے یا وہ نابود ہوتے ہیں۔

یعنی کیا خدا کے سوا کوئی اور حاکم اور معبود تجویز کر رکھے ہیں جو مصیبت پڑنے پر ان کی مدد کریں گے؟ اور جن کی پرستش نے خدا کی طرف سے ان کو بے نیاز کر رکھا ہے؟ سو یاد رہے کہ یہ سب ادھام و دساوس ہیں۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک و مثل یا مقابل و مزاحم ہو۔

کفار کی تکذیب محض ضد اور عناد ہے | یعنی حقیقت میں ان میں سے کوئی بات نہیں۔ صرف ایک چیز ہے ”ضد اور عناد“ جس کی وجہ سے یہ لوگ ہر سچی بات کے جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کی کیفیت تو یہ ہے کہ اگر ان کی فرمائش کے موافق فرض کیجئے آسمان سے ایک تختہ ان پر گرا دیا جائے تو دیکھتی آنکھوں اس کی بھی کوئی تاویل کر دیں گے۔ مثلاً کہیں گے کہ آسمان سے نہیں آیا۔ بادل کا ایک حصہ گاڑھا اور منجمد ہو کر گر پڑا ہے جیسے بڑے بڑے اولے کبھی کبھی گرتے ہیں بھلا ایسے متعصب معاندوں سے ماننے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

کفار کو مہلت دیجئے | یعنی ایسے معاندوں کے پیچھے پڑنے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ چھوڑ دیجئے کہ چند روز اور کھیل لیں اور باتیں بتالیں۔ آخر وہ دن آتا ہے جب قہر الہی کی کڑک بجلی سے ان کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے۔ اور بچاؤ کی کوئی تدبیر کام نہ دے گی، نہ کسی طرف سے مدد پہنچے گی (غالباً اس سے آخرت کا دن مراد ہے)

دُونَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۷﴾ وَأَصْبِرْ

اس سے ورے پر بہت ان میں کے نہیں جانتے اور تو ٹھہرا رہے

لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ

منتظر اپنے رب کے حکم کا تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور پاکی بیان کر اپنے رب کی خوبیاں جس وقت

تَقُومُ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿۳۸﴾

تو اٹھتا ہے اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی اور پیٹھ پھیرتے وقت تاروں کے

آيَاتُهَا ۶۲ ﴿۵۳﴾ سُورَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (۲۳) رُكُوعَاتُهَا ۳

سورہ نجم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باسٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَّا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝

قسم ہے تارے کی جب گرے بہکا نہیں تمہارا رفیق اور نہ بے راہ چلا

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۝ وَهُوَ

اس کو سکھایا ہے سخت قوتوں والے نے پھر سیدھا بیٹھا زور آورنے اور وہ تھا

بِالْأُنْفِقِ الْأَعْلَىٰ ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۝ فَكَانَ قَابَ

اونچے کنارہ پر آسمان کے پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا پھر رہ گیا فرق

❖ کفار کیلئے دنیا کا عذاب | یعنی ان میں سے اکثروں کو خبر نہیں کہ آخرت کے عذاب سے ورے دنیا میں بھی ان کے لئے ایک سزا ہے جو مل کر رہیگی۔ شاید یہ معرکہ ”بدر“ وغیرہ کی سزا ہو۔

❖ یعنی صبر و استقامت کے ساتھ اپنے رب کے حکم کو نبی و تشریحی کا انتظار کیجئے جو عنقریب آپ کے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ اور آپ کو مخالفین کی طرف سے کچھ بھی نقصان نہ پہنچے گا۔ کیونکہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے زیر حفاظت ہیں۔

❖ تسبیح و تحمید کی تاکید | یعنی صبر و تحمل اور سکون و اطمینان کے ساتھ ہمہ وقت اللہ کی تسبیح و تحمید اور عبادت گزاری میں لگے رہئے۔ خصوصاً جس وقت آپ سو کر اٹھیں یا نماز کے لئے کھڑے ہوں، یا مجلس سے اٹھ کر تشریف لے جائیں۔ ان حالات میں تسبیح وغیرہ کی مزید ترغیب و تاکید آئی ہے۔

❖ تہجد کے وقت تسبیح | ”رات کے حصہ“ سے مراد شاید تہجد کا وقت ہو، اور تاروں کے پیٹھ پھیرنے کا وقت صبح کا وقت ہے۔ کیونکہ صبح کا اجالا ہوتے ہی ستارے غائب ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ تم سورة الطور وللہ الحمد والمنہ

سورۃ النجم

❖ یعنی غروب ہو۔

❖ آنحضرت ﷺ کی راست روی | ”رفیق“ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی نہ آپ غلط فہمی کی بناء پر راستہ سے ہٹکے، نہ اپنے قصد و اختیار سے جان بوجھ کر بے راہ چلے، بلکہ جس طرح آسمان کے ستارے طلوع سے لے کر غروب تک ایک مقرر رفتار سے معین راستہ پر چلے جاتے ہیں کبھی ادھر ادھر ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ آفتاب نبوت بھی اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر برابر چلا جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ ایک قدم ادھر یا ادھر پڑ جائے۔ ایسا ہو تو ان کی بعثت سے جو غرض متعلق ہے وہ حاصل نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام آسمان نبوت کے ستارے ہیں جن کی روشنی اور رفتار سے دنیا کی رہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہونے کے بعد آفتاب درخشاں طلوع ہوتا ہے۔ ایسے ہی تمام انبیاء کی تشریف بری کے بعد آفتاب محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے کہ اس میں کسی طرح کے تزلزل اور اختلال کی گنجائش نہیں تو ظاہر ہے کہ ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا انتظام کس قدر مضبوط و محکم ہونا چاہئے۔ جن سے ایک عالم کی ہدایت و سعادت وابستہ ہے۔

❖ آپ ﷺ کے ارشادات وحی ہیں | یعنی کوئی کام تو کیا۔ ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو۔ بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں وحی مخلوق کو ”قرآن“ اور غیر مخلوق کو ”حدیث“ کہا جاتا ہے۔

❖ حضرت جبریل کی قوت | یعنی وحی بھیجنے والا تو اصل میں اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن جس کے ذریعہ سے وہ وحی آپ تک پہنچتی ہے اور جو بظاہر آپ کو سکھاتا ہے وہ بہت سخت قوتوں والا، بڑا زور آور حسین و وجیہ فرشتہ ہے جسے ”جبریل امین“ کہتے ہیں۔ چنانچہ ”سورۃ التکویر“ میں جبریل کی نسبت فرمایا۔ ”اِنَّهٗ لَقَوْلٌ رَّسُوْلٌ کَرِيْمٌ ذِي قُوَّةٍ الْخ“

❖ حضرت جبریل اپنی اصلی صورت میں | ”اونچے کنارے“ سے اکثروں نے افق شرقی مراد لیا ہے۔ جدھر سے صبح صادق نمودار ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے نبوت میں ایک مرتبہ حضرت جبریل اپنی اصلی صورت میں ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ اس وقت آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ان کے وجود سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ یہ غیر معمولی اور مہیب منظر پہلی مرتبہ آپ نے دیکھا تھا۔ دیکھ کر گھبرائے تو سورہ ”مدثر“ اتری۔

قُوسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۖ فَأُوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۖ مَا

دو کمان کی برابر یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندہ پر جو بھیجا

كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۖ أَفَتُمَرُونَهُ عَلٰٓى مَا يَرِىٰ ۖ

جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا اب کیا تم اس سے جھڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۖ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۖ

اور اس کو اس نے دیکھا ہے اترتے ہوئے ایک بار اور بھی سدرة المنتہی کے پاس

عِنْدَ مَا بَجَنَّةُ الْمَاوِىٰ ۖ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۖ

اس کے پاس ہے بہشت آرام سے رہنے کی جب چھار ہاتھ اس پیری پر جو کچھ چھار ہاتھ

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۖ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ

بھکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی بے شک دیکھے اس نے اپنے رب کے

الْكُبْرَىٰ ۖ أَفَرَأَيْتُمُ اللَّتَ وَالْعُرَىٰ ۖ وَمَنْوَةُ الثَّالِثَةِ

بڑے نمونے بھلا تم دیکھو تولات اور عزیٰ کو اور منات تیسرے

الْأُخْرَىٰ ۖ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثَىٰ ۖ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ

پچھلے کو کیا تم کو تو ملے بیٹے اور اس کو بیٹیاں یہ بانٹنا تو

ضَيِّزَةٌ ۖ إِن هِيَ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمِيَّتُوهَا أَنْتُمْ وَ

بہت بھونڈا یہ سب نام ہیں جو رکھ لیے ہیں تم نے اور

أَبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰٓنٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ

تمہارے باپ دادوں نے اللہ نے نہیں اتاری ان کی کوئی سند محض انکل پر چلتے ہیں

◆ **قوسین کا فاصلہ** | یعنی جبریل اپنے اصلی مستقر سے تعلق رکھنے کے باوجود نیچے اترے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر نزدیک ہو گئے کہ دونوں کے درمیان دو ہاتھ یا دو کمانوں سے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی بھیجی۔ غالباً اس سے مراد سورہ ”مدثر“ کی یہ آیات ہیں۔ ”يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ“ الخ یا کچھ اور احکام ہوں گے۔ تنبیہ | فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ میں متعین کے نزدیک ”اَوْ“ شک کے لئے نہیں۔ بلکہ اس قسم کی ترکیب پوری تاکید اور مبالغہ کے ساتھ زیادہ کی نفی کے لئے ہوتی ہے۔ یعنی تعین کر کے یہ بتلانا مقصود نہیں کہ ”قوسین“ کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم، ہاں اتنا ظاہر کر دیتا ہے کہ کسی حال اور کسی طرح اس سے زائد نہ تھا۔ وفيہ اقوال أخر ذکرها المفسرون۔

◆ **آنکھوں سے حضرت جبریل کی رویت** | یعنی جبریل کو آپ ﷺ نے آنکھوں سے دیکھا اور اندر سے دل نے کہا کہ اس وقت آنکھ ٹھیک ٹھیک جبریل کو دیکھ رہی ہے، کوئی غلطی نہیں کر رہی کہ کچھ کا کچھ نظر آتا ہو۔ ایسا کہنے میں آپ کا دل سچا تھا۔ حق تعالیٰ اسی طرح پیغمبروں کے دلوں میں فرشتہ کی معرفت ڈال دیتے ہیں ورنہ رسول کو خود اطمینان نہ ہو تو دوسروں کو اطمینان کہاں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

◆ **یعنی وحی بھیجنے والا اللہ، لانے والا فرشتہ جس کی صورت و سیرت نہایت پاکیزہ اور فہم و حفظ وغیرہ کی تمام قوتیں کامل، پھر اتنا قریب ہو کر وحی پہنچائے، پیغمبر اس کو اپنی آنکھ سے دیکھے، اس کا صاف اور روشن دل اس کی تصدیق کرے، تو کیا ایسی دیکھی بھالی چیز میں تم کو حق ہے کہ اس سے فضول بحث و تکرار کرو اور جھگڑے نکالو۔**

إِذَا لَمْ تَرَ الْهَلَآلَ فَلَيْمَ لِنَاسٍ زَاوَةٌ بِأَلَا بُنَّارِ

◆ **دوبارہ حضرت جبریل کو دیکھنا** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”دوسری بار جبریل کو اپنی اصلی صورت پر دیکھا معراج کی رات میں، سات آسمان سے اوپر، جہاں درخت ہے بیری کا، وہ حد ہے نیچے اور اوپر کی، نیچے کے لوگ اوپر نہیں پہنچتے اور اوپر کے نیچے نہیں اترتے، اس کے پاس بہشت کو دیکھا۔“ تنبیہ | جس طرح جنت کے انگور، انار وغیرہ کو دنیا کے پھلوں اور میوؤں پر قیاس نہیں کر سکتے، محض اشتراک الکی ہے۔ اس بیری کے درخت کو بھی یہاں کی بیروں پر قیاس نہ کیا جائے اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ بیری کس طرح کی ہوگی۔ بہر حال وہ درخت ادھر اور ادھر کی سرحد پر واقع ہے جو اعمال وغیرہ ادھر سے چڑھتے ہیں، اور جو احکام وغیرہ ادھر سے اترتے ہیں سب کا منتہی وہ ہی ہے۔ مجموعہ روایات سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں اور پھیلاؤ ساتویں آسمان میں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

◆ **معراج میں سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتوں کا ہجوم** | یعنی حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات اس درخت پر چھا رہے تھے۔ اور فرشتوں کی کثرت و ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر پتے کے ساتھ ایک فرشتہ نظر آتا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ

”مَا يَفْغَشِي“ سنہری پروانے تھے۔ یعنی نہایت خوش رنگ جن کے دیکھے سے دل کھنچا جائے۔ اس وقت درخت کی بہار اور رونق اور اس کا حسن و جمال ایسا تھا کہ کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ لفظوں میں بیان کر سکے۔

معراج میں رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ | شاید ابن عباسؓ وغیرہ کے قول کے موافق معراج میں جو اللہ کا دیدار حضورؐ کو ہوا اس کا بیان اسی آیت کے ابہام میں منطوی و مندرج ہو۔ کیونکہ پہلی آیتوں کے متعلق تو عائشہ صدیقہؓ کی احادیث میں تصریح ہے کہ ان سے رویت رب مراد نہیں۔ محض رویت جبریل مراد ہے۔ ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے جواب ابن عباسؓ کے اخص اصحاب میں سے ہیں اسی آیت کے تحت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ ”كَانَ أَغْصَانُ السِّدْرَةِ لَوْلُوًا وَيَأْقُوْنَا وَزَبْرَجْدًا فَرَاهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَى رَبَّهُ بِقَلْبِهِ“ اور یہ رویت چونکہ صرف قلب سے نہ تھی بلکہ قلب اور بھر دونوں کو دیدار سے حاصل رہا تھا جیسا کہ ”مَا زَاغَ الْبَصَرُ“ سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاید اسی لئے ابن عباسؓ نے طبرانی کی بعض روایات میں فرمایا۔ ”رَأَاهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِقَلْبِهِ وَمَرَّةً بَبَصَرِهِ“ یہاں دو مرتبہ دیکھنے کا مطلب یہ ہو کہ ایک ہی وقت میں دو طرح دیکھا۔ (کما قَالُوا لِي حَدِيثٌ إِنَّمَا أَنْشَقَ الْقَمَرُ بِمَنْكِهِ مَرَّتَيْنِ) ظاہری آنکھ سے بھی اور دل کی آنکھوں سے بھی لیکن یاد رہے کہ یہ رویت وہ نہیں جس کی نفی لَا تُذَرُّكُمْ إِلَّا بِبَصَارٍ میں کی گئی ہے کیونکہ اس سے غرض احاطہ کی نفی کرنا ہے۔ یعنی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔

رویت باری تعالیٰ پر ایک اشکال کا جواب | علاوہ بریں ابن عباسؓ سے جب سوال کیا گیا کہ دعویٰ رویت، آیت ”لَا تُذَرُّكُمْ إِلَّا بِبَصَارٍ“ کے مخالف ہے تو فرمایا ”وَيَنْحَكْ ذَاكَ إِذَا تَجَلَّى بِنُورِهِ الَّذِي هُوَ نُورُهُ“ (رواہ الترمذی) معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی تجلیات و انوار متفاوت ہیں۔ بعض انوار قاہرہ للبصر ہیں بعض نہیں۔ اور رویت رب فی الجملہ دونوں درجوں پر صادق آتی ہے۔ اور اسی لئے کہا جاسکتا ہے کہ جس درجہ کی رویت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جبکہ نگاہیں تیز کردی جائیں گی جو اس تجلی کو برداشت کر سکیں۔ وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ہاں ایک خاص درجہ کی رویت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو شب معراج میں ابن عباسؓ کی روایت کے موافق میسر ہوئی۔ اور اس خصوصیت میں کوئی بشر آپ کا شریک و سہیم نہیں۔ نیز ان ہی انوار و تجلیات کے تفاوت و تنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔ شاید وہ نفی ایک درجہ میں کرتی ہوں اور یہ اثبات دوسرے درجہ میں کر رہے ہوں۔ اور اسی طرح ابوذرؓ کی روایات ”رَأَيْتُ نُورًا“ اور ”نُورًا أَنَّى أَرَاهُ“ میں تطبیق ممکن ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

یعنی آنکھ نے جو کچھ دیکھا، پورے تمکین و اتقان سے دیکھا، نہ نگاہ ٹیڑھی ترچھی ہو کر داہنے بائیں ہٹی نہ مبصر سے تجاوز کر کے آگے بڑھی، بس اسی چیز پر جمی رہی جس کا دکھانا منظور تھا۔ بادشاہوں کے دربار میں جو چیز دکھلائی جائے اس کو نہ دیکھنا اور جو نہ دکھلائی جائے اس کو نہ دکھانا دونوں عیب ہیں۔ آپؐ ان دونوں سے پاک تھے۔

”اَذْيَغْشَى الْبَذْرَةَ“ کے فائدہ میں جو بیان ہو چکا ہے اس کے علاوہ جو اور نمونے دیکھے ہوں گے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ انکوں کو ادماغ کہ پرسدز باغبان بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

لات، عزریٰ اور منات | یعنی اس لامحدود عظمت و جلال والے خدا کے مقابلہ میں ان حقیر و ذلیل چیزوں کا نام لینے سے شرم آتی چاہئے۔ تنبیہ | ”لات“ ”عزریٰ“ ”منات“ ان کے بتوں اور دیویوں کے نام ہیں۔ ان میں ”لات“ طائف والوں کے ہاں بہت معظم تھا۔ ”منات“ اوس و خزرج اور خزاعہ کے ہاں۔ اور ”عزریٰ“ کو قریش اور بنی کنانہ وغیرہ ان دونوں سے بڑا سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک اول ”عزریٰ“ جو مکہ کے قریب نخلہ میں تھا۔ پھر ”لات“ جو طائف میں تھا۔ پھر سب سے پیچھے تیسرے درجہ میں ”منات“ جو مکہ سے بہت دور مدینہ کے نزدیک واقع تھا۔ علامہ یاقوت نے معجم البلدان میں یہ ترتیب نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہتے تھے۔ ”وَاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ الْغَالِيَةِ الْاُخْرَىٰ۔ هَؤُلَاءِ الْغَرَائِيقُ الْعُلَىٰ وَاِنْ شَفَاعَتُهُنَّ لَتُرْتَجَىٰ۔“

غرائیق العلیٰ کے واقعہ کی توجیہ | کتب تفسیر میں اس موقع پر ایک قصہ نقل کیا گیا ہے جو جمہور محدثین کے اصول پر درجہ صحت کو نہیں پہنچتا۔ اگر فی الواقع اس کی کوئی اصل ہے تو شاید یہ ہی ہوگی کہ آپؐ نے مسلمانوں اور کافروں کے مخلوط مجمع میں یہ سورت پڑھی۔ کفار کی عادت تھی کہ لوگوں کو قرآن سننے نہ دیں اور بیچ میں گڑبڑ مچا دیں کما قال تعالیٰ ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَايِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَبُونَ“ (حکم السجدہ۔ رکوع ۴) جب یہ آیت پڑھی تو کسی کافر شیطان نے آپؐ کی آواز میں آواز ملا کر آپؐ ہی کے لب و لہجہ سے وہ الفاظ کہہ دیئے ہوں گے جو ان کی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ ”بَلَّكَ الْغَرَائِيقُ الْعُلَىٰ“ آگے تعبیر وادام میں تصرف ہوتے ہوتے کچھ کا کچھ بن گیا۔ ورنہ ظاہر ہے نبیؐ کی زبان پر شیطان کو ایسا تسلط کب حاصل ہو سکتا ہے اور جس چیز کا ابطال آگے کیا جا رہا ہے اس کی مدح سرائی کے کیا معنی۔

یا قوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ کفار ان بتوں کو خدا کے بیٹیاں کہتے تھے۔ سواول تو خدا ”لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ“ ہے اور بالفرض اولاد کا نظریہ تسلیم کیا جائے تب بھی تقسیم کس قدر بھونڈی اور مہمل ہے کہ تم خود تو بیٹے لے جاؤ اور خدا کی حصہ میں بیٹیاں لگا دو؟ العیاذ باللہ۔

ان بتوں کی کوئی سند نہیں | یعنی پتھروں اور درختوں کے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کی خدائی کی کوئی سند نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف پر دلائل قائم ہیں۔ ان کو اپنے خیال میں خواہ بیٹیاں کہہ لو، یا بیٹے یا اور کچھ محض کہنے کی بات ہے جس کے نیچے حقیقت کچھ بھی نہیں

إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ

اور چنپی ہے ان کو

اور جویوں کی امنگ ہے

رَبِّهِمُ الْهُدَى ۚ أَمَرَ لِلنَّاسِ مَا تَمَنَّى ۚ فَلِلَّهِ

ان کے رب سے راہ کی سوجھ ۛ کہیں آدمی کو ملتا ہے جو کچھ چاہے سوال اللہ کے

الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۚ وَكَرَّمَ مَوْلَاكَ فِي السَّمَوَاتِ لَا

ہاتھ ہے سب بھلائی پچھلی اور پہلی ۛ اور بہت فرشتے ہیں آسمانوں میں کچھ

تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَعْدَ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ

مگر جب حکم دے اللہ

ان کی سفارش

کام نہیں آتی

لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ۚ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

جس کے واسطے چاہے اور پسند کرے ۛ اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے آخرت کا

لَيُسْمَوْنَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةً الْأُنثَىٰ ۚ وَمَا لَهُمْ بِهِ

اور ان کو

زنانے نام

وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے

مِنْ عِلْمٍ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۚ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا

اور انکل کچھ کام

محض انکل پر چلتے ہیں

اس کی کچھ خبر نہیں

يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ هٰ

اس پر جو منہ موڑے

سو تو دھیان نہ کر

نہ آئے ٹھیک بات میں ۛ

عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمُبِرْدٍ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۚ ذٰلِكَ

بس یہیں تک

مگر دنیا کا جینا

اور کچھ نہ چاہے

ہماری یاد سے

یعنی باوجودیکہ اللہ کے پاس سے ہدایت کی روشنی آچکی اور وہ سیدھی راہ دکھا چکا۔ مگر یہ احمق ان ہی ادھام و ادھوا کی تاریکیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جو کچھ انکل پچوڑ ہن میں آگیا اور دل میں امنگ پیدا ہوئی کر گذرے۔ تحقیق و بصیرت کی راہ سے کچھ سروکار نہیں۔

بتوں کی سفارش محض وہم ہے | یعنی سمجھتے ہیں کہ یہ بت ہمارے سفارشی بنیں گے۔ یہ خالی خیالات اور آرزوئیں ہیں۔ کیا انسان جو تمنا کرے وہ ہی مل جائے گا۔ یاد رہے دنیا اور آخرت کی سب بھلائی اللہ کے ہاتھ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی بت پوجنے سے کیا ملتا ہے، ملے وہ ہی جو اللہ دے۔“

فرشتے بھی سفارش نہیں کر سکتے | یعنی ان بتوں کی تو حقیقت کیا ہے آسمان کے رہنے والے مقرب فرشتوں کی سفارش بھی کچھ کام نہیں دے سکتی۔ ہاں اللہ ہی جس کے حق میں سفارش کرنے کا حکم دے اور اس سے راضی ہو تو وہاں سفارش بیشک کام دے گی۔ ظاہر ہے کہ اس نے نہ بتوں کو سفارش کا حکم دیا اور نہ وہ کفار سے راضی ہے۔

فرشتوں کے متعلق باطل عقیدے | یعنی جن کو آخرت کا یقین نہیں وہ سزا کی طرف سے بے فکر ہو کر ایسی گستاخیاں کرتے ہیں۔ مثلاً فرشتوں کو زنا نہ قرار دے کر خدا کی بیٹیاں کہہ دیا۔ یہ ان کی محض جہالت ہے۔ بھلا فرشتوں کو مرد اور عورت ہونے سے واسطہ۔ اور خدا کے لئے اولاد کیسی۔ کیا سچی اور ٹھیک بات پر قائم ہونا ہو تو ایسی انکلوں اور پادر ہوا ادھام سے کام چل سکتا ہے۔ اور کیا تخمینے اور انکلیں حقائق ثابتہ کے قائم مقام ہو سکتی ہیں؟

مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ

پہنچی ان کی سمجھ ♦ تحقیق تیرا رب ہی خوب جانے اس کو جو بہکا

عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ اهْتَدَى ۝۳۰ وَلِلَّهِ مَا

اس کی راہ سے اور وہی خوب جانے اس کو جو راہ پر آیا ♦ اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے

فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ

آسمانوں میں اور زمین میں تاکہ وہ بدل دے

أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ۝۳۱

برائی والوں کو ان کے کیے کا اور بدل دے بھلائی والوں کو بھلائی سے ♦

الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ

جو کہ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے مگر کچھ آلودگی ♦

إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ

بے شک تیرے رب کی بخشش میں بڑی سمائی ہے ♦ وہ تم کو خوب جانتا ہے جب بنانا نکالا تم کو

مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجْنَةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۚ

زمین سے اور جب تم بچے تھے ماں کے پیٹ میں

فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى ۝۳۲ أَفَرَأَيْتَ

سو مت بیان کرو اپنی خوبیاں وہ خوب جانتا ہے اس کو جو بچ کر چلا ♦ بھلا تو نے دیکھا

الَّذِي تَوَلَّى ۖ وَآعْطَى قَلِيلًا ۖ وَآكَدَ ۝۳۳ أَعِنْدَهُ

اس کو جس نے منہ پھیر لیا ♦ اور لایا تھوڑا سا اور سخت نکلا ♦ کیا اس کے پاس

❖ **کفار کی عقلیں محدود اور ناقص ہیں** | یعنی جس کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا کی چند روزہ زندگی ہو کہ اس میں منہمک ہو کر کبھی خدا کو اور آخرت کو دھیان میں نہ لائے، آپ اس کی بکواس کو دھیان میں نہ لائیں۔ وہ خدا سے منہ موڑتا ہے۔ آپ اس کی شرارت اور کجروی کی طرف سے منہ پھیر لیں۔ سمجھانا تھا سو سمجھا دیا۔ ایسے بدطینت اشخاص سے قبول حق کی توقع رکھنا اور ان کے غم میں اپنے کو گھلانا بیکار ہے۔ ان کی سمجھ تو بس اسی دنیا کے فوری نفع نقصان تک پہنچتی ہے اس سے آگے ان کی رسائی نہیں۔ وہ کیا سمجھیں کہ مرنے کے بعد مالک حقیقی کی عدالت میں حاضر ہو کر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ ان کی تمام تر علمی جدوجہد صرف بہائم کی طرح پیٹ بھرنے اور شہوت فرو کرنے کے لئے ہے۔

❖ یعنی جو گمراہی میں پڑا رہا اور جو راہ پر آیا، ان سب کو اور ان کی مخفی استعدادوں کو اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے۔ اسی کے موافق ہو کر رہے گا۔ ہزار جتن کرو، اس کے علم کے خلاف ہرگز واقع نہیں ہو سکتا۔ نیز وہ اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک سے ٹھیک ٹھیک اس کے احوال کے مناسب معاملہ کرے گا۔ لہذا آپ یکسو ہو کر ان معاندین کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔

❖ **جز و سزا کا اثبات** | یعنی ہر شخص کا حال اس کو معلوم اور زمین و آسمان کی ہر چیز پر اس کا قبضہ۔ بھرنیک و بد کا بدلہ دینے سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ بلکہ غور سے دیکھو تو زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں زندگی کا ایک دوسرا غیر فانی سلسلہ قائم کیا جائے جہاں بروں کو ان کی برائی کا بدلہ ملے اور نیکوں کے ساتھ ان کی بھلائی کے صلہ میں بھلائی کی جائے۔

❖ **کبیرہ اور صغیرہ گناہ** | گناہ کبیرہ اور صغیرہ کا فرق سورہ "نساء" کے فوائد میں مفصل گزر چکا۔ "لَمَمَ" کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ جو خیالات وغیرہ گناہ کے دل میں آئیں مگر ان کو عمل میں نہ لائے وہ "لَمَمَ" ہیں۔ بعض نے صغیرہ گناہ مراد لئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ جس گناہ پر اصرار نہ کرے یا اس کی عادت نہ ٹھہرائے یا جس گناہ سے توبہ کر لے وہ مراد ہے، ہمارے نزدیک بہترین تفسیر وہ ہی ہے جو مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے سورہ "نساء" کے فوائد میں اختیار کی ہے لیکن یہاں ترجمہ میں دوسرے معانی کی بھی گنجائش رکھی ہے۔

❖ اسی لئے بہت سے چھوٹے موٹے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور توبہ قبول کرتا ہے۔ گنہگار کو مایوس نہیں ہونے دیتا۔ اگر ہر چھوٹی بڑی خطا پر پکڑنے لگے تو بندہ کا ٹھکانا کہاں۔

❖ **خود ستائی کی مذمت** | یعنی اگر تقویٰ کی کچھ توفیق اللہ نے دی تو شخی نہ مارو۔ اور اپنے کو بہت بزرگ نہ بناؤ۔ وہ سب کی بزرگی اور پاکبازی کو خوب جانتا ہے۔ اور اس وقت سے جانتا ہے جب تم نے ہستی کے اس دائرہ میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے۔ جس کی ابتداء مٹی سے تھی، پھر بطن مادر کی تاریکیوں میں ناپاک خون سے پرورش پاتا رہا۔ اس کے بعد کتنی جسمانی و روحانی کمزوریوں سے دوچار ہوا۔ آخر میں اگر اللہ نے اپنے فضل سے ایک بلند مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اس قدر بڑھ چڑھ کر دعوے کرنے کا استحقاق نہیں۔ جو واقعی متقی ہوتے ہیں وہ دعویٰ کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ اب بھی پوری طرح کمزوریوں سے پاک ہو جانا بشریت کی حد سے باہر ہے۔ کچھ نہ کچھ آلودگی سب کو ہو جاتی ہے۔ الا من عصمہ اللہ۔

❖ یعنی اپنی اصل کو بھول کر خالق و مالک حقیقی کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

❖ **ولید بن مغیرہ کا واقعہ** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی تھوڑا سا ایمان لانے لگا پھر اس کا دل سخت ہو گیا۔" مجاہد وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ حضورؐ کی باتیں سن کر اس کو اسلام کی طرف تھوڑی سی رغبت ہو چلی تھی۔ اور کفر کی سزا سے ڈر کر قریب تھا کہ مشرف باسلام ہو جائے۔ ایک کافر نے کہا کہ ایسا مت کر میں تیرے سب جرائم اپنے اوپر لئے لیتا ہوں۔ تیری طرف سے میں سزا بھگت لوں گا۔ بشرطیکہ اس قدر مال مجھ کو دیا جائے۔ اس نے وعدہ کر لیا اور مقررہ رقم کی کچھ قسط ادا کر کے باقی سے انکار کر دیا۔ اس صورت میں "وَاعْطَى قَلِيلًا وَاُكْذِبَى" کے معنی یہ ہوں گے کہ کچھ مال دیا، پھر ہاتھ کھینچ لیا۔

عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ بِرِّهِ ۝۳۵ أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ

خبر ہے غیب کی ۳۵: یہ دیکھتا ہے کیا اس کو خبر نہیں پہنچی اس کی جو ہے درقوں میں

مُوسَىٰ ۝۳۶ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ۝۳۷ أَلَا تَذَرُهُ وَابْنَهُ

موسیٰ کے ۳۶: اور ابراہیم کے جس نے کہ اپنا قول پورا اتارا ۳۷: کہ اٹھاتا نہیں کوئی اٹھانے والا

وَزُرَّ أُخْرَىٰ ۝۳۸ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝۳۹

بوجھ کسی دوسرے کا ۳۸: اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا ۳۹: پورا بدلہ

وَأَنْ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۝۴۰ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءُ الْأَوْفَىٰ ۝۴۱

اور یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھائی ضرور ہے ۴۰: پھر اس کو بدلہ ملتا ہے اس کا پورا بدلہ ۴۱: پورا بدلہ

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ ۝۴۲ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۝۴۳

اور یہ کہ تیرے رب تک سب کو پہنچنا ہے ۴۲: اور یہ کہ وہی ہے ہنساتا اور رلاتا ۴۳: اور رلاتا

وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَا ۝۴۴ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ

اور یہ کہ وہی ہے مارتا اور جلاتا ۴۴: اور یہ کہ اس نے بنایا جوڑا

الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝۴۵ مِنْ نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۝۴۶ وَأَنَّ عَلَيْهِ

نر اور مادہ ۴۵: ایک بوند سے جب نکالی جائے اور یہ کہ اس کے ذمہ ہے ۴۶: اور یہ کہ اس کے ذمہ ہے

النَّشْأَةَ الْآخِرَىٰ ۝۴۷ وَأَنَّهُ هُوَ أَعْنَىٰ وَقَفَىٰ ۝۴۸ وَأَنَّهُ

دوسری دفعہ اٹھانا ۴۷: اور یہ کہ اس نے دولت دی اور خزانہ ۴۸: اور یہ کہ

هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ ۝۴۹ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ۝۵۰

وہی ہے رب شعرئ کا ۴۹: اور یہ کہ اس نے غارت کیا عاد پہلے کو ۵۰: عاد پہلے کو

یعنی کیا یہ غیب کی بات دیکھ آیا ہے کہ آئندہ اس کو کفر کی سزا نہ ملے گی اور دوسرے کو اپنی جگہ پیش کر کے چھوٹ جائے گا۔

حضرت ابراہیمؑ کا ایقاعے عہد | یعنی ابراہیمؑ اپنے قول و قرار اور عہد و پیمان کی پابندی میں پورا اترے اور اللہ کے حقوق پوری طرح ادا کئے اور اس کے احکام کی تعمیل میں ذرہ بھر تقصیر نہ کی۔

یعنی موسیٰ اور ابراہیمؑ کے صحیفوں میں یہ مضمون تھا کہ خدا کے ہاں کوئی مجرم دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی جوابدہی بذات خود کرنا ہوگی۔

ہر شخص اپنے اعمال کا جوابدہ ہے | یعنی آدمی جو کچھ کوشش کر کے کماتا ہے وہ ہی اس کا ہے۔ کسی دوسرے کی نیکیاں لے اڑے یہ نہیں ہو سکتا باقی کوئی خود اپنی خوشی سے اپنے بعض حقوق دوسرے کو ادا کر دے اور اللہ اس کو منظور کر لے وہ الگ بات ہے جس کی تفصیل حدیث و فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

یعنی ہر ایک کی سعی و کوشش اس کے سامنے رکھ دی جائے گی۔ اور اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔
یعنی تمام علوم و افکار اور سلسلہ وجود کی انتہاء اسی پر ہوتی ہے اور سب کو آخر کار اسی کے پاس پہنچنا ہے۔ وہیں سے ہر ایک کو نیکی بدی کا پھل ملے گا۔

یعنی اس عالم میں تمام متضاد و متقابل احوال اسی نے پیدا کئے ہیں۔ خیر و شر کا خالق وہ ہی ہے خوشی یا غم کی کیفیات بھیجتا ہنسنا، رلانا، مارنا، جلانا اور کسی کو زکریٰ کو مادہ بنانا اسی کا کام ہے۔

یعنی جس نے ایک قطرہ آب سے نرمادہ پیدا کر دیئے، دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ (یہ درمیان میں ایک پیدائش سے دوسری پیدائش پر متنبہ کر دیا)

یعنی مال، خزانہ، جائیدادیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں اور بعض نے "اَفْنٰی" کے معنی "اَلْفَقْرَ" کئے ہیں۔ یعنی اسی نے کسی کو غنی اور کسی کو فقیر بنادیا۔ یہ معنی پہلے سیاق کے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ متقابل چیزوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اور اگر پہلا مطلب لیا جائے تو اس کے مقابل اہلاک کو رکھا جائے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ یعنی خزانے اور مال و دولت دے کر وہ ہی بڑھاتا ہے اور وہ ہی بڑی بڑی دولت مند اور طاقتور قوموں کو تباہ و برباد کرتا ہے۔

شعریٰ ستارے کا رب بھی اللہ ہی ہے | "شُعْرٰی" ایک بہت بڑا ستارہ ہے جس کو بعض عرب پوجتے تھے اور سمجھتے تھے کہ عالم کے احوال میں اس کی بہت بڑی تاثیر ہے۔ یہاں بتلادیا کہ "شُعْرٰی" کا رب بھی اللہ ہے۔ دنیا کے تمام الٹ پھیر اسی کے دست قدرت میں ہیں۔ "شُعْرٰی" غریب بھی ایک ادنیٰ مزدور کی طرح اس کا حکم بجالاتا ہے۔ اس میں مستقل تاثیر کچھ بھی نہیں۔

یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم۔

وَتَشُودًا فَمَا أَلْفَ ۝۵۱ وَقَوْمِ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ

اور شمود کو پھر کسی کو باقی نہ چھوڑا اور نوح کی قوم کو پہلے ان سے وہ تو

كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْعَ ۝۵۲ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ۝۵۳

تھے اور بھی ظالم اور شریر اور الٹی بستی کو چمک دیا

فَعَشَاهَا مَا غَشَىٰ ۝۵۴ فَيَأْتِي آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ۝۵۵

پھر آڑا اس پر جو کچھ کہ آڑا اب تو کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلائے گا

هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذِرِ الْأُولَىٰ ۝۵۶ أَرَفَتِ الْأَرْضُ

یہ ایک ڈر سنانے والا ہے پہلے سنانے والوں میں کا آ پہنچی آنے والی

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۝۵۷ أَفَمِنْ هَذَا

کوئی نہیں اس کو اللہ کے سوا کھول کر دکھانے والا کیا تم کو اس

الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝۵۸ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ۝۵۹

بات سے تعجب ہوتا ہے اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور

أَنْتُمْ سَامِدُونَ ۝۶۰ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۝۶۱

تم کھلاڑیاں کرتے ہو سوجدہ کرو اللہ کے آگے اور بندگی

آيَاتُهَا ۝۵۵ سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (۳۷) رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورہ قمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچپن آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

کہ سینکڑوں برس تک خدا کے پیغمبر نوح علیہ السلام کو سخت ترین ایذائیں پہنچاتے رہے۔ جن کو پڑھ کر کلیجہ پھٹتا ہے، اور آنے والوں کے لئے بری راہ ڈال گئے۔

یعنی پتھروں کا مینہ (یہ قوم لوط کی بستیوں کا ذکر ہے)

یعنی ایسے مفسد ظالموں اور باغیوں کا تباہ کر ڈالنا بھی اللہ کا بڑا بھاری انعام ہے۔ کیا ایسی نعمتوں کو دیکھ کر بھی انسان اپنے رب کو جھٹلاتا ہی رہے گا۔

یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجرموں کو اسی طرح برے انجام سے ڈرانے والے ہیں جیسے ان سے پیشتر دوسرے نبی ڈرا چکے ہیں۔

قیامت بہت قریب ہے | یعنی قیامت قریب ہی آگئی ہے جس کا ٹھیک وقت اللہ کے سوا کوئی کھول کر نہیں بتا سکتا۔ اور جب وقت معین آجائے تو کوئی طاقت اس کو دفع نہیں کر سکتی۔ اللہ ہی چاہے تو بٹے، مگر وہ چاہے گا نہیں۔

کفار کی ہنسی | یعنی قیامت اور اس کے قرب کا ذکر سن کر چاہئے تھا خوف خدا سے رونے لگتے اور گھبرا کر اپنے بچاؤ کی تیاری کرتے۔ مگر تم اس کے برخلاف تعجب کرتے اور ہنستے ہو۔ اور غافل و بے فکر ہو کر کھلاڑیاں کرتے ہو۔

تمام مشرکین اور مسلمانوں کا سجدہ | یعنی عاقل کو زیبا نہیں کہ انجام سے غافل ہو کر نصیحت و فہمائش کی باتوں پر ہنسے اور مذاق اڑائے۔ بلکہ لازم ہے کہ بندگی کی راہ اختیار کرے۔ اور مطیع و منقاد ہو کر جبین نیاز خداوند قہار کے سامنے جھکا دے۔ حنبلیہ روایات میں ہے کہ سورۃ نجم پڑھ کر آپؐ نے سجدہ کیا اور تمام مسلمان اور مشرک جو حاضر تھے سجدہ میں گر پڑے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ لکھتے ہیں کہ "اس وقت سب کو ایک غاشیہ الہیہ نے گھیر لیا تھا۔ گویا ایک غیبی اور قہری تصرف سے طوعاً و کرہاً سب کو سر بسجود ہونا پڑا۔ صرف ایک بد بخت جس کے دل پر سخت مہر تھی اس نے سجدہ نہ کیا مگر زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھا کر اس نے بھی پیشانی کو لگالی اور کہا مجھے اسی قدر کافی ہے۔" (تم سورۃ النجم وللہ الحمد والمنة)

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۖ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۚ ۱ وَانْ يَرَوْا آيَةً

پاس آگئی قیامت (وہ گھڑی) اور پھٹ گیا چاند اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی

يُغْرَضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۚ ۲ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا

تو ٹلا جائیں اور کہیں یہ جادو ہے پہلے سے چلا آتا اور جھٹلایا اور چلے

اَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ امْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۚ ۳ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِّنْ

اپنی خوشی پر اور ہر کام ٹھہرا رکھا ہے وقت پر اور پہنچ چکے ہیں ان کے پاس

الْاَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۚ ۴ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ ۚ فَمَا

احوال جن میں ڈانٹ ہو سکتی ہے پوری عقل کی بات ہے پھر

تُغْنِ النَّذْرُ ۚ ۵ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى

ان میں کام (اثر) نہیں کرتے ڈر سنانے والے سو تو ہٹ آ ان کی طرف سے جس دن پکارے پکارنے والا ایک

شَيْءٍ نُّكِرٍ ۚ ۶ خُشْعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِّنْ

ناگوار چیز کی طرف آنکھیں جھکائے نکل پڑیں

الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۚ ۷ مُّهْطِعِينَ اِلٰى

قبروں سے جیسے نڈی پھیلی ہوئی (بکھری پڑی) دوڑتے جائیں اس

الدَّاعِ يَقُولُ الْكُفْرُ وَهَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۚ ۸ كَذَّبَتْ

پکارنے والے کے پاس کہتے جائیں منکر یہ دن مشکل آیا جھٹلا چکی ہے

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ

ان سے پہلی نوح کی قوم پھر جھوٹا کہا ہمارے بندہ کو اور بولے دیوانہ ہے

سورۃ القمر

◆ **شق القمر کا واقعہ** | ہجرت سے پیشتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ”منیٰ“ میں تشریف فرما تھے کفار کا مجمع تھا، انہوں نے آپؐ سے کوئی نشانی

طلب کی۔ آپؐ نے فرمایا آسمان کی طرف دیکھو۔ ناگاہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا ان میں سے مغرب کی اور دوسرا مشرق کی طرف چلا گیا۔ بیچ میں پہاڑ حائل تھا۔ جب سب نے خوب اچھی طرح یہ معجزہ دیکھ لیا، دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ کفار کہنے لگے کہ محمدؐ نے چاند پر یا ہم پر جادو کر دیا ہے اس معجزہ کو ”شق القمر“ کہتے ہیں۔ اور یہ ایک نمونہ اور نشانی تھی قیامت کی کہ آگے سب کچھ یوں ہی پھٹے گا۔ طحاویؒ اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے اس واقعہ کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔ اور کسی دلیل عقلی سے آج تک اس طرح کے واقعات کا محال ہونا ثابت نہیں کیا جاسکا اور محض استبعاد کی بنا پر ایسی قطعی الثبوت چیزوں کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ استبعاد تو اعجاز کے لئے لازم ہے۔ روزمرہ کے معمولی واقعات کو ”معجزہ“ کون کہے گا۔ (ملاحظہ ہو ہمارا مستقل مضمون جو معجزات و خوارق عادات کے متعلق ”المحمود“ میں شائع ہوا ہے) باقی یہ کہنا کہ اس واقعے کی تاریخی حیثیت | ”شق القمر“ اگر واقع ہوا ہوتا تو تاریخوں میں اس کا وجود کیوں نہیں۔ تو یاد رہے کہ یہ قصہ رات کا

ہے۔ بعض ملکوں میں تو اختلاف مطالع کی وجہ سے اس وقت دن ہوگا اور بعض جگہ آدھی رات ہوگی، لوگ عموماً سوتے ہوں گے اور جہاں بیدار ہوں گے اور کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہوں گے تو عادیہ یہ ضروری نہیں کہ سب آسمان کی طرف تک رہے ہوں، زمین پر جو چاندنی پھیلی ہوگی۔ بشرطیکہ مطلع صاف ہو، اس میں دو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر تھوڑی دیر کا قصہ تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بار بار چاند گہن ہوتا ہے اور خاصہ ممد رہتا ہے، لیکن لاکھوں انسانوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اور اس زمانہ میں آجکل کی طرح رصد وغیرہ کے اتنے وسیع و مکمل انتظامات اور تقاویم (جنتریوں) کی اس قدر اشاعت بھی نہ تھی، بہر حال تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہو سکتی۔ بایں ہمہ ”تاریخ فرشتہ“ وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ہندوستان میں مہاراجہ ”مالیبار“ کے اسلام کا سبب اسی واقعہ کو لکھتے ہیں۔ یعنی اس طرح کے جادو مدعیان نبوت نے پہلے بھی کئے ہیں، پھر جس طرح وہ جاتے رہے یہ بھی جاتا رہے گا۔

◆ یعنی ان کا عذاب بھی اپنے وقت پر آئے گا۔ اور اللہ کے علم میں ان کی گمراہی اور ہلاکت ٹھہر چکی ہے وہ کسی صورت سے ٹلنے والی نہیں۔

◆ یعنی قرآن کے ذریعہ سے ہر قسم کے احوال اور تباہ شدہ قوموں کے واقعات معلوم کرائے جاسکے ہیں جن میں اگر غور کریں تو خداوند قہار کی طرف سے بڑی ڈانٹ ہے۔

◆ **قرآن حکمت بالغہ ہے** | یعنی قرآن کریم پوری حکمت اور عقل کی باتوں کا مجموعہ ہے۔ کوئی ذرا نیک نیتی سے توجہ کرے تو دل میں اترتی چلی جائیں مگر افسوس اتنے سامان ہدایت کی موجودگی میں ان پر کچھ اثر نہیں۔ کوئی نصیحت و فہمائش وہاں کام نہیں دیتی۔ کتنا ہی سمجھاؤ پتھر پر جو تک نہیں لگتی۔ لہذا ایسے سنگدل بد بختوں کو آپؐ بھی منہ نہ لگائیے۔ آپؐ فرض تبلیغ و دعوت باحسن اسلوب ادا کر چکے۔ اب زیادہ تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کو ان کے ٹھکانے کی طرف چلنے دیں۔

◆ یعنی میدان حشر کی طرف حساب دینے کو۔

◆ یعنی اس وقت خوف و ہیبت کے مارے ذلت و ندامت کے ساتھ آنکھیں جھکائے ہوں گے۔

◆ **قبروں سے انسانوں کا نکلنا** | یعنی تمام اگلے پچھلے قبروں سے نکل کر ٹڈی دل کی طرح پھیل پڑیں گے۔ اور خداوند قدوس کی

عدالت میں حاضری دینے کے لئے تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوں گے۔

◆ **سختی کا دن** | یعنی اس دن کے ہولناک احوال و شدائد اور اپنے جرائم کا تصور کر کے کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے۔ دیکھئے

آج کیا گذرے گی۔ آگے بتلاتے ہیں کہ قیامت اور آخرت کا عذاب تو اپنے وقت پر آئے گا۔ بہت سے مکذبین کے لئے اس سے

پہلے دنیا ہی میں ایک سخت دن آچکا ہے۔

وَأَزْدِجِرْ ⑩ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ⑩

اور جھڑک لیا اس کو ⑩ پھر پکارا اپنے رب کو کہ میں عاجز ہو گیا ہوں تو بدل لے ⑩

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَرٍ ⑪ وَفَجَّرْنَا

پھر ہم نے کھول دیئے دہانے آسمان کے پانی ٹوٹ کر برسنے والے سے اور بہا دیئے

الْأَرْضَ عِيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ⑪

زمین سے چشمے پھر مل گیا سب پانی ایک کام پر جو ٹھہر چکا تھا ⑪

وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ⑫ تَجْرِى بِأَعْيُنِنَا

اور ہم نے اس کو سوار کر دیا ایک تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر بہتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے ⑫

جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرًا ⑬ وَلَقَدْ تَرَكْنَهَا آيَةً فَهَلْ

بدلہ لینے کو اس کی طرف سے جس کی قدر نہ جانی تھی ⑬ اور اس کو ہم نے رہنے دیا نشانی کے لیے پھر کوئی ہے

مِّنْ مُّذَكِّرٍ ⑭ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرٍ ⑭ وَلَقَدْ

سوچنے والا ⑭ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا (ڈرانا) ⑭ اور ہم نے

يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ⑮ كَذَّبَتْ

آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو پھر بے کوئی سوچنے والا ⑮ جھٹلایا

عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرٍ ⑯ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

عاد نے پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا (ڈرانا) ⑯ ہم نے بھیجی ان پر

رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمٍ نَّحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ⑰ تَنْزِعُ النَّاسَ ⑰

ہوا تند (سنائے کی) ایک نحوست کے دن جو چلے گئے ⑰ اکھاڑ مارا (اکھاڑ ڈالتی) لوگوں کو

◆ کہنے لگے اے نوح! اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو تم کو سنگسار کر دیا جائے گا۔ گویا دھمکیوں ہی میں اس کی بات رلا دی۔ اور بعض نے ”وَإِذْ جَوَّ“ کے معنی یوں کئے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے آسیب زدہ۔ جن اس کی عقل لے اڑے ہیں۔ (العیاذ باللہ) حضرت نوحؑ کی بددعا یعنی سینکڑوں برس سمجھانے پر بھی جب کوئی نہ پیجا تو بددعا کی، اور کہا اے پروردگار! میں ان سے عاجز آچکا ہوں۔ ہدایت و فہمائش کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اب آپ اپنے دین اور پیغمبر کا بدلہ لیجئے اور زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیے۔

◆ زمین اور آسمان سے پانی | یعنی پانی اس قدر ٹوٹ کر برسا، گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور نیچے سے زمین کے پردے پھٹ پڑے۔ اتنا پانی ابلا گویا ساری زمین چشموں کا مجموعہ بن کر رہ گئی۔ پھر اوپر اور نیچے کا یہ سب پانی مل کر اس کام کے لئے اکٹھا ہو گیا۔ جو پہلے سے اللہ کے ہاں ٹھہر چکا تھا۔ یعنی قوم نوح کی ہلاکت اور غرقابی۔

◆ کشتی نوح کے سوار | یعنی اس ہولناک طوفان کے وقت نوح کی کشتی ہماری حفاظت اور نگرانی میں نہایت امن چین سے چلی جا رہی تھی۔

◆ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی بے قدری کی اور اللہ کی باتوں کا انکار کیا، یہ اس کی سزا ملی۔

◆ کشتی نوح سامانِ عبرت | یعنی سوچنے والوں کے لئے اس واقعہ میں عبرت کی نشانیاں ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ آج کشتی کا وجود دنیا میں اس کشتی کے قصہ کو یاد دلانے والا اور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا نشان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ بعینہ وہی کشتی نوح کے بعد مدت تک رہی۔ ”جودی“ پہاڑ پر نظر آتی تھی۔ اس امت کے لوگوں نے بھی دیکھی۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی دیکھ لیا۔ میرا عذاب کیسا ہولناک اور میرا ڈرانا کس قدر سچا ہے۔

◆ قرآن سے رہنمائی حاصل کرنا آسان ہے | یعنی قرآن سے نصیحت حاصل کرنا بالکل آسان ہے کیونکہ جو مضامین ترغیب و ترہیب اور انذار و تبشیر سے متعلق ہیں وہ بالکل صاف، سہل اور موثر ہیں۔ پر کوئی سوچنے سمجھنے کا ارادہ کرے تو سمجھے۔ تنبیہ |

◆ قرآن کے اسرار و عجائبات | آیت کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن محض ایک سطحی کتاب ہے جس کے اندر کوئی دقائق و غوامض نہیں۔ اس علیم و خبیر کے کلام کی نسبت ایسا گمان کیونکر کیا جاسکتا ہے۔ کیا یہ فرض کر لیا جائے کہ جب اللہ بندوں سے کلام کرتا ہے تو معاذ اللہ اپنے غیر متناہی علوم سے کورا ہو جاتا ہے؟ یقیناً اس کے کلام میں وہ گہرے حقائق اور باریکیاں ہوں گی جن کا کسی دوسرے کلام میں تلاش کرنا بیکار ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے ”لَا تَنْقُضُنِيْ عَجَائِبُهُ“ (قرآن کے عجائب و اسرار کبھی ختم ہونے والے نہیں) علمائے امت اور حکمائے ملت نے اس کتاب کے دقائق و اسرار کا پتہ لگانے اور ہزار ہا احکام مستنبط کرنے میں عرصے صرف کر دیں، تب بھی اس کی آخری تک نہیں پہنچ سکے۔

◆ قوم عاد پر نحوست کا دن | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی نحوست نہ اٹھی جب تک تمام نہ ہو چکے۔ اور یہ نحوست کا دن ان ہی کے حق میں تھا، یہ نہیں کہ ہمیشہ کو وہ دن منحوس سمجھ لئے جائیں جیسا کہ جاہلوں میں مشہور ہے۔ اور اگر وہ دن عذاب آنے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے منحوس بن گیا ہے۔ تو مبارک دن کونسا رہے گا۔ قرآن کریم میں تصریح ہے کہ وہ عذاب سات رات اور آٹھ دن برابر رہا۔ بتلائے اب ہفتہ کے دنوں میں کونسا دن نحوست سے خالی رہیگا۔

كَانَهُمْ أَعْجَازُ نَحْلٍ مُنْقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَ

گویادہ جزیں ہیں کجور کی اکھڑی پڑی ♦ پھر کیسا رہا (ہوا) میرا عذاب اور

نُذِرٌ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

میرا کھڑکھڑانا (ڈرانا) اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی

مُذَكِّرٌ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝ فَقَالُوا ابْشِرْنَا مِنَّا

سوچنے والا جھٹلایا ثمود نے ڈرسانے والوں کو ♦ پھر کہنے لگے کیا ایک آدمی ہم میں کا

وَاحِدًا تَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذَا لَفِيَ ضَلَلٍ وَسُعُرٍ ۝ أَلْقَى

اکیلا ہم اس کے کہے پر چلیں گے تو تو ہم غلطی میں پڑے اور سودا میں ♦ کیا اتاری

الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَابٌ أَشْرٌ ۝

اسی پر نصیحت ہم سب میں سے کوئی نہیں یہ جھوٹا ہے بڑائی مارتا ہے ♦

سَبِّعَلْمُونَ عَدَا مِّنَ الْكَذَّابِ الْأَشْرِ ۝ إِنَّا مُرْسِلُوا

اب جان لیں گے کل کو کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا ♦ ہم بھیجتے ہیں

النَّافَةِ فِتْنَةً لَهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝ وَنَبِّئْهُمْ

اونٹنی ان کے جانچنے کے واسطے ♦ سوائے انتظار کر ان کا (دیکھتا رہ ان کو) اور سہارا ♦ اور سنا دے ان کو

أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شَرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝ فَنَادُوا

کہ پانی کا بانٹا ہے ان میں ہر باری پر پہنچنا چاہئے ♦ پھر پکارا انہوں نے

صَاحِبَهُمْ فَتَعَاظَ فَعَقَرُوا ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَ

اپنے رفیق کو پھر ہاتھ چلایا اور کاٹ ڈالا ♦ پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا

”قوم عاد“ کے لوگ بڑے تنومند اور قد آور تھے، لیکن ہوا کا جھکڑ ان کو اٹھا کر اس طرح زمین پر پھینکتا تھا جیسے کھجور کا تنہ جڑ سے اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا جائے۔

قوم ثمود کی تکذیب | یعنی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اور ایک نبی کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے۔ کیونکہ اصول دین میں سب ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

یعنی کوئی آسمان کا فرشتہ نہیں، بلکہ ہم ہی جیسا ایک آدمی اور وہ بھی اکیلا جس کے ساتھ کوئی قوت اور جھٹکا نہیں، چاہتا ہے کہ ہمیں دبا لے اور سب کو اپنا تابع بنالے۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر ہم اس پھندے میں پھنس جائیں تو ہماری بڑی غلطی اور حماقت بلکہ جنون ہوگا۔ وہ تو ہم کو ذرا تاہے کہ مجھے نہ مانو گے تو آگ میں گر دو گے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہم اس کے تابع ہو جائیں تو گویا خود اپنے کو آگ میں گرارہے ہیں۔

یعنی پیغمبری کے لئے بس یہی رہ گیا تھا؟ سب جھوٹ ہے۔ خواہ مخواہ بڑائی مارتا ہے کہ خدا نے مجھے اپنا رسول بنادیا۔ اور ساری قوم کو میری اطاعت کا حکم دیا ہے۔

یعنی بہت جلد معلوم ہوا چاہتا ہے کہ دونوں فریق میں جھوٹا اور بڑائی مارنے والا کون ہے۔

اونٹنی کے ذریعہ قوم ثمود کی آزمائش | یعنی ان کی فرمائش کے موافق ہم پتھر سے اونٹنی نکال کر بھیجتے ہیں۔ اس کے ذریعہ سے جانچا جائے گا کہ کون اللہ و رسول کی بات مانتا ہے اور کون نفس کی خواہش پر چلتا ہے۔

یعنی دیکھتا رہ، کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”وہ اونٹنی جس پانی پر جاتی سب جانور بھاگتے، تو اللہ نے باری ٹھہرا دی۔ ایک دن وہ جائے، اور ایک دن سب جانور۔“

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”ایک بدکار عورت تھی اس کے مویشی بہت تھے اپنے ایک آشنا کو اکسا دیا۔ اس نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔“

نُذِرُ ۳۰ اِنَّا ارسلنا عليهم صيحة واحدة فكانوا

کھڑکھڑاتا ہم نے بھیجی ان پر ایک چٹکھار پھر رہ گئے

كَهَشِيمٍ الْمُخْتَطِرِ ۳۱ وَلَقَدْ يَسْرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

جیسے روندی ہوئی باز کانٹوں کی اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو

فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۳۲ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذْرِ ۳۳

پھر ہے کوئی سوچنے والا جھٹلایا لوط کی قوم نے ڈرسانے والوں کو

اِنَّا ارسلنا عليهم حاصبًا اِلَّا اِلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ

ہم نے بھیجی ان پر آندھی پتھر برسانے والی سوائے لوط کے گھر کے ان کو ہم نے بچا دیا

بِسَحَرٍ ۳۴ نِعْمَةٌ مِّنْ عِنْدِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ

پچھلی رات سے فضل سے اپنی طرف کے ہم یوں بدلہ دیتے ہیں اس کو جو

شَكَرَ ۳۵ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذْرِ ۳۶

حق مانے اور وہ ڈرا چکا تھا ان کو ہماری پکڑ سے پھر لگے مکرانے ڈرانے کو

وَلَقَدْ رَاَوْدُوهُ عَنْ صَيفِهِ فَطَسْنَا اَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا

اور اس سے لینے لگے اس کے مہمانوں کو پس ہم نے منادیں ان کی آنکھیں اب چکھو

عَذَابِي وَنُذِرُ ۳۷ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمُ بُكْرَةً عَذَابٌ

میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور پڑا ان پر صبح کو سویرے عذاب

مُسْتَقِرٌّ ۳۸ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذِرُ ۳۹ وَلَقَدْ يَسْرْنَا

جو ٹھہر چکا تھا (ٹھہر رہا تھا) اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور ہم نے آسان کر دیا

♦ فرشتے کی چیخ | فرشتے نے ایک چیخ ماری، کلیجے پھٹ گئے۔ اور سب چورا ہو کر رہ گئے۔ جیسے کمیت کے گرد کانٹوں کی باز لگا دیتے ہیں۔ اور چند روز کے بعد پانچ سال ہو کر اس کا چورا ہو جاتا ہے۔

♦ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کو جھٹلایا اور ایک نبی کی تکذیب سب انبیاء کی تکذیب ہے۔

♦ یعنی وہ پچھلی رات میں اپنے گھر والوں کو لے کر صاف نکل گئے۔ ان کو ہم نے عذاب کی ذرا بھی آنچ نہ لگنے دی۔ اور یہ ہی ہماری عادت ہے۔ حق شناس اور شکر گزار بندوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

♦ یعنی اس کی باتوں میں وہی تباہی شے اور جھگڑے کھڑے کر کے جھٹلانے لگے۔

♦ مہمان فرشتوں کے ساتھ بدسلوکی | یعنی فرشتے جو حسین لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ ان کو آدمی سمجھ کر اپنی خوئے بد کی وجہ سے قبضہ نہا چاہا۔ ہم نے ان کو اندھا کر دیا کہ ادھر ادھر دھکے کھاتے پھرتے تھے۔ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور کہا لو! پہلے اس عذاب کا مزہ چکھو۔

♦ یعنی اندھا کرنے کے بعد ان کی بستیاں الٹ دی گئیں۔ اور اوپر سے پتھر برسائے گئے۔ اس چھوٹے عذاب کے بعد یہ بڑا عذاب تھا۔

الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ۚ وَلَقَدْ

قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا اور

جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النَّذْرُ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا

پہنچے فرعون والوں کے پاس ڈرانے والے ﴿۳۱﴾ جھٹلایا انہوں نے ہماری نشانیوں کو سب کو

فَاخَذْنَهُمْ أَخَذًا عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ۚ أَكْفَارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ

پھر پکڑا ہم نے ان کو پکڑنا زبردست کا قابو میں لے کر ﴿۳۲﴾ اب تم میں جو منکر ہیں کیا یہ بہتر ہیں

أُولَئِكَ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۚ أَمْ يَقُولُونَ

ان سب سے یا تمہارے لیے فارغ خطی لکھی دی گئی ورقوں میں کیا کہتے ہیں

نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرُونَ ۚ سَيَهْرَمُ الرَّجْمُ وَيُولُونَ الدُّبُرَ ۚ

ہم سب کا مجمع ہے بدلہ لینے والا ﴿۳۳﴾ اب شکست کھائے گا یہ مجمع اور بھاگیں پیٹھ پھیر کر ﴿۳۴﴾

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَبَةٌ وَأَمْرٌ

بلکہ قیامت ہے ان کے وعدہ کا وقت اور وہ گھڑی بڑی آفت ہے اور بہت کڑوی ﴿۳۵﴾

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۚ يَوْمَ يُسْحَبُونَ

جو لوگ گنہگار ہیں غلطی میں پڑے ہیں اور سودا میں جس دن کھینچے جائیں گے

فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ ذُقُوا مَسَّ سَقَرٍ ۚ إِنَّا

آگ میں اوندھے منہ چکھوڑا آگ کا ﴿۳۶﴾ ہم نے

كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۚ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ

ہر چیز بنائی پہلے ٹھہرا کر ﴿۳۷﴾ اور ہمارا کام تو یہی ایک دم کی بات ہے

حضرت موسیٰ اور ہارون اور ان کے ڈرانے والے نشان۔

آل فرعون کا انجام | یعنی خدا کی پکڑ بڑے زبردست کی پکڑ تھی۔ جس کے قابو سے نکل کر کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ دیکھ لو! تمام فرعونوں کا بیڑہ کس طرح بحر قلزم میں غرق کیا کہ ایک بچ کر نہ نکل سکا۔

گذشتہ اقوام کے واقعات سنا کر موجودہ لوگوں کو خطاب ہے یعنی تم میں سے کافر کیا ان پہلے کافروں سے کچھ اچھے ہیں جو کفر و طغیان کی سزا میں تباہ نہیں کیے جائیں گے؟ یا اللہ کے ہاں سے کوئی پروا نہ لکھ دیا گیا ہے کہ تم جو چاہو شرارت کرتے رہو، سزا نہیں ملے گی؟ یا یہ سمجھ ہوئے ہیں کہ ہمارا مجمع اور جھٹھا بہت بڑا ہے۔ اور سب مل کر جب ایک دوسرے کی مدد پر آ جائیں گے تو سب سے بدلہ لے کر چھوڑیں گے اور کسی کو اپنے مقابلہ میں کامیاب نہ ہونے دیں گے۔

یعنی عنقریب ان کو اپنے مجمع کی حقیقت کھل جائے گی جب مسلمانوں کے سامنے سے ٹکست کھا کر اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ چنانچہ ”بدر“ اور ”احزاب“ میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ آیت جاری تھی۔ ”سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُؤَلِّوْنَ الدُّبُرَ“

یعنی یہاں کیا ٹکست کھائیں گے، ان کی ٹکست کا اصلی وقت تو وہ ہوگا جب قیامت سر پر آ کھڑی ہوگی۔ وہ بہت سخت مصیبت کا وقت ہوگا۔

یعنی اس وقت غفلت کے نشہ میں پاگل بن رہے ہیں۔ یہ سودا و ماغ میں سے اس وقت نکلے گا جب اونڈھے منہ دوزخ کی آگ میں گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو! اب ذرا اس کا مزہ چکھو۔

یعنی ہر چیز جو پیش آنے والی ہے اللہ کے علم میں پہلے سے ٹھہر چکی ہے دنیا کی عمر اور قیامت کا وقت بھی اس کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

كَلِمَةٍ بِالْبَصَرِ ۝ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ

جیسے لپک نگاہ کی ♦ اور ہم برباد کر چکے ہیں تمہارے ساتھ والوں کو پھر ہے

مِنْ مُدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ

کوئی سوچنے والا ♦ اور جو چیز انہوں نے کی ہے لکھی گئی ورقوں میں ♦ اور ہر

صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ۝ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَ

چھوٹا اور بڑا لکھا جا چکا ♦ جو لوگ ڈرنے والے ہیں باغوں میں ہیں اور

نَهْرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صَدِيقٍ ۝ عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

نہروں میں بیٹھے تجھی بیٹھک میں ♦ نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے ♦

آيَاتُهَا ۸ ﴿۵۵﴾ سُورَةُ الرَّحْمَنِ مَدَنِيَّةٌ (۹۷) رُكُوعَاتُهَا ۳

سورۃ الرحمن مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھتر آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الرَّحْمَنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ

رحمن نے سکھلایا قرآن ♦ بنایا آدمی پھر سکھلایا اس کو

الْبَيَانَ ۝ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَالنَّجْمُ وَ

بات کرنا ♦ سورج اور چاند کے لیے ایک حساب ہے ♦ اور جھاڑ اور

الشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَاءُ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝

درخت مشغول ہیں سجدہ میں ♦ اور آسمان کو اونچا کیا اور رکھی ترازو

◆ چشم زدن میں امر الہی کا وقوع | یعنی ہم چشم زدن میں جو چاہیں کر ڈالیں کسی چیز کے بنانے یا بگاڑنے میں ہم کو دیر نہیں لگتی نہ کچھ مشقت ہوتی ہے۔

◆ یعنی تمہاری قماش کے بہت سے کافروں کو پہلے جاہ کر چکے ہیں۔ پھر تم میں کوئی اتنا سوچنے والا نہیں کہ ان کے حال سے عبرت حاصل کر سکے۔

◆ اعمال نامے | یعنی ہر ایک نیکی بدی عمل کے بعد ان کے اعمال ناموں میں لکھی گئی ہے۔ وقت پر ساری سل سامنے کر دی جائے گی۔

◆ لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے | یعنی اس سے قبل ہر چھوٹی بڑی چیز کی تفصیل ”لوح محفوظ“ میں لکھی جا چکی۔ تمام وقایع کا قاعدہ مرتب ہیں کوئی چھوٹی موٹی چیز بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتی۔

◆ متقین کیلئے قرب الہی | بحر میں کے بعد یہ متقین کا انجام بیان فرما دیا کہ وہ اپنی سچائی کی بدولت اللہ و رسول کے سچے وعدوں کے موافق ایک پسندیدہ مقام میں ہوں گے جہاں اس شہنشاہ مطلق کا قرب حاصل ہوگا۔ ”اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مُلْكٌ مُّقْتَدِرٌ۔ مَا تَشَاءُ مِنْ اَمْرٍ يَكُوْنُ لَاسِعِدْنِيْ فِي الدَّارَيْنِ وَتَكُنْ لِيْ وَلَا تَكُنْ عَلَيَّ وَابْنِيْ لِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ لِي الْآخِرَةُ حَسَنَةً وَ لِيْ عَذَابُ النَّارِ۔“ تم سورۃ القمر وللہ الحمد والمنة۔

سورۃ الرحمن

◆ اللہ ہی قرآن کا اصل معلم ہے | جو اس کے عطایا میں سب سے بڑا عطیہ اور اس کی نعمتوں میں سب سے اونچی نعمت و رحمت ہے، انسان کی بساط اور اس کے ظرف پر خیال کرو اور علم قرآن کے اس دریائے ناپید اکناں کو دیکھو، بلاشبہ ایسی ضعیف الہیان ہستی کو آسمانوں اور پہاڑوں سے زیادہ بھاری چیز کا حامل بنادینا رحمان ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ کہاں بشر اور کہاں خدا کا کلام۔

◆ تنبیہ سورۃ ”النجم“ میں فرمایا تھا۔ ”عَلَّمَهُ شَدِيْدُ الْقُوٰی الْخِیَاطِ یَہَا کُوْلُ دِیَاقَرِّ اِنَّ اَصْلٰی مَعْلَمِ اللّٰہِ ہُوَ کُوْفَرِشْتِہٖ کَ تَوَسُّطِہٖ ہُو۔“ انسان میں علم بیان کی صفت | ”ایجاد“ (وجود عطا فرمانا) اللہ کی بڑی نعمت بلکہ نعمتوں کی جڑ ہے اس کی دو قسمیں ہیں، ایجاد ذات، اور ایجاد صفت تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ذات کو پیدا کیا اور اس میں علم بیان کی صفت بھی رکھی۔ یعنی قدرت دی کہ اپنے مافی الضمیر کو نہایت صفائی اور حسن و خوبی سے ادا کر سکے اور دوسروں کی بات سمجھ سکے۔ اسی صفت کے ذریعہ سے وہ قرآن سیکھتا سکھاتا ہے۔ اور خیر و شر، ہدایت و ضلالت، ایمان و کفر اور دنیا و آخرت کی باتوں کو واضح طور پر سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔

◆ شمس و قمر کا حساب | یعنی دونوں کا طلوع و غروب، گھٹنا بڑھنا، یا ایک حالت پر قائم رہنا، پھر ان کے ذریعہ سے فصول و موسموں کا بدلنا اور سفلیات پر مختلف طرح سے اثر ڈالنا، یہ سب کچھ ایک خاص حساب اور ضابطہ اور مضبوط نظام کے ماتحت ہے۔ مجال نہیں کہ اس کے دائرہ سے باہر قدم رکھ سکیں اور اپنے مالک و خالق کے دیئے ہوئے احکام سے روگردانی کر سکیں۔ اس نے اپنے بندوں کی جو خدمات ان دونوں کے سپرد کر دی ہیں۔ ان میں کوتاہی نہیں کر سکتے۔ ہمہ وقت ہماری خدمت میں مشغول ہیں۔

◆ جہاڑیوں اور درختوں کا سجدہ | یعنی علویات کی طرح سفلیات بھی اپنے مالک کی مطیع و منقاد ہیں۔ چھوٹے جہاڑ، زمین پر پھیلی ہوئی بلیں اور اونچے درخت سب اس کے حکم ٹکونی کے سامنے سر بسجود ہیں۔ بندے ان کو اپنے کام میں لائیں تو انکار نہیں کر سکتے۔

أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا

کہ زیادتی نہ کرو ترازو میں اور سیدھی ترازو تو لو انصاف سے اور مت

تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝

گھٹاؤ تول کو اور زمین کو بچھایا واسطے خلق کے

فِيهَا فَاكِهَةٌ ۝ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ

اس میں میوہ ہے اور کھجوریں جن کے میوہ پر غلاف اور اس میں اناج ہے

ذُو الْعَصْفِ ۝ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

جس کے ساتھ بھس ہے اور پھول خوشبودار پھر کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی

تُكَذِّبِينَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝

جھٹلاؤ گے تم دونوں بنایا آدمی کو گھٹکھٹاتی (بجھنے والی) مٹی سے جیسے ٹھیکر

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ

اور بنایا جن کو آگ کی لپیٹ سے پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں مالک دو مشرق کا اور مالک دو مغرب کا

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے چلائے دو دریا

◆ آسمان اور میزان اوپر سے دو درجوں کے جوڑے بیان ہوتے چلے آ رہے تھے۔ یہاں بھی آسمان کی بلندی کے ساتھ آگے زمین کی پستی کا ذکر ہے۔ درمیان میں میزان (ترازو) کا ذکر شاید اس لئے ہو کہ عموماً ترازو کو تولتے وقت آسمان وزمین کے درمیان معلق رکھنا پڑتا ہے۔ یہ اس تقدیر پر ہے کہ میزان سے مراد ظاہری اور حسی ترازو ہو۔ چونکہ اس کے ساتھ بہت سے معاملات کی درستی

اور حقوق کی حفاظت وابستہ تھی۔ اس لئے ہدایت فرمادی کہ وضع میزان کی یہ غرض جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ نہ لیتے وقت زیادہ تولو، نہ دیتے وقت کم، ترازو کے دونوں پہلے اور باٹ بٹی میں کی بیشی نہ ہو۔ نہ تولتے وقت ڈنڈی ماری جائے، بلکہ بدون کم بیشی کے دیانتداری کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھیک تولا جائے۔ تنبیہ! اکثر سلف نے وضع میزان سے اس جگہ عدل کا قائم کرنا مراد لیا ہے یعنی اللہ نے آسمان سے زمین تک ہر چیز کو حق و عدل کی بنیاد پر اعلیٰ درجہ کے توازن و تناسب کے ساتھ قائم کیا ہے۔ اگر عدل و حق ملحوظ نہ رہے تو کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ لہذا ضروری ہے کہ بندے بھی عدل و حق کے جادہ پر مستقیم رہیں۔ اور انصاف کی ترازو کو اٹھنے یا جھکنے نہ دیں، نہ کسی پر زیادتی کریں نہ کسی کا حق دبا لیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ عدل ہی سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ کہ اس پر آرام سے چلیں پھریں اور کاروبار جاری رکھیں۔

زمین کے مختلف میوے اور پھل | یعنی پھل میوے بھی زمین سے نکلتے ہیں اور غلہ اناج بھی۔ پھر غلہ میں دو چیزیں ہیں۔ دانہ، جو انسانوں کی غذا ہے اور بھوسہ جو جانوروں کے لئے ہے۔ اور بعض چیزیں زمین سے وہ پیدا ہوتی ہیں جو کھانے کے کام میں نہیں آتیں لیکن ان کی خوشبو وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

جن وانس اللہ کی نعمتوں کو نہیں جھٹلا سکتے | یعنی اے جن وانس! اوپر کی آیات میں تمہارے رب کی جو عظیم الشان نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں بیان کی گئیں تم ان میں سے کس کس کے جھٹلانے کی جرأت کرو گے؟ کیا یہ نعمتیں اور نشانیاں ایسی ہیں جن میں سے کسی کا انکار کیا جاسکے؟ علماء نے ایک حدیث صحیح کی بنا پر لکھا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت ”فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُ“ نے تو جواب دے ”لَا بَشَيْءٍ مِّنْ نَّفْعِكَ رَبَّنَا تُكْذِبُ فَلَكَ الْحَمْدُ“ (اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے۔ سب حمد و ثناء تیرے ہی لئے ہے) تنبیہ! گو جن کا ذکر تصریحاً پہلے نہیں ہوا۔ لیکن ”انعام“ میں وہ شامل ہیں۔ اور ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ میں دونوں کا عبادت کے لئے پیدا ہونا مذکور ہے۔ اس آیت کے بعد متصل ہی آدمی اور جن کی کیفیت تخلیق بتلائی گئی ہے، اور چند آیات کے بعد ”مَنْفَعُ لَكُمْ آيَةُ الْفُقَرَاءِ“ اور ”يَا مَعْشَرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ“ میں صریحاً جن وانس کو مخاطب کیا گیا ہے، یہ قرآن دلالت کرتے ہیں کہ یہاں مخاطب وہ ہی دونوں ہیں

جن وانس کی تخلیق مٹی اور آگ سے | یعنی سب آدمیوں کے باپ آدم کو مٹی اور جنوں کے باپ کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔

قرآن کریم میں تکرار کیوں ہے؟ | ”آلَاءِ“ کا ترجمہ عموماً ”نعمت“ کیا گیا ہے۔ لیکن ابن جریر نے بعض سلف سے ”قدرت“ کے معنی نقل کئے ہیں۔ اس لئے جس مقام پر جو معنی زیادہ چسپاں ہوں وہ اختیار کئے جائیں۔ یہاں اور اس سے پہلی آیت میں دونوں مطلب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انس و جن کو خلعت و جود سے سرفراز فرماتا اور جماد لا عقل سے عاقل بنادینا اللہ کی بڑی نعمت ہے اور اس کی لامحدود قدرت کی نشانی بھی ہے۔ تنبیہ! یہ جملہ ”فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُ“ اس سورت میں اکتیس مرتبہ آیا ہے اور ہر مرتبہ کسی خاص نعمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یا شہون عظمت و قدرت میں سے کسی خاص شان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس قسم کی تکرار عرب و عجم کے کلاموں میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ مدت ہوئی رسالہ ”القاسم“ میں بندہ نے ایک مضمون بعنوان ”قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے“ چھپوایا تھا اس میں چند نظائر شعراے عرب کے کلاموں سے پیش کی گئی ہیں اور تکرار کے فلسفہ پر بحث کی ہے یہاں اس کے بسط کا موقع نہیں۔

دو مشرق اور دو مغرب | جاڑے اور گرمی میں جس جس نقطہ سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ دو مشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دو مغرب ہوتی ہیں۔ ان ہی مشرقین اور مغربین کے تغیر و تبدل سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں۔ اور طرح طرح کے انقلابات ہوتے ہیں۔ زمین والوں کے ہزار ہا فوائد و مصالح ان تغیرات سے وابستہ ہیں تو ان کا ادل بدل بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اور اس کی قدرت عظیمہ کی نشانی ہوئی۔ تنبیہ! آیت سے پہلے اور پیچھے دور تک دو دو چیزوں کے جوڑے بیان ہوئے ہیں اس لئے یہاں مشرقین و مغربین کا ذکر نہایت ہی لطف دیتا ہے۔

يَلْتَقِينَ ۝۱۹ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَنِ ۝۲۰ فَبِأَيِّ آلَاءِ

مل کر چلنے والے ان دونوں میں ہے ایک پردہ جو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے ♦ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۲۱ يَخْرِجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤَ وَالْمَرْجَانُ ۝۲۲

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے لگتا ہے ان دونوں سے موتی اور مونگا

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۲۳ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور اسی کے ہیں جہاز اونچے کھڑے

فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝۲۴ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۲۵

دریا میں جیسے پہاڑ ♦ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝۲۶ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ

جو کوئی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گا منہ تیرے رب کا

ذُو الْجَلَلِ وَالْإِكْرَامِ ۝۲۷ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

بزرگی اور عظمت والا ♦ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبِينَ ۝۲۸ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

جھٹلاؤ گے اس سے مانگتے ہیں جو کوئی ہیں آسمانوں میں اور زمین میں

كُلِّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝۲۹ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۳۰

ہر روز اس کو ایک دھندا ہے (اس کا ایک کام ہے) ♦ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَيْنِ ۝۳۱ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

ہم جلد فارغ ہونے والے ہیں تمہاری طرف اے دو بھاری قافلوں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

◆ میٹھا اور کھاری پانی | یعنی ایسا نہیں کہ میٹھا اور کھاری پانی ایک دوسرے پر چڑھائی کر کے اس کی خاصیت وغیرہ کو بالکل زائل کر دے یا دونوں مل کر دنیا کو غرق کر ڈالیں۔ اس آیت کے مضمون کے متعلق کچھ تقریر سورۃ "فرقان" کے اواخر میں گزر چکی ہے۔ اس کو ملاحظہ کر لیا جائے۔

◆ یعنی کشتیاں اور جہاز گو بظاہر تمہارے بنائے ہوئے ہیں مگر خود تم کو اللہ نے بنایا اسی نے وہ قوتیں اور سامان عطا کئے جن سے جہاز تیار کرتے ہو۔ لہذا تم اور تمہاری مصنوعات سب کا مالک و خالق وہ ہی خدا ہوا۔ اور یہ سب اسی کی نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں ہوئیں۔ تنبیہ | یہ جملہ پہلے جملہ "يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ الْخ" کے مقابل ہے، یعنی دریا کے نیچے سے وہ نعمتیں نکلتی ہیں اور اوپر یہ نعمتیں موجود ہیں۔

◆ یعنی زمین و آسمان کی تمام مخلوق زبان حال و قال سے اپنی حاجات اسی خدا سے طلب کرتی ہے۔ کسی کو ایک لمحہ کے لئے اس سے استغناء نہیں۔ اور وہ بھی سب کی حاجت روائی اپنی حکمت کے موافق کرتا ہے۔ ہر وقت اس کا الگ کام اور ہر روز اس کی نئی شان ہے۔ کسی کو مارنا، کسی کو جلانا، کسی کو بیمار کرنا، کسی کو تندرست کر دینا، کسی کو بڑھانا، کسی کو گھٹانا، کسی کو دینا، کسی سے لینا اس کی شئون میں داخل ہیں۔
وقس علی ہذا۔

◆ ہر دن اللہ کی نئی شان ہے | یعنی دنیا کے یہ کام اور دھندے عنقریب ختم ہونے والے ہیں۔ اس کے بعد ہم دوسرا دور شروع کریں گے۔ جب تم دونوں بھاری قافلوں (جن والنس) کا حساب کتاب ہوگا مجرموں کی پوری طرح خبر لی جائے گی۔ اور وفاداروں کو پورا صلہ دیا جائے گا۔

تُكَذِّبِينَ ۝۳۲ يَمْعُشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسُ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ

جھٹلاؤ گے اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے اگر تم سے ہو سکے

أَنْ تَنْفِذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

کہ نکل بھاگو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے

فَأَنْفِذُوا وَلَا تَنْفِذُونَ إِلَّا بِسُلْطَنِ ۝۳۳ فَبِأَيِّ آلَاءِ

تو نکل بھاگو نہیں نکل سکنے کے بدون سند کے ۱ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۳۴ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شَوَاظُ مِّنْ

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ۲ پھوڑے جائیں تم پر شعلے

نَارٍ ۝۳۵ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرِينَ ۝۳۶ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

آگ کے صاف اور دھواں ملے ہوئے پھر تم بدلہ نہیں لے سکتے ۳ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبِينَ ۝۳۷ فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً

جھٹلاؤ گے ۴ پھر جب پھٹ جائے آسمان تو ہو جائے گلابی

كَالِدِّهَانِ ۝۳۸ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۳۹

جیسے زری (تیل کی تلچٹ) ۵ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌ ۝۴۰

پھر اس دن پوچھ نہیں اس کے گناہ کی کسی آدمی سے اور نہ جن سے ۶

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۴۱ يُعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ۷ پہچانے پڑیں گے گنہگار اپنے چہرے سے

◆ اللہ کی حکومت سے فرار ممکن نہیں | یعنی اللہ کی حکومت سے کوئی چاہے کہ نکل بھاگے تو بدون قوت اور غلبہ کے کیسے بھاگ سکتا ہے کیا خدا سے زیادہ کوئی قوی اور زور آور ہے۔ پھر نکل کر جائے گا کہاں، دوسری قلمرو کوئی ہے جہاں پناہ لے گا۔ نیز دنیا کی معمولی حکومتیں بدون سند اور پروانہ راہداری کے اپنی قلمرو سے نکلنے نہیں دیتیں تو اللہ بدون سند کے کیوں نکلنے دے گا۔

◆ یعنی اس طرح کھول کھول کر سمجھانا اور تمام نشیب و فراز پر متنبہ کرنا کتنی بڑی نعمت ہے۔ کیا اس نعمت کی تم قدر نہیں کرو گے اور اللہ کی ایسی عظیم الشان قدرت کو جھٹلاؤ گے۔

◆ جہنم کا دھواں اور شعلے | یعنی جس وقت مجرموں پر آگ کے صاف شعلے اور دھواں طے ہوئے شرارے چھوڑے جائیں گے کوئی ان کو دفع نہ کر سکے گا۔ اور نہ وہ اس سزا کا کچھ بدلہ لے سکیں گے۔

◆ مجرموں کو سزا دینا بھی نعمت ہے | مجرموں کو سزا دینا بھی وفاداروں کے حق میں انعام ہے اور اس سزا کا بیان کرنا تا لوگ سن کر اس جرم سے باز رہیں، یہ مستقل انعام ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”ہر آیت میں نعمت جتنائی کوئی اب نعمت ہے اور کسی کی خبر دینا نعمت ہے، کہ اس سے بچیں۔“

◆ یعنی قیامت کے دن آسمان پھٹے گا اور رنگ میں لال زری کی طرح ہو جائے گا۔

◆ یعنی کسی آدمی یا جن سے اس کے گناہوں کے متعلق معلوم کرنے کی غرض سے سوال نہ کیا جائے گا کیونکہ خدا کو پہلے سے سب کچھ معلوم ہے۔ ہاں بطور الزام و توبیخ ضابطہ کا سوال کریں گے۔ کما قال ”فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ“ (حجرو۔ رکوع ۶) یا یہ مطلب ہو کہ قبروں سے اٹھتے وقت سوال نہ ہوگا بعد میں ہونا اس کے منافی نہیں۔

◆ مجرموں کے چہروں سے پہچان | یعنی چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیلگوئی سے مجرم خود بخود پہچانے جائیں گے جیسے مؤمنین کی شناخت سجدہ اور وضو کے آثار و انوار سے ہوگی۔

فِيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأُقْدَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ

پھر پکڑا جائے گا پیشانی کے بال سے اور پاؤں سے ۝ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ۝ یہ دوزخ ہے جس کو جھوٹ بتاتے تھے

الْمُجْرِمُونَ ۝ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَبِيبٍ ۝

گنہگار ۝ پھریں گے بچ اس کے اور کھولتے پانی کے ۝

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ وَلِمَنْ خَافَ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور جو کوئی ڈرا

مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

کھڑے ہونے سے اپنے رب کے آگے اس کے لیے ہیں دو باغ ۝ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

جن میں بہت سی شاخیں ۝ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

فِيهِمَا عَيْنٌ تَجْرِي ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

ان دونوں میں دو چشمے بہتے ہیں ۝ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبِينَ ۝ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجِينَ ۝

جھٹلاؤ گے ۝ ان دونوں میں ہر میوہ قسم قسم کا ہوگا

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ مُتَكِينِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ۝ تکیہ لگائے بیٹھے بچھونوں پر

یعنی کسی کے بال اور کسی کی ٹانگ پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ یا ہر ایک مجرم کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر پیشانی کو پاؤں سے ملا دیں گے اور زنجیر وغیرہ سے جکڑ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔

یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ یہ وہی دوزخ ہے جس کا دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔

کھولتے پانی کا عذاب | یعنی کبھی آگ کا اور کبھی کھولتے پانی کا عذاب ہوگا۔ (اعاذنا اللہ
منہما ومن سائر انواع العذاب)

اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے دو باغ | یعنی جس کو دنیا میں ڈر لگا رہا کہ ایک روز اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے۔ اور اسی ڈر کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہا اور پوری طرح تقویٰ کے راستوں پر چلا اس کے لئے وہاں دو عالیشان باغ ہیں جن کی صفات آگے بیان کی گئی ہیں۔

یعنی مختلف قسم کے پھل ہوں گے اور درختوں کی شاخیں نہایت پر میوہ اور سایہ دار ہوں گی۔

یعنی جو کسی وقت تھمتے نہیں۔ نہ خشک ہوتے ہیں۔

بَطَّانُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَّا الْجَدَّتَيْنِ دَانٍ ۝۵۳

جن کے استر تافے کے اور میوہ ان باغوں کا جھک رہا

فَبَايَ الْاَءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۵۴ فِيْهِنَّ قُصِرَتْ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھلاؤ گے ان میں عورتیں ہیں بچی

الْطَّرْفِ لَمْ يَطْمِئِنَّ اِنْسُ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝۵۵

نگاہ والیاں نہیں قربت کی ان سے کسی آدمی نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے

فَبَايَ الْاَءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۵۶ كَانَتْهُنَّ اِلْيَاقُوتُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھلاؤ گے وہ کیسی جیسے کہ لعل

وَالْمَرْجَانُ ۝۵۷ فَبَايَ الْاَءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۵۸

اور موتکا پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھلاؤ گے

هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝۵۹ فَبَايَ

اور کیا بدلہ ہے نیک کا مگر نیک پھر کیا کیا

الْاَءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۶۰ وَمِنْ دُونِهِمَا

نعمتیں اپنے رب کی جھلاؤ گے اور ان دو کے سوا اور

جَنَّتَيْنِ ۝۶۱ فَبَايَ الْاَءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۶۲

دو باغ ہیں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھلاؤ گے

مُدْهَامَتَيْنِ ۝۶۳ فَبَايَ الْاَءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۶۴

گہرے بزم جیسے سیاہ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھلاؤ گے

◆ اہل جنت کے بچھونے | جب ان کا استردیزریشم کا ہوگا تو ابرے کو اسی سے قیاس کر لو۔ کیسا کچھ ہوگا۔

◆ جس کے چننے میں کلفت نہ ہوگی۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے، ہر حالت میں بے تکلف متمتع ہو سکیں گے۔

◆ جنت کی عورتیں | یعنی ان کی عصمت کو کسی نے بھی نہ چھوا، نہ انہوں نے اپنے ازواج کے سوا کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

◆ یعنی ایسی خوش رنگ اور بیش بہاء۔

◆ یعنی نیک بندگی کا بدلہ نیک ثواب کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ ان جنتیوں نے دنیا میں اللہ کی انتہائی عبادت کی تھی۔ گویا وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ اللہ نے ان کو انتہائی بدلہ دیا۔ "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ" (سجدہ۔ رکوع ۲) شاید اس میں دولت دیدار کی طرف بھی اشارہ ہو۔ واللہ اعلم۔

◆ جنت کے دو باغ | شاید پہلے دو باغ مقربین کے لئے تھے اور یہ دونوں اصحاب یحییٰ کے لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ سبزی جب زیادہ گہری ہوتی ہے تو سیاہی مائل ہو جاتی ہے۔

فِيهِمَا عَيْنٌ نَصَّا خَتَنَ ﴿٦٦﴾ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا

ان میں دو چشمے ہیں اچھے ہوئے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبُنِ ﴿٦٧﴾ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَانٌ ﴿٦٨﴾

جھلاؤ گے ان میں میوے ہیں اور کھجوریں اور انار

فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرَاتٌ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھلاؤ گے ان سب باغوں میں اچھی عورتیں ہیں

حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُنِ ﴿٧١﴾ حُورٌ

خوب صورت پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھلاؤ گے حوریں ہیں

مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا

رکی رہنے والیاں خیموں میں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبُنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِئْنُنَّ اَنَسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ ﴿٧٤﴾

جھلاؤ گے نہیں ہاتھ لگایا ان کو کسی آدمی نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے

فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُنِ ﴿٧٥﴾ مُتَكِينٌ عَلٰ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھلاؤ گے تکیہ لگائے بیٹھے

رَفْرَفٍ خُضِرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَيَايَ الْآءِ

ہز مسندوں پر اور قیمتی بچھونے نفیس پر پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبُنِ ﴿٧٧﴾ تَبْرَكَ اَسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَلِ

اپنے رب کی جھلاؤ گے بڑی برکت ہے نام کو تیرے رب کی جو بڑائی والا

♦ جنت کے انار اور کھجور | مگر یہاں کے انار اور کھجوروں پر قیاس نہ کیا جائے۔ ان کی کیفیت اللہ ہی جانے۔

♦ یعنی اچھے اخلاق کی خوبصورت اور خوب سیرت۔

♦ گھروں میں رکنے والی حوریں | اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت ذات کی خوبی گھر میں رکے رہنے ہی سے ہے۔

وَالْاِکْرَامِ ۴۸

اور عظمت والا ہے

ایاتھا ۹۶ ﴿۵۶﴾ سُورَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ ﴿۳۶﴾ رُكُوعَاتُهَا ۳

سورہ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھیانوے آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۱ لَيْسَ لَوْفَعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۲

جب ہو پڑے ہو پڑنے والی نہیں ہے اس کے ہو پڑنے میں کچھ جھوٹ

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۳ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًا ۴

پست کرنے والی ہے بلند کرنے والی جب لرزے زمین کپکپا کر

وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًا ۵ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنبَثًا ۶

اور ریزہ ریزہ ہوں پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر پھر ہو جائیں غبار اڑتا ہوا

وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۷ فَاصْحَبُ الْمِیْمَنَةِ ۸

اور تم ہو جاؤ تین قسم پر پھر دائیں والے

مَا اَصْحَبُ الْمِیْمَنَةِ ۹ وَاَصْحَبُ الشُّمُكَةِ ۱۰

کیا خوب ہیں دائیں والے اور بائیں والے

مَا اَصْحَبُ الشُّمُكَةِ ۱۱ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۱۲

کیا برے لوگ ہیں بائیں والے اور اگلاڑی والے تو (سو) اگلاڑی والے

اللہ کے نام کی برکات | یعنی جس نے اپنے وفاداروں پر ایسے احسان و انعام فرمائے اور غور کر دو تو تمام نعمتوں میں اصلی خوبی اسی کے نام پاک کی برکت سے ہے۔ اور اسی کا نام لینے سے یہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں پھر سمجھ لو جس کے اسم میں اس قدر برکت ہے کسی میں کیا کچھ ہوگی۔
”وَنَسْأَلُ اللّٰهَ الْكَرِيْمَ الْوَهَّابَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَنْ يُجْعَلَنَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْاُولٰٓئِیْنِ“ امین۔ تم سورۃ الرحمن ولله الحمد والمنہ۔

سورۃ الواقعة

وقوع قیامت میں کوئی شبہ نہیں | یعنی قیامت جب ہو پڑے گی اس وقت کھل جائے گا کہ یہ کوئی جھوٹی بات نہ تھی۔ نہ اسے کوئی ٹلا سکے گا۔ نہ واپس کر سکے گا۔ اور ”لَا یَتَفَكُّ اللّٰهُ مِنْ یُسُوفُث“ وغیرہ کے جھوٹے دعوے سب ختم ہو جائیں۔ کوئی شخص جھوٹی تسلیوں سے اس دن کی ہولناکیوں کو گھٹانا چاہے یہ بھی نہ ہوگا۔

قیامت بلند اور پست کرنے والی ہے | یعنی ایک گروہ کو نیچے لے جاتی ہے اور ایک گروہ کو اوپر اٹھاتی ہے۔ بڑے بڑے منکبوروں کو جو دنیا میں بہت معزز اور سر بلند سمجھے جاتے تھے اسفل السالمین کی طرف دھکیل کر دوزخ میں پہنچا دے گی اور کتنے ہی متواضعین کو جو دنیا میں پست اور حقیر نظر آتے تھے، ایمان و عمل صالح کی بدولت جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز کرے گی۔
پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے | یعنی زمین میں سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔

قیامت میں انسانوں کی تین قسمیں | یعنی وقوع قیامت کے بعد کل آدمیوں کی تین قسمیں کردی جائیں گی۔ دوزخی، عام جنتی، اور خواص مقربین جو جنت کے نہایت اعلیٰ درجات پر فائز ہوں گے۔ آگے تینوں کا مجملہ ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان کے احوال کی تفصیل بیان ہوگی۔

دائیں اور بائیں والے | یعنی جو لوگ عرش عظیم کی داہنی طرف ہوں گے جن کو اخذ یشاق کے وقت آدم کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا۔ اور ان کا اعمال نامہ بھی داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتے بھی ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔ اس روز ان کی خوبی اور یمن و برکت کا کیا کہنا، شب معراج میں حضور ﷺ نے ان ہی کی نسبت دیکھا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی داہنی طرف نظر کر کے ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

یہ لوگ آدم کے بائیں پہلو سے نکالے گئے، عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے۔ اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتے بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے، ان کی نحوست اور بد بختی کا کیا لھکانا۔

أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ﴿١١﴾ فِي جَنَّاتٍ النَّعِيمِ ﴿١٢﴾

وہ لوگ ہیں مقرب باغوں میں نعمت کے

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿١٤﴾

انبوہ ہے پہلوں میں سے اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں سے

عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ﴿١٥﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ ﴿١٦﴾

بیٹھے ہیں جزاؤں تختوں پر کنبہ لگائے ان پر ایک دوسرے کے سامنے

يُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ وَلَدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ

لئے پھرتے ہیں ان کے پاس لڑکے سدا رہنے والے آنچورے

وَأَبَارِيقَ ۙ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿١٨﴾ لَا يُصَدَّعُونَ

اور کوزے اور پیالہ تھری (صاف) شراب کا جس سے نہ سرد کئے

عَنْهَا وَلَا يُنْزَفُونَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَبَّرُونَ ﴿٢٠﴾

اور نہ بکواس گئے اور میوہ جو نسا پسند کر لیں

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾

اور گوشت اڑتے جانوروں کا جس قسم کو جی چاہے اور عورتیں گوری بڑی آنکھوں والیاں

كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا

جیسے موتی کے دانے اپنے غلاف کے اندر بدلہ ان کاموں کا جو

يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾

کرتے تھے نہیں سنیں گے وہاں بکواس اور نہ گناہ کی بات

سابقین اولین | یعنی جو لوگ کمالات علیہ و عملیہ اور مراتب تقویٰ میں دوڑ کر اصحاب یمین سے آگے نکل گئے۔ وہ حق تعالیٰ کی رحمتوں اور مراتب قرب و وجاہت میں بھی سب سے آگے ہیں۔
 ("وَهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالرُّسُلُ وَالصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ يَكُونُونَ بَيْنَ يَدَيِ رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ")
 کما قال ابن کثیر

اولین اور آخرین کی تفسیر | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "پہلے کہا، پہلی امتوں کو، اور پچھلی یہ امت (محمدیہ) یا پہلے پچھلے اسی امت کے (مراد ہوں) یعنی اعلیٰ درجہ کے لوگ پہلے بہت ہو چکے ہیں۔ پیچھے کم ہوتے ہیں۔" تنبیہ | اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر میں یہ دونوں احتمال بیان کئے ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی اور روح المعانی میں طبرانی وغیرہ سے ایک حدیث ابو بکرہ کی بسند حسن نقل کی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کے متعلق فرمایا هُمْمَا جَمِيعَانِ هَذِهِ الْأُمَّةُ۔ واللہ اعلم۔ ابن کثیر نے ایک تیسرا مطلب آیت کا بیان کیا ہے۔ احقر کو وہ پسند ہے۔ یعنی ہر امت کے پہلے طبقہ میں نبی کی صحبت یا قرب عہد کی برکت سے اعلیٰ درجہ کے مقربین جس قدر کثرت سے ہوئے ہیں، پچھلے طبقوں میں وہ بات نہیں رہی۔ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ "خَيْرُ الْقُرُونِ قُرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ" ہاں اگر ابو بکرہ کی حدیث صحیح ہو جیسا کہ روح المعانی میں ہے تو ظاہر ہے وہ ہی مطلب متعین ہوگا۔

اہل جنت کے احوال | جو سونے کے تاروں سے بنے گئے ہیں۔
 یعنی نشست ایسی ہوگی کہ کسی ایک کی پیٹھ دوسرے کی طرف نہ رہے گی۔
 یعنی خدمت کے لئے لڑکے ہوں گے جو سدا ایک حالت پر رہیں گے۔
 جنت کی شراب | یعنی تھری اور صاف شراب جس کے قدرتی چشمے جاری ہوں گے اس کے پینے سے نہ سرگرائی ہوگی نہ بکواس لگے گی کیونکہ اس میں نشہ نہ ہوگا۔ خالص سرور اور لذت ہوگی۔
 یعنی جس وقت جو میوہ پسند ہو اور جس قسم کا گوشت مرغوب ہو بدون محنت و تعب کے پہنچے گا۔
 گوشت اور میوے | یعنی صاف موتی کی طرح جس پر گرد و غبار کا ذرا بھی اثر نہ آیا ہو۔

إِلَّا قِيْلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ هَ مَا

مگر ایک بولنا سلام سلام ۱ اور داہنے والے کیا

أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝ وَ طَلْحٍ

کہنے داہنے والوں کے رہتے ہیں بیری کے درختوں میں جن میں کاٹا نہیں ۲ اور کیلے

مَنْضُودٍ ۝ وَ ظِلٍّ مَّندُودٍ ۝ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۝ وَ

تہ پرتہ اور سایہ لبا ۳ اور پانی بہتا ہوا اور

فَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۝

میوہ بہت نہ اس میں سے ٹوٹا اور نہ روکا ہوا ۴

وَفُرْشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۝ إِنَّا أَنْشَأْنَهُنَّ إِنْشَاءً ۝

اور بچھونے اونچے ۵ ہم نے اٹھایا (پیدا کیا) ان عورتوں کو ایک اچھی اٹھان (پیدائش) پر

فَجَعَلْنَهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝ لِأَصْحَابِ

پھر کیا ان کو کنواریاں پیار دلانے والیاں ہم عمر واسطے داہنے

الْيَمِينِ ۝ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَ شُلَّةٌ مِّنَ

والوں کے ۶ انبوہ ہے پہلوں میں سے اور انبوہ ہے

الْآخِرِينَ ۝ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ هَ مَا أَصْحَابُ

پچھلوں میں سے ۷ اور بائیں والے کہے

الشِّمَالِ ۝ فِي سَوْمٍ وَحَبِيمٍ ۝ وَ ظِلٍّ مِّنْ

بائیں والے تیز بھاپ میں اور جلتے پانی میں اور سایہ میں

یعنی لغو اور واہیات باتیں وہاں نہیں ہوں گی نہ کوئی جھوٹ بولے گا نہ کسی پر جھوٹی تہمت رکھے گا۔ بس ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آئیں گی۔ یعنی جنتی ایک دوسرے کو اور فرشتے جنتیوں کو سلام کریں گے۔ اور رب کریم کا سلام پہنچے گا جو بہت ہی بڑے اعزاز و اکرام کی صورت ہے اور سلام کی یہ کثرت اس کی طرف اشارہ ہے کہ اب یہاں پہنچ کر تم آفات اور مصائب سے محفوظ اور صحیح و سالم رہو گے نہ کسی طرح کا آزار پہنچے گا نہ موت آنیگی نہ فنا۔

جو قسم قسم کے مزیدار پھلوں سے لدے ہوں گے۔

جنت کا موسم | یعنی نہ دھوپ ہوگی نہ گرمی سردی لگے گی۔ نہ اندھیرا ہوگا۔ صبح کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے جیسا درمیانی وقت ہوتا ہے ایسا معتدل سایہ سمجھو اور لمبا پھیلا ہوا اتنا کہ بہترین تیز رفتار گھوڑا سو برس تک متواتر چلتا رہے تو ختم نہ ہو۔

جنت کے پھل | بہت قسم کا میوہ نہ پہلے اس میں سے کسی نے توڑا نہ دنیا کے موسمی میوؤں کی طرح آئندہ ختم ہونا اس کے لینے میں کسی قسم کی روک ٹوک پیش آئے۔

جنت کے فرش | یعنی بے حد دبیز اور اونچے ظاہر میں بھی اور رتبہ میں بھی۔

جنت کی عورتیں | یعنی حوریں اور دنیا کی عورتیں جو جنت میں ملیں گی وہاں ان کی پیدائش اور اٹھان خدا کی قدرت سے ایسی ہوگی کہ ہمیشہ خوبصورت جوان بنی رہیں گی۔ جن کی باتوں اور طرز و انداز پر بیساختہ پیار آئے اور سب کو آپس میں ہم عمر رکھا جائیگا اور ان کے ازواج کے ساتھ بھی عمر کا تناسب برابر قائم رہے گا۔

یعنی اصحاب یمن پہلوں میں بھی بکثرت ہوئے ہیں اور پچھلوں میں بھی ان کی بہت کثرت ہوگی۔

يَحْشُرُ^{۳۳} لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ^{۳۴} إِنَّهُمْ كَانُوا

دھوئیں کے نہ ٹھنڈا اور نہ عزت کا ♦ وہ لوگ تھے

قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ^{۳۵} وَكَانُوا يُصْرُوفُونَ

اس سے پہلے خوش حال اور ضد کرتے تھے

عَلَى الْحَنْثِ الْعَظِيمِ^{۳۶} وَكَانُوا يَقُولُونَ هَٰ أَئِذَا

اس (ایک) بڑے گناہ پر ♦ اور کہا کرتے تھے کیا

مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ؕ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ^{۳۷}

جب ہم مر گئے اور ہو چکے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے

أَوَابَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ^{۳۸} قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَ

اور کیا ہمارے اگلے باپ دادے بھی ♦ تو کہہ دے کہ اگلے اور

الْآخِرِينَ^{۳۹} لَمَجْمُوعُونَ ؕ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ

بجھلے سب اکٹھے ہونے والے ہیں ایک دن مقرر کے

مَعْلُومٍ^{۴۰} ثُمَّ إِنَّكُمْ إِلَيْهَا الصَّالُونَ^{۴۱} الْمُكَذِّبُونَ^{۴۲}

وقت پر ♦ پھر تم جو ہو اے انکے ہوؤ جھلانے والو

لَا تَكُلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زُقُومٍ^{۴۳} فَكَالْتُونَ

البتہ کھاؤ گے ایک درخت سیہنڈ کے سے پھر بھرو گے

مِنْهَا الْبُطُونَ^{۴۴} فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ مِنْ

اس سے پیٹ ♦ پھر پیو گے اس پر ایک

♦ دوزخ کے مختلف احوال | یعنی دوزخ کی آگ سے کالا دھواں اٹھے گا۔ اس کے سائے میں رکھے جائیں گے۔ جس سے کوئی جسمانی یا روحانی آرام نہ ملے گا۔ نہ ٹھنڈک پہنچے گی۔ نہ وہ عزت کا سایہ ہوگا۔ ذلیل و خوار اس کی تپش میں بجھتے رہیں گے۔ یہ ان کی دنیوی خوشحالی کا جواب ہوا جس کے غرور میں اللہ اور رسول سے ضد باندھی تھی۔

♦ وہ بڑا گناہ کفر و شرک ہے اور تکذیب انبیاء یا جھوٹی قسمیں کھا کر یہ کہنا کہ مرنے کے بعد ہرگز کوئی زندگی نہیں۔ کما قال تعالیٰ "وَأَلْسُمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَمُوتُ" (نحل۔ رکوع ۵)

♦ گناہ پر کفار کا اصرار | جو ہم سے بھی بہت پہلے مر چکے۔ یعنی یہ بات کس کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

♦ یعنی قیامت کے دن جس کا وقت اللہ کے علم میں مقرر ہے۔

♦ دوزخیوں کا کھانا | یعنی جب بھوک سے مضطر ہو گے تو یہ درخت کھانے کو ملے گا اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا۔

الْحَبِيمِ ۝ فَشَرِبُونَ شُرْبَ الْهَيْمِ ۝ هَذَا

جلا پانی پھر پوگے جیسے پیش اونٹ تو نئے ہوئے (شک والے) ♦

نُزِلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۝ نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا

مہمانی ہے ان کی انصاف کے دن ♦ ہم نے تم کو بنایا پھر کیوں نہیں

تُصَدِّقُونَ ۝ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُنْمُونَ ۝ ءَأَنْتُمْ

سچ مانتے ♦ بھلا دیکھو تو جو پانی تم نکالتے ہو اب تم

تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝ نَحْنُ قَدَرْنَا

اس کو بناتے ہو یا ہم ہیں بنانے والے ♦ ہم ٹھہرا چکے

بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمُسْبِقِينَ ۝ عَلَى أَنْ

تم میں مرنا ♦ اور ہم عاجز نہیں اس بات سے کہ

نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

بدلے میں لے آئیں تمہاری طرح کے لوگ ♦ اور اٹھا کھڑا کریں تم کو وہاں جہاں تم نہیں جانتے

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ۝

اور تم جان چکے ہو پہلا اٹھان پھر کیوں نہیں یاد کرتے ♦

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝ ءَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ

بھلا دیکھو تو جو تم بوتے ہو کیا تم اس کو کرتے ہو بھیتی یا

نَحْنُ الزَّارِعُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا

ہم ہیں بھیتی کر دینے والے ♦ اگر ہم چاہیں تو کر ڈالیں اس کو روند ا ہوا گھاس

کھولتا ہوا پانی | یعنی گرمی میں تو نسا ہوا اونٹ جیسے پیاس کی شدت سے ایک دم پانی چڑھاتا چلا جاتا ہے۔ یہ ہی حال دوزخیوں کا ہوگا لیکن وہ گرم پانی جب منہ کے قریب پہنچائیں گے تو منہ کو بھون ڈالے گا، اور پیٹ میں پہنچے گا تو آنتیں کٹ کر باہر آ پڑیں گی (العیاذ باللہ)

یعنی انصاف کا مقتضاء یہ ہی تھا کہ ان کی مہمانی اس شان سے کی جائے۔

یعنی اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ پہلے بھی اس نے پیدا کیا اور وہ ہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

انسان کا خالق کون ہے؟ | یعنی رحم مادر میں نطفہ سے انسان کون بناتا ہے۔ وہاں تو تمہارا کسی کا ظاہر تصرف بھی نہیں چلتا۔ پھر ہمارے سوا کون ہے جو پانی کے قطرہ پر ایسی خوبصورت تصویر کھینچتا اور اس میں جان ڈالتا ہے۔

یعنی جلانا مارنا سب ہمارے قبضے میں ہے۔ جب وجود و عدم کی باگ ہمارے ہاتھ میں ہوئی تو مرنے کے بعد اٹھادینا کیا مشکل ہوگا۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی تم کو اور جہان میں لے جائیں۔ تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بسادیں۔“

یعنی پہلی پیدائش کو یاد کر کے دوسری کو بھی سمجھ لو۔

زمین سے تم اُگاتے ہو یا ہم؟ | یعنی بظاہر بیج زمین میں تم ڈالتے ہو لیکن زمین کے اندر اس کی پرورش کرنا پھر باہر نکال کر ایک لہلہاتی کھیتی بنا دینا کس کا کام ہے اس کے متعلق تو ظاہری اور سطحی دعویٰ بھی تم نہیں کر سکتے کہ ہمارے تیار کی ہوئی ہے۔

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمَغْرُمُونَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ

پھر تم سارے دن رہو باتیں بناتے ہم تو قرض دار رہ گئے بلکہ ہم

مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾

بے نصیب ہو گئے بھلا دیکھو تو پانی کو جو تم پیتے ہو

ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ﴿٦٩﴾

کیا تم نے اتارا اس کو بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے

لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧٠﴾

اگر ہم چاہیں کر دیں اس کو کھارا پھر کیوں نہیں احسان مانتے

أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿٧١﴾ ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمُ

بھلا دیکھو تو آگ جس کو تم سلگاتے ہو (نکالتے ہو سبز درخت سے) کیا تم نے پیدا کیا

شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا

اس کا درخت یا ہم ہیں پیدا کرنے والے ہم نے ہی تو بنایا وہ درخت

تَذِكْرَةً وَامْتِنَاعًا لِلْمُقْوِينَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ

یاد دلانے کو اور برتنے کو جنگل والوں کے سو بول پاکی اپنے رب کے

رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِمَوْقِعِ النُّجُومِ ﴿٧٥﴾

نام کی جو سب سے بڑا سو میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے ڈوبنے کی

وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ﴿٧٦﴾ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ

اور یہ قسم ہے اگر سمجھو تو بڑی قسم بے شک یہ قرآن ہے

یعنی کھیتی پیدا کرنے کے بعد اس کا محفوظ اور باقی رکھنا بھی ہمارا ہی کام ہے۔ ہم چاہیں تو کوئی آفت بھیج دیں جس سے ایک دم میں ساری کھیتی تہس نہس ہو کر رہ جائے پھر تم سر پکڑ کر روؤ اور آپس میں بیٹھ کر باتیں بنانے لگو کہ میاں ہمارا تو بڑا بھاری نقصان ہو گیا۔ بلکہ سچ پوچھو تو بالکل خالی ہاتھ ہو گئے۔

بارش تم پر ستارے ہو یا ہم؟ یعنی بارش بھی ہمارے حکم سے آتی ہے اور زمین کے خزانوں میں وہ پانی ہم ہی جمع کرتے ہیں۔ تم کو کیا قدرت تھی کہ پانی بنا لیتے یا خوشامد اور زبردستی کر کے بادل سے چھین لیتے۔

میٹھے پانی کی نعمت | یعنی ہم چاہیں تو میٹھے پانی کو بدل کر کھاری کڑوا بنا دیں جو نہ پی سکو نہ کھیتی کے کام آئے۔ پھر احسان نہیں مانتے کہ ہم نے میٹھے پانی کے کتنے خزانے تمہارے ہاتھ میں دے رکھے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی پی کر فرماتے ہیں۔ ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهِ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا أَوْ جَا بِلْذُنُوبِنَا“ (ابن کثیر)

عرب میں کئی درخت سبز ایسے ہیں جن کو گر کرنے سے آگ نکلتی ہے جیسے ہمارے ہاں بانس، پہلے سورہ ”ینس“ میں اس کا بیان ہو چکا۔ یعنی ان درختوں میں آگ کس نے رکھی ہے۔ تم نے یا ہم نے۔

نصیحت پکڑو | یعنی یہ آگ دیکھ کر دوزخ کی آگ کو یاد کریں کہ یہ بھی اسی کا ایک حصہ اور ادنیٰ نمونہ ہے اور سوچنے والے کو یہ بات بھی یاد آ سکتی ہے کہ جو خدا سبز درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ یقیناً مردہ کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہوگا۔

جنگل والوں اور مسافروں کو آگ سے بہت کام پڑتا ہے۔ خصوصاً جاڑے کے موسم میں۔ اور یوں تو سب ہی کا کام اس سے چلتا ہے۔

تنبیہ | بعض روایات کی بنا پر علماء نے مستحب سمجھا ہے کہ ان آیات میں ہر جملہ استفہامیہ کو تلاوت کرنے کے بعد کہے ”هَلْ أَنتَ بِأَرْبٍ“

ان نعمتوں کا شکر کرو | جس نے ایسی مختلف اور کارآمد چیزیں پیدا کیں اور خالص اپنے فضل و احسان سے ہم کو منتفع کیا اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور منکرین کی گھڑی ہوئی خرافات سے اس کی اور اس کے نام مبارک کی پاکی بیان کرنا چاہئے۔ تعجب ہے کہ لوگ ایسی آیات باہرہ دیکھنے کے بعد بھی اس کی قدرت و وحدانیت کو کمال نہیں سمجھتے۔

اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ قسم کھاتا ہوں آیتوں کے اترنے کی پیغمبروں کے دلوں میں (موضح) یا آیات قرآن کے اترنے کی آسمان سے زمین پر، آہستہ آہستہ تھوڑی تھوڑی۔

كَرِيمٌ ۞ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۞ لَا يَمْسُهَا إِلَّا

عزت والا لکھا ہوا ہے ایک پوشیدہ کتاب میں اس کو وہی چھوتے ہیں

الْمُطَهَّرُونَ ۞ تَنْزِيلُ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۞

جو پاک بنائے گئے ہیں ۞ اتارا ہوا ہے پروردگار عالم کی طرف سے ۞

أَفِيْهِذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُّدْهِنُونَ ۞ وَتَجْعَلُونَ

اب کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو اور اپنا حصہ

رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ مُّكَذِّبُونَ ۞ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ

تم یہی لیتے ہو کہ اس کو جھٹلاتے ہو ۞ پھر کیوں نہیں جس وقت (کسی کی) جان پہنچے

الْحُلُقُومَ ۞ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ۞ وَنَحْنُ

طلق کو اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو اور ہم

أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ۞ فَلَوْلَا

اس کے پاس ہیں تم سے زیادہ پر تم نہیں دیکھتے پھر کیوں نہیں

إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۞ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ

اگر تم نہیں ہو کسی کے حکم (اختیار) میں تو کیوں نہیں پھیر لیتے اس روح کو اگر ہو

صٰدِقِينَ ۞ فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۞

تم سچے ۞ سو جو اگر وہ مردہ ہوا مقرب لوگوں میں

فَرَوْحٌ وَرِيْحَانٌ ۞ وَجَدْتُمْ نَعِيمٌ ۞ وَأَمَّا إِنْ

تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا اور جو اگر

◆ قرآن کو چھونے کے آداب | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی فرشتے اس کتاب کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ وہ کتاب یہی قرآن لکھا ہوا ہے فرشتوں کے ہاتھوں میں یا لوح محفوظ میں۔“ اور بعض نے ”لَا يَمَسُّهُ“ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کی ہے یعنی اس قرآن کو نہیں چھوتے مگر پاک لوگ، یعنی جو صاف دل اور پاک اخلاق رکھتے ہیں۔ وہ ہی اس کے علوم و حقائق تک ٹھیک رسائی پا سکتے ہیں۔ یا اس قرآن کو نہ چھوئیں مگر پاک لوگ، یعنی بدون وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ اس وقت ”لَا يَمَسُّهُ“ کی نفی نہی کے لئے ہوگی۔

◆ رب العالمین کا نازل کردہ کلام | یعنی یہ کوئی جادو ٹوٹکا نہیں نہ کانہوں کی زئیل اور بے سرو پا باتیں ہیں نہ شاعرانہ تک بندیاں بلکہ بڑی مقدس و معزز کتاب ہے، جو رب العالمین نے عالم کی ہدایت و تربیت کے لئے اتاری، جس خدا نے چاند سورج اور تمام ستاروں کا نہایت محکم اور عجیب و غریب نظام قائم کیا، یہ ستارے ایک اٹل قانون کے ماتحت اپنے روزانہ غروب سے اسی کی عظمت و وحدانیت اور قاہرانہ تصرف و اقتدار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں (کما احتج بہ ابراہیم علی قومه) اور زبان حال سے شہادت دیتے ہیں کہ جس اعلیٰ و برتر ہستی اور سلطہ غیبیہ کے ہاتھ میں ہماری باگ ہے وہ ہی اکیلا زمین، بادل، پانی، آگ، ہوا، مٹی اور کائنات کے ذرے ذرے کا مالک و خالق ہوگا۔ کیا ایسے روشن آسمانی نشانات کو دیکھ کر ان مضامین کی صداقت میں کوئی شبہ رہ سکتا ہے جو پہلے رکوع میں بیان ہوئے ہیں۔ اور کیا ایک عاقل اس عظیم الشان نظام فلکی پر نظر ڈال کر اتنا نہیں سمجھ سکتا کہ ایک دوسرا باطنی نظام شمسی بھی جو قرآن کریم اور اس کی آیات یا تمام کتب و صحف ساویہ سے عبارت ہے، اسی پروردگار عالم کا قائم کیا ہوا ہے جس نے اپنی قدرت و رحمت کاملہ سے یہ ظاہری نظام قائم فرمایا۔ وہ ہی پاک خدا ہے جس نے روحانی ستاروں کے غروب ہونے کے بعد آفتاب قرآن کو چمکایا۔ اور اپنی مخلوق کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا۔ آج تک یہ آفتاب برابر چمک رہا ہے۔ کس کی مجال ہے جو اس کو بدل سکے یا غائب کر دے۔ اس کے انوار اور شعاعیں ان ہی دلوں میں پوری طرح منعکس ہوتی ہیں جو مانجھ کر پاک و صاف کر لئے جائیں۔

◆ کفار کی تکذیب اور ناشکری | یعنی کیا یہ ایسی دولت ہے جس سے منتفع ہونے میں تم سستی اور کاہلی کرو۔ اور اپنا حصہ اتنا ہی سمجھو کہ اس کو اور اس کے بتلائے ہوئے حقائق کو جھٹلاتے رہو، جیسے بارش کو دیکھ کر کہہ دیا کرتے ہو کہ فلاں ستارہ فلاں برج میں آگیا تھا اس سے بارش ہوگئی۔ گویا خدا سے کوئی مطلب ہی نہیں۔ اسی طرح اس باران رحمت کی قدر نہ کرنا جو قرآن کی صورت میں نازل ہوئی ہے اور یہ کہہ دینا کہ وہ اللہ کی اتاری ہوئی نہیں، سخت بد بختی اور حرماں نصیبی ہے۔ کیا ایک نعمت کی شکر گزاری یہ ہی ہے کہ اس کو جھٹلایا جائے۔

◆ کیا تم کسی کے قابو میں نہیں ہو؟ | یعنی ایسی بے فکری اور بے خونی سے اللہ کی باتوں کو جھٹلاتے ہو، گویا تم کسی دوسرے کے حکم اور اختیار میں نہیں، یا کبھی مرنا اور خدا کے ہاں جانا ہی نہیں۔ اچھا جس وقت تمہارے کسی عزیز و محبوب کی جان نکلنے والی ہو، سانس حلق میں اٹک جائے، موت کی سختیاں گزر رہی ہوں اور تم پاس بیٹھے اس کی بے بسی اور در ماندگی کا تماشا دیکھتے ہو، اور دوسری طرف خدا یا اس کے فرشتے تم سے زیادہ اس کے نزدیک ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے اگر تم کسی دوسرے کے قابو میں نہیں تو اس وقت کیوں اپنے پیارے کی جان کو اپنی طرف نہیں پھیر لیتے اور کیوں بادل نخواستہ اپنے سے جدا ہونے دیتے ہو دنیا کی طرف واپس لا کر اسے آنے والی سزا سے کیوں بچا نہیں لیتے۔ اگر اپنے دعووں میں سچے ہو تو ایسا کر دکھاؤ۔

كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ فَسَلِّمْ لَكَ مِنْ

تو سلامتی پہنچے تجھ کو

داہنے والوں میں

وہ ہوا

أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ

جھٹلانے والوں

اور جو اگر وہ ہوا

داہنے والوں سے

الضَّالِّينَ ۝ فَزُلْ مِنْ حَمِيمٍ ۝ وَتَصْلِيَةٌ

اور ڈالنا

تو مہمانی ہے جلتا پانی

بھگنے والوں میں سے

جَحِيمٍ ۝ إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ۝ فَسَبِّحْ

سو بول پاکی

بے شک یہ بات ہی ہے لائق یقین کے

آگ میں

بِسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

اپنے رب کے نام سے جو سب سے بڑا

آيَاتُهَا ۲۹ ﴿٥٤﴾ سُورَةُ الْحَدِيدِ مَدَنِيَّةٌ ۹۴ ﴿٩٣﴾ رُكُوعَاتُهَا ۴

سورۃ حدید مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی انتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ

اور وہی ہے زبردست

اور زمین میں

جو کچھ ہے آسمانوں میں

اللہ کی پاکی بولتا ہے

الْحَكِيمُ ۝ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يُجِي وَ

جلاتا ہے اور

اسی کے لیے ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا

حکمتوں والا

مقربین اور اصحاب یمین | یعنی تم ایک منٹ کے لئے نہیں روک سکتے۔ اس کو اپنے ٹھکانے پر پہنچنا ضروری ہے۔ اگر وہ مردہ مقربین میں سے ہوگا تو اعلیٰ درجہ کی روحانی و جسمانی راحت و عیش کے سامانوں میں پہنچ جائے گا۔ اور ”اصحاب یمین“ میں سے ہوا تب بھی کچھ کھٹکا نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ یعنی خاطر جمع رکھ ان کی طرف سے۔ ”یا یہ مطلب ہے کہ اصحاب یمین کی طرف سے اس کو سلام پہنچے گا۔ یا اس کو کہا جائے گا کہ تیرے لئے آئندہ سلامتی ہی سلامتی ہے، اور تو ”اصحاب یمین“ میں شامل ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ موت سے پہلے ہی مرنے والے کو یہ بشارتیں مل جاتی ہے۔ اور اسی طرح مجرموں کو ان کی بد حالی کی اطلاع دے دی جاتی ہے۔

یعنی اس کا انجام یہ ہوگا کہ مرنے سے پہلے اسکی خبر سنا دی جائے گی۔

آخرت کی یہ تمام خبریں سچی ہیں | یعنی تمہاری تکذیب سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ اس صورت میں مومنین اور مجرمین کی خبر دی گئی ہے بالکل یقینی ہے، اسی طرح ہو کر رہے گا۔ خواہ مخواہ شبہ پیدا کر کے اپنے نفس کو دھوکا نہ دو۔ بلکہ آنے والے وقت کی تیاری کرو۔

اللہ کی تسبیح میں مشغول رہو | یعنی تسبیح و تحمید میں مشغول رہو کہ یہ ہی وہاں کی بڑی تیاری ہے۔ اس نیک مشغلہ میں لگ رکھنا جن کی دل آزار بیہودگیوں سے بھی یکسوئی رہتی ہے اور ان کے باطل خیالات کا رد بھی ہوتا ہے۔ یہاں سورت کے خاتمہ پر جی چاہتا ہے کہ وہ حدیث نقل کر دی جائے جس پر امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کو ختم فرمایا ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ مُبَحَّانِ لِلَّهِ وَبِحَمْدِهِ مُبَحَّانِ لِلَّهِ الْعَظِيمِ“ تم سورۃ الواقعہ و للہ الحمد والمنا

سورۃ الحديد

ہر شے تسبیح کرتی ہے | یعنی زبان حال سے یا قال سے یادوں سے۔

يُمِيتُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ هُوَ الْأَوَّلُ

ماتا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے ۞ وہی ہے سب سے پہلا

وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اور سب سے پچھلا ۞ اور باہر اور اندر اور وہ سب کچھ

عَلِيمٌ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

جانتا ہے ۞ وہی ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین

فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُعَلِّمُ مَا

چھ دن میں پھر قائم ہوا تخت پر ۞ جانتا ہے جو

يَلْبِغُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

اندر جاتا ہے زمین کے اور جو اس سے نکلتا ہے ۞ اور جو کچھ اترتا ہے

مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْزِبُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ

آسمان سے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے ۞ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں

مَا كُنْتُمْ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ لَهُ

کہیں تم ہو اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے ۞ اسی کے لیے ہے

مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ

راج آسمانوں کا اور زمین کا اور اللہ ہی تک پہنچتے ہیں

الْأُمُورُ ۝ يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ

سب کام ۞ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو

موت و حیات اللہ کے ہاتھ میں ہے | یعنی آسمان وزمین میں سب جگہ اسی کا حکم اور اختیار چلتا ہے یا ایجاد و اعدام کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی طاقت اس کے تصرف ٹکوئی کو روک نہیں سکتی۔

جب کوئی نہ تھا، وہ موجود تھا، اور کوئی نہ رہے وہ موجود رہے گا، اللہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی | ہر چیز کا وجود و ظہور اس کے وجود سے ہے۔ لہذا اس کا وجود اگر ظاہر و باہر نہ ہو تو اور کس کا ہوگا۔ عرش سے فرش تک اور ذرہ سے آفتاب تک ہر چیز کی ہستی اسکی ہستی کی روشن دلیل ہے لیکن اسی کے ساتھ اس کی کنہ ذات اور حقائق صفات تک عقل و ادراک کی رسائی نہیں۔ کسی ایک صفت کا احاطہ بھی کوئی نہیں کر سکتا نہ اپنے قیاس و رائے سے اس کی کچھ کیفیت بیان کر سکتا ہے۔ بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے زیادہ باطن اور پوشیدہ کوئی نہیں۔ بہر حال وہ اندر بھی باہر بھی، ظاہر بھی باطن بھی، کھلے اور چھپے ہر قسم کے احوال کا جاننے والا ہے۔ ظاہر (بمعنی غالب) ایسا کہ اس سے اوپر کوئی قوت نہیں۔ باطن ایسا کہ اس سے پرے کوئی موقع نہیں جہاں اس کی آنکھ سے اوچھل ہو کر پناہ مل سکے۔ ففی الحديد و انت الظاهر فلیس فوقک شی و انت الباطن فلیس ذونک شی۔

اس کا بیان سورہ اعراف میں آنھویں پارے کے ختم سے کچھ پہلے گزر چکا ہے۔ مثلاً بارش کا پانی اور بیج زمین کے اندر جاتا ہے۔ اور کھیتی درخت وغیرہ اس سے باہر نکلتے ہیں۔ اس کا بیان سورہ ”سبا“ میں گزر چکا۔

آسمان کی طرف سے اترتے ہیں فرشتے، احکام، قضاء و قدر کے فیصلے، اور بارش وغیرہ اور چڑھتے ہیں بندوں کے اعمال اور ملائکہ اللہ۔

ہر جگہ اللہ تمہارے ساتھ ہے | یعنی کسی وقت تم سے غائب نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں تم ہو اور جس حال میں ہو، وہ خوب جانتا ہے اور تمام کھلے چھپے اعمال کو دیکھتا ہے۔

زمین و آسمان میں اللہ کی حکومت | یعنی اس کی قلمرو سے نکل کر کہیں نہیں جاسکتے۔ تمام آسمان وزمین میں اسی اکیلے کی حکومت ہے اور آخر کار سب کاموں کا فیصلہ وہیں سے ہوگا۔

فِی الْبَیْلِ ط وَهُوَ عَلَیْكُمْ بِذَاتِ الصُّدُورِ ① اٰمِنُوْا

رات میں ① اور اس کو خبر ہے جیوں کی بات کی ② یقین لاؤ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ

اللہ پر اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو اس میں سے جو تمہارے ہاتھ میں دیا ہے اپنا نائب

فِیْهِ ۚ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ

کر کر ③ سو جو لوگ تم میں یقین لائے ہیں اور خرچ کرتے ہیں ان کو بڑا

كَبِیْرٌ ④ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ

ثواب ہے ④ اور تم کو کیا ہوا کہ یقین نہیں لاتے اللہ پر اور رسول

یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقَكُمْ

بلا تا ہے تم کو کہ یقین لاؤ اپنے رب پر اور لے چکا ہے تم سے عہد پکا

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ⑤ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی

اگر ہو تم ماننے والے ⑤ وہی ہے جو اتارتا ہے اپنے

عَبْدِهٖ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

بندے پر آیتیں صاف کہ نکال لائے تم کو اندھیروں سے

اِلَى النُّوْرِ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ① وَمَا

اجالے (چاندنی) میں اور اللہ تم پر نرمی کرنے والا ہے مہربان ① اور

لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرٰثُ

تم کو کیا ہوا ہے کہ خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور اللہ ہی کو بچ رہتی

اللہ کی قدرت اور علم | یعنی کبھی دن کو گھٹا کر رات بڑی کر دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس رات کو گھٹا کر دن بڑا کر دیتا ہے۔

یعنی دلوں میں جو نیتیں اور ارادے پیدا ہوں یا خطرات و وساوس آئیں، وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔

تم مال کے مالک نہیں بلکہ نائب ہو | یعنی جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے اس کا مالک اللہ ہے تم صرف امین اور خزانچی ہو۔ لہذا جہاں وہ مالک بتلائے وہاں اس کے نائب کی حیثیت سے خرچ کرو۔ اور یہ بھی ملحوظ رکھو کہ پہلے یہ مال دوسروں کے ہاتھ میں تھا ان کے جانشین تم بنے۔ ظاہر ہے تمہارا جانشین کوئی اور بنایا جائے گا۔ پھر جب معلوم ہے کہ یہ چیز نہ پہلوں کے پاس رہی نہ تمہارے پاس رہے گی، تو ایسی زائل و فانی چیز سے اتنا دل لگانا مناسب نہیں کہ ضروری اور مناسب مواقع میں بھی آدمی خرچ کرنے سے کترائے۔

لہذا ضروری ہے کہ جن لوگوں میں یہ صفت و خصلت موجود نہیں، اپنے اندر پیدا کریں اور جن میں موجود ہے اس پر ہمیشہ مستقیم رہیں اور ایمان کے مقتضی پر عمل رکھیں۔

اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ | یعنی اللہ پر ایمان لانے یا یقین و معرفت کے راستوں پر چلتے رہنے سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ اور اس معاملہ میں سستی یا تقاعد کیوں ہو جبکہ خدا کا رسول تم کو کسی اجنبی اور غیر معقول چیز کی طرف نہیں بلکہ تمہارے حقیقی پرورش کرنے والے کی طرف دعوت دے رہا ہے جس کا اعتقاد تمہاری اصل فطرت میں ودیعت کر دیا گیا اور جس کی ربوبیت کا اقرار تم دنیا میں آنے سے پہلے کر چکے ہو۔ چنانچہ آج تک اس اقرار کا کچھ نہ کچھ اثر بھی قلوب بنی آدم میں پایا جاتا ہے۔ پھر دلائل و براہین اور ارسال رسل کے ذریعہ سے اس ازلی عہد و پیمان کی یاد دہانی اور تجدید بھی کی گئی۔ اور انبیائے سابقین نے اپنی امتوں سے یہ عہد بھی لیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے۔ اور تم میں بہت سے وہ بھی ہیں جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر سمع و طاعت اور اتفاق فی سبیل اللہ وغیرہ امور ایمانیہ پر کار بند رہنے کا پکا عہد کر چکے ہیں۔ پس ان مبادی کے بعد کہاں گنجائش ہے کہ جو ماننے کا ارادہ رکھتا ہو وہ نہ مانے اور جو مان چکا ہو وہ اس سے انحراف کرنے لگے۔

قرآن کفر و جہل کے اندھیروں سے نکالنے کیلئے ہے | یعنی قرآن اتارا اور صداقت کے نشان دیئے تا ان کے ذریعہ سے تم کو کفر و جہل کے اندھیروں سے نکال کر ایمان و علم کے اجالے میں لے آئے۔ یہ اللہ کی بہت ہی بڑی شفقت اور مہربانی ہے، اگر سختی کرتا تو ان ہی اندھیروں میں پڑا چھوڑ کر تم کو ہلاک کر دیتا۔ یا ایمان لانے کے بعد بھی کچھلی خطاؤں کو معاف نہ کرتا۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ

ہر شے آسمانوں میں اور زمین میں ♦ برابر نہیں تم میں جس نے کہ خرچ کیا

مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلِ ۖ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً

فتح مکہ سے پہلے ♦ اور لڑائی کی ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے

مَنْ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقْتَلُوا ۖ وَكُلًّا

ان سے جو کہ خرچ کریں اس کے بعد اور لڑائی کریں اور سب سے

وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا ♦ اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعَّهُ

کون ہے ایسا کہ قرض دے اللہ کو اچھی طرح پھر وہ اس کو دونا کر دے

لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَ

اس کے واسطے اور اس کو ملے ثواب عزت کا ♦ جس دن تو دیکھے ایمان والے مردوں کو اور

الْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ

ایمان والی عورتوں کو دوڑتی ہوتی چلتی ہے ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے داہنے ♦

بُشْرِكُمْ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

خوش خبری ہے تم کو آج کے دن باغ ہیں کہ نیچے بہتی ہیں جن کے نہریں

خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ يَوْمَ

سدا رہوان میں یہ جو ہے یہی ہے بڑی مرادنی ♦ جس دن

اللہ کی راہ میں کیوں خرچ نہیں کرتے | یعنی مالک فنا ہو جاتا ہے اور ملک اللہ کا بیج رہتا ہے اور ویسے تو ہمیشہ اسی کا مال تھا۔ پھر اس کے مال میں سے اس کے حکم کے موافق خرچ کرنا بھاری کیوں معلوم ہو، خوشی اور اختیار سے نہ دو گے تو بے اختیار اسی کے پاس پہنچے گا۔ بندگی کا اقتضاء یہ ہے کہ خوش دلی سے پیش کرے اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے فقر و افلاس سے نہ ڈرے، کیونکہ زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک اللہ ہے۔ کیا اس کے راستہ میں خوش دلی سے خرچ کرنے والا بھوکا رہے گا؟ ”وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْقُرْشِ إِفْلَاقًا“

فتح مکہ سے پہلے کے مسلمانوں کا درجہ | اور بعض نے فتح سے مراد صلح حدیبیہ لی ہے۔ اور بعض روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

یعنی یوں تو اللہ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے خدا اس کا بہترین بدلہ دنیا یا آخرت میں دے گا، لیکن جن مقدر والوں نے ”فتح مکہ“ یا ”حدیبیہ“ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ بڑے درجے لے اڑے، بعد والے مسلمان ان کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے۔ اور دنیا کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس وقت اسلام کو جانی اور مالی قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اسباب اموال و غنائم وغیرہ کی توقعات بہت کم۔ ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال لٹا دینا بڑے اولوالعزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام ہے۔ فرضی اللہ عنہم ورضوانہ ورزقنا اللہ اتباعہم وحبہم۔ آمین۔

یعنی اللہ کو سب خبر ہے کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے اور اس میں اخلاص کا وزن کتنا ہے۔ اپنے اسی علم کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔

کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ | حضرت شاہ صاحب ”لکھتے ہیں“ قرض کے معنی یہ کہ اس وقت جہاد میں خرچ کرو۔ پھر تم ہی دو تیس بر تو گے (اور آخرت میں بڑے مرتبے پاؤ گے) یہ ہی معنی ہیں دو نے کے۔ ورنہ مالک میں اور غلام میں سود بیاج نہیں۔ جو دیا سو اس کا جو نہ دیا سو اس کا۔“

پل صراط پر ایمان و اعمال کی روشنی | میدان حشر میں جس وقت پل صراط پر جائیں گے سخت اندھیرا ہوگا تب اپنے ایمان اور عمل صالح کی روشنی ساتھ ہوگی۔ شاید ایمان کی روشنی جس کا محل قلب ہے آگے اور عمل صالح کی داہنے کیونکہ نیک عمل داہنی طرف جمع ہوتے ہیں۔ جس درجہ کا کسی کا ایمان و عمل ہوگا اسی درجہ کی روشنی ملے گی۔ اور غالباً اس امت کی روشنی اپنے نبی کے طفیل دوسری امتوں کی روشنی سے زیادہ صاف اور تیز ہوگی۔ بعض روایات سے بائیں جانب بھی روشنی کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مطلب شاید یہ ہوگا کہ روشنی کا اثر ہر طرف پہنچے گا۔ واللہ اعلم۔

کیونکہ جنت اللہ کی خوشنودی کا مقام ہے۔ جو وہاں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں۔

يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا

کہیں کے دغا باز مرد اور عورتیں ایمان والوں کو

اَنْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ اَرْجِعُوْا

راہ دیکھو ہماری (انتظار کرو ہمارا) ہم بھی روشنی لے لیں (سگالیں) تمہارے نور سے کوئی کہے گا لوٹ جاؤ

وَرَاۤءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فُضِرَبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرِ لَّهِ

پیچھے پھر ڈھونڈ لو روشنی پھر کمڑی کر دی جائے ان کے بیچ میں ایک دیوار جس میں ہوگا

بَابٌۢ بِاٰطْنِهٖۤ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاہِرُهُۥ مِنْ قَبْلِهٖ

دروازہ اس کے اندر رحمت ہوگی اور باہر کی طرف

الْعَذَابُ ۚ ۱۳ یُنَادُوْنَهُمُ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی

عذاب ۱۳ یہ ان کو پکاریں گے کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ ۱۳ کہیں گے کیوں نہیں

وَلٰكِنَّا كُنَّا فِتْنَتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَاَرْتَبْتُكُمْ

لیکن تم نے بچلا دیا اپنے آپ کو اور راہ دیکھتے رہے اور دھوکے میں پڑے

وَعَزَّيْتُكُمْ اِلٰمَانِيْ حَتّٰی جَاءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ

اور بہک گئے اپنے خیالوں پر یہاں تک کہ آپہنچا حکم اللہ کا اور تم کو بہکا دیا

بِاللّٰهِ الْغُرُوْرُ ۚ ۱۴ فَاَلْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ

اللہ کے نام سے اس دغا باز نے ۱۴ سو آج تم سے قبول نہ ہوگا فدیہ (معاوضہ) دینا

وَلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ مَاۤؤُكُمْ النَّارُ ۚ هٰی

اور نہ مکروں سے تم سب کا گھر دوزخ ہے وہی ہے

مومنین اور منافقین کے درمیان دیوار | یعنی مومنین اور منافقین کے بیچ میں دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا۔ اس دروازے سے مومن جنت کی طرف جا کر منافقوں کی نظر سے اوجھل ہو جائیں گے۔ دروازہ کے اندر پہنچ کر جنت کا سماں ہوگا اور ادھر دروازہ سے باہر عذاب الہی کا منظر دکھائی دے گا۔

منافقوں کی مومنوں سے التجا | قصہ یہ ہے کہ کھلے ہوئے کافر پل صراط پر نہیں چلیں گے بلکہ پہلے ہی دوزخ میں اس کے دروازوں سے دھکیل دیئے جائیں گے ہاں جو کسی نبی کی امت میں ہیں سچے یا کچے انہیں پل صراط سے گزرنے کا حکم ہوگا۔ اس پر چڑھنے سے پہلے ایک سخت اندھیری لوگوں کو گھیر لے گی۔ اس وقت ایمان والوں کے ساتھ روشنی ہوگی۔ منافق بھی ان کی روشنی میں پیچھے پیچھے چلنا چاہیں گے لیکن مومن جلد آگے بڑھ جائیں گے اس لئے ان کی روشنی منافقین سے دور ہوتی جائے گی تب وہ پکاریں گے کہ میاں ذرا ٹھہرو، ہم کو اندھیرے میں پیچھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ تھوڑا انتظار کرو کہ ہم بھی تم سے مل جائیں اور تمہاری روشنی سے استفادہ کریں۔ آخر ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہی رہتے تھے اور ہمارا شمار بھی بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا اب اس مصیبت کے وقت ہم کو اندھیرے میں پڑا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو کیا رفاقت کا حق یہ ہی ہے۔ جواب ملے گا کہ پیچھے لوٹ کر روشنی تلاش کرو اگر مل سکے تو وہاں سے لے آؤ۔ یہ سن کر پیچھے ہٹیں گے اتنے میں دیوار دونوں فریق کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ یعنی روشنی دنیا میں کمائی جاتی ہے وہ جگہ پیچھے چھوڑ آئے، یا پیچھے سے وہ جگہ مراد ہو جہاں پل صراط پر چڑھنے سے پہلے نور تقسیم کیا گیا تھا۔

منافقین کو مسلمانوں کا جواب | یعنی بیشک دنیا میں بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے اور زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے تھے۔ لیکن اندرونی حال یہ تھا کہ لذات و شہوات میں پڑ کر تم نے نفاق کا راستہ اختیار کیا اور اپنے نفس کو دھوکا دے کر ہلاکت میں ڈالا۔ پھر توبہ نہ کی بلکہ راہ دیکھتے رہے کہ کب اسلام اور مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑتی ہے اور دین کے متعلق شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے رہے۔ یہ ہی دھوکا رہا کہ آگے ان منافقانہ چالوں کا کچھ خمیازہ بھگتنا نہیں۔ بلکہ یہ خیالات اور امیدیں پکالیں کہ چند روز میں اسلام اور مسلمانوں کا یہ سب قصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ آخر ہم ہی غالب ہوں گے۔ رہا آخرت کا قصہ سو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح چھوٹ ہی جائیں گے۔ ان ہی خیالات میں مست تھے کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور موت نے آدبا یا اور اس بڑے دعا باز (شیطان نے تم کو بہکا کر ایسا کھودیا کہ اب سبیل رستگاری کی نہیں رہی۔

مَوْلَاكُمْ ۖ وَيَبُئْسَ الْمَصِيرُ ۝۱۵ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ

رفیق تمہاری اور بری جگہ جانچنے کیا وقت نہیں آیا ایمان

أَمِنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ

والوں کو کہ گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جوا ترا ہے

مِنَ الْحَقِّ ۚ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

سچا دین اور نہ ہوں ان جیسے جن کو کتاب ملی تھی

مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ

اس سے پہلے پھر دراز گذری ان پر مدت پھر سخت ہو گئے ان کے دل

وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فُسِقُونَ ۝۱۶ إِعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

اور بہت ان میں نافرمان ہیں جان رکھو کہ اللہ

يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمْ

زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مر جانے کے بعد ہم نے کھول کر سنا دیئے تم کو

الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝۱۷ إِنَّ الْمُصَدِّقِينَ

جتنے اگر تم کو سمجھ ہے تحقیق جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں، مرد

وَالْمُصَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضَعِفُ

اور عورتیں اور قرض دیتے ہیں اللہ کو اچھی طرح ان کو ملتا ہے

لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝۱۸ وَالَّذِينَ آمَنُوا

دوہ اور ان کو ثواب ہے عزت کا اور جو لوگ یقین لائے

آج کوئی فدیہ قبول نہیں ہوگا | یعنی بالفرض اگر آج تم (منافق) اور جو کھلے بندوں کا فرستے
کچھ معاوضہ وغیرہ دے کر سزا سے بچنا چاہو تو اس کے منظور کئے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ بس تم
سب کو اب اسی گھر میں رہنا ہے۔ یہ ہی دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانا ہے اور یہ ہی رفق ہے۔ کسی
دوسرے سے رفاقت کی توقع مت رکھو۔

دلوں کے گڑ گڑانے کا وقت آ گیا ہے | یعنی وقت آ گیا ہے کہ مومنین کے دل قرآن اور
اللہ کی یاد اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں۔ اور نرم ہو کر گڑ گڑانے لگیں۔

اہل کتاب کی قساوت قلبی | یعنی ایمان وہ ہی ہے کہ دل نرم ہو۔ نصیحت اور خدا کی یاد کا اثر جلد
قبول کرے۔ شروع میں اہل کتاب یہ باتیں پیغمبروں کی صحبت میں پاتے تھے۔ مدت کے بعد غفلت
چھاتی گئی۔ دل سخت ہو گئے وہ بات نہ رہی، اکثروں نے سخت سرکشی اور نافرمانیاں شروع کر دیں۔
اب مسلمانوں کی باری آئی ہے۔ کہ وہ اپنے پیغمبر کی صحبت میں رہ کر نرم دلی، انقیاد کامل اور خشوع لہذا
اللہ کی صفات سے متصف ہوں اور اس مقام بلند پر پہنچیں جہاں کوئی امت نہ پہنچی تھی۔

یعنی عرب لوگ جاہل اور گمراہ تھے جیسے مردہ زمین۔ اب اللہ نے ان کو ایمان اور علم کی روح سے زندہ
کیا۔ اور ان میں سب کمال پیدا کر دیئے۔ غرض کسی مردہ سے مردہ انسان کو مایوس ہونے کی کوئی وجہ
نہیں تھی تو بہ کر لے تو اللہ پھر اس کے قالب میں روح حیات پھونک دے گا۔

اللہ کیلئے خرچ کرنے والوں کا اجر | یعنی جو اللہ کے راستہ میں خالص نیت سے اس کی
خوشنودی کی خاطر خرچ کریں اور غیر اللہ سے کسی بدلہ یا شکریہ کے طلبگار نہ ہوں گویا وہ اللہ کو قرض
دیتے ہیں۔ سواطمینان رکھیں کہ ان کا دیا ہوا ضائع نہ ہوگا۔ بلکہ کئی گنا کر کے لوٹایا جائے گا۔

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِۦٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ

اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر وہی ہیں سچے ایمان والے اور لوگوں کا احوال بتلانے والے

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَاُنُوْرُهُمْ ۚ وَالَّذِيْنَ

اپنے رب کے پاس ان کے واسطے ہے ان کا ثواب اور ان کی روشنی ان کے پاس اور جو لوگ

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

منکر ہوئے اور جھٹلایا ہماری باتوں کو وہ ہیں دوزخ کے

الْجَحِيْمِ ۚ اَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ

لوگ جان رکھو کہ دنیا کی زندگی یہی ہے کھیل

وَلَهُمْ وَزِيْنَةٌ ۚ وَتَفَاخُرُۢمۡ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌۭ فِی

اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیاں کرنی آپس میں اور بہتایت ڈھونڈنی

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ

مال کی اور اولاد کی جیسے حالت ایک مینہ کی جو خوش لگا کسانوں کو

نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِیْجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ

اس کا سبزہ پھر زور پر آتا ہے پھر تو دیکھے زرد ہو گیا پھر ہو جاتا ہے

حُطَامًا ۚ وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۚ وَمَغْفِرَةٌ

روندا ہوا گھاس اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور معافی بھی ہے

مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

اللہ سے اور رضامندی اور دنیا کی زندگی تو یہی ہے

سچے ایمان والوں کی شہادت | مترجم محقق رحمہ اللہ نے بظاہر ”الشُّهَدَاءُ“ کا عطف
 ”الصِّدِّيقُونَ“ پر مانتا ہے یعنی جو لوگ اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر پوری طرح یقین لائے (اور
 اس یقین کا اثر ان کے اعمال و احوال میں ظاہر ہونا چاہئے) تو سچے اور سچے ایماندار یہ ہی ہیں۔ اور
 اللہ کے ہاں یہ ہی حضرات بطور گواہ کے دوسرے لوگوں کا حال بتلائیں گے۔ کما قال
 ”وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ
 شَهِيدًا“ (بقرہ۔ رکوع ۱۷) آخرت میں ان سچے ایمان داروں کو اپنے اپنے عمل اور درجہ ایمان کے
 موافق ثواب اور روشنی عطا ہوگی (آیت کی تفسیر اور بھی کئی طرح کی گئی ہے مگر رعایت اختصار ان کے
 نقل کی اجازت نہیں دیتی۔)

یعنی دوزخ اصل میں ان ہی کے لئے بنی ہے۔

إِلَّا مَتَاءُ الْعُرُورِ ۝ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ

مال دغا کا (پونجی دغا کی) ♦ دوڑ اپنے رب کی معافی کی

مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ

طرف کو ♦ اور بہشت کو جس کا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ آسمان

وَالْأَرْضِ ۚ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَ

اور زمین کا ♦ تیار رکھی ہے واسطے ان کے جو یقین لائے اللہ پر اور

رُسُلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ

اس کے رسولوں پر یہ فضل اللہ کا ہے دے اس کو جس کو چاہے

وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ مَا أَصَابَ مِنْ

اور اللہ کا فضل بڑا ہے ♦ کوئی آفت

مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا

نہیں پڑتی ملک میں اور نہ تمہاری جانوں میں جو

فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلُ أَنْ تَبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ

لکھی نہ ہو ایک کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اس کو دنیا میں ♦ بیشک یہ

عَلَى اللهِ يَسِيرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا

اللہ پر آسان ہے ♦ تاکہ تم غم نہ کھایا کرو اس پر جو

فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۚ وَاللهُ لَا

ہاتھ نہ آیا ♦ اور نہ شخی کیا کرو اس پر جو تم کو اس نے دیا اور اللہ کو

◆ **حیات دنیوی کی مثال** آدمی کو اول عمر میں کھیل چاہئے، پھر تماشا، پھر بناؤ سنگار (اور فیشن) پھر ساکھ بڑھانا، اور نام و نمود حاصل کرنا، پھر موت کے دن قریب آئیں تو مال و اولاد کی فکر کے پیچھے میرا گھربار بنارہے اور اولاد آسودگی سے بسر کرے۔ مگر یہ سب ٹھانڈا سامان قافی اور زائل ہیں جیسے کھیتی کی رونق و بہار چند روزہ ہوتی ہے اور پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آدمی اور جانور اس کو روند کر چورا کر دیتے ہیں۔ اس شادابی اور خوبصورتی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ یہ ہی حال دنیا کی زندگانی اور اس کے ساز و سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور دھوکے کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں۔ وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا۔ یعنی ایمان اور عمل صالح۔ جو شخص دنیا سے یہ چیز کما کر لے گیا۔ سمجھو بیڑا پار ہے۔ آخرت میں اس کے لئے مالک کی خوشنودی و رضا مندی اور جو دولت ایمان سے تہی دست رہا اور کفر و عصیان کا بوجھ لے کر پہنچا اس کے لئے سخت عذاب اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کی اس کے لئے جلد یا بدیر دھکے مکے کھا کر معافی ہے۔ دنیا کا خلاصہ وہ تھا، آخرت کا یہ ہوا۔

◆ **بخشش اور جنت کی طرف دوڑو** یعنی موت سے پہلے وہ سامان کر لو جس سے کوتاہیاں معاف ہوں اور بہشت ملے۔ اس کام میں سستی اور دیر کرنا مناسب نہیں۔

◆ یعنی آسمان اور زمین دونوں کو اگر ملا کر رکھا جائے تو اس کے برابر جنت کا عرض ہوگا۔ طول کتنا ہوگا؟ یہ اللہ ہی جانے۔
◆ یعنی ایمان و عمل بیشک حصول جنت کے اسباب ہیں۔ لیکن حقیقت میں ملتی ہے اللہ کے فضل سے۔ اس کا فضل نہ ہو تو سزا سے چھوٹنا ہی مشکل ہے۔ جنت ملنے کا تو ذکر کیا۔

◆ **ہر شے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے** ملک میں جو عام آفت آئے مثلاً قحط، زلزلہ وغیرہ اور خود تم کو جو مصیبت لاحق ہو مثلاً مرض وغیرہ وہ سب اللہ کے علم میں قدیم سے طے شدہ ہے اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اسی کے موافق دنیا میں ظہور ہو کر رہیگا۔ ایک ذرہ بھر کم و بیش یا پس و پیش نہیں ہو سکتا۔

◆ یعنی اللہ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے کچھ محنت سے حاصل کرنا نہیں پڑا پھر اپنے علم محیط کے موافق تمام واقعات و حوادث کو قبل از وقوع کتاب (لوح محفوظ) میں درج کر دینا اس کے لیے کیا مشکل ہے۔

◆ **تنگی و فراخی میں مسلمان کا طرز عمل** یعنی اس حقیقت پر اس لئے مطلع کر دیا کہ تم خوب سمجھ لو کہ جو بھلائی تمہارے لئے مقدر ہے ضرور پہنچ کر رہیگی اور جو مقدر نہیں وہ کبھی ہاتھ نہیں آسکتی۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ٹھہر چکا ہے، ویسا ہی ہو کر رہیگا۔ لہذا جو فائدہ کی چیز ہاتھ نہ لگے اس پر غمگین و مضطرب ہو کر پریشان نہ ہو اور جو قسمت سے ہاتھ لگ جائے اس پر اکڑو اور اتراؤ نہیں بلکہ مصیبت و ناکامی کے وقت صبر و تسلیم اور راحت و کامیابی کے وقت شکر و تحمید سے کام لو۔

تنبیہ پہلے ”اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ“ الخ میں بتلایا تھا کہ دنیا کے سامان عیش و طرب میں پڑ کر آدمی کو آخرت سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ آئیہ ہذا میں متنبہ فرما دیا کہ یہاں کی تکالیف و مصائب میں گھر کر چاہئے کہ حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے۔

يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝۲۳ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ

خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا وہ جو کہ آپ نہ دیں

وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۖ وَهُمْ يَسْتَوِلُونَ

اور سکھلائیں لوگوں کو بھی نہ دینا اور جو کوئی منہ موڑے

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝۲۴ لَقَدْ أَرْسَلْنَا

تو اللہ آپ ہے بے پروا سب خوبیوں کے ساتھ موصوف ہم نے بھیجے ہیں

رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ

اپنے رسول نشانیاں دیکر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب

وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنْزَلْنَا

اور ترازو تاکہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر اور ہم نے اتارا

الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

لوہا اس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے کام چلتے ہیں

وَلْيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۖ

اور تاکہ معلوم کرے اللہ کون مدد کرتا ہے اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝۲۵ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَ

بے شک اللہ زور آور ہے زبردست اور ہم نے بھیجا نوح کو اور

إِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ

ابراہیم کو اور ٹھہرا دی دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب

شخی اور بڑائی اللہ کو پسند نہیں | اکثر متکبر مالداروں کی حالت یہ ہی ہوتی ہے کہ بڑائی اور شخی تو بہت ماریں گے مگر خرچ کرنے کے نام پیسہ جیب سے نہ نکلے گا۔ کسی اچھے کام میں خود دینے کی توفیق نہ ہوگی اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی یہی سبق پڑھائیں گے۔ موقع پر بڑھ کر خرچ کرنا متوکلوں اور ہمت والوں کا کام ہے جو پیسہ سے محبت نہیں کرتے اور جانتے ہیں کہ سختی اور نرمی سب اسی مالک علی الاطلاق کی طرف سے ہے۔

بخل کی مذمت | یعنی تمہارے خرچ کرنے یا نہ کرنے سے اس کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ تو بے نیاز اور بے پروا ذات ہے۔ تمام خوبیاں علی وجہ الکمال اس کی ذات میں جمع ہیں۔ تمہارے کسی فعل سے اس کی کسی خوبی میں اضافہ نہیں ہوتا۔ جو کچھ نفع نقصان ہے تمہارا ہے۔ خرچ کرو گے خود فائدہ اٹھاؤ گے، نہ کرو گے کھائے میں رہو گے۔

نزول کتاب و میزان | کتاب اور ترازو۔ شاید اسی تولنے کی ترازو کو کہا کہ اس کے ذریعہ سے بھی حقوق ادا کرنے اور لین دین میں انصاف ہوتا ہے۔ یعنی کتاب اللہ اس لئے اتاری کہ لوگ عقائد اور اخلاق و اعمال میں سیدھے انصاف کی راہ چلیں۔ افراط و تفریط کے راستہ پر قدم نہ ڈالیں اور ترازو اس لئے پیدا کی کہ بیع و شراء وغیرہ معاملات میں انصاف کا پلہ کسی طرف اٹھا، یا جھکا نہ رہے۔ اور ممکن ہے ”ترازو“ شریعت کو فرمایا ہو۔ جو تمام اعمال قلبیہ و قلمیہ کے حسن و قبح کو ٹھیک جانچ تول کر بتلاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ہم نے لوہا اُتارا | یعنی اپنی قدرت سے پیدا کیا اور زمین میں اس کی کانیں رکھ دیں۔ یعنی لوہے سے لڑائی کے سامان (اسلحہ وغیرہ) تیار ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کے بہت سے کام چلتے ہیں۔

یعنی جو آسمانی کتاب سے راہ راست پر نہ آئیں اور انصاف کی ترازو کو دنیا میں سیدھا نہ رکھیں، ضرورت پڑے گی کہ انکی گوشمالی کی جائے اور ظالم و کجبر و معاندین پر اللہ و رسول کے احکام کا وقار و اقتدار قائم رکھا جائے۔ اس وقت شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ ڈالنا اور ایک خالص دینی جہاد میں اسی لوہے سے کام لینا ہوگا۔ اس وقت کھل جائیگا کہ کونسے وفادار بندے ہیں جو بن دیکھے خدا کی محبت میں آخرت کے غائبانہ اجر و ثواب پر یقین کر کے اس کے دین اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔

یعنی جہاد کی تعلیم و ترغیب اس لئے نہیں دی گئی کہ اللہ کچھ تمہاری امداد و اعانت کا محتاج ہے۔ بھلا اس زور آور اور زبردست ہستی کو کمزور مخلوق کی کیا حاجت ہو سکتی تھی۔ ہاں تمہاری وفاداری کا امتحان مقصود ہے تا جو بندے اس میں کامیاب ہوں ان کو اعلیٰ مقامات پر پہنچایا جائے۔

نبوت اور حضرت نوح و ابراہیمؑ کی ذریت | یعنی پیغمبری اور کتاب کے لئے ان دونوں کی نسل کو چن لیا کہ ان کے بعد یہ دولت انکی ذریت سے باہر نہ جائیگی۔

فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ

پھر کوئی ان میں راہ پر ہے اور بہت ان میں نافرمان ہیں

قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَىٰ

پیچھے بھیجے ان کے قدموں پر اپنے رسول اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ

ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ ۖ وَجَعَلْنَا فِي

مریم کے بیٹے کو اور اس کو ہم نے دی انجیل اور رکھ دی

قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَافَةً ۖ وَرَهْبَانِيَّةٍ

اس کے ساتھ چلنے والوں کے دل میں نرمی اور مہربانی اور ایک ترک کرنا دنیا کا

ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ

جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا یہ ان پر مگر کیا چاہنے کو اللہ کی

اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۖ فَآتَيْنَا الَّذِينَ

رضامندی پھر نہ نباہا اس کو جیسا چاہئے تھا نباہنا پھر دیا ہم نے ان لوگوں کو

آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿۲۷﴾

جو ان میں ایماندار تھے ان کا بدلہ اور بہت ان میں نافرمان ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ اس کے رسول پر

يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا

دے گا تم کو دو حصے اپنی رحمت سے اور رکھ دے گا تم میں روشنی

جن لوگوں کی طرف وہ بھیجے گئے تھے یا یوں کہو کہ ان دونوں کی اولاد میں سے بعضے راہ پر رہے اور اکثر نافرمان ثابت ہوئے۔

یعنی پچھلے رسول ان ہی پہلوں کے نقش قدم پر تھے اصولی حیثیت سے سب کی تعلیم ایک تھی۔

یعنی آخر میں انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دے کر بھیجا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی نرم دلی اور مہربانی | یعنی حضرت مسیح کے سانھی جو واقعی ان کے طریقہ پر چلنے والے تھے ان کے دلوں میں اللہ نے نرمی رکھی تھی۔ وہ خلق خدا کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔

رہبانیت کی بدعت | یعنی آگے چل کر حضرت مسیح کے متبعین نے بے دین بادشاہوں سے جنگ ہو کر اور دنیا کے مخلصوں سے گھبرا کر ایک بدعت رہبانیت کی نکالی، جس کا حکم اللہ کی طرف سے نہیں دیا گیا تھا مگر نیت انکی یہ ہی تھی کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کریں۔ پھر اس کو پوری طرح نباہ نہ سکے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یہ فقیری اور تارک الدنیا بننا، نصاریٰ نے رسم نکالی، جنگل میں ٹکیہ بنا کر بیٹھے۔ نہ جو رو رکھتے نہ بیٹا، نہ کما تے نہ جوڑتے، محض عبادت میں لگے رہتے، خلق سے نہ ملے، اللہ نے بندوں کو یہ حکم نہیں دیا (کہ اس طرح دنیا چھوڑ کر بیٹھ رہیں) مگر جب اپنے اوپر ترک دنیا کا نام رکھا، پھر اس پردے میں دنیا چاہتا بڑا وبال ہے۔“ شریعت حقہ اسلامیہ نے اس اعتدال فطری سے متجاوز رہبانیت کی اجازت نہیں دی۔ ہاں بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ”اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔“ کیونکہ مجاہد اپنے سب حظوظ و تعلقات سے واقعی الگ ہو کر اللہ کے راستے میں نکلتا ہے۔

تنبیہ | ”بدعت“ کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب و سنت اور قرون مشہود بہا بالخیر میں نہ ہو، اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔

یعنی ان میں سے اکثر نافرمان ہیں اسی لئے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر باوجود دل میں یقین رکھنے کے ایمان نہیں لاتے۔

تَسْئَلُونَ بِهِ وَيُغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٨﴾

جس کو لیے پھرو اور تم کو معاف کرے گا اور اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان

لَعَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ

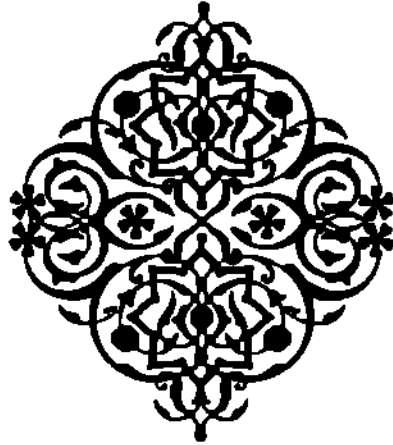
تاکہ نہ جانیں کتاب والے کہ پا نہیں سکتے کوئی چیز

مَنْ فَضَّلَ اللَّهُ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ

اللہ کے فضل میں سے اور یہ کہ بزرگی اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے

مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٣٩﴾

جس کو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے

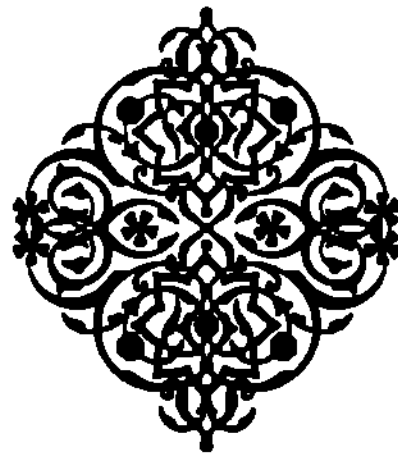


◆ اتباع رسول کے ثمرات و انعامات | یعنی اس رسول کے تابع رہو کہ یہ نعمتیں پاؤ۔ گزشتہ خطاؤں کی معافی اور ہر عمل کا دونا ثواب اور روشنی لیے پھرو۔ یعنی تمہارا وجود ایمان و تقویٰ سے نورانی ہو جائے۔ اور آخرت میں یہ ہی نور تمہارے آگے اور داہنی طرف چلے۔

تنبیہ | احقر کے خیال میں یہ خطاب ان اہل کتاب کو ہے جو حضور ﷺ پر ایمان لا چکے تھے۔ اس تقدیر پر ”وَ اٰمَنُوْا بِرَسُوْلِهِ“ سے ایمان پر ثابت و مستقیم رہنا مراد ہوگا۔ ہائی اہل کتاب کو دونا ثواب ملنے کا کچھ بیان سورہ ”قصص“ میں گزر چکا وہاں دیکھ لیا جائے۔

◆ یعنی اہل کتاب پہلے پیغمبروں کے احوال سن کر سمجھتے تھے کہ افسوس ہم ان سے دور پڑ گئے۔ ہم کو وہ درجے ملنے محال ہیں جو نبیوں کی صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ سو یہ رسول، اللہ نے کھڑا کیا اس کی صحبت میں پہلے سے دونا کمال اور بزرگی مل سکتی ہے۔ اور اللہ کا فضل بند نہیں ہو گیا۔

تنبیہ | حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے۔ لیکن اکثر سلف سے یہ منقول ہے کہ یہاں ”لَا يَلْمُكَ“ بمعنی ”لَا يَكْفُرُ بِكَ“ کے ہے۔ یعنی تاکہ جان لیں اہل کتاب (جو ایمان نہیں لائے) کہ وہ دسترس نہیں رکھتے اللہ کے فضل پر۔ اور فضل صرف اللہ کے ہاتھ ہے جس پر چاہے کر دے۔ چنانچہ اہل کتاب میں سے جو خاتم الانبیاء پر ایمان لائے ان پر یہ فضل کر دیا کہ ان کو دگنا اجر ملتا ہے اور گزشتہ خطاؤں کی معافی اور روشنی مرحمت ہوتی ہے۔ اور جو ایمان نہیں لائے وہ ان انعامات سے محروم ہیں۔ ثم سورۃ الحديد فلي لله الحمد والمنه.



آيَاتُهَا ۲۲ ﴿۵۸﴾ سُورَةُ الْمَجَادِلَةِ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۰۵﴾ رُكُوعَاتُهَا ۳

سورة مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا

سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی تھی تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں

وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ إِنَّ اللَّهَ

اور جھینکتی تھی اللہ کے آگے اور اللہ سنتا تھا سوال و جواب تم دونوں کا بے شک اللہ

سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝ الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ

سنتا ہے دیکھتا ہے جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں تم میں سے اپنی عورتوں کو

مَا هُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ ۚ إِنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا إِلَىٰ الْوَالِدِ وَلَكِنَّهُمْ

وہ نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا اور

إِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ

وہ بولتے ہیں ایک ناپسند بات اور جھوٹی اور اللہ

لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۝ وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ

معاف کرنے والا بخشنے والا ہے اور جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں اپنی عورتوں کو

ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۚ مَنْ قَبْلَ أَنْ

پھر کرنا چاہیں وہی کام جس کو کہا ہے تو آزاد کرنا چاہیے ایک بردہ پہلے اس سے کہ

سورۃ المجادلۃ

خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ | اسلام سے پہلے مرد اگر اپنی عورت کو کہتا کہ تو میری ماں ہے تو سمجھتے تھے کہ ساری عمر کے لئے اس پر حرام ہوگئی پھر کوئی صورت ان کے ملنے کی نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک مسلمان (اوس بن الصامتؓ) اپنی عورت (خولہ بنت ثعلبہ) کو یہ ہی کہہ بیٹھا۔ عورت حضرت کی خدمت میں پہنچی اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے ابھی تک کوئی خاص حکم نہیں دیا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہوگئی۔ اب تم دونوں کیو کر مل سکتے ہو۔ وہ شکوہ وزاری کرنے لگی کہ گھر ویران ہوتا ہے اولاد پریشان ہوتی ہے۔ کبھی حضورؐ سے جھڑتی کہ یا رسول اللہ! اس نے ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ کبھی اللہ کے آگے رونے جھینکنے لگتی کہ اللہ! میں اپنی تنہائی اور مصیبت کی فریاد تجھ سے کرتی ہوں، ان بچوں کو اگر اپنے پاس رکھوں تو بھوکے مریں گے، اس کے پاس چھوڑ دوں تو یوں ہی (کس پرسی میں) ضائع ہو جائیں گے۔ اے اللہ! تو اپنے نبی کی زبان سے میری مشکل کو حل کر۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور ”ظہار“ کے متعلق حکم اتر۔ تبھی حنفیہ کے نزدیک ظہار یہ ہے کہ اپنی بیوی کو محرمات ابدیہ (ماں بہن وغیرہ) کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کی طرف دیکھنا اس کو منع ہو۔ مثلاً یوں کہے ”اَنْتِ عَلٰی غُلْفِہِ اُمِّی“ (تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ) ”ظہار“ کے احکام کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کی جائے۔

اللہ تمہاری گفتگو سناتا ہے | یعنی اللہ تو سب ہی کچھ سنتا دیکھتا ہے۔ جو گفتگو آپؐ کے اور اس عورت کے درمیان ہوئی وہ کیوں نہ سنتا۔ بیشک وہ مصیبت زدہ عورت کی فریاد کو پہنچا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس قسم کے حوادث سے عہدہ برآ ہونے کا راستہ بتلا دیا۔ جو آگے آتا ہے۔

ظہار کا حکم | یعنی بیوی (جس نے اس کو جنا نہیں) وہ اس کی واقعی ماں کیونکر بن سکتی ہے جو محض اتنے لفظ پر ہمیشہ کے لئے حقیقی ماں کی طرح حرام ہو جائے؟ ہاں آدمی جب اپنی بدتمیزی سے ایک جھوٹی نامعقول اور بیہودہ بات کہہ دے اس کا بدلہ یہ ہے کہ کفارہ دے، تب اس کے پاس جائے ورنہ نہ جائے۔ پر عورت اسی کی رہی، محض ظہار سے طلاق نہیں پڑ گئی۔

یعنی جاہلیت میں جو ایسی حرکت کر چکے وہ معاف ہے۔ اب ہدایت آچکنے کے بعد ایسا مت کر دو۔ اگر غلطی سے کر گزرے تو توبہ کر کے اللہ سے معاف کراؤ۔ اور عورت کے پاس جانے سے پہلے کفارہ ادا کرو۔

يَتَمَكِّسَاءُ ذُلِكُمْ تُوعِظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

آپس میں ہاتھ لگائیں ♦ اس سے تم کو نصیحت ہوگی ♦ اور اللہ خبر رکھتا ہے جو کچھ تم

خَيْرٌ ۲ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

کرتے ہو ♦ پھر جو کوئی نہ پائے تو روزے ہیں دو مہینے کے ♦ لگاتار

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَكِّسَاءُ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامُ سِتِّينَ

پہلے اس سے کہ آپس میں چھوئیں پھر جو کوئی یہ نہ کر سکے تو کھانا دینا ہے ساٹھ

مُسْكِينًا ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتِلْكَ حُدُودُ

محتاجوں کا ♦ یہ حکم اس واسطے کہ تابعدار ہو جاؤ اللہ کے اور اس کے رسول کے ♦ اور یہ حدیں باندھی ہیں

اللَّهُ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۳ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ

اللہ کی اور منکروں کے واسطے عذاب ہے دردناک ♦ جو لوگ کہ مخالفت کرتے ہیں

اللَّهُ وَرَسُولُهُ كُتِبُوا كَمَا كُتِبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ

اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ خوار ہوئے جیسے کہ خوار ہوئے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے

أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۴

اتاری ہیں آیتیں بہت صاف ♦ اور منکروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا ♦

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۵

جس دن کہ اٹھائے گا اللہ ان سب کو پھر جٹلائے گا ان کو ان کے کئے کام ♦

أَخْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۶ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۷

اللہ نے وہ سب گن رکھے ہیں اور وہ بھول گئے اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ♦

◆ ظہار کا کفارہ | یعنی یہ لفظ (اَنْتَ عَلٰی كَظْهَرِ اُمِّي) کہا صحبت موقوف کرنے کو۔ پھر صحبت کرنا چاہیں تو پہلے ایک غلام آزاد کر لیں اس کے بعد ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ تنبیہ | حنفیہ کے ہاں کفارہ دینے سے پہلے جماع اور دوا علی جماع دونوں ممنوع ہیں۔ بعض احادیث میں ہے ”اَمْرُهُ اَنْ لَا يَقْرَبَهَا حَتّٰی يُكَفِّرَ۔“

◆ یعنی کفارہ کی مشروعیت تمہاری تنبیہ و نصیحت کے لئے ہے کہ پھر ایسی غلطی نہ کرو۔ اور دوسرے بھی باز آئیں۔

◆ یعنی تمہارے احوال کے مناسب احکام بھیجتا ہے اور خبر رکھتا ہے کہ تم کس حد تک ان پر عمل کرتے ہو۔
◆ یعنی بیچ میں دم نہ لے۔

◆ کفارہ میں سہولتیں | ”بردہ“ (غلام) آزاد کر نیکاً مقدور نہ ہو، تب روزے رکھ سکتا ہے۔ اور روزے رکھنے سے مجبور ہو تب کھانا دے سکتا ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کی جائے۔

◆ یعنی جاہلیت کی باتیں چھوڑ کر اللہ و رسول کے احکام پر چلو، جو مومن کامل کی شان ہے۔

◆ حدود سے آگے نہ بڑھو | یعنی مومنین کا کام نہیں کہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود سے تجاوز کریں۔ باقی رہے کافر جو حدود اللہ کی پروا نہیں کرتے اور خود اپنی رائے و خواہش سے حدیں مقرر کرتے ہیں۔ انہیں چھوڑیے کہ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔ ایسے لوگ پہلے زمانہ میں بھی ذلیل و خوار ہوئے اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ اللہ کی روشن اور صاف صاف آیتیں سن لینے کے بعد انکار پر جسے رہنا اور خدائی احکام کی عزت و احترام نہ کرنا اپنے کو ذلت کے عذاب میں پھنسانے کا مرادف ہے۔

◆ یعنی جو کام کیے تھے ان سب کا نتیجہ سامنے آ جائے گا کوئی ایک عمل بھی غائب نہ ہوگا۔

◆ یعنی ان کو اپنی عمر بھر کے بہت سے کام یاد بھی نہیں رہے، یا ان کی طرف توجہ نہیں رہی۔ لیکن اللہ کے ہاں وہ سب ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہ سارا دفتر اس دن کھول کر سامنے رکھ دیا جائے گا۔

الْمَرْتَرَانِ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خُمُسَةٍ

کہیں نہیں ہوتا مشورہ تین کا جہاں وہ نہیں ہوتا ان میں چوتھا اور نہ پانچ کا جہاں

إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدْنَىٰ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرُ إِلَّا هُوَ

وہ نہیں ہوتا ان میں چھٹا اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ جہاں وہ نہیں ہوتا

مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يَنْبِئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ

ان کے ساتھ جہاں کہیں ہوں پھر جلد اے گا ان کو جو کچھ انہوں نے کیا قیامت کے دن

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ الْمَرْتَرَانِ الَّذِينَ نُهُوا

بے شک اللہ کو معلوم ہے ہر چیز تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جن کو

عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَجَّوْنَ

منع ہوئی کا نا پھوسی (سرگوشی) پھر وہی کرتے ہیں جو منع ہو چکا ہے اور کان میں باتیں کرتے ہیں

بِأَلْسِنَتِهِمُ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ

گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی اور جب آئیں تیرے پاس تجھ کو

حَبْوًا بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ

وہ دعا دیں جو دعا نہیں دی تجھ کو اللہ نے اور کہتے ہیں اپنے دل میں

لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُكُمْ جَهَنَّمُ يَصَلُّونَهَا

کیوں نہیں عذاب کرتا ہم کو اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں کافی ہے ان کو دوزخ داخل ہوں گے اس میں

اللہ ہر مجلس میں موجود ہے | یعنی صرف ان کے اعمال ہی پر کیا منحصر ہے، اللہ کے علم میں تو آسمان وزمین کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے۔ کوئی مجلس، کوئی سرگوشی اور کوئی خفیہ سے خفیہ مشورہ نہیں ہوتا جہاں اللہ اپنے علم محیط کے ساتھ موجود نہ ہو جہاں تین آدمی چھپ کر مشورہ کرتے ہوں نہ سمجھیں کہ وہاں کوئی چوتھا نہیں سن رہا۔ اور پانچ کی کمیٹی خیال نہ کرے کہ کوئی چھٹا سننے والا نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ تین ہوں یا پانچ یا اس سے کم زیادہ، کہیں ہوں، کسی حالت میں ہوں، اللہ تعالیٰ ہر جگہ اپنے علم محیط سے ان کے ساتھ ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں۔

طاق عدد کی حکمت | تنبیہ | مشورہ میں اگر صرف دو شخص ہوں تو بصورت اختلاف ترجیح دشوار ہوتی ہے۔ اسی لئے عموماً معاملات مہمہ میں طاق عدد رکھتے ہیں۔ اور ایک کے بعد پہلا طاق عدد تین تھا پھر پانچ۔ شاید اس لئے ان دو کو اختیار فرمایا اور آگے ”وَلَا أَذْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَا أَكْثَرُ“ سے تعین فرمادی۔ باقی حضرت عمرؓ کا شورعی خلافت کو چھ بزرگوں میں دائر کرنا (حالانکہ چھ کا عدد طاق نہیں) اس لئے ہوگا کہ اس وقت یہ ہی چھ خلافت کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق تھے۔ جن میں سے کسی کو چھوڑا نہیں جاسکتا تھا۔ نیز خلیفہ کا انتخاب ان ہی چھ میں سے ہو رہا تھا تو ظاہر ہے جس کا نام آتا، اس کے سوائے رائے دینے والے تو پانچ ہی رہتے ہیں۔ پھر بھی احتیاطاً حضرت عمرؓ نے بصورت مساوات ایک جانب کی ترجیح کے لئے عبد اللہ بن عمرؓ کا نام لے دیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور ﷺ کی مجلس میں منافقوں کی سرگوشیاں | حضرت ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر منافق سرگوشیاں کرتے۔ مجلس والوں کا مذاق اڑاتے۔ ان پر عیب پکڑتے۔ ایک دوسرے کے کان میں اس طرح بات کہتا اور آنکھوں سے اشارے کرتا جس سے مخلص مسلمانوں کو تکلیف ہوتی۔ اور حضرت کی بات سن کر کہتے۔ ”یہ مشکل کام ہم سے کہاں ہو سکے گا۔“ پہلے سورہ ”نساء“ میں اس طرح کی سرگوشیوں سے منع کیا جا چکا تھا۔ لیکن یہ موذی بے حیاء پھر بھی اپنی حرکتوں اور زیادتیوں سے باز نہ آئے۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔

فَيْئَسَ الْمَصِيرُ ۝ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا

سویری جگہ پہنچے ◆ اے ایمان والو جب تم کان میں بات کرو تو مت کرو

تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ

بات گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی

وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ

اور بات کرو احسان کی اور پرہیزگاری کی ◆ اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس

تُحْشَرُونَ ۝ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزَنَ

تم کو جمع ہونا ہے ◆ یہ جو ہے کان پھوسی سو شیطان کا کام ہے تاکہ دل گیر کرے

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَرَارِهِمْ شَيْءٌ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ

ایمان والوں کو اور وہ ان کا کچھ نہ بگاڑے گا بدون اللہ کے حکم کے

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اور اللہ پر چاہئے کہ بھروسہ کریں ایمان والے ◆ اے ایمان والو

إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ

جب کوئی تم کو کہے کہ کھل کر بیٹھو ◆ مجلسوں میں تو کھل جاؤ اللہ کشادگی

اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فَانْشُرُوا يَرْفَعِ اللَّهُ

دے تم کو ◆ اور جب کوئی کہے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ بلند کرے گا

◆ حضور ﷺ کی شان میں یہودیوں کی گستاخی | یعنی اللہ نے تو آپ کو دوسرے انبیاء کے ساتھ یہ دعائیں دی ہیں۔ "سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ" اور "وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ" اور مومنین کی زبانوں سے "السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ" مگر بعض یہود جب آپ کے پاس آتے تو بجائے السَّلَامُ عَلَيْكَ کے دبی زبان سے "السَّامُ"

عَلَيْكَ“ کہتے جس کے معنی ہیں ”تجھے موت آئے۔“ گویا اللہ نے جو سلامتی کی دعاء آپ کو دی تھی، اس کے خلاف بدو عادی تھے۔ پھر آپس میں کہتے کہ اگر یہ واقعی رسول ہے تو ایسا کہنے سے ہم پر فوراً عذاب کیوں نہیں آتا۔ اس کا جواب دیا۔ ”خَسِبْتُمْ جَهَنَّمَ“ یعنی جلدی نہ کرو۔ ایسا کافی عذاب آئے گا جس کے سامنے دوسرے عذاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ تنبیہ | احادیث میں ”یہود“ کے متعلق آیا ہے کہ ”السلام“ کی جگہ ”السلام“ کہتے تھے۔ ممکن ہے بعض منافقین بھی ایسا کہتے ہوں گے۔ کیونکہ منافق عموماً یہودی تھے۔ حضورؐ کی عادت تھی کہ جب کوئی یہودی یہ کہتا آپ جواب میں صرف ”وَعَلَيْكَ“ فرمادیتے۔ ایک مرتبہ عائشہ صدیقہؓ نے ”السلام عَلَیْكَ“ کے جواب میں یہودی کو ”السلام وَاللُّعْنَةُ“ کہا تو حضورؐ کو کمال خلق سے یہ جواب پسند نہ آیا۔

◆ **سرگوشی کے آداب** | یعنی سچے مسلمانوں کو منافقین کی خو سے بچنا چاہئے۔ ان کی سرگوشیاں اور مشورے ظلم وعدوان اور اللہ و رسول کی نافرمانی کے لئے نہیں، بلکہ نیک اور تقویٰ اور معقول باتوں کی اشاعت کے لئے ہونے چاہئیں جیسا کہ سورہ ”نساء“ میں گذرا۔ ”لَا خَيْرَ لِيْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نُّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ (نساء۔ رکوع ۱۷)“

◆ یعنی سب کو اللہ کے سامنے جمع ہو کر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ اس سے کسی کا ظاہر و باطن پوشیدہ نہیں۔ لہذا اس سے ڈر کر نیکی اور پرہیزگاری کی بات کرو۔

◆ **منافقین کی سرگوشیاں شیطان کی طرف سے ہیں** | یعنی منافقین کی کانٹا پھوسی (سرگوشی) اس غرض سے تھی کہ ذرا مسلمان رنجیدہ اور دلگیر ہوں اور گھبرا جائیں کہ نہ معلوم یہ لوگ ہماری نسبت کیا منصوبے سوچ رہے ہوں گے۔ یہ کام شیطان ان سے کر رہا تھا۔ مگر مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ شیطان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اس کے قبضہ میں کیا چیز ہے۔ نفع نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا حکم نہ ہو تو کتنے ہی مشورے کر لیں اور منصوبے کاٹھ لیں، تمہارا بال بینکانہ ہوگا۔ لہذا تم کو غمگین و دل گیر ہونے کے بجائے اپنے اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ تنبیہ | احادیث میں ممانعت آئی ہے کہ مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر دو شخص کانٹا پھوسی کرنے لگیں۔ کیونکہ وہ تیسرا غمگین ہوگا۔ یہ مسئلہ بھی ایک طرح آئیہ ہذا کے تحت میں داخل ہو سکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”مجلس میں دو شخص کان میں بات کریں تو دیکھنے والے کو غم ہو کہ مجھ سے کیا حرکت ہوئی جو یہ چھپ کر کہتے ہیں۔“

◆ **مجلس میں بیٹھنے کے آداب** | یعنی اس طرح بیٹھو کہ جگہ کھل جائے اور دوسروں کو بھی موقع بیٹھنے کا ملے۔

◆ یعنی اللہ تمہاری تنگیوں کو دور کرے گا اور اپنی رحمت کے دروازے کشادہ کر دے گا۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یہ آداب ہیں مجلس کے۔ کوئی آئے اور جگہ نہ پائے تو چاہئے سب تھوڑا تھوڑا بیٹھیں تا مکان حلقہ کا کشادہ ہو جائے۔ یا (اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوں اور) پرے ہٹ کر حلقہ کر لیں۔ (یا بالکل چلے جانے کو کہا جائے تو چلے جائیں) اتنی حرکت میں غرور (یا بخل) نہ کریں۔ خوئے نیک پر اللہ مہربان ہے اور خوئے بد سے بیزار۔“ تنبیہ | حضورؐ پر نور کی مجلس میں ہر شخص آپؐ کا قرب چاہتا تھا جس سے کبھی مجلس میں تنگی پیش آتی تھی۔ حتیٰ کہ بعض مرتبہ اکابر صحابہؓ کو حضورؐ کے قریب جگہ نہ ملتی۔ اس لئے یہ احکام دیئے گئے۔ تاہر ایک کو درجہ بدرجہ استفادہ کا موقع ملے، اور نظم و ضبط قائم رہے۔ اب بھی اس قسم کی انتظامی چیزوں میں صدر مجلس کے احکام کی اطاعت کرنا چاہئے۔ اسلام ابتری اور بد نظمی نہیں سکھاتا بلکہ انتہائی نظم و شانگی سکھاتا ہے۔ اور جب عام مجالس میں یہ حکم ہے تو میدان جہاد اور صفوف جنگ میں تو اس سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔

الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۝

ان کے لیے جو کہ ایمان رکھتے ہیں تم میں سے اور علم ان کے درجے

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ۝ اے ایمان والو

إِذَا نَادَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْهِ نَجْوَاكُمْ

جب تم کان میں بات کہنا چاہو رسول سے تو آگے بھیجو اپنی بات کہنے سے پہلے

صَدَقَةٌ ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا

خیرات یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور بہت ستھرا پھر اگر نہ پاؤ

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ أَسْأَلُكُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝ کیا تم ڈر گئے کہ آگے بھیجا کرو کان کی

يَدَيْهِ نَجْوَاكُمْ صَدَقْتُمْ ۚ فَإِذَا لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ

بات سے پہلے خیراتیں سو جب تم نے نہ کیا اور اللہ نے معاف کر دیا

عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطْبِعُوا اللَّهَ

تم کو تو اب قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو اللہ کے

وَرَسُولَهُ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى

اور اس کے رسول کے اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ۝ کیا تو نے نہ دیکھا

الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۚ مَا هُمْ مِنْكُمْ

ان لوگوں کو جو دوست ہوئے ہیں اس قوم کے جن پر غصہ ہوا ہے اللہ ۝ نہ وہ تم میں ہیں

یعنی سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب و تہذیب سکھاتا اور متواضع بناتا ہے۔ اہل علم و ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں، اسی قدر جھکتے اور اپنے کو نا چیز سمجھتے جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے درجے اور زیادہ بلند کرتا ہے۔ ”مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ“ یہ تکبر بدین یا جاہل گنوار کا کام ہے کہ اتنی سی بات پر لڑے کہ مجھے یہاں سے کیوں اٹھا دیا اور وہاں کیوں بٹھا دیا۔ یا مجلس سے اٹھ جانے کو کیوں کہا۔ افسوس کہ آج بہت سے بزرگ اور عالم کہلانے والے اسی خیالی اعزاز کے سلسلہ میں غیر مختتم جنگ آزمائی اور مورچہ بندی شروع کر دیتے ہیں۔ ”اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ“

یعنی ہر ایک کو اس کے کام اور لیاقت کے موافق درجے عطا کرتا ہے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کون واقعی ایماندار اور اہل علم ہیں۔

آنحضرت ﷺ سے سرگوشی کے وقت صدقہ کا حکم | منافق بے فائدہ باتیں حضرت ﷺ سے کان میں کرتے کہ لوگوں میں اپنی بڑائی جتائیں اور بعض مسلمان غیر اہم باتوں میں سرگوشی کر کے اتنا وقت لے لیتے تھے کہ دوسروں کو حضور ﷺ سے مستفید ہونے کا موقع نہ ملتا تھا، یا کسی وقت آپ خلوت چاہتے تو اس میں بھی تنگی ہوتی تھی۔ لیکن مروت و اخلاق کے سبب کسی کو منع نہ فرماتے۔ اس وقت یہ حکم ہوا کہ جو قدرت والا آدمی حضور سے سرگوشی کرنا چاہے وہ اس سے پہلے کچھ خیرات کر کے آیا کرے۔ اس میں کئی فائدے ہیں۔ غریبوں کی خدمت، صدقہ کرنے والے کے نفس کا تزکیہ، مخلص و منافق کی تمیز، سرگوشی کرنے والوں کی تقلیل، وغیرہ ذلک۔ ہاں جس کے پاس خیرات کرنے کو کچھ نہ ہو، اس سے یہ قید معاف ہے۔ جب یہ حکم اتر منافقین نے مارے بخل کے وہ عادت چھوڑ دی اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ زیادہ سرگوشیاں کرنا اللہ کو پسند نہیں۔ اسی لئے یہ قید لگائی گئی ہے۔ آخر یہ حکم اگلی آیت سے منسوخ فرمادیا۔

صدقہ کا حکم منسوخ | یعنی صدقہ کا حکم دینے سے جو مقصد تھا، حاصل ہو گیا۔ اب ہم نے یہ وقتی حکم اٹھا لیا ہے چاہئے کہ ان احکام کی اطاعت میں ہم تن لگے رہو جو کبھی منسوخ ہونے والے نہیں۔ مثلاً نماز و زکوٰۃ وغیرہ اسی سے کافی تزکیہ نفس ہو جائے گا۔ تنبیہ | ”فَاِذْلَمُ تَفْعَلُوْا“ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم پر عام طور پر عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ بعض روایات میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس حکم پر امت میں سے صرف میں نے عمل کیا۔

یہ لوگ منافق ہیں اور وہ قوم یہود ہے۔

وَلَا مِنْهُمْ مَخْلَفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۳﴾

اور نہ ان میں ہیں ♦ اور قسمیں کھاتے ہیں جھوٹ بات پر ♦ اور ان کو خبر ہے

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا

تیار رکھا ہے اللہ نے ان کے لیے ♦ سخت عذاب ♦ بے شک وہ برے کام ہیں جو وہ

يَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ لَتَأْخُذُوا أَيَّمَا نَهْمِ جَنَّةٍ فَصَدَّوْا عَنْ

کرتے ہیں ♦ بٹا رکھا ہے اپنی قسموں کو ذحال ♦ پھر روکتے ہیں اللہ کی

سَبِيلِ اللَّهِ فَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۵﴾ لَنْ تَغْنَىٰ

راہ سے ♦ تو ان کو ذلت کا عذاب ہے ♦ کام نہ آئیں گے

عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

ان کو ان کے مال ♦ اور نہ ان کی اولاد ♦ اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۶﴾ يَوْمَ

وہ لوگ ہیں دوزخ کے ♦ وہ اسی میں پڑے رہیں گے ♦ جس دن

يُبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ

جمع کرے گا اللہ ان سب کو ♦ پھر قسمیں کھائیں گے اس کے آگے جیسے کھاتے ہیں تمہارے آگے

وَيَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ الْكَذِبُونَ ﴿۱۷﴾

اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں ♦ سنا ہے وہی ہیں اصل جھوٹے

اسْتَحْذَرُوا الشَّيْطَانَ فَانْصَرَفَ اللَّهُ عَنْكَ حِزْبٌ

قابو کر لیا ہے ان پر شیطان نے ♦ پھر بھلا دی ان کو اللہ کی یاد ♦ وہ لوگ ہیں گروہ

منافقین کی حالت | یعنی منافق نہ پوری طرح تم مسلمانوں میں شامل کیونکہ دل سے کافر ہیں، اور نہ پوری طرح ان میں شریک کیونکہ بظاہر زبان سے اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ ”مُذٰہَبَيْنِ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا اِلٰی هٰؤُلَاءِ وَلَا اِلٰی هٰؤُلَاءِ“

یعنی بے خبری اور غفلت سے نہیں، جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں۔ مسلمان سے کہتے ہیں۔ ”اِنَّهُمْ لَیْسُکُمْ“ کہ وہ تم میں سے ہیں اور تمہاری طرح سچے ایماندار ہیں۔ حالانکہ ایمان سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں۔

جس کو دوسری جگہ فرمایا۔ ”اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَیْسُ الشُّرَکَیِّ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ“ (نساء۔ رکوع ۲۱)
نفاق کا انجام برا ہے | یعنی خواہ ابھی ان کو نظر نہ آئے لیکن نفاق کے کام کر کے وہ اپنے حق میں بہت برا بیج بوری ہے۔

یعنی جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال کو بچاتے ہیں اور اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے دوستی کے پیرایہ میں دوسروں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ لوگ اس طرح کچھ عزت نہیں پاسکتے۔ سخت ذلت کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے اور جب سزا کا وقت آئے گا، اللہ کے ہاتھ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، جن کی حفاظت کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں۔

آخرت میں منافقین کی قسمیں | یعنی یہاں کی عادت پڑی ہوئی وہاں بھی نہ جائے گی۔ جس طرح تمہارے سامنے جھوٹ بول کر فحش جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہوشیار ہیں اور بڑی اچھی چال چل رہے ہیں، اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھانے کو تیار ہو جائیں گے کہ پروردگار اہم تو ایسے نہ تھے، ویسے تھے۔ شاید وہاں بھی خیال ہو کہ اتنا کہہ دینے سے رہائی ہو جائے گی۔

بیکہ اصل اور ڈبل جھوٹا وہ ہی ہے جو خدا کے سامنے بھی جھوٹ کہنے سے نہ شرمائے۔

ان پر شیطان کا قبضہ ہے | شیطان جس پر پوری طرح قابو کر لے اس کا دل و دماغ اسی طرح مسخ ہو جاتا ہے اسے کچھ یاد نہیں رہتا کہ خدا بھی کوئی چیز ہے۔ بھلا اللہ کی عظمت اور بزرگی و مرجہ کو وہ کیا سمجھے۔ شاید محشر میں بھی جھوٹ پر قدرت دے کر اس کی بے حیائی اور حماقت کا اعلان کرنا ہو کہ اس مسوخ کو اتنی سمجھ نہیں کہ اللہ کے آگے میرا جھوٹ کیا چلے گا۔

الشَّيْطَانُ إِلَّا إِنْ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمْ الْخٰسِرُونَ ﴿۸﴾

شیطان کا سنا ہے جو گروہ ہے شیطان کا وہی خراب ہوتے ہیں جو

الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿۹﴾

لوگ خلاف کرتے ہیں اللہ کا اور اس کے رسول کا وہ لوگ ہیں سب سے بے قدر لوگوں میں

كُتِبَ اللَّهُ لَا غَلِبَ إِلَّا أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۱۰﴾

اللہ لکھ چکا کہ میں غالب ہوں گا اور میرے رسول بے شک اللہ زور آور ہے زبردست

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ

تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں

مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ

ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے خواہ وہ اپنے باپ ہوں یا اپنے بیٹے

أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كُتِبَ فِي قُلُوبِهِمُ

یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے ان کے دلوں میں اللہ نے لکھ دیا ہے

الْإِيمَانُ وَإِيْدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

ایمان اور ان کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کرے گا ان کو باغوں میں جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا

بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں ان میں اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے

عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ إِلَّا إِنْ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۱﴾

راضی وہ لوگ ہیں گروہ (الفکر) اللہ کا سنا ہے جو گروہ (الفکر) ہے اللہ کا وہی مراد کو پہنچے

شیطان لکڑ کا انجام یقیناً خراب ہے۔ نہ دنیا میں ان کے منصوبے آخری کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں، نہ آخرت میں عذاب شدید سے نجات پانے کی کوئی سبیل ہے۔

غلبہ اللہ اور اس کے رسولوں کا ہی ہوگا | یعنی اللہ و رسول کا مقابلہ کرنے والے جو حق و صداقت کے خلاف جنگ کرتے ہیں سخت ناکام اور ذلیل ہیں۔ اللہ لکھ چکا ہے کہ آخر کار حق ہی غالب ہو کر رہے گا اور اس کے پیغمبر ہی مظفر و منصور ہوں گے۔ اس کی تقریر پہلے کئی جگہ گزر چکی ہے۔

یعنی ایمان ان کے دلوں میں جمادیا اور پتھر کی لکیر کی طرح ثبت کر دیا۔

مومنین کی اللہ کی طرف سے مدد | یعنی غیبی نور عطا فرمایا جس سے قلب کو ایک خاص قسم کی معنوی حیات ملتی ہے۔ یا روح القدس (جبریل) سے ان کی مدد فرمائی۔

اللہ کی رضا | یعنی یہ لوگ اللہ کے واسطے سب سے ناراض ہوئے تو اللہ ان سے راضی ہوا۔ پھر جس سے اللہ راضی ہوا سے اور کیا چاہئے۔

اللہ کا گروہ | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی جو دوستی نہیں رکھتے اللہ کے مخالف سے اگرچہ باپ بیٹے ہوں وہ ہی سچے ایمان والے ہیں۔ ان کو یہ درجے ملتے ہیں۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان یہ ہی تھی کہ اللہ و رسول کے معاملہ میں کسی چیز اور کسی شخص کی پروا نہیں کی، اسی سلسلہ میں ابو عبیدہؓ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ جنگ ”احد“ میں ابو بکر صدیقؓ اپنے بیٹے عبدالرحمنؓ کے مقابلہ میں نکلنے کو تیار ہو گئے، مصعبؓ بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو، عمرؓ بن الخطاب نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو، علیؓ بن ابی طالب، حمزہؓ، عبیدہ بن الحارث نے اپنے اقارب عتبہ، شیبہ، اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا اور رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ نے جو قلعہ مسلمان تھے، عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو اپنے باپ کا سر کاٹ کر خدمت میں حاضر کر دوں۔ آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوانہ ورضقنا اللہ خبتہم واتباعہم وامانتنا علیہ آمین۔ تم سورۃ المجادلۃ للہ الحمد والمنا۔

آيَاتُهَا ۲۴ ﴿۵۹﴾ سُورَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۰۱﴾ رُكُوعَاتُهَا ۳

سورۃ حشر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چوبیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ

اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے (بولتا ہے) جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ هُوَ الَّذِي اَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

زبردست حکمت والا ♦ وہی ہے جس نے نکال دیا ان کو جو منکر ہیں

اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ

کتاب والوں میں ان کے گمروں سے ♦ پہلے ہی اجتماع پر فکر کے ♦ تم نہ انکل کرتے تھے کہ

يَخْرُجُوْا وَظَنُّوْا اَنْهُمْ مَّا نَعْتُهُمْ حَصُوْنًا مِّنْ اللّٰهِ فَاَنْتَهُمْ

نکلنے کے اور وہ خیال رکھتے تھے کہ ان کو بچالیں گے ان کے قلعے اللہ کے ہاتھ سے پھر پہنچا ان پر

اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

اللہ جہاں سے ان کو خیال نہ تھا اور ڈال دی ان کے دلوں میں

الرُّعْبَ يَخْرِبُوْنَ بِيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

دھماک (رعب) ♦ اجاڑنے لگے اپنے گمراہ اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں ♦

سورۃ الحشر

♦ چنانچہ اس کے زبردست غلبہ اور حکمت کے آثار میں سے ایک واقعہ آگے بیان کیا جاتا ہے۔

♦ بنو نضیر کا اخراج مدینہ سے مشرقی جانب چند میل کے فاصلہ پر ایک قوم یہود بستی تھی جس کو ”بنی نضیر“ کہتے تھے۔ یہ لوگ بڑے

جیتے والے اور سرمایہ دار تھے، اپنے مضبوط قلعوں پر ان کو ناز تھا۔ حضورؐ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو شروع میں انہوں نے آپؐ سے صلح کا معاہدہ کر لیا، کہ ہم آپؐ کے مقابلہ پر کسی کی مدد نہ کریں گے۔ پھر مکہ کے کافروں سے نامہ و پیام کرنے لگے۔ حتیٰ کہ ان کے ایک بڑے سردار کعب بن اشرف نے چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچ کر بیت اللہ شریف کے سامنے مسلمانوں کے خلاف قریش سے عہد و پیمان باندھا۔ آخر چند روز بعد اللہ و رسول کے حکم سے محمد بن مسلمہ نے اس غدار کا کام تمام کر دیا۔ پھر بھی ”بنی نضیر“ کی طرف سے بد عہدی کا سلسلہ جاری رہا۔ کبھی دغا بازی سے حضورؐ کو چند رفیقوں کے ساتھ بلا کر اچانک قتل کرنا چاہا۔ ایک مرتبہ حضورؐ جہاں بیٹھے تھے اوپر سے بھاری چکی کا پاٹ ڈال دیا۔ اگر لگے تو آدمی مر جائے۔ مگر سب مواقع پر اللہ کے فضل نے حفاظت فرمائی۔ آخر حضورؐ نے مسلمانوں کو جمع کیا۔ ارادہ یہ کہ ان سے لڑیں۔ جب مسلمانوں نے نہایت سرعت و مستعدی سے مکانوں اور قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ وہ مرعوب و خوفزدہ ہو گئے۔ عام لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ انہوں نے گھبرا کر صلح کی التجا کی۔ آخر یہ قرار پایا کہ وہ مدینہ خالی کر دیں۔ ان کی جانوں سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ اور جو مال اسباب اٹھا کر لے جاسکتے ہیں، لے جائیں۔ باقی مکان، زمین، باغ، وغیرہ پر مسلمان قابض ہوئے۔ حق تعالیٰ نے وہ زمین مال غنیمت کی طرح تقسیم نہ کرائی، صرف حضرتؐ کے اختیار پر رکھی۔ حضرتؐ نے اکثر اراضی مہاجرین پر تقسیم کر دی۔ اس طرح انصار پر سے ان کا خرچ ہلکا ہوا۔ اور مہاجرین و انصار دونوں کو فائدہ پہنچا۔ نیز حضرتؐ اپنے گھر کا اور وار و صادر کا سالانہ خرچ بھی اسی سے لیتے تھے اور جو خرچ رہتا اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے۔ اس سورت میں یہ ہی قصہ مذکور ہے۔

◆ یہود کا پہلا حشر | یعنی ایک ہی ہلہ میں گھبرا گئے اور پہلی ہی ٹہ بھڑ پر مکان اور قلعے چھوڑ کر نکل بھاگنے کو تیار ہو بیٹھے۔ کچھ بھی ثابت قدمی نہ دکھائی۔ تنبیہ ”أَوَّلَ الْحَشْرِ“ سے بعض مفسرین کے نزدیک یہ مراد ہے کہ اس قوم کے لئے اس طرح ترک وطن کرنے کا یہ پہلا ہی موقع تھا۔ قبل ازیں ایسا واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ یا ”اول الحشر“ میں اس طرف اشارہ ہو کہ ان یہود کا پہلا حشر یہ ہے کہ مدینہ چھوڑ کر بہت سے خیر و غیرہ چلے گئے اور دوسرا حشر وہ ہو گا جو حضرتؐ عمرؓ کے عہد خلافت میں پیش آیا۔ یعنی دوسرے یہود و نصاریٰ کی معیت میں یہ لوگ بھی خیر سے ملک شام کی طرف نکالے گئے جہاں آخری حشر بھی ہوتا ہے۔ اسی لئے ”شام“ کو ”ارض المحشر“ بھی کہتے ہیں۔

◆ یہود کے دلوں پر اللہ نے رعب ڈال دیا | یعنی ان کے ساز و سامان، مضبوط قلعے اور جنگجو یا نہ اطور دیکھ کر نہ تم کو اندازہ تھا کہ اس قدر جلد اتنی آسانی سے وہ ہتھیار ڈال دیں گے اور نہ ان کو خیال تھا کہ مٹھی بھر بے سرو سامان لوگ اس طرح قافیہ تنگ کر دیں گے۔ وہ اسی خواب خرگوش میں تھے کہ مسلمان (جن کے سروں پر اللہ کا ہاتھ ہے) ہمارے قلعوں تک پہنچنے کا حوصلہ نہ کر سکیں گے۔ اور اس طرح گویا اللہ کے ہاتھ سے بچ نکلیں گے۔ مگر انہوں نے دیکھ لیا کہ کوئی طاقت اللہ کے حکم کو نہ روک سکی۔ ان کے اوپر اللہ کا حکم وہاں سے پہنچا، جہاں سے ان کو خیال و گمان بھی نہ تھا۔ یعنی دل کے اندر سے خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اور بے سرو سامان مسلمانوں کی دھاک بٹھلا دی۔ ایک تو پہلے ہی اپنے سردار کعب بن اشرف کے ناگہانی قتل سے مرعوب و خوفزدہ ہو رہے تھے۔ اب مسلمانوں کے اچانک حملہ نے رہے رہے جو اس بھی کھود دیئے۔

◆ بنو نضیر کا اپنے گھروں کو اجاڑنا | یعنی حرص اور غیظ و غضب کے جوش میں مکانوں کے کڑی، تختے، کواڑا کھاڑنے لگے تاکہ کوئی چیز جو ساتھ لے جاسکتے ہیں رہ نہ جائے اور مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگے۔ اس کام میں مسلمانوں نے بھی ان کا ہاتھ بٹایا۔ ایک طرف سے وہ خود گراتے تھے دوسری طرف سے مسلمان۔ اور غور سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے ہاتھوں جو تباہی و ویرانی عمل میں آئی وہ بھی ان ہی بد بختوں کی بد عہدیوں اور شرارتوں کا نتیجہ تھی۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ۝ وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ

سو عبرت پکڑو اے آنکھ والو ♦ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ لکھ دیا تھا اللہ نے ان پر

الْجَلَاءَ لَعَذَابُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ

جلا وطن ہونا تو ان کو عذاب دیتا دنیا میں اور آخرت میں ہے ان کے لیے آگ کا

النَّارِ ۝ ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ

عذاب ♦ یہ اس لیے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور جو کوئی

يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ

مخالف ہو اللہ سے تو اللہ کا عذاب سخت ہے ♦ جو کاٹ ڈالائے

مِنْ لَبَنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ

کھجور کا درخت یا رہنے دیا کھڑا اپنی جڑ پر سوائے اللہ کے

اللَّهِ وَلِيُخِزِّيَ الْفَاسِقِينَ ۝ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ

حکم ہے ♦ اور تاکہ رسوا کرے نافرمانوں کو ♦ اور جو مال کہ لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر

مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ

ان سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر کھوڑے اور نہ اونٹ

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى

لیکن اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ سب

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ

کچھ کر سکتا ہے ♦ جو مال لوٹا یا (ہاتھ لگا دیا) اللہ نے اپنے رسول پر (کو) بستیوں والوں سے

بنو نضیر کا واقعہ عبرت کا سبق ہے | یعنی اہل بصیرت کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ کفر، ظلم، شرارت اور بد عہدی کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ اور یہ کھنڈ ظاہری اسباب پر تکیہ کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے غافل ہو جانا عقلمند کا کام نہیں۔

ان کی قسمت میں جلا وطنی لکھی تھی | یعنی ان کی قسمت میں جلا وطنی کی سزا لکھی تھی۔ یہ بات نہ ہوتی تو کوئی دوسری سزا دنیا میں دی جاتی۔ مثلاً بنی قریظہ کی طرح مارے جاتے۔ غرض سزا سے بچ نہیں سکتے۔ یہ خدا کی حکمت ہے کہ قتل کے بجائے محض جلا وطنی پر اکتفا کیا گیا۔

لیکن یہ تخفیف صرف دنیوی سزا میں ہے آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان کافروں سے ٹل نہیں سکتی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”جب یہ قوم ملک شام سے بھاگ کر یہاں آئی تھی تو ان کے بڑوں نے کہا تھا کہ ایک دن تم کو یہاں سے ویران ہو کر پھر شام میں جانا پڑے گا۔ چنانچہ اس وقت اجڑ کر (بعض شام میں چلے گئے اور بعض) خیر میں رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وہاں سے اجڑ کر شام میں گئے۔“

یعنی ایسے مخالفوں کو ایسی سخت سزا ملتی ہے۔

مسلمانوں کا درختوں کو کاٹنا | جب وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے تو حضرتؓ نے اجازت دی کہ ان کے درخت کاٹے جائیں اور باغ اجاڑے جائیں تا اس کے درد سے باہر نکل کر لڑنے پر مجبور ہوں اور کھلی ہوئی جنگ کے وقت درختوں کی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اس پر کچھ درخت کاٹے گئے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے کہ فتح کے بعد مسلمانوں کے کام آئیں گے۔ کافروں نے طعن کرنا شروع کیا کہ خود تو فساد سے منع کرتے ہیں، کیا درختوں کا کاٹنا اور جلانا فساد نہیں؟ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی یہ سب کچھ اللہ جل شانہ کے حکم سے ہے۔ حکم الہی کی تعمیل کو فساد نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ گہری حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حکم کی بعض مصالح اوپر بیان ہو چکیں۔

یہود کی رسوائی | یعنی تاکہ مسلمانوں کو عزت دے اور کافروں کو ذلیل کرے۔ چنانچہ جو درخت چھوڑ دیئے گئے اس میں مسلمانوں کی ایک کامیابی اور کفار کو غیظ میں ڈالنا ہے کہ یہ مسلمان ان کو برقیں گے اور نفع اٹھائیں گے اور جو کاٹے یا جلائے گئے اس میں مسلمانوں کی دوسری کامیابی یعنی ظہورِ آمار غلبہ اور کفار کو غیظ میں ڈالنا ہے کہ مسلمان ہماری چیزوں میں کیسے تصرفات کر رہے ہیں۔ لہذا دونوں امر جائز اور حکمت پر مشتمل ہیں۔

مال غنیمت اور فنی کا فرق | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ ہی فرق رکھا ہے ”غنیمت“ میں اور ”فنی“ میں۔ جو مال لڑائی سے ہاتھ لگا وہ غنیمت ہے اس میں پانچواں حصہ اللہ کی نیاز (جس کی تفصیل دسویں پارہ کے شروع میں گزر چکی ہے) اور چار حصے لشکر کو تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور جو بغیر جنگ کے ہاتھ آیا وہ سب کا سب مسلمانوں کے خزانہ میں رہے (ان کی مصالح عامہ میں) اور جو کام ضروری ہو اس پر خرچ ہو۔“ تنبیہ! اگر قدرے جنگ ہونے کے بعد کفار مرعوب ہو کر صلح کی طرف مسامحت کریں اور مسلمان قبول کر لیں۔ اس صورت میں جو اموال صلح سے حاصل ہوں گے وہ بھی حکم ”فنی“ میں داخل ہیں۔

اموال فنی رسول ﷺ اللہ کیلئے ہیں | نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں اموال ”فنی“ خالص حضور ﷺ کے اختیار و تصرف میں ہوتے تھے ممکن ہے کہ یہ اختیار مالکانہ ہو جو صرف آپ کے لئے مخصوص تھا۔ جیسا کہ آیت حاضرہ میں ”عَلٰی رَسُوْلِهِ“ کے لفظ سے متبادر ہوتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ محض حاکمانہ ہو بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان اموال کے متعلق آپ کو اگلی آیت میں ہدایت فرمادی کہ جو بایانہ بافلاں فلاں مصارف میں صرف کئے جائیں۔ آپ ﷺ کے بعد یہ اموال امام کے اختیار و تصرف میں چلے جاتے ہیں۔ لیکن اس کا تصرف مالکانہ نہیں ہوتا، محض حاکمانہ ہوتا ہے۔ وہ ان کو اپنی صوابدید اور مشورہ سے مسلمانوں کی عام ضروریات و مصالح میں خرچ کرے گا۔ باقی اموال غنیمت کا حکم اس سے جدا گانہ ہے۔ وہ خمس نکالے جانے کے بعد خالص لشکر کا حق ہوتا ہے۔ کما بدل علیہ قولہ تعالیٰ۔ ”وَاعْلَمُوْا اَنَّهَا غَنِيْمَتٌ“ الخ لشکری اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو وہ علیحدہ بات رہی۔ البتہ شیخ ابوبکر رازی حنفی نے ”احکام القرآن“ میں نقل کیا ہے کہ یہ حکم اموال منقولہ کا ہے غیر منقولہ میں امام کو اختیار ہے کہ مصلحت سمجھے تو لشکر پر تقسیم کر دے اور مصلحت نہ سمجھے تو مصالح عامہ کے لئے رہنے دے۔ جیسا کہ سواد عراق میں حضرت عمرؓ نے بعض جلیل القدر صحابہؓ کے مشورہ سے یہی عمل در آمد رکھا۔ اسی مسلک کے موافق شیخ ابوبکر رازی نے ”وَاعْلَمُوْا اَنَّهَا غَنِيْمَتٌ“ الخ کو اموال منقولہ پر اور سورہ ”حشر“ کی آیات کو اموال غیر منقولہ پر حمل کیا ہے۔ اس طرح کہ پہلی آیت ”وَمَا اٰتٰءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مِنْهُمُ“ حکم ”غنیمت“ پر محمول ہے۔ اور لفظ ”غنیمت“ کو لفظ ”فنی“ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الْقُرْآنِ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَ

سواللہ کے واسطے اور رسول کے ♦ اور قرابت والے کے ♦ اور یتیموں کے اور

السَّكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ كَلَّا يَكُونُ دُولَةً بَيْنَ

محتاجوں کے اور مسافر کے تاکہ نہ آئے لینے دینے میں

الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَا أَتَكُمْ الرَّسُولُ فَاخْذُوهُ ۖ وَمَا

دولت مندوں کے تم میں سے ♦ اور جو دے تم کو رسول سولے لو اور جس سے

نَهَكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

منع کرے سو چھوڑ دو ♦ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ۚ ۝ لِّلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا

سخت ہے ♦ (یہ مال) واسطے ان مفلسوں چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں

مِّنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ قَضًا مِّنَ اللَّهِ

اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل

وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ

اور اس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ لوگ وہی ہیں

الصَّادِقُونَ ۚ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ

سچے ♦ اور جو لوگ (واسطے ان لوگوں کے) جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان

مِّنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ

میں ان سے پہلے سے ♦ وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس ♦ اور نہیں پاتے

اموال فنی کے مصارف | پہلی آیت میں صرف اموال ”بنی نضیر“ کا ذکر تھا۔ اب اموال ”فنی“ کے متعلق عام ضابطہ بتلاتے ہیں۔ یعنی ”فنی“ پر قبضہ رسول کا اور رسول کے بعد امام کا کہ اسی پر یہ خرچ پڑتے ہیں۔ باقی اللہ کا ذکر تہم کا ہوا۔ وہ تو سب ہی کا مالک ہے۔ ہاں کعبہ کا خرچ اور مسجدوں کا بھی جو اللہ کے نامزد ہیں ممکن ہے اس میں درج ہو۔

ان اموال میں اہل بیت کا حصہ | یعنی حضرت کے قرابت والوں کے۔ چنانچہ حضورؐ اپنے زمانہ میں اس مال میں سے ان کو بھی دیتے تھے۔ اور ان میں فقیر کی بھی قید نہیں تھی۔ اپنے چچا حضرت عباسؓ کو جو دو تہمند تھے آپؐ نے حصہ عطا فرمایا۔ اب آپؐ کے بعد خفیہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے قرابتدار جو صاحب حاجت ہوں امام کو چاہئے کہ انہیں دوسرے محتاجوں سے مقدم رکھے۔

دولت کی گردش | یعنی یہ مصارف اس لئے ہٹائے کہ ہمیشہ قیموں محتاجوں، بیسکوں اور عام مسلمانوں کی خبر گیری ہوتی رہے اور عام اسلامی ضروریات سرانجام پاسکیں۔ یہ اموال محض دولت مندوں کے الٹ پھیر میں پڑ کر ان کی مخصوص جاگیر بن کر نہ رہ جائیں جن سے سرمایہ دار مزے لوٹیں اور غریب فاقوں مریں۔

یعنی مال و جائداد وغیرہ جس طرح پیغمبر اللہ کے حکم سے تقسیم کرے اسے بخوشی و رغبت قبول کرو، جو ملے لے لو، جس سے روکا جائے رک جاؤ اور اسی طرح اس کے تمام احکام اور امر و نواہی کی پابندی رکھو۔

یعنی رسولؐ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ڈرتے رہو کہیں رسولؐ کی نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کوئی سخت عذاب مسلط نہ کر دے۔

مہاجرین کا حق مقدم ہے | یعنی یوں تو اس مال سے عام مسلمانوں کی ضروریات و حوائج متعلق ہیں۔ لیکن خصوصی طور پر ان ایثار پیشہ جاں نثاروں اور سچے مسلمانوں کا حق مقدم ہے۔ جنہوں نے محض اللہ کی خوشنودی اور رسولؐ کی محبت و اطاعت میں اپنے گھریا اور مال و دولت سب کو خیر باد کہا اور بالکل خالی ہاتھ ہو کر وطن سے نکل آئے تا اللہ و رسولؐ کے کاموں میں آزادانہ مدد کر سکیں۔

انصار مدینہ کے فضائل | اس گھر سے مراد ہے مدینہ طیبہ اور یہ لوگ انصار مدینہ ہیں جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ اور ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے۔

یعنی محبت کے ساتھ مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں حتیٰ کہ اپنے اموال وغیرہ میں ان کو برابر کا شریک بنانے کے لئے تیار ہیں۔

فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُوشِرُونَ عَلَىٰ

اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں ان کو

أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ

اپنی جان سے اور اگرچہ ہوا اپنے اوپر فاقہ اور جو بچایا گیا اپنے جی کے

نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَالَّذِينَ جَاءُوا

لا لُحْ سے سو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے

مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا

ان کے بعد کہتے ہوئے اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو

الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا

جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں

غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ أَلَمْ

بیر ایمان والوں کا اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان کیا

تَرَأَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ

تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو دغا باز ہیں کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جو کہ

كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ

کافر ہیں اہل کتاب میں سے اگر تم کو کوئی نکال دے گا تو ہم بھی نکلیں گے

مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِیْكُمْ أَحَدًا أَبَدًا ۚ وَإِنْ

تمہارے ساتھ اور کہا نہ مانیں گے کسی کا تمہارے معاملہ میں کبھی اور اگر

انصار کا جذبہ ایثار و خلوص | یعنی مہاجرین کو اللہ تعالیٰ جو فضل و شرف عطا فرمائے یا اموال فائزے وغیرہ میں سے حضورؐ جو کچھ عنایت کریں، اسے دیکھ کر انصار دل تنگ نہیں ہوتے نہ حسد کرتے ہیں۔ بلکہ خوش ہوتے ہیں اور ہر اچھی چیز میں ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔ خود سختیاں اور فاقے اٹھا کر بھی اگر ان کو بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔ ایسا بے مثال ایثار آج تک دنیا کی کس قوم نے کس قوم کے لئے دکھلایا۔

بخل سے نجات فلاح ہے | یعنی بڑے کامیاب اور بامراد ہیں وہ لوگ جن کو اللہ کی توفیق و دیکھیری نے ان کے دل کے لالچ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھا۔ لالچی اور بخیل آدمی اپنے بھائیوں کے لئے کہاں ایثار کر سکتا ہے اور دوسروں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر کب خوش ہوتا ہے؟

یعنی ان مہاجرین و انصار کے بعد عالم وجود میں آئے، یا ان کے بعد حلقہ اسلام میں آئے، یا مہاجرین سابقین کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ والظاهر هو الاول۔

مسلمانوں کو ایک جامع دعا کی تعلیم | یعنی سابقین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور کسی مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں پیر اور بغض نہیں رکھتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ ”آیت سب مسلمانوں کے واسطے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور انہی کے پیچھے چلیں اور ان سے بیر نہ رکھیں۔“ امام مالکؒ نے یہیں سے فرمایا کہ جو شخص صحابہؓ سے بغض رکھے اور ان کی بدگوئی کرے اس کے لئے مال فائزے میں کچھ حصہ نہیں۔

قُوتِلْتُمْ كُنْصَرْتُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١١﴾

تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں

لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا

اگر وہ نکالے جائیں یہ نہ نکلیں گے ان کے ساتھ اور اگر ان سے لڑائی ہوئی یہ نہ

يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُولِيَنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا

مدد کریں گے ان کی اور اگر مدد کریں گے تو بھاگیں گے پیٹھ پھیر کر پھر کہیں

يَنْصُرُونَ ﴿١٢﴾ لَا أَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ

مدد نہ پائیں گے البتہ تمہارا ڈر زیادہ ہے ان کے دلوں میں

مَنْ اللَّهُ ذَرِكُ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٣﴾

اللہ کے ڈر سے یہ اس لیے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے

يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرَى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ

لڑنے کیسے تم سے سب مل کر مگر بستیوں کے کوٹ میں یا

وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا

دیواروں کی اوٹ میں ان کی لڑائی آپس میں سخت ہے تو سمجھو وہ اکٹھے ہیں

وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾

اور ان کے دل جدا جدا ہو رہے ہیں یہ اس لیے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَعْمِهِمْ

جیسے قصہ ان لوگوں کا جو ہو چکے ہیں ان سے پہلے قریب ہی چکھی انہوں نے سزا اپنے کام کی

◆ منافقین کا یہود سے خفیہ ساز باز | عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین نے یہود "بنی النضیر" کو خفیہ پیام بھیجا تھا کہ گھبرانا نہیں اور اپنے کو اکیلا مت سمجھنا۔ اگر مسلمانوں نے تم کو نکالا۔ ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور لڑائی کی نوبت آئی تو تمہاری مدد کریں گے۔ یہ ہمارا بالکل اٹل اور قطعی فیصلہ ہے۔ اس کے خلاف تمہارے معاملہ میں ہم کسی کی بات ماننے والے اور پروا کرنے والے نہیں۔

◆ منافقین جھوٹے ہیں | یعنی دل سے نہیں کہہ رہے۔ محض مسلمانوں کے خلاف اکسانے کے لئے باتیں بنا رہے ہیں۔ اور جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں ہرگز اس پر عمل نہیں کریں گے۔

◆ منافقین کا جھوٹ ثابت ہو گیا | چنانچہ لڑائی کا سامان ہوا اور "بنی النضیر" محصور ہو گئے۔ ایسی نازک صورت حال میں کوئی منافق ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ اور آخر کار جب وہ نکالے گئے یہ اس وقت آرام سے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔

◆ یعنی اگر بفرض محال منافق ان کی مدد کو نکلے بھی تو نتیجہ کیا ہوگا۔ بجز اس کے کہ مسلمانوں کے مقابلہ سے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ پھر ان کی مدد تو کیا کر سکتے، خود ان کی مدد کو بھی کوئی نہ پہنچے گا۔

◆ منافقین کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب | یعنی اللہ کی عظمت کو سمجھتے اور دل میں اس کا ڈر ہوتا، تو کفر و نفاق کیوں اختیار کرتے۔ ہاں مسلمانوں کی شجاعت و بسالت سے ڈرتے ہیں۔ اسی لئے ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے نہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔

◆ منافقین کے بزدلانہ طریقے | یعنی چونکہ ان لوگوں کے دل مسلمانوں سے مرعوب اور خوفزدہ ہیں، اس لئے کھلے میدان میں جنگ نہیں کر سکتے۔ ہاں گنجان بستیوں میں قلعہ نشین ہو کر یاد یواروں اور درختوں کی آڑ میں چھپ کر لڑ سکتے ہیں۔ ہمارے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے، کہ یورپ نے مسلمانوں کی تلوار سے عاجز ہو کر قسم قسم کے آتشیار اسلحہ اور طریق جنگ ایجاد کئے ہیں۔ تاہم اب بھی اگر کسی وقت بدست بدست جنگ کی نوبت آجاتی ہے تو چند ہی منٹ میں دنیا "لَا یُقَاتِلُونَكُمْ جَمِیْعًا إِلَّا فِی قَرْیَ مَحْصَنَةٍ اَوْ مِنْ وَرَآءِ جُبَدٍ" کا مشاہدہ کر لیتی ہے۔ باقی اس قوم کا تو کہنا ہی کیا جس کے نزدیک چھتوں پر چڑھ کر اینٹ پتھر پھینکنا اور تیزاب کی پچکاریاں چلانا ہی سب سے بڑی علامت بہادری کی ہے۔

◆ آپس کی لڑائی میں سخت ہیں | یعنی آپس میں لڑائی میں بڑے تیز اور سخت ہیں جیسا کہ اسلام سے پہلے "اوس" و "خزرج" کی جنگ میں تجربہ ہو چکا، مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی ساری بہادری اور شجاعت کمری ہو جاتی ہے۔

◆ کفار کا اتحاد دھوکہ ہے | یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے ظاہری اتفاق و اتحاد سے دھوکہ مت کھاؤ۔ ان کے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں، ہر ایک اپنی غرض و خواہش کا بندہ، اور خیالات میں ایک دوسرے سے جدا ہے پھر حقیقی یکجہتی کہاں میسر آ سکتی ہے۔ اگر عقل ہو تو سمجھیں کہ یہ نمائشی اتحاد کس کام کا۔ اتحاد اسے کہتے ہیں جو مومنین قاتلین میں پایا جاتا ہے کہ تمام اغراض و خواہشات سے یکسو ہو کر سب نے ایک اللہ کی رسی کو تھام رکھا ہے، اور ان سب کا مرنا جینا اسی خدائے واحد کے لئے ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ

اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے ﴿۱۵﴾ جیسے قصہ شیطان کا جب کہے

لِلْإِنْسَانِ أَكْفَرُ فُلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكَ إِنِّي

انسان کو تو منکر ہو پھر جب وہ منکر ہو گیا کہے میں الگ ہوں تجھ سے میں

أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي

ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب سارے جہان کا پھر انجام دونوں کا یہی کہ وہ دونوں ہیں

النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿۱۷﴾

آگ میں ہمیشہ رہیں اسی میں اور یہی ہے سزا گنہگاروں کی ﴿۱۷﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہئے کہ دیکھ لے ہر ایک جی

مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا

کیا بھیجتا ہے کل کے واسطے ﴿۱۸﴾ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کو خبر ہے جو

تَعْمَلُونَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ

تم کرتے ہو ﴿۱۸﴾ اور مت ہو ان جیسے جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو پھر اللہ نے بھلا دیئے ان کو

أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِي

ان کے جی وہ لوگ وہی ہیں نافرمان ﴿۱۹﴾ برابر نہیں

أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ

دوزخ والے اور بہشت والے بہشت والے جو ہیں وہی ہیں

پچھلے کفار کے حال سے سبق لو | یعنی ابھی قریب زمانہ میں یہود ”بنی قینقار“ اپنی غداری کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ جب انہوں نے بد عہدی کی تو مسلمانوں نے ایک مختصر لڑائی کے بعد نکال باہر کیا۔ اور اس سے پیشتر ماضی قریب میں مکہ والے ”بدر“ کے دن سزا پا چکے ہیں، وہی انجام ”بنی نضیر“ کا دیکھ لو کہ دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں سزا مل چکی اور آخرت کا دردناک عذاب جوں کا توں رہا۔

شیطان اور منافقین میں مناسبت | یعنی شیطان اول انسان کو کفر و معصیت پر ابھارتا ہے۔ جب انسان دام اغواء میں پھنس جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ اور تیرے کام سے بیزار ہوں مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے (یہ کہنا بھی ریاء اور مکاری سے ہوگا) نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی دوزخ کا کندہ بنا اور اسے بھی بنایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”شیطان آخرت میں یہ بات کہے گا اور ”بدر“ کے دن بھی ایک کافر کی صورت میں لوگوں کو لڑواتا تھا۔ جب فرشتے نظر آئے تو بھاگا۔ جس کا ذکر سورہ ”انفال“ میں گزر چکا ہے۔ یہی مثال منافقوں کی ہے۔ ”وہ“ بنی نضیر کو اپنی حمایت و رفاقت کا یقین دلا دلا کر بھرے پر چڑھاتے رہے۔ آخر جب وہ مصیبت میں پھنس گئے، آپ الگ ہو بیٹھے۔ لیکن کیا وہ اس طرح اللہ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ دونوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

تقویٰ اور عمل صالح کا حکم | یعنی اللہ سے ڈر کر طاعات اور نیکیوں کا ذخیرہ فراہم کرو اور سوچوکل کے لئے کیا سامان تم نے آگے بھیجا ہے جو مرنے کے بعد وہاں پہنچ کر تمہارے کام آئے۔

یعنی تمہارا کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں لہذا اس سے ڈر کر تقویٰ کا راستہ اختیار کرو اور معاصی سے پرہیز رکھو۔

بھولنے والوں کی طرح مت ہو | یعنی جنہوں نے اللہ کے حقوق بھلا دیئے، اس کی یاد سے غفلت اور بے پروائی برتی۔ اللہ نے خود ان کی جانوں سے ان کو غافل اور بے خبر کر دیا کہ آنے والی آفات سے اپنے بچاؤ کی کچھ فکر نہ کی۔ اور نافرمانیوں میں غرق ہو کر دائمی خسارے اور ابدی ہلاکت میں پڑ گئے۔

الْفَآئِزُونَ ﴿۱۰﴾ لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ

مراد پانے والے ♦ اگر ہم اتار دیتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر

لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۖ

تو تو دیکھ لیتا کہ وہ دب جاتا پھٹ جاتا ♦ اللہ کے ڈر سے

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

اور یہ مثالیں ہم سناتے ہیں لوگوں کو تاکہ وہ

يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۱﴾ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ

غور کریں ♦ وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲﴾

جانتا ہے جو پوشیدہ (چھپا) ہے اور جو ظاہر (کھلا) ہے وہ ہے بڑا مہربان رحم والا

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ الْقُدُّوسُ

وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی وہ بادشاہ ہے پاک ذات

السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهِيمُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۖ

سب عیبوں سے سالم ♦ امان دینے والا ♦ پناہ میں لینے والا ♦ زبردست ♦ دباؤ والا ♦ صاحب عظمت

سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۳﴾ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ

پاک ہے اللہ اُن کے شریک بتلانے سے ♦ وہ اللہ ہے بنانے والا ♦ نکال کھڑا کرنے والا ♦

الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ۖ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي

صورت کھینچنے والا ♦ اسی کے ہیں سب نام خاصے (عمدہ) ♦ پاک بول رہا ہے اس کی جو کچھ ہے

اہل جنت اور اہل دوزخ برابر نہیں ہیں | یعنی چاہئے کہ آدمی اپنے کو بہشت کا مستحق

ثابت کرے جس کا راستہ قرآن کریم کی ہدایات کے سامنے جھکنے کے سوا کچھ نہیں۔

قرآن کی عظمت سے پہاڑ پھٹ جاتے | یعنی مقام حسرت و افسوس ہے کہ آدمی کے دل

پر قرآن کا اثر کچھ نہ ہو، حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت

چیز پر اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی شکلم کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور

مارے خوف کے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا۔ میرے والد مرحوم نے ایک طویل نظم کے ضمن میں یہ تین

شعر لکھے تھے۔

سنتے سنتے نغمہ ہائے محفل بدعات کو کان بہرے ہو گئے دل بد مزہ ہونے کو ہے
آؤ سنوائیں تمہیں وہ نغمہ مشروع بھی پارہ جس کے لحن سے طور ہدی ہونے کو ہے
حیف گر تاثیر اس کی تیرے دل پر کچھ نہ ہو کوہ جس سے "خاشعاً مُتَصَدِّعاً" ہونے کو ہے

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی کافروں کے دل بڑے سخت ہیں کہ یہ کلام سن کر بھی ایمان نہیں

لا تے۔ اگر پہاڑ سمجھے تو وہ بھی دب جائے۔" تنبیہ | یہ تو کلام کی عظمت کا ذکر تھا۔ آگے شکلم کی

عظمت و رفعت کا بیان ہے۔

صفات الہیہ کا بیان | یعنی سب نقائص اور کمزوریوں سے پاک، اور سب عیوب و آفات سے

سالم، نہ کوئی برائی اس کی بارگاہ تک پہنچی نہ پہنچے۔

"مومن" کا ترجمہ "امان دینے والا" کیا ہے۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک "مصدق" کے معنی ہیں

یعنی اپنی اور اپنے پیغمبروں کی قولاً و فعلاً تصدیق کرنے والا۔ یا مومنین کے ایمان پر مہر تصدیق ثبت

کرنی والا۔

یعنی اس کی ذات و صفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

"خالق" و "باری" کے فرق کی طرف ہم نے سورہ "بنی اسرائیل" کی آیت "وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ

الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي" الخ کے فوائد میں کچھ اشارہ کیا ہے۔

جیسا کہ نطفہ پر انسان کی تصویر کھینچ دی۔

یعنی وہ نام جو اعلیٰ درجہ کی خوبیوں اور کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا

آيَاتُهَا ۱۳ ﴿۶۰﴾ سُورَةُ الْمُمْتَحَنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۹۱) ﴿رَكُوعَاتُهَا ۲﴾

سورہ ممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی اس کی تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ

اے ایمان والو نہ پکڑو میرے اور اپنے دشمنوں کو

أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا

دوست تم ان کو پیغام بھیجتے ہو دوستی سے اور وہ منکر ہوئے ہیں اس سے جو

جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ

تمہارے پاس آیا سچا دین نکالتے ہیں رسول کو اور تم کو

أَنْ تُوْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي

اس بات پر کہ تم مانتے ہو اللہ کو جو رب ہے تمہارا اگر تم نکلے ہو لڑنے کو

سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ

میری راہ میں اور طلب کرنے کو میری رضا مندی تم ان کو چھپا کر بھیجتے ہو دوستی کے پیغام

وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ

اور مجھ کو خوب معلوم ہے جو چھپایا تم نے اور جو ظاہر کیا تم نے اور جو کوئی تم میں

اسماء الہی | یعنی زبان حال سے یا قال سے بھی جس کو ہم نہیں سمجھتے۔

تمام کمالات و صفات الہیہ کا مرجع ان دو صفتوں "عزیز" اور "حکیم" کی طرف ہے۔ کیونکہ "عزیز" کمال قدرت پر، اور "حکیم" کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔ اور جتنے کمالات ہیں علم اور قدرت سے کسی نہ کسی طرح وابستہ ہیں۔ روایات میں سورۃ "حشر" کی ان تین آیتوں (هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) سے آخر تک کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مومن کو چاہئے کہ صبح و شام ان آیات کی تلاوت پر مواظبت رکھے، تم سورۃ الحشر وللہ الحمد العنہ۔

سورۃ المستحذہ

حاطب بن ابی بلتعہ کا خط | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح مکہ والوں سے ہوئی تھی۔ جس کا ذکر "إِنَّا فَتَحْنَا" میں آچکا۔ دو برس یہ صلح قائم رہی، پھر کافروں کی طرف سے نوٹی۔ تب حضرت نے خاموشی کے ساتھ فوج جمع کر کے مکہ فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ خبروں کی بندش کر دی گئی۔ مبادا کفار مکہ آپ کی تیاریوں سے آگاہ ہو کر لڑائی کا سامان شروع کر دیں۔ اور اس طرح حرم شریف میں جنگ کرنا ناگزیر ہو جائے۔ ایک مسلمان حاطب بن ابی بلتعہ نے (جو مہاجرین بدر میں سے تھے) مکہ والوں کو خط لکھ بھیجا کہ محمد ﷺ کا لشکر اندھیری رات اور سیل بے پناہ کی طرح تم پر ٹوٹنے والا ہے۔ حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا آپ نے حضرت علیؓ وغیرہ چند صحابہ کو حکم دیا کہ ایک عورت مکہ کے راستہ میں سفر کرتی ہوئی فلاں مقام پر ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے، وہ حاصل کر کے لاؤ۔ یہ لوگ تیزی سے روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا۔ اس نے بہت لیت و لعل اور رد و کد کے بعد خط ان کے حوالے کیا۔ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے کفار مکہ کے نام ہے۔ اور مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع دی گئی ہے۔ آپ نے حاطب کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ بولے یا رسول اللہ! میں نے کفر اختیار کیا ہے نہ اسلام سے پھرا ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے اہل و عیال مکہ میں ہیں۔ وہاں ان کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں۔ میں نے کافروں پر ایک احسان کر کے یہ چاہا کہ وہ لوگ اس کے معاوضہ میں میرے اہل و عیال کی خبر لیتے رہیں اور ان سے اچھا سلوک کریں (میں نے سمجھا کہ اس سے میرا کچھ فائدہ ہو جائیگا اور اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا) فتح و نصرت کے جو وعدے اللہ نے آپ سے کئے ہیں۔ وہ یقیناً پورے ہو کر رہیں گے۔ کسی کے رد کے رک نہیں سکتے (چنانچہ نفس خط میں بھی یہ مضمون تھا کہ "خدا کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بھی تم پر حملہ آور ہوں تو اللہ ان کی مدد کرے گا اور جو وعدے ان سے کئے ہیں پورے کر کے چھوڑے گا" بلاشبہ حاطب سے یہ بہت بڑی خطا ہوئی لیکن رحمۃ للعالمین نے فرمایا "لَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا" بھلائی کے سوا اس کو کچھ مت کہو۔ اور فرمایا حاطب بدر میں سے ہے تمہیں کیا معلوم ہے کہ اللہ نے بدر میں کی خطائیں معاف فرمادیں۔ سورۃ ہذا کا بڑا حصہ اسی قصہ میں نازل ہوا۔

کفار سے دوستی کی ممانعت | یعنی کفار مکہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے بھی۔ ان سے دوستانہ برتاؤ کرنا اور دوستانہ پیغام ان کی طرف بھیجنا ایمان والوں کو زیبا نہیں۔

اس لئے اللہ کے دشمن ہوئے۔

دوستی نہ کرنے کی وجہ | یعنی پیغمبر کو اور تم کو کیسی کیسی ایذائیں دے کر ترک وطن پر مجبور کیا۔ محض اس قصور پر کہ تم ایک اللہ کو جو تمہارا سب کا رب ہے، کیوں مانتے ہو۔ اس سے بڑی دشمنی اور ظلم کیا ہوگا۔ تعجب ہے، کہ ایسوں کی طرف تم دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو۔ یعنی تمہارا گھر سے لکھنا اگر میری خوشنودی اور میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے ہے اور خالص میری رضا کے واسطے تم نے سب کو دشمن بنایا ہے تو پھر انہی دشمنوں سے دوستی کا نٹھنے کا کیا مطلب، کیا جنہیں ناراض کر کے اللہ کو راضی کیا تھا اب انہیں راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا چاہتے ہو؟ العیاذ باللہ۔

اللہ سے کوئی چیز خفیہ نہیں | یعنی آدمی ایک کام تمام دنیا سے چھپا کر کرنا چاہے تو کیا اس کو اللہ سے بھی چھپا لے گا؟ دیکھو! حاطب نے کس قدر کوشش کی کہ خط کی اطلاع کسی کو نہ ہو۔ مگر اللہ نے اپنے رسول کو مطلع فرمادیا اور راز قبل از وقت فاش ہو گیا۔

یعنی مسلمان ہو کر کوئی ایسا کام کرے اور سمجھے کہ میں اس کے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گا سخت غلطی اور بہت بڑی بھول ہے۔

کفار مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے | یعنی ان کافروں سے بحالت موجودہ کسی بھلائی کی امید مت رکھو۔ خواہ تم کتنی ہی رواداری اور دوستی کا اظہار کرو گے۔ وہ کبھی مسلمان کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ باوجود انتہائی رواداری کے اگر تم پر ان کا قابو چڑھ جائے تو کسی قسم کی برائی اور دشمنی سے درگزر نہ کریں۔ زبان سے، ہاتھ سے ہر طرح ایذا پہنچائیں اور یہ چاہیں کہ جیسے خود صداقت سے منکر ہیں، کسی طرح تم کو بھی منکر بنا ڈالیں۔ کیا ایسے شریر و بد باطن اس لائق ہیں کہ ان کو دوستانہ پیغام بھیجا جائے۔

آخرت میں اولاد اور خاندان کام نہیں آئیں گے | حاطبؓ نے وہ خط اپنے اہل و عیال کی خاطر لکھا تھا۔ اس پر تنبیہ فرمائی کہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے، اللہ تعالیٰ سب کا رتی رتی عمل دیکھتا ہے۔ اسی کے موافق فیصلہ فرمائے گا اس کے فیصلہ کو کوئی بیٹا، پوتا، اور عزیز و قریب ہٹا نہیں سکے گا۔ پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ایک مسلمان اہل و عیال کی خاطر اللہ کو ناراض کر لے۔ یاد رکھو! ہر چیز سے مقدم اللہ کی رضامندی ہے۔ وہ راضی ہو تو اس کے فضل سے سب کام ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن وہ ناخوش ہو تو کوئی کچھ کام نہ آئے گا۔

حضرت ابراہیمؑ کا اسوہ حسنہ | یعنی جو لوگ مسلمان ہو کر ابراہیمؑ کے ساتھ ہوتے گئے اپنے اپنے وقت پر سب نے قولاً یا فعلاً اسی علیحدگی اور بیزاری کا اعلان کیا۔

یعنی تم اللہ سے منکر ہو۔ اور اس کے احکام کی پروا نہیں کرتے ہم تمہارے طریقہ سے منکر ہیں اور ذرہ برابر تمہاری پروا نہیں کرتے۔

یعنی یہ دشمنی اور بیزاری وقت ختم ہو سکتا ہے جب تم شرک چھوڑ کر اسی ایک آقا کے غلام بن جاؤ جس کے ہم ہیں۔

إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَا تُتَغْفِرُ لَكَ وَمَا

مگر ایک کہنا ابراہیم کا اپنے باپ کو کہ میں مانگوں گا معافی تیرے لیے اور

أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا

مالک نہیں میں تیرے نفع کا اللہ کے ہاتھ سے کسی چیز کا ♦ اے رب ہمارے ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا

وَالَيْكَ أَنبَأْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری طرف ہے سب کو پھر آنا ♦ اے رب ہمارے مت

فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ

جانچ ہم پر کافروں کو ♦ اور ہم کو معاف کراے رب ہمارے ♦ تو ہی ہے

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

زبردست حکمت والا ♦ البتہ تم کو بھلی چال چلنی چاہئے

لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ

ان کی جو کوئی امید رکھتا ہو اللہ کی اور پچھلے دن کی اور جو کوئی منہ پھیرے

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ

تو اللہ وہی ہے بے پروا سب تعریفوں والا ♦ امید ہے کہ دے اللہ

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوْدَّةً ۝ وَاللَّهُ

تم میں اور جو دشمن ہیں تمہارے ان میں دوستی اور اللہ

قَدِيرٌ ۝ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ لَا يَنْهَضُكُمْ اللَّهُ عَنْ

سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ♦ اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان

حضرت ابراہیمؑ کا اپنے باپ سے دعا کا وعدہ | یعنی صرف دعا ہی کر سکتا ہوں۔ کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ خدا جو کچھ پہنچانا چاہے اسے میں نہیں روک سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہیں کیا۔ تم بھی وہی کرو۔ ایک ابراہیمؑ نے دعا چاہی تھی، باپ کے واسطے۔ جب تک معلوم نہ تھا تم کو معلوم ہو چکا۔ لہذا تم کافر کی بخشش نہ مانگو۔“ تنبیہ | باپ کے حق میں ابراہیمؑ کے استغفار کا قصہ سورہ ”براءۃ“ میں گزر چکا۔ آیت ”وَمَا كَانَ اسْتَغْفَارُ اِبْرٰهٖمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ“ الخ کے فوائد میں دیکھ لیا جائے۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعا | یعنی سب کو چھوڑ کر تجھ پر بھروسہ کیا اور قوم سے ٹوٹ کر تیری طرف رجوع ہوئے اور خوب جانتے ہیں کہ سب کو پھر کر تیری ہی طرف آنا ہے۔
یعنی ہم کو کافروں کے واسطے محل آزمائش اور سخت مشق نہ بنا۔ اور ایسے حال میں مت رکھ جس کو دیکھ کر کافر خوش ہوں، اسلام اور مسلمانوں پر آوازے کیس اور ہمارے مقابلہ میں اپنی حقانیت پر استدلال کرنے لگیں۔

یعنی ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما۔ اور تقصیرات سے درگزر کر۔
تیری زبردست قوت اور حکمت سے یہی توقع ہے کہ اپنے وفاداروں کو دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب و مقہور نہ ہونے دے گا۔

اسوۃ ابراہیمی اختیار کرو | یعنی تم مسلمانوں کو یا بالفاظ دیگر ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور آخرت کے قائم ہونے کے امیدوار ہیں، ابراہیمؑ اور اس کے رفقاء کی چال اختیار کرنی چاہئے۔ دنیا خواہ تم کو کتنا ہی متعصب اور سنگدل کہے، تم اس راستہ سے منہ نہ موڑو جو دنیا کے موحد اعظم نے اپنے طرز عمل سے قائم کر دیا۔ مستقبل کی ابدی کامیابی اسی راستہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے خلاف چلو گے اور خدا کے دشمنوں سے دوستانہ گانٹھو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی دوستی یا دشمنی کی کیا پروا ہے وہ تو بذات خود تمام کمالات اور ہر قسم کی خوبیوں کا مالک ہے۔ اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

ترک موالات کے بارے میں مسلمانوں کی تسلی | یعنی اللہ کی قدرت و رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ جو آج بدترین دشمن ہیں کل انہیں مسلمان کر دے اور اس طرح تمہارے اور ان کے درمیان دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔ چنانچہ فتح مکہ میں ایسا ہی ہوا، تقریباً سب مکہ والے مسلمان ہو گئے اور جو لوگ ایک دوسرے پر تلوار اٹھا رہے تھے اب ایک دوسرے پر جان قربان کرنے لگے۔ اس آیت میں مسلمانوں کی تسلی کر دی کہ مکہ والوں کے مقابلہ میں یہ ترک موالات کا جہاد صرف چند روز کے لئے ہے۔ پھر اس کی ضرورت نہیں رہے گی۔ چاہئے کہ بحالت موجودہ تم مضبوطی سے ترک موالات پر قائم رہو۔ اور جس کسی سے کوئی بے اعتدالی ہو گئی ہو اللہ سے اپنی خطا معاف کرائے۔ وہ بخشے والا مہربان ہے۔

الَّذِينَ لَمْ يِقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ

لوگوں سے جوڑے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو

مَنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ

تمہارے گھروں سے کہ ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک بے شک

اللَّهُ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ

اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو ♦ اللہ تو منع کرتا ہے تم کو ان سے

الَّذِينَ قَتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِّنْ

جوڑے تم سے دین پر اور نکالا تم کو تمہارے

دِيَارِكُمْ وَظَهَرُوا عَلَىٰ أَخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

گھروں سے اور شریک ہوئے تمہارے نکالنے میں کہ ان سے کرو دوستی

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا

اور جو کوئی ان سے دوستی کرے سودہ لوگ وہی ہیں گنہگار ♦ اے

الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ

ایمان والو جب آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر

فَاصْتَحْنُوهُنَّ ۚ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۚ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ

تو ان کو جانچ لو اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو ♦ پھر اگر جانو کہ وہ

مُؤْمِنَاتٌ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۚ لَاهُنَّ حِلٌّ

ایمان پر ہیں تو مت پھیرو ان کو کافروں کی طرف نہ یہ عورتیں حلال ہیں

نرم خو کفار سے حسن سلوک | مکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آپ مسلمان نہ ہوئے اور مسلمان ہونے والوں سے ضد اور پر خاش بھی نہیں رکھی، نہ دین کے معاملہ میں ان سے لڑے نہ ان کو ستانے اور نکالنے میں ظالموں کے مددگار بنے۔ اس قسم کے کافروں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا۔ جب وہ تمہارے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آتے ہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دنیا کو دکھلا دو کہ اسلامی اخلاق کا معیار کس قدر بلند ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ اگر کافروں کی ایک قوم مسلمانوں سے برسر پیکار ہے، تو تمام کافروں کو بلا تمیز ایک ہی لاشی سے ہانکنا شروع کر دیں۔ ایسا کرنا حکمت و انصاف کے خلاف ہوگا۔ ضروری ہے کہ عورت، مرد، بچے، بوڑھے، جوان اور معاند و مسلم میں ان کے حالات کے اعتبار سے فرق کیا جائے۔ جس کی قدرے تفصیل سورۃ ”مائدہ“ اور ”آل عمران“ کے فوائد میں گزر چکی۔

یعنی ایسے ظالموں سے دوستانہ برتاؤ کرنا بیشک سخت ظلم اور گناہ کا کام ہے۔ (ربط) یہاں تک کفار کے دو فریق (معاند اور مسلم) کے ساتھ معاملہ کرنے کا ذکر تھا۔ آگے بتلاتے ہیں کہ ان عورتوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے جو ”دار الحرب“ سے ”دار الاسلام“ میں آئیں یا ”دار الحرب“ میں مقیم رہیں۔ قصہ یہ ہے کہ ”صلح حدیبیہ“ میں مکہ والوں نے یہ قرار دیا کہ ہمارا جو آدمی تمہارے پاس جائے اس کو واپس بھیجنا ہوگا۔ حضرت نے اس کو قبول فرمالیا تھا۔ چنانچہ کئی مرد آئے۔ آپ نے ان کو واپس کر دیا۔ پھر کئی مسلمان عورتیں آئیں۔ ان کو واپس کرتے تو کافر مرد کے گھر مسلمان عورتیں حرام میں پڑتیں۔ اس پر یہ اگلی آیتیں اتریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد عورتوں کی واپسی پر کفار نے اصرار نہیں کیا اور نہ صلح قائم نہ رہتی۔

مکہ کی مسلمان عورتوں کا امتحان | یعنی دل کا حال تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ لیکن ظاہری طور سے ان عورتوں کی جانچ کر لیا کرو۔ آیا واقعی وہ مسلمان ہیں اور محض اسلام کی خاطر وطن چھوڑ کر آئی ہیں۔ کوئی دنیوی یا نفسانی غرض تو ہجرت کا سبب نہیں ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عثمان کا امتحان کرتے تھے۔ اور حضور کی طرف سے ان سے بیعت لیتے تھے۔ اور کبھی حضور خود بہ نفس نفیس بیعت لیا کرتے تھے جو آگے **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُنَاقِبُكَ** الخ میں مذکور ہے۔

لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُمْ مَّا أَنْفَقُوا ۖ

ان کافروں کو اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کو اور دے دو ان کافروں کو جو ان کا خرچ ہوا ہو

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ

اور گناہ نہیں تم کو کہ نکاح کر لو ان عورتوں سے جب ان کو دو

أُجُورَهُنَّ ۖ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْءَلُوا مَّا

ان کے مہر اور نہ رکھو اپنے قبضہ میں ناموس کافر عورتوں کے اور تم مانگ لو جو

أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ أَنْفَقُوا ۖ ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۖ

تم نے خرچ کیا اور وہ کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا فیصلہ ہے

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَإِنْ فَاتَكُمْ

تم میں فیصلہ کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور اگر جاتی رہیں

شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمُ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَقَبْتُمْ فَأْتُوا

تمہارے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف پھر تم ہاتھ مارو تو دے دو

الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا أَنْفَقُوا ۖ وَاتَّقُوا

ان کو جن کی عورتیں جاتی رہی ہیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اور ڈرتے رہو

اللَّهِ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا

اللہ سے جس پر تم کو یقین ہے اے نبی جب

جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ

آئیں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں

◆ ان عورتوں سے نکاح کی شرائط | یہ حکم ہوا کہ زوجین میں اگر ایک مسلمان اور دوسرا مشرک ہو تو اختلاف دارین کے بعد تعلق نکاح قائم نہیں رہتا۔ پس اگر کسی کافر کی عورت مسلمان ہو کر ”دارالاسلام“ میں آجائے تو جو مسلمان اس سے نکاح کرے اس کے ذمہ ہے کہ اس کافر نے جتنا مہر عورت پر خرچ کیا تھا وہ اسے واپس کر دے۔ اور اب عورت کا جو مہر قرار پائے وہ جدا اپنے ذمہ رکھے تب نکاح میں لاسکتا ہے۔

◆ مسلمانوں کی کافر بیویوں کا مسئلہ | پہلے حکم کے مقابل دوسری طرف یہ حکم ہوا کہ جس مسلمان کی عورت کافر رہ گئی ہے وہ اس کو چھوڑ دے۔ پھر جو کافر اس سے نکاح کرے اس مسلمان کا خرچ کیا ہوا مہر واپس کرے۔ اس طرح دونوں فریق ایک دوسرے سے اپنا حق طلب کر لیں۔ جب یہ حکم اترے تو مسلمان تیار ہوئے دینے کو بھی اور لینے کو بھی۔ لیکن کافروں نے دینا قبول نہ کیا۔ تب اگلی آیت نازل ہوئی۔

◆ اسلام کی عادلانہ تعلیم | یعنی جس مسلمان کی عورت گئی اور کافر اس کا خرچ کیا ہوا نہیں پھیرتے تو جس کافر کی عورت مسلمان کے ہاں آئے اس کا جو خرچ دینا تھا اس کافر کو نہ دیں۔ بلکہ اسی مسلمان کو دیں جس کا حق مارا گیا ہے ہاں اس مسلمان کا حق دے کر جو خرچ رہے وہ واپس کر دیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کافر کا خرچ کیا ہوا واپس نہیں کر سکتا تو بیت المال سے دیا جائے۔ اللہ اکبر! کس قدر عدل و انصاف کی تعلیم ہے۔ لیکن اس پر کار بند وہی ہوگا جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو اور اس پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتا ہو۔ تنبیہاً ”فَعَاقِبْتُمْ“ کے دو ترجمے مترجم محقق نے کئے۔ ”پھر تم ہاتھ مارو۔“ اور ”پھر تمہاری باری آئے۔“ ہم نے دوسرے ترجمے کے لحاظ سے مطلب کی تقریر کی ہے۔ پہلے ترجمہ کے موافق بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد مال غنیمت کا حاصل ہونا ہے۔ یعنی مال غنیمت میں سے اس مسلمان کا خرچ کیا ہوا اپنا یا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقَنَّ وَلَا يَزْنِيَنَّ وَلَا يَقْتُلَنَّ

اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو

أُولَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيَنَّ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ

نہ مار ڈالیں اور طوفان نہ لائیں باندھ کر اپنے ہاتھوں

وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعَصِبَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعُهُنَّ وَ

اور پاؤں میں اور تیری نافرمانی نہ کریں کسی بھلے کام میں تو ان کو بیعت کر لے اور

اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اَللّٰهُ اِنَّ اَللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۳ يَا أَيُّهَا

معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۳ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَدِيْسُوْا

ایمان والو مت دوستی کرو ان لوگوں سے کہ غصہ ہوا ہے اللہ ان پر ۱۴ وہ آس توڑ چکے ہیں

مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَبِيسُ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝۱۴

پچھلے گم سے جیسے آس توڑی منکروں نے قبر والوں سے ۱۴

الصف ۶۱

آيَاتُهَا ۱۴ ﴿ ۶۱ ﴾ سُورَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۹) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورہ صف مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چودہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور وہی ہے زبردست

عورتوں کو بیعت کرنے کی شرائط | جیسا کہ جاہلیت میں رواج تھا کہ ریکی تنگ دعار کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اور بعض اوقات فقر و فاقہ کے خوف سے لڑکوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے۔

طوفان باندھنا ہاتھ پاؤں میں، یہ کہ کسی پر جھوٹا دعویٰ کریں یا جھوٹی گواہی دیں یا کسی معاملہ میں اپنی طرف سے بنا کر جھوٹی قسم کھائیں، اور ایک معنی یہ کہ بیٹا جنا ہو کسی اور سے اور منسوب کر دیں خاوند کی طرف، یا کسی دوسری عورت کی اولاد لے کر مکرو فریب سے اپنی طرف نسبت کر لیں۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی ایک کا بیٹا دوسرے کی طرف لگائے جنت اس پر حرام ہے۔

عورتوں کی بیعت میں آنحضرت ﷺ کا طریقہ | پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان عورتوں کی (جو ہجرت کر کے آئیں) جانچ کی جائے۔ یہاں بتلادیا کہ ان کا جانچنا یہی ہے کہ جو احکام اس آیت میں ہیں وہ قبول کر لیں تو ان کا ایمان ثابت رکھو۔ یہ ”آیت بیعت“ کہلاتی ہے۔ حضرت کے پاس عورتیں بیعت کرتی تھیں تو یہی اقرار لیتے تھے لیکن بیعت کے وقت کبھی کسی عورت کے ہاتھ نے آپ کے ہاتھ کو مس نہیں کیا۔

عورتوں کیلئے استغفار کا حکم | یعنی ان امور میں جو کوتاہیاں پہلے ہو چکیں یا امثال احکام میں آئندہ کچھ تقصیر رہ جائے اس کے لئے آپؐ ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں۔ اللہ آپؐ کی برکت سے ان کی تقصیر معاف فرمائے گا۔

اللہ کے دشمنوں سے دوستی کی ممانعت | شروع سورت میں جو مضمون تھا، خاتمہ پر پھر یاد دلایا۔ یعنی مومن کی شان نہیں کہ جس پر خدا ناراض ہو اس سے دوستی اور رفاقت کا معاملہ کرے۔ جس پر خدا کا غصہ ہو، خدا کے دوستوں کا بھی غصہ ہونا چاہئے۔

کفار کی مایوسی | یعنی منکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اٹھے گا اور پھر دوسری زندگی میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ یہ کافر بھی ویسے ہی ناامید ہیں۔ تنبیہ | بعض مفسرین کے نزدیک ”مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ“ کفار کا بیان ہے یعنی جس طرح کافر جو قبر میں پہنچ چکے وہاں کا حال دیکھ کر اللہ کی مہربانی اور خوشنودی سے بالکل مایوس ہو چکے ہیں اسی طرح یہ کافر بھی آخرت کی طرف سے مایوس ہیں۔ تم سورۃ الممتحنہ

الْحَكِيمُ ۱ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا

حکمت والا اے ایمان والو کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں

تَفْعَلُونَ ۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا

کرتے بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہہ دو وہ چیز جو نہ

تَفْعَلُونَ ۳ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي

کرو اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی

سَبِيلِهِ صَفًّا ۴ كَانَتْهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ ۵ وَلَا ذُّ

راہ میں قطار (صف) باندھ کر کو یادہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی اور جب

قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَقَوْمِ لِمَ تُوذُّونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ

کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم میری کیوں ستاتے ہو مجھ کو اور تم کو معلوم ہے

أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ

کہ میں اللہ کا بھیجا آیا ہوں تمہارے پاس پھر جب وہ پھر گئے تو پھیر دیئے اللہ نے

قُلُوبَهُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۶ وَلَا ذُّ

ان کے دل اور اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو اور جب

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ

کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں

اللَّهُ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ

اللہ کا تمہارے پاس یقین کرنے والا اس پر جو مجھ سے آگے ہے توریت

سورۃ الصف

◆ **زبانی دعوؤں کی مذمت** | بندہ کو لاف زنی اور دعوے کی بات سے ڈرنا چاہئے کہ پیچھے مشکل پڑتی ہے۔ زبان سے ایک بات کہہ دینا آسان ہے، لیکن اس کا نباہنا آسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے بہت کچھ اور کرے کچھ نہیں۔ روایات میں ہے کہ ایک جگہ مسلمان جمع تھے، کہنے لگے ہم کو اگر معلوم ہو جائے کہ کونسا کام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو وہی اختیار کریں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ یعنی دیکھو! سنبھل کر کہو، لو، ہم بتلائے دیتے ہیں،

جہاد میں دیوار کی طرح ڈٹنے والے | کہ اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں کے مقابلہ پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدان جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے، اور جس میں کسی جگہ کوئی رخسہ نہیں پڑ سکتا، اب اس معیار پر اپنے کو پرکھ لو۔ جنگ تم میں بہت ایسے ہیں جو اس معیار پر کامل و اکمل اتر چکے ہیں مگر بعض مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں بعضوں کے زبانی دعوؤں کی ان کے عمل نے تکذیب کی ہے آخر جنگ احد میں وہ بنیان مرصوص کہاں قائم رہی۔ اور جس وقت حکم قتال اترتا تو یقیناً بعض نے یہ بھی کہا۔ ”رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا“ (نساء۔ رکوع ۱۱) بہر حال زبان سے زیادہ دعوے مت کرو بلکہ خدا کی راہ میں قربانی پیش کرو جس سے اعلیٰ کامیابی نصیب ہو۔ موسیٰ کی قوم کو نہیں دیکھتے کہ زبان سے تعلیٰ و تفاخر کی باتیں بہت بڑھ چڑھ کر بناتے تھے لیکن عمل کے میدان میں صفر تھے۔ جہاں کوئی موقع کام کا آیا فوراً پھسل گئے اور نہایت تکلیف دہ باتیں کرنے لگے۔ نتیجہ جو کچھ ہوا اس کو آگے بیان فرماتے ہیں۔

◆ **حضرت موسیٰ کی اپنی قوم سے شکایت** | یعنی روشن دلائل اور کھلے کھلے معجزات دیکھ کر تم دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں۔ پھر سخت نازیبا اور رنجیدہ حرکتیں کر کے مجھے کیوں ستاتے ہو۔ یہ معاملہ تو کسی معمولی نامح اور خیر خواہ کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہئے۔ چہ جائیکہ ایک اللہ کے رسول کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو۔ کیا میرے دل کو تمہاری ان گستاخانہ حرکات سے دکھ نہیں پہنچتا کہ کبھی بے جان چھڑا بنا کر پوجنے لگے اور اس کو اپنا اور موسیٰ کا خدا بتلانے لگے۔ کبھی ”عمالقہ“ پر جہاد کرنے کا حکم ہوا تو کہنے لگے ہم تو کبھی نہیں جائیں گے۔ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑو۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ وغیرہ ذلک من الخرافات۔ چنانچہ اسی سے تنگ ہو کر حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ ”رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَاَلْفُرُقَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِیْنَ“

◆ **اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے** | بدی کرتے کرتے قاعدہ ہے کہ دل سخت اور سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ نیکی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ یہ ہی حال ان کا ہوا۔ جب ہر بات میں رسول سے ضد ہی کرتے رہے اور برابر ٹیڑھی چال چلتے رہے تو آخر مردود ہوئے۔ اور اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا کہ سیدھی بات قبول کرنے کی صلاحیت نہ رہی۔ ایسے ضدی نافرمانوں کے ساتھ اللہ کی یہ ہی عادت ہے۔

◆ **حضرت عیسیٰ کا تورات کی تصدیق کرنا** | یعنی اصل تورات کے من اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کے احکام و اخبار پر یقین رکھتا ہوں اور جو کچھ میری تعلیم ہے فی الحقیقت ان ہی اصول کے ماتحت ہے جو تورات میں بتلائے گئے تھے۔ تبسیا | ابن کثیر وغیرہ نے ”مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ يَدَیْ“ الخ کا مطلب یہ لیا ہے کہ میرا جو تورات کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے۔ کیونکہ میں ان چیزوں کا مصداق بن کر آیا ہوں جن کی خبر تورات شریف میں دی گئی تھی۔ واللہ اعلم۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ط

اور خوش خبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اس کا نام ہے احمد

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَمَنْ

پھر جب آیا ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر کہنے لگے یہ جادو ہے مرتع اور اس سے

أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ

زیادہ بے انصاف کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ اور اس کو بلاتے ہیں

إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

مسلمان ہونے کو اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ وَاللَّهُ

چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی اپنے منہ سے اور اللہ کو

مِنْكُمْ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ

پوری کرنی ہے اپنی روشنی اور پڑے برا مانیں منکر وہی ہے جس نے بھیجا

رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَىٰ

اپنا رسول راہ کی سوجھ دے کر اور سچا دین کہ اس کو اوپر کرے

الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ

سب دینوں سے اور پڑے برا مانیں شرک کرنے والے اے ایمان

أَمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ

والو میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک عذاب

◆ انجیل میں آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئی سے اسم احمد ﷺ یعنی پچھلے کی تصدیق کرتا ہوں اور اگلے کی بشارت سنا تا ہوں۔

یوں تو دوسرے انبیاء سابقین بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مژدہ برابر سناتے آئے ہیں۔ لیکن جس صراحت و وضاحت اور اہتمام کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ کی آمد کی خوشخبری دی وہ کسی اور سے منقول نہیں۔ شاید قرب عہد کی بناء پر یہ خصوصیت ان کے حصہ میں آئی ہوگی۔ کیونکہ ان کے بعد نبی آخر الزمان کے سوا کوئی دوسرا نبی آنے والا نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مجرمانہ غفلت اور محمدانہ دستبرد نے آج دنیا کے ہاتھوں میں اصل تورات و انجیل وغیرہ کا کوئی صحیح نسخہ باقی نہیں چھوڑا جس سے ہم کو ٹھیک پتہ لگ سکتا کہ انبیائے سابقین خصوصاً مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کن الفاظ میں اور کس عنوان سے بشارت دی تھی۔ اور اسی لئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن کریم کے صاف و صریح بیان کو اس تحریف شدہ بائبل میں موجود نہ ہونیکل وجہ سے جھٹلانے لگے۔ تاہم یہ بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے محرفین کو اس قدر قدرت نہیں دی کہ وہ اس کے آخری پیغمبر کے متعلق تمام پیشین گوئیوں کو بالکل محو کر دیں کہ ان کا کچھ نشان باقی نہ رہے۔ موجودہ بائبل میں بھی بیسیوں مواضع ہیں جہاں آنحضرت ﷺ کا ذکر قریب تصریح کے موجود ہے اور عقل و انصاف والوں کے لئے اس میں تاویل و انکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔

فارقلیط کے معنی | اور انجیل یوحنا میں تو فارقلیط (یا پیر کلوطوس) والی بشارت اتنی صاف ہے کہ اس کا بے تکلف مطلب بجز احمد (بمعنی محمود و ستودہ) کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ بعض علمائے اہل کتاب کو بھی تاگزیر اس کا اعتراف یا نیم اقرار کرنا پڑا ہے کہ اس پیشین گوئی کا انطباق پوری طرح نہ روح القدس پر اور نہ بجز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور پر ہو سکتا ہے۔ علمائے اسلام نے مجھ اللہ بشارت پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور تفسیر حقانی کے مؤلف فاضل نے ”فارقلیط“ والی بشارت اور تحریف بائبل پر سورہ ”صف“ کی تفسیر میں نہایت مشیع بحث کی ہے۔ اللہ جزائے خیر دے۔

◆ آنحضرت ﷺ کی آمد پر ان کی تکذیب | یعنی حضرت مسیح کھلی نشانیاں لے کر آئے یا جن کی بشارت دی تھی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کھلے نشان لے کر آئے تو لوگ اسے جادو بتلانے لگے۔

◆ یعنی جب مسلمان ہونے کو کہا جاتا ہے تو حق کو چھپا کر اور جھوٹی باتیں بنا کر حضور ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ وہ خدا کو بشر یا بشر کو خدا بنانے کا جھوٹ تو ایک طرف رہا، کتب سادہ میں تحریف کر کے جو چیزیں واقعی موجود تھیں ان کا انکار کرتے اور جو نہیں تھیں ان کو درج کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا۔

◆ ظالموں کو ہدایت نہیں | یعنی ایسے بانصافوں کو ہدایت کہاں نصیب ہوتی ہے۔ اور ممکن ہے ”لا یفہدٰی“ میں ادھر بھی اشارہ ہو کہ یہ ظالم کتنا ہی انکار اور تحریف و تاویل کریں، خدا ان کو کامیابی کی راہ نہ دے گا۔ گویا حضور کے متعلق جن خبروں کو وہ چھپانا یا مٹانا چاہتے ہیں، چھپ یا مٹ نہ سکیں گی۔ چنانچہ باوجود ہزاروں طرح کی قطع و برید کے آج بھی نبی آخر الزمان کی نسبت بشارت کا ایک کثیر ذخیرہ موجود ہے۔

◆ دین حق کا غلبہ ضرور ہوگا | یعنی منکر پڑے برا مانا کریں اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔ مشیت الہی کے خلاف کوئی کوشش کرنا ایسا ہے جیسے کوئی احق نور آفتاب کو منہ سے پھونک مار کر بجھانا چاہے۔ یہ ہی حال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کا اور ان کی کوششوں کا ہے۔ تنبیہ | شاید ”بِأَفْوَاهِهِمْ“ کے لفظ سے یہاں اس طرف بھی اشارہ کرنا ہو کہ بشارت کے انکار و اخفاء کے لئے جو جھوٹی باتیں بناتے ہیں وہ کامیاب ہونے والی نہیں۔ ہزار کوشش کریں کہ ”فارقلیط“ آپ نہیں ہیں، لیکن اللہ منوا کر چھوڑے گا کہ اس کا مصداق آپ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

◆ اس آیت پر سورہ ”براءۃ“ کے فوائد میں کلام ہو چکا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔

اَلَيْمٌ ۝ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ

دردناک سے ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو

فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ

اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے یہ بہتر ہے

لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو بخشے گا وہ تمہارے گناہ

وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَ

اور داخل کرے گا تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ♦ اور

مَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّتٍ عَدْنٍ ۝ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

ستھرے گھروں میں بسنے کے باغوں کے اندر ♦ یہ ہے بڑی مراد

الْعَظِيْمُ ۝ ۱۲ ۝ وَاٰخِرَىٰ تُحِبُّوْنَهَا نَصَرُ مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ

ملنی اور ایک اور چیز دے جس کو تم چاہتے ہو مدد اللہ کی طرف سے اور فتح

قَرِيْبٌ ۝ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ۱۳ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جلدی ♦ اور خوشی سنا دے ایمان والوں کو ♦ اے ایمان والو

كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

تم ہو جاؤ مددگار اللہ کے ♦ جیسے کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے

لِلْحَوَارِيْنَ مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَى اللّٰهِ ۝ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

اپنے یاروں کو کون ہے کہ مدد کرے میری اللہ کی راہ میں بولے یار

♦ وہ تجارت جس میں خسارہ نہیں | یعنی اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے۔ لیکن تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کر اس کے راستہ میں جان و مال سے جہاد کرو۔ یہ وہ سوداگری ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں، دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ اس میں لگا دیتے ہیں محض اس امید پر کہ اس سے منافع حاصل ہوں گے اور اس طرح اس المال گھٹنے اور تلف ہونے سے بچ جائے گا۔ پھر وہ بذات خود اور اس کے اہل و عیال تنگدستی و افلاس کی تکلیفوں سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن مؤمنین اپنے جان و مال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں گے تو صرف چند روزہ افلاس سے نہیں، بلکہ آخرت کے دردناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون ہو جائیں گے۔ اگر مسلمان سمجھے تو یہ تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے۔ جس کا نفع کامل مغفرت اور دائمی جنت کی صورت میں ملے گا۔ اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے۔

♦ جنت کے مکانات | یعنی وہ سحرے مکانات ان باغوں کے اندر ہوں گے جن میں مؤمنین کو آباد ہونا ہے۔ یہ تو آخرت کی کامیابی رہی۔ آگے دنیا کی اعلیٰ اور انتہائی کامیابی کا ذکر ہے۔

♦ آخرت کے علاوہ دنیا میں فتح کی خوشخبری | یعنی اصل اور بڑی کامیابی تو وہ ہی ہے جو آخرت میں ملے گی جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت کوئی چیز نہیں لیکن دنیا میں بھی ایک چیز جسے تم طبعاً محبوب رکھتے ہو، دی جائے گی وہ کیا ہے "نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ" (اللہ کی طرف سے ایک مخصوص امداد اور جلد حاصل ہونے والی فتح و ظفر، جن میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا تعلق رکھتی ہے) دنیا نے دیکھ لیا کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے ساتھ یہ وعدہ کیسی صفائی سے پورا ہوا اور آج بھی مسلم قوم اگر سچے معنی میں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ پر ثابت قدم ہو جائے تو یہ ہی کامیابی ان کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہے۔

♦ کیونکہ یہ خوشخبری سنا کر ایک مستقل انعام ہے۔

♦ اللہ کے مددگار بن جاؤ | یعنی اس کے دین اور اس کے پیغمبر کے مددگار بن جاؤ۔ اس حکم کی تعمیل خدا کے فضل و توفیق سے مسلمانوں نے ایسی کی کہ ان میں سے ایک جماعت کا تو نام ہی "انصار" پڑ گیا۔

نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمَنْتَ طَائِفَةً مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ

ہم ہیں مددگار اللہ کے ♦ پھر ایمان لایا ایک فرقہ بنی اسرائیل سے

وَكَفَرْتَ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ

اور منکر ہوا ایک فرقہ پھر قوت دی ہم نے ان کو جو ایمان لائے تھے ان کے

عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَهْرِينَ ﴿۱۳﴾

دشمنوں پر پھر ہو رہے غالب ♦

آيَاتُهَا ۱۱ ﴿۶۲﴾ سُورَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۰) ﴿رُكُوعَاتُهَا ۲﴾

سورہ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں بادشاہ

الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي

پاک ذات زبردست حکمتوں والا وہی ہے جس نے اٹھایا

الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ

ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ

اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقل مندی اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے

حضرت عیسیٰؑ کے حواریین | ”حواریین“ (یاران مسیح) تھوڑے سے تو گئے چنے آدمی تھے جو اپنے نسب و حسب کے اعتبار سے کچھ معزز نہیں سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیحؑ کو قبول کیا اور ان کی دعوت کو بڑی قربانیاں کر کے دیار و امصار میں پھیلایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے یاروں نے بڑی محنتیں کی ہیں تب ان کا دین نشر ہوا۔ ہمارے حضرت ﷺ کے پیچھے بھی خلفاء نے اس سے زیادہ کیا۔ ”والحمد لله علی ذلک۔“

حضرت عیسیٰؑ کے مومنین کی مدد | یعنی ”بنی اسرائیل“ میں دو فرقتے ہو گئے۔ ایک ایمان پر قائم ہوا۔ دوسرے نے انکار کیا۔ پھر حضرت مسیحؑ کے بعد آپس میں دست و گریبان رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس بحث و مناظرہ اور خانہ جنگیوں میں مومنین کو منکرین پر غالب کیا۔ حضرت مسیحؑ کے نام لیوا (نصاری) یہود پر غالب رہے اور نصاریٰ میں سے ان کی عام گمراہی کے بعد جو بچے کچھ افراد صحیح عقیدہ پر قائم رہ گئے تھے ان کو حق تعالیٰ نے نبی آخر الزمان کے ذریعہ سے دوسروں پر غلبہ عنایت فرمایا۔ حجت و برہان کے اعتبار سے بھی اور قوت و سلطنت کی حیثیت سے بھی۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمُنَّة۔ تم سورۃ الصف ولله الحمد والمنة

لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝۱۰ وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ط

♦ صریح بھول میں ♦ اور اٹھایا اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی انہی میں سے جو ابھی نہیں ملے ان میں

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۱۱ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ

وہی ہے زبردست حکمت والا ♦ یہ بڑا ہی اللہ کی ہے دیتا ہے

مَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝۱۲ مَثَلُ

جس کو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ♦ مثال

الَّذِينَ حَمَلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ

ان لوگوں کی جن پر لادی توریت پھر نہ اٹھائی انہوں نے جیسے مثال گدھے کی

يَحْمِلُ أَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا

کہ پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابیں ♦ بری مثال ہے ان لوگوں کی ♦ جنہوں نے جھٹلایا

بَايَاتِ اللَّهِ ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۱۳

اللہ کی باتوں کو ♦ اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ♦

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنِّي أَوْلِيَاكُمْ

تو کہہ اے یہودی ہونے والو اگر تم کو دعویٰ ہے کہ تم دوست ہو

بِاللَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمْنُوا الْوُتَ إِن كُنْتُمْ

اللہ کے سب لوگوں کے سوا تو مٹاؤ اپنے مرنے کو اگر تم

صَادِقِينَ ۝۱۴ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهَا أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ط

سچے ہو اور وہ کبھی نہ منائیں گے اپنا مرنا ان کاموں کی وجہ سے جن کو آگے بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ

سورۃ الجمعۃ

♦ **امیتین کون ہیں** | ”اُمَیَّتِیْن“ (ان پڑھ) اہل عرب کو کہا۔ جن میں علم و ہنر کچھ نہ تھا نہ کوئی آسانی کتاب تھی۔ معمولی لکھنا پڑھنا بھی بہت کم آدمی جانتے تھے۔ ان کی جہالت و وحشت ضرب المثل تھی خدا کو بالکل بھولے ہوئے تھے، بت پرستی، ادھام پرستی، اور فسق و فجور کا نام ”ملت ابراہیمی“ رکھ چھوڑا تھا اور تقریباً ساری قوم صریح گمراہی میں پڑی بھٹک رہی تھی۔

نبی اُمّی کی تعلیمات اور فرائض | تاگہاں اللہ تعالیٰ نے اسی قوم میں سے ایک رسول اٹھایا جس کا امتیازی لقب ”نبی اُمّی“ ہے۔ لیکن باوجود اُمّی ہونے کے اپنی قوم کو اللہ کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب پڑھ کر سنا تا اور عجیب و غریب علوم و معارف اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھلا کر ایسا حکیم و شائستہ بناتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے حکیم و دانائے عالم و عارف اس کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرتے ہیں تنبیہ | اس طرح کی آیت سورۃ ”بقرہ“ اور ”آل عمران“ میں گزر چکی ہے۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

♦ **اہل عجم کے بھی رسول ہیں** | یعنی یہ ہی رسول دوسرے آنے والے لوگوں کے واسطے بھی ہے جن کو مبداء و معاد اور شرائع سماویہ کا پورا اور صحیح علم نہ رکھنے کی وجہ سے ان پڑھ ہی کہنا چاہئے۔ مثلاً فارس، روم، چین اور ہندوستان وغیرہ کی قومیں جو بعد کو امیتین کے دین اور اسلامی برادری میں شامل ہو کر ان ہی میں سے ہو گئیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”حق تعالیٰ نے اول عرب پیدا کئے اس دین کے تھامنے والے، پیچھے عجم میں ایسے کامل لوگ اٹھے۔“ حدیث میں ہے کہ جب آپؐ سے ”وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ“ کی نسبت سوال کیا گیا تو سلمان فارسی کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچے گا تو (اس کی قوم فارس کا مرد وہاں سے بھی لے آئے گا) شیخ جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ العمان ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

♦ جس کی زبردست قوت و حکمت نے اس جلیل القدر پیغمبر کے ذریعہ سے قیامت تک کیلئے عرب و عجم کی تعلیم و تزکیہ کا انتظام فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم اس امت پر اللہ کا فضل | یعنی رسول کو یہ بڑائی دی اور اس امت کو اتنے بڑے مرتبہ والا رسول دیا۔ **فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمُنٰةُ عَلٰی مَا اَنعَمَ**۔ چاہئے کہ مسلمان اس انعام و اکرام کی قدر پہچانیں، اور حضورؐ کی شان تعلیم و تزکیہ سے مستفید و مستنفع ہونے میں کوتاہی نہ کریں۔

آگے عبرت کے لئے یہود کی مثال بیان فرماتے ہیں جنہوں نے اپنی کتاب اور پیغمبر سے استفادہ کرنے میں سخت غفلت اور کوتاہی برتی۔

♦ **تورات پر عمل نہ کرنے والے گدھے کی مثل ہیں** | یعنی یہود پر ”تورات“ کا بوجھ رکھا گیا تھا اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے۔ لیکن انہوں نے اس کی تعلیمات و ہدایات کی کچھ پروا نہ کی، نہ اس کو محفوظ رکھا، نہ دل میں جگہ دی، نہ اس پر عمل کر کے اللہ کے فضل و انعام سے بہرہ ور ہوئے۔ بلاشبہ تورات جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے حکمت و ہدایت کا ایک ربانی خزانہ تھا، مگر جب اس سے مستنفع نہ ہوئے تو وہ ہی مثال ہو گئی۔ نہ محقق شدی نہ دانشمند چار پائے برو کتابے چند۔ ایک گدھے پر علم و حکمت کی پچاسوں کتابیں لاد دو، اس کو بوجھ میں دبنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے۔ اس بات سے کچھ سروکار نہیں رکھتا کہ پیٹھ پر لعل و جواہر لدے ہوئے ہیں یا خنزف و سنگریزے۔ اگر محض اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو! میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں تو یہ اور زیادہ گدھا پن ہوگا۔

♦ یعنی بری قوم ہے وہ جس کی مثال یہ ہے۔ اللہ ہم کو پناہ میں رکھے۔

♦ یعنی اللہ تعالیٰ نے تورات وغیرہ میں جو بشارات نبی آخر الزماںؐ کی دی تھیں اور جو دلائل و براہین آپؐ کی رسالت پر قائم کیں، ان کو جھٹلانا آیات اللہ کو جھٹلانا ہے۔

♦ یعنی ایسے معاند، ہٹ دھرم، بے انصاف لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٤﴾ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي

اور اللہ کو خوب معلوم ہیں سب گنہگار تو کہہ موت وہ (وہی) جس سے

تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ

تم بھاگتے ہو سودہ تم سے ضرور ملنے والی ہے پھر تم پھیرے جاؤ گے اس

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥﴾

چھپے اور کھلے جانے والے کے پاس پھر جملہ دے گا تم کو جو تم کرتے تھے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمٍ

اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے

الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَلِكُمْ

دن تودوڑ واللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ فَإِذَا قُضِيَتْ

بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے پھر جب تمام ہو چکے

الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ

نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل

یہود کی ولایت کا جھوٹا دعویٰ یعنی اس گدھے پن اور جہل و حماقت کے باوجود دعویٰ یہ ہے کہ بلا شرکت غیرے ہم ہی اللہ کے دوست اور ولی، اور تنہا جنت کے حق دار ہیں بس دنیا سے چلے اور جنت میں پہنچے۔ لیکن اگر واقعی دل میں یہ ہی یقین ہے اور اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ضرور تھا کہ دنیا کے مکدر عیش سے دل برداشتہ ہو کر محبوب حقیقی کے اشتیاق اور جنت الفردوس کی تمنا میں مرنے کی آرزو کرتے۔

موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو جس کو یقیناً معلوم ہو جائے کہ میرا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور کوئی خطرہ نہیں۔ وہ بیشک مرنے سے خوش ہوگا اور موت کو ایک بل سمجھے گا جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے اس کی زبان پر تو یہ الفاظ ہوں گے۔ ”غداً انلقى الاجبة، محمدًا و حزبه اور یا حبذا الجنة و اقترابها طيبة و بارد شرابها اور حبیب جاء علی فاقہ اور یا بنی لا

یہاں ابوک سقط علی الموت ام سقط علیہ الموت وغیر ذلک

اولیاء اللہ اور موت کا اشتیاق | یہ ان اولیاء اللہ کے کلمات ہیں جو دنیا کی کسی سختی یا مصیبت سے گھبرا کر نہیں، خالص لقاء اللہ اور جنت کے اشتیاق میں موت کی تمنا رکھتے تھے، اور ان کے افعال و حرکات خود شہادت دیتے تھے کہ موت ان کو دنیا کی تمام لذائذ سے زیادہ لذیذ ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ”لَوِ دِدْتُ اِنِّیْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ“ اس کے بالقابل ان جھوٹے مدعیوں کے افعال و حرکات پر نظر ڈالو کہ ان سے بڑھ کر موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں۔ وہ مرنے کا نام سن کر گھبراتے اور بھاگتے ہیں، اس لئے نہیں کہ زیادہ دن زندہ رہیں تو زیادہ نیکیاں کمائیں گے۔ محض اس لئے کہ دنیا کی حرص سے ان کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جو کر توت کئے ہیں، یہاں سے چھوٹے ہی ان کی سزا میں پکڑے جائیں گے۔ غرض ان کے تمامی افعال و اطوار سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے موت کی آرزو نہیں کر سکتے۔ اور ممکن تھا کہ اس زمانہ کے یہود قرآن کے اس دعویٰ کو جھٹلانے کے لئے جھوٹ موٹ زبان سے موت کی تمنا کرنے لگتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت بھی ان کو نہ دی۔ روایات میں ہے کہ اگر (ان میں سے) کوئی یہودی موت کی تمنا کر گزرتا تو اسی وقت گلے میں اٹھو لگ کر ہلاک ہو جاتا۔ تنبیہ | اس مضمون کی آیت سورہ ”بقرہ“ میں گزر چکی ہے، اس کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔ بعض سلف کے نزدیک ”تمنی موت“ کا مطلب مباہلہ تھا۔ یعنی معاند یہود سے کہا گیا کہ اگر وہ واقعی اپنے اولیاء ہونے کا یقین رکھتے ہیں اور مسلمانوں کو باطل پر سمجھتے ہیں تو تمنا کریں کہ فریقین میں جو جھوٹا ہو، مر جائے۔ لیکن وہ کبھی ایسا نہ کریں گے کیونکہ ان کو اپنے کذب و ظلم کا یقین حاصل ہے۔ ابن کثیر اور ابن قیم وغیرہ نے یہی توجیہ اختیار کی ہے۔ واللہ اعلم۔

موت سے فرار ممکن نہیں | یعنی موت سے ڈر کر کہاں بھاگ سکتے ہو۔ ہزار کوشش کرو، مضبوط قلعوں میں دروازے بند کر کے بیٹھ رہو، وہاں بھی موت چھوڑنے والی نہیں۔ اور موت کے بعد پھر وہی اللہ کی عدالت ہے اور تم ہو (ربط) یہودی کی بڑی خرابی یہ تھی کہ کتابیں پیٹھ پر لدی ہوئی ہیں، لیکن ان سے مستفیع نہیں ہوتے دین کی بہت سی باتیں سمجھتے بوجھتے، پر دنیا کے واسطے چھوڑ بیٹھتے۔ دنیا کے دھندلوں میں منہمک ہو کر اللہ کی یاد اور آخرت کے تصور کو فراموش کر دیتے، ایسی روش سے ہم کو منع کیا گیا۔ جمعہ کا تقید بھی ایسا ہی ہے کہ اس وقت دنیا کے کام میں نہ لگو بلکہ پوری توجہ اور خاموشی سے خطبہ سنو اور نماز ادا کرو۔ حدیث میں ہے کہ ”جو کوئی خطبہ کے وقت بات کرے وہ اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لدی ہوں۔“ یعنی اس کی مثال یہودی کی ہوئی۔ العیاذ باللہ!

اذان جمعہ کی اہمیت اور احکام | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”ہر اذان کا یہ حکم نہیں، کیونکہ جماعت پھر بھی ملے گی۔ اور جمعہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا۔ پھر کہاں ملے گا۔“ اور اللہ کی یاد سے مراد خطبہ ہے اور نماز بھی اس کے عموم میں داخل ہے۔ یعنی ایسے وقت جائے کہ خطبہ سنے۔ اس وقت خرید و فروخت حرام ہے۔ اور ”دوڑنے“ سے مراد پورے اہتمام اور مستعدی کے ساتھ جانا ہے۔ بھاگنا مراد نہیں۔ تنبیہ | ”نُودِی“ سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزول آیت کے وقت تھی یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلی اذان بعد کو حضرت عثمانؓ کے عہد میں صحابہ کے اجماع سے مقرر ہوئی ہے۔ لیکن حرمت بیچ میں اس اذان کا حکم بھی مثل حکم اذان قدیم کے ہے کیونکہ اشتراک علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے۔ البتہ اذان قدیم میں یہ حکم مخصوص و قطعی ہوگا اور اذان حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ اور ظنی رہے گا۔ اس تقریر سے تمام علمی اشکالات مرتفع ہو گئے۔ نیز واضح رہے کہ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ یہاں ”عام مخصوص منہ بعض“ ہے۔ کیونکہ بالا جماع بعض مسلمانوں (مثلاً مسافر و مریض وغیرہ) پر جمعہ فرض نہیں۔

ظاہر ہے کہ منافع آخرت کے سامنے دنیوی فوائد کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

اللَّهُ وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰﴾ وَإِذَا

اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سا تاکہ تمہارا بھلا ہو اور جب

رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ

دیکھیں سودا بکٹ یا کچھ تماشہ متفرق ہو جائیں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جائیں

فَآيِسَاءَ قُلُوبُ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهِو وَمِنَ

کڑا تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے تماشے سے اور

التِّجَارَةِ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۱۱﴾

سودا گری سے اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا

آيَاتُهَا ۱۱ ﴿۶۳﴾ سُورَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۰۴﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ م

جب آئیں تیرے پاس منافق کہیں ہم قائل ہیں تو رسول ہے اللہ کا

وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ

اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ

الْمُنٰفِقِينَ لَكٰذِبُونَ ۚ ۱۰ اِتَّخَذُوا اٰيْمَانَهُمْ جُنَّةً

منافق جوٹے ہیں انہوں نے رکھا ہے اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر

جمعہ کی بعد روزی کی تلاش | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یہود کے ہاں عبادت کا دن ہفتہ تھا، سارا دن سودا منع تھا اس لئے فرمادیا کہ تم نماز کے بعد روزی تلاش کرو، اور روزی کی تلاش میں بھی اللہ کی یاد نہ بھولو۔“

لہو و تجارت پر مسلمانوں کو تنبیہ | ایک مرتبہ جمعہ میں حضرت خطبہ فرما رہے تھے، اسی وقت تجارتی قافلہ باہر سے قلعہ لے کر آ پہنچا۔ اس کے ساتھ اعلان کی غرض سے نثارہ بجاتھا۔ پہلے سے شہر میں اناج کی کمی تھی۔ لوگ دوڑے کہ اس کو ٹھہرائیں (خیال کیا ہوگا کہ خطبہ کا حکم عام وعظوں کی طرح ہے جس میں سے ضرورت کے لئے اٹھ سکتے ہیں۔ نماز پھر آ کر پڑھ لیں گے۔ یا نماز ہو چکی ہوگی جیسا کہ بعض کا قول ہے کہ اس وقت نماز جمعہ خطبہ سے پہلے ہوتی تھی۔ بہر حال خطبہ کا حکم معلوم نہ تھا) اکثر لوگ چلے گئے حضرت کے ساتھ بارہ آدمی (جن میں خلفائے راشدین بھی تھے) باقی رہ گئے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی سوداگری اور دنیا کا کھیل تماشا کیا چیز ہے، وہ ابدی دولت حاصل کرو جو اللہ کے پاس ہے اور جو غیر کی محبت اور مجالس ذکر و عبادت میں ملتی ہے۔ باقی قحط کی وجہ سے روزی کا کھٹکا جس کی بناء پر تم اٹھ کر چلے گئے، سو یاد رکھو روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہی بہترین روزی دینے والا ہے اس مالک کے غلام کو یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس تنبیہ و تادیب کے بعد صحابہ کی شان وہ تھی جو سورہ ”نور“ میں ہے ”رَجَالٌ لَا تُلِیْهِمْ بَحَارَةٌ وَلَا بَنِعُ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ“ تنبیہ ”لہو“ کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو اللہ کی یاد سے مشغول (غافل) کر دے جیسے کھیل تماشہ۔ شاید اس نثارہ کی آواز کو ”لہو“ سے تعبیر فرمایا ہو۔ تم سورۃ الجمعة فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمُنَّة

سورۃ المنفقون

یعنی ہم دل سے اعتقاد رکھتے ہیں آپ کے رسول ہونے پر۔
منافقین کے کذب پر اللہ کی گواہی | یعنی جھوٹ کہتے ہیں کہ ان کو دل سے اعتقاد ہے۔ واقع میں وہ آپ کی رسالت کے قائل نہیں محض اپنی اغراض کے پیش نظر زبان سے باتیں بناتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ پھر اسی ایک بات پر کیا منحصر ہے، جھوٹ بولنا ان کی امتیازی خصلت اور شعار بن چکا ہے۔ بات بات میں کذب و دروغ سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی سورت میں ایک واقعہ کا ذکر آیا جا رہا ہے جس میں انہوں نے صریح جھوٹ بولا، اور اللہ نے آسمان سے ان کی تکذیب کی۔

منافقین کی جھوٹی قسمیں | یعنی جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور مجاہدین اسلام کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال محفوظ رکھنے کے لئے ان ہی قسموں کی آڑ پکڑتے ہیں۔ جہاں کوئی بات قابل گرفت ان سے سرزد ہوئی اور مسلمانوں کی طرف سے مواخذہ کا خوف ہوا، فوراً جھوٹی قسمیں کھا کر بری ہو گئے۔

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا

پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے یہ لوگ برے کام ہیں جو

يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطٰيِعَ عَلٰ

کر رہے ہیں ♦ یہ اس لیے کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر مہر لگ گئی

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاٰتَهُمْ تُعْجِبُكَ

ان کے دل پر سو وہ اب کچھ نہیں سمجھتے ♦ اور جب تو دیکھے ان کو تو اچھے لگیں تجھ کو

اَجْسَامُهُمْ ۖ وَاِنْ يَقُوْلُوْا تَسْمِعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَاَنَّهُمْ

ان کے ڈیل اور اگر بات کہیں سنے تو ان کی بات ♦ کیسے ہیں جیسے کہ

خُشُبٌ مُّسْنَدَةٌ ۖ يَحْسِبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۖ هُمْ

لکڑی لگا دی دیوار سے ♦ جو کوئی چیخے جائیں ہم ہی پر بلا آئی ♦ وہی ہیں

الْعَدُوْۤا فَاحْذَرُهُمْ ۖ فَتَلَّهُمْ اللّٰهُ ذٰلِیْۤا نِیُّوْفُكُوْنَ ۝ وَاِ

دشمن ان سے بچتا رہ ♦ گردن مارے ان کی اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ♦ اور

اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

جب کہیں ان کو آؤ معاف کرادے تم کو رسول اللہ کا

لَوْ اَرٰوْهُمْ وَاَرٰیۤتُمْ يَصْدُوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝

مٹاتے ہیں اپنے سر اور تو دیکھے کہ وہ رکتے ہیں اور وہ غرور کرتے ہیں ♦

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ

برابر ہے ان پر تو معافی چاہے ان کو یا نہ معافی چاہے

اللہ کی راہ سے روکتے ہیں | یعنی اسلام اور مسلمانوں کی نسبت طعن و تشنیع اور عیب جوئی کر کے دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور لوگ ان کو بظاہر مسلمان دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں، تو ان کی جھوٹی قسموں کا ضرر فساد ان ہی تک محدود نہیں رہتا، بلکہ دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر برا کام اور کیا ہوگا۔ (لیکن ایک شخص جب تک بظاہر ضروریات دین کا اقرار کرتا ہے خواہ جھوٹ اور فریب ہی سے کیوں نہ ہو، اسلام اس کے قتل کی اجازت نہیں دیتا)

منافقین کے قلوب پر مہر | یعنی زبان سے ایمان لائے، دل سے منکر رہے اور مدعی ایمان ہو کر کافروں جیسے کام کئے اس بے ایمانی اور انتہائی فریب و دغا کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی۔ جن میں ایمان و خیر اور حق و صداقت کے سرايت کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہی۔ ظاہر ہے کہ اب اس حالت پر پہنچ کر ان سے سمجھنے کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ جب آدمی کا قلب اس کی بدکاریوں اور بے ایمانیوں سے بالکل مسخ ہو جائے پھر نیک و بد کے سمجھنے کی صلاحیت کہاں باقی رہے گی۔

منافقین کا ظاہر و باطن | یعنی دل تو مسخ ہو چکے ہیں، لیکن جسم دیکھو تو بہت ذلیل ڈول کے، چکنے چڑے، بات کریں تو بہت فصاحت اور چرب زبانی سے، نہایت لچھے دار کہ خواہ مخواہ سننے والا ادھر متوجہ ہو۔ اور کلام کی ظاہری سطح دیکھ کر قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ از بروں چوں گور کافر پر خلل و اندروں قہر خدائے عزوجل۔ از بروں طعنہ زنی بر بایزید و از درونت ننگ میدارد بیزید۔

دیوار سے لگی خشک لکڑی کی مثال | خشک اور بیکار لکڑی جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے محض بھان اور لالچ، دیکھنے میں کتنی موٹی، مگر ایک منٹ بھی بدون سہارے کے کھڑی نہیں رہ سکتی۔ ہاں ضرورت پڑے تو جلانے کے کام آسکتی ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ ان کے موٹے فریبہ جسم، اور تن و توش سب ظاہری خول ہیں، اندر سے خالی اور بے جان، محض دوزخ کا ایندھن بننے کے لائق۔

منافقین کی بزدلی | یعنی بزدل، نامرد، ڈرپوک، ذرا کہیں شور و غل ہو تو دل دہل جائے۔ سمجھیں کہ ہم ہی پر کوئی بلا آئی۔ سنگین جرموں اور بے ایمانیوں کی وجہ سے ہر وقت ان کے دل میں دغہ و غم لگا رہتا ہے کہ دیکھیے کہیں ہماری دعا باز یوں کا پردہ تو چاک نہیں ہو گیا۔ یا ہماری حرکات کی پاداش میں کوئی افتاد تو پڑنے والی نہیں۔

یعنی بڑے خطرناک دشمن یہی ہیں ان کی چالوں سے ہشیار رہو۔

توبہ سے اعراض اور تکبر | بعض دفعہ جب ان منافقوں کی کوئی شرارت صاف طور پر کھل جاتی اور کذب و خیانت کا پردہ فاش ہو جاتا تو لوگ کہتے کہ (اب بھی وقت نہیں گیا) آؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے اپنا قصور معاف کرالو۔ حضور کے استغفار کی برکت سے حق تعالیٰ تمہاری خطا معاف فرمادے گا۔ تو غرور و تکبر سے اس پر آمادہ نہ ہوتے اور بے پردائی سے گردن ہلا کر اور سر مٹکا کر رہ جاتے۔ بلکہ بعض بد بخت صاف کہہ دیتے کہ ہم کو رسول اللہ کے استغفار کی ضرورت نہیں۔

لَهُمْ ۖ كُنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

برگزینہ معاف کرے گا ان کو اللہ بے شک اللہ راہ نہیں دیتا

الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا

نافرمان لوگوں کو ♦ وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو

عَلَا مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُوا ۖ وَاللَّهُ

ان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے یہاں تک کہ متفرق ہو جائیں ♦ اور اللہ کے ہیں

خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَا

خزانے آسمانوں اور زمین کے لیکن منافق نہیں

يَفْقَهُونَ ۝ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ

سمجھتے ♦ کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو

لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ

تو نکال دے گا جس کا زور ہے وہاں سے کمزور (ذلیل) لوگوں کو اور اس کے رسول کا

وَاللْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ يَأْتِيهَا

اور ایمان والوں کا لیکن منافق نہیں جانتے ♦ اے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ

ایمان والو غافل نہ کر دیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد

عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ

اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں

ان منافقین کیلئے معافی نہیں | یعنی ممکن ہے آپ غایت رحمت و شفقت سے ان کے لئے بحالت موجودہ معافی طلب کریں۔ مگر اللہ کسی صورت سے ان کو معاف کرنے والا نہیں، اور نہ ایسے نافرمانوں کو اس کے ہاں سے ہدایت کی توفیق ملتی ہے۔ اس طرح کی ایک آیت سورہ "براءت" میں آ چکی ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔

عبداللہ بن ابی کی شرارت | ایک سفر میں دو شخص لڑ پڑے ایک مہاجرین میں کا اور ایک انصار کا۔ دونوں نے اپنی حمایت کے لئے اپنی جماعت کو پکارا جس پر خاصا ہنگامہ ہو گیا۔ یہ خبر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو پہنچی کہنے لگا اگر ہم ان (مہاجرین) کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے تو ہم سے مقابلہ کیوں کرتے تم ہی خبر گیری کرتے ہو تو یہ لوگ رسول کے ساتھ جمع رہتے ہیں، خبر گیری چھوڑ دو، ابھی خرچ سے تنگ آ کر متفرق ہو جائیں، اور سب مجمع پھمڑ جائے۔ یہ بھی کہا کہ اس سفر سے واپس ہو کر ہم مدینہ پہنچیں تو جس کا اس شہر میں زور و اقتدار ہے چاہئے ذلیل بے قدروں کو نکال دے (یعنی ہم لوگ جو معزز لوگ ہیں ذلیل مسلمانوں کو نکال دیں گے) ایک صحابی زید بن ارقم نے یہ باتیں سن کر حضرت کے پاس نقل کر دیں۔ آپ نے عبداللہ بن ابی وغیرہ کو بلا کر تحقیق کی تو قسمیں کھا گئے کہ زید بن ارقم نے ہماری دشمنی سے جھوٹ کہہ دیا ہے۔ لوگ زید پر آوازے کئے لگے وہ بچارے سخت محبوب اور نادم تھے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں حضور نے زید کو فرمایا کہ اللہ نے تجھے سچا کیا۔

زمین کے سارے خزانوں کا مالک اللہ ہے | یعنی احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ تمام آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ ہے کیا جو لوگ خالص اس کی رضا جوئی کے لئے اس کے پیغمبر کی خدمت میں رہتے ہیں وہ ان کو بھوکوں مار دے گا، اور لوگ اگر ان کی امداد بند کر لیں گے تو وہ بھی اپنی روزی کے سب دروازے بند کر لے گا؟ سچ تو یہ ہے کہ جو بندے ان اللہ والوں پر خرچ کر رہے ہیں وہ بھی اللہ ہی کراتا ہے۔ اس کی توفیق نہ ہو تو نیک کام میں کوئی ایک پیسہ خرچ نہ کر سکے۔

عزت اللہ اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کیلئے ہے | یعنی منافق یہ نہیں جانتے کہ زور آور اور عزت والا کون ہے۔ یاد رکھو اصلی اور ذاتی عزت تو اللہ کی ہے۔ اس کے بعد اسی سے تعلق رکھنے کی بدولت درجہ بدرجہ رسول کی اور ایمان والوں کی۔ روایات میں ہے کہ عبداللہ بن ابی کے وہ الفاظ (کہ عزت والا ذلیل کو نکال دے گا) جب اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ کو پہنچے (جو قتل مسلمان تھے) تو باپ کے سامنے ٹکوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ بولے جب تک اقرار نہ کر لے گا کہ رسول اللہ عزت والے ہیں اور تو ذلیل ہے، زندہ نہ چھوڑ دوں گا اور نہ مدینہ میں گھسنے دوں گا۔ آخر اقرار کرا کر چھوڑا۔ رضی اللہ عنہ۔ منافقین کی تو بیخ و بن کے بعد آگے مومنین کو چند ہدایات کی گئی ہیں۔ یعنی تم دنیا میں پھنس کر اللہ کی اطاعت اور آخرت کی یاد سے غافل نہ ہو جانا جس طرح یہ لوگ ہو گئے ہیں۔

هُمْ الْخُسْرُونَ ① وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ

نوٹے میں ♦ اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ہوا

قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ كُوْلَا

اس سے پہلے کہ آپہنچے تم میں کسی کو موت تب کہے اے رب کیوں نہ

أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۚ فَاصْذَقْ وَ أَكُنْ مِنَ

ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا

الصَّالِحِينَ ② وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا

نیک لوگوں میں اور ہرگز نہ ڈھیل دے گا اللہ کسی جی کو جب آپہنچا اس کا وعدہ ♦

وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ③

اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو ♦

آيَاتُهَا ۱۸ ﴿۶۳﴾ سُورَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۸) رُكُوعَاتُهَا ۲

سورۃ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَهُ

پاکی بول رہا ہے اللہ کی جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اسی کا

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ④

راج ہے اور اسی کو تعریف ہے ♦ اور وہی ہر چیز کر سکتا ہے

مال و اولاد کی وجہ سے غفلت میں نہ پڑو | یعنی آدمی کے لئے بڑے خسارے اور ٹوٹے کی بات ہے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو اور اعلیٰ سے ہٹ کر ادنیٰ میں بھنس جائے۔ مال و اولاد وہ ہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل نہ کرے۔ اگر ان دھندوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں قلبی سکون و اطمینان نصیب نہ ہوا۔ "وَمَنْ أَغْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى۔"

موت سے پہلے انفاق کر لو | یہ شاید منافقوں کے قول "لَا تُنْفِقُوا عَلٰی مَنْ عِنْدَ الْخ" کا جواب ہوا کہ خرچ کرنے میں خود تمہارا بھلا ہے جو کچھ صدقہ خیرات کرنا ہے جلدی کرو، ورنہ موت سر پر آ پہنچے گی تو پچھتاؤ گے کہ ہم نے کیوں خدا کے راستہ میں خرچ نہ کیا۔ اس وقت (موت کے قریب) بخیل تمنا کرے گا کہ اے پروردگار! چند روز اور میری موت کو ملتوی کر دیجئے کہ میں خوب صدقہ خیرات کر کے اور نیک بن کر حاضر ہوتا۔ لیکن وہاں التواء کیسا؟ جس شخص کی جس قدر عمر لکھ دی اور جو میعاد مقرر کر دی ہے، اس کے پورا ہو جانے پر ایک لمحہ کی ڈھیل اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔ سمجھیے! ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ اس تمنا کو قیامت کے دن پر حمل کرتے ہیں۔ یعنی محشر میں یہ آرزو کرے گا کہ کاش مجھے پھر دنیا کی طرف تھوڑی مدت کے لئے لوٹا دیا جائے تو خوب صدقہ کر کے اور نیک بن کر آؤں۔

اس کو یہ بھی خبر ہے کہ اگر بالفرض تمہاری موت ملتوی کر دی جائے یا محشر سے پھر دنیا کی طرف واپس کریں تب تم کیسے عمل کرو گے۔ وہ سب کی اندرونی استعدادوں کو جانتا ہے اور سب کے ظاہری و باطنی اعمال سے پوری طرح خبردار ہے۔ اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ نَمِ سُوْرَةُ الْمُنَافِقُوْنَ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمُنَّةُ

سورۃ التغابن

اسی کا راج اور اسی کی تعریف | اور جس کسی کا راج دنیا میں دکھائی دیتا ہے وہ اسی کا دیا ہوا اور جس کسی کی تعریف کی جاتی ہے وہ حقیقت میں اسی کی تعریف ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ط

وہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر کوئی تم میں منکر ہے اور کوئی تم میں ایمان دار ◆

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ ۖ

اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے بنایا آسمانوں کو اور

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ ۖ

زمین کو تدبیر سے اور صورت کھینچی تمہاری پھر اچھی بنائی تمہاری صورت ◆

وَالْيَهُ الْبَصِيرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور اس کی طرف سب کو پھر جانتا ہے جانتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَيَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ

اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو کھول کر کرتے ہو اور اللہ کو معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا

جیوں کی بات کیا پہنچی نہیں تم کو خبر (احوال) ان لوگوں کی جو منکر ہو چکے ہیں

مِنْ قَبْلُ ز فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

پہلے پھر انہوں نے چکھی سزا اپنے کام کی اور ان کو عذاب

أَلِيمٌ ۝ ذَلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ

دردناک ہے ◆ یہ اس لیے کہ لاتے تھے ان کے پاس ان کے رسول

بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشْرٌ يَهْدُونَنَا ز فَكْفَرُوا وَ

نشانیوں پھر کہتے کیا آدمی ہم کو راہ سمجھائیں گے پھر منکر ہوئے اور منہ

مسئلہ تقدیر اور اللہ کا علم و ارادہ | یعنی اسی نے سب آدمیوں کو بنایا۔ چاہئے تھا کہ سب اس پر ایمان لاتے اور اس منعم حقیقی کی اطاعت کرتے۔ مگر ہوا یہ کہ بعض منکر بن گئے اور بعض ایماندار۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدمی میں دونوں طرف جانے کی استعداد اور قوت رکھی تھی۔ مگر اولا سب کو فطرت صحیحہ پر پیدا کیا تھا پھر کوئی اس فطرت پر قائم رہا اور کسی نے گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہو کر اس کے خلاف راہ اختیار کر لی اور ان دونوں کا علم اللہ کو ہمیشہ سے تھا کہ کون اپنے ارادہ اور اختیار سے کس طرف جائے گا۔ اور پھر اسی کے موافق سزایا انعام و اکرام کا مستحق ہوگا۔ یہ ہی چیز اپنے علم کے موافق اس کی قسمت میں لکھ دی تھی کہ ایسا ہوگا۔ اللہ کا علم محیط اس کو مستلزم نہیں کہ دنیا میں ارادہ و اختیار کی قوت باقی نہ رہے۔ یہ مسئلہ دقیق ہے اور ہم اس پر ایک مستقل مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ واللہ الموفق والمعين۔

انسان کی صورت سب سے بہتر | سب جانوروں سے انسان کی خلقت اچھی ہے۔ دیکھنے میں بھی خوبصورت، اور ملکات و قوتی میں بھی تمام عالم سے ممتاز، بلکہ سب کا مجموعہ اور خلاصہ، اسی لئے صوفیہ اسے ”عالم صغیر“ کہتے ہیں۔

یعنی تم سے پہلے بہت قومیں ”عاد“ و ”ثمود“ وغیرہ ہلاک کی گئیں اور آخرت کا عذاب الگ رہا۔ یہ خطاب الہی مکہ کو ہے۔

تَوَلَّوْا وَاسْتَغْنَى اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ زَعَمَ

موڑ لیا ۛ اور اللہ نے بے پروائی کی ۛ اور اللہ بے پروا ہے سب تعریفوں والا ۛ دعویٰ کرتے ہیں

الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا ۖ قُلْ بَلْ وَرَبِّي

مگر ۛ کہ ہرگز ان کو کوئی نہ اٹھائے گا ۛ تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی

لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّيُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۖ وَذَلِكَ عَلَىٰ

تم کو بے شک اٹھانا ہے ۛ پھر تم کو جلتانا ہے ۛ جو کچھ تم نے کیا ۛ اور یہ اللہ پر

اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ۚ وَالتُّوْرَ الَّذِيْ

آسان ہے ۛ سو ایمان لاؤ اللہ پر ۛ اور اس کے رسول پر ۛ اور اس نور پر جو

اَنْزَلْنَا ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ

ہم نے اتارا ۛ اور اللہ کو تمہارے سب کام کی خبر ہے ۛ جس دن تم کو اکٹھا کرے گا

لِيَوْمِ الْجَمْعِ ۚ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۚ وَمَنْ يُؤْمَرْ

جمع ہونے کے دن ۛ وہ دن ہے ہار جیت کا ۛ اور جو کوئی یقین لائے

بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ

اللہ پر ۛ اور کرے کام بھلا ۛ اتار دے گا اس پر سے ۛ اس کی برائیاں

وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اور داخل کرے گا اس کو ۛ باغوں میں ۛ جن کے نیچے بہتی ہیں ندیاں

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَ

رہا کریں ان میں ہمیشہ ۛ یہی ہے بڑی مراد ملی ۛ اور

بشریت اور رسالت | یعنی کیا ہم ہی جیسے آدمی ہادی بنا کر بھیجے گئے۔ بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتے گویا ان کے نزدیک بشریت اور رسالت میں منافات تھی۔ اسی لئے انہوں نے کفر اختیار کیا اور رسولوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تنبیہ | اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ رسول کو بشر کہنے والا کافر ہے انتہائی جہل والحاد ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی یہ کہہ دے کہ آیت ان لوگوں کے کفر پر دلالت کر رہی ہے۔ جو رسل بنی آدم کے بشر ہونے کا انکار کریں، تو یہ دعویٰ پہلے دعوے سے زیادہ قوی ہوگا۔

یعنی اللہ کو کیا پروا تھی۔ انہوں نے منہ موڑ لیا تو اللہ نے ادھر سے نظر رحمت اٹھالی۔

رسالت کی طرح بعث بعد الموت کا بھی انکار ہے۔

دوبارہ زندہ کرنا اللہ کو آسان ہے | یعنی دوبارہ اٹھانا اور سب کا حساب کر دینا اللہ کو کیا مشکل ہے پوری طرح یقین رکھو کہ یہ ضرور ہو کر رہے گا۔ کسی کے انکار کرنے سے وہ آنے والی گھڑی ٹل نہیں سکتی۔ لہذا مناسب ہے کہ انکار چھوڑ کر اس وقت کی فکر کرو۔

یعنی قرآن کریم پر۔

یعنی ایمان کے ساتھ عمل بھی ہونا چاہئے۔

یعنی اس دن دوزخی ہاریں گے اور جنتی جیتیں گے۔ ہارنا یہ ہی کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو بے موقع خرچ کر کے رأس المال بھی کھو بیٹھے اور جیتنا یہ کہ ایک ایک کے ہزاروں پائے آگے اسی کی کچھ تفصیل ہے۔

یعنی جو تقصیرات ہوئی ہیں ایمان اور نیک کاموں کی برکت سے معاف کر دی جائیں گی۔

جو جنت میں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں۔ اللہ کی رضا اور دیدار کا مقام بھی وہ ہی ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلائیں انہوں نے ہماری آیتیں وہ لوگ ہیں

النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَيَبُسُّ الْمَصِيرُ ۚ ﴿١٠﴾ مَا أَصَابَ

دوزخ والے رہا کریں اسی میں اور بری جگہ جا پہنچے نہیں پہنچتی

مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ

کوئی تکلیف بدون حکم اللہ کے اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر

يَهْدِ قَلْبَهُ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ﴿١١﴾ وَ أَطِيعُوا

وہ راہ بتلائے اس کے دل کو اور اللہ کو ہر چیز معلوم ہے اور حکم مانو

اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا

اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ موڑو تو

عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ۝ ﴿١٢﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

ہمارے رسول کا تو یہی کام ہے پہنچا دینا کھول کر اللہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ ﴿١٣﴾ يَا أَيُّهَا

اور اللہ پر چاہئے بھروسہ کریں ایمان والے اے

الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا

ایمان والو تمہاری بعض جوڑوئیں اور اولاد دشمن ہیں

لَكُمْ فَأَحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِنْ تَعَفَّوْا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا

تمہارے سوان سے بچتے رہو اور اگر معاف کرو اور درگزر دو اور بخشو

کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی | دنیا میں کوئی مصیبت اور سختی اللہ کی مشیت و ارادہ کے بدون نہیں پہنچتی۔ مومن کو جب اس بات کا یقین ہے تو اس پر غمگین اور بددل ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہر صورت مالک حقیقی کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے اور یوں کہنا چاہئے۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغ
سردوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اس طرح اللہ تعالیٰ مومن کے دل کو صبر و تسلیم کی راہ بتا دیتا ہے۔ جس کے بعد عرفان و ایقان کی عجیب و غریب راہیں کھلتی ہیں۔ اور باطنی ترقیات اور قلبی کیفیات کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے۔ یعنی جو تکلیف و مصیبت اس نے بھیجی عین علم و حکمت سے بھیجی، اور وہی جانتا ہے کہ کون تم میں سے واقعی صبر و استقامت اور تسلیم و رضا کی راہ پر چلا۔ اور کس کا دل کن احوال و کیفیات کا مورد بننے کے قابل ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو | یعنی نرمی و سختی اور تکلیف و راحت، غرض ہر حالت میں اللہ و رسول کا حکم مانو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خود تمہارا ہی نقصان ہے۔ رسول سب نیک و بد سمجھا کر اپنا فرض ادا کر چکا۔ اللہ کو تمہاری طاعت و معصیت سے کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

یعنی معبود اور مستعان تمہارا ہی ذات ہے۔ نہ کسی اور کی بندگی نہ کوئی دوسرا بھروسہ کے لائق۔ بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں | بہت مرتبہ آدمی بیوی بچوں کی محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے۔ ان تعلقات کے پیچھے کتنی برائیوں کا ارتکاب کرتا اور کتنی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے۔ بیوی اور اولاد کی فرمائشیں اور رضا جوئی اسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتی۔ اس چکر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے جو اہل و عیال اتنے بڑے خسارے اور نقصان کا سبب بنیں۔ وہ حقیقہً اس کے دوست نہیں کہلا سکتے بلکہ بدترین دشمن ہیں۔ جن کی دشمنی کا احساس بھی بسا اوقات انسان کو نہیں ہوتا۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ان دشمنوں سے ہشیار رہو اور ایسا رویہ اختیار کرنے سے بچو جس کا نتیجہ ان کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین برباد کرنے کے سوا کچھ نہ ہو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں سب بیویاں اور ساری اولاد اسی قماش کی ہوتی ہے، بہت اللہ کی بندیاں ہیں جو اپنے شوہروں کے دین کی حفاظت کرتی اور نیک کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں، اور کتنی ہی سعادت مند اولاد ہے جو اپنے والدین کے لئے باقیات صالحات بنتی ہے۔ ”جَعَلْنَا اللَّهُ مِنْهُمْ بَفْضِلِهِ وَمَنْهٍ“

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۳﴾ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَ

تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان ♦ تمہارے مال اور

أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۴﴾

تمہاری اولاد ♦ یہی ہیں جانچنے کو اور اللہ جو ہے اس کے پاس ہے ثواب بڑا ♦

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمِعُوا وَاطَّبِعُوا

سو ڈرو اللہ سے جہاں تک ہو سکے اور سنو اور مانو ♦

وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ ۚ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ

اور خرچ کرو اپنے بھلے کو ♦ اور جس کو بچا دیا اپنے جی کے

نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۵﴾ إِنْ تَقْرَضُوا

لا لچے سودہ لوگ وہی مراد کو پہنچے ♦ اگر قرض دو

اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفُهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ

اللہ کو اچھی طرح پر قرض دینا وہ دو ٹا کر دے تم کو اور تم کو بخشنے ♦

وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۶﴾ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

اور اللہ قدر دان ہے محل والا ♦ جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۷﴾

زبردست حکمت والا ♦

آيَاتُهَا ۱۲ ﴿۶۵﴾ سُورَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ ﴿۹۹﴾ زَكُوٰعَاتُهَا ۲

سورۃ طلاق مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

عفو و درگزر کی تعلیم | یعنی اگر انہوں نے تمہارے ساتھ دشمنی کی اور تم کو دینی یا دنیوی نقصان پہنچ گیا تو اس کا اثر یہ نہ ہونا چاہئے کہ تم انتقام کے درپے ہو جاؤ۔ اور ان پر نامناسب سختی شروع کر دو۔ ایسا کرنے سے دنیا کا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ جہاں تک عقلاً و شرعاً گنجائش ہو ان کی حماقتوں اور کوتاہیوں کو معاف کرو اور عفو و درگزر سے کام لو۔ ان مکارم اخلاق پر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ مہربانی کرے گا اور تمہاری خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔

مال و اولاد امتحان ہیں | یعنی اللہ تعالیٰ مال و اولاد دے کر تم کو جانچتا ہے کہ کون ان فانی و زائل چیزوں میں پھنس کر آخرت کی باقی و دائم نعمتوں کو فراموش کرتا ہے اور کس نے ان سامانوں کو اپنی آخرت کا ذخیرہ بنایا ہے اور وہاں کے اجر عظیم کو یہاں کے حظوظ و مالوفات پر ترجیح دی ہے۔

امتحان میں کامیابی پر اجر عظیم | یعنی اللہ سے ڈر کر جہاں تک ہو سکے اس جانچ میں ثابت قدم رہو اور اس کی بات سنو اور مانو۔

یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے تمہارا ہی بھلا ہوگا۔

یعنی مراد کو وہ ہی شخص پہنچتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کے دل کے لالچ سے بچا دے۔ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھے۔

اللہ کو قرض حسنہ | یعنی اللہ کی راہ میں اخلاص اور نیک نیتی سے طیب مال خرچ کرو تو اللہ اس سے کہیں زیادہ دے گا اور تمہاری کوتاہیوں کو معاف فرمائے گا۔ اس طرح کا مضمون پہلے کئی جگہ گزر چکا ہے۔ وہیں ہم نے پوری تقریر کی ہے۔

تھوڑے عمل پر دو گناہ ثواب | قدر دانی کی بات یہ ہے کہ تھوڑے عمل پر بہت سا ثواب دیتا ہے، اور عمل یہ کہ گناہ دیکھ کر فوراً عذاب نہیں بھیجتا۔ پھر بہت سے مجرموں کو بالکل معاف اور بہتیروں کی سزائیں تخفیف کرتا ہے۔

یعنی اسی کو ظاہری اعمال اور باطنی نیتوں کی خبر ہے اپنی زبردست قوت اور حکمت سے اس کے مناسب بدلہ دے گا۔ تم سورۃ التغابن وللہ الحمد والمآل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ

اے نبی جب تم طلاق دو عورتوں کو تو ان کو طلاق دو

لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ

ان کی عدت پر ان کی عدت گنتی رہو عدت کو اور ڈرو اللہ سے جو رب ہے تمہارا

لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ

مت نکالو ان کو ان کے گھروں سے اور وہ بھی نہ نکلیں

إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ وَ رِتْلُكَ

مگر جو کریں مگر جو بے حیائی اور یہ

حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ

حدیں ہیں باندھی ہوئی اللہ کی اور جو کوئی بڑھے اللہ کی حدوں سے تو اس نے

ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ

برا کیا اپنا اس کو خبر نہیں شاید اللہ پیدا کر دے اس طلاق

بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ۝ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ

کے بعد نئی صورت پھر جب پہنچیں اپنے وعدہ کو

فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ

تو رکھ لو ان کو دستور کے موافق یا چھوڑ دو ان کو دستور کے موافق

سورۃ الطلاق

طلاق دینے کا صحیح طریقہ | نبی کو مخاطب بنا کر یہ ساری امت سے خطاب ہے۔ یعنی جب کوئی شخص (کسی ضرورت اور مجبوری سے) اپنی عورت کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ عدت پر طلاق دے۔ سورۃ ”بقرة“ میں آچکا کہ مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں (کما هو مذهب الحنفیہ) لہذا حیض سے پہلے حالت طہر میں طلاق دینا چاہئے تا سارا حیض گنتی میں آئے اگر فرض کیجئے حالت حیض میں طلاق دے گا تو دو حال سے خالی نہیں۔ جس حیض میں طلاق دی ہے اس کو عدت میں شمار کریں گے یا نہ کریں گے۔ پہلی صورت میں ایقاع طلاق سے پہلے جس قدر وقت حیض کا گذر چکا وہ عدت میں سے کم ہو جائے گا۔ اور پورے تین حیض عدت کے باقی رہیں گے۔ اور دوسری صورت میں جب موجودہ حیض کے علاوہ تین حیض لیں گے تو یہ حیض تین سے زائد ہوگا۔

طہر میں طلاق دو | اس لیے مشروع طریقہ یہ ہے کہ طہر میں طلاق دی جائے اور حدیث سے یہ قید بھی ثابت ہے کہ اس طہر میں صحبت نہ کی ہو۔

عدت کو نہ بھولو | یعنی مرد و عورت دونوں کو چاہئے کہ عدت کو یاد رکھیں۔ کہیں غفلت و سہو کی وجہ سے کوئی بے احتیاطی اور گزربزنہ ہو جائے۔ نیز طلاق ایسی طرح دیں کہ ایام عدت کی گنتی میں کمی بیشی لازم نہ آئے۔ جیسا کہ اوپر کے فائدہ میں بتلایا جا چکا ہے۔

مطلقہ کو گھر سے نہ نکالو | یعنی اللہ سے ڈر کر احکام شریعت کی پابندی رکھنی چاہئے جن میں سے ایک حکم یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے اور تین طلاقیں ایک دم نہ ڈالی جائیں اور مطلقہ عورت کو اس کے رہنے کے گھر سے نہ نکالا جائے۔ وغیر ذلک۔

بے وجہ گھر سے نہ نکلیں | یعنی عورتیں خود بھی اپنی مرضی سے نہ نکلیں۔ کیونکہ یہ سکنی محض حق العبد نہیں کہ اس کی رضا سے ساقط ہو جائے بلکہ حق الشرع ہے، ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں مثلاً بدکاری یا سرقت کی مرتکب ہوں یا بقول بعض علماء زبان درازی کریں اور ہر وقت کارنج و تکرار رکھتی ہوں تو نکالنا جائز ہے اور اگر بے وجہ نکلیں گی تو یہ خود صریح بے حیائی کا کام ہوگا۔

ان حدود سے تجاوز نہ کرو | یعنی گنہگار ہو کر اللہ کے ہاں سزا کا مستوجب ہوا۔ ”لَا تَذَرْنِي“ کا ترجمہ ”اس کو خبر نہیں“ بصیغہ غائب کیا ہے تا معلوم ہو جائے کہ خطاب اسی طلاق دینے والے کو ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں۔

یعنی شاید پھر دونوں میں صلح ہو جائے اور طلاق پر ندامت ہو۔

عدت ختم ہونے کے بعد کا طریقہ | یعنی طلاق رجعی میں جب عدت ختم ہونے کو آئے تو تم کو دو باتوں میں ایک کا اختیار ہے۔ یا عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دستور کے موافق رجعت کر کے اپنے نکاح میں رہنے دو یا عدت منقضی ہونے پر معقول طریقہ سے اس کو جدا کر دو۔ مطلب یہ ہے کہ رکھنا ہو تب اور الگ کرنا ہو تب، ہر حالت میں آدمیت اور شرافت کا برتاؤ کرو۔ یہ بات مت کرو کہ رکھنا بھی مقصود نہ ہو اور خواہ مخواہ تطویل عدت کے لئے رجعت کر لیا کرو۔ یا رکھنے کی صورت میں اسے ایذا پہنچاؤ اور طعن و تشنیع کرو۔

وَأَشْهَدُوا ذَوْنَهُ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَأَقِيمُوا

اور گواہ کرلو دو معتبر اپنے میں کے اور سیدھی ادا کرو

الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ

گوایں اللہ کے واسطے یہ بات جو ہے اس سے سمجھ جائے گا جو کوئی

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ

یقین رکھتا ہوگا اللہ پر اور بچھے دن پر اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے

يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۚ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا

وہ کر دے اس کا گزارہ (چھٹکارا) اور روزی دے اس کو جہاں سے اس کو

يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ

خیال بھی نہ ہو اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کو کافی ہے

إِنَّ اللَّهَ بِأَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ

تحقیق اللہ پورا کر لیتا ہے اپنا کام اللہ نے رکھا ہے ہر چیز کا

قَدَرًا ۚ وَاللَّيْءُ يَبِيْضُ مِنَ الْمَحْيِضِ ۚ مِن نِّسَائِكُم

اندازہ اور جو عورتیں ناامید ہو گئیں حیض سے تمہاری عورتوں میں

إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ ۚ وَاللَّيْءُ لَمَّ

اگر تم کو شہرہ گیا تو ان کی عدت ہے تین مہینے اور ایسے ہی جن کو

يَحِضْنَ ۚ وَأُولَٰئِكَ الْأَحْصَالُ أَجَلُهُنَّ أَنَّ

حیض نہیں آیا اور جن کے پیٹ میں بچہ ہے ان کی عدت یہ ہے کہ

رجوع کے وقت دو گواہ | یعنی طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے اگر نکاح میں رکھنا چاہے تو رجعت پر دو گواہ کرے تا لوگوں میں متہم نہ ہو۔

یہ گواہوں کو ہدایت ہے کہ شہادت کے وقت ٹیڑھی ترچھی بات نہ کریں، سچی اور سیدھی بات کہنی چاہئے۔
نکاح و طلاق کے جامع اصول | زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر بہت ظلم ہوتا تھا۔ ان کو گائے بھینس یا نہایت ذلیل و مجبور قیدیوں کی طرح سمجھتے تھے۔ بعض لوگ عورت کو سو سو مرتبہ طلاق دیتے تھے اور اس کے بعد بھی اس کی مصیبت کا خاتمہ نہ ہوتا تھا۔ قرآن نے جا بجا ان وحشیانہ مظالم اور بے رحمیوں کے خلاف آواز بلند کی۔ اور نکاح و طلاق کے حقوق و حدود پر نہایت صاف روشنی ڈالی۔ بالخصوص اس سورت میں منجملہ دوسری حکیمانہ ہدایات و نصائح کے ایک نہایت ہی جامع مانع اور ہمہ گیر اصول ”فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَغْرُوْبٍ اَوْ فَاِرْقُوْهُنَّ بِمَغْرُوْبٍ“ بیان فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کو رکھو تو معقول طریقہ سے رکھو۔ اور چھوڑ دو تب بھی معقول طریقہ سے چھوڑ دو لیکن ان زریں نصیحتوں سے متنبہ رہو کہ وہ ہی شخص ہو سکتا ہے جس کو خدا اور یوم آخرت پر یقین ہو۔ کیونکہ یہ ہی یقین انسان کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا کرتا ہے۔ اور اسی ڈر سے آدمی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ جس طرح ایک کمزور عورت بخت و اتفاق سے ہمارے قبضہ و اقتدار میں آگئی ہے، ہم سب کسی قہار ہستی کے قبضہ و اقتدار میں ہیں۔ یہ ہی ایک خیال ہے جو آدمی کو ہر حالت میں ظلم و تعدی سے روک سکتا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ابھارتا ہے۔ اسی لیے سورہ ہذا میں خصوصی طور پر اتقاء (پرہیزگاری اور خدا کے خوف) پر بہت زور دیا گیا ہے۔

یعنی اللہ سے ڈر کر اس کے احکام کی بہر حال تعمیل کرو۔ خواہ کتنی ہی مشکلات و شدائد کا سامنا کرنا پڑے۔ حق تعالیٰ تمام مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔ اور غمیتوں میں بھی گزارہ کا سامان کر دیگا۔

اللہ کا ڈر تمام خزانوں کی کنجی ہے | اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں، بے قیاس و گمان روزی ملتی ہے گناہ معاف ہوتے ہیں، جنت ہاتھ آتی ہے اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ جس کے بعد کوئی سختی، سختی نہیں رہتی، اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کا فور ہو جاتی ہیں ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ اگر تمام دنیا کے لوگ اس آیت کو پکڑ لیں تو ان کو کافی ہو جائے۔

یعنی اللہ پر بھروسہ رکھو، محض اسباب پر تکیہ مت کرو۔ اللہ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں۔ جو کام اسے کرنا ہو، وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اسباب بھی اسی کی مشیت کے تابع ہیں۔ ہاں ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ ہے۔ اسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس لئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہئے۔

بوڑھی عورتوں کی عدت | یعنی مطلقہ کی عدت قرآن نے تین حیض بتلائی (کما فی سورۃ البقرۃ) اگر شبہ رہا ہو کہ جس کو حیض نہیں آیا یا بڑی عمر کے سبب موقوف ہوا، اس کی عدت کیا ہوگی تو بتلادیا کہ تین مہینے ہیں۔

يَضَعَنَّ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ

جن لیس پیٹ کا بچہ ♦ اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے کردے وہ اس کے

مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝ ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ

کام میں آسانی ♦ یہ حکم ہے اللہ کا جواتارا

إِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ

تمہاری طرف ♦ اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے اتار دے اس پر سے اس کی برائیاں

وَيُعْظِمَ لَهُ أَجْرًا ۝ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ

اور بڑا دے اس کو ثواب ♦ ان کو گھر دو رہنے کے واسطے جہاں

سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا

تم آپ رہو ♦ اپنے مقدور کے موافق ♦ اور ایذا دینا نہ چاہو ان کو تاکہ تنگ پڑو

عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمِلٌ فَلَا تُنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ

ان کو ♦ اور اگر رکھتی ہوں پیٹ میں بچہ تو ان پر خرچ کرو

حَتَّىٰ يَضَعَنَّ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَارْتُؤِهِنَّ

جب تک جنیں پیٹ کا بچہ ♦ پھر اگر وہ دودھ پلا میں تمہاری خاطر تو دو ان کو

أَجُورَهُنَّ ۚ وَاتَّمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَإِنْ

ان کا بدلہ (حق) ♦ اور سکھاؤ آپس میں نیکی ♦ اور اگر

♦ حاملہ کی عدت جمہور کے نزدیک حامل کی عدت وضع حمل تک ہے خواہ ایک منٹ کے بعد ہو جائے یا کتنی ہی طویل مدت کے بعد ہو۔ اس میں مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا دونوں کا ایک حکم ہے۔ کما هو مصرح فی الاحادیث۔

♦ جملہ جملہ کے بعد انشاء اور اللہ کے ذکر کا مضمون مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے تا پڑھنے والا بار بار متنبہ ہو کہ عورتوں کے معاملات

میں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

♦ **مرد کے ذمے سکنی و نفقہ** | مرد کے ذمہ ضروری ہے کہ مطلقہ کو عدت تک رہنے کے لئے مکان دے (اسکو سکنی کہتے ہیں) اور

جب سکنی واجب ہے تو نفقہ بھی اس کے ذمہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ عورت اتنے دنوں تک اسی کی وجہ سے مکان میں مقید و محبوس رہے گی۔ قرآن کریم کے الفاظ ”مِنْ حَيْثُ مَكَنتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ وَلَا تَضَارُّوهُنَّ لِنُضَيْقِوْنَ عَلَيْهِنَّ“ میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، کہ اس کو اپنے مقدور اور حیثیت کے موافق اپنے گھر میں رکھو۔ ظاہر ہے کہ مقدور کے موافق رکھنا اس کو بھی متضمن ہے کہ اس کے کھانے پکڑے کا مناسب بندوبست کرے۔ چنانچہ مصحف ابن مسعود میں یہ آیت اس طرح تھی۔ ”أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ مَكَنتُمْ وَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ مِنْ وَجْدِكُمْ“ حنفیہ کے نزدیک یہ حکم سکنی اور نفقہ کا ہر قسم کی مطلقہ کو عام ہے۔ رجعیہ کی قید نہیں کیونکہ پہلے سے جو بیان چلا آتا ہے مثلاً آنسہ، صفیرہ، اور حاملہ کی عدت کا مسئلہ اس میں کوئی تخصیص نہیں تھی۔ پھر اس میں بلا وجہ کیوں تخصیص کی جائے۔ رہی فاطمہ بنت قیس کی حدیث جس میں وہ کہتی ہیں کہ میرے زوج نے تین طلاقیں دے دی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکنی اور نفقہ نہیں دلایا۔ اول تو اس حدیث میں فاروق اعظمؓ، عائشہ صدیقہؓ اور دوسرے صحابہؓ و تابعین نے انکار فرمایا۔ بلکہ فاروق اعظمؓ نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ عورت بھول گئی یا اس نے یاد رکھا۔ معلوم ہوا کہ فاروق اعظمؓ کتاب اللہ سے یہی سمجھے ہوئے تھے کہ مطلقہ ثلاث کے لئے نفقہ و سکنی واجب ہے اور اس کی تائید میں رسول اللہ کی کوئی سنت بھی ان کے پاس موجود تھی۔ چنانچہ طحاوی وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت عمرؓ نے تصریح بیان کیا ہے کہ یہ مسئلہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اور دارقطنی میں جابرؓ کی ایک حدیث بھی اس بارہ میں صریح ہے۔ گو اس کے بعد رواۃ میں اور رفع و وقف میں کلام کیا گیا ہے۔

♦ **فاطمہ بنت قیس کا واقعہ** | دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ حضورؐ نے فاطمہ بنت قیس کے لئے سکنی اس لئے تجویز نہ کیا ہو کہ یہ اپنے سرال والوں سے زبان درازی اور سخت کلامی کرتی تھی جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ لہذا آپؐ نے حکم دے دیا کہ ان کے گھر سے چلی جائے پھر جب سکنی نہ رہا تو نفقہ بھی ساقط ہو گیا۔ جیسے ناشزہ کا (جو شوہر کی نافرمانی کر کے گھر سے نکل جائے) نفقہ ساقط ہو جاتا ہے، تاوقتیکہ گھر واپس نہ آئے (نبہ علیہ ابو بکر الرازی فی احکام القرآن) نیز جامع ترمذی وغیرہ کی بعض روایات میں ہے کہ اس کو کھانے پینے کے لئے غلہ دیا گیا تھا اس نے اس مقدار سے زائد کا مطالبہ کیا جو منظور نہ ہوا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ حضورؐ نے اس سے زائد نفقہ تجویز نہیں فرمایا جو مرد کی طرف سے دیا جا رہا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ہاں یہ یاد رہے کہ نسائی، طبرانی، اور مسند احمد کی بعض روایات میں فاطمہ بنت قیس نے حضورؐ کا صریح ارشاد نقل کیا ہے کہ سکنی اور نفقہ صرف اس مطلقہ کے لئے ہے جس سے رجعت کا امکان ہو۔ ان روایات کی سندیں زیادہ قوی نہیں۔ زیلعی نے تخریج ہدایہ میں اس پر بحث کی ہے۔ فلیراجع۔

♦ یعنی سناؤ نہیں کہ وہ تنگ آ کر نکلنے پر مجبور ہو جائیں۔

♦ **حاملہ کا نفقہ** | حمل کی مدت کبھی بہت طویل ہو جاتی ہے۔ اس کو خصوصیت سے بتلادیا کہ خواہ کتنی ہی طویل ہو وضع حمل تک اس کو نفقہ دینا ہوگا یہ نہیں کہ مثلاً تین مہینے نفقہ دے کر بند کر لو۔

♦ **مطلقہ کو رضاعت کی اجرت** | یعنی وضع حمل کے بعد اگر عورت تمہاری خاطر بچہ کو دودھ پلائے تو جو اجرت کسی دوسری انا کو دیتے وہ اس کو دی جائے۔ اور معقول طریقہ سے دستور کے موافق باہم مشورہ کر کے قرارداد کر لیں خواہ مخواہ ضد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا برتاؤ رکھیں نہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے نہ مرد اس کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے پلوائے۔

تَعَاْسَرْتُمْ فَسْتَزْضِعْ لَهُ آخِرَ ۱۱ لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ

خدا کرو آپس میں تو دودھ پلانے کی اس کی خاطر اور کوئی عورت ♦ چاہیے خرچ کرے وسعت والا

مَنْ سَعَتِهِ ۱۲ وَمَنْ قُدْرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ

اپنی وسعت کے موافق اور جس کو نپا تلی ملتی ہے اس کی روزی تو خرچ کرے

مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۱۳ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا

جیسا کہ دیا ہے اس کو اللہ نے اللہ کسی پر تکلیف نہیں رکھتا مگر اسی قدر جو اس کو دیا

سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۱۴ وَكَآيِنٌ مِّنْ قُرْبَةٍ

اب کر دے گا اللہ سختی کے پیچھے کچھ آسانی ♦ اور کتنی بستیاں

عَنْتٌ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ ۱۵ فَحَاسِبُنَهَا حِسَابًا

کہ نکل چکیں حکم سے اپنے رب کے اور اس کے رسولوں کے پھر ہم نے حساب میں پکڑا ان کو

شَدِيدًا ۱۶ وَعَذَابُنَا عَذَابًا ۱۷ نُكْرًا ۱۸ فَذَاقَتْ

سخت حساب میں اور آفت ڈالی ان پر بن (ان) دیکھی آفت ♦ پھر چکھی انہوں نے

وَبَالَ أَمْرَهَا ۱۹ وَكَانَ عَاقِبَتُهُ أَمْرًا خُسْرًا ۲۰

سزا اپنے کام کی اور آخر کو ان کے کام میں ٹوٹا آگیا ♦

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۲۱ فَاتَّقُوا

تیار رکھا ہے اللہ نے واسطے ان کے سخت عذاب ♦ سوار تے رہو

اللَّهُ يَأْوِلُ الْأَلْبَابَ ۲۲ الَّذِينَ آمَنُوا ۲۳

اللہ سے اے عقل والو جن کو یقین ہے ♦

یعنی اگر آپس کی ضد اور تکرار سے عورت دودھ پلانے پر راضی نہ ہو تو کچھ اس پر موقوف نہیں کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی مل جائے گی۔ اس کو اتنا گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے۔ اور اگر مرد خواہ مخواہ بچہ کو اس کی ماں سے دودھ پلوانا نہیں چاہتا تو بہر حال کوئی دوسری عورت دودھ پلانے کو آئے گی آخر اس کو بھی کچھ دینا پڑے گا۔ پھر وہ بچہ کی ماں ہی کو کیوں نہ دے۔

بچہ کی تربیت و تعلیم کا خرچ باپ کے ذمے | یعنی بچہ کی تربیت کا خرچ باپ پر ہے۔ وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت کو اپنی حیثیت کے مناسب خرچ کرنا چاہئے۔ اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو محض نیلی روزی اللہ نے دی ہو، وہ اسی میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کیا کرے۔ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جب تنگی کی حالت میں اس کے حکم کے موافق خرچ کر دے، وہ تنگی اور سختی کو فراخی اور آسانی سے بدل دے گا۔

عورتوں کے حقوق کی اہمیت | یعنی احکام شریعت کی (خصوصاً عورتوں کے بارے میں) پوری پابندی رکھو۔ اگر نافرمانی کرو گے تو یاد رہے کہ کتنی ہی بستیاں اللہ و رسول کی نافرمانی کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں جس وقت وہ لوگ تکبر کر کے حد سے نکل گئے ہم نے ان کا جائزہ لیا اور سختی سے لیا کہ ایک عمل کو بھی معاف نہیں کیا۔ پھر ان کو ایسی نرالی آفت میں پھنسا یا جو آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

یعنی عمر بھر جو سودا کیا تھا آخر اس میں سخت خسارہ اٹھایا اور جو پونجی تھی سب کھو کر رہے۔

پہلے دنیوی عذاب کا ذکر تھا۔ یہ اخروی عذاب بیان ہوا۔

یعنی یہ عبرتناک واقعات سن کر عقلمند ایمانداروں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہیں ہم سے ایسی بے اعتدالی نہ ہو جائے کہ خدا کی پکڑ میں آجائیں۔ العیاذ باللہ۔

قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَسُولًا يَتْلُوا

بے شک اللہ نے اتاری ہے تم پر نصیحت رسول ہے جو پڑھ کر سنا تا ہے

عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّخُرْجِ الَّذِينَ

تم کو اللہ کی آیتیں کھول کر سنانے والی تاکہ نکالے ان لوگوں کو

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ

جو کہ یقین لائے اور کئے بھلے کام اندھیروں سے

إِلَى النُّورِ ۖ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ

اجالے (روشنی) میں اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر اور کرے کچھ

صَالِحًا يَدْخُلْهُ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

بھلائی اس کو داخل کرے باغوں میں نیچے بہتی ہیں جن کے

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ

نہریں سدا رہیں ان میں ہمیشہ البتہ خوب دی

اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ۝ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ

اللہ نے اس کو روزی اللہ وہ ہے جس نے بنائے سات

سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۖ يَنْزِلُ

آسمان اور زمین بھی اتنی ہی اترتا ہے

إِلَّا مَرْبِبْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ

اس کا حکم ان کے اندر تاکہ تم جانو کہ اللہ ہر

یعنی قرآن، یا ”ذکر“ بمعنی ”ذکر“ ہو تو خود رسولؐ مراد ہوں گے۔

یعنی صاف آیتیں جن میں اللہ کے احکام کھول کھول کر سنائے گئے ہیں۔

یعنی کفر و جہل کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور علم و عمل کے اجالے میں لے آئے۔

جنت سے زیادہ بہتر روزی کہاں ملے گی۔

سات زمینوں کی تخلیق | یعنی زمینیں بھی سات پیدا کیں، جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی احادیث میں ہے۔ ان میں احتمال ہے کہ نظر نہ آتی ہوں، اور احتمال ہے کہ نظر آتی ہوں۔ مگر لوگ ان کو کواکب سمجھتے ہوں۔ جیسا کہ مرتبہ وغیرہ کی نسبت آج کل حکمائے یورپ کا گمان ہے کہ اس میں پہاڑ دریا اور آبادیاں ہیں۔ باقی حدیث میں جو ان زمینوں کا اس زمین کے تحت میں ہونا وارد ہے وہ شاید باعتبار بعض حالات کے ہو۔ اور بعض حالات میں وہ زمینیں اس سے فوق ہو جاتی ہوں۔ رہا ابن عباسؓ کا وہ اثر جس میں ”ادملہم کما دملکم“ وغیرہ آیا ہے، اس کی شرح کا یہ موقع نہیں۔ ”روح المعانی“ میں اس پر بقدر کفایت کلام کیا ہے۔ اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے بعض رسائل میں اس کے بعض اطراف و جوانب کو بہت خوبی سے صاف کر دیا گیا ہے۔

یعنی عالم کے انتظام تدبیر کے لئے اللہ کے احکام تکوینیہ و تشریعیہ آسمانوں اور زمینوں کے اندر اترتے رہتے ہیں۔

شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ

ہر چیز کر سکتا ہے اور اللہ کے علم میں ساری ہے

شَيْءٍ عِلْمًا ۛ

چیز کی

آيَاتُهَا ۱۲ ﴿۶۶﴾ سُورَةُ التَّحْرِيمِ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۰﴾ رُكُوعَاتُهَا ۲

سورہ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۚ

اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر

تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ

چاہتا ہے تو رضا مندی اپنی عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا ہے

رَحِيمٌ ۝۱ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ

مہربان مقرر کر دیا ہے اللہ نے تمہارے لیے کھول ڈالنا تمہاری قسموں کا

اللہ کی صفات علم و قدرت | یعنی آسمان و زمین کے پیدا کرنے اور ان میں انتظامی احکام جاری کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

کی صفات علم و قدرت کا اظہار ہو (نبہ علیہ ابن قیم فی بدائع الفوائد) بقیہ صفات ان ہی دو صفتوں سے کسی نہ کسی طرح تعلق رکھتی ہیں۔ صوفیہ کے ہاں جو ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔ ”كُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْبِثْ أَنْ أُعْرَفَ“ گو محمد ثنیں کے نزدیک صحیح نہیں۔ مگر اس کا مضمون شاید اس آیت کے مضمون سے ماخوذ و مستفاد ہو واللہ اعلم۔ تم سورة الطلاق ولله الحمد والمنه

منزل ۷

سورۃ التحریم

♦ از واج مطہرات سے آنحضرت ﷺ کے ایلاء کا واقعہ | سورۃ "احزاب" کے فوائد میں گزر چکا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے

مسلمانوں کو فتوحات عنایت فرمائیں اور لوگ آسودہ ہو گئے تو از واج مطہرات کو بھی خیال آیا کہ ہم کیوں آسودہ نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مل کر حضورؐ سے زیادہ نفقہ کا مطالبہ شروع کیا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے۔ "وہن حولی یطلبننی النفقۃ" اور بخاری کے ابواب المناقب میں ہے۔ "وحولۃ نسوۃ یکلمنہ ویستکثرنہ اس پر ابو بکرؓ نے عائشہؓ کو اور عمرؓ نے حفصہؓ کو ڈانٹ بتلائی۔ آخر از واج نے وعدہ کیا کہ آئندہ ہم آپؐ سے اس چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپؐ کے پاس نہیں ہے۔ پھر بھی رفتار واقعات کی ایسی رہی جس سے آپؐ کو ایک ماہ کے لئے از واج سے "ایلاء" کرنا پڑا۔ تا آنکہ آیہ تخییر نے جو "احزاب" میں ہے نازل ہو کر اس قصہ کا خاتمہ کر دیا۔ اس درمیان میں کچھ واقعات اور بھی پیش آئے۔ جس سے حضورؐ کی طبع مبارک پر گرانی ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ از واج مطہرات کو جو محبت اور تعلق حضورؐ کے ساتھ تھا اس نے قدرتی طور پر آپؐ میں ایک طرح کی کشمکش پیدا کر دی تھی۔ ہر ایک زوجہ کی تمنا اور کوشش تھی کہ وہ زائد از زائد حضورؐ کی توجہات کا مرکز بن کر دارین کی برکات و فیوض سے متمتع ہو۔ مرد کے لئے یہ موقع تحمل و تدبر اور خوش اخلاقی کے امتحان کا نازک ترین موقع ہوتا ہے۔ مگر اس نازک موقع پر بھی حضورؐ کی ثابت قدمی ویسی ہی غیر متزلزل ثابت ہوئی جس کی توقع سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت سے ہو سکتی تھی۔ آپؐ کی عادت تھی کہ عصر کے بعد سب از واج کے ہاں تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک روز حضرت زینبؓ کے ہاں کچھ دیر لگی۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے شہد پیش کیا تھا اس کے نوش فرمانے میں وقفہ ہوا پھر کئی روز یہ معمول رہا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے مل کر تدبیر کی کہ آپؐ وہاں شہد پینا چھوڑ دیں۔ آپؐ نے چھوڑ دیا اور حفصہؓ سے فرمایا کہ میں نے زینبؓ کے ہاں شہد پیا تھا مگر اب قسم کھاتا ہوں کہ پھر نہیں پیوں گا۔ نیز یہ خیال فرما کر کہ زینبؓ کو اس کی اطلاع ہوگی تو خواہ مخواہ دل گیر ہوں گی۔ حفصہؓ کو منع کر دیا کہ اس کی اطلاع کسی کو نہ کرنا۔ اسی طرح کا ایک قصہ ماریہ قبطیہ کے متعلق (جو آپؐ کے حرم سے تھی جن کے بطن سے صاحبزادے ابراہیم تولد ہوئے) پیش آیا، اس میں آپؐ نے از واج کی خاطر قسم کھالی کہ ماریہ کے پاس نہ جاؤں گا۔ یہ بات آپؐ نے حضرت حفصہؓ کے سامنے کہی تھی اور تاکید کر دی تھی کہ دوسروں کے سامنے اظہار نہ ہو۔ حضرت حفصہؓ نے ان واقعات کی اطلاع چپکے سے حضرت عائشہؓ کو کر دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اور کسی سے نہ کہنا۔ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمادیا آپؐ نے حفصہؓ کو بتلایا کہ تم نے فلاں بات کی اطلاع عائشہؓ کو کر دی حالانکہ منع کر دیا تھا۔ وہ متعجب ہو کر کہنے لگیں کہ آپؐ سے کس نے کہا۔ شاید عائشہؓ کی طرف خیال گیا ہو گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "تَبَایُنِ الْعَلِیْمِ الْخَبِیْر" یعنی حق تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی۔ ان ہی واقعات کے سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

♦ اے رسول حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرو | حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدۂ حلال و مباح سمجھتے ہوئے عہد کر لیا تھا کہ آئندہ اس کو استعمال نہ کروں گا۔ ایسا کرنا اگر کسی مصلحت صحیحہ کی بناء پر ہو تو شرعاً جائز ہے۔ مگر حضورؐ کی

شان رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض از واج کی خوشنودی کے لئے اس طرح کا اسوہ قائم کریں جو آئندہ امت کے حق میں تنگی کا موجب ہو۔ اس لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ از واج کے ساتھ بیشک خوش اخلاقی برتنے کی ضرورت ہے۔ مگر اس حد تک ضرورت نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر کے تکلیف اٹھائیں۔

♦ کہ گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ اور آپؐ سے تو کوئی گناہ بھی نہیں ہوا۔ محض اپنے درجہ میں ایک خلاف اولیٰ بات ہوئی۔

وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝

اور اللہ مالک ہے تمہارا اور وہی ہے سب کچھ جانتا حکمت والا ♦ اور

إِذْ أَسْرَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۚ

جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی عورت سے ایک بات

فَلَمَّا نَبَّاتُ بِهِ ۖ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ ۖ عَرَفَ

پھر جب اس نے خبر دی اس کی اور اللہ نے جتلا دی نبی کو وہ بات تو جتلائی نبی نے

بَعْضَهُ ۖ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاهَا بِهِ

اس میں سے کچھ اور ٹلا دی کچھ پھر جب وہ جتلائی عورت کو

قَالَتْ مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِي الْعَلِيمُ

بولی تجھ کو کس نے بتلا دی یہ کہا مجھ کو بتایا اس خبر والے

الْخَبِيرُ ۝ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ

واقف نے ♦ اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں

قُلُوبُكُمَا ۚ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ

دل تمہارے ♦ اور اگر تم دونوں چڑھائی کرو گی اس پر تو اللہ ہے اس کا

مَوْلَاهُ ۚ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَالْمَلَائِكَةُ

رفیق اور جبریل اور نیک بخت ایمان والے اور فرشتے

بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ۝ عَنِ رَبِّهِ إِنْ طَلَّقَكُنَّ

اس کے پیچھے مددگار ہیں ♦ اگر نبی چھوڑ دے تم سب کو ابھی اس کا رب

قسموں کا کفارہ | یعنی اس مالک نے اپنے علم و حکمت سے تمہارے لئے مناسب احکام و ہدایات بھیجے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نامناسب چیز پر قسم کھالے تو کفارہ دے کر (جس کا ذکر سورہ "مائدہ" میں آچکا۔) اپنی قسم کھول سکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "اب جو کوئی اپنے مال کو کہے یہ مجھ پر حرام ہے تو قسم ہوگئی۔ کفارہ دے، تو اس کو کام میں لائے کھانا ہو یا کپڑا لوٹدی۔" (وہذا ما علیہ الخفیہ)

حضرت حفصہؓ سے آنحضرت ﷺ کے راز کا افشاء | شروع سورت میں ہم شہد کا اور ماریہ قبطیہ کا قصہ لکھ چکے ہیں۔ اس آیت میں بتلادیا کہ بندے ایک بات کو چھپانے کی کتنی ہی کوشش کریں، اللہ جب ظاہر کرنا چاہے تو ہرگز مخفی نہیں رہ سکتی۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت اور وسعت اخلاق کا اس سے ثبوت ملتا ہے کہ آپ خلاف طبع کارروائیوں پر کس قدر تسامح اور اغماض برتتے اور کس طرح ازراہ غنود کرم بعض باتوں کو ٹٹلا جاتے تھے۔ گویا شکایت کے موقع پر بھی پورا الزام نہ دیتے تھے۔ "موضح القرآن" میں ہے کہ بعض کہتے ہیں۔ "اس حرم (ماریہ قبطیہ) کا موقوف کرنا آپؐ نے حضرت حفصہؓ سے کہا اور کسی کو خبر کرنے سے منع کیا۔ اور اس کے ساتھ کچھ اور بات بھی کہی تھی انہوں نے حضرت عائشہؓ کو سب خبر کر دی۔ کیونکہ دونوں باتوں میں دونوں کا مطلب تھا۔ پھر وحی سے معلوم کر کے حضرتؐ نے بی بی حفصہؓ کو حرم کی بات کا الزام دیا اور دوسری بات ذکر میں نہ لائے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ شاید یہ تھی کہ تیرا باپ عائشہ کے باپ کے بعد خلیفہ ہوگا۔ الغیب عند اللہ۔ جو بات اللہ اور رسولؐ نے ٹٹلا دی ہم کیا جانیں۔ اسی واسطے ٹٹلا دی کہ بے ضرورت جڑ چا نہ ہوتا اور لوگ برا نہ مانیں۔" یہ مضمون خلافت کا بعض ضعیف روایات میں آیا ہے جسے بعض علماء شیعہ نے بھی تسلیم کیا۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو توبہ کی تاکید | یہ عائشہؓ و حفصہؓ کو خطاب ہے کہ اگر تم توبہ کرتی ہو تو بیشک توبہ کا موقع ہے کیونکہ تمہارے دل جادۂ اعتدل سے ہٹ کر ایک طرف کو جھک گئے ہیں۔ لہذا آئندہ ایسی بے اعتدالیوں سے پرہیز رکھا جائے۔

ان دونوں ازواج کو تنبیہ | زوجین کے خانگی معاملات بعض اوقات ابتداء بہت معمولی اور حقیر نظر آتے ہیں۔ لیکن اگر ذرا باگ ڈھیلی چھوڑ دی جائے تو آخر کار نہایت خطرناک اور تباہ کن صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ خصوصاً عورت اگر کسی اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو اس کو طبعاً اپنے باپ بھائی اور خاندان پر بھی گھمنڈ ہو سکتا ہے۔ اس لئے متنبہ فرمادیا کہ دیکھو اگر تم دونوں اسی طرح کی کارروائیاں اور مظاہرے کرتی رہیں تو یاد رکھو ان سے پیغمبر کو کچھ ضرر نہیں پہنچے گا کیونکہ اللہ اور فرشتے اور نیک بخت ایماندار درجہ بدرجہ جس کے رفیق و مددگار ہوں اس کے سامنے کوئی انسانی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی ہاں تم کو نقصان پہنچ جانے کا امکان ہے۔ تنبیہ | بعض سلف نے "صالح المومنین" کی تفسیر میں ابو بکرؓ و عمرؓ کا نام لیا ہے۔ شاید یہ عائشہؓ اور حفصہؓ کی مناسبت سے ہوگا۔ واللہ اعلم۔

أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكَ مُسْلِمَاتٍ

بدلے میں دے دے اس کو عورتیں تم سے بہتر حکمران

مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَعْتَبِتْنَ عِبَادَتِ سَيِّحَاتٍ

یقین رکھنے والیاں نماز میں کھڑی ہونے والیاں توبہ کرنے والیاں بندگی بجالانے والیاں روزہ رکھنے والیاں

تَتَّبِعْنَ وَأَبْكَارًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

بیابیاں اور کنواریاں ♦ اے ایمان والو

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ

بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھروں کو اس آگ سے جس کی چھپٹیاں ہیں آدمی

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ

♦ اور پتھر اس پر مقرر ہیں فرشتے ♦ تند خو زبردست

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا

نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے ان کو اور وہی کام کرتے ہیں جو

يُؤْمَرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا

♦ ان کو حکم ہو ♦ اے منکر ہونے والو مت بہانے بتلاؤ

الْيَوْمَ إِنَّمَا تُخْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

آج کے دن وہی بدلہ پاؤ گے جو تم کرتے تھے ♦

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً

اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف

یعنی یہ دوسوہ دل میں نہ لانا کہ آخر تو مرد کو بیویوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں اس لئے ناگزیر ہماری سب باتیں سہی جائیں گی۔ یاد رکھو! اللہ چاہے تو تم سے بھی بہتر بیبیاں اپنے نبی کے لئے پیدا کر دے۔ اس کے ہاں کس چیز کی کمی ہے۔ تنبیہا ثبیات (بیواؤں) کا ذکر شاید اس لئے کیا کہ بعض حیثیات سے آدمی ان کو ابکار پر ترجیح دیتا ہے۔

اپنے گھر والوں کو حق کی تعلیم و تبلیغ | ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لائے سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے، مار سے، جس طرح ہو سکے دیندار بنانے کی کوشش کرے۔ اس پر بھی اگر وہ راہ راست پر نہ آئیں تو ان کی کم نختی، یہ بے قصور ہے۔ "وَلَقَدْ هَمَمْنَا النَّاسُ وَالْجِبَّارَةُ" کی تفسیر پارہ "التم" کے شروع میں گزر چکی۔

یعنی مجرموں کو نہ رحم کھا کر چھوڑیں نہ ان کی زبردست گرفت سے کوئی چھوٹ کر بھاگ سکے۔

یعنی نہ یہ حکم الہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں نہ اس کے حکام بجالانے میں سستی اور دیر ہوتی ہے نہ امتثال حکم سے عاجز ہیں۔

آخرت میں کوئی حیلہ بہانہ نہیں چلے گا | یعنی قیامت کے دن جب جہنم کا عذاب سامنے ہوگا، اس وقت منکروں سے کہا جائے گا کہ حیلے بہانے مت بتاؤ۔ آج کوئی بہانہ چلنے والا نہیں بلکہ جو کچھ کرتے تھے اس کی پوری پوری سزا بھگتنے کا دن ہے۔ ہماری طرف سے کوئی ظلم زیادتی نہیں۔ تمہارے ہی اعمال ہیں جو عذاب کی صورت میں نظر آ رہے ہیں۔

نُصُوْحًا ۚ عَنْ رَبِّكُمْ أَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ

اتار دے تم پر سے

امید ہے تمہارا رب

صاف دل کی توبہ

سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

جن کے نیچے

اور داخل کرے تم کو باغوں میں

تمہاری برائیاں

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ

نبی کو

جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کرے گا

بہتی ہیں نہریں

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۚ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ

دوڑتی ہے

ان کی روشنی

اور ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ

أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا لَنَا

اے رب ہمارے پوری کر دے ہم کو

کہتے ہیں

اور ان کے داہنے

ان کے آگے

نُورَنَا وَاعْفِرْ لَنَا ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے

اور معاف کر ہم کو

ہماری روشنی

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ

اور دعا بازوں سے

لڑائی کر مکروں سے

اے نبی

وَاعْلِظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ

اور بری جگہ

اور ان کا گھر دوزخ ہے

اور سختی کر ان پر

الْمَصِيرُ ۝ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ

عورت

مکروں کے واسطے

اللہ نے بتلائی ایک مثل (مثال)

جاہل

توبۃ النصوح کی تعریف | صاف دل کی توبہ یہ کہ دل میں پھر اس گناہ کا خیال نہ رہے۔ اگر توبہ کے بعد ان ہی خرافات کا خیال پھر آیا تو سمجھو کہ توبہ میں کچھ کسر رہ گئی ہے۔ اور گناہ کی جڑ دل سے نہیں نکلی۔ ”رَزَقْنَا اللّٰهُ مِنْهَا حَظًّا وَاٰفِرًا بِفَضْلِهِ وَعَوْنِهِ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔“

یعنی نبی کا تو کہنا کیا اس کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہ کرے گا بلکہ نہایت اعزاز و اکرام سے فضل و شرف کے بلند مناصب پر سرفراز فرمائے گا۔

اس کا بیان سورہ ”حدید“ میں ہو چکا۔

یعنی ہماری روشنی آخر تک قائم رکھیے، بجھنے نہ دیجئے جیسے منافقین کی نسبت سورہ ”حدید“ میں بیان ہو چکا کہ روشنی بجھ جائے گی اور اندھیرے میں کھڑے رہ جائیں گے مفسرین نے عموماً یہ ہی لکھا ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب ”اَتَمِّمُ لَنَا نُورَنَا“ کی مراد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”روشنی ایمان کی دل میں ہے، دل سے بڑھے تو سارے بدن میں، پھر گوشت پوست میں“ (سرایت کرے)

کفار پر سختی کی تاکید | حضرت کا خلق اور نرم خوئی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ اوروں کو فرماتا ہے تحمل کرو۔ اور آپ کو فرماتا ہے کہ سختی کرو۔

پہلے مومنین کا ٹھکانا بتلایا تھا۔ یہاں ان کے بالقابل کفار و منافقین کا گھر بتلادیا۔

نُوحٌ وَأَمْرَاتٍ لُّوطٍ ۚ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ

نوح کی اور عورت لوط کی گھر میں تھیں دونوں دو نیک بندوں کے

عِبَادِنَا صَالِحِينَ فَخَانَتْهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا

ہمارے نیک بندوں میں سے پھر انہوں نے ان سے چوری کی پھر وہ کام نہ آئے

عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ

ان کے اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی اور حکم ہوا کہ چلی جاؤ دوزخ میں

مَعَ الدَّٰخِلِينَ ۝ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ

جانے والوں کے ساتھ اور اللہ نے بتلائی ایک مثل ایمان والوں

أَمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ مَرَّادُ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ

کے لیے عورت فرعون کی ♦ جب بولی اے رب بنا

لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنَ

میرے واسطے اپنے پاس ایک گھر بہشت میں ♦ اور بچا نکال مجھ کو

فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

فرعون سے اور اس کے کام سے اور بچا نکال مجھ کو ♦ ظالم لوگوں سے ♦

♦ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا انجام | یعنی حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کیسے نیک بندے، مگر دونوں کے گھر میں ان کی بیویاں منافق تھیں۔ بظاہر ان کے ساتھ تعلق تھا لیکن دل سے کافروں کے شریک حال تھیں۔ پھر کیا ہوا؟ عام دوزخیوں کے ساتھ ان کو بھی اللہ نے دوزخ میں دھکیل دیا پیغمبروں کا رشتہ زوجیت ذرا بھی عذاب الہی سے نہ بچا سکا۔ ان کے برعکس فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم، بچی ایماندار، ولی کامل، اور اس کا شوہر خدا کا سب سے بڑا باغی۔ وہ نیک

وقف لازم

تفسیر عثمانی

بیوی میاں کو خدا کے عذاب سے نہ چھڑا سکی۔ نہ میاں کی شرارت و بغاوت کے جرم میں بیوی کو کچھ آنچ پہنچی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی اپنا ایمان درست کرو۔ نہ خاوند بچا سکے نہ جو رو، یہ (قانون عام طور پر) سب کو سنا دیا ہے۔ یہ وہم نہ کیا جائے کہ (معاذ اللہ) حضرت کی بیویوں پر کہا۔ ان کے لئے تو وہ کہا ہے (جو سورۃ ”نور“ میں ہے) ”الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ“ اور اگر بغرض محال ایسا وہم کیا جائے تو امرأۃ فرعون کی مثال کس پر چسپاں کرو گے۔ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“۔

یعنی اپنا قرب عنایت فرما۔ اور بہشت میں میرے لئے مکان تیار کر۔

فرعون کی بیوی کی فضیلت | یعنی فرعون کے بچہ سے چھڑا اور اس کے ظلم سے نجات دے۔ حضرت موسیٰ کو انہوں نے پرورش کیا تھا اور ان کی مددگار تھیں۔ کہتے ہیں کہ فرعون کو جب حال کھلا تو ان کو چومنا کر کے طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا۔ اس حالت میں اللہ کی طرف سے جنت کا محل ان کو دکھلایا جاتا۔ جس سے سب سختیاں آسان ہو جاتی تھیں۔ آخر فرعون نے ان کو سیسہ قتل کر دیا۔ اور جام شہادت نوش کر کے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئیں۔ حدیث صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کامل ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ اور حضرت مریم کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ ہزاراں ہزار رحمتیں ہوں اس پاک روح پر۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا

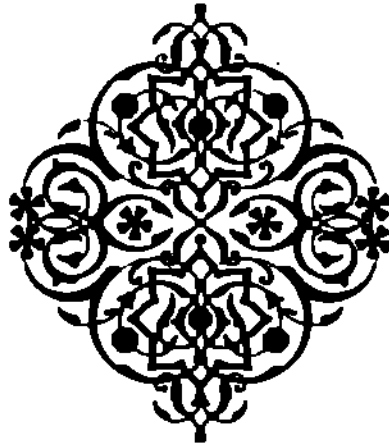
اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو

فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ

پھر ہم نے پھونک دی اس میں ایک اپنی طرف سے جان اور سچا جانا اپنے رب کی

رَبِّهَا وَكُتِبَ لَهُ مِنَ الْقِنَتَيْنِ ۝

باتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور وہ تھی بندگی کرنے والوں میں

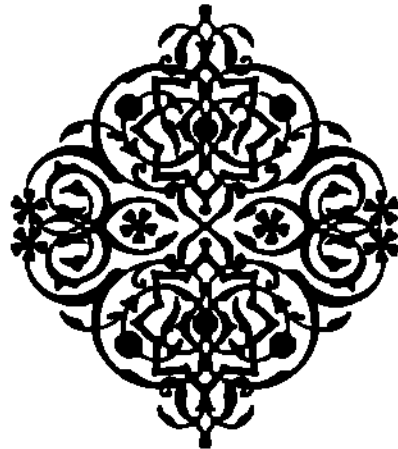


حضرت مریمؑ | یعنی حلال و حرام سب سے محفوظ رکھا۔

یعنی فرشتہ کے ذریعہ سے ایک روح پھونک دی۔ حضرت جبریلؑ نے گریبان میں پھونک ماری جس کا نتیجہ استقرار حمل ہوا، اور حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تبیہ | نفخ روح | نفخ کی نسبت اپنی طرف اس لئے کی کہ فاعل حقیقی اور مؤثر علی الاطلاق وہی ہے۔ آخر ہر عورت کے رحم میں جو بچہ بنتا ہے اس کا بنانے والا اس کے سوا کون ہے۔ بعض محققین نے یہاں ”فروج“ کے معنی چاک گریبان کے لئے ہیں۔ اس وقت ”أَخَصَّنَتْ فَرْجَهَا“ کے معنی یہ ہوں گے کہ کسی کا ہاتھ اپنے گریبان تک نہیں پہنچے دیا۔ اور یہ نہایت بلیغ کنایہ ان کی عصمت و عفت سے ہوگا۔ جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ فلاں عورت بہت پاک دامن ہے اور عرب میں کہا جاتا ہے ”نفسی الحبيب طاهر الذیل“ اس سے عقیف النفس ہونا مراد ہوتا ہے۔ کپڑے کا دامن مراد نہیں ہوتا۔ اس تقدیر پر ”لَنَفَخْنَا فِيهِ“ میں ضمیر لفظ ”فروج“ کی طرف اس کے لغوی معنی کے اعتبار سے راجع ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

رب کی باتیں وہ ہوں گی جو فرشتوں کی زبانی سورۃ آل عمران میں بیان ہوئی ہیں۔ ”وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ“ الخ اور کتابوں سے عام کتب سادہ مراد لی جائیں۔ تخصیص کی ضرورت نہیں۔

یعنی کامل مردوں کی طرح بندگی و طاعت پر ثابت قدم تھی۔ یا یوں کہو کہ قاضی کے خاندان سے تھی۔ تم سورۃ التحریم وللہ الحمد والمنۃ وبہ التوفیق والعصمة۔



﴿يَا أَيُّهَا ۳۰﴾ ﴿سُورَةُ الْمَلِكِ مَكِّيَّةٌ ۶۷﴾ ﴿رُكُوعَاتُهَا ۲﴾

سورۃ ملک مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

بڑی برکت ہے اس کی جس کے ہاتھ میں ہے راج (بادشاہی) اور وہ سب کچھ

قَدِيرٌ ۱ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ

کر سکتا ہے ۱ جس نے بنایا مرنا اور جینا تاکہ تم کو جانچے

اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۡ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۲ الَّذِي

کون تم میں اچھا کرتا ہے کام ۲ اور وہ زبردست ہے بخشنے والا ۲ جس نے

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۢ مَا تَرٰى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ

بنائے سات آسمان تہ پر تہ کیا دیکھتا ہے تو رحمن کے بنانے میں

مِنْ تَفُوْتٍ ۚ فَاَرْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۳

کچھ فرق پھر دو بارہ نگاہ کر ۳ کہیں نظر آتی ہے تجھ کو دڑاڑ (شکاف)

ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ ۚ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبُ اِلَيْكَ الْبَصَرُ

پھر لوٹا کر نگاہ کر ۴ دو بار لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ ۴

خَاسِئًا ۚ وَهُوَ حَسِيْرٌ ۴ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا

رد ہو کر ۴ تھک کر ۴ اور ہم نے رونق دی سب سے ور لے آسمان کو

سورۃ الملک

یعنی سب ملک اس کا ہے اور تنہا اسی کا اختیار ساری سلطنت میں چلتا ہے۔

موت و حیات جانچنے کیلئے ہیں | یعنی مرنے جینے کا سلسلہ اسی نے قائم کیا، ہم پہلے کچھ نہ تھے (اے موت ہی سمجھو) پھر پیدا کیا، اس کے بعد موت بھیجی، پھر مرے پیچھے زندہ کر دیا۔ کما قال ”وَكُنْتُمْ أََمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ“ (بقرہ۔ رکوع ۳) موت و حیات کا یہ سارا سلسلہ اس لئے ہے کہ تمہارے اعمال کی جانچ کرے کہ کون برے کام کرتا ہے کون اچھے، اور کون اچھے سے اچھے۔ پہلی زندگی میں یہ امتحان ہوا اور دوسری زندگی میں اس کا مکمل نتیجہ دکھلا دیا گیا۔ فرض کرو اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا، اور موت نہ آتی تو لوگ مبداء و ملتہی سے غافل اور بے فکر ہو کر عمل چھوڑ بیٹھتے اور دوبارہ زندہ نہ کیے جاتے تو بھلے برے کا بدلہ کہاں ملتا۔

یعنی زبردست ہے جس کی پکڑ سے کوئی نہیں نکل سکتا اور بخشے والا بھی بہت بڑا ہے۔

اوپر نیچے سات آسمان | حدیث میں آیا کہ ایک آسمان کے اوپر دوسرا آسمان، دوسرے پر تیسرا اسی طرح سات آسمان اوپر نیچے ہیں۔ اور ہر ایک آسمان سے دوسرے تک پانسو برس کی مسافت ہے۔ نصوص میں یہ تصریح نہیں کی گئی کہ اوپر جو نیلگوئی چیز ہم کو نظر آتی ہے وہ ہی آسمان ہے ہو سکتا ہے کہ ساتوں آسمان اس کے اوپر ہوں اور یہ نیلگوئی چیز آسمان کی چھت گیری کا کام دیتی ہو۔

اللہ کی تخلیق میں حکمت و بصیرت | یعنی قدرت نے اپنے انتظام اور کاریگری میں کہیں فرق نہیں کیا ہر چیز میں انسان سے لے کر حیوانات، نباتات، عناصر، اجرام علویہ، سبع سماوات اور نیرات تک یکساں کاریگری دکھلائی ہے۔ یہ نہیں کہ بعض اشیاء کو حکمت و بصیرت سے اور بعض کو یونہی کیف مآتفق، بے ٹکایا بیکار و فضول بنا دیا ہو (العیاذ باللہ) اور جہاں کسی کو ایسا وہم گذرے سمجھو اس کی عقل و نظر کا قصور ہے۔

نظام کائنات میں کوئی کمزوری نہیں | یعنی ساری کائنات نیچے سے اوپر تک ایک قانون اور مضبوط نظام میں جکڑی ہوئی ہے اور کڑی سے کڑی ملی ہوئی ہے، کہیں درز یا دراڑ نہیں۔ نہ کسی صنعت میں کسی طرح کا اختلال پایا جاتا ہے۔ ہر چیز دہیسی ہے جیسا اسے ہونا چاہئے۔ اور اگر یہ آیتیں صرف آسمان سے متعلق ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اے مخاطب! اوپر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ کہیں اونچ نیچ یا درز اور شکاف نہیں پائے گا۔ بلکہ ایک صاف ہموار، متصل، مربوط اور منظم چیز نظر آئے گی جس میں باوجود مرد و زہور اور تفاوتِ ازمان کے آج تک کوئی فرق اور تفاوت نہیں آیا۔

تمہاری نگاہیں تھک جائیں گی | یعنی ممکن ہے ایک آدھ مرتبہ دیکھنے میں نگاہ خطا کر جائے، اس لئے پوری کوشش سے بار بار دیکھ، کہیں کوئی رخ نہ تو دکھائی نہیں دیتا خوب غور و فکر اور نظر ثانی کر کہ قدرت کے انتظام میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ تو نہیں۔ یاد رکھ! تیری نگاہ تھک جائے گی اور ذلیل و در ماندہ ہو کر واپس آجائے گی۔ لیکن خدائی مصنوعات و انتظامات میں کوئی عیب و قصور نہ نکال سکے گی۔

بِمَصَابِيحٍ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيْطَانِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ

چراغوں سے ♦ اور ان سے کر رکھی ہے ہم نے پھینک مار شیطانوں کے واسطے ♦ اور رکھا ہے ان کے واسطے

عَذَابَ السَّعِيرِ ۝ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ

عذاب دہکتی آگ کا ♦ اور جو لوگ منکر ہوئے اپنے رب سے ان کے واسطے ہے عذاب

جَهَنَّمَ ۖ وَيَبُئْسَ الْمَصِيرُ ۝ إِذَا الْقُؤُوفُ فِيهَا سَمِعُوا

دوزخ کا اور بری جگہ جا پہنچے ♦ جب اس میں ڈالے جائیں گے سنیں گے

لَهَا شَهِيْقًا وَهِيَ تَفُوْرٌ ۝ تَكَادُ تَمَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ

اس کا دھاڑنا اور وہ اچھل رہی ہوگی ایسا لگتا ہے کہ پھٹ پڑے گی جوش سے ♦

كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ

جس وقت پڑے اس میں ایک گروہ پوچھیں ان سے دوزخ کے داروغہ کیا نہ پہنچا تھا تمہارے پاس کوئی

نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۖ فَكَذَّبْنَا

ڈرسانے والا ♦ وہ بولیں کیوں نہیں ہمارے پاس پہنچا تھا ڈرسانے والا پھر ہم نے جھٹلایا

وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنَّا أَنْتُمْ إِلَّا فِي

اور کہا نہیں اتاری اللہ نے کوئی چیز تم تو پڑے ہوئے ہو

ضَلَلٍ كَبِيرٍ ۝ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا

بڑے بہکاوے میں ♦ اور کہیں گے اگر ہم ہوتے سنتے یا سمجھتے تو

كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ فَأَعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ ۚ

نہ ہوتے دوزخ والوں میں ♦ سو قائل ہو گئے اپنے گناہ کے

یعنی آسمان کی طرف دیکھو! رات کے وقت ستاروں کی جگمگاہٹ سے کیسی رونق و شان معلوم ہوتی ہے۔ یہ قدرتی چراغ ہیں جن سے دنیا کے بہت سے منافع وابستہ ہیں۔

یہ مضمون سورہ ”حجر“ وغیرہ میں کئی جگہ بہت تفصیل سے گزر چکا ہے۔

یعنی دنیا میں تو شہاب پھینکے جاتے ہیں اور آخرت میں ان کے لئے دوزخ کی آگ تیار ہے۔

یعنی کافروں کا ٹھکانا بھی شیاطین کے ساتھ اسی دوزخ میں ہے۔

دوزخ کی سخت آواز | یعنی اس وقت دوزخ کی آواز سخت کر یہ اور خوفناک ہوگی اور بے انتہا جوش و اشتعال سے ایسا معلوم ہوگا گویا غصہ میں آکر پھٹی پڑتی ہے **اعاذنا اللہ منها بلطفہ و کرمہ**

دوزخ کے فرشتوں کا سوال | یہ پوچھنا اور زیادہ ذلیل و مجرب کرنے کے لئے ہوگا یعنی تم جو اس مصیبت میں آکر پھنسے ہو، کیا کسی نے تم کو متنبہ نہ کیا تھا؟ اور ڈرایا نہ تھا کہ اس راستے سے مت چلو ورنہ سیدھے دوزخ میں گرو گے جہاں ایسے ایسے عذاب ہونگے۔

اہل جہنم کا جواب | یعنی کھیانے ہو کر حسرت و ندامت سے جواب دیں گے کہ بیشک ڈرانے والے آئے تھے مگر ہم نے ان کی بات نہ مانی برابر جھٹلایا کئے کہ تم سب غلط کہتے ہو۔ نہ اللہ نے تم کو بھیجا نہ تم پر وحی اتاری بلکہ تم عقل و فہم کے راستے سے بہک کر بڑی سخت گمراہی میں جا پڑے ہو۔

کفار کی حسرت و ندامت | یعنی کیا خبر تھی کہ یہ ڈرانے والے ہی سچے نکلیں گے۔ اگر ہم اس وقت کسی ناصح کی بات سنتے یا عقل سے کام لیکر معاملہ کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو آج دوزخیوں کے زمرہ میں کیوں شامل ہوتے اور تم کو یہ طعن دینے کا موقع کیوں ملتا۔

فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ

اب دُفع ہو جائیں دوزخ والے ♦♦♦ جولوگ ڈرتے ہیں

رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَأَسِرُّوا

اپنے رب سے بن دیکھے ♦♦♦ ان کے لیے معافی ہے اور ثواب بڑا اور تم چھپا کر کہو

قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

اپنی بات یا کھول کر وہ خوب جانتا ہے جیوں کے بھید ♦♦♦

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ هُوَ

بھلا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے بھید جاننے والا خبردار ♦♦♦ وہی ہے

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا

جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو پست اب چلو پھرو اس کے کندھوں پر

وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ۝ ءَأَمِنْتُمْ مِّنْ

اور کھاؤ کچھ اس کی دی ہوئی روزی اور اسی کی طرف جی اٹھنا ہے ♦♦♦ کیا تم ڈر ہو گئے اس سے

فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ

جو آسمان میں ہے اس سے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں پھر تب ہی وہ

تَمُورٌ ۝ ءَأَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ

لڑنے لگے ♦♦♦ یا ٹر ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے اس بات سے کہ برسا دے تم پر

حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرٌ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ

مینہ پتھروں کا ♦♦♦ سو جان لو گے کیسا ہے میرا ڈرانا (دھمکانا) ♦♦♦ اور جھٹلا چکے ہیں

اب اقرار گناہ سے کوئی فائدہ نہیں | یعنی خود اقرار کر لیا کہ بیشک ہم مجرم ہیں یوں ہی بے قصور ہم کو دوزخ میں نہیں ڈالا جا رہا لیکن اس ناوقت کے اقرار و اعتراف سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ارشاد ہوگا ”فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ الشَّعْبِ“ (اب دفع ہو جائیں دوزخ والے) ان کے لئے جو ار رحمت میں کہیں ٹھکانا نہیں۔

اللہ سے ڈرنے والے | یعنی اللہ کو دیکھا نہیں، مگر اس پر اور اس کی صفات پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ اور اس کی عظمت و جلال کے تصور سے لرزتے اور اس کے عذاب کا خیال کر کے تھر تھراتے ہیں۔ یا ”بالغیب“ کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے مجمع سے الگ ہو کر خلوت و عزلت میں اپنے رب کو یاد کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔

یعنی گو تم اس کو نہیں دیکھتے مگر وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور تمہاری ہر کھلی چھپی بات خلوت میں ہو یا جلوت میں سب کو جانتا ہے بلکہ دلوں میں اور سینوں میں جو خیالات گزرتے ہیں ان کی بھی خبر رکھتا ہے۔ غرض وہ تم سے غائب ہے پر تم اس سے غائب نہیں۔

اللہ لطیف و خبیر | یعنی تمہارا اور تمہارے افعال و اقوال ہر چیز کا خالق و مختار وہ ہے اور خالق و مختار جس چیز کو پیدا کرے ضروری ہے کہ اس کا پورا علم اسے حاصل ہو، ورنہ پیدا کرنا ممکن نہیں، پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ جس نے بنایا وہ ہی نہ جانے۔

یعنی زمین کو تمہارے سامنے کیسا پست و ذلیل و مسخر و منقاد کر دیا کہ جو چاہو اس میں تصرف کرو تو چاہئے کہ اس پر اور اس کے پہاڑوں پر چلو پھرو اور روزی کماؤ، مگر اتنا یاد رکھو کہ جس نے روزی دی ہے اسی کی طرف پھر لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ کی ڈھیل سے مغرور مت ہو | پہلے انعامات یاد دلانے تھے۔ اب شانِ قہر و انتقام یاد دلا کر ڈرانا مقصود ہے یعنی زمین بیشک تمہارے لئے مسخر کر دی گئی۔ مگر یاد رہے اس پر حکومت اسی آسمان والے کی ہے وہ اگر چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے، اس وقت زمین بھونچال سے لرزنے لگے اور تم اس کے اندر اترتے چلے جاؤ لہذا آدمی کو جائز نہیں کہ اس مالکِ مختار سے نڈر ہو کر شرارتیں شروع کر دے اور اس کے ڈھیل دینے پر مغرور ہو جائے۔

اللہ کا عذاب کسی وقت بھی آ سکتا ہے | یعنی بیشک زمین پر چلو پھرو اور روزی کماؤ، لیکن خدا کو نہ بھولو ورنہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر ایک سخت آندھی بھیج دے یا پتھروں کا مینہ برسا دے۔ پھر تم کیا کرو گے ساری دوز و دھوپ یوں ہی رکھی رہ جائے گی۔

یعنی جس عذاب سے ڈرایا جاتا تھا وہ کیسا تباہ کن اور ہولناک ہے۔

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۱۸ أَوَلَمْ يَرَوْا

جوان سے پہلے تھے پھر کیسا ہوا میرا انکار (عذاب) اور کیا نہیں دیکھتے ہو

إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَفَّتْ وَ يَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمَسِّكُهُنَّ

اڑتے جانوروں کو اپنے اوپر پرکھولے ہوئے اور پر جھپکتے ہوئے ان کو کوئی نہیں تھام رہا

إِلَّا الرَّحْمَنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۱۹ أَمَّنْ هَذَا

رحمن کے سوا اس کی نگاہ میں ہے ہر چیز بھلا وہ کون ہے

الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُونِ الرَّحْمَنِ ط

جو فوج ہے تمہاری مدد کرے تمہاری رحمن کے سوائے

إِنَّ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ۚ أَمَّنْ هَذَا الَّذِي

منکر پڑے ہیں برے بہکائے میں (دھوکا میں) بھلا وہ کون ہے جو

يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَلْ لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَ

روزی دے تم کو اگر وہ رکھ چھوڑے (روک لیوے) اپنی روزی کوئی نہیں پر اڑ رہے ہیں شرارت

نُفُورٍ ۚ أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ

اور بدکنے پر بھلا ایک جو چلے اونڈھا اپنے منہ کے بل وہ سیدھی راہ پائے

أَمَّنْ يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۚ قُلْ هُوَ

یا وہ شخص جو چلے سیدھا ایک سیدھی راہ پر تو کہہ وہی ہے

الَّذِي أَنشَأَكُم وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

جس نے تم کو بنا کھڑا کیا اور بنادے تمہارے واسطے کان اور آنکھیں

پچھلے لوگوں سے عبرت حاصل کرو | یعنی ”عاد“ و ”ثمود“ وغیرہ کے ساتھ جو معاملہ ہو چکا ہے اس سے عبرت پکڑو۔ دیکھ لو! ان کی حرکات پر ہم نے انکار کیا تھا تو وہ انکار کیسے عذاب کی صورت میں ظاہر ہو کر رہا۔

رحمن پرندوں کو ہوا میں تھا مٹا ہے | پہلے آسمان وزمین کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں درمیانی چیز کا ذکر ہے۔ یعنی خدا کی قدرت دیکھو پرندے زمین و آسمان کے درمیان کبھی پر کھول کر اور کبھی بازو سیٹے ہوئے کس طرح اڑتے رہتے ہیں۔ اور باوجود جسم ثقیل مائل الی مرکز ہونے کے نیچے نہیں گر پڑتے نہ زمین کی قوت جاذبہ اس ذرا سے پرندے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تلاؤ رحمان کے سوا کس کا ہاتھ ہے جس نے انہیں فضاء میں تمام رکھا ہے۔ بیشک رحمان نے اپنی رحمت و حکمت سے ان کی ساخت ایسی بنائی اور اس میں وہ قوت رکھی جس سے وہ بے تکلف ہوا میں گھنٹوں ٹھہر سکیں۔ وہ ہی ہر چیز کی استعداد کو جانتا اور تمام مخلوق کو اپنی نگاہ میں رکھتا ہے۔ شاید پرندوں کی مثال بیان کرنے سے یہاں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ اللہ آسمان سے عذاب بھیجے پر قادر ہے اور کفار اپنے کفر و شرارت سے اس کے مستحق بھی ہیں۔ لیکن جس طرح رحمان کی رحمت نے پرندوں کو ہوا میں روک رکھا ہے، عذاب بھی اسی کی رحمت سے رکھا ہوا ہے۔

رحمن کے سوا منکروں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا | یعنی منکر سخت دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ انکے باطل معبودوں اور فرضی دیوتاؤں کی فوج ان کو اللہ کے عذاب اور آنے والی آفت سے بچالے گی؟ خوب سمجھ لو! رحمان سے الگ ہو کر کوئی مدد کو نہ پہنچے گا۔

یعنی اللہ اگر روزی کے سامان بند کر لے تو کس کی طاقت ہے جو تم پر روزی کا دروازہ کھول دے؟

یعنی دل میں یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ سے الگ ہو کر نہ کوئی نقصان کو روک سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے۔ مگر محض شرارت اور سرکشی ہے کہ توحید و اسلام کی طرف آتے ہوئے بدکتے ہیں۔

موجد اور مشرک کی مثال | یعنی ظاہری کامیابی کی راہ طے کر کے وہی مقصد اصلی تک پہنچے گا جو سیدھے راستہ پر آدمیوں کی طرح سیدھا ہو کر چلے۔ جو شخص ناہموار راستہ پر اونڈھا ہو کر منہ کے بل چلتا ہو اس کے منزل مقصود تک پہنچنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ یہ مثال ایک موجد اور ایک مشرک کی ہوئی۔ محشر میں بھی دونوں کی چال میں ایسا ہی فرق ہوگا۔

وَالْأَفِيدَةُ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٢٣﴾ قُلْ هُوَ الَّذِي

اور دل تم بہت تمہارا حق مانتے ہو ♦ تو کہہ وہی ہے جس نے

ذَرَاكُمُ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَيَقُولُونَ

کھنڈا (بکھیر) دیا تم کو زمین میں اور اسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے ♦ اور کہتے ہیں

مَنْ هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلْ

کب ہو گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ♦ تو کہہ

إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٦﴾

خبر تو ہے اللہ ہی کے پاس اور میرا کام تو یہی ڈرنا دینا ہے کھول کر ♦

فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا

پھر جب دیکھیں گے کہ وہ پاس آگیا تو بگڑ جائیں گے منہ (چہرے) منکروں کے

وَقِيلَ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ ﴿٢٧﴾ قُلْ

اور کہے گا یہی ہے جس کو تم مانگتے تھے ♦ تو کہہ

أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِیَ اللَّهُ وَمَنْ مَّعِيَ أَوْ رَحِمَنَا ۖ

بھلا دیکھو تو اگر ہلاک کر دے مجھ کو اللہ اور میرے ساتھ والوں کو یا ہم پر رحم کرے

فَمَنْ يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ

پھر وہ کون ہے جو بچائے منکروں کو عذاب دردناک سے ♦ تو کہہ وہی

الرَّحْمَنُ أَمَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۖ فَسْتَعْلَمُونَ

رحمن ہے ہم نے اس کو مانا اور اسی پر بھروسہ کیا ♦ سو اب تم جان لو گے

یعنی اللہ نے سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں، اور سمجھنے کے لئے دل دیئے تھے کہ اس کا حق مان کر ان قوتوں کو ٹھیک مصرف میں لگاتے، اور اسکی طاعت و فرمانبرداری میں خرچ کرتے مگر ایسے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔ کافروں کو دیکھ لو کہ ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا؟ اس کی دی ہوئی قوتیں اسی کے مقابلہ میں استعمال کیں۔

یعنی ابتداء بھی اس سے ہوئی انتہاء بھی اسی پر ہوگی، جہاں سے آئے تھے وہیں جانا ہے۔ چاہئے تھا کہ اس سے ایک دم غافل نہ ہوتے اور ہمہ وقت اسکی فکر رکھتے کہ مالک کے سامنے خالی ہاتھ نہ جائیں مگر ایسے بندے بہت تھوڑے ہیں۔

یعنی اکٹھے کب کئے جائیں گے؟ اور قیامت کب آئے گی اسے جلدی بلاو۔
قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے | یعنی وقت کی تعیین میں نہیں کر سکتا۔ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔
 البتہ جو چیز یقیناً آنے والی ہے اس سے آگاہ کر دینا اور خوفناک مستقبل سے ڈرا دینا میرا فرض تھا وہ میں ادا کر چکا۔

یعنی اب تو جلدی چار ہے ہیں لیکن جس وقت وہ وعدہ قریب آ لگے گا، بڑے بڑے سرکشوں کے منہ بگڑ جائیں گے اور چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی۔

کفار تمنا کرتے تھے کہ کہیں جلد مر مرا کر ان کا قصہ ختم ہو جائے (العیاذ باللہ) اس کا جواب دیا کہ فرض کرو تمہارے زعم کے موافق میں اور میرے ساتھی دنیا میں سب ہلاک کر دیئے جائیں یا ہمارے عقیدے کے موافق مجھ کو اور میرے رفقاء کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کامیاب و بامراد کرے۔ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی ہو، مگر تم کو اس سے کیا فائدہ ہے۔ ہمارا انجام دنیا میں جو کچھ ہو، بہر حال آخرت میں بہتری ہے کہ اس کے راستہ میں جدوجہد کر رہے ہیں۔ لیکن تم اپنی فکر کرو کہ اس کفر و سرکشی پر جو دردناک عذاب آتا یقینی ہے، اس سے کون بچائے گا۔ ہمارا اندیشہ چھوڑ دو، اپنی فکر کرو، کیونکہ کافر کسی طرح بھی خدائی عذاب سے نہیں چھوٹ سکتا۔

رحمن پر ایمان اور بھروسہ | یعنی جب ہمارا ایمان اس پر ہے تو ایمان کی بدولت نجات یقینی ہے اور جب ہم صحیح معنی میں اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں تو مقاصد میں کامیابی یقینی ہے۔ ”وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ“ تم میں دونوں چیزیں نہیں، نہ ایمان، نہ توکل، پھر تم کیسے بے فکر ہو؟

مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ

کون پڑا ہے مرتع بہکائے میں ♦ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر ہو

أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ ۝

جائے صبح کو پانی تمہارا خشک پھر کون ہے جو لائے تمہارے پاس پانی نہرا (شفاف) ♦

إِنَّا هَا ۝ (۶۸) سُورَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ (۲) رُكُوعَانِ ۲

سورہ قلم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باون آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں تو نہیں اپنے رب کے فضل سے

بِمَجْنُونٍ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ وَ

دیوانہ ♦ اور تیرے واسطے بدلہ (ثواب) ہے بے انتہا ♦ اور

إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝

تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر ♦ سواب تو بھی دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے

یعنی ہم جیسا کہ تمہارا گمان ہے یا تم جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے۔

اللہ کے سوا پانی کون لاسکتا ہے؟ یعنی زندگی اور ہلاکت کے سب اسباب اسی اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ ایک پانی ہی کو لے لو، جس سے ہر چیز کی زندگی ہے، اگر فرض کرو! چشموں اور کنوؤں کا پانی خشک ہو کر زمین کے اندر اتر جائے جیسا کہ اکثر موسم گرما میں پیش آ جاتا ہے تو کس کی قدرت ہے کہ موتی کی طرح صاف شفاف پانی اس قدر کثیر مقدار میں مہیا کر دے جو تمہاری زندگی اور بقاء کے لئے کافی ہو۔ لہذا ایک مومن متوکل کو اسی خالق الکل مالک علی الاطلاق پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ یہیں سے یہ بھی سمجھ لو کہ جب ہدایت کے سب چشمے خشک ہو چکے، اس وقت ہدایت و معرفت کا خشک نہ ہونے والا چشمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں جاری کر دینا بھی اسی رحمان مطلق کا کام ہو سکتا ہے جس نے اپنے فضل و انعام سے تمام جانداروں کی ظاہری و باطنی زندگی کے سامان پیدا کئے ہیں اگر بفرض محال یہ چشمہ خشک ہو جائے، جیسا کہ اشتیاء کی تمنا ہے، تو کون ہے جو مخلوق کے لئے ایسا پاک و صاف نہرا پانی مہیا کر

کے۔ تم سورۃ الملک واللہ الحمد والمنة۔

سورۃ القلم

آنحضرت ﷺ پر جنون کے الزام کا رد | مشرکین مکہ حضور ﷺ کو (العیاذ باللہ) دیوانہ کہتے تھے۔ کوئی کہتا کہ شیطان کا اثر ہے جو ایک بیک تمام قوم سے الگ ہو کر ایسی باتیں کرنے لگے ہیں جن کو کوئی نہیں مان سکتا، حق تعالیٰ نے اس خیال باطل کی تردید اور آپ ﷺ کی تسلی فرمادی۔ یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے فضل و انعام ہوں جن کو ہر آنکھ والا مشاہدہ کر رہا ہے۔ مثلاً اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور حکمت و دانائی کی باتیں۔ مخالف و موافق کے دل میں اس قدر قوی تاثیر اور اتنے بلند اور پاکیزہ اخلاق کیا اسے دیوانہ کہنا خود اپنی دیوانگی کی دلیل نہیں؟ دنیا میں بہت دیوانے ہوئے ہیں اور کتنے عظیم الشان مصلحین گزرے ہیں جن کو ابتداء قوم نے دیوانہ کہہ کر پکارا ہے۔ مگر قلم نے تاریخی معلومات کا جو ذخیرہ بطون و اوراق میں جمع کیا ہے وہ بانگ و بل شہادت دیتا ہے کہ واقعی دیوانوں، اور ان دیوانہ کہلانے والوں کے حالات میں کس قدر زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ آج آپ ﷺ کو (العیاذ باللہ) مجنون کے لقب سے یاد کرنا بالکل وہی رنگ رکھتا ہے کہ جس رنگ میں دنیا کے تمام جلیل القدر اور اولوالعزم مصلحین کو ہر زمانہ کے شریروں اور بے عقلوں نے یاد کیا ہے۔ لیکن جس طرح تاریخ نے ان مصلحین کے اعلیٰ کارناموں پر بقاء و دوام کی مہر ثبت کی، اور ان مجنون کہنے والوں کا نام و نشان باقی نہ چھوڑا۔ قریب ہے کہ قلم اور اسکے ذریعہ سے لکھی ہوئی تحریریں آپ ﷺ کے ذکر خیر اور آپ ﷺ کے نمثال کارناموں اور علوم و معارف کو ہمیشہ کے لئے روشن رکھیں گی۔ اور آپ ﷺ کو دیوانہ بتلانے والوں کا وجود صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ کر رہے گا۔ ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا آپ ﷺ کی حکمت و دانائی کی داد دے گی اور آپ ﷺ کے کامل ترین انسان ہونے کو بطور ایک اجماعی عقیدہ کے تسلیم کرے گی۔ بھلا خداوند قدوس جس کی فضیلت و برتری کو ازل الازل میں اپنے قلم نور سے لوح محفوظ کی تختی پر نقش کر چکا، کسی کی طاقت ہے کہ محض مجنون و مفتون کی پھبتیاں کس کر اس کے ایک شوشہ کو مٹا سکے؟ جو ایسا خیال رکھتا ہو پر لے درجہ کا مجنون یا جاہل ہے۔

آنحضرت ﷺ کیلئے بے انتہا اجر | یعنی آپ غمگین نہ ہوں۔ ان کے دیوانہ کہنے سے آپ کا اجر بڑھتا ہے اور غیر محدود فیض ہدایت بنی نوع انسان کو آپ کی ذات سے پہنچنے والا ہے اس کا بے انتہا اجر و ثواب آپ ﷺ کو یقیناً ملنے والا ہے کیا دیوانوں اور پاگلوں کا مستقبل ایسا پائدار اور شاندار کسی نے دیکھا ہے؟ یا کسی مجنون کی اسکیم اس طرح کامیاب ہوتے سنی ہے؟ پھر جس کا رتبہ اللہ کے ہاں اتنا بڑا ہو اس کو چند حقوق کے دیوانہ کہنے کی کیا پروا ہونی چاہئے۔

آنحضرت ﷺ کے اخلاق کریمانہ | یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و ملکات پر آپ ﷺ کو پیدا فرمایا، کیا دیوانوں میں ان اخلاق و ملکات کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ ایک دیوانے کے اقوال و افعال میں قطعاً نظم و ترتیب نہیں ہوتی، نہ اس کا کلام اس کے کاموں پر منطبق ہوتا ہے برخلاف اسکے آپ ﷺ کی زبان قرآن ہے اور آپ ﷺ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر۔ قرآن جس نیکی، جس خوبی، اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے وہ آپ ﷺ میں فطرۃ موجود، اور جس بدی و زشتی سے روکتا ہے آپ ﷺ طبعاً اس سے نفور و بیزار ہیں۔ پیداؤں کی طرح آپ ﷺ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حد تناسب و اعتدال سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں ہونے پائی۔ آپ ﷺ کا حسن اخلاق اجازت نہ دیتا تھا کہ جاہلوں اور کینوں کے طعن و تشنیع پر کان دھریں جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور منظم نظر آتا بلند ہو، بھلا وہ کسی مجنون کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کرے گا۔ آپ ﷺ تو اپنے دیوانہ کہنے والوں کی نیک خواہی اور درد مندی میں اپنے کو گھلائے ڈالتے تھے جس کی بدولت "فَلْعَلَّكَ بَاغِعٌ نَّفْسَكَ" کا خطاب سننے کی نوبت آتی تھی۔ فی الحقیقت اخلاق کی عظمت کا سب سے زیادہ عمیق پہلو یہ ہے کہ آدمی دنیا کی ان حقیر ہستیوں سے معاملہ کرتے وقت خداوند قدوس کی عظیم ہستی سے غافل و ذائل نہ ہو۔ جب تک یہ چیز قلب میں موجود رہے گی تمام معاملات عدل و اخلاق کی میزان میں پورے اتریں گے۔ کیا خوب فرمایا شیخ جنید بغدادیؒ نے "مسی خلقہ عظیمہ اذ لم تکن لہ ہمة سوی اللہ تعالیٰ عاشر الخلق بخلقہ و ذاہلہم بقلبہ فکان ظاہرہ مع الخلق و باطنہ مع الحق" "و فی وصیۃ بعض الحكماء" علیک بالخلق مع الخلق وبالصلق مع الحق"

بِإِيَّائِكُمُ الْمُفْتُونُ ⑥ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ

کہ کون ہے تم میں جو بھل رہا ہے ⑥ بے شک تیرا رب وہی خوب جانے اس کو جو بہکا

عَنْ سَبِيلِهِ ۷ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ④ فَلَا تُطِعِ

اس کی راہ سے اور وہی خوب جانتا ہے ④ راہ پانے والوں کو ④ سو تو کہنا مت مان

الْمُكَذِّبِينَ ⑧ وَذُؤَا لُؤْثُدِهِن فَيُدْهِنُونَ ① وَلَا

جھٹلانے والوں کا ⑧ وہ چاہتے ہیں کسی طرح تو ڈھیلا ہو ① تو وہ بھی ڈھیلے ہوں ① اور تو

تُطِعُ كُلَّ حَلَّافٍ مِّمَّهَيْنِ ⑩ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ⑪

کہا مت مان کسی قسمیں کھانے والے ⑩ بے قدر کا ⑪ طعنے دے چغلی کھاتا پھرے

مَنْعَاءٍ لِلْخَبِيرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ⑫ عَتِلٍ بَعْدَ ذَلِكَ

بھلے کام سے روکے ⑫ حد سے بڑھے بڑا گنہگار ⑫ اجڑ ان سب کے پیچھے

زَنِيمٍ ⑬ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ⑭ اِذَا تُتْلٰ عَلَيْهِ

بدنام ⑬ اس واسطے کہ رکھتا ہے مال اور بیٹے ⑭ جب سنائے اس کو

اٰتِنَا قَالِ اسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ ⑮ سَنَسِيْهُ عَلٰ

ہماری باتیں کہے ⑮ یہ نقلیں (کہانیاں) ہیں پہلوں کی ⑮ اب داغ دیں گے ہم اس کو

الْخُرُطُوْمِ ⑯ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ⑰

سوئڈ پر (ناک پر) ⑯ ہم نے ان کو جانچا ہے جیسے جانچا تھا باغ والوں کو ⑰

اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرُنَّ مِنْهَا مُصْبِحِينَ ⑱ وَلَا يَسْتَشْنُونَ ⑲

جب ان سب نے قسم کھائی کہ اس کا میوہ توڑیں گے صبح ہوتے اور انشاء اللہ نہ کہا ⑱

♦ مفتون کون ہے | یعنی دل میں تو پہلے سے سمجھتے ہیں، لیکن عنقریب فریقین کو آنکھوں سے نظر آ جائے گا کہ دونوں میں سے کون ہشیار اور عاقبت اندیش تھا اور کس کی عقل ماری گئی تھی جس کی وجہ سے پاگلوں کی طرح پھلی پھلی باتیں کرتا تھا۔

♦ یعنی پوری طرح علم تو اللہ ہی کو ہے کہ کون لوگ راہ پر آئیے والے ہیں اور کون بھٹکنے والے لیکن نتائج جب سامنے آئیں گے تو سب کو نظر آ جائے گا کہ کون کامیابی کی منزل پر پہنچا اور کون شیطان کی رہزنی کی بدولت ناکام و نامراد رہا۔

♦ کفار کیلئے ڈھیل مت دکھاؤ | یعنی راہ پر آئیے والے اور نہ آنے والے سب اللہ کے علم محیط میں طے شدہ ہیں۔ لہذا دعوت و تبلیغ کے معاملہ میں کچھ رو در رعایت کی ضرورت نہیں۔ جس کو راہ پر آنا ہوگا آ رہے گا اور جو محروم ازلی ہے وہ کسی لحاظ و مروت سے ماننے والا نہیں۔

♦ کفار مکہ حضرت ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ ﷺ بت پرستی کی نسبت اپنا سخت رویہ ترک کر دیں اور ہمارے معبودوں کی تردید نہ کریں، ہم بھی آپ ﷺ کے خدا کی تعظیم کریں گے اور آپ ﷺ کے طور و طریق اور مسلک و مشرب سے حصر نہ ہونگے۔ ممکن تھا کہ ایک مصلح اعظم کے دل میں جو ”خلق عظیم“ پر پیدا کیا گیا ہے۔ نیک نیتی سے یہ خیال آ جائے کہ تھوڑی سی نرمی اختیار کرنے اور ڈھیل دینے سے کام جتنا ہے تو برائے چندے نرم روش اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ آپ ﷺ ان مکذبین کا کہنا نہ مانے۔ ان کی غرض محض آپ ﷺ کو ڈھیل کرنا ہے۔ ایمان لانا اور صداقت کو قبول کرنا مقصود نہیں۔ آپ کی بعثت کی اصلی غرض اس صورت میں حاصل نہیں ہوتی۔ آپ تو ہر طرف سے قطع نظر کر کے اپنا فرض ادا کرتے رہیے۔ کسی کو منوادینے اور راہ پر لے آنے کے آپ ذمہ دار نہیں۔ تنبیہ | ”مداہمت“ اور ”مدارات“ میں بہت باریک فرق ہے۔ اول الذکر مذموم ہے اور آخر الذکر محمود۔ فلا تغفل۔

♦ یعنی جس کے دل میں خدا کے نام کی عظمت نہیں، جھوٹی قسم کھا لینا ایک معمولی بات سمجھتا ہے اور چونکہ لوگ اس کی باتوں پر اعتبار نہیں کرتے۔ اس لئے یقین دلانے کے لئے بار بار قسمیں کھا کر بے قدر اور ذلیل ہوتا ہے۔

♦ کافر کے اوصاف | یعنی ان خصلتوں کے ساتھ بدنام اور رسوائی عالم بھی ہے حضرت شاہ صاحب ”لکھتے ہیں“ کہ یہ سب کافر کے وصف ہیں آدمی اپنے اندر دیکھے اور یہ خصلتیں چھوڑے۔“ تنبیہ | ”زینم“ کے معنی بعض سلف کے نزدیک ولد الزنا اور حرام زادے کے ہیں۔ جس کافر کی نسبت یہ آیتیں نازل ہوئیں وہ ایسا ہی تھا۔

♦ مال و دولت شرافت کا معیار نہیں | یعنی ایک شخص اگر دنیا میں طالع مند اور خوش قسمت نظر آتا ہے، مثلاً مال و اولاد وغیرہ رکھتا ہے تو محض اتنی بات سے اس لائق نہیں ہو جاتا کہ اس کی بات مانی جائے۔ اصل چیز انسان کے اخلاق و عادات ہیں۔ جس شخص میں شرافت اور خوش اخلاقی نہیں، اللہ والوں کا کام نہیں کہ اس کی ابلہ فریب باتوں کی طرف التفات کریں۔

♦ یعنی اللہ کی باتوں کو یہ کہہ کر جھٹلاتا ہے۔

♦ ولید بن مغیرہ کی رسوائی | کہتے ہیں قریش کا ایک سردار ولید بن مغیرہ تھا اس میں یہ سب اوصاف مجتمع تھے اور ناک پر داغ دینے سے مراد اس کی رسوائی اور روسیاهی ہے۔ شاید دنیا میں حسی طور پر بھی کوئی داغ پڑا ہو یا آخرت میں پڑے گا۔

♦ یعنی مال و اولاد کی کثرت کوئی مقبولیت کی علامت نہیں، نہ اللہ کے ہاں اس کی کچھ قدر و قیمت ہے لہذا کفار مکہ اس چیز پر مغرور نہ ہوں یہ تو اللہ کی طرف سے ان کی آزمائش اور جانچ ہے جیسے پہلے بعض لوگوں کی جانچ کی گئی۔

♦ تین بھائیوں کی ہوس کا انجام | کئی بھائی جن کے باپ نے ترکہ میں میوے کا ایک باغ چھوڑا تھا، اس میں کھیتی بھی ہوتی ہوگی۔ سارا گھر اس کی پیداوار سے آسودہ تھا، باپ کے زمانہ میں عادت تھی کہ جس دن میوہ توڑا جاتا یا کھیتی کتنی تو شہر کے سب فقیر محتاج جمع ہو جاتے۔ یہ سب کو تھوڑا بہت دے دیتا اسی سے برکت تھی، اس کے انتقال کے بعد بیٹوں کو خیال ہوا کہ فقیر جو اتنا مال لے جاتے ہیں، وہ اپنے ہی کام آئے تو خوب ہو۔ کیوں ہم ایسی تدبیر نہ کریں کہ فقیروں کو کچھ دینا نہ پڑے اور ساری پیداوار گھر میں آ جائے۔ پھر آپس میں مشورہ کر کے یہ رائے قرار پائی کہ صبح سویرے ہی توڑ کر گھر لے آئیں۔ فقیر جائیں گے تو وہاں کچھ نہ پائیں گے۔ اور اپنی اس تدبیر پر ایسا یقین جمایا کہ ”انشاء اللہ“ بھی نہ کہا۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿١٩﴾

پھر پھیرا کر گیا (پھر گیا) اس پر کوئی پھیرے (پھر جانے والا) والا تیرے رب کی طرف سے اور وہ سوتے ہی رہے

فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾

پھر صبح تک ہو رہا جیسے ٹوٹ چکا (کٹ چکا کٹی ہوئی کھیتی) پھر آپس میں بولے صبح ہوتے

إِنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ طَرِمِينَ ﴿٢٢﴾

کہ سویرے چلو اپنے کھیت پر اگر تم کو توڑنا (کاٹنا) ہے

فَانْطَلَفُوا وَهُمْ يَتَخَفَتُونَ ﴿٢٣﴾ إِنْ لَا يَدُ خُلَّتْهَا

پھر چلے اور آپس میں کہتے تھے چپے چپے کہ اندر نہ آنے پائے اس میں

الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مَسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَغَدُوا عَلَىٰ حَرْدٍ قَدِيرِينَ ﴿٢٥﴾

آج تمہارے پاس کوئی محتاج اور سویرے چلے لپکتے ہوئے زور کے ساتھ

فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَصَا لُّونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ

پھر جب اس کو دیکھا بولے ہم تو راہ بھول آئے نہیں ہماری تو

مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا

قسمت پھوٹ گئی بولا بچلا ان کا میں نے تم کو نہ کہا تھا کہ کیوں نہیں

تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا سُبْحَنَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٩﴾

پاک بولتے اللہ کی پاک ذات ہے ہمارے رب کی ہم ہی تقصیر وار تھے

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَذَّذُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا

پھر منہ کر کر ایک دوسرے کی طرف لگے الاہنا (الزام) دینے بولے

یعنی رات کو بگولا اٹھا آگ لگی یا اور کوئی آفت پڑی، سب کھیت اور باغ صاف ہو رہا۔

یعنی یہ یقین کرتے ہوئے کہ اب جا کر سب پیداوار اپنے قبضہ میں کر لیں گے۔

وہ زمین کھیتی اور درختوں سے ایسی صاف ہو چکی تھی کہ وہاں پہنچ کر پہچان نہ سکے، سمجھے کہ ہم راہ بھول کر کہیں اور نکل آئے۔ پھر جب غور کیا تو سمجھے کہ نہیں، جگہ تو وہی ہے۔ مگر ہماری قسمت پھوٹ گئی اور حق تعالیٰ کی درگاہ سے ہم محروم کئے گئے۔

منجھلا بھائی ان میں زیادہ ہشیار تھا۔ اس نے مشورہ کے وقت متنبہ کیا ہوگا کہ اللہ کو مت بھولو۔ یہ سب اسی کا انعام سمجھو اور فقیر محتاج کی خدمت سے دریغ نہ کرو۔ جب کسی نے اس کی بات پر کان نہ دھرا، چپ ہو رہا اور ان ہی کا شریک حال ہو گیا۔ اب یہ بتائی دیکھ کر اس نے وہ پہلی بات یاد دلائی۔

اپنی غلطی کا اعتراف | اب اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے رب کی طرف رجوع ہوئے اور جیسا کہ عام مصیبت کے وقت قاعدہ ہے ایک دوسرے کو الزام دینے لگے، ہر ایک دوسرے کو اس مصیبت اور تباہی کا سبب گردانتا تھا۔

يُؤْيِلُنَا اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۳۱ عَسَ رَبُّنَا اَنْ يُبَدِّلَنَا

ہائے خرابی ہماری ہم ہی تھے حد سے بڑھنے والے شاید ہمارا رب بدل دے ہم کو

خَيْرًا مِنْهَا اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۳۲ كَذٰلِكَ

اس سے بہتر ہم اپنے رب سے آرزو رکھتے ہیں یوں

الْعَذَابُ ۛ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا

آئی ہے آفت اور آخرت کی آفت تو سب سے بڑی ہے اگر ان کو

يَعْلَمُوْنَ ۳۳ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنٰتٍ

سمجھ ہوتی ۛ البتہ ڈرنے والوں کو ان کے رب کے پاس باغ ہیں

النَّعِيْمِ ۳۴ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۳۵ ط

نعت کے ۛ کیا ہم کر دیں گے حکم برداروں کو برابر گنہگاروں کے

مَا لَكُمْ وَاَنۡتُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۳۶ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ

کیا ہو گیا تم کو کیسے ٹھہراتے ہو بات کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں

تَذٰرِیُّوْنَ ۳۷ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَّا تَخٰیِرُوْنَ ۳۸ اَمْ لَكُمْ

پڑھ لیتے ہو اس میں ملتا ہے تم کو ۛ جو تم پسند کر لو کیا تم نے ہم سے

اٰیٰمَانٌ عَلَيْنَا بِاللَّغَةِ ۛ اِلٰی یَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۛ اِنَّ لَكُمْ

قسمیں لے لی ہیں ٹھیک پہنچنے والی قیامت کے دن تک کہ تم کو ملے گا

لَمَّا تَحْكُمُوْنَ ۳۹ سَلٰهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۴۰

جو کچھ تم ٹھہراؤ گے پوچھا ان سے کونسا ان میں اس کا ذمہ لیتا ہے ۛ

آخر میں سب مل کر کہنے لگے کہ واقعی ہماری سب کی زیادتی تھی کہ ہم نے فقیروں محتاجوں کا حق مارنا چاہا اور حرص و طمع میں آکر اصل بھی کھو بیٹھے۔ یہ جو کچھ خرابی آئی اس میں ہم ہی قصور وار ہیں، مگر اب بھی ہم اپنے رب سے ناامید نہیں کیا عجب ہے وہ اپنی رحمت سے پہلے باغ سے بہتر باغ ہم کو عطا کر دے۔

آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے | یعنی یہ تو دنیا کے عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جسے کوئی ٹال نہ سکا۔ بھلا آخرت کی اس بڑی آفت کو تو کون ٹال سکتا ہے۔ سمجھ ہو تو آدمی یہ بات سمجھے۔

جنت نعیم | یعنی دنیا کے باغ و بہار کو کیا لئے پھرتے ہو جنت کے باغ ان سے کہیں بہتر ہیں جن میں ہر قسم کی نعمتیں جمع ہیں۔ وہ خاص متقین کے لئے ہیں۔

کفار کی خوش فہمی اور اس کا جواب | کفار مکہ نے غرور و تکبر سے اپنے دل میں یہ ٹھہرا رکھا تھا کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں پر عنایت و بخشش ہوگی تو ہم پر ان سے بہتر اور بڑھ کر ہوگی۔ اور جس طرح دنیا میں ہم کو اللہ نے عیش ورفاہیت میں رکھا ہے وہاں بھی یہی معاملہ رہے گا۔ اس کو فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اگر ایسا ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ ایک وفادار غلام جو ہمیشہ اپنے آقا کی حکم برداری کے لئے تیار رہتا ہے، اور ایک جرائم پیشہ باغی دونوں کا انجام یکساں ہو جائے، بلکہ مجرم اور باغی، وفاداروں سے اچھے رہیں یہ وہ بات ہے جس کو عقل سلیم اور فطرت سمجھ رہی کرتی ہے۔

کفار کے پاس کوئی سند نہیں | یعنی یہ بات کہ مسلم اور مجرم دونوں برابر کر دیئے جائیں ظاہر ہے عقل و فطرت کے خلاف ہے۔ پھر کیا کوئی نقلی دلیل اس کی تائید میں تمہارے پاس ہے؟ کیا کسی معتبر کتاب میں یہ مضمون پڑھتے ہو کہ جو تم اپنے لئے پسند کر لو گے وہ ہی ملے گا؟ اور تمہاری من مانی خواہشات پوری کی جائیں گی۔ یا اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے کوئی قسم کھالی ہے کہ تم جو کچھ اپنے دل سے ٹھہرا لو گے وہ ہی دیا جائے گا؟ اور جس طرح آج عیش ورفاہیت میں ہو۔ قیامت تک اسی حالت میں رکھے جاؤ گے؟ جو شخص ان میں سے ایسا دعویٰ کرے اور اس کے ثابت کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے، لاؤ، اسے سامنے کرو۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ وہ کہاں سے کہتا ہے۔

مَع

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۖ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا

کیا ان کے واسطے کوئی شریک ہیں پھر تو چاہئے لے آئیں اپنے اپنے شریکوں کو اگر وہ

صِدِّقِينَ ۝ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ

سچے ہیں جس دن کہ کھولی جائے پنڈلی اور وہ بلائے جائیں

إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۖ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ

سجدہ کرنے کو پھر نہ کر سکیں جھکی پڑتی ہوں گی ان کی آنکھیں

تَرَهُقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ

چڑھی آتی ہوگی ان پر ذلت اور پہلے ان کو بلاتے رہے سجدہ کرنے کو

وَهُمْ سَالِمُونَ ۝ فَذَرْنِي وَمَنْ يُكْذِبُ بِهَذَا

اور وہ تھے اچھے خاصے اب چھوڑ دے مجھ کو اور ان کو جو کہ جھٹلائیں اس

الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۖ وَ

بات کو اب ہم سیرگی سیرگی اتاریں گے ان کو جہاں سے ان کو پتہ بھی نہیں اور

أُمْلِي لَهُمْ ۖ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۖ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا

ان کو ذلیل دیئے جاتا ہوں بے شک میرا دواؤں کا ہے کیا تو مانگتا ہے ان سے کچھ حق

فَهُمْ مِنْ مَّعْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۖ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ

سوان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے کیا ان کے پاس خبر ہے غیب کی

فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۖ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ

سودہ لکھ لاتے ہیں اب تو استقلال سے راہ دیکھتا رہ اپنے رب کے حکم کی اور مت ہو

یعنی اگر عقلی و نقلی دلیل کوئی نہیں محض جھوٹے دیوتاؤں کے بل بوتے پر یہ دعوے کئے جا رہے ہیں کہ وہ ہم کو یوں کر دیں گے اور یوں مرتبے دلا دیں گے، کیونکہ وہ خود خدائی کے شریک اور حصہ دار ہیں تو اس دعوے میں ان کا سچا ہونا اسی وقت ثابت ہوگا جب وہ ان شرکاء کو خدا کے مقابلہ پر بلا لائیں اور اپنی من مانی کارروائی کر دیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ معبود عابدوں سے زیادہ عاجز اور بے بس ہیں۔ وہ تمہاری کیا مدد کریں گے، خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔

◆ **کشف ساق** | اس کا قصہ حدیث شریفین میں مرفوعاً اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی ساق ظاہر فرمائے گا "ساق" (پنڈلی) کو کہتے ہیں اور یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے صفات و حقائق الہیہ میں سے جس کو کسی خاص مناسبت سے "ساق" فرمایا۔ جیسے قرآن میں "ید" (ہاتھ) "وجہ" (چہرہ) کا لفظ آیا ہے۔ یہ مفہومات تشابہات میں سے کہلاتے ہیں۔ ان پر اسی طرح بلا کیف ایمان رکھنا چاہئے جیسے اللہ کی ذات، وجود، حیات اور سمع و بصر وغیرہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں۔

اہل ریا و نفاق سجدہ نہیں کر سکیں گے | اسی حدیث میں ہے کہ اس تجلی کو دیکھ کر تمام مومنین و مومنات سجدہ میں گر پڑیں گے۔ مگر جو شخص ریا، سے سجدہ کرتا تھا، اس کی کمر نہیں مڑے گی۔ تختہ سی ہو کر رہ جائیگی، اور جب ال ریا و نفاق سجدہ پر قادر نہ ہونگے تو کفار کا اس پر قادر نہ ہونا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔ یہ سب کچھ محشر میں اس لئے کیا جائے گا کہ مومن و کافر اور قلم و مناقب صاف طور پر کھل جائیں اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی طور پر مشاہد ہو جائے۔ تنبیہ | "تشابہات" پر پہلے کلام کیا جا چکا ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آیت "کشف ساق" کی تفسیر میں نہایت عالی اور عجیب تبصرہ تشابہات پر کیا ہے۔ فلیراجع۔

یعنی ندامت اور شرمندگی کے مارے آنکھ اوپر نہ اٹھ سکے گی۔

◆ **سجدہ سے محرومی کی وجہ** | یعنی دنیا میں سجدہ کا حکم دیا گیا تھا جس وقت اچھے خاصے تندرست تھے اور باختیار خود سجدہ کر سکتے تھے وہاں کبھی اخلاص سے سجدہ نہ کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ استعداد ہی باطل ہو گئی۔ اب چاہیں بھی تو سجدہ نہیں کر سکتے۔

◆ **یعنی ان کو عذاب ہونا تو یقینی ہے لیکن چندے عذاب کے توقف سے رنج نہ کیجئے اور ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے** میں خود ان سے نبٹ لوں گا اور اس طرح بتدریج آہستہ آہستہ دوزخ کی طرف لے جاؤں گا کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ یہ اپنی حالت پر رگن رہیں گے اور اندر ہی اندر سکھ کی جڑیں کٹی چلی جائیں گی۔

◆ **یعنی میری لطیف اور خفیہ تدبیر ایسی پکی ہے، جس کو یہ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے بھلا اس کا توڑ تو کیا کر سکتے ہیں۔**

◆ **یعنی افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ یہ لوگ اس طرح تباہی کی طرف چلے جا رہے ہیں لیکن آپ کی بات نہیں مانتے۔ آخر نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ (تنخواہ یا کمیشن وغیرہ) طلب کرتے ہیں؟ جس کے بوجھ میں وہ دبے جا رہے ہیں۔ یا خود انکے پاس غیب کی خبریں اور اللہ کی وحی آتی ہے؟ جسے وہ حفاظت کے لئے قرآن کی طرح لکھ لیتے ہیں۔ اس لئے آپ کی اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ آخر کچھ سبب تو ہونا چاہئے جب ان پر کچھ بار بھی ڈالائیں جاتا اور اس چیز سے استغناء بھی نہیں تو نہ ماننے کا سبب بجز عناد اور ہٹ دھرمی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔**

وقف لازم

كَصَاحِبِ الْحُوتِ مَا زِدْنَا دَءٍ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ ۳۸ ۝ لَوْلَا

جیسا وہ مچھلی والا ۛ جب پکارا اس نے ۛ اور وہ غصہ میں بھرا تھا ۛ اگر نہ

أَنْ تَذَرَكَهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ

سنبھاتا اس کو ۛ احسان تیرے رب کا ۛ تو پھینکا گیا ہی تھا (جابی چکا تھا) چنیل میدان میں

مَذْمُومٌ ۝ ۳۹ ۝ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ ۴۰ ۝

الزام کھا کر ۛ پھر نوازا اس کو اس کے رب نے ۛ پھر کر دیا اس کو نیکوں میں ۛ

وَلَا يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ

اور منکر تو لگ ہی رہے ہیں ۛ کہ پھسلادیں تجھ کو ۛ اپنی نگاہوں سے

لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ ۴۱ ۝

جب سنتے ہیں قرآن ۛ اور کہتے ہیں ۛ وہ تو باؤلا ہے ۛ

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ ۴۲ ۝

اور یہ قرآن تو یہی نصیحت ہے سارے جہان والوں کو ۛ

وقف لازم

الرحمن الرحيم

آيَاتُهَا ۵۲ ﴿٦٩﴾ سُورَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ (٤٨) ﴿٢﴾ رُكُوعَاتُهَا ۲

سورۃ حاقہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی باون آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَاقَّةُ ۝ ۱ ۝ مَا الْحَاقَّةُ ۝ ۲ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝ ۳ ۝

وہ ثابت ہو چکنے والی ۛ کیا ہے وہ ثابت ہو چکنی والی ۛ اور تو نے کیا سوچا ۛ کیا ہے وہ ثابت ہو چکنے والی ۛ

◆ حضرت یونسؑ کا غصہ | یعنی مچھلی کے پیٹ میں جانے والے پیغمبر (حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرح مکذبین کے معاملہ میں تنگ دلی اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کیجئے۔ ان کا قصہ پہلے کئی جگہ تھوڑا تھوڑا گزر چکا۔

◆ یعنی قوم کی طرف سے غصہ میں بھرے ہوئے تھے جھنجھلا کر شتابی عذاب کی دعا بلکہ پیشین گوئی کر بیٹھے | ”مکظوم“ کے معنی بعض مفسرین نے یہ کہے ہیں کہ وہ غم سے گھٹ رہے تھے اور یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا۔ ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا، ایک عذاب کے نل جانے کا، ایک بلا اذن صریح شہر چھوڑ کر چلے آنے کا، ایک مچھلی کے پیٹ میں محبوس رہنے کا۔ اس وقت اللہ کو پکارا اور یہ دعاء کی ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ مُبْحَاثُكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“ اس پر اللہ کا فضل ہوا اور مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔

◆ یعنی اگر قبولِ توبہ کے بعد اللہ کا مزید فضل و احسان دیکھیری نہ کرتا تو اسی چٹیل میدان میں جہاں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے گئے تھے اٹرام کھائے ہوئے پڑے جتے اور وہ کمالات و کرامات باقی نہ رہنے دیئے جاتے جو محض خدا کی مہربانی سے اس ابتلاء کے وقت بھی باقی رہے۔

◆ یعنی پھر ان کا اور زیادہ رتبہ بڑھایا۔ اور اعلیٰ درجہ کے نیک و شائستہ لوگوں میں داخل رکھا۔ حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

◆ قرآن سن کر کفار کا غیظ و غضب | یعنی قرآن سن کر غیظ و غضب میں بھر جاتے ہیں اور اس قدر تیز نظروں سے تیری طرف گھورتے ہیں جانے تجھ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں گے۔ زبان سے بھی آوازے کتے ہیں کہ یہ شخص تو مجنون ہو گیا ہے۔ اس کی کوئی بات قابل التفات نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس طرح آپ کو گھبرا کر مقام صبر و استقلال سے ڈگمگادیں۔ مگر آپ برابر اپنے مسلک پر جتے رہیے۔ اور تنگدل ہو کر کسی معاملہ میں گھبراہٹ یا جلدی یا ہمت اختیار نہ کیجئے۔

◆ نظر لگنا | تنبیہ | بعض نے ”لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ“ سے یہ مطلب لیا ہے کہ کفار نے بعض لوگوں کو جو نظر لگانے میں مشہور تھے اس پر آمادہ کیا تھا کہ وہ آپ کو نظر لگائیں۔ چنانچہ جس وقت حضور ﷺ قرآن تلاوت فرما رہے تھے، ان میں سے ایک آیا اور پوری ہمت سے نظر لگانے کی کوشش کی۔ آپ نے ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ پڑھا اور وہ ناکام و نامراد واپس چلا گیا۔ باقی نظر لگنے یا لگانے کے مسئلہ پر بحث کرنے کا یہ موقع نہیں۔ اور آج کل جبکہ ”مسریزم“ ایک باقاعدہ فن بن چکا ہے، اس میں مزید رد و کد کرنا بیکار سا معلوم ہوتا ہے۔

◆ یعنی قرآن میں جنون اور باؤ لے پن کی بات کوئی ہے جس کو تم جنون کہہ رہے ہو وہ تو تمام عالم کے لئے اعلیٰ ترین پسند و نصیحت کا ذخیرہ ہے۔ اسی سے نئی نوع انسان کی اصلاح اور دنیا کی کایا پلٹ ہوگی۔ اور وہ ہی لوگ دیوانے قرار پائیں گے جو اس کلام کے دیوانے نہیں ہیں۔ تم سورۃ القلم۔ واللہ الحمد والمنہ۔

سورۃ الحاقۃ

◆ قیامت کی گھڑی کیا ہے | یعنی وہ قیامت کی گھڑی جس کا آنا ازل سے علم الہی میں ثابت اور مقرر ہو چکا ہے جبکہ حق باطل سے بالکل و اشکاف طور پر بدون کسی طرح کے اشتباہ و التباس کے جدا ہو جائے گا اور تمام حقائق اپنے پورے کمال و سیوغ کے ساتھ نمایاں ہوں گی۔ اور اس کے وجود میں جھگڑا کرنے والے سب اس وقت مغلوب و مقہور ہو کر رہیں گے۔ جانتے ہو وہ گھڑی کیا چیز ہے؟ اور کس قسم کے احوال و کیفیات اپنے اندر رکھتی ہے۔

◆ مُعَذِّبِ قَوْمٍ کی ہلاکت میں کچھ نمونہ ہے | یعنی کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی کتنا ہی سوچے اور فکر کرے اس دن کے زہرہ گداز اور ہولناک مناظر کا پوری طرح ادراک نہیں کر سکتا ہاں تقریباً الی الفہم کے لئے بطور تمثیل و عظیم چند واقعات آگے بیان کئے جاتے ہیں جو دنیا میں اس قیامت کبریٰ کا نشان دینے میں بالکل ہی حقیر اور ناقص نمونہ کا کام دے سکتے ہیں۔ گویا ان چھوٹے ”حاقوں“ کا ذکر اس بڑے ”حاق“ کے بیان کے لئے توطیہ و تمہید ہے۔

كَذَبْتُ شُودُ وَعَادُ بِالْفَارِعَةِ ۴ ۵ فَاَمَّا شُودُ

جھٹلایا شُود اور عاد نے اس کوٹ ڈالنے والی کو ۴ سودہ جو شُود تھے

فَاهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ۵ ۶ وَاَمَّا عَادُ فَاهْلِكُوا بِرِيحِ

سوغارت کر دیئے گئے اچھال کر ۵ اور وہ جو عاد تھے سویر باد ہوئے ٹھنڈی سناٹے کی ہوا سے

صَرْصِرَ عَانِيَةٍ ۶ ۷ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمِيْنَةَ

نکل جائے ہاتھوں سے ۶ مقرر کر دیا اس کو ان پر سات رات اور آٹھ

اَيَّامٍ حُسُومًا ۷ ۸ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى ۹ كَانْتَهُمْ

دن تک لگا تار (برابر) پھرتو دیکھے کہ وہ لوگ اس میں پچھڑ گئے گویا وہ

اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۹ ۱۰ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِّنْ

ڈھنڈ (جڑیں) ہیں کھجور کے کھوکھلے ۹ پھرتو دیکھتا ہے کوئی ان میں کا

بَاقِيَةٍ ۱۰ ۱۱ وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكُ

بچا ۱۰ اور آیا فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹ جانے والی بستیاں

بِالْخَاطِئَةِ ۱۱ ۱۲ فَعَصَا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً

خطا میں کرتے ہوئے ۱۱ پھر حکم نہ مانا اپنے رب کے رسول کا پھر پکڑا ان کو پکڑنا

رَّابِيَةٍ ۱۲ ۱۳ اِنَّا لَنَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۱۴

سخت ۱۲ ہم نے جس وقت پانی ابلا لا دلیا تم کو چلتی کشتی میں

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ۱۵

تاکہ رکھیں اس کو تمہاری یادگاری کے واسطے اور سینت کر رکھے اس کو کان سینت کر رکھنے والا ۱۵

یعنی قوم ”شمود“ و ”عاد“ نے اس آنے والی گھڑی کو جھٹلایا تھا جو تمام زمین، آسمان، چاند سورج، پہاڑوں اور انسانوں کو کوٹ کر رکھ دے گی۔ اور سخت سے سخت مخلوق کو ریزہ ریزہ کر ڈالے گی۔ پھر دیکھ لو! دونوں کا انجام کیا ہوا۔

بھونچال | یعنی سخت بھونچال سے جو ایک نہایت ہی سخت آواز کے ساتھ آیا سب تہ و بالا کر دیئے گئے۔

آندھی | یعنی وہ ہوا اس قدر تیز و تند تھی جس پر کسی مخلوق کا قابو نہ چلا تھا حتیٰ کہ فرشتے جو ہوا کے انتظام پر مسلط ہیں ان کے ہاتھوں سے نکل جاتی تھی۔

قوت کا دعویٰ کرنے والوں کا انجام | یعنی جو قوم لنگوٹ کس کر اکھاڑے میں یہ کہتی ہوئی اتری تھی۔ ”مَنْ أَخَذَ مِنَّا قُوَّةً“ (ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے) وہ ہماری ہوا کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اور ایسے گرانڈیل پہلوان ہوا کے تھیمڑوں سے اس طرح پچھاڑ کھا کر گرے گویا کھجور کے کھوکھلے اور بے جان تنے ہیں جن کا سر اوپر سے کٹ گیا ہو۔

یعنی ان قوموں کا بیج بھی باقی رہا؟ اس طرح صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دی گئیں۔
فرعون کے تکبر کا انجام | یعنی ”عاد“ و ”شمود“ کے بعد فرعون بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہوا آیا اور اس سے پہلے اور کئی قومیں گناہ سمیٹتی ہوئی آئیں (مثلاً قوم نوح، قوم شعیب، اور قوم لوط، جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں) ان سبھوں نے اپنے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی، اور خدا سے مقابلے باندھے۔ آخر سب کو خدا نے بڑی سخت پکڑ سے پکڑا، اس کے آگے کسی کی کچھ بھی پیش نہ چلی۔

حضرت نوح پر ایمان لانے والوں پر اللہ کا فضل | یعنی نوح کے زمانہ میں جب پانی کا طوفان آیا تو بظاہر اسباب تم انسانوں میں سے کوئی بھی نہ بچ سکتا تھا۔ یہ ہماری قدرت و حکمت اور انعام و احسان تھا کہ سب منکروں کو غرق کر کے نوح کو مع اسکے ساتھیوں کے بچا لیا۔ بھلا ایسے عظیم الشان طوفان میں ایک کشتی کے سلامت رہنے کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ لیکن ہم نے اپنی قدرت و حکمت کا کرشمہ دکھلایا۔ تا لوگ رہتی دنیا تک اس واقعہ کو یاد رکھیں اور جو کان کوئی معقول بات سن کر سمجھتے اور محفوظ رکھتے ہیں وہ کبھی نہ بھولیں کہ اللہ کا ہم پر ایک زمانہ میں یہ احسان ہوا ہے اور سمجھیں کہ جس طرح دنیا کے ہنگامہ دار و گیر میں فرمانبرداروں کو نافرمان مجرموں سے علیحدہ رکھا جاتا ہے، یہی حال قیامت کے ہولناک حادثہ میں ہوگا۔ آگے اسی کی طرف کلام منتقل کرتے ہیں۔

فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ نَفْخَهُ ۖ وَاحِدَةً ۙ ۝۱۳ ۚ وَحُمِلَتِ

پھر جب پھونکا جائے صور میں ایک بار پھونکنا اور اٹھائی جائے

الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً ۚ وَاحِدَةً ۙ ۝۱۴

زمین اور پہاڑ پھر کوٹ دیئے جائیں ایک بار

فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۚ ۝۱۵ ۚ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ

پھر اس دن ہو پڑے وہ ہو پڑنے والی ۖ اور پھٹ جائے آسمان پھر وہ

يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةً ۙ ۝۱۶ ۚ وَالْمَلَكُ عَلَى أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ

اس دن بکھر رہا ہے (بودا ہو رہا ہے) اور فرشتے ہوں گے اس کے کناروں پر ۖ اور اٹھائیں گے

عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَةً ۙ ۝۱۷ ۚ يَوْمَئِذٍ

تخت تیرے رب کا اپنے اوپر اس دن آٹھ فحش اس دن

تُعْرَضُونَ لَا تَخْفُ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۙ ۝۱۸ ۚ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ

سامنے کئے جاؤ گے چھپی نہ رہے گی تمہاری کوئی چھپی بات ۖ سو جس کو ملا

كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۚ فَيَقُولُ هَآؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيهِ ۙ ۝۱۹

اس کا لکھا دینے ہاتھ میں وہ کہتا ہے لیمبو پڑھو میرا لکھا ۖ

إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلِقٌ حِسَابِيهِ ۙ ۝۲۰ ۚ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ

میں نے خیال رکھا اس بات کا کہ مجھ کو ملے گا میرا حساب ۖ سو وہ ہیں من مانتے

رَاضِيَةٍ ۙ ۝۲۱ ۚ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ ۝۲۲ ۚ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۙ ۝۲۳

گزران میں اونچے باغ میں جس کے میوے جھکے پڑے ہیں ۖ

◆ نفع صور | یعنی صور پھٹنے کے ساتھ زمین اور پہاڑ اپنے چھوڑ دیں گے اور سب کو کوٹ پیٹ کر ایک دم ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ بس وہی وقت ہے قیامت کے ہو پڑنے کا۔

◆ آسمان پھٹ جائے گا | یعنی آج جو آسمان اس قدر مضبوط و محکم ہے کہ لاکھوں سال گزرنے پر بھی کہیں ذرا سا شکاف نہیں پڑا اس روز پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اور جس وقت درمیان سے پھٹنا شروع ہوگا تو فرشتے اس کے کناروں پر چلے جائیں گے۔

◆ حالمین عرش | اب عرش عظیم کو چار فرشتے اٹھا رہے ہیں جن کی بزرگی اور کلانی کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اس دن ان چار کے ساتھ چار اور لگیں گے۔ تفسیر عزیزی میں اس عدد کی حکمتوں اور فرشتوں کے حقائق پر بہت دقیق و بسیط بحث کی گئی ہے۔ جس کو شوق ہو وہاں دیکھ لے۔

◆ اللہ کی عدالت میں پیشی | یعنی اس دن اللہ کی عدالت میں حاضر کئے جاؤ گے اور کسی کی کوئی نیکی یا بدی غلطی نہ رہے گی۔ سب منظر عام پر آ جائے گی۔

◆ اعمال نامے | یعنی اس دن جس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا جو ناجی و مقبول ہونے کی علامت ہے وہ خوشی کے مارے ہر کسی کو دکھاتا بھرتا ہے کہ لو آؤ! یہ میرا اعمال نامہ پڑھو۔

◆ ایمان کا العام | یعنی میں نے دنیا میں خیال رکھا تھا کہ ایک دن ضرور میرا حساب کتاب ہوتا ہے اس خیال سے میں ڈرتا رہا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا آج اس کا دل خوش کن نتیجہ دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے فضل سے میرا حساب بالکل صاف ہے۔

◆ جو کمزے، پیٹھے، لیٹے، ہر حال میں لہا پٹا سہل ہے چنے جاسکتے ہیں۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ

کھاؤ اور پیو رچ کر بدلہ اس کا جو آگے بھیج چکے ہو تم پہلے دنوں

الْخَالِيَةِ ۲۳ وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ

میں ♦ اور جس کو ملا اس کا لکھا بائیں ہاتھ میں

فَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيهِ ۲۵ وَلَمْ أَدْرِ مَا

وہ کہتا ہے کیا اچھا ہوتا جو مجھ کو نہ ملتا میرا لکھا اور مجھ کو خبر نہ ہوتی کہ کیا ہے

حِسَابِيهِ ۲۶ يَلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۲۷ مَا

حساب میرا ♦ کسی طرح وہی موت ختم کر جاتی کچھ

أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيهِ ۲۸ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيهِ ۲۹

کام نہ آیا مجھ کو میرا مال برباد ہوئی مجھ سے حکومت میری ♦

خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۳۰ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۳۱ ثُمَّ فِي

اس کو پکڑو پھر طوق ڈالو پھر آگ کے ڈھیر میں اس کو ڈالو (لے جاؤ) پھر ایک

سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۳۲

زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اس کو جکڑ دو ♦

إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۳۳ وَلَا يَحْضُرُ

وہ تھا کہ یقین نہ لاتا تھا اللہ پر جو سب سے بڑا اور تاکید نہ کرتا تھا

عَلَىٰ طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۳۴ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُنَا

فقیر کے کھانے پر ♦ سو کوئی نہیں آج اس کا یہاں

اہل جنت کے عیش و آرام | یعنی دنیا میں تم نے اللہ کے واسطے اپنے نفس کی خواہشوں کو روکا تھا اور بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیفیں اٹھائی تھیں، آج کوئی روک ٹوک نہیں، خوب رچ بچ کر کھاؤ پیو، نہ طبیعت منقض ہوگی نہ بدہضمی نہ بیماری نہ زوال کا کھٹکا۔

کفار کے اعمال نامے اور انکی حسرت | یعنی پیٹھ کی طرف سے باتیں ہاتھ میں جس کا اعمال نامہ دیا جائے گا، سمجھ لے گا کہ کم بختی آئی، اس وقت نہایت حسرت سے تمنا کرے گا کہ کاش میرے ہاتھ میں اعمال نامہ نہ دیا جاتا اور مجھے کچھ خبر نہ ہوتی کہ حساب کتاب کیا چیز ہے کاش موت میرا قصہ ہمیشہ کے لیے تمام کر دیتی۔ مرنے کے بعد پھر اٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ یا اٹھا تھا تو اب موت آ کر میرا لقمہ کر لیتی۔ افسوس وہ مال و دولت اور جاہ و حکومت کچھ کام نہ آئی۔ آج ان میں سے کسی چیز کا پتہ نہیں۔ نہ میری کوئی حجت اور دلیل چلتی ہے نہ معذرت کی گنجائش ہے۔

کافر کیلئے فرشتوں کو حکم | فرشتوں کو حکم ہو گا اسے پکڑو، طوق گلے میں ڈالو، پھر دوزخ کی آگ میں غوطہ دو اور اس زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اس کو جکڑ دو، تا جتنے کی حالت میں ذرا بھی حرکت نہ کر سکے، کہ ادھر ادھر حرکت کرنے سے بھی جلنے والا قدرے تخفیف محسوس کیا کرتا ہے (تنبیہ) گز سے وہاں کا گز مراد ہے جس کی مقدار اللہ ہی جانے۔

کافر کی اس سزا کی وجہ | یعنی اس نے دنیا میں رہ کر نہ اللہ کو جانا نہ بندوں کے حقوق پہچانے، فقیر محتاج کی خود تو کیا خدمت کرتا دوسروں کو بھی ادھر ترغیب نہ دی۔ پھر جب اللہ پر جس طرح چاہئے ایمان نہ لایا تو نجات کہاں؟ اور جب کوئی بھلائی کا چھوٹا بڑا کام بن نہ پڑا تو عذاب میں تخفیف کی بھی کوئی صورت نہیں۔

حَمِيمٌ ۳۵ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينَ ۳۶ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا

دوستدار ۳۵ اور نہ کچھ ملے کھانا ۳۶ مگر زخموں کا دھوون کوئی نہ کھائے اس کو مگر

الْخَاطِئُونَ ۳۷ فَلَا أُفِيسُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۳۸ وَمَا لَا

وہی گنہگار ۳۷ سو قسم کھاتا ہوں ۳۸ ان چیزوں کی جو دیکھتے ہو اور جو چیزیں

تُبْصِرُونَ ۳۹ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۴۰ وَمَا هُوَ

کہ تم نہیں دیکھتے ۳۹ یہ کہا ہے ۴۰ ایک پیغام لانے والے سردار کا ۴۰ اور نہیں ہے

بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُوْمِنُونَ ۴۱ وَلَا يَقُولُ

یہ کہا کسی شاعر کا ۴۱ تم تھوڑے یقین کرتے ہو ۴۱ اور نہیں ہے کہا

كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۴۲ تَنْزِيلٌ

پروں والے کا ۴۲ تم بہت کم دھیان کرتے ہو ۴۲ یہ اتارا ہوا ہے

مَنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۴۳ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ

جہان کے رب کا ۴۳ اور اگر یہ بنالاتا ہم پر کوئی

الْأَقَاوِيلُ ۴۴ لَا خَدْنًا مِنْهُ بِالْبَيِّنِ ۴۵ ثُمَّ

بات ۴۴ تو ہم پکڑ لیتے ۴۵ اس کا داہنا ہاتھ ۴۵ پھر

لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۴۶ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ

کاٹ ڈالتے اس کی گردن ۴۶ پھر تم میں کوئی ایسا نہیں

عَنْهُ حِجْرَيْنِ ۴۷ وَإِنَّهُ لَتَذَكَّرُ لِّلْمُتَّقِينَ ۴۸

جو اس سے بچالے ۴۷ اور یہ نصیحت ہے ۴۸ ڈرنے والوں کو

یعنی جب اللہ کو دوست نہ بنایا تو آج اس کا دوست کون بن سکتا ہے جو حمایت کر کے عذاب سے بچا دے یا مصیبت کے وقت کچھ تسلی کی بات کرے۔

دوزخ میں کافر کا کھانا | کھانے سے بھی انسان کو قوت پہنچتی ہے مگر دوزخیوں کو کوئی ایسا مرغوب کھانا نہ ملے گا جو راحت و قوت کا سبب ہو۔ ہاں دوزخیوں کے زخموں کی پیپ دی جائے گی جسے ان گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا اور وہ بھی بھوک پیاس کی شدت میں غلطی سے یہ سمجھ کر کھائیں گے کہ اس سے کچھ کام چلے گا۔ بعد کو ظاہر ہوگا کہ اس کا کھانا بھوک کے عذاب سے بڑا عذاب ہے (اعاذنا اللہ من سائر انواع العذاب فی الدنیا والآخرۃ)

یہ بیان سچا اور حق ہے | یعنی جو کچھ جنت و دوزخ وغیرہ کا بیان ہوا، یہ کوئی شاعری نہیں نہ کاہنوں کی انکل بچو باتیں ہیں، بلکہ یہ قرآن ہے اللہ کا کلام، جس کو آسمان سے ایک بزرگ فرشتہ لیکر ایک بزرگ ترین پیغمبر پر اترا جو آسمان سے لایا وہ، اور جس نے زمین والوں کو پہنچایا، دونوں رسول کریم ہیں ایک کا کریم ہونا تو تم آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اور دوسرے کی کرامت و بزرگی پہلے کریم کے بیان سے ثابت ہے۔

علم وحی کی فضیلت | تنبیہ | عالم میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک جس کو آدمی آنکھوں سے دیکھتا ہے دوسری جو آنکھوں سے نظر نہیں آتی، عقل وغیرہ کے ذریعہ سے ان کے تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ مثلاً ہم کتنا ہی آنکھیں پھاڑ کر زمین کو دیکھیں، وہ چلتی ہوئی نظر نہ آئے گی لیکن حکماء کے دلائل و براہین سے عاجز ہو کر ہم اپنی آنکھ کو غلطی پر سمجھتے ہیں اور اپنی عقل کے یا دوسرے عقلاء کی عقل کے ذریعہ سے جو اس کی ان غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کر لیتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی عقل بھی غلطیوں اور کوتاہیوں سے محفوظ نہیں۔ آخر اس کی غلطیوں کی اصلاح اور کوتاہیوں کی تلافی کس سے ہو۔ بس تمام عالم میں ایک وحی الہی کی قوت ہے جو خود غلطی سے محفوظ و معصوم رہتے ہوئے تمام عقلی قوتوں کی اصلاح و تکمیل کر سکتی ہے جس طرح حواس جہاں پہنچ کر عاجز ہوتے ہیں وہاں عقل کام دیتی ہے، ایسے ہی جس میدان میں عقل مجرد کام نہیں دیتی ٹھوکریں کھاتی ہے اس جگہ وحی الہی اس کی دستگیری کر کے ان بلند حقائق سے روشناس کرتی ہے۔ شاید اسی لئے یہاں "بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ" کی قسم کھائی۔ یعنی جو حقائق جنت و دوزخ وغیرہ کی پہلی آیات میں بیان ہوئی ہیں، اگر دائرہ محسوسات

سے بلند تر ہونے کی وجہ سے تمہاری سمجھ میں نہ آئیں تو اشیاء میں مبصرات وغیر مبصرات یا بالفاظ دیگر محسوسات وغیر محسوسات کی تقسیم سے سمجھ لو کہ یہ رسول کریم کا کلام ہے جو بذریعہ وحی الہی دائرہ حس و عقل سے بالاتر حقائق کی خبر دیتا ہے۔ جب ہم بہت سی غیر محسوس بلکہ مخالف حس چیزوں کو اپنی عقل یا دوسروں کی تقلید سے مان لیتے ہیں تو بعض بہت اونچی چیزوں کو رسول کریم کے کہنے سے ماننے میں کیا اشکال ہے۔

قرآن شاعری نہیں ہے | یعنی قرآن کے کلام اللہ ہونے کی نسبت کبھی کبھی یقین کی کچھ جھلک تمہارے دلوں میں آتی ہے، مگر بہت کم جو نجات کے لئے کافی نہیں۔ آخر اس کو شاعری وغیرہ کہہ کر اڑا دیتے ہو۔ کیا واقعی انصاف سے کہہ سکتے ہو کہ یہ کسی شاعر کا کلام ہو سکتا ہے اور شعر کی قسم سے ہے۔ شعر میں وزن و بحر وغیرہ ہونا لازم ہے۔ قرآن میں اس کا پتہ نہیں۔ شاعروں کا کلام اکثر بے اصل ہوتا ہے اور اس کے اکثر مضامین محض وہمی اور خیالی ہوتے ہیں، حالانکہ قرآن کریم میں تمام تر حقائق ثابتہ اور اصول محکمہ کو قطعی دلیلوں اور یقینی حجتوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

یہ کاہن کا کلام بھی نہیں ہے | یعنی پوری طرح دھیان کر دو تو معلوم ہو جائے کہ یہ کسی کاہن کا کلام بھی نہیں۔ کاہن عرب میں وہ لوگ تھے جو بھوت پریت، جنوں اور چڑیلوں سے تعلق یا مناسبت رکھتے تھے۔ وہ ان کو غیب کی بعض جزئی باتیں ایک مقفل و مسجع کلام کے ذریعہ سے بتلاتے تھے۔ لیکن جنوں کا کلام معجز نہیں ہوتا کہ ویسا دوسرا نہ کر سکے، بلکہ ایک جن کسی کاہن کو جو ایک بات سکھاتا ہے دوسرا جن بھی ویسی بات دوسرے کاہن کو سکھلا سکتا ہے اور یہ کلام یعنی قرآن کریم ایسا معجز ہے کہ سب جن و انس مل کر بھی اس کے مشابہ کلام نہیں بنا سکتے۔ دوسرے کاہنوں کے کلام میں محض قافیہ اور جمع کی رعایت کے لئے بہت الفاظ بھرتی کے بالکل بیکار اور بے فائدہ ہوتے ہیں، اور اس کلام معجز نظام میں ایک حرف یا ایک شوشہ بھی بیکار و بے فائدہ نہیں۔ پھر کاہنوں کی باتیں چند مبہم، جزئی اور معمولی خبروں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ لیکن علوم و حقائق پر مطلع ہونا اور ادیان و شرائع کے اصول و قوانین اور معاش و معاد کے دستور و آئین کا معلوم کر لینا اور فرشتوں کے اور آسمانوں کے چہچہے ہوئے بھیدوں پر سے آگاہی پانا ان سے نہیں ہو سکتا۔ بخلاف قرآن کریم کے وہ ان ہی مضامین سے پر ہے۔

اسی لئے سارے جہان کی تربیت کے اعلیٰ اور محکم ترین اصول اس میں بیان ہوئے ہیں۔

نبی اللہ کے کلام میں خیانت نہیں کر سکتا | حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں ”یعنی اگر جھوٹ بنا تا اللہ پر تو اول اس کا دشمن اللہ ہوتا اور ہاتھ پکڑتا یہ دستور ہے گردن مارنے کا کہ جلا داس کا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ رکھتا ہے تا سرک نہ جائے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”کہ ”تقول“ کی ضمیر رسول کی طرف لوٹتی ہے یعنی اگر رسول بالفرض کوئی حرف اللہ کی طرف منسوب کر دے یا اس کے کلام میں اپنی طرف سے ملا دے جو اللہ نے نہ کہا ہو تو اسی وقت اس پر یہ عذاب کیا جائے (العیاذ باللہ) کیونکہ اس کی تصدیق اور سچائی آیات بینات اور دلائل و براہین کے ذریعہ سے ظاہر کی جا چکی ہے۔ اب اگر اس قسم کی بات پر فوراً عذاب اور سزا نہ کی جائے تو وحی الہی سے امن اٹھ جائے گا اور ایسا التباس و اشتباہ پڑ جائے گا جس کی اصلاح ناممکن ہو جائے گی۔ جو حکمت تشریع کے منافی ہے۔

نبوت کے جھوٹے دعوے کو اللہ چلنے نہیں دیتا | بخلاف اس شخص کے جس کا رسول ہونا آیات و براہین سے ثابت نہیں ہوا، بلکہ کھلے ہوئے قرآن و دلائل علانیہ اس کی رسالت کی نفی کر چکے ہیں تو اس کی بات بھی بیہودہ اور خرافات ہے کوئی عاقل اس کو درخور اعتناء نہ سمجھے گا اور نہ بھگد اللہ دین الہی میں کوئی التباس و اشتباہ واقع ہوگا۔ ہاں ایسے شخص کی معجزات وغیرہ سے تصدیق ہونا محال ہے، ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جھوٹا ثابت کرنے اور رسوا کرنے کے لئے ایسے امور بروئے کار لائے جو اسکے دعویٰ رسالت کے مخالف ہوں۔ اسکی مثال یوں سمجھو کہ جس طرح بادشاہ ایک شخص کو کسی منصب پر مامور کر کے اور سند و فرمان وغیرہ دے کر کسی طرف روانہ کرتے ہیں۔ اب اگر اس شخص سے اس خدمت میں کچھ خیانت ہوئی یا بادشاہ پر کچھ جھوٹ باندھنا اس سے ثابت ہوا تو اسی وقت بلا توقف اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ لیکن اگر سڑک کوٹنے والا مزدور یا جھاڑو دینے والا بھنگی بکلا پھرے کہ گورنمنٹ کا میرے لئے یہ فرمان ہے یا میرے ذریعہ سے یہ احکام دیئے گئے ہیں تو کون اسکی بات پر کان دھرتا ہے اور کون اس کے دعوں سے تعرض کرتا ہے۔ بہر حال آیت ہذا میں حضور ﷺ کی نبوت پر استدلال نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ بتلایا گیا ہے کہ قرآن کریم خالص اللہ کا کلام ہے جس میں ایک حرف یا ایک شوشہ نبی کریم ﷺ بھی اپنی طرف سے شامل نہیں کر سکتے۔ اور نہ باوجود پیغمبر ہونے کے آپ ﷺ کی یہ شان ہے کہ کوئی بات اللہ کی طرف منسوب کر دیں جو اس نے نہ کہی ہو۔ تو رات سفر استثناء کے اٹھارویں باب میں بیسواں فقرہ یہ ہے ”لیکن وہ نبی ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔“ خلاصہ یہ ہے کہ جو نبی ہوگا اس سے ایسا ممکن نہیں فنظیر هذه الآية قوله تعالى في البقرة ”وَلَيْنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ“

وَإِنَّا كَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِينَ ﴿۴۹﴾ وَإِنَّهُ

اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعض جھٹلاتے ہیں اور وہ جو ہے

لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۵۰﴾ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ﴿۵۱﴾

پہچتا ہوا ہے مکروں پر اور وہ جو ہے یقین کرنے کے قابل ہے

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۵۲﴾

اب بول پاکی اپنے رب کے نام کی جو ہے سب سے بڑا

آيَاتُهَا ۳۳ ﴿۵۰﴾ سُورَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ ﴿۵۱﴾ زُكُوْعَاهَا ۲

سورۃ معارج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چوالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو ہے مہربان نہایت رحم والا ہے

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ﴿۱﴾ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ

مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب پڑنے والا مکروں کے واسطے کوئی نہیں

لَهُ دَافِعٌ ﴿۲﴾ مِّنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ

اس کو ہٹانے والا آئے اللہ کی طرف سے جو چڑھتے درجوں والا ہے چڑھیں گے

الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ

اس کی طرف فرشتے اور روح اس دن میں جس کا نپاؤ

خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ﴿۵﴾

پچاس ہزار برس ہے سو تو صبر کر بجلی طرح کا صبر کرنا

❖ یعنی خدا سے ارلے والے اس کلام کو سن کر نصیحت حاصل کریں گے اور جن کے دل میں ڈر نہیں وہ جھٹلائیں گے لیکن ایک وقت آنے والا ہے کہ یہی کلام اور ان کا یہ جھٹلانا سخت حسرت و پشیمانی کا موجب ہوگا۔ اس وقت پچھتائیں گے کہ افسوس کیوں ہم نے اس سچی بات کو جھٹلایا تھا جو آج یہ آفت دیکھنی پڑی۔

❖ یعنی یہ کتاب تو ایسی چیز ہے جس پر یقین سے بھی بڑھ کر یقین رکھا جائے کیونکہ اس کے مضامین سرتاپا سچ اور ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ لازم ہے کہ آدمی اس پر ایمان لا کر اپنے رب کی تسبیح و تہمید میں مشغول ہو۔ تم سورۃ الحاقۃ وللہ الحمد۔

سورۃ المعارج

❖ کفار پر آنے والا عذاب ضرور آئے گا | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی پیغمبر نے تم پر عذاب مانگا ہے وہ کسی سے نہ ہٹایا جائے گا۔“ یا عذاب مانگنے والے کفار ہوں جو کہا کرتے تھے کہ آخر جس عذاب کا وعدہ ہے وہ جلدی کیوں نہیں آتا، اے اللہ! اگر محمد (ﷺ) کا کہنا سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پھروں کی بارش کر دے۔ یہ باتیں انکار و تمسخر کی راہ سے کہتے تھے اس پر فرمایا کہ عذاب مانگنے والے ایک ایسی آفت مانگ رہے ہیں جو بالیقین ان پر پڑنے والی ہے کسی کے روکے رک نہیں سکتی۔ کفار کی انتہائی حماقت یا شوخ چٹخی ہے جو ایسی چیز کا اپنی طرف سے مطالبہ کرتے ہیں۔

❖ فرشتوں اور روحوں کے درجات | یعنی لڑھکے اور مومنین کی رو میں تمام آسمانوں کو درجہ بدرجہ طے کر کے اس کی بارگاہ قرب تک چڑھتی ہیں، یا اسکے بندے اس کے حکموں کی تابعداری میں جان و دل سے کوشش کر کے اور اچھی خصلتوں سے آراستہ ہو کر قرب و وصول کے روحانی مرتبوں اور درجات سے ترقی کرتے ہوئے اس کی حضوری سے مشرف ہوتے ہیں اور وہ درجے مسافت کی دوری اور نزدیکی میں مختلف اور متفاوت ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ایک پلک مارنے میں ان کے سبب سے ترقی ہو سکتی ہے جیسے اسلام کا کلمہ زبان سے کہنا، اور بعض ایسے ہیں کہ ایک ساعت میں ان سے ترقی حاصل ہوتی ہے جیسے نماز ادا کرنا، اور بعض سے پورے ایک دن میں، جیسے روزہ، یا ایک مہینہ میں، جیسے پورے رمضان کے روزے، یا ایک سال میں جیسے حج ادا کرنا و علیٰ ہذا القیاس اور اسی طرح فرشتوں اور روحوں کا عروج جو کسی کام پر مقرر ہیں اس کام سے فراغت پانے کے بعد مختلف و متفاوت ہے اور اس خداوند قدوس کی تدبیر و انتظام کا اتار چڑھاؤ بیشمار درجے رکھتا ہے۔

❖ یعنی فرشتے اور لوگوں کی رو میں پیشگی کے لئے حاضر ہوں گی۔

❖ پچاس ہزار سال کا دن | پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہے۔ یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت سے لے کر بہشتیوں کے بہشت میں، اور دوزخیوں کے دوزخ میں قرار پکڑنے تک پچاس ہزار برس کی مدت ہوگی اور کل فرشتے اور تمام قسم کی مخلوقات کی رو میں اس تدبیر میں بطور خدمت گزار کے شریک ہوگی۔ پھر اس بڑے کام کے سرانجام کی مدت گزرنے پر ان کو عروج ہوگا۔

تنبیہ | حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”خدا کی قسم ایماندار آدمی کو وہ (اتنا سب) دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک نماز فرض ادا کر لیتا ہے۔“

❖ یعنی یہ کافر اگر ازراہ انکار و تمسخر عذاب کے لئے جلدی مچائیں، تب بھی آپ جلدی نہ کریں بلکہ صبر و استقلال سے رہیں، نہ تنگدل ہوں، نہ حرف شکایت زبان پر آئے آپ کا صبر اور ان کا تمسخر ضرور رنگ لائے گا۔

إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝ يَوْمَ

وہ دیکھتے ہیں اس کو دور اور ہم دیکھتے ہیں اس کو نزدیک ♦ جس دن

تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝

ہوگا آسمان جیسے تانبا پگھلا ہوا ♦ اور ہوں گے پہاڑ جیسے اون رنگی ہوئی ♦

وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝ يُبْصَرُونَهُمْ ۝ يَوْمَ

اور نہ پوچھے گا دوست دار دوست دار کو ♦ سب نظر آجائیں گے ان کو ♦ چاہے گا

الْجَاثِمُ كَوْفَتَدِي مِنْ عَذَابٍ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝

گنہگار کسی طرح چھڑوائی میں دے کر (دے) اس دن کے عذاب سے اپنے بیٹے کو

وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤَيِّدُ ۝

اور اپنی ساتھ والی (عورت) کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے گھرانے کو جس میں رہتا تھا

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۝ ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝ كَلَّا ط

اور جتنے زمین پر ہیں سب کو پھر اپنے آپ کو بچالے ہرگز نہیں ♦

إِنَّهَا لَطَفٌ ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰءِ ۝ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ

وہ تپتی (بھڑکتی) ہوئی آگ ہے کھینچ لینے والی کلیجہ ♦ پکارتی ہے اس کو جس نے پیٹھ پھیر لی

وَتَوَلَّى ۝ وَجَمَعَ فَأَوْعَى ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ

اور پھر کر چلا گیا اور جوڑا اور سینت کر رکھا ♦ بے شک آدمی بنا ہے

هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ

جی کا کچا جب پہنچے اس کو برائی تو بے صبرا (کھبرالو) اور جب پہنچے اس کو

یعنی ان کے خیال میں قیامت کا آنا بعید از امکان اور دور از عقل ہے۔ اور ہم کو اس قدر قریب نظر آ رہی ہے گویا آئی رکھی ہے۔

قیامت کے مختلف احوال | بعض نے ”مہل“ کا ترجمہ تیل کی تلمیٹ سے کیا ہے۔

اون مختلف رنگ کی ہوتی ہے اور پہاڑوں کی رنگتیں بھی مختلف ہیں۔ کما قال تعالیٰ ”وَمِنْ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيْضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودَ“ (فاطر۔ رکوع ۴) دوسری جگہ فرمایا ”كَالْعَيْنِ الْمَفْفُوسِ“ (القارع) یعنی پہاڑ دھنگی ہوئی اون کی طرح اڑتے پھریں گے۔

دوستوں کی دوستی کام نہ آئے گی | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”سب نظر آ جائیں گے۔ یعنی دوستی انکی نکلی تھی۔“ ایک دوسرے کا حال دیکھے گا۔ مگر کچھ مدد و حمایت نہ کر سکے گا۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔

یعنی چاہے گا کہ بس چلے تو سارے کٹم بلکہ ساری دنیا کو فدیہ میں دیکر اپنی جان بچالے۔ مگر یہ ممکن نہ ہو گا۔

یعنی وہ آگ مجرم کو کہاں چھوڑتی ہے۔ وہ تو کھال اتار کر اندر سے کلیجہ نکال لیتی ہے۔

یعنی دوزخ کی طرف سے ایک کشش اور پکار ہوگی۔ بس جتنے لوگ دنیا میں حق کی طرف سے پیٹھے پھیر کر چل دیئے تھے اور عمل صالح کی طرف سے اعراض کرتے اور مال سمیٹنے اور سینت کر رکھنے میں مشغول رہے تھے۔ وہ سب دوزخ کی طرف کھینچے چلے آئیں گے۔ بعض آثار میں ہے کہ دوزخ اول زبان قال سے پکارے گی ”إِلَیَّ یَا کَافِرٍ، إِلَیَّ یَا مُنَافِقِ إِلَیَّ یَا جَامِعِ الْعَالِ“ (یعنی او کافر! و منافق! او مال سمیٹ کر رکھنے والے! ادھر آ! لوگ ادھر ادھر بھاگیں گے۔ اس کے بعد ایک بہت لمبی گردن نکلے گی جو کفار کو چن چن کر اس طرح اٹھالے گی جیسے جانور زمین سے دانہ اٹھا لیتا ہے (العیاذ باللہ)

الْخَيْرُ مَنْوَعًا ۚ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ

بھلائی تو بے توفیقاً ۛ مکر وہ نمازی ۛ جوانی

صَلَاتِهِمْ دَائِبُونَ ۚ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

نماز پر قائم ہیں ۛ اور جن کے مال میں حصہ

مَعْلُومٌ ۚ لِلْسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۚ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ

مقرر ہے ۛ مانگنے والے اور ہارے ہوئے کا ۛ اور جو یقین کرتے ہیں

بِیَوْمِ الدِّينِ ۚ وَالَّذِينَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ

انصاف کے دن پر ۛ اور جو لوگ کہ اپنے رب کے عذاب سے

مُشْفِقُونَ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۚ

ڈرتے ہیں ۛ بے شک ان کے رب کے عذاب سے کسی کو نذر نہ ہونا چاہیے ۛ

وَالَّذِينَ هُمْ لِأُفُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۚ إِلَّا عَلَىٰ

اور جو ۛ اپنی شہوت کی جگہ کو قہا متے ہیں ۛ مگر

أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ

اپنی جوڑوں سے ۛ یا اپنے ہاتھ کے مال سے (اپنی لونڈیوں) ۛ سوان پر نہیں کچھ

مَلُومِينَ ۚ فَمِنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

الایہنا (الزام) ۛ پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوائے ۛ سو وہی ہیں

الْعَادُونَ ۚ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْنَتِهِمْ وَاعْدِهِمْ

حد سے بڑھنے والے ۛ اور جو لوگ کہ اپنی امانتوں ۛ اور اپنے قول کو

♦ انسان کی کم ہمتی | یعنی کسی طرف پختگی اور ہمت نہیں دکھلاتا۔ فقر فاقہ، بیماری اور سختی آئے تو بے صبر ہو کر گھبرا اٹھے، بلکہ مایوس ہو جائے گویا اب کوئی سبیل مصیبت سے نکلنے کی باقی نہیں رہی اور مال و دولت تندرستی اور فراخی ملے تو نیکی کے لئے ہاتھ نہ اٹھے، اور مالک کے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو۔ ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

♦ مومنین کے آٹھ اوصاف | یعنی گنڈے دار نہیں بلکہ مداومت والتزام سے نماز پڑھتے ہیں اور نماز کی حالت میں نہایت سکون کے ساتھ برابر اپنی نماز ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

♦ سورۃ ”المومنون“ میں اس کی تفسیر گزر چکی۔

♦ یعنی اس یقین کی بناء پر اچھے کام کرتے ہیں جو اس دن کام آئیں۔

♦ یعنی اس سے ڈر کر برائیوں کو چھوڑتے ہیں۔

♦ یعنی اللہ کا عذاب ایسی چیز نہیں کہ بندہ اس کی طرف سے مامون اور بے فکر ہو کر بیٹھ رہے۔

♦ یعنی بیوی اور باندی کے سوا جو اور کوئی جگہ قضائے شہوت کے لئے ڈھونڈے وہ حد اعتدال اور حد جواز سے باہر قدم نکالتا ہے۔

رُعُونَ ۳۲ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ ۳۳ وَ

نابتے ہیں ♦ اور جو اپنی گواہیوں پر سیدھے ہیں ♦ اور

الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۳۴ أُولَٰئِكَ

جو اپنی نماز سے خبردار ہیں ♦ وہی لوگ ہیں

فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ۳۵ فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا

باغوں میں عزت سے ♦ پھر کیا ہوا ہے مکروں کو

قَبْلَكَ مُهْطِعِينَ ۳۶ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ

تیری طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں ♦ داہنے سے اور بائیں سے

عَزِيزِينَ ۳۷ أَيْطَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةً

غول کے غول کیا طمع رکھتا ہے ہر ایک شخص ان میں کہ داخل ہو جائے نعمت کے

نَعِيمٍ ۳۸ كَلَّا ط إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُونَ ۳۹ فَلَا

باغ میں ہرگز نہیں ♦ ہم نے ان کو بنایا ہے جس سے وہ بھی جانتے ہیں ♦

أَقِمْ رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا الْقَادِرُونَ ۴۰ عَلَىٰ

میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی ♦ تحقیق ہم کر سکتے (قادر) ہیں کہ

أَنْ تُبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۴۱ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۴۲

بدل کر لے آئیں ان سے بہتر ♦ اور ہمارے قابو سے نکل نہ جائیں گے ♦

فَذَرَهُمْ يَخْضَوْنَ وَيَلْعَبُونَ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ

سو چھوڑ دے ان کو کہ باتیں بنائیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ مل جائیں اپنے اس دن سے

◆ اللہ اور بندوں کے حقوق | اس میں اللہ کے اور بندوں کے سب حقوق آگئے۔ کیونکہ آدمی کے پاس جس قدر قوتیں ہیں سب اللہ کی امانت ہیں۔ ان کو اسی کے بتلائے ہوئے مواقع میں خرچ کرنا چاہئے۔ اور جو قول و قرار ازل میں باندھ چکا ہے اس سے پھرنا نہیں چاہئے۔

◆ یعنی ضرورت پڑے تو بلا کم و کاست اور بے رور عایت گواہی دیتے ہیں۔ حق پوشی نہیں کرتے۔

◆ یعنی نمازوں کے اوقات اور شروط و آداب کی خبر رکھتے ہیں اور اس کی صورت و حقیقت کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔

◆ نماز کی اہمیت | جنتیوں کی یہ آٹھ صفاتیں ہوں جن کو نماز سے شروع اور نماز ہی پر ختم کیا گیا ہے۔ تا معلوم ہو کہ نماز اللہ کے ہاں کس قدر مہتمم بالشان عبادت ہے جس میں یہ صفات ہوں گی وہ ”بلوغ“ (بچے دل کا) نہ ہوگا بلکہ عزم و ہمت والا ہوگا۔

◆ کفار کا استہزاء اور جنت سے محرومی | یعنی قرآن کی تلاوت اور جنت کا ذکر سن کر کفار ہر طرف سے ٹولیاں بنا کر تیری طرف اٹھ چلے آتے ہیں۔ پھر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں، کیا اس کے باوجود یہ بھی طمع رکھتے ہیں کہ وہ سب جنت کے باغوں میں داخل کئے جائیں گے؟ جیسا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہم کو لوٹ کر خدا کی طرف جانا ہوا تو وہاں بھی ہمارے لئے بہتری ہی بہتری ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس خداوند عادل و حکیم کے ہاں ایسا اندھیر نہیں ہو سکتا۔ تنبیہ! ابن کثیر نے ان آیات کا مطلب یہ لیا ہے کہ تیری طرف کے ان مکروں کو کیا ہوا کہ تیزی کے ساتھ دوڑے چلے جاتے ہیں داہنے اور بائیں، غول کے غول، یعنی قرآن سن کر ایسے کیوں بدکتے اور بھاگتے ہیں۔ پھر کیا اس وحشت و نفرت کے باوجود یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ ان میں ہر شخص بے کھٹکے جنت میں جا گھسے گا؟ ہرگز نہیں۔ وهذا کما قال تعالیٰ ”لَمَّا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُغْرِضِينَ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَفِیْرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ“ (مدثر۔ رکوع ۲)

◆ انسان کی حقیقت | یعنی مٹی جیسی حقیر یا مٹی جیسی گھناؤنی چیز سے پیدا ہوا وہ کہاں لائق ہے بہشت کے۔ مگر ہاں جب ایمان کی بدولت پاک و صاف اور معظم و مکرم ہو۔ اور ممکن ہے ”إِنَّا خَلَقْنَا هُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ“ سے اشارہ ہو۔ اِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا۔ کی طرف جو چند آیات پہلے اسی سورت میں آچکا ہے یعنی وہ پیدا ہوا ہے ان صفات پر اور ”إِلَّا الْمُضِلِّينَ الَّذِينَ هُمْ الْخَالِجُ“ کے استثناء میں اپنے کو شامل نہ کیا، پھر بہشت کا مستحق کیسے ہو، اس تقدیر پر ”مِمَّا يَعْلَمُونَ“ کی ترکیب ”خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ“ کے قبیل سے ہوگی۔

◆ مشارق و مغارب کی توجیہ | آفتاب ہر روز ایک نئے نقطہ سے طلوع ہوتا اور نئے نقطہ پر غروب ہوتا ہے۔ ان کو ”مشارق“ و ”مغارب“ کہا۔

◆ ہم تم سے بہتر قوم لا سکتے ہیں | یعنی جب ان کی جگہ ان سے بہتر لا سکتے ہیں تو خود انکو دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتے؟ کیا وہ ہمارے قابو سے نکل کر کہیں جاسکتے ہیں؟ یا خیر! ”فَنُفِثُہُمْ“ سے مراد ان ہی کا دوبارہ پیدا کرنا ہو۔ کیونکہ عذاب ہو یا ثواب، دوسری زندگی اس زندگی سے بہر حال اکمل ہوگی۔ یا یہ مطلب ہو کہ ان کفار مکہ کو ہنسی ٹھٹھا کرنے دیجئے، ہم خدمت اسلام کے لئے اس سے بہتر قوم لے آئیں گے چنانچہ ”قریش“ کی جگہ اس نے ”انصار مدینہ“ کو کھڑا کر دیا۔ اور مکہ والے پھر بھی اس کے قابو سے نکل کر کہیں نہ جاسکے۔ آخر اپنی شرارتوں کے مزے چکھنے پڑے تنبیہ! مشارق و مغارب کی قسم شاید اس لئے کھائی کہ خدا ہر روز مشرق و مغرب کو بدلتا رہتا ہے اس کو تمہارا تبدیل کرنا کیا مشکل ہے۔

الَّذِي يُوعِدُونَ ۝ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ

جس کا ان سے وعدہ ہے ﴿ جس دن نکل پڑیں گے قبروں سے

سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۝ خَاشِعَةً

دوڑتے ہوئے جیسے کسی نشانی پر دوڑتے جاتے ہیں ﴿ جھکی ہوں گی

أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذَلَّةً ۚ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي

ان کی آنکھیں چڑھی آتی ہوگی ان پر ذلت یہ ہے وہ دن جس کا

كَانُوا يُوعِدُونَ ۝

ان سے وعدہ تھا ﴿

آيَاتُهَا ۲۸ ﴿ ۱ ﴾ سُورَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ ﴿ ۱ ﴾ رُكُوعَاتُهَا ۲

سورہ نوح مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھائیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ

ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف کہ ڈرا اپنی قوم کو

قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ

اس سے پہلے کہ پہنچے ان پر عذاب دردناک ﴿ اے قوم میری

إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَانْتَفِعُوا

تم کو ڈر سنا تا ہوں کھول کر کہ بندگی کرو اللہ کی اور اس سے ڈرو

یعنی تھوڑے دن کی ڈھیل ہے۔ پھر سزا ہونی یقینی ہے۔

قبروں سے نکل کر دوڑنا | یعنی کسی خاص نشان اور علامت کی طرف جیسے تیزی سے دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یا نصب سے بت مراد ہوں جو کعبہ کے گرد کھڑے کئے ہوئے تھے۔ ان کی طرف بھی بہت عقیدت اور شوق کے ساتھ لپکتے ہوئے جاتے تھے۔

یعنی قیامت کا دن۔ تم سورۃ المعارج ولله الحمد والمنہ

سورۃ نوح

حضرت نوحؑ کا واقعہ | یعنی اس سے پہلے کہ کفر و شرارت کی بدولت دنیا میں طوفان کے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب کا سامنا ہو۔

وَاطِيعُونَ ۲ يَغْفِرُ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُخْرِكُمُ إِلَىٰ

اور میرا کہنا مانو ۱ تاکہ بخشے وہ تم کو کچھ گناہ تمہارے اور ڈھیل دے تم کو ایک

أَجَلٍ مُّسَمًّى ۳ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۚ

مقرر وعدہ تک ۲ وہ جو وعدہ کیا ہے اللہ نے جب آپہنچے گا اس کو ڈھیل نہ ہوگی ۳

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۴ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي

اگر تم کو سمجھ ہے ۴ بولا اے رب میں بلاتا رہا اپنی قوم کو

لَيْلًا وَنَهَارًا ۵ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۶

رات اور دن ۵ پھر میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگنے لگے ۶

وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ

اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا تاکہ تو ان کو بخشے ڈالنے لگے انگلیاں

فِي أُذَانِهِمْ وَاسْتَعْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا وَاسْتَكْبَرُوا

اپنے کانوں میں ۷ اور لپیٹنے لگے اپنے اوپر کپڑے ۸ اور ضد کی اور غرور کیا

اسْتِكْبَارًا ۹ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۱۰ ثُمَّ إِنِّي

بڑا غرور ۹ پھر میں نے ان کو بلایا برملا ۱۰ پھر میں نے

أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۱۱ فَقُلْتُ

ان کو کھول کر کہا اور چھپ کر کہا چپکے سے ۱۱ تو میں نے کہا

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۱۲ يُرْسِلِ السَّمَاءَ

گناہ بخشو! اپنے رب سے ۱۲ بے شک وہ ہے بخشنے والا ۱۳ چھوڑ دے گا آسمان کی

❖ قوم کو تبلیغ | یعنی اللہ سے ڈر کر کفر و معصیت چھوڑنا اور طاعت و عبادت کا راستہ اختیار کرو۔

❖ یعنی ایمان لے آؤ گے تو اس سے پہلے اللہ کے جو حقوق تلف کئے ہیں وہ معاف کر دے گا، اور کفر و شرارت پر جو عذاب آنا مقدر ہے ایمان لانے کی صورت میں وہ نہ آئے گا۔ بلکہ ڈھیل دی جائے گی کہ عمر طبعی تک زندہ رہو۔ حتیٰ کہ جانداروں کی موت و حیات کے عام قانون کے موافق اپنے مقرر وقت پر موت آئے۔ کیونکہ اس سے تو بہر حال کسی نیک و بد کو چارہ نہیں۔

❖ عذاب کی وعید | یعنی ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب کا جو وعدہ ہے اگر وہ سر پر آکھڑا ہوا تو کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گا نہ ایک منٹ کی ڈھیل دی جائے گی۔ یا یہ مطلب ہو کہ موت کا وقت معین پر آنا ضروری ہے اس میں تاخیر نہیں ہو سکتی والظاہر ہے الاول۔ حضرت شاہ صاحبؒ ان آیات کی تقریر ایک اور طرح کرتے ہیں۔ ”یعنی بندگی کرو کہ نوع انسان دنیا میں قیامت تک رہے۔ اور قیامت کو تو دیر نہ لگے گی اور جو سب مل کر بندگی چھوڑ دو تو سارے ابھی ہلاک ہو جاؤ۔“ طوفان آیا تھا ایسا ہی کہ ایک آذر بچے۔ حضرت نوحؑ کی بندگی سے ان کا بچاؤ ہو گیا۔

❖ یعنی اگر تم کو سمجھ ہے تو یہ باتیں سمجھنے اور عمل کرنے کی ہیں۔

❖ حضرت نوحؑ کی اللہ سے قوم کی شکایت | یعنی نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک ان کو سمجھاتے رہے جب امید کی کوئی جھلک باقی نہ رہی تو مایوس اور متکدل ہو کر بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ بار خدایا میں نے اپنی طرف سے دعوت و تبلیغ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ رات کی تاریکی میں اور دن کے اجالے میں برابر ان کو تیری طرف بلاتا رہا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ جوں جوں تیری طرف آنے کو کہا گیا یہ بد بخت اور زیادہ ادھر سے منہ پھیر کر بھاگے اور جس قدر میری طرف سے شفقت و دلسوزی کا اظہار ہوا، ان کی جانب سے نفرت اور بیزاری بڑھتی گئی۔

❖ کیونکہ میری بات سننا ان کو گوارا نہیں۔ چاہتے ہیں کہ یہ آواز کان میں نہ پڑے۔

❖ حضرت نوحؑ کی بات سننے سے اعراض | تا وہ میری اور میں ان کی صورت نہ دیکھوں۔ نیز انگلیاں اگر کسی وقت کانوں میں ڈھیلی پڑ جائیں تو کچھ کپڑوں کی روک رہے غرض کوئی بات کسی عنوان سے دل میں اترنے نہ پائے۔

❖ یعنی کسی طرح اپنے طریقہ سے ہٹنا نہیں چاہتے اور ان کا غرور و اجازت نہیں دیتا کہ میری بات کی طرف ذرا بھی کان دھریں۔

❖ یعنی ان کے مجمعوں میں خطاب کیا اور مجلسوں میں جا کر سمجھایا۔

❖ یعنی مجمع کے سوا ان سے علیحدگی میں بات کی، صاف کھول کر اور اشاروں میں بھی، زور سے بھی اور آہستہ بھی، غرض نصیحت کا کوئی عنوان اور کوئی رنگ نہیں چھوڑا۔

❖ اللہ سے اپنے گناہ بخشواؤ | یعنی باوجود سینکڑوں برس سمجھانے کے اب بھی اگر میری بات مان کر اپنے مالک کی طرف جھکو گے اور اس سے اپنی خطائیں معاف کراؤ گے تو وہ بڑا بخشنے والا ہے، پچھلے سب قصور یک قلم معاف کر دے گا۔

عَلَيْكُمْ مَّدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَ

تم پر دھاریں اور بڑھادے گا تم کو مال اور بیٹوں سے اور

يَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝ مَا لَكُمْ

بنادے گا تمہارے واسطے باغ اور بنادے گا تمہارے لیے نہریں کیا ہوا ہے تم کو

لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝

کیوں نہیں امید رکھتے اللہ سے بڑائی کی اور اسی نے بنایا تم کو طرح طرح سے

أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۝

کیا تم نے نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان تہ پر تہ

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۝

اور رکھا چاند کو ان میں اجالا (روشنی) اور رکھا سورج کو چراغ جلتا (چمکتا) ہوا

وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ

اور اللہ نے اگایا تم کو زمین سے جما کر پھر مکرر ڈالے گا تم کو

فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ

اس میں اور نکالے گا تم کو باہر اور اللہ نے بنادیا تمہارے لیے

الْأَرْضَ بِسَاطًا ۝ لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

زمین کو بچھونا تاکہ چلو اس میں کشادہ رہتے

قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَمْ

کہا نوح نے اے رب میرے انہوں نے میرا کہا نہ مانا اور مانا ایسے کا جس کو

اللہ کی نعمتیں برسیں گی | یعنی ایمان و استغفار کی برکت سے قحط و خشک سالی (جس میں وہ برسوں سے مبتلا تھے) دور ہو جائے گی اللہ تعالیٰ دھواں دھار برسنے والا بادل بھیج دے گا جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہوں گے۔ غلے، پھل، میوہ کی افراط ہوگی، مویشی وغیرہ فربہ ہو جائیں گے، دودھ بھی بڑھ جائیگا اور عورتیں جو کفر و معصیت کی شامت سے بانجھ ہو رہی ہیں اولاد ذکر جننے لگیں گی۔ غرض آخرت کے ساتھ دنیا کے عیش و بہار سے بھی وافر حصہ دیا جائے گا۔

استسقاء کی اصل روح | تنبیہ | امام حنیفہؒ نے اس آیت سے یہ نکالا ہے کہ استسقاء کی اصل حقیقت اور روح استغفار و انابت ہے اور نماز اس کی کامل ترین صورت ہے، جو سنت صحیحہ سے ثابت ہوئی۔

یعنی اللہ کی بڑائی سے امید رکھنا چاہئے کہ تم اس کی فرمانبرداری کرو گے تو تم کو بزرگی اور عزت و وقار عنایت فرمائے گا۔ یا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ کی بڑائی کا اعتقاد کیوں نہیں رکھتے اور اسکی عظمت و جلال سے ڈرتے کیوں نہیں۔

تمہیں طرح طرح سے پیدا کیا | یعنی ماں کے پیٹ میں تم نے طرح طرح کے رنگ بدلے۔ اور اصلی مادہ سے لیکر موت تک آدمی کتنی پلٹیاں کھاتا ہے اور کتنے اطوار و ادوار اور اتار و چڑھاؤ ہیں جن میں کو گزرتا ہے۔

یعنی ایک کے اوپر ایک۔

آسمان اور چاند سورج پیدا کئے | سورج کا نور تیز اور گرم ہوتا ہے جس کے آتے ہی رات کی تاریکی کا فور ہو جاتی ہے۔ شاید اس لئے اس کو جلتے چراغ سے تشبیہ دی۔ اور چاند کے نور کو اسی چراغ کی روشنی کا پھیلاؤ سمجھنا چاہئے جو جرم قمر کے توسط سے ٹھنڈی اور دھیمی ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی زمین سے خوب اچھی طرح جماؤ کے ساتھ پیدا کیا اول ہمارے باپ آدم مٹی سے پیدا ہوئے، پھر نطفہ جس سے بنی آدم پیدا ہوتے ہیں غذا کا خلاصہ ہے جو مٹی سے نکلتی ہے۔

یعنی مرے پیچھے مٹی میں مل جاتے ہیں پھر قیامت کے دن اسی سے نکالے جائیں گے۔

یعنی اس پر لیٹو، بیٹھو، چلو، پھر دہر طرف کشادہ راستے نکال دیئے ہیں۔ ایک شخص چاہے اور وسائل ہوں تو ساری زمین کے گرد گھوم سکتا ہے۔ راستہ کی کوئی رکاوٹ نہیں۔

يَزِدُّهُ مَالَهُ وَوَلَدَهُ إِلَّا خَسَارًا ۚ وَمَكْرُوهًا

اس کے مال اور اولاد سے اور زیادہ ہوٹا اور اوڑا کیا ہے

مَكْرًا كُبَارًا ۚ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا

بڑا اوڑا اور بولے ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور

تَذَرُنَّ وُدًّا وَلَا سُوءَ عَاثَةٍ وَلَا يَغُوتَ وَيَعُوقُ

نہ چھوڑو دود کو اور نہ سواغ کو اور نہ یغوث کو اور یعوق

وَنَسْرًا ۚ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۚ وَلَا تَزِدْ

اور نسر کو اور بہکا دیا بہتوں کو اور تو نہ زیادہ کرنا

الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۚ مِمَّا خَطِيئَتُهُمْ أُغْرِقُوا

بے انصافوں کو مگر بھٹکنا کچھ وہ اپنے گناہوں سے ڈبا ئے گئے

فَادْخُلُوا نَارًا ۚ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ

پھر ڈالے گئے آگ میں پھر نہ پائے اپنے واسطے انہوں نے اللہ کے

اللَّهِ أَنْصَارًا ۚ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ

سوا کوئی مددگار اور کہا نوح نے اے رب نہ چھوڑو

الْأَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۚ إِنَّكَ إِن

زمین پر منکروں کا ایک گھر بننے والا مقرر اگر

تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا

تو چھوڑ دے گا ان کو بہکائیں گے تیرے بندوں کو اور جو جنس کے سوڈھیٹھ

۱ انہوں نے میرا کہا نہیں مانا | یعنی اپنے رئیسوں اور مالداروں کا کہنا مانا جن کے مال و اولاد میں کچھ خوبی اور بہتری نہیں بلکہ وہ ان پر ٹوٹا ہے۔ ان ہی کے سبب دین سے محروم رہے اور غایتِ تہجد و تہجد سے انہیں محروم رکھا۔

۲ یعنی سب کو سمجھا دیا کہ اس کی بات نہ مانو اور طرح طرح کی ایذا و رسائی کے درپے رہے۔

۳ دوسروں کو بات نہ ماننے کی وصیت | یعنی اپنے معبودوں کی حمایت پر جسے رہنا، نوح کے بہکائے میں نہ آنا، کہتے ہیں کہ سینکڑوں برس تک ہر ایک اپنی اولاد اور اولاد و اولاد کو وصیت کر جاتا تھا کہ کوئی اس بڑھے ”نوح“ کے فریب میں نہ آئے اور اپنے آبائی دین سے قدم نہ ہٹائے۔

۴ قوم نوح کے بت | یہ ان کے بتوں کے نام ہیں۔ ہر مطلب کا ایک الگ بت بنا رکھا تھا۔ وہ ہی بت پھر عرب میں آئے اور ہندوستان میں بھی۔ اسی قسم کے بت بشنو، برہما، اندر، شیو اور ہنومان وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں۔ اس کی مفصل تحقیق حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں کی۔ بعض روایات میں ہے کہ پہلے زمانہ میں کچھ بزرگ لوگ تھے ان کی وفات کے بعد شیطان کے اغواء سے قوم نے ان کی تصویریں بطور یادگار بنا کر کھڑی کر لیں۔ پھر ان کی تعظیم ہونے لگی۔ شدہ شدہ پرستش کرنے لگے۔ (العیاذ باللہ)

۵ حضرت نوح کی بددعا کی وجہ | حضرت شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں ”یعنی (بھٹکے رہیں) کوئی تدبیر (سیدھی) بن نہ پڑے۔“ اور حضرت شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ ”استدراج کے طور پر بھی ان کو اپنی معرفت سے آشنا نہ کر۔“ اور عامہ مفسرین نے ظاہری معنی لئے ہیں۔ یعنی اے اللہ ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھاد تجھے تا جلد شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو کر عذاب الہی کے مورد بنیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ بددعا ان کی ہدایت سے بھٹی مایوس ہو کر کی۔ خواہ مایوسی ہزار سالہ تجربہ کی بنا پر ہو یا حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سن چکے ہو گئے۔ ”اِنَّهٗ لَنۡ یُّؤۡمِنَ مِنْ قَوۡمِکَ اِلَّا مَنْ قَلٰٓءَہُمْ“ (ہود۔ رکوع ۴) بہر حال ایسی مایوسی کی حالت میں تنگدل اور غضبناک ہو کر یہ دعاء کرنا کچھ مستبعد نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص یا جماعت کے راہ راست پر آنے کی طرف سے قطعاً مایوسی ہو جائے اور نبی ان کی استعداد کو پوری طرح جانچ کر سمجھ لے کہ خیر کے نفوذ کی ان میں مطلق گنجائش نہیں بلکہ ان کا وجود ایک عضو فاسد کی طرح ہے جو یقیناً باقی جسم کو بھی فاسد اور مسموم کر ڈالے گا تو اس وقت ان کے کاٹ ڈالنے اور صفحہ ہستی سے محو کر دینے کے سوا دوسرا کیا علاج ہے۔ اگر قتال کا حکم ہو تو قتال کے ذریعہ سے ان کو فنا کیا جائے یا قوت توڑ کر ان کے اثر بد کو متعدی نہ ہونے دیا جائے۔ ورنہ آخری صورت یہ ہے کہ اللہ سے دعاء کی جائے کہ وہ ان کے وجود سے دنیا کو پاک کر دے اور ان کے زہریلے جراثیم سے دوسروں کو محفوظ رکھے۔ کما قال۔ ”اِنَّکَ اِنْ تَذَرۡہُمْ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ“ بہر حال نوح کی دعاء اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی دعاء جو سورہ ”یونس“ میں گزری، اسی قبیل سے تھی۔ واللہ اعلم۔

۶ قوم کا انجام | یعنی طوفان آیا۔ اور بظاہر پانی میں ڈبائے گئے۔ لیکن فی الحقیقت برزخ کی آگ میں پہنچ گئے۔

۷ یعنی وہ بت (ود، سواع، یغوث وغیرہ) اس آڑے وقت میں کچھ بھی مدد نہ کر سکے۔ یونہی کس مہر کی حالت میں مرکب گئے۔

كَفَّارًا ۲۷ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

حق کا منکر ♦ اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو آئے

بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ

میرے گھر میں ایماندار اور سب ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو ♦ اور گنہگاروں پر

الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۲۸

بڑھتا رکھ یہی برباد ہونا

الصف ۷۲

آيَاتُهَا ۲۸ ﴿۲۷﴾ سُورَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (۴۰) رُكُوعَاتُهَا ۲

سورۃ جن مکہ نازل ہوئی اس کی اٹھائیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ أَوْحَىٰ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا

تو کہہ مجھ کو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے ♦ پھر کہنے لگے

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۱ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب کہ بھاتا ہے نیک راہ

فَأَمَّا بِهِ ۲ وَلَنْ تُشْرَكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۳ وَأَنَّهُ

سو ہم اس پر یقین لائے اور ہرگز نہ شریک بتلائیں گے ہم اپنے رب کا کسی کو ♦ اور یہ کہ

تَعْلَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۴

اونچی ہے شان ہمارے رب کی نہیں رکھی اس نے جو رو نہ بیٹا ♦

کفار کی ہلاکت کی بددعا | یعنی ایک کافر کو زندہ نہ چھوڑیے۔ ان میں کوئی اس لائق نہیں کہ باقی رکھا جائے جو کوئی رہے گا میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ اسکے نطفہ سے بھی بے حیا ڈھیٹ منکر حق اور ناشکرے پیدا ہونگے اور جب تک ان میں سے کوئی موجود رہے گا خود تو وہ راہ راست پر کیا آتا دوسرے ایمانداروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

مومنین کیلئے دُعا | یعنی میرے مرتبہ کے موافق مجھ سے جو تقصیر ہوئی ہو، اپنے فضل سے معاف کیجئے، اور میرے والدین اور جو میری کشتی یا میرے گھریا میری مسجد میں مومن ہو کر آئے ان سب کی خطاؤں سے درگزر فرمائیے۔ بلکہ قیامت تک جس قدر مرد اور عورتیں مومن ہوں سب کی مغفرت کیجئے۔ اے اللہ! نوح کی دعاء کی برکت سے اس بندہ عاصی و خاطی کو بھی اپنی رحمت و کرم سے مغفور کر کے بدون تعذیب دنیوی و اخروی اپنی رضا و کرامت کے محل میں پہنچائیے۔ ”إِنَّكَ سَمِيعٌ قَرِيبٌ مُّجِيبُ الدُّعَوَاتِ۔ تم سورۃ نوح و للہ الحمد والمنا

سورۃ الجن

جنوں کا وجود | جنوں کے وجود اور حقیقت پر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے سورہ ہذا کی تفسیر میں نہایت مبسوط و مفصل بحث کی ہے۔ اور عربی میں ”آکام المرجان فی احکام الجن“ اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے جس کو شوق ہو مطالعہ کرے۔ یہاں گنجائش نہیں کہ اس قسم کے مباحث درج کئے جائیں۔

جنوں کا قرآن سن کر ایمان لانا | سورہ ”احقاف“ میں گذر چکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے کئی جن ادھر کو گزرے اور قرآن کی آواز پر فریفتہ ہو کر سچے دل سے ایمان لے آئے۔ پھر اپنی قوم سے جا کر سب ماجرا بیان کیا۔ کہ ہم نے ایک کلام سنا ہے جو (اپنی فصاحت و بلاغت، حسن اسلوب، قوت تاثیر، شیریں بیانی، طرز موعظت اور علوم و مضامین کے اعتبار سے) عجیب و غریب ہے معرفت ربانی اور رشد و فلاح کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اور طالب خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے اس لئے ہم سخت ہی بلا توقف اس پر یقین لائے اور ہم کو کچھ شک و شبہ باقی نہیں رہا کہ ایسا کلام اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اب ہم اس کی تعلیم و ہدایت کے موافق عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ان کے اس تمام بیان کی آخر تک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وحی فرمائی۔ اس کے بعد بہت مرتبہ جن حضور ﷺ سے آکر ملے۔ ایمان لائے اور قرآن سیکھا۔

جنوں کی گمراہی | یعنی جو رو بیٹا رکھنا اس کی عظمت شان کے منافی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”جو گمراہیاں آدمیوں میں پھیلی ہوئی تھیں وہ جنوں میں بھی تھیں (عیسائیوں کی طرح) اللہ کے جو رو بیٹا بتاتے تھے۔“

وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا ۝

اور یہ کہ ہم میں کا بیوقوف اللہ پر بڑھا کرتا تھا

وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّنْ تَقُولَ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ

اور یہ کہ ہم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ بولیں گے آدمی اور جن

كَذِبًا ۝ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ

جھوٹ اور یہ کہ تھے کتنے مرد آدمیوں میں کے پناہ پکڑتے تھے

بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۝ وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا

کتنے مردوں کی جنوں میں کے پھر تو وہ اور زیادہ سرچڑھنے لگے اور یہ کہ ان کو (آدمیوں کو) بھی خیال تھا

كَمَا ظَنَنْتُمْ أَن لَّنْ يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۝ وَأَنَّا لَمَسْنَا

جیسا تم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ اٹھائے گا (بھیجے گا) اللہ کسی کو اور یہ کہ ہم نے ٹول دیکھا

السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلْتَأَةً فَخَشَا شَيْدًا وَشُهَبًا ۝

آسمان کو پھر پایا اس کو بھر رہے ہیں اس میں چوکیدار سخت اور انگارے

وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَسَمِعْنَا

اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے واسطے پھر جو کوئی

يَسْمِعُ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شُهَابًا رَّصَدًا ۝ وَأَنَّا لَا

اب سنا چاہے وہ پائے اپنے واسطے انگار گھات میں اور یہ کہ

نَدْرِي أَشَرُّ أُرِيدَ يَمَنٌ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ

ہم نہیں جانتے کہ برا ارادہ ٹھہرا ہے زمین کے رہنے والوں پر یا چاہا ہے ان کے حق میں

یعنی ہم میں جو بیوقوف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی لغو باتیں اپنی طرف سے بڑھا کر کہتے تھے اور ان میں سب سے بڑا بیوقوف ابلیس ہے شاید خاص وہی اس جگہ لفظ ”سلیہ“ سے مراد ہو۔

یعنی ہم کو یہ خیال تھا کہ اس قدر کثیر التعداد جن اور آدمی مل کر جن میں بڑے بڑے عاقل اور دانا بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت جھوٹی بات کہنے کی جرأت نہ کریں گے۔ یہی خیال کر کے ہم بھی بہک گئے اب قرآن سن کر قلعی کھلی اور اپنے پیشرودوں کی اندھی تقلید سے نجات ملی۔

اکثر عرب جنوں کے معتقد تھے | عرب میں یہ جہالت بہت پھیلی ہوئی تھی۔ جنوں سے غیب کی خبریں پوچھتے، ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے چڑھاوے چڑھاتے۔ اور جب کسی قافلہ کا گزریا پڑاؤ کسی خوفناک وادی میں ہوتا تو کہتے کہ اس حلقہ کے جنوں کا جو سردار ہے ہم اس کی پناہ میں آتے ہیں تاکہ وہ اپنے ماتحت جنوں سے ہماری حفاظت کرے۔ ان باتوں سے جن اور زیادہ مغرور ہو گئے اور سر چڑھنے لگے۔ دوسری طرف اس طرح کی شریکات سے آدمیوں کے عصیان و طغیان میں بھی اضافہ ہوا جب انہوں نے خود اپنے اوپر جنوں کو مسلط کر لیا تو وہ ان کے اغوا میں کیا کمی کرتے۔ آخر قرآن نے آکر ان خرابیوں کی جڑ کاٹی۔

مسلمان جنوں کا اپنی قوم سے خطاب | مسلمان جن یہ سب گفتگو اپنی قوم سے کر رہے ہیں۔ یعنی جیسا تمہارا خیال ہے، بہت آدمیوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو ہرگز قبروں سے نہ اٹھائے گا۔ یا آئندہ کوئی پیغمبر مبعوث نہ کرے گا۔ جو رسول پہلے ہو چکے سو ہو چکے۔ اب قرآن سے معلوم ہوا کہ اس نے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے جو لوگوں کو بتلاتا ہے کہ تم سب موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور رتی رتی کا حساب دینا ہوگا۔

آسمان پر جنوں کیلئے پہرے اور انگارے | یعنی ہم اڑ کر آسمان کے قریب تک پہنچے تو دیکھا کہ آج کل بہت سخت جنگی پہرے لگے ہوئے ہیں جو کہ شیطان کو غیب کی خبر سننے نہیں دیتے اور جو شیطان ایسا ارادہ کرتا ہے اس پر انگارے برستے ہیں۔ اس سے پیشتر اتنی سختی اور روک ٹوک نہ تھی۔ جن اور شیطاں آسمان کے قریب گھات میں بیٹھ کر ادھر کی کچھ خبر سن آیا کرتے تھے۔ مگر اب اس قدر سخت ناکہ بندی اور انتظام ہے کہ جو سننے کا ارادہ کرے فوراً شہاب ثاقب کے آتشیں گولے سے اس کا تعاقب کیا جاتا ہے۔ اس کی بحث پہلے سورہ ”حجر“ وغیرہ میں گذر چکی وہاں دیکھ لیا جائے۔

رَبُّهُمْ رَشَدًا ۱۰ ۚ وَأَنَا مِنَ الصَّٰلِحِينَ وَمِنَّا دُونَ

ان کے رب نے راہ پر لانا ۱۰ اور یہ کہ کوئی ہم میں نیک ہیں اور کوئی

ذٰلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قَدَدًا ۱۱ ۚ وَأَنَا ظَنَنَّآ أَن لَّنُ

اس کے سوا ہم تھے کئی راہ پر پھٹے ہوئے ۱۱ اور یہ کہ ہمارے خیال میں آگیا کہ ہم

نُعْجِزُ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنُتَعْجِزَهُ هَرَبًا ۱۲ ۚ وَأَنَا

چھپ نہ جائیں گے اللہ سے زمین میں اور نہ تھکا دیں گے اس کو بھاگ کر ۱۲ اور یہ کہ

لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰى اٰمَنَّا بِهِ ۚ فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ

جب ہم نے سن لی راہ کی بات تو ہم نے اس کو مان لیا ۱۳ پھر جو کوئی یقین لائے گا اپنے رب پر

فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۱۴ ۚ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ

سو وہ نہ ڈرے گا نقصان سے اور نہ زبردستی سے ۱۴ اور یہ کہ کچھ ہم میں حکمران ہیں

وَمِنَّا الْقٰسِطُونَ ۚ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا

اور کچھ ہیں بے انصاف سو جو لوگ حکم میں آ گئے سو انہوں نے انکل کر لیا

رَشَدًا ۱۵ ۚ وَاَمَّا الْقٰسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۱۶ ۚ

نیک راہ کو اور جو بے انصاف ہیں وہ ہوئے دوزخ کے ایندھن ۱۶

وَاَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَ الطَّرِيقَةِ لَا سَفِيْنُهُمْ مَّاءٌ

اور یہ حکم آیا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے راہ پر تو ہم پلاتے ان کو پانی

عَدَقًا ۱۷ ۚ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۚ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ

بھر کر تاکہ ان کو جانچیں اس میں ۱۷ اور جو کوئی منہ موڑے اپنے رب کی یاد سے

یعنی یہ جدید انتظامات اور سخت ناکہ بندیاں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آئی ہیں۔ یہ تو ہم سمجھ چکے کہ قرآن کریم کا نزول اور پیغمبر عربی کی بعثت اس کا سبب ہوا لیکن نتیجہ کیا ہونے والا ہے؟ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہ پر آئیں گے اور اللہ ان پر الطاف خصوصی مبذول فرمائے گا؟ یا یہی ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کئے جائیں؟ اس کا علم اسی علام الغیوب کو ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

♦ جنوں کے مختلف فرقے | یعنی نزول قرآن سے پہلے بھی سب جن ایک راہ پر نہ تھے، کچھ نیک اور شائستہ تھے، اور بہت سے بدکار و تاجرانہ، ان میں بھی فرقے اور جماعتیں ہوں گی۔ کوئی مشرک، کوئی عیسائی، کوئی یہودی وغیرہ لگ۔ اور عملی طور پر ہر ایک کی راہ عمل جدا ہوگی۔ اب قرآن آیا جو اختلافات اور تفرقوں کو مٹانا چاہتا ہے لیکن لوگ ایسے کہاں ہیں کہ سب کے سب حق کو قبول کر کے ایک راستہ پر چلنے لگیں۔ لامحالہ اب بھی اختلاف رہے گا۔

♦ یعنی اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے نہ زمین میں کسی جگہ چھپ کر، نہ ادھر ادھر بھاگ کر، یا ہوا میں اڑ کر۔ سب سے پہلے ایمان لانے والے جن | یعنی ہمارے لئے فخر کا موقع ہے کہ جنوں میں سب سے پہلے ہم نے قرآن سن کر بلا توقف قبول کیا اور ایمان لانے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کی۔

♦ یعنی سچے ایماندار کو اللہ کے ہاں کوئی کٹاک نہیں۔ نہ نقصان کا کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائگاں چلی جائے۔ نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اس کے سر قہو پ دیئے جائیں، غرض وہ نقصان، تکلیف اور ذلت و رسوائی سب سے مامون و محفوظ ہے۔

♦ یعنی نزول قرآن کے بعد ہم میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جنہوں نے اللہ کا پیغام سن کر قبول کیا اور اس کے احکام کے سامنے گردن جھکا دی۔ یہی ہیں جو تلاش حق میں کامیاب ہوئے۔ اور اپنی تحقیق و تنقص سے نیکی کے راستہ پر پہنچ گئے۔ دوسرا گروہ بے انصافوں کا ہے جو کج روی و بے انصافی کی راہ سے اپنے پروردگار کے احکام کو جھٹلاتا اور اس کی فرمانبرداری سے انحراف کرتا ہے۔ یہ وہ ہیں جن کو جہنم کا کندہ اور دوزخ کا ایندھن کہنا چاہئے۔ سمجھیے | یہاں تک مسلمان جنوں کا کلام نقل فرمایا جو انہوں نے اپنی قوم سے کیا۔ آگے حق تعالیٰ اپنی طرف سے چند نصیحت کی باتیں ارشاد فرماتے ہیں گویا ”وَأَنْ لِّوَسْتَقَامُوا“ الخ کا عطف ”اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ“ پر ہوا۔ مترجم محقق نے ترجمہ میں اور یہ ”حکم آیا“ کے الفاظ بڑھا کر بتلادیا کہ یہاں سے اخیر تک ”قُلْ أَوْجِبِي إِلَيَّ“ کے تحت میں داخل ہے۔

♦ ایمان کے دنیوی منافع | یعنی اگر جن و انس حق کی سیدھی راہ پر چلتے تو ہم ان کو ایمان و طاعت کی بدولت ظاہری و باطنی برکات سے سیراب کر دیتے اور اس میں بھی ان کی آزمائش ہوتی کہ نعمتوں سے بہرہ ور ہو کر شکر بجالاتے اور طاعت میں مزید ترقی کرتے ہیں یا کفران نعمت کر کے اصل سرمایہ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس وقت مکہ والوں کے ظلم و شرارت کی سزا میں حضور ﷺ کی دعاء سے کئی سال کا قحط پڑا تھا۔ لوگ خشک سالی سے پریشان ہو رہے تھے۔ اس لئے متنبہ فرمادیا کہ اگر سب لوگ ظلم و شرارت سے باز آ کر اللہ کے راستہ پر چلیں جیسے مسلمان جنوں نے طریقہ اختیار کیا ہے تو قحط دور ہو اور باران رحمت سے ملک سرسبز و شاداب کر دیا جائے۔

يَسْأَلُكَ عَذَابًا صَعَدًا ۱۷ ۝ وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا

وہ ڈال دے گا اس کو چڑھتے عذاب میں ۱۷ اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں سومت

تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۱۸ ۝ وَأَنَّهُ لَنَا قَامَر عَبْدُ اللَّهِ

پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو ۱۸ اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ ۱۸

يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۱۹ ۝ قُلْ إِنَّمَا

کہ اس کو پکارے لوگوں کا بند ہونے لگتا ہے اس پر ٹھٹھ (جھرمٹ جھٹ) ۱۹ تو کہہ میں تو

ادْعُوا رَبِّي وَلَا أَشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۲۰ ۝ قُلْ إِنِّي

پکارتا ہوں بس اپنے رب کو ۲۰ اور شریک نہیں کرتا اس کا کسی کو ۲۰ تو کہہ میرے

لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۲۱ ۝ قُلْ إِنِّي لَنْ

اختیار میں نہیں تمہارا برا (ضرر) ۲۱ اور نہ راہ پر لانا ۲۱ تو کہہ مجھ کو نہ

يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ ۲۲ ۝ وَلَنْ أجدَ مِنْ دُونِهِ

بچائے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی ۲۲ اور نہ پاؤں گا اس کے سوائے

مُلْتَحِدًا ۲۳ ۝ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَةً ۚ وَمَنْ

کہیں سرک رہنے کو جگہ (پناہ) ۲۳ مگر پہنچانا ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے پیغام لانے ۲۳ اور جو کوئی

يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا

حکم نہ مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا ۲۴ سو اس کے لیے آگ ہے دوزخ کی رہا کریں

فِيهَا أَبَدًا ۲۴ ۝ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَيَعْلَمُونَ

اس میں ہمیشہ ۲۴ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو کچھ ان سے وعدہ ہوا تب جان لیں گے

یعنی اللہ کی یاد سے منہ موڑ کر آدمی کو چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ وہ تو ایسے راستہ پر چل رہا ہے جہاں پریشانی اور عذاب ہی چڑھتا چلا آتا ہے۔

مساجد صرف اللہ کیلئے ہیں | یوں تو خدا کی ساری زمین اس امت کے لئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ لیکن خصوصیت سے وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خاص عبادت الہی کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ ان کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے۔ وہاں جا کر اللہ کے سوا کسی ہستی کو پکارنا ظلم عظیم اور شرک کی بدترین صورت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خالص خدائے واحد کی طرف آؤ اور اس کا شریک کر کے کسی کو کہیں بھی مت پکارو خصوصاً مساجد میں جو اللہ کے نام پر تنہا اسی کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں۔ بعض مفسرین نے ”مساجد“ سے مراد وہ اعضاء لئے ہیں جو عہدہ کے وقت زمین پر رکھے جاتے ہیں۔ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ خدا کے دیئے ہوئے اور اس کے بنائے ہوئے اعضاء ہیں جائز نہیں کہ ان کو اس مالک و خالق کے سوا کسی دوسرے کے سامنے جھکاؤ۔

یعنی بندہ کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
قرآن پڑھنے کے وقت آنحضرت ﷺ کے گرد ہجوم | یعنی آپ جب کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے ہیں تو لوگ ٹھٹھ کے ٹھٹھ آپ پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ مومنین تو شوق و رغبت سے قرآن سننے کی خاطر اور کفار عداوت و عناد سے آپ پر ہجوم کرنے کے لئے۔

کفار سے آنحضرت ﷺ کی دو ٹوک گفتگو | یعنی کفار سے کہہ دیجئے کہ تم مخالفت کی راہ سے بھیڑ کیوں کرتے ہو، کوئی بات ایسی ہے جس پر تمہاری خفگی ہے۔ میں کوئی بری اور نامعقول بات تو نہیں کہتا۔ صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کا شریک کسی کو نہیں سمجھتا۔ تو اس میں لڑنے جھگڑنے کی کوئی بات ہے اور اگر تم سب مل کر مجھ پر ہجوم کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو میرا بھروسہ اکیلے اسی خدا پر ہے جو ہر قسم کی شرکت سے پاک اور بے نیاز ہے۔

یعنی میرے اختیار میں نہیں کہ تم کو راہ پر لے آؤں۔ اور نہ آؤ تو کچھ نقصان پہنچا دوں سب بھلائی برائی اور سود و زیاں اسی خدائے واحد کے قبضہ میں ہے۔

نفع و ضرر میرے قبضے میں نہیں ہے | یعنی تم کو نفع نقصان پہنچانا تو کجا، اپنا نفع و ضرر میرے قبضہ میں نہیں۔ اگر بالفرض میں اپنے فرائض میں تقصیر کروں تو کوئی شخص نہیں جو مجھ کو اللہ کے ہاتھ سے بچالے اور کوئی جگہ نہیں جہاں بھاگ کر پناہ حاصل کر سکوں۔

یعنی اللہ کی طرف سے پیغام لانا اور اس کے بندوں کو پہنچا دینا، یہی چیز ہے جو اس نے میرے اختیار میں دی اور یہی فرض ہے جس کے ادا کرنے سے میں اس کی حمایت اور پناہ میں رہ سکتا ہوں۔

یعنی تمہارے نفع نقصان کا مالک میں نہیں۔ لیکن اللہ کی اور میری نافرمانی کرنے سے نقصان پہنچنا ضروری ہے۔

مَنْ أَوْفَقُ نَاصِرًا وَأَقْلُّ عَدَدًا ۚ قُلْ إِنْ

کس کے مددگار کمزور ہیں اور گنتی میں تھوڑے ♦ تو کہہ

أَدْرِي أَقْرَبُ مِمَّا تُوْعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ

میں نہیں جانتا کہ نزدیک ہے جس چیز کا تم سے وعدہ ہوا ہے یا کر دے اس کو

رَبِّي أَمَدًا ۚ عَلِيمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ

میرا رب ایک مدت کے بعد ♦ جاننے والا بھید کا سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی

أَحَدًا ۚ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ

کسی کو مگر جو پسند کر لیا کسی رسول کو تو وہ

يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۚ

چلاتا ہے اس کے آگے اور پیچھے چوکیدار ♦

لَيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ

تاکہ جانے کہ انہوں نے پہنچائے پیغام اپنے رب کے ♦ اور قابو میں رکھا ہے

بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۚ

جوان کے پاس ہے اور گن لی ہے ہر چیز کی گنتی ♦

آيَاتُهَا ۚ (۳) سُوْرَةُ الْمُزْمِلِ مَكِّيَّةٌ (۲) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورہ مزمل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یعنی تم جو جتنے باندھ کر ہم پر هجوم کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ محمد (ﷺ) اور اسکے ساتھی تھوڑے سے آدمی ہیں وہ بھی کمزور تو جب وعدہ کا وقت آئے گا اس وقت پہلے لگے گا کہ کس کے ساتھی کمزور اور گنتی میں تھوڑے تھے۔

قیامت کا علم انبیاء کو بھی نہیں | یعنی اس کا علم مجھے نہیں دیا گیا کہ وعدہ جلد آنے والا ہے، یا ایک مدت کے بعد۔ کیونکہ قیامت کا وقت معین کر کے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ یہ ان غیوب میں سے ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

پیغمبروں کا علم غلطی سے پاک ہے | یعنی اپنے بھید کی پوری خبر کسی کو نہیں دیتا۔ ہاں رسولوں کو جس قدر انکی شان و منصب کے لائق ہو بذریعہ وحی خبر دیتا ہے۔ اس وحی کے ساتھ فرشتوں کے پہرے اور چوکیاں رکھی جاتی ہیں کہ کسی طرف سے شیطان اس میں دخل کرنے نہ پائے۔ اور رسول کا اپنا نفس بھی غلط نہ سمجھے۔ یہی معنی ہیں اس بات کے کہ پیغمبروں کو (اپنے علوم و اخبار میں) عصمت حاصل ہے، اور وہ کو نہیں۔ انبیاء کی معلومات میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی۔ دوسروں کی معلومات میں کئی طرح کے احتمال ہیں۔ اسی لئے محققین صوفیہؒ نے فرمایا ہے کہ ولی اپنے کشف کو قرآن و سنت پر عرض کر کے دیکھے اگر انکے مخالف نہ ہو تو غنیمت سمجھے۔ ورنہ بے تکلف رد کر دے۔ تنبیہ | اس آیت کی نظیر آل عمران میں ہے۔ ”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظِلَّكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ“ اور کئی سورتوں میں علم غیب کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے وہیں ہم فوائد میں اس پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ فلیراجع۔

یعنی یہ زبردست انتظامات اس غرض سے کئے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ فرشتوں نے پیغمبروں کو یا پیغمبروں نے دوسرے بندوں کو اس کے پیغامات ٹھیک ٹھیک بلا کم و کاست پہنچا دیئے ہیں۔

وحی الہی میں کوئی تغیر نہیں کر سکتا | یعنی ہر چیز اس کی نگرانی اور قبضہ میں ہے۔ کسی کی طاقت نہیں کہ وحی الہی میں تغیر و تبدل یا قطع و برید کر سکے۔ اور یہ پہرے چوکیاں بھی شان حکومت کے اظہار اور سلسلہ اسباب کی محافظت کے لئے بہت سی حکمتوں پر مبنی ہیں۔ ورنہ جس کا علم اور قبضہ ہر چیز پر حاوی ہو اس کو ان چیزوں کی کوئی احتیاج نہیں۔ تم سورۃ الجن وللہ الحمد والمنۃ

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ ۝ قُمْ الْيَلَّ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ ۝

اے کپڑے میں لپٹنے والے ۝ کھڑا رہ رات کو ۝ مگر کسی رات ۝ آدھی رات

أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلْ

یا اس میں سے کم کر دے تھوڑا سا ۝ یا زیادہ کر اس پر ۝ اور کھول کھول کر

الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝

پڑھ قرآن کو ۝ صاف ۝ ہم ڈالنے والے ہیں تجھ پر ۝ ایک بات وزن دار (بھاری بات) ۝

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝

البتہ اٹھنا رات کو ۝ سخت روندنا ہے ۝ اور سیدھی نکلتی ہے بات ۝

إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝ وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ

البتہ تجھ کو دن میں ۝ شغل رہتا ہے لمبا ۝ اور پڑھے جانام اپنے رب کا

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

اور چھوٹ کر چلا آ اس کی طرف سب سے الگ ہو کر ۝ مالک مشرق اور مغرب کا ۝

سورة المزمل

اس سورت کے نزول کا پس منظر | یہ سورت ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ میں نازل ہوئیں۔ روایات صحیحہ میں ہے کہ شروع میں جب وحی کی رشت اور اہل سے آپ ﷺ کا بدن کا پھٹنے لگا تو آپ ﷺ نے گھر والوں سے فرمایا: ”زملونی زملونی“ (مجھے کپڑا اڑھاؤ کپڑا اڑھاؤ) چنانچہ کپڑا اڑھا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اور اس سے اگلی سورت میں آپ کو وہی نام لے کر پکارا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ قریش نے ”دار الندوة“ میں جمع ہو کر آپ ﷺ کے متعلق مشورہ کیا کہ آپ ﷺ کی حالت کے مناسب کوئی لقب تجویز کرنا چاہئے۔ کسی نے ”کاہن“ کہا کسی نے ”جادوگر“ کسی نے ”مجنون“ مگر اتفاق رائے کسی چیز پر نہ ہوا۔ اخیر میں ”ساحر“ کی طرف رجحان تھا۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو رنجیدہ اور غمگین ہوئے اور کپڑوں میں لپٹ گئے۔ جیسا کہ اکثر سوچ اور غم میں مغموم آدمی اس طرح کر لیتا ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے تائیس و ملاطفت کے لئے اس عنوان سے خطاب فرمایا جیسے آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک مرتبہ ”قم ابتراب“ فرمایا تھا جبکہ وہ گھر سے رنجیدہ ہو کر چلے گئے اور مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں ”کہ اس سورت میں خرقہ پوشی کے لوازم و شروط بیان ہوئی ہیں۔“ گویا یہ سورت اس شخص کی سورت ہے جو درویشوں کا خرقہ پہنے اور اپنے تئیں اس رنگ میں رنگے۔ لغت عرب میں ”مزمل“ اس شخص کو کہتے ہیں جو بڑے کشادہ کپڑے کو اپنے اوپر لپیٹ لے۔ اور آنحضرت صلی اللہ

فیہ مکمل

علیہ وسلم کا معمول ایسا تھا کہ جب نماز تہجد اور قرآن شریف کی تلاوت کے لئے رات کو اٹھتے تھے تو ایک کبل دراز اوڑھ لیتے تھے تا سردی سے بدن محفوظ رہے اور وضو و نماز کی حرکات میں کسی طرح کا حرج واقع نہ ہو۔ نیز اس عنوان کے اختیار کرنے میں ان لوگوں کو ہشیار کرنا ہے جو کپڑوں میں لیٹے ہوئے رات کو آرام کر رہے ہوں کہ رات کا ایک معتد بہ حصہ اللہ کی عبادت میں گزاریں۔

◆ **قیام لیل کا حکم** | یعنی کسی رات اتفاق سے نہ ہو سکے تو معاف ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک "إِلَّا قَلِيلًا" کا مطلب یہ ہے کہ رات کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہو ہاں تھوڑا سا حصہ شب کا اگر آرام کرو، تو مضائقہ نہیں۔ غالباً تھوڑے سے مراد یہاں نصف ہوگا کیونکہ رات جو آرام کے لئے تھی جب آدمی عبادت میں گزار دی تو اس کے اعتبار سے باقی نصف کو "تھوڑا" ہی کہنا موزوں تھا۔ یعنی آدمی رات سے کچھ کم جو تہائی تک پہنچ سکتی ہے یا آدمی سے زیادہ جو دو تہائی تک ہو۔ بقربینہ قولہ تعالیٰ فیما بعد "إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ" الخ

◆ **تلاوت میں ترتیل کا حکم** | یعنی تہجد میں قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کہ ایک ایک حرف صاف سمجھ میں آئے۔ اس طرح پڑھنے سے فہم و تدبیر میں مدد ملتی ہے اور دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے اور ذوق و شوق بڑھتا ہے۔

◆ **قول ثعلبی** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی ریاضت کرو تو بھاری بوجھ آسان ہو۔" اور وہ بوجھ ایسا ہے کہ جس کے سامنے شب بیداری کو سہل سمجھنا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد پے بہ پے قرآن تم پر نازل کریں گے جو اپنی قدر و منزلت کے اعتبار سے بہت قیمتی اور وزن دار اور اپنی کیفیات و لوازم کے اعتبار سے بہت بھاری اور گراناہار ہے۔

◆ **نزول قرآن کے وقت آنحضرت ﷺ کی کیفیت** | احادیث میں ہے کہ نزول قرآن کے وقت آپ ﷺ پر بہت گرانی بخشتی گزرتی تھی۔ جاڑے کے موسم میں آپ ﷺ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے اگر اس وقت کسی سہلی پر سوار ہوتے تو سواری چل نہیں کر سکتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کی لحد مبارک زید بن ثابتؓ کی ران پر تھی۔ اس وقت وحی نازل ہوئی۔ زید بن ثابتؓ کو ایسا محسوس ہوا کہ ان کی ران بوجھ سے پھٹ جائے گی۔ اس کے علاوہ اس ماحول میں قرآن کی دعوت و تبلیغ اور اس کے حقوق کا پوری طرح ادا کرنا اور اس راہ میں تمام سختیوں کو کشادہ دلی سے برداشت کرنا بھی سخت مشکل اور بھاری کام تھا۔ اور جس طرح ایک حیثیت سے یہ کلام آپ ﷺ پر بھاری تھا دوسری حیثیت سے کافروں اور منکروں پر شاق تھا۔ غرض ان تمام وجوہ کا لحاظ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ جس قدر قرآن اتر چکا ہے۔ اس کی تلاوت میں رات کو مشغول رہا کریں اور اس عبادت خاص کے انوار سے اپنے تئیں مشرف کر کے اس فیض اعظم کی قبولیت کی استعداد اپنے اندر مستحکم فرمائیں۔

◆ **رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کی فضیلت** | یعنی رات کو اٹھنا کچھ آسان کام نہیں۔ بڑی بھاری ریاضت اور نفس کشی ہے جس سے نفس روندنا جاتا ہے اور غینہ آرام وغیرہ خواہشات پامال کی جاتی ہیں۔ نیز اس وقت دعا اور ذکر سیدہا دل سے ادا ہوتا ہے۔ زبان اور دل موافق ہوتے ہیں۔ جو بات زبان سے نکلتی ہے ذہن میں خوب جمتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ ہر قسم کے شور و غل اور چیخ و پکار سے یکسو ہونے اور خداوند قدوس کے سامنے دنیا پر نزول فرمانے سے قلب کو ایک عجیب قسم کے سکون و قرار اور لذت و اشتیاق کی کیفیت میسر ہوتی ہے۔

◆ **یعنی دن میں لوگوں کو سمجھانا اور دوسرے کئی طرح کے مشاغل رہتے ہیں۔** گو وہ بھی آپ ﷺ کے حق میں بالواسطہ عبادت ہیں۔ تاہم بلا واسطہ پروردگار کی عبادت اور مناجات کے لئے رات کا وقت مخصوص رکھنا چاہئے۔ اگر عبادت میں مشغول ہو کر رات کی بعض حوائج چھوٹ جائیں تو کچھ پروا نہیں۔ دن میں ان کی تلافی ہو سکتی ہے۔

◆ **ہمہ وقت ذکر اللہ کرتے رہو** | یعنی علاوہ قیام لیل کے دن میں بھی (گو بظاہر مخلوق سے معاملات و علائق رکھنے پڑتے ہیں لیکن) دل سے اسی پروردگار کا علاقہ سب پر غالب رکھیے اور چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اسی کی یاد میں مشغول رہیے غیر اللہ کا کوئی تعلق ایک آن کے لئے دوسرے توجہ کو ہٹنے نہ دے بلکہ سب تعلقات کٹ کر باطن میں اسی ایک کا تعلق باقی رہ جائے یا یوں کہہ لو کہ سب تعلقات اسی ایک تعلق میں مدغم ہو جائیں جسے صوفیہ کے ہاں "بے ہمہ و باہمہ" یا "خلوت در انجمن" سے تعبیر کرتے ہیں۔

◆ **مشرق دن کا اور مغرب دات کا نشان** ہے گویا اشارہ کر دیا کہ دن اور رات دونوں کو اسی مالک مشرق و مغرب کی یاد اور رضا جوئی میں لگانا چاہئے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ① وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا

اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں سو پکڑ لے اس کو کام بنانے والا ① اور سہتا رہ جو کچھ

يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ② وَذَرْنِي وَ

کہتے رہیں ② اور چھوڑ دے ان کو بھلی طرح کا چھوڑنا ② اور چھوڑ دے مجھ کو اور

الْمُكَذِّبِينَ أُولِيَ النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ③ إِنَّ لَدَيْنَا

جھٹلانے والوں کو جو آرام میں رہے ہیں اور ڈھیل دے ان کو تھوڑی سی ③ البتہ ہمارے پاس

أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ④ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا

بیڑیاں ہیں اور آگ کا ڈھیر ④ اور کھانا گلے میں اٹکنے والا اور عذاب

الْيَمِّ ⑤ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتْ

دردناک ⑤ جس دن کہ کانپے گی زمین اور پہاڑ اور ہو جائیں گے

الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ⑥ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ

پہاڑ ریت کے تودے پھسلے (پھسلے ریت کے تودے) ⑥ ہم نے بھیجا تمہاری طرف

رَسُولًا ⑦ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

رسول ⑦ بتلانے والا تمہاری باتوں کا ⑦ جیسے بھیجا فرعون کے پاس

رَسُولًا ⑧ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا

رسول ⑧ پھر کہانا مانا فرعون نے رسول کا پھر پکڑی ہم نے اس کو

وَبِئْسَ ⑨ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا

دہال کی پکڑ ⑨ پھر کیونکر بچو گے اگر منکر ہو گئے اس دن سے

اللہ کو وکیل بناؤ | یعنی بندگی بھی اسی کی اور توکل بھی اسی پر ہونا چاہئے۔ جب وہ وکیل و کارساز ہو تو دوسروں سے کٹ جانے اور الگ ہونے کی کیا پروا ہے۔
یعنی کفار آپ ﷺ کو ساحر، کاہن اور مجنون و مسحور وغیرہ کہتے ہیں۔ ان باتوں کو صبر و استقلال سے سہتے رہئے۔

بھلی طرح کا چھوڑنا یہ کہ ظاہر میں ان کی صحبت ترک کرو اور باطن میں ان کے حال سے خبردار رہو کہ کیا کرتے ہیں اور کیا کہتے ہیں اور مجھ کو کس طور سے یاد کرتے ہیں، دوسرے ان کی بدسلوکی کی شکایت کسی کے سامنے نہ کرو، نہ انتقام لینے کے درپے ہو، نہ گفتگو یا مقابلہ کے وقت کج خلقی کا اظہار کرو۔ تیسرے یہ کہ باوجود جدائی اور مفارقت کے ان کی نصیحت میں قصور نہ کیجئے بلکہ جس طرح بن پڑے ان کی ہدایت و رہنمائی میں سعی کرتے رہیے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی خلق سے کنارہ کر لیکن لڑ بھڑ کر نہیں، سلوک سے،“ مگر یاد رہے کہ یہ آیت مکی ہے اور آیات قوال کا نزول مدینہ میں ہوا ہے۔

یعنی حق و صداقت کو جھٹلانے والے جو دنیا میں عیش و آرام کر رہے ہیں ان کا معاملہ میرے سپرد کیجئے میں خود ان سے نبٹ لوں گا، مگر تھوڑی سی ڈھیل ہے۔

عذاب دردناک سانپوں اور بچھوؤں کا اور خدا جانے کس کس قسم کا (العیاذ باللہ)
قیامت میں زمین کا نیچے گی | یعنی اس عذاب کی تمہید اس وقت سے شروع ہوگی جب پہاڑوں کی جڑیں ڈھیلی ہو جائیں گی اور وہ کانپ کر گر پڑیں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر ایسے ہو جائیں گے جیسے ریت کے تودے جن پر قدم جم نہ سکے۔

یعنی یہ پیغمبر اللہ کے ہاں گواہی دے گا کہ کس نے اس کا کہنا مانا اور کس نے نہیں مانا تھا۔
تورات کی پیشینگوئی | یعنی حضرت موسیٰؑ کی طرح تم کو مستقل دین اور عظیم الشان کتاب دیکر بھیجا۔ شاید یہ اس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہے جو تورات سفر استثناء میں ہے کہ ”میں انکے لئے انکے بھائیوں (بنی اسرائیل) میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔“

جب موسیٰؑ کے منکر کو ایسا سخت پکڑا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کو کیوں نہ پکڑے گا۔ جو تمام انبیاء سے افضل اور برتر ہیں۔

يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝ السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ ۝

جو کر ڈالے لڑکوں کو بوڑھا ۝ آسمان پھٹ جائے گا اس دن میں

كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝ إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ

اس کا وعدہ ہونے والا ہے ۝ یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی

شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ

چاہے بنا لے اپنے رب کی طرف راہ ۝ بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو

تَقُومُ آدُنِي مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَ

اٹھتا ہے (کھڑا رہتا ہے) نزدیک دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور تہائی رات کے اور

طَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۖ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَ

کتنے لوگ تیرے ساتھ کے ۝ اور اللہ ماپتا ہے رات کو اور

النَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّنْ نَّحْصُوهُ ۖ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

دن کو اس نے جانا کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے سو تم پر معافی بھیج دی

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ

اب پڑھو جتنا تم کو آسان ہو قرآن سے ۝ جتنا کہ کتنے ہوں گے

مِنْكُمْ مَّرْضَىٰ ۖ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ

تم میں بیمار اور کتنے اور لوگ پھریں گے ملک میں

يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۖ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ

ڈھونڈتے ہیں اللہ کے فضل کو اور کتنے لوگ لڑتے ہوں گے

◆ بچوں کو بوڑھا کر دینے والا دن | یعنی دنیا میں اگر بیچ گئے تو اس دن کیونکر بچو گے جس دن کی شدت اور درازی بچوں کو بوڑھا کر دینے والی ہوگی۔ خواہ فی الحقیقت بچے بوڑھے نہ ہوں لیکن اس روز کی سختی اور لمبائی کا اقتضاء یہی ہوگا۔

◆ یعنی اللہ کا وعدہ اٹل ہے ضرور ہو کر رہے گا۔ خواہ تم اس کو کتنا ہی بعید از امکان سمجھو۔

◆ یعنی نصیحت کر دی گئی اب جو اپنا فائدہ چاہے اس نصیحت پر عمل کر کے اپنے رب سے مل جائے۔ راستہ کھلا پڑا ہے کوئی روک ٹوک نہیں نہ خدا کا کچھ فائدہ ہے۔ تم سو دفعہ اپنا فائدہ سمجھو تو سیدھے چلے آؤ۔ سبھی رات کے جاگنے کا حکم جو شروع سورت میں تھا تقریباً ایک سال تک رہا۔ پھر اگلی آیت سے منسوخ ہوا۔

◆ قیام لیل میں آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کی محنت | یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اس کے حکم کی پوری تعمیل کی۔ کبھی آدمی کبھی تہائی اور کبھی دو تہائی رات کے قریب اللہ کی عبادت میں گذاری۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ صحابہؓ کے پاؤں راتوں کو کھڑے کھڑے سو جاتے اور پھٹنے لگتے تھے۔ بلکہ بعض تو اپنے بال رسی سے باندھ لیتے تھے کہ نیند آئے تو جھٹکا لگ کر تکلیف سے آنکھ کھل جائے۔

◆ قیام لیل کے حکم میں تخفیف | یعنی رات اور دن کی پوری پیمائش تو اللہ کو معلوم ہے وہی ایک خاص اندازہ سے کبھی رات کو دن سے گھنٹا کبھی بڑھاتا اور کبھی دونوں کو برابر کر دیتا ہے۔ بندوں کو اس نیند اور غفلت کے وقت روزانہ آدمی، تہائی، اور دو تہائی رات کی پوری طرح حفاظت کرنا خصوصاً جبکہ گھڑی گھنٹوں کا سامان نہ ہو، اہل کام نہیں تھا، اسی لئے بعض صحابہؓ رات بھر نہ سوتے تھے کہ کہیں نیند میں ایک تہائی رات بھی جاگنا نصیب نہ ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معافی بھیج دی اور فرمادیا کہ تم اس کو ہمیشہ پوری طرح نباہ نہ سکو گے۔ اس لئے اب جس کو اٹھنے کی توفیق ہو، وہ جتنی نماز اور اس میں جتنا قرآن چاہے پڑھ لے۔ اب امت کے حق میں نہ نماز تہجد فرض ہے نہ وقت کی یا مقدار تلاوت کی کوئی قید ہے۔

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا

اللہ کی راہ میں سو پڑھ لیا کرو جتنا آسان ہو اس میں سے اور قائم رکھو

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ

نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور قرض دو اللہ کو اچھی طرح پر قرض دینا

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ

اور جو کچھ آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی اس کو پاؤ گے اللہ کے پاس

اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمُ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ

بہتر اور ثواب میں زیادہ اور معافی مانگو اللہ سے

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

آيَاتُهَا ۵۶ ﴿٤٣﴾ سُورَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ (۴) رُكُوعَاتُهَا ۲

سورہ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھپن آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۚ قُمْ فَأَنْذِرْ ۚ وَرَبِّكَ فَكَبِيرٌ ۝

اے کُف میں لپٹنے والے کھڑا ہو پھر ڈرنا دے اور اپنے رب کی بڑائی بول

وَشِيبَاكَ فَطَهِّرْ ۚ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۚ وَلَا تَمْنُنْ

اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے دور رہ اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے

◆ حکم میں تخفیف کی حکمت و مصلحت | یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہونگے اور مسافر بھی جو ملک میں روزی یا علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھریں گے اور وہ مرد مجاہد بھی ہونگے جو اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے ان حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا۔ اس لئے تم پر تخفیف کر دی کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں فرض نمازیں نہایت اہتمام سے باقاعدہ پڑھتے رہو۔ اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو کہ ان ہی باتوں کی پابندی سے بہت کچھ روحانی فوائد اور ترقیات حاصل ہو سکتی ہیں

◆ قیام لیل کے حکم کی مصلحت | تنبیہ | اولین صحابہ سے ایک سال تک بہت تاکید و تحم کے ساتھ یہ ریاضت شاقہ شاید اس لئے کرائی کہ وہ لوگ آئندہ تمام امت کے ہادی و معلم بننے والے تھے۔ ضرورت تھی کہ وہ اس قدر منجھ جائیں اور روحانیت کے رنگ میں ایسے رنگے جائیں کہ تمام دنیا ان کے آئینہ میں کمالات محمدی ﷺ کا نظارہ کر سکے اور یہ نفوس قدسیہ ساری امت کی اصلاح کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا سکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆ اللہ کو قرض دینا | پورے اخلاص سے اللہ کی راہ میں اسکے احکام کے موافق خرچ کرنا یہی اس کو اچھی طرح قرض دینا ہے۔ بندوں کو اگر قرض حسن دیا جائے وہ بھی اس کے عموم میں داخل سمجھو۔ کما ثبت فی الفضل فی الحدیث۔

◆ ہر نیکی اللہ کے پاس بہتر صورت میں موجود ہوگی | یعنی جو نیکی یہاں کرو گے۔ اللہ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤ گے اور بہت بڑا اجر اس پر ملے گا تو یہ مت سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ نہیں، وہ سب سامان تم سے آگے اللہ کے ہاں پہنچ رہا ہے جو عین حاجت کے وقت تمہارے کام آئے گا۔

◆ یعنی تمام احکام بجا لا کر پھر اللہ سے معافی مانگو۔ کیونکہ کتنا ہی غلط شخص ہو اس سے بھی کچھ نہ کچھ تقصیر ہو جاتی ہے۔ کون ہے جو دعویٰ کر سکے کہ میں نے اللہ کی بندگی کا حق پوری طرح ادا کر دیا۔ بلکہ جتنا بڑا بندہ ہو اسی قدر اپنے کو تقصیر وار سمجھتا ہے اور اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہتا ہے۔ اے غفور و رحیم تو اپنے فضل سے میری خطاؤں اور کوتاہیوں کو بھی معاف فرما۔ تم سورۃ المزمل ولله الحمد والمنہ

سورۃ المدثر

◆ اس کے لئے سورہ ”مزل“ کا پہلا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

◆ انداز کا حکم | یعنی وحی کے نقل اور فرشتہ کی ہیبت سے آپ کو گھبرانا اور ڈرنا نہیں چاہئے۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ سب آرام و چین چھوڑ کر دوسروں کو خدا کا خوف دلائیں۔ اور کفر و معصیت کے برے انجام سے ڈرائیں۔

◆ کیونکہ رب کی بڑائی بولنے اور بزرگی و عظمت بیان کرنے ہی سے اس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس ہی وہ چیز ہے جس کی معرفت سب اعمال و اخلاق سے پہلے حاصل ہونی چاہئے۔ بہر حال اس کے کمالات و انعامات پر نظر کرتے ہوئے نماز میں اور نماز سے باہر اس کی بڑائی کا اقرار و اعلان کرنا تمہارا کام ہے۔

◆ کپڑوں کی ظاہری اور باطنی طہارت | اس سورت کے نازل ہونے پر حکم ہوا کہ مخلوق کو خدا کی طرف بلائیں۔ پھر نماز وغیرہ کا حکم ہوا۔ نماز کے لئے شرط ہے کہ کپڑے پاک ہوں اور گندگی سے احتراز کیا جائے۔ ان چیزوں کو یہاں بیان فرما دیا۔ یہ ظاہر ہے کہ جب کپڑوں کا حسی و معنوی نجاستوں سے پاک رکھنا ضروری ہے تو بدن کی پاکی بطریق اولیٰ ضروری ہوگی۔ اس لئے اس کے بیان کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بعض علماء نے کپڑوں کو پاک رکھنے سے نفس کا برے اخلاق سے پاک رکھنا مراد لیا ہے۔ اور گندگی سے دور رہنے کے معنی یہ لئے ہیں کہ بتوں کی گندگی سے دور رہئے۔ جیسے اب تک دور ہیں۔ بہر حال آئیے ہذا میں طہارت ظاہری و باطنی کی تاکید مقصود ہے۔ کیونکہ بدون اس کے رب کی بڑائی کما حقہ دلنشین نہیں ہو سکتی۔

تَسْتَكْثِرُ ① وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ② فَإِذَا نَقَرْنَا فِي النَّاقُورِ ③

اور بدلہ بہت چاہے اور اپنے رب سے (کے) امید رکھ (حکم کی راہ دیکھ) ② پھر جب بجنے لگے وہ کھوکھری چیز ③

فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ④ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ

پھر وہ اس دن ④ مشکل دن ہے ⑤ مکروں پر نہیں

يَسِيرٌ ⑥ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ⑦ وَجَعَلْتُ

آسان ⑥ چھوڑ دے مجھ کو اور اس کو جس کو میں نے بتایا انکا (اکیلا) ⑦ اور دیا میں نے

لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ⑧ وَبَيْنَ سُهُودًا ⑨ وَمَهَّدْتُ لَهُ

اس کو مال پھیلا کر ⑧ اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے ⑨ اور تیاری کر دی اس کے لیے

تَمْهِيدًا ⑩ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ⑪ كَلَّا ط إِنَّهُ

خوب تیاری ⑩ پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں ⑪ ہرگز نہیں وہ ہے

كَانَ لِأَيَّتِنَا عَنِيْدًا ⑫ سَارَهُقَّةً صَعُوْدًا ⑬ إِنَّهُ

ہماری آیتوں کا مخالف ⑫ اب اس سے چڑھاؤنگا بڑی چڑھائی ⑬ اس نے

فَكَرَّ وَقَدَّرَ ⑭ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑮ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ

فکر کیا اور دل میں ٹھہرایا ⑭ سو مارا جانیو کیسا ٹھہرایا ⑮ پھر مارا جانیو کیسا

احسان کا بدلہ مت چاہو | یہ ہمت اور اولوالعزمی سکھائی کہ جو کسی کو دے (روپیہ پیسہ یا علم و ہدایت وغیرہ) اس سے بدلہ نہ چاہئے۔ محض اپنے رب کے دیے پر شاکر و صابر رہو اور جو شہداء دعوت و تبلیغ کے راستہ میں پیش آئیں ان کو اللہ کے واسطے صبر و تحمل سے برداشت کرو اور اسی کے حکم کی راہ دیکھ کہ یہ عظیم الشان کام بدون اعلیٰ درجہ کی حوصلہ مندی اور صبر و استقلال کے انجام نہیں پائے گا۔ ان آیتوں کی تفسیر اور بھی کئی طرح کی گئی ہے لیکن احقر کے خیال میں یہی بے تکلف ہے۔

یعنی صور پھونکا جائے۔

مشکل دن | یعنی اس دن کے واقعات میں سے صور کا پھونکا جانا گویا ایک مستقل دن ہے جو سرتاپا مشکلات اور سختیوں سے بھرا ہوگا۔

یعنی مکروں پر کسی طرح کی آسانی نہ ہوگی بلکہ اس دن کی سختی دم بدم ان پر بڑھتی جائے گی۔ بخلاف مومنین کے کہ اگر سختی بھی دیکھیں گے تو کچھ مدت کے بعد پھر آسانی کر دی جائے گی۔

۵ **ولید بن مغیرہ** ہر انسان ماں کے پیٹ سے اکیلا اور جریدہ آتا ہے۔ مال، اولاد، فوج، لشکر، سامان وغیرہ کچھ ساتھ نہیں لاتا یا "وحید" سے مراد خاص ولید بن مغیرہ ہو جس کے بارہ میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ وہ اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اور دنیاوی ثروت و لیاقت کے اعتبار سے عرب میں فرد اور یکتا سمجھا جاتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے مکروں کے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے، نہ ان کو مہلت ملنے سے تنگدل ہوں۔ بلکہ ان کا قصہ میرے سپرد کرو۔ میں سب کا بھگتان کر دوں گا۔ آپ کو غمگین و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

۶ **حاضر پاش بیٹوں کی نعمت** یعنی مال و اولاد کا پھیلاوا بہت ہوا۔ دسویں بیٹے ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتے اور مغفلوں میں باپ کی توقیر بڑھاتے اور دھاک بٹھلاتے تھے۔ تجارتی کاروبار اور دوسرے کام کاج کے لئے نوکر چاکر بہت تھے۔ ضرورت نہیں تھی کہ بیٹے باپ کی نظر سے غائب ہوں۔

۷ یعنی دنیا میں خوب عزت جمادی اور مسند حکومت و ریاست اچھی طرح تیار کر دی۔ چنانچہ تمام قریش ہر مشکل کام میں اسی کی طرف رجوع کرتے اور اس کو اپنا حاکم جانتے تھے۔

۸ **ولید کی حرص مال اور ناشکری** یعنی باوجود کثرت نعمت و ثروت کے کبھی حرف شکر زبان سے نہ نکالا۔ بلکہ ہمیشہ بت پرستی اور زیادہ مال جمع کرنے کی حرص میں منہمک رہتا اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس کے سامنے بہشت کی نعمتوں کا ذکر فرماتے تو کہتا تھا کہ اگر یہ شخص اپنے بیان میں سچا ہے تو یقیناً کامل ہے کہ وہاں کی نعمتیں بھی مجھے ہی ملیں گی۔ اس کو فرماتے ہیں کہ باوجود اس قدر ناشکری اور حق ناشناسی کے یہ بھی توقع رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت کی نعمتیں اور زیادہ دے گا۔

۹ **ولید کا زوال** یعنی جب وہ منعم حقیقی کی آیتوں کا مخالف ہے تو اسے ہر گز حق نہیں پہنچتا کہ ایسی توقع باندھے اور خیالی پلاؤ پکائے۔ کہتے ہیں کہ ان آیات کے نزول کے بعد پے بہ پے اس کے مال و اسباب میں نقصان ہونا شروع ہوا۔ آخر فقیر ہو کر ذلت کے ساتھ مر گیا۔

۱۰ یعنی ابھی اس کو بہت بڑی چڑھائی چڑھنا اور سخت ترین مصائب میں گرفتار ہونا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ "صعود" دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس پر کافر کو ہمیشہ چڑھائیں گے اور گرائیں گے یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے **تنبیہ** ولید ایک بار آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے قرآن پڑھ کر سنایا۔ جس سے کسی قدر متاثر ہوا۔ مگر ابو جہل نے اس کو درغلا یا اور قریش میں چڑھا ہونے لگا کہ اگر ولید مسلمان ہو گیا تو بڑی خرابی ہوگی۔ غرض سب جمع ہوئے اور آپ ﷺ کے بارے میں گفتگو ہوئی کسی نے کہا شاعر ہیں کس نے کاہن بتلایا ولید بولا کہ میں شعر میں خود بڑا ماہر ہوں اور کاہنوں کی باتیں بھی سب سنی ہیں، قرآن نہ شعر ہے نہ کہانت۔ لوگوں نے کہا کہ آخر تیری کیا رائے ہے کہنے لگا ذرا سوچ لوں۔ آخر تیوری بدل کر اور منہ بنا کر کہا کچھ نہیں جادو ہے جو باطل والوں سے نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ حالانکہ بیشتر قرآن سن کر کہہ چکا تھا کہ یہ سحر بھی نہیں نہ دیوانے کی بڑ معلوم ہوتی ہے بلکہ اللہ کا کلام ہے مگر محض برادری کو خوش کرنے کے لئے اب یہ بات بنادی۔ آگے اسی گفتگو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قَدَّرَ ۲۰ ثُمَّ نَظَرَ ۲۱ ثُمَّ عَبَسَ ۲۲ وَبَسَرَ ۲۳ ثُمَّ أَدْبَرَ ۲۴

نمہرایا ♦ پھر نگاہ کی پھر تیوری چڑھائی اور منہ تھمایا (ترش رو ہوا) پھر پیٹھ پھیری اور

اُسْتَكْبَرَ ۲۵ فَقَالَ ۲۶ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْشَرُ ۲۷ لَئِنْ

غرور کیا پھر بولا اور کچھ نہیں یہ جادو ہے چلا آتا اور کچھ نہیں

هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۲۸ سَأَصْلِيهِ سَقَرَ ۲۹ وَمَا

یہ کہا ہوا ہے آدمی کا ♦ اب اس کو ڈالوں گا آگ میں ♦ اور

أَدْرِيكَ مَا سَقَرُ ۳۰ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۳۱ لَوْ آخِذٌ

تو کیا سمجھا کیسی ہے آگ نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے ♦ جلا دینے والی ہے

لِلْبَشَرِ ۳۲ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۳۳ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ

آدمیوں کو (نظر آتی ہے بدن پر) ♦ اس پر مقرر ہیں انیس فرشتے ♦ اور ہم نے جو رکھے ہیں دوزخ پر

النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۳۴ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا

داروغہ وہ فرشتے ہی ہیں ♦ اور ان کی جو گنتی رکھی ہے سو

فِتْنَةً ۳۵ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ۳۶ لِيَسْتَيَقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا

جانچنے کو منکروں کے ♦ تاکہ یقین کر لیں وہ لوگ جن کو ملی ہے

الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْثَابَ

کتاب اور بڑھے ایمانداروں کا ایمان اور دھوکا نہ کھائیں

♦ ولید کا قرآن کو جادو کہنا اور تکبر یعنی بد بخت نے دل میں سوچ کر ایک بات تجویز کی کہ قرآن جادو ہے۔ خدا غارت کرے

کیسی مہمل تجویز کی پھر خدا غارت کرے کہ اپنی قوم کے جذبات کے لحاظ سے کیسی بر محل تجویز نکالی جس کو سن کر سب خوش ہو جائیں۔

♦ ولید کے غرور و تکبر کے افعال یعنی مجمع پر نگاہ ڈالی پھر خوب منہ بنایا۔ تادیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت

کراہت اور انقباض ہے۔ پھر پیٹھ پھیر لی گویا بہت ہی قابل نفرت چیز کے متعلق کچھ بیان کرنا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل اس کی حقانیت کا اقرار کر چکا تھا۔ اب برادری کی خوشنودی کے لئے اس سے پھر گیا۔ آخر نہایت غرور و تکبر کے انداز میں کہنے لگا۔ بس اور کچھ نہیں یہ جادو ہے جو پہلوں سے نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ اور یقیناً یہ آدمی کا کلام ہے جو جادو بن کر باپ کو بیٹے سے، میاں کو بیوی سے، اور دوست کو دوست سے جدا کر دیتا ہے۔

یعنی عنقریب اس کو آگ میں ڈال کر عناد و تکبر کا مزہ چکھاؤں گا۔

اہل جہنم کے جسم کی حالت | یعنی دوزخیوں کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دے گی جو جلنے سے بچ جائے۔ ~~پھر~~ بعد اس حالت پر بھی نہ چھوڑے گی بلکہ دوبارہ اصلی حالت پر لوٹائے جائیں گے اور جلس گے۔ یہی سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ (العیاذ باللہ) تنبیہ! اکثر سلف سے یہی معنی منقول ہیں۔ بعض مفسرین نے دوسری طرح توجیہ کی ہے۔

کھال کی حالت | یعنی بدن کی کھال جھلس کر حیثیت بگاڑ دے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جیسے دکھتا لوہا سرخ نظر آتا ہے آدمی کی پنڈلی پر وہ سرخی نظر آئے گی۔“

دوزخ کے انیس داروغہ | یعنی دوزخ کے انتظام پر جو فرشتوں کا لشکر ہو گا اس کے افرانیں فرشتے ہونگے۔ جن میں سب سے بڑے ذمہ دار کا نام ”مالک“ ہے تنبیہ! حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے نہایت تفصیل سے انیس کے عدد کی حکمتیں بیان کی ہیں جو قابل دید ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہنم میں مجرموں کو عذاب دینے کے لئے انیس قسم کے فرائض ہیں جن میں سے ہر فرض کی انجام دہی ایک ایک فرشتہ کی سرکردگی میں ہوگی۔ کوئی شبہ نہیں کہ فرشتہ کی طاقت بہت بڑی ہے اور ایک فرشتہ وہ کام کر سکتا ہے جو لاکھوں آدمی مل کر نہیں کر سکتے۔ لیکن یاد رہے کہ ہر فرشتہ کی یہ قوت اسی دائرہ میں محدود ہے جس میں کام کرنے کے لئے وہ مامور ہوا ہے۔ مثلاً ملک الموت لاکھوں آدمیوں کی جان ایک آن میں نکال سکتا ہے۔ مگر عورت کے پیٹ میں ایک بچہ کے اندر جان نہیں ڈال سکتا۔ حضرت جبریلؑ چشم زدن میں وحی لا سکتے ہیں لیکن پانی برساتا ان کا کام نہیں۔ جس طرح کان دیکھ نہیں سکتا آنکھ سن نہیں سکتی۔ اگرچہ اپنی قسم کے کام کتنے ہی سخت ہوں کر سکتے ہیں۔ مثلاً کان ہو سکتا ہے کہ ہزاروں آوازیں سن لے اور نہ تھکے، آنکھ ہزاروں رنگ دیکھ لے اور عاجز نہ ہو۔ اسی طرح اگر ایک فرشتہ عذاب کے واسطے دوزخیوں پر مقرر ہوتا اس سے ایک ہی قسم کا عذاب دوزخیوں پر ہو سکتا تھا۔ دوسری قسم کا عذاب جو اس کے دائرہ استعداد سے باہر ہے ممکن نہ تھا اس لئے انیس قسم کے عذابوں کے لئے (جن کی تفصیل تفسیر عزیزی میں ہے) انیس ذمہ دار فرشتے مقرر ہوئے ہیں۔ علماء نے اس عدد کی حکمتوں پر بہت کچھ کلام کیا ہے مگر احقر کے نزدیک حضرت شاہ صاحبؒ کا کلام بہت عمیق و لطیف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انیس کے عدد پر کفار کا استہزاء اور اس کا جواب | انیس کا عدد سن کر مشرکین ٹھٹھا کرنے لگے کہ ہم ہزاروں ہیں۔ انیس ہمارا کیا کر لیں گے۔ بہت ہوا ہم میں سے دس دس ان کے ایک ایک کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں گے۔ ایک پہلوان بولا کہ سترہ کو تو میں اکیلا کافی ہوں، دو کا تو تم مل کر تیاپا نچا کر لینا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی وہ انیس تو ہیں مگر آدمی نہیں فرشتہ ہیں۔ جن کی قوت کا یہ حال ہے کہ ایک فرشتہ نے قوم لوط کی ساری بستی کو ایک بازو پر اٹھا کر پٹک دیا تھا۔

اس عدد میں حکمت ہے | یعنی کافروں کو عذاب دینے کے لئے انیس کی گنتی خاص حکمت سے رکھی جس کی طرف ”غَلِیْثًا بِسَعَةِ عَشَرَ“ کے فائدہ میں اشارہ کیا جا چکا ہے اور اس گنتی کے بیان کرنے میں منکروں کی جانچ ہے۔ دیکھتے ہیں کہ کون اس کو سن کر ڈرتا ہے اور کون ہنسی مذاق اڑاتا ہے۔

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ وَلَيَقُولَ الَّذِينَ

جن کو ملی ہے کتاب اور مسلمان اور تاکہ کہیں وہ لوگ

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ

کہ جن کے دل میں روگ ہے اور منکر کیا غرض تھی اللہ کو

بِهَذَا مَثَلًا ۖ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَ

اس مثل سے یوں بھلاتا ہے اللہ جس کو چاہے اور

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا

راہ دیتا ہے جس کو چاہے اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر کو مگر

هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْبَشَرِ ۚ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۚ

خود وہی اور وہ تو سمجھاتا ہے لوگوں کے واسطے سچ کہتا ہوں اور قسم ہے چاند کی

وَاللَّيْلِ إِذَا اَدْبَرَ ۚ وَالصُّبْحِ إِذَا اَسْفَرَ ۚ إِنَّهَا لِاحِدَةٍ

اور رات کی جب پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب روشن ہووے وہ ایک (وہ دوزخ) ہے بڑی

الْكُبَرَى ۚ نَذِيرًا لِلْبَشَرِ ۚ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ

چیزوں میں کی ڈرانے والی ہے لوگوں کو جو کوئی چاہے تم میں سے کہ

يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۚ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۚ

آگے بڑھے یا پیچھے رہے ہر ایک جی اپنے کئے کاموں میں پھنسا ہوا ہے

إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۚ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۚ عَنِ

مگر داہنی طرف والے باغوں میں ہیں مل کر پوچھتے ہیں

استیقان اہل کتاب | اہل کتاب کو پہلے سے یہ عدد معلوم ہوگا جیسا کہ ترمذی کی ایک روایت میں ہے یا کم از کم کتب سماویہ کے ذریعہ اتنا تو جانتے تھے کہ فرشتوں میں کس قدر طاقت ہے۔ انیس بھی تھوڑے نہیں۔ اور یہ کہ انواع تعذیب کے اعتبار سے مختلف فرشتے دوزخ پر مامور ہونے چاہئیں یہ کام تھا ایک کا نہیں۔ بہر حال اس بیان سے اہل کتاب کے دلوں میں قرآن کی حقیقت کا یقین پیدا ہوگا۔ اور یہ دیکھ کر مومنین کا ایمان بڑھے گا اور ان دونوں جماعتوں کو قرآن کے بیان میں کوئی شک و تردید نہیں رہے گا۔ نہ مشرکین کے استہزاء و تمسخر سے وہ کچھ دھوکا کھائیں گے۔

”الَّذِينَ لِي فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ“ سے منافقین یا ضعیف الایمان مراد ہیں اور ”الْكَافِرُونَ“ سے کھلے ہوئے منکر۔

یعنی انیس کے بیان سے کیا غرض تھی۔ بھلا ایسی بے فکری اور غیر موزوں بات کو کون مان سکتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

یعنی ایک ہی چیز سے بد استعداد آدمی گمراہ ہو جاتا ہے اور سلیم الطبع راہ پالیتا ہے جسے ماننا مقصود نہ ہو وہ کام کی بات کو لہی مذاق میں اڑا دیتا ہے اور جس کے دل میں خوف خدا اور نور توفیق ہو اس کے ایمان و یقین میں ترقی ہوتی ہے۔

اللہ کے لشکر | یعنی اللہ کے بیشار لشکروں کی تعداد اسی کو معلوم ہے۔ انیس تو صرف کارکنان جہنم کے افسر بتلائے ہیں۔

یعنی دوزخ کا ذکر صرف عبرت و نصیحت کے لئے ہے کہ اس کا حال سن کر لوگ غضب الہی سے ڈریں اور نافرمانی سے باز آئیں۔

یعنی جو بڑی بڑی ہولناک اور عظیم الشان چیزیں ظاہر ہونے والی ہیں دوزخ ان میں کی ایک چیز ہے۔

آگے بڑھے نیکی یا بہشت کی طرف اور پیچھے رہے بدی میں پھنسا ہوا یا دوزخ میں پڑا ہوا۔ بہر حال مقصود یہ ہے کہ دوزخ سب مکلفین کے حق میں بڑے ڈراوے کی چیز ہے اور چونکہ اس ڈرانے کے عواقب و نتائج قیامت میں ظاہر ہونگے۔ اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی جو قیامت کے بہت ہی مناسب ہے۔ چنانچہ چاند کا اول بڑھنا پھر گھٹنا نمونہ ہے اس عالم کے نشوونما اور اضمحلال و فنا کا اسی طرح اس عالم دنیا کو عالم آخرت کے ساتھ حقائق کے اختفاء و اکتشاف میں ایسی نسبت ہے جیسے رات کو دن کے ساتھ۔ گویا اس عالم کا ختم ہو جانا رات کے گزر جانے اور اس عالم کا ظہور نور صبح کے پھیل جانے کے مشابہ ہے۔ واللہ اعلم۔

الْمُجْرِمِينَ ﴿٣٦﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ﴿٣٧﴾ قَالُوا لَمْ

گنہگاروں کا حال ﴿۳۶﴾ تم کا ہے سے جا پڑے دوزخ میں ﴿۳۷﴾ وہ بولے

نَكَ مِنْ الْمُصَلِّينَ ﴿٣٨﴾ وَلَمْ نَكُ نَطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٣٩﴾

ہم نہ تھے نماز پڑھتے اور نہ تھے کھانا کھلاتے محتاج کو

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٠﴾ وَكُنَّا نَكْذِبُ

اور ہم تھے باتوں میں دھنسنے (بحث کرتے) دھسنے والوں کے ساتھ (بحث کرنے والوں کے ساتھ) اور ہم تھے جھٹلاتے

بِیَوْمِ الدِّينِ ﴿٤١﴾ حَتَّىٰ آتَيْنَا الْيَقِينَ ﴿٤٢﴾ فَمَا

انصاف کے دن کو یہاں تک کہ آ پہنچی ہم پر وہ یقینی بات ﴿۴۱﴾ پھر

تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٣﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ

کام نہ آئے گی ان کے سفارش سفارش کرنے والوں کی ﴿۴۳﴾ پھر کیا ہوا ہے ان کو

التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٤﴾ كَانَتْهُمْ حَرْمٌ مُسْتَنْفِرَةٌ ﴿٤٥﴾ فَرَّتْ

کہ نصیحت سے منہ موڑتے ہیں ﴿۴۴﴾ گویا کہ وہ گدھے ہیں بدکنے والے بھاگے ہیں

مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٤٦﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ

غل بچانے سے (شیر سے) ﴿۴۶﴾ بلکہ چاہتا ہے ہر ایک مردان میں کا کہ

يُوْتِي صُحُفًا مُنَشَّرَةً ﴿٤٧﴾ كَلَّا بَلْ لَا يَخَافُونَ

لیس اس کو ورق کھلے ہوئے ﴿۴۷﴾ ہرگز نہیں پر وہ ڈرتے نہیں

الْآخِرَةَ ﴿٤٨﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٤٩﴾ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ﴿٥٠﴾

آخرت سے ﴿۴۸﴾ کوئی نہیں یہ تو نصیحت ہے ﴿۴۹﴾ پھر جو کوئی چاہے اس کو یاد کرے ﴿۵۰﴾

◆ داہنے ہاتھ والے | یعنی جو لوگ یشاق کے دن حضرت آدمؑ کی پشت سے دہنی طرف سے نکلے تھے اور دنیا میں بھی سیدھی چال چلتے رہے اور موقف میں بھی عرش کے دہنی طرف جدھر بہشت ہے کھڑے ہوئے اور اسی طرف روانہ ہوئے اور انکے نامہ اعمال بھی داہنے ہاتھ میں آئے وہ لوگ البتہ قید میں پھنسے ہوئے نہیں بلکہ جنت کے باغوں میں آزاد ہیں اور نہایت بے فکر اور فارغ البال ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے یا فرشتوں سے گنہگاروں کا حال پوچھتے ہیں کہ وہ لوگ کہاں گئے جو نظر نہیں پڑتے۔

◆ اہل جنت کا اہل دوزخ سے سوال | یعنی جب سنیں گے کہ گنہگاروں کو دوزخ میں داخل کیا گیا ہے، تب ان گنہگاروں کی طرف متوجہ ہو کر یہ سوال کریں گے کہ باوجود عقل و دانائی کے تم اس دوزخ کی آگ میں کیسے آ پڑے۔

◆ اہل جہنم کا جواب | یعنی نہ اللہ کا حق پہچانا نہ بندوں کی خبر لی۔ البتہ دوسرے لوگوں کی طرح حق کے خلاف بخشش کرتے رہے اور بد صحبتوں میں رہ کر شکوک و شبہات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم کو یقین نہ ہوا کہ انصاف کا دن بھی آنے والا ہے۔ ہمیشہ اس بات کو جھٹلایا کیے یہاں تک کہ موت کی گھڑی سر پر آن پہنچی اور آنکھوں سے دیکھ کر ان باتوں کا یقین حاصل ہوا جن کی تکذیب کیا کرتے تھے۔

◆ کافر کے حق میں کوئی سفارش نہ کرے گا اور کرے گا تو قبول نہ ہوگی۔

◆ یعنی یہ مصیبتیں سامنے ہیں۔ مگر نصیحت سن کر بس سے مس نہیں ہوتے بلکہ سننا بھی نہیں چاہتے۔

◆ کفار جنگلی گدھوں کی طرح ہیں | یعنی حق کا شور و غل اور شیران خدا کی آوازیں سن کر جنگلی گدھوں کی طرح بھاگے جاتے ہیں۔

◆ یعنی پیغمبر کی بات ماننا نہیں چاہتے بلکہ ان میں ہر شخص کی آرزو یہ ہے کہ خود اس پر اللہ کے کھلے ہوئے صحیفے اتریں اور پیغمبر بنایا جائے۔ "حَتَّىٰ نُنَزِّلَ لَكَ مِثْلَ مَا نُزِّلَ عَلَىٰ آلِهَةٍ" (انعام۔ رکوع ۱۵) یا یہ کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس براہ راست ایک نوشتہ خدا کی طرف سے آئے جس میں محمد ﷺ کے اجماع کا حکم دیا گیا ہو۔ "حَتَّىٰ تَنْزِلَ عَلَيْنَا مِثْلَ بَاقِ الْكِتَابِ" (نہل۔ رکوع ۱۰) یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ ان میں لیاقت نہ اس کی ضرورت۔

◆ کفار کی بیہودہ درخواستیں | یعنی یہ بیہودہ درخواستیں بھی کچھ اس لئے نہیں کہ ایسا کر دیا جائے تو واقعی مان جائیں گے بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے اس لئے حق کی طلب نہیں، اور یہ درخواستیں محض تعنت سے ہیں۔ اگر یہ درخواستیں بالفرض پوری کر دی جائیں تب بھی اتباع نہ کریں۔ کما قال تعالیٰ "وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ قَوْمٍ مِّثْلِكَ لَأَعْلَوْا بِكَ" (نہل۔ رکوع ۱۰) یعنی ہر ایک کو الگ الگ کتاب دی جائے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک کتاب (قرآن کریم) ہی نصیحت کے لئے کافی ہے۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی (یہ کتاب) ایک پراثری تو کیا ہوا، کام تو سب کے آتی ہے۔"

وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى

وہی ہے جس سے ڈرنا چاہئے

کہ چاہے اللہ

اور وہ یاد بھی کریں

وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝

اور وہی ہے بخشنے کے لائق

الثقلین

آيَاتُهَا ۴۰ (۷۵) سُورَةُ الْقِيَامَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۱) رُكُوعَاتُهَا ۲

سورۃ قیامت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ۝ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ

جی کی

اور قسم کھاتا ہوں

قیامت کے دن کی

قسم کھاتا ہوں

اللَّوَامَةِ ۝ أَيْحَسِبُ الْإِنْسَانُ أَنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ ۝

اس کی ہڈیاں

کہ جمع نہ کریں گے ہم

کیا خیال رکھتا ہے آدمی

کہ جو ملامت کرے برائی پر

اور اللہ کا چاہنا نہ چاہنا سب حکمتوں پر مبنی ہے۔ جن کا احاطہ کوئی بشر نہیں کر سکتا۔ وہی ہر شخص کی استعداد اور لیاقت کو دکھا دیتا ہے۔ اور اس کے موافق معاملہ کرتا ہے۔

تقویٰ مغفرت کا سبب ہے | یعنی آدمی کتنا ہی گناہ کرے۔ لیکن پھر جب تقویٰ کی راہ چلے گا اور اس سے ڈرے گا، وہ اس کے سب گناہ بخش دے گا، اور اس کی توبہ کو قبول کریگا۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر بطور حاشیہ منہیہ کے، ایک عبارت اس آیت کی تلاوت کے بعد نقل فرمائی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ "قَالَ رَبُّكُمْ غَزَوْ جُلَّ اَنَا اهل ان اتقى فلا يشرك بى شيء فاذا اتقانى العبد فلانا اهل ان اغفر له" یعنی میں اس کے لائق ہوں کہ بندہ مجھ سے ڈرے اور میرے ساتھ کسی کو کسی کام میں شریک نہ کرے، پھر جب بندہ مجھ سے ڈرا (اور شرک سے پاک ہوا) تو میری شان یہ ہے کہ میں اس کے گناہوں کو بخش دوں۔ "حق تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے ہم کو توحید و ایمان پر ہمیشہ قائم رکھے۔ اور اپنی مہربانی سے ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ آمین۔ تم سورۃ المدثر وللہ الحمد والمنة

سورۃ القیمة

◆ **قیامت کے دن کی قسم** | یعنی قیامت کا دن جس کا ممکن ہونا عقل سے اور متیقن الوقوع ہونا ایسے خبر صادق کی خبر سے ثابت ہو چکا ہے جس کے صدق پر دلائل قطعیہ قائم ہیں اس کی قسم کھاتا ہوں کہ تم یقیناً مرے پیچھے اٹھائے جاؤ گے اور ضرور بھلے برے کا حساب ہوگا۔ تنبیہ واضح ہو کہ دنیا میں کئی قسم کی چیزیں ہیں جن کی قسم لوگ کھاتے ہیں، اپنے معبود کی، کسی معظّم و محترم ہستی کی، کسی مہتم بالشان چیز کی، کسی محبوب یا مادر شے کی، اس کی خوبی یا ندرت جتانے کے لئے، جیسے کہتے ہیں کہ فلاں کی قسمت کی قسم کھائیے۔ پھر بلغاء یہ بھی رعایت کرتے ہیں کہ مقسم بہ مقسم علیہ کے مناسب ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ مقسم بہ کو مقسم علیہ کے لئے شاہد ہی گردانا جائے جیسے ذوق نے کہا ہے۔

اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندہ احساں
سر میرا ترے سر کی قسم اٹھ نہیں سکتا

یہاں اپنے سر کے نہ اٹھ سکنے پر محبوب کے سر کی قسم کھانا کس قدر موزوں ہے شریعت حق نے غیر اللہ کی قسم کھانا بندوں کے لئے حرام کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان بندوں سے جدا گانہ ہے۔ وہ اپنے غیر کی قسم کھاتا ہے اور عوامان چیزوں کی جو اس کے نزدیک محبوب یا نافع یا ذریعہ مہتم بالشان ہوں، یا مقسم علیہ کے لئے بطور شاہد و حجت کے کام دے سکیں یہاں یوم قیامت کی قسم اس کے نہایت وقع و مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے ہے اور جس مضمون پر قسم کھائی ہے اس سے مناسبت ظاہر ہے کیونکہ بعث و مجازات کا طرف ہی یوم قیامت ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **نفسِ لوامہ اور نفس کی دوسری اقسام** | محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہے لیکن اسکی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہو گئے ہیں۔ اگر نفس عالم علوی کی طرف مائل ہو اور اللہ کی عبادت و فرمانبرداری میں اس کو خوشی حاصل ہوئی اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کیا اس نفس کو ”مطمئنہ“ کہتے ہیں ”يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِذْجِئِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً“ (الفجر) اور اگر عالم سفلی کی طرف جھک پڑا اور دنیا کی لذات و خواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت کی اور شریعت کی پیروی سے بھاگا اس کو ”نفسِ امارہ“ کہتے ہیں کیونکہ وہ آدمی کو برائی کا حکم کرتا ہے۔ ”وَمَا أُهْرِي نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَزَقْنِي“ (یوسف۔ رکوع ۷) اور اگر کبھی عالم سفلی کی طرف جھٹکا اور شہوت و غضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی عالم علوی کی طرف مائل ہو کر ان چیزوں کو برا جانتا ہے اور ان سے دور بھاگتا ہے اور کوئی برائی یا کوتاہی ہو جانے پر شرمندہ ہو کر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے اس کو ”نفسِ لوامہ“ کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”آدمی کا جی اول کھیل میں اور مڑوں میں غرق ہوتا ہے ہرگز نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ ایسے جی کو ”امارہ بالسوء“ کہتے ہیں۔ پھر ہوش پکڑا، نیک و بد سمجھا تو باز آیا کبھی (غفلت ہوئی تو) اپنی خو پر دوڑ پڑا، پیچھے کچھ سمجھ آئی تو اپنے کئے پر پچھتانے اور ملامت کرنے لگا۔ ایسا نفس (جی) ”لوامہ“ کہلاتا ہے۔ پھر جب پورا سنور گیا، دل سے رغبت نیکی ہی پر ہو گئی بیہودہ کام سے خود بخود بھاگنے لگا اور بدی کے ارتکاب بلکہ تصور سے تکلیف پہنچنے لگی وہ نفس ”مطمئنہ“ ہو گیا۔“ اھ بتغیر بیر۔ یہاں نفسِ لوامہ کی قسم کھا کر اشارہ فرما دیا کہ اگر فطرت صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں برائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے۔ یہی چیز ہے جو اپنی اعلیٰ و اکمل ترین صورت میں قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔

◆ **ہڈیاں جمع کر دی جائیں گی** | یعنی یہ خیال ہے کہ ہڈیوں تک کا چورا ہو گیا اور انکے ریزے مٹی وغیرہ کے ذرات میں جا ملے۔ بھلا اب کس طرح اکٹھے کر کے جوڑ دیئے جائیں گے؟ یہ چیز تو محال معلوم ہوتی ہے۔

بَلَىٰ قَدِيرِينَ عَلَىٰ أَنْ تُسَوَّىٰ بَنَانَهُ ۝ بَلَىٰ يُرِيدُ

کیوں نہیں ہم ٹھیک کر سکتے ہیں اس کی پوریاں ۛ بلکہ چاہتا ہے

الْإِنْسَانُ لَيْفَجْرَ أَمَامَهُ ۝ يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۝

آدمی کہ ڈھٹائی کرے اس (اپنے) کے سامنے پوچھتا ہے کب ہوگا دن قیامت کا ۛ

فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ

پھر جب چندھیانے لگے آنکھ ۛ اور کہ جائے چاند ۛ اور اکٹھے ہوں سورج

وَالْقَمَرُ ۝ يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ آيُنَ الْمَفْرُ ۝

اور چاند ۛ کہے گا آدمی اس دن کہاں چلا جاؤں بھاگ کر

كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝

کوئی نہیں کہیں نہیں ہے بچاؤ تیرے رب تک ہے اس دن جائیگا

يَتَّبِعُوا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ۝ بَلَىٰ

جتلا دیں گے انسان کو اس دن جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا ۛ بلکہ

الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۝ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ۝

آدمی اپنے واسطے آپ دلیل ہے اور پڑا لاڈالے اپنے بہانے ۛ

لَا تَحْرِيكَ بِهِ لِسَانُكَ لَتَعَجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ

نہ چلا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان تاکہ جلدی اس کو سیکھ لے وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو جمع رکھنا (کر دینا) تیرے سینہ میں

وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ

اور پڑھنا تیری زبان سے پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبانی تو ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے پھر مقرر

انگلی کی پوریاں | یعنی ہم تو انگلیوں کی پوریاں بھی درست کر سکتے ہیں اور پوریوں کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ یہ اطراف بدن ہیں اور ہر چیز کے بننے کی تکمیل اس کے اطراف پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے محاورہ میں ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ میری پور پور میں درد ہے۔ اس سے مراد تمام بدن ہوتا ہے۔ دوسرے پوریوں میں باوجود چھوٹی ہونے کے صنعت کی رعایت زیادہ اور عادت زیادہ دشوار اور باریک کام ہے۔ لہذا جو اس پر قادر ہوگا وہ آسان پر بطریق اولیٰ قادر ہوگا۔

قیامت سے انکار کی اصل وجہ | یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرتے اور دوبارہ زندہ کیے جانے کو محال جانتے ہیں اس کا سبب یہ نہیں کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اور اللہ کی قدرت کاملہ کے دلائل و نشانات غیر واضح ہیں۔ بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں جو باقی رہ گئی ہے بالکل بے باک ہو کر فسق و فجور کرتا رہے اگر کہیں قیامت کا اقرار کر لیا اور اعمال کے حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو فسق و فجور میں اس قدر بے باکی اور ڈھٹائی اس سے نہ ہو سکے گی۔ اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا۔ جس سے عیش منقض ہو اور لذت میں خلل پڑے۔ بلکہ استہزاء و تعنت اور سینہ زوری سے سوال کرتا ہے کہ ہاں صاحب وہ آپ کی قیامت کب آئے گی۔ اگر واقعی آنے والی ہے تو بقیہ سنہ و ماہ اس کی تاریخ تو بتلائیے۔

قیامت کے نشانات | یعنی حق تعالیٰ کی تجلی قہری سے جب آنکھیں چند میاں لگیں گی اور مارے حیرت کے نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی اور سورج بھی سر کے قریب آجائے گا۔ چاند کا کہن | یعنی بے نور ہو جائے۔ چاند کو شاید الگ اس لئے ذکر کیا کہ عرب کو بوجہ قمری حساب رکھنے کے اس کا حال دیکھنے کا زیادہ اہتمام تھا۔

جمع شمس و قمر | یعنی بے نور ہونے میں دونوں شریک ہونگے۔ قیامت کے دن کوئی مفر نہیں | یعنی اب تو کہتا ہے کہ وہ دن کہاں ہے۔ اور اس وقت بدحواس ہو کر کہے گا کہ آج کدھر بھاگوں اور کہاں پناہ لوں۔ ارشاد ہوگا کہ آج نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ سوال کرنے کا۔ آج کوئی طاقت تیرا بچاؤ نہیں کر سکتی، نہ پناہ دے سکتی ہے۔ آج کے دن سب کو اپنے پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا اور اسی کی پیشی میں ٹھہرنا ہے پھر وہ جسکے حق میں جو کچھ فیصلہ کرے۔ اعمال کا جتلا یا جانا | یعنی سب اگلے پچھلے اعمال نیک ہوں یا بد، اس کو جتلا دیئے جائیں گے۔

انسان خود اپنے آپ پر مطلع ہوگا | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی اپنے احوال میں غور کرے تو رب کی وحدانیت جانے (اور یہ کہ سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) اور جو کہے میری سمجھ میں نہیں آتا، یہ سب بہانے ہیں۔“ لیکن اکثر مفسرین نے اس کا تعلق ”يُنْبِئُوا الْإِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ“ الخ سے رکھا ہے یعنی جتلانے پر بھی موقوف نہیں۔ انسان اپنی حالت پر خود مطلع ہوگا گو باقتضائے طبیعت وہاں بھی بہانے بنائے اور حیلے حوالے پیش لائے جیسے کفار کہیں گے۔ ”وَاللّٰهُ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ“ بلکہ یہاں دنیا میں بھی وہ انسان جس کا ضمیر بالکل مسخ نہ ہو گیا ہو اپنی حالت کو خوب سمجھتا ہے۔ گو دوسروں کے سامنے حیلے بہانے بنا کر اسکے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُونَ

ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول کر بتلانا ۝ کوئی نہیں پر تم چاہتے ہو جو جلد ۝ اور چھوڑتے ہو

الْآخِرَةَ ۝ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَی رَبِّهَا

جو دیر میں آئے ۝ کتنے منہ اس دن ۝ تازہ ہیں ۝ اپنے رب کی طرف

نَاضِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ أَنْ

دیکھنے والے ۝ اور کتنے منہ اس دن ۝ اداس ہیں ۝ خیال کرتے ہیں

يُفْعَلُ بِهَا فَاقْرَةٌ ۝ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ الشَّرَاقِیَ ۝

کہ ان پر وہ آئے جس سے ٹوٹے کر ۝ ہرگز نہیں ۝ جس وقت جان پہنچے ہانس (سین کی ہنسی) تک ۝

وَقِيلَ مَنْ سَئِرَاقٍ ۝ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَ

اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا ۝ اور وہ سمجھا کہ اب آیا وقت جدائی کا ۝ اور

التَّفَّتِ السَّاقِ بِالسَّاقِ ۝ إِلَی رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ

لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی ۝ تیرے رب کی طرف ہے ۝ اس دن

قرآن کریم کے الفاظ و معانی کا یاد کرنا ہمارے ذمہ ہے شروع میں جس وقت حضرت جبریل اللہ کی طرف سے قرآن لاتے ہیں کہ پڑھنے کے ساتھ حضرت ﷺ بھی دل میں پڑھتے جاتے تھے تاکہ جلد اسے یاد کر لیں اور سیکھ لیں۔ مبادا جبریل چلے جائیں اور وحی پوری طرح محفوظ نہ ہو سکے مگر اس صورت میں آپ ﷺ کو سخت مشقت ہوتی تھی۔ جب تک پہلا لفظ کہیں اگلا سننے میں نہ آتا۔ اور سمجھنے میں بھی ظاہر ہے وقت پیش آتی ہوگی اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت پڑھنے اور زبان ہلانے کی حاجت نہیں ہمہ تن متوجہ ہو کر سننا ہی چاہئے۔ یہ فکر مت کرو کہ یاد نہیں رہے گا۔ پھر کیسے پڑھو گا۔ اور لوگوں کو کس طرح سناؤں گا۔ اس کا تمہارے سینے میں حرف بحرف جمع کر دینا اور تمہاری زبان سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ جبریل جس وقت ہماری طرف سے پڑھیں آپ ﷺ تو خاموشی سے سنتے رہیے۔ آگے اس کا یاد کرنا اور اس کے علوم و معارف کا تمہارے اوپر کھولنا اور تمہاری زبان سے دوسروں تک پہنچانا، ان سب باتوں کے ہم ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے جبریل کے ساتھ ساتھ پڑھنا ترک کر دیا۔ یہ بھی ایک معجزہ ہوا، کہ ساری وحی سنتے رہے اس وقت زبان سے ایک لفظ نہ دہرایا۔ لیکن فرشتے کے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بہ لفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدون ایک زبردستی کی تبدیلی کے فر فر سنائی اور سمجھادی، یہ اس دنیا میں ایک چھوٹا سا نمونہ ہوا۔ ”يُنَبِّئُ الْإِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ“ کا یعنی

جس طرح اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنی وحی فرشتے کے چلے جانے کے بعد ہی پوری ترتیب کے ساتھ حرف بحرف بدون ادنیٰ فرو گذاشت کے اپنے پیغمبر کے سینے میں جمع کر دے، کیا اس پر قادر نہیں کہ بندوں کے اگلے پچھلے اعمال جن میں سے بعض کو کرنے والا بھی بھول گیا ہو گا سب جمع کر کے ایک وقت میں سامنے کر دے اور انکو خوب طرح یاد دلادے۔ اور اسی طرح ہڈیوں کے منتشر ذرات کو سب جگہ سے اکٹھا کر کے ٹھیک پہلی ترتیب پر انسان کو از سر نو وجود عطا فرمادے۔ بیشک وہ اس پر اور اس سے کہیں زیادہ پر قادر ہے۔

♦ **دنیا میں انہماک** | یعنی تمہارا قیامت وغیرہ سے انکار کرنا ہرگز کسی دلیل صحیح پر مبنی نہیں، بلکہ دنیا میں انہماک اس کا سبب ہے۔ دنیا چونکہ نقد اور جلد ملنے والی چیز ہے اسی کو تم چاہتے ہو۔ اور آخرت کو ادھار سمجھ کر چھوڑتے ہو کہ اس کے ملنے میں ابھی دیر ہے۔ انسان کی طبیعت میں جلد بازی داخل ہے "خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ" (انبیاء۔ رکوع ۳) فرق اتنا ہے کہ نیک لوگ پسندیدہ چیزوں کے حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں جس کی ایک مثال ابھی "لَا تَخْرُكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ" میں گزری اور بدتمیز آدمی اس چیز کو پسند کرتے ہیں جو جلد ہاتھ آئے خواہ آخر کار اس کا نتیجہ ہلاکت ہی کیوں نہ ہو۔

♦ **مومنین کے چہرے تر و تازہ ہوں گے** | یہ آخرت کا بیان ہوا۔ یعنی مومنین کے چہرے اس روز تر و تازہ اور ہشاش بشاش ہوں گے۔ اور انکی آنکھیں محبوب حقیقی کے دیدار مبارک سے روشن ہوں گی۔ قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ گمراہ لوگ اس کے منکر ہیں کیونکہ یہ دولت ان کے نصیب میں نہیں۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا مِنْ هٰذِهِ النِّعْمَةِ الَّتِي لَيْسَ لَوْفِهَا نِعْمَةٌ۔

یعنی پریشان اور بے رونق ہونگے۔

♦ **یعنی یقین رکھتے ہیں کہ اب وہ معاملہ ہونے والا ہے اور وہ عذاب بھگتنا ہے جو بالکل ہی کمر توڑ دے گا۔**

♦ **موت کے وقت جب روح ہنسی میں آجائے گی** | یعنی آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو۔ اس سفر آخرت کی پہلی منزل تو موت

ہے جو بالکل قریب ہے۔ ہمیں سے باقی منزلیں طے کرتے ہوئے آخری ٹھکانے پر جا پہنچو گے۔ گویا ہر آدمی کی موت اس کے حق میں بڑی قیامت کا ایک جھوٹا سامونہ ہے۔ جہاں مریض کی روح سٹ کر ہنسی تک پہنچی اور سانس حلق میں رکنے لگی سمجھو کہ سفر آخرت شروع ہو گیا۔

♦ **کون ہے جھاڑ پھونک کرنے والا؟** | ایسی مایوسی کے وقت طبیعوں اور ڈاکٹروں کی کچھ نہیں چلتی جب لوگ ظاہر علاج و تدبیر

سے عاجز آجاتے ہیں تو جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں کی سوجھتی ہے۔ کہتے ہیں کہ میاں کوئی ایسا شخص ہے جو جھاڑ پھونک کر کے اس کو

مرنے سے بچالے اور بعض سلف نے کہا کہ "مَنْ رَاقَ" فرشتوں کا کلام ہے جو ملک الموت کے ساتھ روح قبض کرنے کے وقت

آتے ہیں وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ کون اس مردے کی روح کو لے جائے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے؟ اس تقدیر

پر "راقی" "راقی" سے مشتق ہو گیا جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ "راقیہ" سے نہ ہوگا۔ جو افسوس کے معنی میں ہے۔

♦ **مرنے والے کو جدائی کا احساس** | یعنی مرنے والا سمجھ چکا کہ تمام عزیز واقارب اور محبوب و مالوف چیزوں سے اب اس کو

جدا ہونا ہے یا یہ مطلب کہ روح بدن سے جدا ہونے والی ہے۔

♦ **مرنے والے پر دو سختیاں** | یعنی بعض اوقات سکرات موت کی سختی سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے۔ نیز

نیچے کے بدن سے روح کا تعلق منقطع ہونے کے بعد پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھنا اس کے اختیار میں نہیں رہتا۔

اس لئے ایک پنڈلی دوسری پر بے اختیار جا گرتی ہے۔ اور بعض سلف نے کہا کہ عرب کے محاورات میں "ساق" کنایہ ہے سخت

مصیبت سے۔ تو آیت کا ترجمہ یوں کیا جائے گا کہ "مَلَىٰ اِحْدَىٰ تَخْتِي دُوسری تختی کے ساتھ" کیونکہ مرنے والے کو اس وقت دو سختیاں پیش

آتی ہیں۔ پہلی سختی تو یہی دنیا سے جانا، مال و اسباب، اہل و عیال، جاہ و خشم، سب کو چھوڑنا دشمنوں کی خوشی و طعنہ زنی، اور دوستوں کے

رنج و غم کا خیال آنا، اور دوسری اس سے بڑی قبر اور آخرت کے احوال کی ہے۔ جس کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی۔

السَّاقُ ۳۰ فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى ۳۱ وَلَكِنْ كَذَبَ وَتَوَلَّى ۳۲

کھینچ کر چلا جانا ۳۰ پھر نہ یقین لایا ۳۱ اور نہ نماز پڑھی ۳۲ پھر جھٹلایا اور منہ موڑا

ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَمُتُّ ۳۳ أَوَّلَىٰ لَكَ فَأَوَّلَىٰ ۳۴ ثُمَّ أَوَّلَىٰ

پھر گیا اپنے گھر کو اکڑتا ہوا ۳۳ خرابی تیری ۳۴ خرابی پر خرابی تیری ۳۴ پھر خرابی تیری

لَكَ فَأَوَّلَىٰ ۳۵ أَيْحَسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدَّ ۳۶

خرابی پر خرابی تیری ۳۵ کیا خیال رکھتا ہے آدمی ۳۶ کہ چھوٹا رہے گا بے قید

الْمُرِيكَ نُطْفَةً مِّنْ مَّيِّ يُمْنِي ۳۷ ثُمَّ كَانَ عِلْقَةً

بھلا نہ تھا وہ ایک بوند منی کی ۳۷ جو ٹپکی ۳۷ پھر تھا لہو جمّا ہوا

فَخَلَقَ فَسُوءٌ ۳۸ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ

پھر اس نے بنایا اور ٹھیک کراٹھایا ۳۸ پھر کیا اس میں جوڑا ۳۸ اور

الْأُنْثَىٰ ۳۹ أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَدِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۴۰

مادہ ۳۹ کیا یہ (ایسا) خدا زندہ نہیں کر سکتا مردوں کو ۴۰

آيَاتُهَا ۳۱ سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ (۹۸) زَكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ دہر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی آیتیں آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ آتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ

کبھی گزرا ہے ۴۱ انسان پر ۴۱ ایک وقت زمانے میں ۴۱ کہ نہ تھا وہ

رب کی طرف کھینچ کر جانا | یعنی سفر آخرت کی ابتداء یہاں سے ہے گویا اب بندہ اپنے رب کی طرف کھینچا شروع ہوا مگر افسوس اپنی غفلت و حماقت سے کوئی سامان سفر کا پہلے سے درست نہ کیا نہ اتنے بڑے سفر کے لئے کوئی توشہ ساتھ لیا۔

یعنی بجائے سچا سمجھنے اور یقین لانے کے پیغمبروں کو جھوٹا بتلاتا رہا، اور بجائے نماز پڑھنے اور مالک کی طرف متوجہ ہونے کے ہمیشہ ادھر سے منہ موڑ کر چلا۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنی اس سرکشی اور بدبختی پر اتراتا اور اکڑاتا ہوا اپنے متعلقین کے پاس جاتا تھا۔ گویا کوئی بہت بڑی بہادری اور ہنرمندی کا کام کر کے آ رہا ہے۔

یعنی او بد بخت اب تیری کم بختی آئی، ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ اب تیرے لئے خرابی پر خرابی اور تباہی پر تباہی ہے۔ تجھ سے بڑھ کر اللہ کی نئی نئی سزاؤں کا مستحق اور کون ہوگا۔ تنبیہ | شاید اول خرابی یقین نہ لانے اور نماز نہ پڑھنے پر، دوسری اس سے بڑھ کر جھٹلانے اور منہ موڑنے پر، تیسری اور چوتھی ان دونوں امور میں سے ہر ایک کو قائل و فخر سمجھنے پر ہو۔ جس کی طرف۔ ”ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّى“ میں اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی کیا آدمی یہ سمجھا ہے کہ اس کو یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ اور امر و نہی کی کوئی قید اس پر نہ ہوگی؟ یا مرے پیچھے اٹھایا نہ جائے گا؟ اور سب نیک و بد کا حساب نہ لیں گے؟

یعنی عورت کے رحم میں۔

انسان کی اصل حقیقت اور انجام | یعنی نطفہ سے جسے ہوئے خون کی شکل میں آیا۔ پھر اللہ نے اس کی پیدائش کے سب مراتب پورے کر کے انسان بنا دیا اور تمام ظاہری اعضاء اور باطنی قوتیں ٹھیک کر دیں۔ ایک نطفہ بچان سے انسان عاقل بن گیا۔ پھر اسی نطفہ سے عورت اور مرد و قسم کے آدمی پیدا کئے جن میں سے ہر ایک قسم کی ظاہری و باطنی خصوصیات جدا گانہ ہیں۔ کیا وہ قادر مطلق جس نے اولاً سب کو ایسی حکمت و قدرت سے بنایا، اس پر قادر نہیں کہ دوبارہ زندہ کر دے؟ ”مُبَحَّانَكَ اللَّهُمَّ قَبْلَى“ پاک ہے تیری ذات اے خدا! کیوں نہیں، تو بیشک قادر ہے۔ تم سورۃ القیمة واللہ الحمد والمنہ

شَيْئًا مَّذْكُورًا ۱ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ

کوئی چیز جو زبان پر آئی ♦ ہم نے بنایا آدمی کو ایک دورنگی

اَمْشٰجٍ ۲ نَبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۳ اِنَّا هَدَيْنٰهُ

بوند سے ♦ ہم پلٹتے رہے اس کو پھر کر دیا اس کو ہم نے سننے والا دیکھنے والا ♦ ہم نے اس کو بھائی

السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۴ اِنَّا اَعْتَدْنَا

راہ ♦ یا حق مانتا ہے اور یا ناشکری کرتا ہے ♦ ہم نے تیار کر رکھی ہیں

لِلْكَافِرِيْنَ سَلْسِلًا وَّاَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا ۵ اِنَّ الْاَبْرَارَ

منکروں کے واسطے زنجیریں اور طوق اور آگ دہکتی ♦ البتہ نیک لوگ

يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَآسٍ كَانَتْ مِرَاجُهَا كَافُوْرًا ۶ عَيْنًا يَّشْرَبُ

پیتے ہیں پیالہ جس کی ملوٹی ہے کافور ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں

بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۷ يُوفُوْنَ

بندے اللہ کے ♦ چلاتے ہیں وہ اس کی ٹالیاں ♦ پورا کرتے ہیں

بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْرًا ۸ وَ

منت کو ♦ اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ اس کی برائی پھیل پڑے گی ♦ اور

يُطْعَمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهِ مِسْكِيْنًَا وَّ يَتِيْمًا

کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور یتیم کو

وَّاَسِيْرًا ۹ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لُوْجُهُ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ

اور قیدی کو ♦ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں سو خالص (فقط) اللہ کی خوشی چاہنے کو نہ تم سے

سورۃ الدھر

◆ انسان عدم محض تھا | بیشک انسان پر ایک وقت گزر چکا ہے۔ جب اس کا کچھ نام و نشان نہ تھا۔ پھر کتنے ہی دور طے کر کے نطفہ کی شکل میں آیا۔ وہ حالت بھی اس کی موجودہ شرافت و کرامت کو دیکھتے ہوئے اس قابل نہیں کہ زبان پر لائی جائے۔

◆ مخلوط پانی سے انسان کی تخلیق | یعنی مرد اور عورت کے دو رنگے پانی سے پیدا کیا۔ تنبیہ | ”امشاج“ کے معنی مخلوط کے ہیں۔ نطفہ جن غذاؤں کا خلاصہ ہے وہ مختلف چیزوں سے مرکب ہوتی ہیں اس لیے عورت کے پانی سے قطع نظر کر کے بھی اس کو ”امشاج“ کہہ سکتے ہیں۔

◆ الٹ پھیر کے بعد دیکھنے سننے والا بنا دیا | یعنی نطفہ سے جما ہوا خون، پھر اس سے گوشت کا لٹھڑا بنایا۔ اسی طرح کئی طرح کے الٹ پھیر کرنے کے بعد اس درجہ میں پہنچا دیا کہ اب وہ کانوں سے سنتا اور آنکھوں سے دیکھتا ہے اور ان قوتوں سے وہ کام لیتا ہے جو کوئی دوسرا حیوان نہیں لے سکتا۔ گویا اور سب اس کے سامنے بہرے اور اندھے ہیں۔ تنبیہ | ”تَنْبِیْہِہ“ کے معنی اکثر مفسرین نے امتحان و آزمائش کے لئے ہیں۔ یعنی آدمی کا بنانا اس غرض سے تھا کہ اس کو احکام کا مکلف اور امر و نہی کا مخاطب بنا کر امتحان لیا جائے اور دیکھا جائے کہ کہاں تک مالک کے احکام کی تعمیل میں وفاداری دکھاتا ہے۔ اسی لئے اس کو سننے، دیکھنے، اور سمجھنے کی وہ قوتیں دی گئیں جن پر تکلیف شرعی کا مدار ہے۔

◆ ہدایت کے باوجود دفرقے ہو گئے | یعنی اولاً اصل فطرت اور پیدائشی عقل و فہم سے، پھر دلائل عقلیہ و نقلیہ سے نیکی کی راہ بھائی جس کا مقتضی یہ تھا کہ سب انسان ایک راہ پر چلتے لیکن گرد و پیش کے حالات اور خارجی عوارض سے متاثر ہو کر سب ایک راہ پر نہ رہے۔ بعض نے اللہ کو مانا اور اس کا حق پہچانا، اور بعض نے ناشکری اور ناحق کوشی پر کمر باندھ لی۔ آگے دونوں کا انجام مذکور ہے۔

◆ منکروں کیلئے طوق اور زنجیریں | یعنی جو لوگ رسم و رواج اور ادھام و ظنون کی زنجیروں میں جکڑے رہے اور غیر اللہ کی حکومت و اقتدار کے طوق اپنے گلوں سے نہ نکال سکے۔ بلکہ حق و حاطین حق کے خلاف دشمنی اور لڑائی کی آگ بھڑکانے میں عمریں گزاریں، کبھی بھول کر اللہ کی نعمتوں کو یاد نہ کیا۔ نہ اس کی نئی فرمانبرداری کا خیال دل میں لائے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دوزخ کے طوق و سلاسل اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

◆ ابراہیم کیلئے چشمہ کافور کی شراب | یعنی جام شراب پیئیں گے جس میں تمھارا سا کافور ملایا جائے گا۔ یہ کافور دنیا کا نہیں بلکہ جنت کا ایک خاص چشمہ ہے جو خاص طور پر اللہ کے مقرب و مخصوص بندوں کو ملے گا۔ شاید اس کو خضندہ خوشبودار، مفرح کور سفید رنگ ہونے کی وجہ سے کافور کہتے ہوں گے۔

◆ چشمہ کا بہنا عباد اللہ کے اختیار میں | یعنی وہ چشمہ ان بندوں کے اختیار میں ہوگا جدھر اشارہ کریں گے اسی طرف کو اس کی نالی بنے لگے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا اصل منبع حضور ﷺ پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر میں ہوگا۔ وہاں سے سب انبیاء و مومنین کے مکانوں تک اس کی نالیاں پہنچائی جائیں گی۔ واللہ اعلم۔ آگے ابراہیم کی خصلتیں بیان فرمائی ہیں۔

◆ منت کو پورا کرنے والے | یعنی جو منت مانی ہو اسے پورا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب خود اپنی لازم کی ہوئی چیز کو پورا کریں گے تو اللہ کی لازم کی ہوئی باتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

◆ یعنی اس دن کی سختی اور برائی درجہ بدرجہ سب کو عام ہوگی۔ کوئی شخص بالکلیہ محفوظ نہ رہے گا۔ ”إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ“۔

◆ قیدیوں سے حسن سلوک کرنے والے | یعنی اللہ کی محبت کے جوش میں اپنا کھانا باوجود خواہش اور احتیاج کے نہایت شوق اور خلوص سے مسکینوں قیموں اور قیدیوں کو دکھلا دیتے ہیں۔ تنبیہ | قیدی عام ہے مسلم ہو یا کافر۔ حدیث میں ہے کہ ”بزر“ کے قیدیوں کے متعلق حضور ﷺ نے حکم دیا کہ جس مسلمان کے پاس کوئی قیدی رہے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ چنانچہ صحابہ اس حکم کی تعمیل میں قیدیوں کو اپنے سے بہتر کھانا کھلاتے تھے حالانکہ وہ قیدی مسلمان نہ تھے مسلمان بھائی کا حق تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ اگر لفظ ”اسیر“ میں ذرا توسع کر لیا جائے تب تو یہ آیت غلام اور مدیون کو بھی شامل ہو سکتی ہے کہ وہ بھی ایک طرح سے قید میں ہیں۔

جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ① اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا

ہم چاہیں بدلہ اور نہ چاہیں شکر گزاری ♦ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے ایک دن

عَبُوسًا قَطْرِيرًا ② فَوَقَّعَهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ

اداسی والے کی سختی سے ♦ پھر بچالیا ان کو اللہ نے برائی سے اس دن کی

وَلَقَّعَهُمْ نَصْرَةً وَسُرُورًا ③ وَجَزَّيْنَهُمَا صَبْرًا

اور ملا دی ان کو تازگی اور خوش وقتی ♦ اور بدلہ دیا ان کو ان کے صبر پر

جَنَّةً وَحَرِيرًا ④ مُتَّكِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ لَا

باغ اور پوشاک ریشمی ♦ تکیہ لگائے بیٹھیں اس میں تختوں کے اوپر ♦ نہیں

يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ⑤ وَدَانِيَةً

دیکھتے وہاں دھوپ اور نہ ٹھہر ♦ اور جھک رہیں

عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلَّتْ قُطُوفُهَا تَذِيلًا ⑥ وَ

ان پر اس کی چھائیں اور پست کر رکھے ہیں اس کے گچھے لٹکا کر ♦ اور

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِأَنْيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ

لوگ لیے پھرتے ہیں ان کے پاس برتن چاندی کے اور آب خورے

كَانَتْ قَوَارِيرًا ⑦ قَوَارِيرًا مِّنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا

جوہور ہے ہیں شیشے کے شیشے ہیں چاندی کے ♦ ماپ رکھا ہے ان کا

تَقْدِيرًا ⑧ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا

ماپ ♦ اور ان کو وہاں پلاتے ہیں پیالے جس کی ملونی ہے

یہ کھلانے والے زبان حال سے کہتے ہیں اور کہیں مصلحت ہو تو زبان قال سے بھی کہہ سکتے ہیں۔
اخلاص سے کھانا کھلانے والے | یعنی کیوں نہ کھلائیں اور کھلانے کے بعد کیونکر بدلہ یا شکریہ
 کے امیدوار رہیں جب کہ ہم کو اپنے پروردگار اور اس دن کا خوف لگا ہوا ہے جو بہت سخت اداس اور
 غصہ سے جھیں بہ جہیں ہوگا۔ ہم تو اخلاص کے ساتھ کھلانے پلانے کے بعد بھی ڈرتے ہیں کہ دیکھئے
 ہمارا عمل مقبول ہوا یا نہیں۔ مبادا اخلاص وغیرہ میں کمی رہ گئی ہو اور اللہ مانہ پر مارا جائے۔
 یعنی جس چیز سے وہ ڈرتے تھے۔ اللہ نے اس سے محفوظ و مامون رکھا۔ اور ان کے چہروں کو تازگی اور
 دلوں کو سرور عطا کیا۔

یعنی از بسکہ یہ لوگ دنیا کی تنگیوں اور سختیوں پر صبر کر کے معاصی سے رکے اور طاعت پر جتے رہے
 تھے۔ اس لئے اللہ نے ان کو عیش کرنے کے لئے جنت کے باغ اور لباسہائے فاخرہ مرحمت فرمائے۔
 بادشاہوں کی طرح۔

جنت کا موسم | یعنی جنت کا موسم نہایت معتدل ہوگا نہ گرمی کی تکلیف نہ سردی کی۔
جنت کے پھلوں کے کچھے | یعنی درختوں کی شاخیں مع اپنے پھول پھل وغیرہ کے ان پر جھکی
 پڑتی ہوگی اور پھلوں کے خوشے ایسی طرح لٹکے ہونگے اور ان کے قبضہ میں کر دیئے جائیں گے کہ جنتی
 جس حالت میں چاہے کھڑے بیٹھے، لیٹے بے تکلف چن سکے | تنبیہ | شاید درختوں کی شاخوں کو
 یہاں ظلال سے تعبیر فرمایا ہے یا واقعی سایہ ہو۔ کیونکہ آفتاب کی دھوپ نہ سہی، کوئی دوسری قسم کا نور تو
 وہاں ضرور ہوگا۔ اس کے سایہ میں بہشتی تفریح و تفریح کی غرض سے کبھی بیٹھنا چاہیں گے۔ واللہ اعلم۔
جنت کے برتن | یعنی آنخورے اصل میں چاندی کے بنے ہونگے نہایت سفید، بے داغ اور
 فرحت بخش، لیکن صاف و شفاف اور چمکدار ہونے میں شیشے کی طرح معلوم ہونگے۔ ان کے اندر کی
 چیز باہر سے صاف نظر آئے گی۔

اندازے پر بھرے ہوئے | یعنی جنتی کو جس قدر پینے کی خواہش ہوگی ٹھیک اس کے اندازے
 کے موافق بھرے ہوئے نہ کی رہے نہ بچے۔ یا بہشتیوں نے اپنے دل سے جیسا اندازہ کر لیا ہوگا
 بلا کم و کاست اسی کے موافق آئیں گے۔

زَنْجَبِيلًا ۱۴ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ۱۵ وَ

سوئے ۱۴ ایک چشمہ ہے اس میں ۱۵ اس کا نام کہتے ہیں سلسیل ۱۶ اور

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۱۶ إِذَا رَأَيْتَهُمْ

پہرتے ہیں ان کے پاس لڑکے ۱۶ سدا رہنے والے ۱۷ جب تو ان کو دیکھے

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۱۷ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ

خیال کرے ۱۷ کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے ۱۸ اور جب تو دیکھے وہاں تو دیکھے

نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۱۸ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُنْدُسٌ

نعمت ۱۸ اور سلطنت بڑی ۱۹ اوپر کی پوشاک ان کی کپڑے ہیں باریک

خَضِرٌ ۱۹ وَاسْتَبْرَقٌ زَوْحُلُومٌ ۲۰ فَضَّةٌ وَسَقَمٌ

ریشم کے ہزار گاڑھے ۲۰ اور ان کو پہنائے جائیں گے نکلن چاندی کے ۲۱ اور پلائے ان کو

رَبَّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۲۱ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَ

ان کا رب شراب جو پاک کرے دل کو ۲۲ یہ ہے تمہارا بدلہ ۲۳ اور

كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُورًا ۲۲ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ

کمانی تمہاری ٹھکانے لگی ۲۳ ہم نے اتارا تجھ پر

الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۲۳ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ

قرآن سچ اتارنا ۲۴ سو تو انتظار کر اپنے رب کے حکم کا ۲۵ اور کہنا امت مان

مِنْهُمْ اِثْمًا ۲۴ وَكَفُورًا ۲۵ وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً

ان میں سے کسی گنہگار کا ۲۶ یا شکر کا ۲۷ اور لیتا رہ نام اپنے رب کا ۲۸

◆ **سونٹھ ملے ہوئے مشروب** | یعنی ایک جام شراب وہ تھا جس کی طوئی کافور ہے۔ دوسرا وہ ہوگا۔ جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ مگر یہ دنیا کی سونٹھ نہ سمجھئے وہ ایک چشمہ ہے جنت میں جس کو سلسبیل کہتے ہیں۔ سونٹھ کی تاثیر گرم ہے اور وہ حرارت غریزہ میں انھاش پیدا کرتی ہے۔ عرب کے لوگ اس کو بہت پسند کرتے تھے۔ بہر حال کسی خاص مناسبت سے اس چشمہ کو زنجبیل کا چشمہ کہتے ہیں۔ ابرار کے پیالہ میں اس کی تھوڑی سی آمیزش کی جائے گی۔ اصل میں وہ چشمہ بڑے عالی مقام مقربین کے لئے ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **جنت کا چشمہ سلسبیل** | اس نام کے معنی ہیں پانی صاف بہتا ہوا۔ کذا فی الموضح۔

◆ **یعنی ہمیشہ لڑکے رہیں گے یا جنتیوں سے کبھی چھینے نہ جائیں گے۔**

◆ **بکھرے موتیوں کی طرح خوبصورت لڑکے** | یعنی اپنے حسن و جمال صفائی اور آب و تاب میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے ایسے خوش منظر معلوم ہونگے گویا بہت سے چمکدار خوبصورت موتی زمین پر بکھیر دیئے گئے۔

◆ **جنت کی عظیم حکومت** | یعنی جنت کا حال کیا کہا جائے، کوئی دیکھے تو معلوم ہو کہ کیسی عظیم الشان نعمت اور کتنی بھاری بادشاہت ہے جو ادنیٰ ترین جنتی کو نصیب ہوگی۔ رَزَقْنَا اللّٰهَ مِنْهَا بِمَنْهٍ وَفَضْلٍ۔

◆ **جنت کے لباس** | یعنی باریک اور دبیز دونوں قسم کے ریشم کے لباس جنتیوں کو ملیں گے۔

◆ **چاندی کے کنگن** | اس سورت میں تین جگہ چاندی کے برتنوں اور زیور وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔ دوسری جگہ سونے کے بیان کئے گئے ہیں۔ ممکن ہے یہ بھی ہوں اور وہ بھی، کسی کو یہ ملیں، کسی کو وہ۔ یا کبھی یہ کبھی وہ۔

◆ **پروردگار کی طرف سے شراب طہور** | یعنی سب نعمتوں کے بعد شراب طہور کا ایک جام محبوب حقیقی کی طرف سے ملے گا، جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت، نہ سرگرائی، نہ بدبو، اس کے پینے سے دل پاک اور پیٹ صاف ہونگے، پینے کے بعد بدن سے پسینہ نکلے گا جس کی خوشبو مشک کی طرح مہکنے والی ہوگی۔

◆ **یعنی مزید اعزاز و اکرام اور تطیب قلوب کے لئے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔ تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔ اور محنت ٹھکانے لگی۔ اس کو سن کر جنتی اور زیادہ خوش ہونگے۔**

◆ **کفار پر صبر کیجئے** | تاکہ آپ ﷺ کا دل مضبوط رہے اور لوگ بھی آہستہ آہستہ اپنے نیک و بد کو سمجھ لیں۔ اور معلوم کر لیں کہ جنت کن اعمال کی بدولت ملتی ہے۔ اگر اس طرح سمجھانے پر بھی نہ مانیں اور اپنی ضد و عناد ہی قائم رہیں تو آپ ﷺ اپنے پروردگار کے حکم پر برابر جبرے رہئے۔ اور آخری فیصلہ کا انتظار کیجئے۔

◆ **قریش کے سرداروں کی بات نہ مانئے** | عتبہ اور ولید وغیرہ کفار قریش آپ ﷺ کو دنیوی لالچ دے کر اور چکنی چڑی باتیں بنا کر چاہتے تھے کہ فرض تبلیغ و دعوت سے باز رکھیں۔ اللہ نے متنبہ فرمادیا۔ کہ آپ ﷺ ان میں سے کسی کی بات نہ مانیں۔ کیونکہ کسی گنہگار فاسق یا ناشکر کافر کا کہنا ماننے سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ ایسے شریروں اور بد بختوں کی بات پر کان دھرنا نہیں چاہئے۔

وَأَصْبِلًا ۝۲۵ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ

اور شام ۛ اور کسی (کچھ) وقت رات کو سجدہ کر اس کو ۛ اور پاکی

لَيْلًا طَوِيلًا ۝۲۶ إِنَّ هَؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَ

بول اس کی بڑی رات تک ۛ یہ لوگ چاہتے ہیں جلدی ملنے والے کو اور

يَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۝۲۷ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ

چھوڑ رکھا ہے اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو ۛ ہم نے ان کو بنایا

وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ

اور مضبوط کیا ان کی جوڑ بندی کو اور جب ہم چاہیں بدل لائیں ان جیسے لوگ

تَبْدِيلًا ۝۲۸ إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمِنْ شَاءَ

بدل کر ۛ یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے

اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝۲۹ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا

کر رکھے اپنے رب تک راہ ۛ اور تم نہیں چاہو گے

أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۳۰

جو چاہے اللہ بے شک اللہ ہے سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا ۛ

يَدْخُلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ

داخل کر لے جس کو چاہے اپنی رحمت میں ۛ اور جو گنہگار ہیں

أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۳۱

تیار ہے ان کے واسطے عذاب دردناک

صبح و شام ذکر اللہ کی تاکید | یعنی ہر وقت اس کو یاد رکھو خصوصاً ان دو وقتوں میں سب فرشتوں کا علاج بھی ذکر خدا ہے۔

رات کی نماز | یعنی نماز پڑھ، شاید مغرب و عشاء مراد ہو یا تہجد۔

تہجد کی نماز | اگر ”وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ“ سے تہجد مراد لیا جائے تو یہاں تسبیح سے اس کے معنی متبادر مراد لیں گے۔ یعنی شب کو تہجد کے علاوہ بہت زیادہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے اور اگر پہلے مغرب و عشاء مراد تھی تو یہاں تسبیح سے تہجد مراد لے سکتے ہیں۔

حب دنیا کفر کی وجہ ہے | یعنی یہ لوگ جو آپ ﷺ کی نصیحت و ہدایت قبول نہیں کرتے اس کا سبب حب دنیا ہے۔ دنیا چونکہ جلد ہاتھ آنے والی چیز ہے اسی کو یہ چاہتے ہیں اور قیامت کے بھاری دن سے غفلت میں ہیں اس کی کچھ فکر نہیں۔ بلکہ اس کے آنے کا یقین بھی نہیں۔ سمجھتے ہیں کہ مر کر جب گل سڑ گئے پھر کون دوبارہ ہم کو ایسا ہی بنا کر کھڑا کر دے گا؟ آگے اس کا جواب دیا ہے۔

یعنی اول پیدا ہم نے کیا اور سب جوڑ بند درست کئے۔ آج ہماری وہ قدرت سلب نہیں ہو گئی۔ ہم جب چاہیں ان کی موجودہ ہستی کو ختم کر کے دوبارہ ایسی ہی ہستی بنا کر کھڑی کر دیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ نہ مانیں گے تو ہم قادر ہیں کہ جب چاہیں ان کی جگہ دوسرے ایسے ہی آدمی لے آئیں جو ان کی طرح سرکش نہ ہو گئے۔

اس نصیحت کو جو چاہے قبول کرے | یعنی جبر و زور سے منوادینا آپ کا کام نہیں، قرآن کے ذریعہ نصیحت کر دیجئے۔ آگے ہر ایک کو اختیار ہے جس کا جی چاہے اپنے رب کی خوشنودی تک پہنچنے کا راستہ بنا رکھے۔

تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہنے سے ہے | یعنی تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہے بدون نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بندہ کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے وہ جانتا ہے کہ کس کی استعداد و قابلیت کس قسم کی ہے اسی کے موافق اس کی مشیت کام کرتی ہے۔ پھر وہ جس کو اپنی مشیت سے راہ راست پر لائے، اور جس کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دے عین صواب و حکمت ہے۔

یعنی جن کی استعداد اچھی ہوگی ان کو نیکی پر چلنے کی توفیق دے گا۔ اور اپنی رحمت و فضل کا مستوجب بنائے گا، تم سورۃ الدھر وللہ الحمد والمنا

اَيٰهَا ۵۰ ﴿۷۷﴾ سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ (۳۳) رُكُوْعَاهَا ۲

سورۃ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچاس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۱ ۝ فَالْعَصْفِ عَصْفًا ۲ ۝

قسم ہے چلتی ہواؤں کی دل کو خوش آتی پھر جھونکا دینے والیوں کی زور سے

وَالنَّشْرِ نَشْرًا ۳ ۝ فَالْفِرْقِ فِرْقًا ۴ ۝

پھر ابھارنے والیوں کی اٹھا کر پھر بھاڑنے والیوں کی بانٹ کر

فَالْبُلْقِیَّتِ ذِکْرًا ۵ ۝ عُدْرًا اَوْ نُذْرًا ۶ ۝

پھر فرشتوں کی جوتا کر لائیں وحی (نبیوت) الزام اتارنے کو یا ڈر سنانے کو

اِنَّمَا تُوعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۷ ۝ فَاِذَا النُّجُومُ طُبِسَتْ ۸ ۝

مقرر جو تم سے وعدہ ہوا وہ ضرور ہوتا ہے پھر جب تارے مٹائے جائیں

وَإِذَا السَّمَاءُ فُرْجَتْ ۹ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ سُفَّتْ ۱۰ ۝

اور جب آسمان میں جھرو کے پڑ جائیں اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں

وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِنَّتْ ۱۱ ۝ لِآيٍ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ۱۲ ۝

اور جب رسولوں کا وقت مقرر ہو جائے کس دن کے واسطے ان چیزوں میں دیر ہے

لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۱۳ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۱۴ ۝

اس فیصلے کے دن کے واسطے اور تو نے کیا بوجھا کیا ہے فیصلے کا دن

سورۃ المرسلات

♦ چلتی ہواؤں کی قسم | یعنی اول ہوا نرم اور خوشگوار چلتی ہے، جس سے مخلوق کی بہت سی توقعات اور منافع وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد وہی ہوا ایک تند آندھی اور طوفانی جھکڑ کی شکل اختیار کر کے وہ خرابی اور غضب ڈھاتی ہے کہ لوگ بلبلا اٹھتے ہیں۔ یہی مثال دنیا و آخرت کی سمجھو کتنے ہی کام ہیں جن کو لوگ فی الحال مفید اور نافع تصور کرتے ہیں اور ان پر بڑی امیدیں باندھتے ہیں۔ لیکن وہی کام جب قیامت کے دن اپنی اصلی اور سخت ترین خوفناک صورت میں ظاہر ہو گئے تو لوگ ہناہما گئے لگیں گے۔

♦ ناشرات اور فارقات ہوائیں | یعنی ان ہواؤں کی قسم جو بخارات وغیرہ کو اٹھا کر اوپر لے جاتی ہیں اور ابر کو ابھار کر جو میں پھیلا دیتی ہیں پھر جہاں جہاں پہنچانا ہے اللہ کے حکم سے اس کے حصے کر کے باغی ہیں اور بارش کے بعد بادلوں کو پھاڑ کر ادھر ادھر متفرق کرتی ہیں اور کچھ ابر کے ساتھ مخصوص نہیں، ہوا کی عام خاصیت یہ ہے کہ اشیاء کی کیفیات مثلاً خوشبو، بدبو وغیرہ کو پھیلائے ان کے لطیف اجزا کو جدا کر کے لے اڑے اور ایک چیز کو اٹھا کر دوسری چیز سے جاملائے۔ غرض یہ جمع و تفریق جو ہوا کا خاصہ ہے ایک نمونہ ہے آخرت کا، جہاں حشر و نشر کے بعد لوگ جدا کئے جائیں گے اور ایک جگہ جمع ہونے کے بعد الگ الگ ٹھکانوں پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ ”هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمْعُكُمْ وَالْأَوَّلِينَ“

♦ ان الفاظ کی دوسری تفسیر | حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ”الْمُفْلِقِ ذِكْرًا“ سے بھی ہوائیں مراد لی ہیں کیونکہ وحی کی آواز کا لوگوں کے کانوں تک پہنچانا بھی ہوا کے ذریعہ سے ہے۔ تنبیہ | ”الْمُرْسَلَاتِ“ ”الْعَصْفِ“ ”النَّشْرَاتِ“ ”الْفَرْقِ“ ”الْمُفْلِقِ“ پانچوں کا مصداق کسی نے ہواؤں کو ٹھہرایا ہے، کسی نے فرشتوں کو، کسی نے پیغمبروں کو، اور بعض مفسرین نے پہلی چار سے ہوائیں مراد لیں ہیں اور پانچویں سے فرشتے، جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اور بھی اقوال ہیں جن سب کی تفصیل روح المعانی میں ملے گی۔

♦ وحی کفار کیلئے حجت اور مومنین کیلئے انداز ہے | حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں ”کہ (وحی سے) کافروں کا الزام اتارنا منظور ہے کہ (سزا کے وقت) نہ کہیں ہم کو خبر نہ تھی اور جن کی قسمت میں ایمان ہے ان کو ڈر سنانا تا ایمان لائیں۔“ اور حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جو کلام الہی امر و نہی اور عقائد و احکام پر مشتمل ہے۔ وہ عذر کرنے کے واسطے ہے، تا اعمال کی باز پرس کے وقت اس شخص کے لئے عذر اور دستاویز ہو کہ میں نے فلاں کام حق تعالیٰ کے حکم کے بموجب کیا اور فلاں کام اس کے حکم سے ترک کیا۔ اور جو کلام الہی قصص و اخبار وغیرہ پر مشتمل ہو وہ عموماً منکرین کو ڈرانے اور خوف دلانے کے لئے ہے اور اس سورت میں روئے سخن بیشتر مکذبین و منکرین کی طرف تھا۔ اس لئے بشارت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ بہر حال وحی لانے والے فرشتے اور وحی پہنچانے والی ہوائیں شاہد ہیں کہ ایک وقت ضرور آتا چاہئے جب مجرموں کو ان کی حرکات پر طرز کیا جائے اور خدا سے ڈرنے والوں کو بالکلیہ مامون و بے فکر کر دیا جائے۔

♦ یعنی قیامت کا اور آخرت کے حساب و کتاب اور جزا و سزا کا وعدہ۔

♦ قیامت کے احوال | یعنی تارے بے نور ہو جائیں، آسمان پھٹ پڑیں اور پھٹنے کی وجہ سے ان میں درحییاں اور جمہور کے سے نظر آنے لگیں۔

♦ یعنی روئی کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں۔

♦ آخرت میں رسولوں کا مقرر وقت | تا آگے پیچھے وقت مقرر کے موافق اپنی اپنی امتوں کے ساتھ رب العزت کی سب سے بڑی بیٹی میں حاضر ہوں۔

♦ فیصلہ کے دن ہی سب فیصلے ہوں گے | یعنی جانتے ہو؟ ان امور کو کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے؟ اس دن کے لئے جس میں ہر بات کا بالکل آخری اور حتمی فیصلہ ہوگا۔ بیشک اللہ چاہتا تو ابھی ہاتھوں ہاتھ ہر چیز کا فیصلہ کر دیتا۔ لیکن اس کی حکمت متعقبات نہیں ہوئی کہ ایسا کیا جائے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝۱۵ أَلَمْ نُهَبِكْ أَلَّا وَلِيْنَ ۝۱۶ ط

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ۱۵ کیا ہم نے نہیں مارکھپایا پہلوں کو

ثُمَّ نَتَّبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ۝۱۷ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ

پھر ان کے پیچھے بھیجتے ہیں پچھلوں کو ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں

بِالْمُجْرِمِينَ ۝۱۸ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝۱۹ أَلَمْ

گنہگاروں کے ساتھ ۱۸ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ۱۹ کیا

نَخْلُقُكُمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِينٍ ۝۲۰ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ

ہم نے نہیں بنایا تم کو ایک بے قدر پانی سے ۲۰ پھر رکھا اس کو ایک جے ہوئے

مَّكِينٍ ۝۲۱ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۲ فَقَدَرْنَا ۝۲۳ فَنِعْمَ

ٹھکانے میں ۲۱ ایک وعدہ مقرر تک ۲۲ پھر ہم اس کو پورا کر سکے سو ہم کیا

الْقَدِرُونَ ۝۲۴ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝۲۵ أَلَمْ

خوب سکت والے ہیں ۲۴ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ۲۵ کیا

نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝۲۶ اَحْيَاءَ وَاَمْوَاتًا ۝۲۷

ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی ۲۶ زندوں کو اور مردوں کو ۲۷

وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شٰخِصَاتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً

اور رکھے ہم نے زمین میں بوجھ کے لیے پہاڑ اونچے اور پلایا ہم نے تم کو پانی میٹھا

فُرَاتًا ۝۲۸ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝۲۹ اِنۡطَلِقُواْ

پریاس بھانے والا ۲۸ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ۲۹ چل کر دیکھو

◆ مکذبین کیلئے خرابی ہے | یعنی کچھ مدت پوچھو، فیصلہ کا دن کیا چیز ہے۔ بس یہ سمجھ لو، کہ جھٹلانے والوں کو اس روز سخت تباہی اور مصیبت کا سامنا ہوگا۔ کیونکہ جس چیز کی انہیں امید نہ تھی جب وہ یکا یک اپنی ہولناک صورت میں آن پہنچے گی تو ہوش پراں ہو جائیں گے، اور حیرت و ندامت سے حواس باختہ ہونگے۔

◆ قوموں سے کچھلی دنیا کی ہلاکت پر استدلال | منکرین قیامت سمجھتے تھے کہ اتنی بڑی دنیا کہاں ختم ہوتی ہے؟ بھلا کون باور کرے گا کہ سب آدمی بیک وقت مرجائیں گے اور نسل انسانی بالکل نابود ہو جائے گی؟ یہ دوزخ اور عذاب کے ڈراوے سب فرضی اور بناوٹی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس کا جواب دیا کہ پہلے کتنے آدمی مر چکے اور کتنی قومیں اپنے گناہوں کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔ پھر ان کے پیچھے بھی موت و ہلاکت کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ جب ہماری قدیم عادت مجرموں کی نسبت معلوم ہو چکی تو سمجھ لو کہ دور حاضر کے کفار کو بھی ہم ان ہی اگلوں کے پیچھے چلتا کر دیں گے۔ جو ہستی الگ الگ زمانوں میں بڑے بڑے مضبوط آدمیوں کو مار سکتی اور طاقتور مجرموں کو پکڑ کر ہلاک کر سکتی ہے، وہ اس پر کیوں قادر نہ ہوگی کہ سب مخلوق کو ایک دم میں فنا کر دے۔ اور تمام مجرموں کو بیک وقت عذاب کا مزہ چکھائے۔

◆ یعنی جو قیامت کی آمد کو اس لئے جھٹلاتے تھے کہ سب انسان ایک دم کیسے فنا کر دیئے جائیں گے اور کس طرح سب مجرموں کو بیک وقت گرفتار کر کے سزا دیں گے۔

◆ قرار مکین | یعنی ایک ٹھہراؤ کی جگہ میں محفوظ رکھا۔ مراد اس سے رحم مادر ہے جسے ہمارے محاورات میں بچہ دان کہتے ہیں۔

◆ اکثر وہاں ٹھہرنے کی مدت نو مہینے ہوتی ہے۔

◆ انسان کی تخلیق میں قدرت کی نشانیاں | یعنی اس پانی کی بوند کو بتدریج پورا کر کے انسان عاقل بنا دیا۔ اس سے ہماری قدرت اور سکت کو سمجھ لو۔ تو اسی انسان کو مرنے کے بعد ہم دوبارہ زندہ نہیں کر سکتے؟ تنبیہ | بعض نے ”قدرنا“ کے معنی اندازہ کرنے کے لئے ہیں۔ ”اندازہ کیا ہم نے“ اور ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں کہ اتنی مدت میں کوئی ضروری چیز رہ نہیں جاتی اور کوئی زائد و بیکار چیز پیدا نہیں ہوتی۔

◆ جو یوں کہا کرتے تھے کہ مٹی میں مل کر جب ہماری ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہو جائیں گی، پھر کس طرح زندہ کر دیئے جائیں گے؟ اس وقت اپنے ان لچر پوچ شہادت پر شرمائیں گے۔ اور ندامت سے ہاتھ کاٹیں گے۔

◆ زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی زمین | یعنی زندہ مخلوق اسی زمین پر بسر کرتی ہے اور مردے بھی اسی مٹی میں پہنچ جاتے ہیں۔ انسان کو زندگی بھی اسی خاک سے ملی اور موت کے بعد بھی یہی اس کا ٹھکانا ہوا۔ تو دوبارہ اسی خاک سے اس کو اٹھا دینا کیوں مشکل ہوگا۔

◆ پہاڑ اور میٹھا پانی | یعنی اسی زمین میں پہاڑ جیسی وزنی اور سخت چیز پیدا کر دی جو اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کھاتے اور اسی زمین میں پانی کے چشمے جاری کر دیئے جو نرم و سیال ہونے کی وجہ سے برابر بہتے رہتے ہیں، اور بڑی سہولت سے پینے والے کو سیراب کرتے ہیں۔ پس جو خدا اس حقیر زمین میں اپنی قدرت کے متضاد نمونے دکھلاتا ہے اور موت و حیات اور سختی و نرمی کے مناظر پیش کرتا ہے۔ کیا وہ میدان حشر میں سختی و نرمی اور نجات و ہلاکت کے مختلف مناظر نہیں دکھلا سکتا۔ نیز جس کے قبضہ میں پیدا کرنا، ہلاک کرنا، اور حیات و بقاء کے سامان فراہم کرنا یہ سب کام ہوئے اس کی قدرت و نعمت کو جھٹلانا کیوں کر جائز ہوگا۔

◆ جو سمجھتے تھے کہ ایک جگہ اور ایک وقت میں تمام اولین و آخرین کی اطاعت و تعذیب کے اس قدر مختلف اور متضاد کام کیونکر سرانجام پائیں گے۔

إِلَىٰ مَا كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۚ إِنُطْلِقُوا إِلَىٰ

چلو ایک

جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے

ظِلِّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ ۚ لَا ظَلِيلٌ وَلَا يُغْنِي

چھاؤں میں جس کی تین پھانکیں ہیں ۚ نہ گہری چھاؤں (گھن کی) اور نہ کچھ کام آئے

مِنَ اللَّهَبِ ۚ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرِّهَا كَالْقَصْرِ ۚ

جیسے محل

وہ آگ پھینکتی ہے چنگاریاں

طش میں

كَأَنَّهُ جُمِلَتْ صَفْرٌ ۚ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۚ

جھٹلانے والوں کی

خرابی ہے اس دن

گویا وہ اونٹ ہیں زرد

هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ ۚ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ۚ

کہ تو بہ کریں

اور نہ ان کو حکم ہو

یہ وہ دن ہے کہ نہ بولیں گے

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۚ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ

یہ دن فیصلے کا

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی

جَمْعُكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ

پھر اگر کچھ داؤ ہے تمہارا

اور اگلوں کو

جمع کیا ہم نے تم کو

فَكِيدُونِ ۚ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۚ إِنَّ

البتہ

جھٹلانے والوں کی

خرابی ہے اس دن

تو چلا لو مجھ پر

الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ۚ وَفَوَاحِهِ مِمَّا

اور میوے جس قسم کے

اور نہروں میں

وہ سایہ میں ہیں

جو ڈرنے والے ہیں

یعنی قیامت کے دن یوں کہا جائے گا۔

کفار کیلئے تین شاخوں والا سایہ | قنادہ وغیرہ سے مردی ہے کہ کافروں کے سایہ کے لئے ایک دھواں دوزخ سے اٹھے گا،

جو پھٹ کر کئی ٹکڑے ہو جائے گا کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص کو تین طرف سے گھیرے گا۔ ایک ٹکڑا سر کے اوپر سائبان کی طرح گھبرے گا۔ دوسرا ٹکڑا داہنے اور تیسرا بائیں ہو جائے گا۔ حساب سے فارغ ہونے تک وہ لوگ اسی سایہ کے نیچے رہیں گے۔ اور ایمان دار نیک کردار عرش اعظم کے سایہ میں آرام سے کھڑے ہونگے۔

یعنی محض برائے نام سیاہ ہوگا، گہری چھاؤں نہیں ہوگی۔ جس سے آفتاب کی گرمی یا آگ کی تپش سے نجات ملے یا اندر کی گرمی اور پیاس میں کمی ہو۔

اس سائے سے عظیم انگارے گریں گے | یعنی اونچی ہوتی ہیں، چنگاریاں بڑے اونچے محل کے برابر۔ یا اس کے انگارے کلائی میں محل کے برابر ہونگے۔

زرد اونٹ کے برابر چنگاریاں | یعنی اگر قصر کے ساتھ تشبیہ بلندی میں تھی تو اونٹ کے ساتھ کلائی میں ہوگی۔ اور اگر وہ تشبیہ

کلائی میں ہو تو "كَمَانَهُ جَمَلَتْ صُفْرًا" کا مطلب یہ ہوگا کہ ابتداء چنگاریاں محل کے برابر ہونگی، پھر ٹوٹ کر اور چھوٹی ہو کر اونٹ کے برابر ہو جائیں گی۔ یا اونٹ کے ساتھ رنگت میں تشبیہ ہو، لیکن اس صورت میں "جَمَلَتْ صُفْرًا" کا ترجمہ جنہوں نے "کالے اونٹوں" سے کیا ہے وہ زیادہ چسپاں ہوگا۔ کیونکہ روایات سے جہنم کی آگ کا سیاہ و تاریک ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اور عرب کالے اونٹ کو صفر اس لئے کہتے ہیں کہ عموماً وہ زردی مائل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

جو سمجھتے تھے کہ قیامت آنے والی نہیں، اور اگر آئی تو ہم وہاں بھی آرام سے رہیں گے۔

کفار بول نہیں سکیں گے | یعنی محشر کے بعض موطن میں بالکل بول نہ سکیں گے اور جن موطن میں بولیں گے وہ نافع نہ ہوگا۔ اس لحاظ سے بولنا نہ بولنا برابر ہوا۔

کیونکہ معذرت اور توبہ کے قبول ہونے کا وقت گزر گیا۔

یعنی جنہوں نے دنیا کی عدالتوں پر قیاس کر کے سمجھ رکھا ہوگا کہ اگر ایسا موقع پیش آ گیا وہاں بھی زبان چلا کر اور کچھ عذر معذرت کر کے چھوٹ جائیں گے۔

تائب کو اکٹھا کر کے پھر الگ الگ کر دیں اور آخری فیصلہ سنائیں۔

لو! سب کو ہم نے یہاں جمع کر دیا آپس میں مل کر اور مشورے کر کے جو داؤد تدبیر ہماری گرفت سے نکلنے کی کر سکتے ہو کر دکھو! دنیا میں حق کو دبانے کی بہت تدبیریں کی تھیں۔ آج ان میں سے کوئی یاد کرو۔

جو دوسروں پر بھروسہ کئے ہوئے تھے کہ وہ کسی نہ کسی طرح ہم کو چھڑالیں گے اور بعض گستاخ تو دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انہیں سن کر یہاں تک کہہ گذرتے تھے کہ ان میں سے سترہ کو میں اکیلا کافی ہوں۔

یعنی اول عرش کے پھر جنت کے سایوں میں۔

يَشْتَهُونَ ۖ ۛ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ

بدلہ ان کاموں کا

کھاؤ اور پیو مزے سے

وہ چاہیں

تَعْمَلُونَ ۛ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۛ

بدلہ نیکی والوں کو

ہم یونہی دیتے ہیں

جو تم نے کیے تھے

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۛ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا

اور برت لو

کھاؤ

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی

قَلِيلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُونَ ۛ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

خرابی ہے اس دن

بے شک تم گنہگار ہو

تھوڑے دنوں

لِّلْمُكَذِّبِينَ ۛ وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ ارْكَعُوْا لَا

کہ جھک جاؤ نہیں

اور جب کہیں ان کو

جھٹلانے والوں کی

يَرْكَعُونَ ۛ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۛ فَبَايِعَ

اب کس

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی

جھکتے

حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۛ

بات پر اس کے بعد یقین لائیں گے

متقین کا حال | مکذبین کے مقابل یہ متقین کا حال بیان فرمادیا کہ ”الاشیاء تعرف باضدادها۔“

جو دنیا میں مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر مرنے کے بعد دوسری زندگی ہے تو وہاں بھی ہم تم سے اچھے رہیں گے۔ اب ان کو عیش میں اور اپنے کو تکلیف میں دیکھ کر اور زیادہ جلیں گے اور ذلیل و رسوا ہونگے۔

◆ کچھ روز اور عیش کر لو | یہ خطاب مکذبین کو ہے کہ چند روز اور مزے اڑالو۔ آخر یہ کھایا پیا بہت بری طرح نکلے گا۔ کیونکہ تم اللہ کے مجرم ہو جس کی سزا جس دوام اور عذاب الیم کے سوا کچھ نہیں۔ ”کُلُوا وَتَمَتُّوا“ فرماتا ایسا ہوا جیسے ایک مجرم کو جس کے لئے پھانسی کا حکم ہو چکا ہو، پھانسی دینے سے قبل کہہ دیتے ہیں کہ کوئی خواہش ہو تو ظاہر کرو تا اس کے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔

◆ جو دنیا کے عیش و بہار اور لذتوں پر سمجھ رہے تھے، یہ خبر نہ تھی کہ جس چیز کو پھولوں کا ہار سمجھ کر گلے میں ڈال رہے ہیں وہ کالا ناگ ہے۔

◆ یعنی نماز میں یا اللہ کے عام احکام کے سامنے۔

◆ جھکنے سے انکار کرتے ہیں | اس دن پچھتائیں گے کہ دنیا میں احکام الہی کے سامنے کیوں نہ جھکے۔ وہاں سر جھکاتے تو آج یہاں سر بلند ہوتے۔

◆ قرآن کے بعد یقین کے لئے کس چیز کا انتظار ہے | یعنی قرآن سے بڑھ کر کامل اور موثر بیان کس کا ہوگا۔ اگر یہ مکذبین اس پر یقین نہیں لاتے تو اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟ کیا قرآن کے بعد کسی اور کتاب کے منتظر ہیں جو آسمان سے اترے گی؟ تم سورة المرسلات ولله الحمد والمنه وبه التوفيق والعصمة.

﴿آيَاتُهَا ۲۰﴾ ﴿سُورَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ (۸۰)﴾ ﴿رُكُوْعَاتُهَا ۲﴾

سورۃ نبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں ہیں اور درود رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ ۝۲ الَّذِي هُمْ فِيهِ

کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپس میں ۱ پوچھتے ہیں اس بڑی خبر سے ۲ جس میں وہ

مُخْتَلِفُونَ ۝۳ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝۵ اَلَمْ نَجْعَلِ

مختلف ہیں ۳ کلا سیکھوں گے ۴ پھر بھی ہرگز نہیں اب جان لیں گے ۵ کیا ہم نے نہیں بنایا

الْاَرْضَ مِهْدًا ۝۶ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝۸

زمین کو بچھونا ۶ اور پہاڑوں کو پھینک ۷ اور تم کو بنایا ہم نے جوڑے جوڑے ۸

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَجَعَلْنَا الْبَيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰ وَجَعَلْنَا

اور بنایا نیند کو تمہاری تکان دفع کرنے کے لیے ۹ اور بنایا رات کو اوڑھنا ۱۰ اور بنایا

النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۱۱ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲ وَجَعَلْنَا

دن کمائی کرنے کو ۱۱ اور چنی ہم نے تم سے اوپر سات چنانی مضبوط ۱۲ اور بنایا

سِرَاجًا وَهَّاجًا ۝۱۳ وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرِ مَاءً ثَجَّاجًا ۝۱۴

ایک چراغ چمکتا ہوا (جگمگاتا) ۱۳ اور اتارا نچڑنے والی (نچوڑنے والی) بدلیوں سے پانی کا ریل ۱۴

سورة النبا

یعنی لوگ کس بات کا کھوج لگانے اور کس چیز کی تحقیق و تفتیش میں مشغول ہیں۔ کیا ان میں ایسی استعداد ہے کہ بہت پوچھ پوچھ پاچھ کرنے سے وہ چیز ان کی سمجھ میں آجائے گی۔ ہرگز نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ کفار جو ازراہ انکار و استہزاء آپس میں ایک دوسرے سے نیز پیغمبر

اور مومنین سے سوال کرتے ہیں کہ ہاں صاحبِ اودہ قیامت کب آئے گی؟ اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ ابھی کیوں نہیں آ جاتی؟ جانتے ہو یہ کس چیز کی نسبت سوال کر رہے ہیں؟ وہ بہت عظیم الشان چیز ہے جس کا علم ان کو عنقریب ہو جائے گا۔ جب اپنی آنکھ سے اس کے ہولناک مناظر دیکھیں گے۔

◆ **قیامت پر سوال اور اختلاف** | یعنی قیامت کی خبر جس میں لوگوں کا اختلاف ہے، کوئی اس کے آنے پر یقین رکھتا ہے، کوئی منکر ہے کوئی شک میں پڑا ہے، کوئی کہتا ہے بدن اٹھے گا، کوئی کہتا ہے کہ سب عذاب و ثواب روح پر گزرے گا بدن سے کچھ تعلق نہیں۔ الی غیر ذلک من الاختلافات۔

◆ **قیامت کو عنقریب جان لیں گے** | یعنی پیغمبروں نے ابتداء دنیا سے آج تک بہت کچھ سمجھایا، مگر لوگ اپنے اختلافات اور پوچھ پاچھ سے ہرگز باز آنے والے نہیں۔ اب قریب ہے کہ وہ ہولناک منظر ان کے سامنے آ جائے اس وقت جان لیں گے کہ قیامت کیا چیز ہے اور ان کے سوالات و اختلافات کی حیثیت کیا تھی۔

◆ **زمین کا بچھونا** | جس پر سکون و اطمینان سے آرام کرتے اور کروٹیں بدلتے ہیں۔

◆ **پہاڑوں کی میخیں** | جیسا کسی چیز میں میخ لگا دینے سے وہ چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلتی۔ ایسے ہی ابتداء میں زمین جو کانپتی اور لرزتی تھی، اللہ نے پہاڑ پیدا کر کے اس کے اضطراب اور کچکی کو دور کیا۔ گویا زمین کو ایک طرح کا سکون پہاڑوں سے حاصل ہوا۔

◆ **مرد و عورت کے جوڑے** | یعنی مرد کے سکون و راحت کے لئے عورت کو اس کا جوڑا بنایا۔ ”وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا“ (روم۔ رکوع ۳) یا ازواج سے مراد طرح طرح کی اشکال والوان وغیرہ ہوں۔

◆ **سکون دینے والی نیند** | یعنی دن بھر کی دوڑ دھوپ سے تھک کر جب آدمی نیند لیتا ہے تو سب تعب اور مکان دور ہو جاتا ہے گویا نیند تو نام ہی سکون و استراحت کا ہے، آگے نیند کی مناسبت سے رات کا ذکر کرتے ہیں۔

◆ **رات کا لباس** | جیسے آدمی کپڑا اوڑھ کر اپنے بدن کو چھپا لیتا ہے۔ اسی طرح رات کی تاریکی مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے اور جو کام چھپانے کے لائق ہوں عموماً رات کے اندھیرے میں کئے جاتے ہیں۔ اور حسی طور پر بھی شب کو کپڑا اوڑھنے کی ضرورت دن سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ نسبتاً وہ وقت خشکی اور ٹھنڈک کا ہوتا ہے۔

◆ **معاش کیلئے دن** | یعنی عموماً کاروبار اور کمائی کے دھندے دن میں کئے جاتے ہیں جن کا مقصد یہ ہی ہے کہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی حوائج کی طرف سے دل کو سکون و اطمینان نصیب ہو۔ آگے رات دن کی مناسبت سے آسمانوں اور سورج کا ذکر فرماتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ زمین کے مقابل آسمان کا بیان ہے۔

◆ **یعنی سات آسمان بہت مضبوط بنائے۔ جن میں آج تک اس قدر مدت گزرنے کے باوجود کوئی رخسہ نہیں پڑا۔**

◆ **یعنی آفتاب جس میں روشنی اور گرمی دونوں وصف موجود ہیں۔**

◆ **لبریز بادل** | نچونے والی بدلیاں یا نچونے والی ہوائیں۔

لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۚ وَجَنَّتٍ أَلْفَافًا ۝۱۶ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ

تاکہ ہم نکالیں اس سے اناج اور سبزہ اور باغ چٹوں میں لپٹے ہوئے ♦ بے شک دن فیصلے کا ہے

كَانَ مِيقَاتًا ۚ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۚ وَ

ایک وقت ٹھہرا ہوا ♦ جس دن پھونکی جائے صور پھر تم چلے آؤ جٹ کے جٹ (غول کے غول) ♦ اور

فَتُحْتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۚ وَسِيرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ

کھولا جائے آسمان تو ہو جائیں اس میں دروازے ♦ اور چلائے جائیں گے پہاڑ تو ہو جائیں گے

سَرَابًا ۚ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۚ لِلظَّالِمِينَ مَأْبًا ۚ

چمکتا رہتا ♦ بے شک دوزخ ہے تاک میں شریروں کا ٹھکانا ♦

لِبِثْنٍ فِيهَا أَحْقَابًا ۚ لَا يَذُقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۚ

رہا کریں اس میں قرونوں ♦ نہ چکیں وہاں کچھ مزہ ٹھنڈک کا اور نہ پیتا طے کچھ

الْأَحْمِيَاءُ وَغَسَّاقًا ۚ جَزَاءٌ وِّفَاقًا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ

مگر گرم پانی اور بہتی پیپ ♦ بدلہ ہے پورا ان کو تو قہر نہ تھی

حِسَابًا ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَابًا ۚ وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ

حساب کی ♦ اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو کرا کر ♦ اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے

كِتَابًا ۚ فَذُوقُوا فَلَنْ نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۚ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ

لکھ کر ♦ اب چکھو کہ ہم نہ بڑھاتے جائیں گے تم پر مگر عذاب ♦ بے شک ڈروالوں کو

مَفَازًا ۚ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۚ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۚ وَكَأْسًا

ان کی مراد ملی ہے ♦ باغ ہیں اور انگور ♦ اور نو جوان عورتیں ایک عمر کی سب ♦ اور پیالے

◆ گھنے باغات | یعنی نہایت گنجان اور گھنے باغ، یا یہ مراد ہو کہ ایک ہی زمین میں مختلف قسم کے درخت اور باغ پیدا کئے | تنبیہ | قدرت کی عظیم الشان نشانیاں بیان فرما کر بتلادیا کہ جو خدا ایسی قدرت و حکمت والا ہے، کیا اسے تمہارا دوسری مرتبہ پیدا کر دینا اور حساب و کتاب کے لئے اٹھانا کچھ مشکل ہوگا؟ اور کیا اس کی حکمت کے یہ بات منافی نہ ہوگی کہ اتنے بڑے کارخانہ کو یوں ہی خلط ملط بے نتیجہ پڑا چھوڑ دیا جائے۔ یقیناً دنیا کے اس طویل سلسلہ کا کوئی صاف نتیجہ اور انجام ہونا چاہئے اسی کو ہم ”آخرت“ کہتے ہیں۔ جس طرح میند کے بعد بیداری اور رات کے بعد دن آتا ہے، ایسے ہی سمجھ لو کہ دنیا کے خاتمہ پر آخرت کا آنا یقینی ہے۔

◆ فیصلے کا دن مقرر ہے | فیصلہ کا دن وہ ہوگا جس میں نیک کو بد سے بالکل الگ کر دیا جائے کہ کسی قسم کا اشتراک و اجتماع باقی نہ رہے ہر نیکی اپنے معدن میں اور ہر بدی اپنے مرکز پر جا پہنچے۔ ظاہر ہے کہ ایسا کامل امتیاز و افتراق اس دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہاں رہتے ہوئے زمین، آسمان، چاند، سورج، رات دن، سونا، جاگنا، بارش، بادل، باغ، کھیت، اور بیوی بچے تمام نیکیوں اور بدوں میں مشترک ہیں ہر کافر اور مسلم ان سامانوں سے یکساں منتفع ہوتا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ”یوم الفصل“ ایک دن موجودہ نظام عالم کے ختم کئے جانے کے بعد ہو۔ اس کا تعین اللہ کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے۔

◆ یعنی کثرت سے الگ الگ جماعتیں اور ٹولیاں بن کر جن کی تقسیم ان کے ممتاز عقائد و اعمال کی بناء پر ہوگی۔

◆ آسمان کا کھلنا اور دروازے پیدا ہونا | یعنی آسمان پھٹ کر ایسا ہو جائے گا گویا دروازے ہی دروازے ہیں۔ شاید اس کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ فرمایا۔ ”وَيَوْمَ نَشَقُّ السَّمَاءَ بِالسَّعَامِ وَنُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِيلًا“ (الفرقان۔ رکوع ۳)

◆ پہاڑ سراب بن جائیں گے | جیسے چمکتی ریت پر دور سے پانی کا گمان ہو جاتا ہے، ایسے ہی ان پر پہاڑوں کا گمان ہوگا۔ حالانکہ واقع میں وہ پہاڑ نہیں رہیں گے محض ریت کے تودے رہ جائیں گے۔

◆ دوزخ شریروں کی تاک میں ہے | یعنی دوزخ شریروں کی تاک میں ہے اور ان ہی کا ٹھکانا ہے،

◆ جن کا کوئی شمار نہیں۔ قرن پہ قرن گزرتے چلے جائیں گے۔ اور ان کی مصیبت کا خاتمہ نہ ہوگا۔

◆ دوزخ میں پینے کیلئے پیپ | یعنی نہ ٹھنڈک کی راحت پائیں گے، نہ کوئی خوشگوار چیز پینے کو ملے گی۔ ہاں گرم پانی ملے گا جس کی سوزش سے منہ جھلس جائیں گے اور آنتیں کٹ کر پیپ سے باہر آ پڑیں گی اور دوسری چیز پیپ ملے گی جو دوزخیوں کے زخموں سے نکل کر بیسے گی۔ اعاذنا اللہ منها ومن سائر انواع العذاب فی الدنیا والاخرۃ۔

◆ کفار کو فیصلے کی امید نہ تھی | یعنی جس چیز کی امید ان کو نہ تھی وہ ہی سامنے آئی۔ اور جس بات کو جھٹلاتے تھے آنکھوں سے دیکھ لی۔ اب دیکھیں کیسے جھٹلاتے اور کرتے ہیں۔

◆ ہر چیز گنی ہوئی ہے | یعنی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے اور اسی علم محیط کے موافق دفاتر میں باقاعدہ مندرج ہے۔ کوئی نیک و بد عمل اس کے احاطہ سے باہر نہیں۔ رتی رتی کا بھگتان کیا جائے گا۔

◆ اب عذاب کے سوا کچھ نہ بڑھے گا | یعنی جیسے تم مکذیب و انکار میں برابر بڑھتے چلے گئے اور اگر بے اختیار موت نہ آ جاتی تو ہمیشہ بڑھتے ہی چلے جاتے۔ اب بڑے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ ہم بھی عذاب بڑھاتے ہی چلے جائیں گے۔ جس میں کبھی تخفیف نہ ہوگی۔

◆ متقین پر مختلف انعامات | یعنی نو خاستہ عورتیں جن کی جوانی پورے ابھار پر ہوگی، اور سب ایک ہی سن و سال کی ہوں گی۔

رِهَاقًا ۳ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذًّا ۚ جَزَاءٌ مِّن رَّبِّكَ عَطَاءٌ

تھلکتے ہوئے ۱ نہ سنیں گے وہاں بک بک اور نہ مکرانا ۲ بدلہ ہے تیرے رب کا دیا ہوا

حِسَابًا ۴ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ لَا يَمْلِكُونَ

حساب سے ۵ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے بڑی رحمت والا ۶ قدرت نہیں کہ کوئی

مِنْهُ خَطَابًا ۵ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا ۖ لَا يَتَكَلَّمُونَ

اس سے بات کرے ۷ جس دن کھڑی ہو روح اور فرشتے ۸ قطار باندھ کر ۹ کوئی نہیں بولتا

إِلَّا مَن أِذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا ۶ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَن

مگر جس کو حکم دیا رحمن نے اور بولا بات ٹھیک ۷ وہ دن ہے برحق ۸ پھر جو کوئی

شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَا بَاءًا ۷ إِنَّا أَنذَرْنَكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا ۙ يَوْمَ يَنْظُرُ

چاہے بنا رکھے اپنے رب کے پاس ٹھکانا ۹ ہم نے خبر سنا دی تم کو ایک آفت نزدیک آنے والی کی جس دن دیکھ لے گا

الرُّءُفَ مَا قَدَّمَتْ يَدُهَا وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلْبِثَنِي كُنْتُ شُرَابًا ۸

آدمی جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے ۹ اور کہے گا کافر کسی طرح میں مٹی ہوتا ۱۰

آيَاتُهَا ۳۶ ﴿٧٩﴾ سُورَةُ الزُّرْعَةِ مَكِّيَّةٌ (٨١) ﴿٢﴾ زُكُوعَاتُهَا ۲

سورۃ نازعات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھیالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالزُّرْعَتِ غَرْقًا ۱ وَالنُّشْطِ نَشْطًا ۲ وَالسَّيْحَتِ

قسم ہے ٹھیسٹ لانے والوں کی غوطہ لگا کر ۱ اور بند چھڑا دینے والوں کی کھول کر ۲ اور پیرنے والوں کی

یعنی شراب طہور کے لبریز جام۔
جنت میں جھوٹ اور لغو نہیں ہوگا | یعنی جنت میں یہودہ بکواس یا جھوٹ فریب کچھ نہ ہوگا۔
 نہ کوئی کسی سے جھگڑے گا کہ جھوٹ بولنے اور مکر کرنے کی ضرورت پیش آئے۔
 یعنی رتی رتی کا حساب ہو کر بدلہ ملے گا اور بہت کافی بدلہ ملے گا۔
 یہ بدلہ بھی محض بخشش اور رحمت سے ہے ورنہ ظاہر ہے، اللہ پر کسی کا قرض یا جبر نہیں۔ آدمی اپنے عمل کی بدولت عذاب سے بچ جائے یہ ہی مشکل ہے، رہی جنت، وہ تو خالص اس کے فضل و رحمت سے ملتی ہے اس کو ہمارے عمل کا بدلہ قرار دینا یہ دوسری ذرہ نوازی اور عزت افزائی ہے۔
اللہ کا عظمت و جلال | یعنی باوجود اس قدر لطف و رحمت کے عظمت و جلال ایسا ہے کہ کوئی اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا۔
روح اور فرشتوں کی قطار | روح فرمایا جانداروں کو یا ”روح القدس“ (جبریل) مراد ہوں اور بعض مفسرین کے نزدیک وہ روح اعظم مراد ہے جس سے بیشمار روحوں کا انشعاب ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔
 یعنی اس کے دربار میں جو بولے گا اس کے حکم سے بولے گا۔ اور بات بھی وہ ہی کہے گا، جو ٹھیک اور معقول ہو مثلاً کسی غیر مستحق کی سفارش نہ کرے گا۔ مستحق سفارش کے وہ ہی ہیں جنہوں نے دنیا میں سب باتوں سے زیادہ سچی اور ٹھیک بات کہی تھی یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔
 یعنی وہ دن آتا تو ضروری ہے۔ اب جو کوئی اپنی بہتری چاہے اس وقت کی تیاری کر رکھے۔
 یعنی سب اچھے برے، اگلے پچھلے اعمال سامنے ہوں گے۔
کافر کہے گا میں مٹی ہوتا | یعنی مٹی ہی رہتا آدمی نہ بنتا کہ آدمی بن کر ہی اس حساب و کتاب کی مصیبت میں گرفتار ہوتا پڑا۔

سورۃ النزعۃ

روح گھسیٹنے والے فرشتے | یعنی ان فرشتوں کی قسم جو کافر کی رگوں میں گھس کر اس کی جان سختی سے گھسیٹ کر نکالیں۔
نیکوں کی روح کا بند کھولنے والے | یعنی جو فرشتے مومن کے بدن سے جان کی گرہ کھول دیں، پھر وہ اپنی خوشی سے عالم پاک کی طرف دوڑے۔ جیسے کسی کے بند کھول دیئے جائیں تو آزاد ہو کر بھاگتا ہے۔ مگر یاد رہے یہ ذکر روح کا ہے بدن کا نہیں نیک خوشی سے عالم قدس کی طرف دوڑتا ہے، بد بھاگتا ہے، پھر گھسیٹا جاتا ہے۔

سَبَّحًا ۲۰ فَالَسَّبِقَتْ سَبْقًا ۲۱ فَالْمُدِيرَتِ أَمْرًا ۲۲ يَوْمَ

تیزی سے پھر آگے بڑھنے والوں کی دوڑ کر پھر کام بنانے والوں کی حکم سے جس دن

تَرْجِفُ الرَّاجِفَةُ ۲۳ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ ۲۴ قُلُوبُ

کانپنے کانپنے والی اس کے پیچھے آئے دوسری کتنے دل

يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةُ ۲۵ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۲۶ يَقُولُونَ

اس دن دھڑکتے ہیں ان کی آنکھیں جھک رہی ہیں لوگ کہتے ہیں

ءَاِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَاغِرَةِ ۲۷ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا تَّخِرَةً ۲۸

کیا ہم پھر آئیں گے الٹے پاؤں کیا جب ہم ہو چکیں ہڈیاں کھوکھری

قَالُوا اِنَّكَ اِذَا كَرَرْتَ خَاسِرَةٌ ۲۹ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۳۰

بولے تو تو یہ پھر آتا ہے ٹوٹے کا سودہ تو صرف ایک جھڑکی ہے

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۳۱ هَلْ اَتَتْكَ حَدِيثُ مُوسٰى ۳۲

پھر تمہی وہ آ رہی میدان میں کیا (کچھ) پہنچی ہے تجھ کو بات موسیٰ کی

اِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۳۳ اِذْ هَبُّ اِلٰى

جب پکارا اس کو اس کے رب نے پاک میدان میں جس کا نام طوی ہے جا

فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰى ۳۴ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰى اَنْ تَزَكٰى ۳۵ وَ

فرعون کے پاس اس نے سراٹھایا پھر کہہ تیرا جی چاہتا ہے کہ تو سنور جائے اور

اَهْدِيْكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۳۶ فَارِهٖ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى ۳۷

راہ بتلاؤں تجھ کو تیرے رب کی طرف پھر تجھ کو ڈر ہو پھر دکھلائی اس کو وہ بڑی نشانی

◆ خلاؤں میں تیرنے والے فرشتے | یعنی جو فرشتے رگوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس سرعت و سہولت سے چلتے ہیں گویا بے روک ٹوک پانی پر تیر رہے ہیں۔ پھر ان ارواح کے باب میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اس کے امتثال کے لئے تیزی کے ساتھ دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔

◆ کاموں کی تدبیر کرنے والے فرشتے | یعنی اس کے بعد ان ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہوا عقاب کا دونوں اطرافوں میں سے ہر امر کی تدبیر و انتظام کرتے ہیں یا مطلقاً وہ فرشتے مراد ہوں جو عالم تکوین کی تدبیر و انتظام پر مسلط ہیں۔ والظاهر هو الاول۔ ”وَالنَّازِعَاتُ“ ”وَالنَّشِيطَاتُ“ وغیرہ کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں۔ ہم نے مترجم رحمہ اللہ کے مذاق پر تقریر کر دی۔ یعنی زمین میں بھونچال آئے۔ پہلی دفعہ صور پھٹنے سے۔

◆ قیامت کے بھونچال | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی لگاتار (یکے بعد دیگرے) بھونچال چلے آئیں، اور اکثر مفسرین نے ”زَادِفَةٌ“ سے صور کا دوسرا نچہ مراد لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ دھڑکنے والے دل اور جھکی آنکھیں | یعنی اضطراب اور گھبراہٹ سے دل دھڑکتے ہوں گے اور ذلت و ندامت کے مارے آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔

◆ دوسری زندگی پر کفار کا استہزاء | یعنی ”قبر کے گڑھے میں پہنچ کر کیا پھر ہم اگلے پاؤں زندگی کی طرف واپس کئے جائیں گے۔ ہم تو نہیں سمجھ سکتے کہ کھوکھری ہڈیوں میں دوبارہ جان پڑ جائے گی۔ ایسا ہوا تو یہ صورت ہمارے لئے بڑے ٹوٹے اور خسارہ کی ہوگی۔ کیونکہ ہم نے اس زندگی کے لئے کوئی سامان نہیں کیا۔“ یہ تمسخر سے کہتے تھے۔ یعنی مسلمان ہماری نسبت ایسا سمجھتے ہیں حالانکہ وہاں مرنے کے بعد سرے سے دوسری زندگی ہی نہیں، نقصان اور خسارہ کا کیا ذکر۔

◆ معمولی جھڑکی سے سب جمع ہو جائیں گے | یعنی یہ لوگ اسے بہت مشکل کام سمجھ رہے ہیں حالانکہ اللہ کے ہاں یہ سب کام دم بھر میں ہو جائیں گے۔ جہاں ایک ڈانٹ پلائی، یعنی صور پھنکا اسی وقت بلا توقف سب اگلے پچھلے میدان حشر میں کھڑے دکھائی دیں گے آگے اس کی ایک مختصر جھڑکی اور معمولی سی ڈانٹ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو دنیا میں ایک بڑے منکر کو دی گئی تھی۔ یا یوں کہیے کہ ان منکرین کو سنایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے بڑے زبردست منکروں کا کیا حشر ہوا۔

◆ یہ قصہ کئی جگہ مفصل گزر چکا۔

◆ یعنی کوہ طور کے پاس۔

◆ حضرت موسیٰؑ کو اللہ کا پکارنا اور فرعون کی اصلاح کا حکم | یعنی اگر تجھے سنور نے کی خواہش ہو تو میں اللہ کے حکم سے سنوار سکتا ہوں اور ایسی راہ بتا سکتا ہوں جس پر چلنے سے تیرے دل میں اللہ کا خوف اور اس کی کامل معرفت جم جائے کیونکہ خوف کا ہونا بدون کمال معرفت کے متصور نہیں۔ معلوم ہوا حضرت موسیٰؑ کی بعثت کا مقصد فرعون کی اصلاح بھی تھی۔ محض بنی اسرائیل کو قید سے چھڑانا ہی نہ تھا۔

◆ فرعون کو تبلیغ | یعنی وہاں پہنچ کر اللہ کا پیغام پہنچایا اور اس پر حجت تمام کرنے کے لئے وہ سب سے بڑا معجزہ عصا کے اڑدیا بننے کا دکھلایا۔

فَكَذَّبَ وَعَصَى ۝ ۲۱ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَى ۝ ۲۲ ۝ فَحَشَرَ فَنَادَى ۝ ۲۳ ۝

پھر جھٹلایا اس نے اور نہ مانا پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا ہوا پھر سب کو جمع کیا پھر پکارا

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى ۝ ۲۴ ۝ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ ۝

تو کہا میں ہوں رب تمہارا سب سے اوپر پھر پکڑا اس کو اللہ نے سزا میں آخرت کی

وَالْأُولَى ۝ ۲۵ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنِ يَخْشَى ۝ ۲۶ ۝

اور دنیا کی بے شک اس میں سوچنے کی جگہ ہے جس کے دل میں ڈر ہے

ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خُلُقًا أَمْ السَّمَاءُ ۝ ۲۷ ۝ رَفَعَ سَنَكَهَا ۝

کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا اس نے اس کو بنالیا اونچا کیا اس کا ابھار

فَسَوَّيْنَاهَا ۝ ۲۸ ۝ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۝ ۲۹ ۝ وَالْأَرْضُ بَعْدَ

پھر اس کو برابر (صاف) کیا اور اندھیری کی رات (تاریک کیارات کو) اس کی اور کھول نکالی اس کی دھوپ اور زمین کو اس کے

ذَلِكَ دَحَاهَا ۝ ۳۰ ۝ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۝ ۳۱ ۝ وَالْجِبَالُ

پچھے صاف بچھا دیا باہر نکالا زمین سے اس کا پانی اور چارہ اور پہاڑوں کو

أَرْسَاهَا ۝ ۳۲ ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝ ۳۳ ۝ فَإِذَا جَاءَتِ الطَّلَامَةُ ۝

قائم کر دیا کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے پھر جب آئے وہ بڑا

الْكُبْرَى ۝ ۳۴ ۝ يَوْمَ يَبْدَأُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى ۝ ۳۵ ۝ وَبُرْزَتِ الْجَحِيمُ ۝

ہنگامہ جس دن کہ یاد کرے گا آدمی جو اس نے کمایا اور نکال ظاہر کر دیں دوزخ کو

لِمَنِ بَرَى ۝ ۳۶ ۝ فَأَمَّا مَنْ طَغَى ۝ ۳۷ ۝ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ ۳۸ ۝ فَإِنَّ

جو چاہے دیکھے سو جس نے کی ہو شرارت اور بہتر سمجھا ہو دنیا کا جینا

فرعون کی تکذیب اور ساحروں کی تلاش | یعنی وہ ملعون ماننے والا کہاں تھا۔ اس فکر میں چلا کہ لوگوں کو

جمع کرے اور جادوگروں کو تلاش کر کے بلوائے کہ وہ موسیٰ کے معجزات کا مقابلہ کریں۔

خدائی کا دعویٰ | یعنی سب سے بڑا رب تو میں ہوں۔ یہ موسیٰ کس کا بھیجا ہوا آیا ہے۔

یعنی یہاں پانی میں ڈوبا، وہاں آگ میں جلے گا۔

اس قصہ میں عبرت | یعنی اس قصہ میں بہت سی باتیں سوچنے اور عبرت پکڑنے کی ہیں۔ بشرطیکہ آدمی کے

دل میں تھوڑا بہت ڈر ہو۔ (ربط) موسیٰ اور فرعون کا قصہ درمیان میں استطراد آ گیا تھا۔ آگے پھر اسی مضمون

قیامت کی طرف عود کرتے ہیں۔

دوسری زندگی پر شبہ کیوں ہے | یعنی تمہارا پیدا کرنا (اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد) آسمان و

زمین اور پہاڑوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں۔ جب اتنی بڑی بڑی چیزوں کا خالق اس کو مانتے ہو،

پھر اپنی دوبارہ پیدائش میں کیوں تردد ہے۔

آسمان کو دیکھو | یعنی آسمان کو خیال کرو کس قدر اونچا، کتنا مضبوط، کیسا صاف ہموار، اور کس درجہ مرتب و منظم

ہے، کس قدر زبردست انتظام اور باقاعدگی کے ساتھ اس نے سورج کی رفتار سے رات اور دن کا سلسلہ قائم کیا

ہے۔ رات کے اندھیرے میں اس کا سماں کچھ اور ہے اور دن کے اجالے میں ایک دوسری ہی شان نظر آتی ہے۔

آسمان کے بعد زمین | آسمان اور زمین میں پہلے کون پیدا کیا گیا؟ اس کے متعلق ہم بیشتر کسی جگہ کلام کر

چکے ہیں۔ غالباً سورہ "فصلت" میں۔ تنبیہ "ذحیٰ" کے معنی راغب نے کسی چیز کو اس کے مقرر (جائے

قرار) سے ہٹا دینے کے لکھے ہیں۔ تو شاید اس لفظ میں ادھر اشارہ ہو جو آج کل کی تحقیق ہے کہ زمین اصل میں کسی

بڑے جرم سماوی کا ایک حصہ ہے جو اس سے الگ ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

یعنی دریا اور چشمے جاری کئے۔ پھر پانی سے سبزہ پیدا کیا۔

پہاڑوں کا قیام | جو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے

والے ہیں۔

انسانوں اور جانوروں کیلئے منافع | یعنی یہ انتظام نہ ہو تو تمہارا اور تمہارے جانوروں کا کام کیسے چلے۔

ان تمام اشیاء کا پیدا کرنا تمہاری حاجت روائی اور راحت رسانی کے لئے ہے۔ چاہئے کہ اس منعم حقیقی کا شکر ادا

کرتے رہو۔ اور سمجھو کہ جس قادر مطلق اور حکیم برحق نے ایسے زبردست انتظامات کئے ہیں کیا وہ تمہاری بوسیدہ

ہڈیوں میں روح نہیں پھونک سکتا۔ لازم ہے کہ آدمی اس کی قدرت کا اقرار کرے۔ اور اس کی نعمتوں کی شکر

گذاری میں لگے ورنہ جب وہ بڑا ہنگامہ قیامت کا آئے گا اور سب کیا کرایا سامنے ہوگا سخت پہچانا پڑے گا۔

دوزخ منظر عام پر | یعنی دوزخ کو اس طرح منظر عام پر لائیں گے کہ ہر دیکھنے والا دیکھ سکے گا۔ کوئی آڑ پہاڑ

درمیان میں حائل نہ رہیگا۔

دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے | یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اسے بہتر سمجھ کر اختیار کیا اور اسے بھلا

دیا۔

الْحَجِيمُ هِيَ الْمَاوَى ۝۳۹ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى

دوزخ ہی ہے اس کا ٹھکانا اور جو کوئی ڈرا ہوا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو

النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝۴۰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاوَى ۝۴۱ يَسْأَلُونَكَ

اس نے جی کو خواہش سے سو بہشت ہی ہے اس کا ٹھکانا ♦ تجھ سے پوچھتے ہیں

عَنِ السَّاعَةِ ۝۴۲ أَيَّانَ تُرْسُهَا ۝۴۳ فِيمَا أَنتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۝۴۴

وہ گھڑی ♦ کب ہوگا قیام اس کا ♦ تجھ کو کیا کام اس کے ذکر سے

إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ۝۴۵ إِنَّمَا أَنتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشَاهَا ۝۴۶

تیرے رب کی طرف ہے پہنچ اس کی ♦ تو تو ڈرسانے کے واسطے ہے اس کو جو اس سے ڈرتا ہے ♦

كَانَ يَوْمَ يَوْمِ يَرُونَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۝۴۷

ایسا لگے گا جس دن دیکھیں گے اس کو کہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں مگر ایک شام یا صبح اس کی ♦

آيَاتُهَا ۳۲ ﴿۸۰﴾ سُورَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (۲۳) رُكُوعُهَا ۱

سورہ عبس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیالیس آیتیں ہیں اور ایک رکوع اور اسی طرح آخر تک

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۝۱ اِنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ۝۲ وَمَا يَدْرِيكَ لَعَلَّهٗ

♦ تیوری چڑھائی اور منہ موڑا ♦ اس بات سے کہ آیا اس کے پاس اندھا ♦ اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ

يَزْكٰى ۝۳ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرُ ۝۴ اَمَّا مَنْ اَسْتَغْنٰی ۝۵

سنورتا ♦ یا سوچتا تو کام آتا اس کے سمجھنا ♦ وہ جو پروا نہیں کرتا

♦ **جنت کن لوگوں کا ٹھکانہ ہے** | یعنی جو اس بات کا خیال کر کے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اسی ڈر سے اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلا بلکہ اسے روک کر اپنے قابو میں رکھا اور احکام الہی کے تابع بنایا تو اس کا ٹھکانا بہشت کے سوا کہیں نہیں۔

♦ یعنی آخر وہ گھڑی کب آئے گی اور قیامت کب قائم ہوگی۔

♦ یعنی اس کا وقت ٹھیک متعین کر کے بتلانا آپ کا کام نہیں کتنے ہی سوال جواب کرو۔ آخر کار اس کا علم خدا ہی پر حوالہ کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”پوچھتے پوچھتے اسی تک پہنچنا ہے، پیچھے سب بے خبر ہیں۔“

♦ **تمہارا کام ڈر سنانا ہے** | یعنی آپ کا کام قیامت کی خبر سنا کر لوگوں کو ڈرا دینا ہے۔ اب جس کے دل میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ خوف ہوگا یا خوف آخرت کی استعداد ہوگی وہ سن کر ڈرے گا اور ڈر کر تیاری کرے گا۔ گویا آپ کا ڈرانا نتیجہ کے اعتبار سے صرف ان ہی لوگوں کے حق میں ہوا جو اس سے منتفع ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ورنہ نا اہل لوگ تو انجام سے غافل ہو کر ان ہی فضول بحثوں میں پڑے ہوئے ہیں کہ قیامت کس تاریخ، کس دن، کس سن میں آئے گی۔

♦ **دنیا کی زندگی ایک صبح یا ایک شام کے برابر معلوم ہوگی** | یعنی اب تو شور مچا رہے ہیں کہ قیامت کے آنے میں دیر کیوں ہے جلد کیوں نہیں آ جاتی۔ مگر اس وقت معلوم ہوگا کہ بہت جلد آئی۔ سچ میں دیر کچھ نہیں لگی۔

سورۃ عبس

♦ **سورۃ عبس کے نزول کا واقعہ** | آنحضرت ﷺ بعض سرداران قریش کو غیب اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے۔ حتمی میں ایک نابینا مسلمان (جن کو ابن ام مکتوم کہتے ہیں) حاضر خدمت ہوئے اور اپنی طرف متوجہ کرنے لگے کہ فلاں آیت کیونکر ہے یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اس میں سے کچھ سکھائیے جو اللہ نے آپ کو سکھلایا ہے حضرت ﷺ کو ان کا بے وقت کا پوچھنا گراں گزرا۔ آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ میں ایک بڑے اہم کام میں مشغول ہوں۔ قریش کے یہ بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر سلام لے آئیں تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی توقع ہے۔ حضرت ابن ام مکتوم | ابن ام مکتوم بہر حال مسلمان ہے اس کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے ہزار مواقع حاصل ہیں، اس کو دکھائی نہیں دیتا کہ میرے پاس ایسے با اثر اور بارسوخ لوگ بیٹھے ہیں جن کو اگر ہدایت ہو جائے تو ہزاروں اشخاص ہدایت پر آ سکتے ہیں، میں ان کو سمجھا رہا ہوں، یہ اپنی کہتا چلا جاتا ہے۔ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ اگر ان لوگوں کی طرف سے ہٹ کر گوشہ انقلاط اس کی طرف کروں گا تو ان لوگوں پر کس قدر شاق ہوگا۔ شاید پھر وہ میری بات سننا بھی پسند نہ کریں۔ غرض آپ ﷺ منقبض ہوئے اور انقباض کے آثار چہرے پر ظاہر ہونے لگے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ روایات میں ہے کہ اس کے بعد جب وہ نابینا آپ ﷺ کی خدمت میں آئے، آپ ﷺ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے اور فرماتے ”مَوْحِبًا بِمَنْ عَاتَبَنِي فِيهِ رَبِّي“۔

♦ **آنحضرت ﷺ پر صیغہ غائب میں عتاب** | یعنی پیغمبر نے ایک اندھے کے آنے پر چیں بجیں ہو کر منہ پھیر لیا۔ حالانکہ اس کو اندھے کی معذوری، شکستہ حالی اور طلب صادق کا لحاظ زیادہ کرنا چاہئے تھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یہ کلام گویا اوروں کے سامنے گلہ ہے رسول کا (اسی لئے بصیغہ غائب ذکر کیا) آگے خود رسول کو خطاب فرمایا ہے۔“ اور محققین کہتے ہیں کہ یہ غایت تکریم و استیاء محکم کا، اور غایت کرامت مخاطب کی ہے کہ عتاب کے وقت بھی رو در رو اس امر کی نسبت آپ ﷺ کی طرف نہیں فرمائی اور آگے خطاب کا صیغہ بطور التفات کے اس لئے اختیار کیا کہ شبہ اعراض کا نہ ہو۔ نیز وہ مضمون پہلے مضمون سے ہلکا ہے۔ واللہ اعلم۔

♦ **حضرت ابن ام مکتوم کا ذکر خیر** | یعنی وہ اندھا طالب صادق تھا۔ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے فیض توجہ سے اس کا حال سنور جاتا اور اس کا نفس مڑکی ہو جاتا۔ یا تمہاری کوئی بات کان میں پڑتی، اس کو اخلاص سے سوچتا سمجھتا اور آخر وہ بات کسی وقت اس کے کام آ جاتی۔

فَإِنْ تَصَدَّقْ ۖ وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا يَزِيدُكَ ۖ وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ

سو تو اس کی فکر میں ہے اور تجھ پر کچھ الزام نہیں کہ وہ نہیں درست ہوتا اور وہ جو آیا تیرے پاس

يَسْعُ ۖ وَهُوَ يَخْشَى ۖ فَإِنْ تَعَنَّ عَنْهُ تَلَهَّى ۖ كَلَّا إِنَّهَا

دوڑتا اور وہ ڈرتا ہے سو تو اس سے تغافل کرتا ہے یوں نہیں یہ تو

تَذِكْرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۖ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۖ مَرْفُوعَةٍ

نہایت ہے پھر جو کوئی چاہے اس کو پڑھے لکھا ہے (لکھی ہے) عزت کے درقوں میں اونچے رکھے ہوئے

مُطَهَّرَةٍ ۖ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۖ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۖ قُتِلَ الْإِنْسَانُ

نہایت سحرے ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو بڑے درجہ والے نیک کار ہیں مارا جائیو آدمی

مَا أَكْفَرَهُ ۖ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ مِنْ نُّطْفَةٍ ۖ

کیسا ناشکرا ہے کس چیز سے بنایا اس کو ایک بوند (قطرہ) سے

خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ۖ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۖ ثُمَّ آتَاهُ فَاقْبَرَهُ ۖ

بنایا اس کو پھر اندازہ پر رکھا اس کو پھر راہ آسان کر دی اس کو پھر اس کو مردہ کیا پھر قبر میں رکھوا دیا اس کو

ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ ۖ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ۖ فَلْيَنْظُرِ

پھر جب چاہا اٹھا نکالا اس کو ہرگز نہیں پورا نہ کیا جو اس کو فرمایا اب دیکھ لے

کسی کے ایمان نہ لانے کے آپ ذمہ دار نہیں | یعنی جو لوگ اپنے غرور اور شغی سے حق کی پروا نہیں کرتے اور ان کا تکبر اجازت نہیں دیتا کہ اللہ و رسول کے سامنے جھکیں آپ ﷺ ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ یہ کسی طرح مسلمان ہو جائیں تا ان کے اسلام کا اثر دوسروں پر پڑے۔ حالانکہ اللہ کی طرف سے آپ ﷺ پر کوئی الزام نہیں کہ یہ مغرور اور شغی باز آپ ﷺ کی ہدایت سے درست کیوں نہ ہوئے۔ آپ ﷺ کا فرض دعوت و تبلیغ کا تھا، وہ لہوا کر چکے اور کر رہے ہیں۔ آگے ان لا پروا متکبروں کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچے طالب اور مخلص ایماندار توجہ سے محروم ہونے لگیں۔ یا معاملہ کی ظاہری سطح دیکھ کر بے سوچے سمجھے لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ پیغمبر صاحب کی توجہ امیروں اور توئمگروں کی طرف زیادہ ہے۔ شکستہ حال غریبوں کی طرف نہیں۔ اس مہمل خیال کے پھیلنے سے جو ضرر دعوت اسلام کے کام کو پہنچ سکتا ہے وہ اس نفع سے کہیں بڑھ کر ہے جس کی ان چند متکبرین کے مسلمان ہونے سے توقع کی جاسکتی ہے۔

♦ حضرت ابن ام مکتوم کا شوق علم اور خشیت | یعنی اللہ سے ڈرتا ہے یا ڈر لگا ہے کہ آپ ﷺ کی ملاقات میسر ہو یا نہ ہو۔ پھر اندھا ہے کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ اندیشہ ہے کہیں راستہ میں ٹھوکر لگے یا کسی چیز سے ٹکرا جائے یا یہ سمجھ کر کہ آپ کے پاس جا رہا ہے دشمن ستانے لگیں۔

♦ جنگ قادسیہ میں ان صحابی کی شہادت | حالانکہ ایسے ہی لوگوں سے امید ہو سکتی ہے کہ ہدایت سے منتفع ہوں گے۔ اور اسلام کے کام آئیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ ہی نابینا بزرگ زرہ پہنے اور جھنڈا ہاتھ میں لئے جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔ آخر اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

♦ جو چاہے اس نصیحت کو پڑھے | یعنی متکبر اغنیاء اگر قرآن کو نہ پڑھیں اور اس نصیحت پر کان نہ دھریں تو اپنا ہی برا کریں گے۔ قرآن کو ان کی کچھ پروا نہیں۔ نہ آپ کو اس درجہ ان کے درپے ہونے کی ضرورت ہے۔ ایک عام نصیحت تھی سو کر دی گئی جو اپنا فائدہ چاہے اس کو پڑھے اور سمجھے۔

♦ قرآن کی عزت و وقعت | یعنی کیا ان مغرور سر بھروں کے ماننے سے قرآن کی عزت و وقعت ہوگی؟ قرآن تو وہ ہے جس کی آیتیں آسمان کے اوپر نہایت معزز، بلند مرتبہ اور صاف سترے درقوں میں لکھی ہوئی ہیں اور زمین پر قلعہ ایماندار بھی اس کے اوراق نہایت عزت و احترام اور تقدیس و تہلیل کے ساتھ اونچی جگہ رکھتے ہیں۔

♦ یعنی وہاں فرشتے اس کو لکھتے ہیں اسی کے موافق وحی اترتی ہے۔ اور یہاں بھی اوراق میں لکھنے اور جمع کرنے والے دنیا کے بزرگ ترین پاکباز نیکوکار اور فرشتہ خصلت بندے ہیں جنہوں نے ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف و تبدیل سے اس کو پاک رکھا ہے۔

♦ انسان کیسے ناشکرا ہے | یعنی قرآن جیسی نعمت عظمیٰ کی کچھ قدر نہ کی اور اللہ کا حق کچھ نہ پہچانا۔

♦ انسان کی اصل عروج اور زوال | یعنی ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ پیدا کس چیز سے ہوا ہے۔ ایک ناجیز اور بے قدر قطرہ آب سے جس میں حس و شعور، حسن و جمال اور عقل و ادراک کچھ نہ تھا۔ سب کچھ اللہ نے اپنی مہربانی سے عطا فرمایا۔ جس کی حقیقت کل اتنی ہو گیا اسے یہ طمطراق زیبا ہے کہ خالق و منعم حقیقی ایسی عظیم الشان نصیحت اتارے اور یہ بے شرم اپنی اصل حقیقت اور مالک کی سب نعمتوں کو فراموش کر کے اس کی کچھ پروا نہ کرے۔ او احسان فراموش! کچھ تو شرمایا ہوتا۔

♦ یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ سب اعضاء و قوئی ایک خاص اسلوب اور انداز سے رکھے۔ کوئی چیز یوں ہی بے تکی اور بے ڈھنگی خلاف حکمت نہیں رکھ دی۔

♦ انسان کی راہ آسان کر دی | یعنی ایمان و کفر اور بھلے برے کی سمجھ دی یا ماں کے پیٹ میں سے نکالا آسانی سے۔

♦ یعنی مرنے کے بعد اس کی لاش کو قبر میں رکھنے کی ہدایت کر دی۔ تازندوں کے سامنے یوں ہی بے حرمت نہ ہو۔

♦ دوبارہ زندگی | یعنی جس نے ایک مرتبہ جلایا اور مارا۔ اسی کو اختیار ہے کہ جب چاہے دوبارہ زندہ کر کے قبر سے نکالے۔ کیونکہ اس کی قدرت اب کسی نے سلب نہیں کر لی۔ (العیاذ باللہ) بہر حال پیدا کر کے دنیا میں لانا، پھر مار کر برزخ میں لے جانا، پھر زندہ کر کے میدان حشر میں کھڑا کر دینا، یہ امور جس کے قبضہ میں ہوئے کیا اس کی نصیحت سے اعراض و انکار اور اس کی نعمتوں کا استحقار کسی آدمی کیلئے زیبا ہے۔

♦ انسان نے مالک کا حق نہیں پہچانا | یعنی انسان نے ہرگز اپنے مالک کا حق نہیں پہچانا اور جو کچھ حکم ہوا تھا ابھی تک اس کو بجا نہیں لایا تنبیہ | ابن کثیرؒ نے ”کَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمْرُهُ“ کو ”ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ“ سے متعلق رکھا ہے یعنی جب چاہے گازندہ کر کے اٹھائے گا۔ ابھی ایسا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دنیا کی آبادی کے متعلق اس کا جو حکم کوئی و قدری ہے وہ ابھی تک اس نے ختم نہیں کیا۔

الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۝۲۳ اِنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝۲۵ ثُمَّ شَقَقْنَا

آدی اپنے کھانے کو ۛ کہ ہم نے ڈالا پانی اوپر سے گرتا ہوا پھر چیرا

الْأَرْضَ شَقًّا ۝۲۶ فَاَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝۲۷ وَعَيْنًا وَقَضْبًا ۝۲۸

زمین کو پھاڑ کر ۛ پھرا گایا اس میں اناج اور انگور اور ترکاری

وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝۲۹ وَحَدَّ آيُنَ غُلْبًا ۝۳۰ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝۳۱

اور زیتون اور کھجوریں اور گھن (گنجان) کے باغ اور میوہ اور گھاس

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝۳۲ فَاِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝۳۳

کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ۛ پھر جب آئے وہ کان پھوڑنے والی

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝۳۴ وَأُمِّهِ ۝۳۵ وَأَبِيهِ ۝۳۶ وَصَاحِبَتِهِ

جس دن کہ بھاگے مرد اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی ساتھ والی سے

وَبَيْنِيهِ ۝۳۷ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝۳۸

اور اپنے بیٹوں سے ہر مرد کو ان میں سے اس دن ایک فکر لگا ہوا ہے جو اس کے لیے کافی ہے ۛ

وَجُوهٌ يُّوْمِئِذٍ مُّسْفَرَةٌ ۝۳۹ ضَاكِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝۴۰

کتے منہ اس دن روشن ہیں ۛ نئے خوشیاں کرتے

وَوُجُوهُ يُّوْمِئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝۴۱ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝۴۲

اور کتے منہ اس دن ان پر گرد پڑی ہے ۛ چڑھی آتی ہے ان پر سیاہی

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرَةُ الْفَجَرَةُ ۝۴۳

یہ لوگ وہی ہیں جو منکر ہیں ڈھینچہ ۛ

◆ انسان کی زندگی کے اسباب و سامان | پہلے انسان کے پیدا کرنے اور مارنے کا ذکر تھا۔
اب اس کی زندگی اور بقاء کے سامان یاد دلاتے ہیں۔

◆ زمین کو پھاڑ کر کوئیل کا ٹکنا | یعنی ایک گھاس کے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین کو چیر پھاڑ کر
باہر نکل آتا، یہ قدرت کا ہاتھ ہے جو زمین کو پھاڑ کر اس سے طرح طرح کے فلتے، پھل اور سبزے
ترکاریاں وغیرہ باہر نکالتا ہے۔

◆ یعنی بعض چیزیں تمہارے کام آتی ہیں اور بعض تمہارے جانوروں کے۔

◆ صور کی کان پھاڑنے والی آواز | یعنی ایسی سخت آواز جس سے کان بہرے ہو جائیں۔ اس
سے مراد فحشہ صور کی آواز ہے۔

◆ اس دن ہر شخص اپنی ہی فکر میں ہوگا | یعنی اس وقت ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی احباب و
اقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے نہ مانگنے لگے یا
اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے ایک دوسرے سے بھاگے گا۔

◆ مومنین کے چہروں پر روشنی اور خوشی | یعنی مومنین کے چہرے نور ایمان سے روشن اور
غایت مسرت سے خداں و فرماں ہوں گے۔

◆ کافروں کے چہروں پر سیاہی اور کدورت | یعنی کافروں کے چہروں پر کفر کی کدورت
چھائی ہوگی اور اوپر سے فسق و فجور کی ظلمت اور زیادہ تیرہ و تاریک کر دے گی۔

◆ یعنی کافر بے حیا کو کتنا ہی سمجھاؤ ذرا نہ سمجھیں۔ نہ خدا سے ڈریں، نہ مخلوق سے شرمائیں۔

ایاتھا ۲۹ ﴿۸۱﴾ سُورَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰) زُكُوْعُهَا ۱

سورۃ تکویر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْجِبَالُ

جب سورج کی دھوپ تہ ہو جائے ۝ اور جب تارے میلے ہو جائیں ۝ اور جب پہاڑ

سُيِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَاِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝۵

چلائے جائیں ۝ اور جب بیانی اونٹنیاں چھٹی پھریں ۝ اور جب جنگل کے جانوروں (جانور) میں رول پڑ جائے (زلزل جائیں) ۝

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَاِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَاِذَا

اور جب دریا جھونکے جائیں ۝ اور جب جیوں کے جوڑے باندھے جائیں ۝ اور جب

الْمُؤَدَّةُ سُلِیَتْ ۝۸ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَاِذَا الصُّحُفُ

بہی جیتی گاڑ دی گئی کو پوچھیں کہ کس گناہ پر وہ ماری گئی ۝ اور جب اعمال نائے

نُشِرَتْ ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَاِذَا الْجَبَابِیْہُ سُعِّرَتْ ۝۱۲

کھولے جائیں ۝ اور جب آسمان کا پوست اتار لیں ۝ اور جب دوزخ دہکائی جائے

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ ۝۱۴ فَلَا

اور جب بہشت پاس لائی جائے ۝ جان لے گا ہر ایک جی جو لے کر آیا ۝ سو

اَقْبَمُ بِالْخُنُیْسِ ۝۱۵ الْجَوَارِ الْكُنُیْسِ ۝۱۶ وَالْبَلِیْلُ اِذَا عَسْعَسَ ۝۱۷

نہم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جانے والوں سیدھے چلنے والوں دہک جانے والوں کی ۝ اور رات کی جب پھیل جائے (پھیلے) ۝

سورۃ التکویر

سورج کی روشنی تہہ ہو جائے گی | گویا اس کی لمبی شعاعیں جن سے دھوپ پھیلتی ہے لیٹ کر رکھ دی جائیں اور آفتاب بے نور ہو کر پتھر کی چکی کی مانند رہ جائے یا بالکل نہ رہے۔

ستارے ٹوٹ جائیں گے | یعنی ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں اور ان کا نور زائل ہو جائے۔

یعنی ہوا میں اڑتے پھریں۔

قیمتی اونٹنیاں لاوارث پھرینگی | اونٹ عرب کا بہترین مال ہے اور دس مہینے کی گامبھن اونٹنی جو بیانیہ کے قریب ہو دودھ اور

بچہ کی توقع پر بہت زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ لیکن قیامت کے ہولناک زلزل کے وقت ایسے نفیس و عزیز مال کو کوئی نہ پوچھے گا نہ مالک کو اتنا ہوش ہوگا کہ ایسے بڑھیا مال کی خبر گیری کرے۔ باقی یہ کہنا کہ ریل نکل جانے کی وجہ سے اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی، محض ظرافت ہے۔

جانور زلزل جائیں گے | یعنی جنگل کے وحشی جانور جو آدمی کے سایہ سے بھاگتے ہیں مضطرب ہو کر شہر میں آگھسیں اور پالتو

جانوروں میں مل جائیں جیسا کہ اکثر خوف کے وقت دیکھا گیا ہے۔ ابھی چند سال ہوئے گنگا جمن میں سیلاب آیا تھا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک چھپر بہتا جا رہا ہے اس پر آدمی بھی ہیں اور سانپ وغیرہ بھی لپٹ رہے ہیں ایک دوسرے سے کچھ تعرض نہیں کرتا۔ نفسی پڑی ہوئی ہے بلکہ زیادہ سردی کے زمانہ میں درندے جنگل سے شہر میں گھس آتے ہیں۔ تنبیہ بعض مفسرین نے "خَشَوْتُ" کے معنی مارنے کے اور بعض نے مار کر اٹھانے کے لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

سمندر آگ کی طرح جھونکے جائیں گے | یعنی سمندروں کا پانی گرم ہو کر دھواں اور آگ بن جائے جو نہایت گرم ہو کر محشر

میں کافروں کو دکھ پہنچائے اور خود کی طرح جھونکنے لے۔

انسانوں کے مختلف جوڑے اور جماعتیں | یعنی کافر کافر کے اور مسلم مسلم کے ساتھ پھر ہر قسم کا نیک یا بد عمل کرنے والا

اپنے جیسے عمل کرنے والوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے اور عقائد، اعمال، اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ جماعتیں بنا دی جائیں یا یہ مطلب ہے کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔

بیٹیوں پر ظلم کا سوال ہوگا | عرب میں رسم تھی کہ باپ اپنی بیٹی کو نہایت سنگدلی اور بے رحمی سے زندہ زمین میں گاڑ دیتا تھا

بعض تو سنگدستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کے خوف سے یہ کام کرتے تھے اور بعض کو یہ عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو دیں گے وہ ہمارا داماد کہلائے گا۔ قرآن نے آگاہ کیا کہ ان مظلوم بچیوں کی نسبت بھی سوال ہوگا کہ کس گناہ پر اس کو قتل کیا تھا۔ یہ مت سمجھنا کہ ہماری اولاد ہے، اس میں ہم جو چاہیں تصرف کریں بلکہ اولاد ہونے کی وجہ سے جرم اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے۔

آسمان کا پوست اُتارا جائے گا | جیسے جانور کا بعد ذبح کے پوست اُتار لیتے ہیں۔ اس سے تمام اعضاء اور رگ و ریشہ ظاہر

ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے کھل جانے سے اس کے اوپر کی چیزیں نظر آئیں گی اور غمام کا نزول ہوگا۔ جس کا ذکر انیسویں پارہ میں آیت "وَيَوْمَ تَشْقَى السَّمَاءُ بِالسَّعَامِ" الخ سے ہوا ہے۔

دوزخ دہکائی جائے گی اور جنت قریب لائی جائے گی | یعنی دوزخ بڑے زور و شور کے ساتھ دہکائی جائے اور

بہشت متقیوں کے نزدیک کر دی جائے جس کی رونق بہار دیکھنے سے عجیب مسرت و فرحت حاصل ہو۔

ہر آدمی اپنا عمل جان لے گا | یعنی ہر ایک کو پتہ لگ جائے گا کہ نیکی یا بدی کا کیا سرمایہ لے کر حاضر ہوا ہے۔

سیاروں کی چال کی قسم | کئی سیاروں (مثلاً زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد) کی چال اس ڈھب سے ہے کہ کبھی مغرب

سے مشرق کو چلیں یہ سیدھی راہ ہوئی، کبھی ٹھنک کر اٹھ پھریں اور کبھی سورج کے پاس آ کر کتنے دنوں تک غائب رہیں۔

یاجب جانے لگے۔ اس لفظ کے دونوں معنی آتے ہیں۔

وَالصَّبْرُ إِذَا تَنَفَّسَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي

اور صبح کی جب دم بھرے (سانس لیوے) ♦ مقرر یہ کہا ہے ایک بھیجے ہوئے عزت والے کا

قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝

قوت والا عرش کے مالک کے پاس درجہ پانے والا ♦ وہاں کا معتبر ہے ♦ سب کا مانا ہوا

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِبَجُنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝

♦ اور یہ تمہارا رفیق کچھ دیوانہ نہیں ♦ اور اس نے دیکھا ہے اس فرشتہ کو آسمان کے کھلے کنارہ کے پاس

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ

♦ اور یہ غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں ♦ اور یہ کہا ہوا نہیں کسی شیطان

رَجِيمٍ ۝ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

♦ مردود کا ♦ پھر تم کدھر چلے جا رہے ہو ♦ یہ تو ایک نصیحت ہے جہان بھر کے واسطے ♦

♦ صبح کے سانس لینے کی قسم | حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں گویا آفتاب کو دریا میں تیرنے والی مچھلی سے تشبیہ دی اور طلوع سے پہلے اس کے نور کے منتشر ہونے کو دم مانی سے نسبت کی۔ جیسے مچھلی دریا میں آنکھوں سے پوشیدہ گزرتی ہے اور اس کے سانس لینے سے پانی اڑتا اور منتشر ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب کی حالت قبل طلوع اور قبل روشنی پھیلنے کے ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ دم صبح کنایہ ہے نسیم سے جو طلوع صبح کے قریب موسم بہار میں چلتی ہے

ان قسموں کی مناسبت | تنبیہ | ان قسموں کی مناسبت آئندہ مضمون سے یہ ہے کہ ان ستاروں کا چلنا، ٹھہرنا، لوٹنا، اور چھپ جانا ایک نمونہ ہے اگلے انبیاء پر بار بار وحی آنے اور ایک مدت دراز تک اس کے نشان باقی رہنے پھر منقطع ہو کر چھپ جانے اور غائب ہو جانے کا۔ اور رات کا آنا نمونہ ہے اس تاریک دور کا جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے دنیا پر گذرا کہ کسی شخص کو حق و باطل کی تمیز نہ رہی تھی۔ اور وحی کے آثار بالکل مٹ چکے تھے اس کے بعد صبح صادق کا دم بھرنا حضور ﷺ کا اس جہان میں تشریف لانا اور قرآن کا اترنا ہے کہ ہر چیز کو ہدایت کے نور سے دن کی مانند روشن کر دیا۔ گویا اگلے انبیاء کا نور ستاروں کی طرح تھا اور اس نور اعظم کو آفتاب درخشاں کہنا چاہئے۔ ولعمہ ما قبل۔

يظهرن انوارها للناس في الظلم

لانه شمس فضلهم كواكبها

للعالمين واحيت سائر الامم

حتى اذا طلعت في الكون عم هداها

اور بعض علماء نے فرمایا کہ ستاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا، فرشتے کے آنے اور واپس جانے اور عالم ملکوت میں جا چھپنے

کے مشابہ ہے اور رات کا گذرنا اور صبح کا آنا قرآن کے سبب ظلمت کفر دور ہو جانے اور نور ہدایت کے پوری طرح ظاہر ہو جانے کے مشابہ ہے۔ اس تقریر کے موافق مقسم بہ کی مناسبت مقسم علیہ سے زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ حضرت جبریلؑ کی چند صفات | یہ حضرت جبریلؑ کی صفات بیان ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا اس میں دو واسطے ہیں۔ ایک وحی لانے والا فرشتہ (جبریل علیہ السلام) اور دوسرا پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی صفات وہ ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد کسی طرح کا شک و شبہ قرآن کے صادق اور منزل من اللہ ہونے میں نہیں رہتا۔ کسی روایت کی صحت تسلیم کرنے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ راوی وہ ہوتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا ثقہ، عادل، ضابطہ، اور امانت دار ہو۔ جس سے روایت کرے اس کے پاس عزت و حرمت کے ساتھ رہتا ہو۔ بڑے بڑے معتبر ثقات اس کی امانت وغیرہ پر اعتماد رکھتے ہوں۔ اور اسی لئے اس کی بات بے چون و چرا مانتے ہوں۔ یہ تمام صفات حضرت جبریلؑ میں موجود ہیں وہ کریم (عزت والے) ہیں جن کے لئے اعلیٰ نہایت متقی اور پاکیزہ ہونا لازم ہے "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ" ولی الحدیث "الکرم الطوی" بڑی قوت والے ہیں جس میں اشارہ ہے کہ حفظ و ضبط اور بیان کی قوت بھی کامل ہے۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ ربوبیت میں قرب اور رسائی حاصل ہے آسمانوں کے فرشتے ان کی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کے امین اور معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ یہ تو رسول مکی کا حال تھا آگے رسول بشری کا حال سن لیجئے۔

◆ تمہارے رفیق پر جنون کا الزام غلط ہے | یعنی بعثت سے پہلے چالیس سال تک وہ تمہارے اور تم اس کے ساتھ رہے اتنی طویل مدت تک اس کے تمام کھلے چھپے احوال کا تجربہ کیا۔ کبھی ایک مرتبہ اس میں جھوٹ فریب یا دیوانہ پن کی بات نہ دیکھی۔ ہمیشہ اس کے صدق و امانت اور عقل و دانائی کے معترف رہے۔ اب بلاوجہ اسے جھوٹا یا دیوانہ کیونکر کہہ سکتے ہو۔ کیا یہ وہی تمہارا رفیق نہیں ہے جس کے رتی رتی احوال کا تم پہلے سے تجربہ رکھتے ہو۔ اب اس کو دیوانہ کہنا مجر دیوانگی کے کچھ نہیں۔

◆ حضرت جبریلؑ کو اصلی صورت میں دیکھنا | یعنی مشرقی کنارہ کے پاس اس کی اصلی صورت میں صاف صاف دیکھا۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ شاید دیکھنے یا پہچاننے میں کچھ اشتباہ والتباس ہو گیا ہو گا جس کو فرشتہ سمجھ لیا وہ واقع میں فرشتہ نہ ہو گا۔ سورہ "نجم" میں پہلے آچکا "فَانصَوِیْ وَهُوَ بِالْاُفْقِ الْاَعْلٰی"

◆ آنحضرت ﷺ غیب کی خبر دینے میں بخیل نہیں | یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے۔ یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے تملانے میں ذرا بخل نہیں کرتا نہ اجرت مانگتا ہے۔ نہ نذرانہ، نہ بخشش، پھر کاہن کا لقب اس پر کیسے چسپاں ہو سکتا ہے۔ کاہن محض ایک جزئی اور نامکمل بات غیب کی سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے اور اس کے تملانے میں بھی اس قدر بخیل ہے کہ بدون مشائی یا نذرانہ وغیرہ وصول کئے ایک حرف زبان سے نہیں نکالتا پیغمبروں کی سیرت سے کاہنوں کی پوزیشن کو کیا نسبت۔

◆ یہ شیطان کا قول نہیں | ہلا شیطان ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کیوں سکھلانے لگا جس میں سراسر بنی آدم کا فائدہ اور خود اس ملعون کی تضحیک و مذمت ہو۔

◆ یعنی جب جھوٹ، دیوانگی، بخیل و توہم اور کھانت وغیرہ کے سب احتمالات مرفوع ہوئے تو بجز صدق و حق کے اور کیا باقی رہا۔ پھر اس روشن اور صاف راستہ کو چھوڑ کر کدھر بھٹکے چلے جا رہے ہو۔

◆ قرآن کی نسبت جو احتمالات تم پیدا کرتے ہو، سب غلط ہیں۔ اگر اس کے مضامین و ہدایات میں غور کرو تو اس کے سوا کچھ نہ لکھے گا کہ یہ سارے جہان کے لئے ایک سچا نصیحت نامہ اور مکمل دستور العمل ہے جس سے ان کی داریں کی اصلاح وابستہ ہے۔

لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۖ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا

جو کوئی چاہے تم میں سے کہ سیدھا چلے ♦ اور تم جیسی چاہو کہ

أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۚ

چاہے اللہ سارے جہان کا مالک ♦

آيَاتُهَا ۱۹ ﴿۸۲﴾ سُورَةُ الْإِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ ﴿۸۲﴾ رُكُوعُهَا ۱

سورۃ انفطار مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۙ وَإِذَا الْكُوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ وَإِذَا الْبِحَارُ

جب آسمان چھ جائے (پھٹ جائے) اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب دریا

فُجِرَتْ ۙ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۙ عَلِمْتَ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

اہل نکلیں ♦ اور جب قبریں زیر و زبر کردی جائیں ♦ جان لے ہر ایک جی جو کچھ کہے گئے بھیجا

وَأَخَّرَتْ ۚ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۙ

اور پیچھے چھوڑا ♦ اے آدمی کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر ♦

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ

جس نے تجھ کو بنایا ♦ پھر تجھ کو ٹھیک کیا پھر تجھ کو برابر کیا ♦ جس صورت میں چاہا

رَبَّكَ ۚ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالذِّينِ ۙ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ

تجھ کو جوڑ دیا ♦ ہرگز نہیں ♦ پر تم جھوٹ جانتے ہو انصاف کا ہونا ♦ اور تم پر نگہبان

یعنی بالخصوص ان کے لئے نصیحت ہے جو سیدھا چلنا چاہیں۔ عناد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ کیونکہ ایسے ہی لوگ اس نصیحت سے منفع ہوں گے۔

یعنی فی نفسہ قرآن نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیت الہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لئے متعلق ہوتی ہے۔ اور بعض کے لئے کسی حکمت سے ان کے سوء استعداد کی بناء پر متعلق نہیں ہوتی۔

سورۃ الانعام

قیامت کی ہولناکیاں | یعنی سمندر کا پانی زمین پر زور کرے۔ آخر میٹھے اور کھاری سب پانی مل جائیں۔

قبریں الٹ پلٹ ہو جائیں گی | یعنی جو چیز زمین کی تہ میں تھی اوپر آجائے۔ اور مردے قبروں سے نکالے جائیں۔

یعنی جو بھلے برے کام کئے یا نہیں کئے شروع عمر میں کئے یا آخر میں۔ ان کا اثر اپنے پیچھے چھوڑ آیا نہیں چھوڑا۔ سب اس وقت سامنے آجائیں گے۔

اے انسان! رب کریم پر کیوں بہک گیا | یعنی وہ رب کریم کیا اس کا حقدار تھا کہ تو اپنے جہل و حماقت سے اس کے علم پر مغرور ہو کر نافرمانیاں کرتا رہے؟ اور اس کے لطف و کرم کا جواب کفران و طغیان سے دے؟ اس کا کرم دیکھ کر تو اور زیادہ شرمانا اور حلیم کے غصہ سے بہت زیادہ ڈرنا چاہئے تھا۔ بیشک وہ کریم ہے لیکن ختم اور حکیم بھی ہے۔ پھر یہ غرور اور دھوکا نہیں تو اور کیا ہوگا کہ اس کی ایک صفت کو لے کر دوسری صفات سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔

تجھے پیدا کیا اور ٹھیک کیا | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”ٹھیک کیا بدن میں برابر کیا خصلت میں“ یا یہ مطلب ہے کہ تیرے اعضاء کے جوڑ بند درست کئے اور حکمت کے موافق ان میں تناسب رکھا۔ پھر مزاج و اخلاط میں اعتدال پیدا کیا۔

تیری صورت کی ترکیب کی | یعنی سب کی صورتوں میں تھوڑا بہت تفاوت رکھا۔ ہر ایک کو الگ صورت شکل اور رنگ روپ عنایت کیا اور بحیثیت مجموعی انسان کی صورت کو تمام جانداروں کی صورت سے بہتر بنایا۔ بعض سلف اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ وہ چاہتا تو تجھے گدھے، کتے، خنزیر کی شکل و صورت میں ڈال دیتا۔ باوجود اس قدرت کے محض اپنے فضل اور مشیت سے انسانی صورت میں رکھا۔ بہر حال جس خدا کی یہ قدرت ہو اور ایسے انعامات ہوں، کیا اس کے ساتھ آدمی کو یہ ہی معاملہ کرنا چاہئے۔

تمہیں انصاف کے دن کا یقین نہیں | یعنی بہکنے اور دھوکا کھانے کی اور کوئی وجہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ تم انصاف کے دن پر یقین نہیں رکھتے ہو کہ جو چاہیں کرتے رہیں، آگے کوئی حساب اور ہاز پر نہیں۔ یہاں جو کچھ عمل ہم کرتے ہیں کون ان کو لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا۔ بس مر گئے سب قصہ ختم ہوا۔

لَحْفَظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝

مقرر ہیں عزت والے عمل لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝

بے شک نیک لوگ بہشت میں ہیں اور بے شک گنہگار دوزخ میں ہیں

يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝ وَمَا

ڈالے جائیں گے اس میں انصاف کے دن اور نہ ہوں گے اس سے جدا ہونے والے (چھپ جانے والے) اور تجھ کو

أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝

کیا خبر ہے کیا خبر ہے دن انصاف کا پھر بھی تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہے دن انصاف کا

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝

جس دن کہ بھلا نہ کر سکے کوئی جی کسی جی کا کچھ بھی اور حکم اس دن اللہ ہی کا ہے

نہی

آيَاتُهَا ۳۶ سُورَةُ الطَّافِّيْنَ مَكِّيَّةٌ (۸۶) رُكُوعُهَا ۱

سورہ طائفین مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ

خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ لوگ کہ جب ماپ کر لیں لوگوں سے

يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝

تو پورا بھر لیں اور جب ماپ کر دیں ان کو یا تول کر تو گھٹا کر دیں

کراما کاتبین | جو نہ خیانت کرتے ہیں نہ کوئی عمل لکھے بغیر چھوڑتے ہیں۔ نہ ان سے تمہارے اعمال پوشیدہ ہیں جب سب عمل ایک ایک کر کے اس اہتمام سے لکھے جا رہے ہیں تو کیا یہ سب دفتر یوں ہی بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً ہر شخص کے اعمال اس کے آگے آئیں گے اور اس کا اچھا یا برا پھل چکھنا پڑے گا۔ جس کی تفصیل آگے بیان کی۔

جہاں ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی نعمتوں اور راحتوں میں رہنا ہوگا، اگر نکلنے کا کھٹکا لگا رہتا تو راحت ہی کیا ہوتی۔

یعنی نہ بھاگ کر اس سے الگ رہ سکتے ہیں نہ داخل ہونے کے بعد کبھی نکل کر جاسکتے ہیں۔ ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔

فیصلہ کا دن کیا ہے؟ | یعنی کتنا ہی سوچو اور غور کرو، پھر بھی اس ہولناک دن کی پوری کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ بس مختصراً اتنا سمجھ لو کہ اس دن جتنے رشتے ناٹے خوشی اور آشنائی کے ہیں سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ سب نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ کوئی شخص بدون حکم مالک الملک کے کسی کی سفارش نہ کر سکے گا۔ عاجزی، چالپوسی اور صبر و استقلال کچھ کام نہ دیگا۔ ”إِلَّا مَنْ رَضِيَ اللَّهُ“

اس دن صرف اسی کا حکم چلے گا | یعنی دنیا میں جس طرح بادشاہ کا حکم رعیت پر، ماں باپ کا اولاد پر، اور آقا کا نوکر پر جاری ہوتا ہے اس دن یہ سب حکم ختم ہو جائیں گے اور اس شہنشاہ مطلق کے سوا کسی کو دم مارنے کی قدرت نہ ہوگی تنہا بلا شرکت غیرے ظاہر و باطن اسی کا حکم چلے گا۔ اور سارے کام حساد معنا اکیلے اسی کے قبضہ میں ہوں گے۔

سورۃ المطففین

ناپ تول میں کمی بیشی کرنے والے | گو لوگوں سے اپنا حق پورا لینا مذموم نہیں مگر یہاں اس کے لانے سے مقصود خود اس بات پر مذمت کرنا نہیں بلکہ کم دینے کی مذمت کو مؤکد کرنا ہے۔ یعنی کم دینا اگرچہ فی نفسہ مذموم ہے لیکن اس کے ساتھ اگر لیتے وقت دوسروں کی بالکل رعایت نہ کی جائے تو اور زیادہ مذموم ہے۔ بخلاف رعایت کرنے والے کے کہ اگر اس میں ایک عیب ہے تو ایک ہنر بھی ہے فٹک جٹک۔ لہذا پہلے شخص کا عیب زیادہ شدید ہوا اور چونکہ اصل مقصود مذمت ہے کم دینے کی، اس لئے اس میں ناپ اور تول دونوں کا ذکر کیا جائے تا خوب تصریح ہو جائے کہ ناپنے میں بھی کم ناپتے ہیں اور تولنے میں بھی کم تولتے ہیں اور چونکہ پورا لینا فی نفسہ مذموم نہیں اس لئے وہاں صرف ایک کے ذکر پر اکتفاء کیا پھر تخصیص ناپ کی شاید اس لئے ہو کہ عرب میں اور خصوصاً مدینہ میں زیادہ رواج کیل کا تھا۔ اس کے سوا اور بھی وجوہ تخصیص کی ہو سکتی ہیں۔

الْأَيُّظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۖ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝

کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ کہ ان کو اٹھنا ہے اس بڑے دن کے واسطے

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ

جس دن کھڑے رہیں لوگ راہ (سامنے) دیکھتے جہان کے مالک کی ہرگز نہیں بے شک اعمال نامہ

الْفُجَّارِ لَفِي سَجِّينٍ ۖ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَجِّينٌ ۖ كِتَابٌ

گنہگاروں کا جہنم میں ہے اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہے جہنم ایک دفتر ہے

مَرْقُومٌ ۖ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ

لکھا ہوا خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی جو جھوٹ جانتے ہیں انصاف کے

الَّذِينَ ۖ وَمَا يُكْذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۖ إِذَا تُتْلَىٰ

دن کو اور اس کو جھٹلاتا ہے وہی جو بڑھ نکلے (چلے) والا گنہگار ہے جب سنائے

عَلَيْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ ۖ كَلَّا بَلْ سَكَنَ رَانَ

اس کو ہماری آیتیں کہے نقلیں (کہانیاں) ہیں پہلوں کی کوئی نہیں پر زنگ پڑ گیا ہے

عَلٰٓ قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۖ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ

ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے کوئی نہیں وہ اپنے رب سے

يَوْمَئِذٍ لَّمَّحْجُوبُونَ ۖ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُو الْاُحْجِمِ ۖ ثُمَّ

اس دن روک دیئے جائیں گے پھر مقرر وہ کرنے والے ہیں دوزخ میں پھر

يُقَالُ هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۖ كَلَّا اِنَّ كِتَابَ

کہا جائے گا یہ وہی ہے جس کو تم جھوٹ جانتے تھے ہرگز نہیں بے شک اعمال نامہ

◆ **انہیں جواب دہی کا یقین نہیں** | یعنی اگر انہیں خیال ہوتا کہ مرنے کے بعد ایک دن پھر اٹھنا اور اللہ کے سامنے تمام حقوق و فرائض کا حساب دینا ہے، تو ہرگز ایسی حرکت نہ کرتے۔

◆ کہ کب تجلی فرماتا اور کب حساب کتاب کر کے ہمارے حق میں کوئی فیصلہ سنا ہے۔

◆ **یوم حساب ضرور آئے گا** | یعنی ہرگز گمان نہ کیا جائے کہ ایسا دن نہیں آئے گا۔ وہ ضرور آتا ہے اور اس کے لئے سب نیکیوں اور بدوں کے اعمال نامے اپنے اپنے دفتر میں مرتب کیے رکھے ہیں۔

◆ **حجین کا دفتر** | یعنی حجین ایک دفتر ہے جس میں نام ہر ایک دوزخی کا درج ہے۔ اور ”بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے“ جن کا ذکر اس سے پہلی سورت میں آچکا، ان بدکاروں کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے بعد ہر شخص کے عمل علیحدہ علیحدہ فردوں میں لکھ کر اس دفتر میں داخل کرتے ہیں اور اس فرد پر یا ہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت بنا دیتے ہیں جس کے دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ شخص دوزخی ہے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح بھی اسی مقام میں رکھی جاتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی ان کے نام وہاں داخل ہوتے ہیں مگر وہیں پہنچیں گے۔“ بعض سلف نے کہا ہے کہ یہ مقام ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ جو شخص روز جزا کا منکر ہے فی الحقیقت اللہ کی ربوبیت، اس کی قدرت اور اس کے عدل و حکمت سب کا منکر ہے اور جو ان چیزوں کا منکر ہو وہ جس قدر گناہوں پر دلیر ہو تھوڑا ہے۔

◆ یعنی قرآن اور نصیحت کی باتیں سن کر کہتا ہے کہ ایسی باتیں، لوگ پہلے بھی کرتے آئے ہیں۔ وہ ہی پرانی کہانیاں اور فرسودہ افسانے انہوں نے نقل کر دیئے۔ بھلا ہم ان نقلوں اور کہانیوں سے ڈرنے والے کہاں ہیں۔

◆ **کفار کے قلوب کا زنگ** | یعنی ہماری آیتوں میں کچھ شک و شبہ کا موقع نہیں۔ اصل یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت و مزاوت سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گئے ہیں۔ اس لئے حقائق صحیحہ کا انعکاس ان میں نہیں ہوتا۔ حدیث میں فرمایا کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے۔ اگر توبہ کر لی تو مٹ گیا ورنہ جوں جوں گناہ کرتا جائے گا وہ نقطہ بڑھتا اور پھیلتا رہے گا۔ تا آنکہ قلب بالکل کالا سیاہ ہو جائے کہ حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے۔ یہ ہی حال ان مکذبین کا سمجھو کہ شرارتیں کرتے کرتے ان کے دل بالکل مسخ ہو چکے ہیں۔ اسی لئے آیات اللہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

◆ **دیدار الہی سے کفار کی محرومی** | یعنی اس انکار و تکذیب کے انجام سے بے فکر نہ ہوں۔ وہ وقت ضرور آنے والا ہے جب مؤمنین حق سبحانہ، و تعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہوں گے اور یہ بد بخت محروم رکھے جائیں گے۔

◆ **دفتر علیین** | یعنی ان بد معاشوں کا اور نیکیوں کا ایک انجام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ۝ كَتَبُ

نیکوں کا عِلِّین میں ہے اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہے عِلِّین ایک دفتر ہے

مَرْقُومٌ ۝ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝

لکھا ہوا اس کو دیکھتے ہیں نزدیک والے یعنی فرشتے بے شک نیک لوگ ہیں آرام میں

عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ

تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے پہچان لے تو ان کے منہ پر تازگی

النَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ ۝ خِتَمُهُ مِسْكَ ۝ فِي

آرام کی ان کو پلائی جاتی ہے شراب خالص مہر لگی ہوئی جس کی مہر جمتی ہے مشک پر اور

ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۝ وَهَزَاجُهُمْ مِنْ تَسْنِيمٍ ۝

اس پر چاہیے کہڑھکیں ڈھکنے والے اور اس کی ملوثی ہے تسنیم سے

عَبْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ

وہ ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں نزدیک والے (اللہ کے مقرب) وہ لوگ جو گنہگار ہیں تھے

الَّذِينَ آمَنُوا يَصْحَكُونَ ۝ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامِرُونَ ۝

ایمان والوں سے ہنسا کرتے اور جب ہو کر نکلتے ان کے پاس کو تو آپس میں آکھ (سین) مارتے

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ۝ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا

اور جب پھر کر جاتے اپنے گھر پھر جاتے باتیں بتاتے اور جب ان کو دیکھتے کہتے

إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ۝ فَالْيَوْمَ

بے شک یہ لوگ بہک رہے ہیں اور ان کو بھیجا نہیں ان پر نگہبان بنا کر سو آج

◆ علین کہاں ہے | یعنی جنتیوں کے نام درج ہیں اور ان کے اعمال کی مسلیں مرتب کر کے رکھی جاتی ہیں اور ان کی ارواح کو اول وہاں لے جا کر پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ مقام ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ مقرب فرشتے یا اللہ کے مقرب بندے خوش ہو کر مومنین کے اعمالناے دیکھتے ہیں اور اس مقام پر حاضر رہتے ہیں۔

◆ اہل جنت کی مسہریاں | یعنی مسہریوں میں بیٹھے جنت کی سیر کرتے ہوں گے اور دیدار الہی سے آنکھیں شاد کریں گے۔

◆ اہل جنت کے چہروں کی رونق اور تازگی | یعنی جنت کے عیش و آرام سے ان کے چہرے ایسے پر رونق اور تروتازہ ہوں گے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے کہ یہ لوگ نہایت عیش و نعم میں ہیں۔

◆ مہر لگی ہوئی شراب | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”شراب کی نہریں ہیں ہر کسی کے گھر میں۔ لیکن یہ شراب نادر ہے جو سر بہمہر رہتی ہے۔“

◆ مشک کی مہر | جیسے دنیا میں مہر لاکھ یا مٹی پر جمائی جاتی، وہاں کی مٹی مشک ہے اسی پر جمائی جائے گی، شیشہ ہاتھ میں لیتے ہی دماغ مسطر ہو جائے گا اور اخیر تک خوشبو مہکتی رہے گی۔

◆ ٹوٹ پڑنے والے اس شراب پر ٹوٹ پڑیں | یعنی دنیا کی ناپاک شراب اس لائق نہیں کہ بھلے آدمی اس کی طرف رغبت کریں۔ ہاں یہ شراب طہور ہے جس کے لئے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہئے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ہونی چاہئے۔

◆ چشمہ تسنیم کی طوئی | یعنی مقرب لوگ اس چشمہ کی شراب کو خالص پیتے ہیں اور ابراہیم کو اس شراب کی طوئی دی جاتی ہے جو بطور گلاب وغیرہ کے ان کی شراب میں ملاتے ہیں۔

◆ کہ ان بیوقوفوں کو کیا خیال فاسد دامن گیر ہوا ہے کہ محسوس موجود لذتوں کو جنت کی خیالی لذتوں کی توقع پر چھوڑتے ہیں۔

◆ کفار مومنین کی تضحیک کرتے تھے | کہ دیکھو یہ ہی بے عقل اور احمق لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کو جنت کے ادھار پر دنیا کے نقد سے محروم کر رکھا ہے۔

◆ یعنی خوش طبعی کرتے اور مسلمانوں پر پھبتیاں کتے تھے اور اپنے عیش و آرام پر مفتون و مغرور ہو کر سمجھتے کہ ہمارے ہی عقیدے اور خیالات درست ہیں ورنہ یہ نعمتیں ہم کو کیوں ملتیں۔

◆ مومنین کے مجاہدے کا مذاق | کہ خواہ مخواہ زہد و ریاضت کر کے اپنی جانیں کھپاتے اور مومہوم لذتوں کو موجودہ لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور لا حاصل مشقتوں کا کمالات حقیقی نام رکھا ہے۔ کیا کھلی ہوئی گمراہی نہیں کہ سب گمراہ اور عیش و آرام چھوڑ کر ایک شخص کے پیچھے ہوئے اور اپنے آبائی دین کو بھی ترک کر بیٹھے۔

◆ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں کو ان مسلمانوں پر کچھ نگہبان نہیں بنایا گیا کہ احمق اپنی تباہ کاریوں سے آنکھیں بند کر کے ان کی حرکات کی مگرانی کیا کریں۔ اپنی اصلاح کی فکر نہ ہو۔ اور سیدھی راہ چلنے والوں کو گمراہ اور احمق بنائیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿۳۳﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ

ایمان والے منکروں سے ہنستے ہیں ♦ تختوں پر بیٹھے

يَنْظُرُونَ ﴿۳۴﴾ هَلْ ثَوَّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۵﴾

دیکھتے ہیں ♦ اب بدلہ پایا ہے منکروں نے جیسا کچھ کرتے تھے ♦

آيَاتُهَا ۲۵ ﴿۸۳﴾ سُورَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ ﴿۸۳﴾ رُكُوعُهَا ۱

سورۃ انشقاق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۚ وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۚ وَإِذَا

جب آسمان پھٹ جائے اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ آسمان اسی لائق ہے ♦ اور جب

الْأَرْضُ مُدَّتْ ۚ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۚ وَأَذْنَتْ

زمین پھیلا دی جائے ♦ اور نکال ڈالے جو کچھ اس میں ہے اور خالی ہو جائے ♦ اور سن لے

لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۚ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ

حکم اپنے رب کا اور وہ زمین اسی لائق ہے ♦ اے آدمی تجھ کو تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب تک پہنچنے

كَذَّحًا مُّلْقِيهِ ۚ فَاثْمًا ۚ وَأُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۚ

میں سے کہہ کر، (کھپ کھپ کر) پھر اس سے ملنا ہے ♦ سو جس کو ملا اعمال نامہ اس کا داہنے ہاتھ میں

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۚ وَيُنْقَلَبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ

تو اس سے حساب لیں گے آسان حساب ♦ اور پھر کرائے گا اپنے لوگوں کے پاس

آخرت میں مومنین کفار پر ہنسیں گے | یعنی قیامت کے دن مسلمان ان کافروں پر ہنستے ہیں کہ یہ لوگ کیسے کوتاہ اندیش اور احمق تھے جو خسیس اور قانی چیز کو نفیس اور باقی نعمتوں پر ترجیح دی۔ آخر آج دوزخ میں کس طرح عذاب دائم کا مزہ چکھ رہے ہیں۔

یعنی اپنی خوشحالی اور کافروں کی بد حالی کا نظارہ کر رہے ہیں۔ آج منکروں کو ان کے اعمال کا بدلہ مل گیا | یعنی جو دنیا میں مسلمانوں کی ہنسی اڑاتے تھے، آج ان کا حال قابلِ مسخکہ ہو رہا ہے اور مسلمان ان کی گزشتہ حماقتوں کا خیال کر کے ہنستے ہیں۔

سورۃ الانشقاق

آسمان کو پھٹنے کا حکم ہوگا | یعنی اللہ کی طرف سے جب پھٹنے کا حکم نکوینی ہوگا، آسمان اس کی تعمیل کرے گا اور وہ مقدور و مقہور ہونے کے لحاظ سے اسی لائق ہے کہ بایں عظمت و رفعت اپنے مالک و خالق کے سامنے گردن ڈال دے اور اس کی فرمانبرداری میں ذرا چون و چرا نہ کرے۔

زمین پھیلا دی جائے گی | محشر کے دن یہ زمین رب کی طرح کھینچ کر پھیلا دی جائے گی اور عمارتیں پہاڑ وغیرہ سب برابر کر دیئے جائیں گے تا ایک سطح مستوی پر سب اولین و آخرین بیک وقت کھڑے ہو سکیں اور کوئی حجاب و حائل باقی نہ رہے۔

زمین اپنے خزانے اگل دے گی | زمین اس دن اپنے خزانے اور مردوں کے اجزاء اگل ڈالے گی اور ان تمام چیزوں سے خالی ہو جائے گی جن کا تعلق اعمالِ عباد کے مجازات سے ہے۔ زمین و آسمان جس کے حکم نکوینی کے تابع و منقاد ہوں، آدمی کو کیا حق ہے کہ اس کے حکم تشریحی سے سرتابی کرے۔

رب تک پہنچنے میں انسان کی محنت | یعنی رب تک پہنچنے سے پہلے ہر آدمی اپنی استعداد کے موافق مختلف قسم کی جدوجہد کرتا ہے کوئی اس کی طاعت میں محنت و مشقت اٹھاتا ہے، کوئی بدی اور نافرمانی میں جان کھپاتا ہے۔ پھر خیر کی جانب میں ہو یا شر کی، طرح طرح کی تکلیفیں سہ سہ کر آخر پروردگار سے ملتا اور اپنے اعمال کے نتائج سے دوچار ہوتا ہے۔

مومنین کا حساب آسان ہوگا | آسان حساب یہ ہے کہ بات بات پر گرفت نہ ہوگی۔ محض کاغذات پیش ہو جائیں گے اور بدون بحث و مناقشہ کے سستے چھوڑ دیئے جائیں گے۔

مَسْرُورًا ① وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ② فَسَوْفَ

خوش ہو کر ① اور جس کو ملا ② اس کا اعمال نامہ ③ پیچھے کے پیچھے سے ④ سو

يَدْعُوا ثُبُورًا ③ وَيَصْلِي سَعِيرًا ④ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ

پکارے گا موت موت ③ اور پڑے گا آگ میں ④ وہ رہا تھا اپنے گھر میں

مَسْرُورًا ③ إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ④ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ

بے غم ③ اس نے خیال کیا تھا کہ پھر نہ جائے گا ④ کیوں نہیں اس کا رب

بِهِ بِصِيرًا ⑤ فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ⑥ وَاللَّيْلِ وَمَا

اس کو دیکھتا تھا ⑤ سو قسم کھاتا ہوں شام کی سرخی کی ⑥ اور رات کی اور جو چیزیں

وَسَقَى ⑦ وَالْقَمَرَ إِذَا اتَّسَقَ ⑧ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ⑨

اس میں سٹ آتی ہیں ⑦ اور چاند کی جب پورا بھر جائے ⑧ کہ تم کو چھ حنا ہے میز می پر میز می ⑨

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑩ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ

پھر کیا ہوا ہے ان کو ⑩ جو یقین نہیں لاتے ⑪ اور جب پڑھے ان کے پاس قرآن

لَا يَسْجُدُونَ ⑪ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكْذِبُونَ ⑫ وَاللَّهُ

وہ سجدہ نہیں کرتے ⑪ اوپر سے اور یہ کہ منکر جھٹلاتے ہیں ⑫ اور اللہ

أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ⑬ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ⑭ إِلَّا

خوب جانتا ہے جو اندر بھر رکھتے ہیں ⑬ سو خوشی سنا دے ان کو عذاب دردناک کی ⑭ مگر

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ⑮

جو لوگ کہ یقین لائے ⑮ اور کام کئے بھلے ⑯ ان کے لیے ثواب ہے بے انتہا ⑰

معارفۃ ۱۴
عند المتأخرين ۱۲

السجدة ۱۳

الحج ۱۵

◆ نہ سزا کا خوف رہے گا نہ غصہ کا ڈر نہ ہایت اسن و اطمینان سے اپنے احباب و اقارب اور مسلمان بھائیوں کے پاس خوشیاں مناتا ہوا آئے گا۔
 ◆ پیٹھ کے پیچھے سے اعمال نامہ کا ملنا | یعنی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا۔ فرشتے سامنے سے اس کی صورت دیکھنا پسند نہیں کریں گے گویا غایت کراہیت کا اظہار کیا جائے گا۔ اور ممکن ہے پیچھے کو مشکیں بندھی ہوں اس لئے اعمال نامہ پشت کی طرف سے دینے کی نوبت آئے۔

◆ یعنی عذاب کے ڈر سے موت مانگے گا۔

◆ کافر دنیا میں مسرور تھا | یعنی دنیا میں آخرت سے بے فکر تھا اس کا بدلہ یہ ہے کہ آج سخت غم میں مبتلا ہونا پڑا اس کے برعکس جو لوگ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر میں گھلے جاتے تھے ان کو آج بالکل بے فکری اور اس چین ہے۔ کافر یہاں سرور تھا، مومن وہاں سرور ہے۔

◆ اسے کہاں خیال تھا کہ ایک روز خدا کی طرف واپس ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے اسی لئے گناہوں اور شرارتوں پر خوب دلیر رہا۔

◆ اللہ اس کو دیکھتا تھا | یعنی پیدائش سے موت تک برابر دیکھتا تھا کہ اس کی روح کہاں سے آئی، بدن کس کس چیز سے بنا۔ پھر کیا

اعتقاد رکھا، کیا عمل کیا۔ دل میں کیا بات تھی۔ زبان سے کیا نکلا۔ ہاتھ پاؤں سے کیا کمایا، اور موت کے بعد اس کی روح کہاں گئی اور بدن کے اجزا بکھر کر کہاں کہاں پہنچے۔ وغیرہ ذلک۔ جو خدا آدمی کے احوال سے اس قدر واقف ہو اور ہر جزئی و کلی حالت کو نگاہ میں رکھتا ہو، کیا گمان کر سکتے ہو کہ وہ اس کو یوں ہی مہمل اور معطل چھوڑ دے گا؟ ضرور ہے کہ اس کے اعمال پر ثمرات و نتائج مرتب کرے۔

◆ شام کی سرخی کی قسم | یعنی آدمی اور جانور جو دن میں تلاش معاش کے لئے مکانوں سے نکل کر ادھر ادھر منتشر ہوتے ہیں رات کے وقت سب طرف سے سمٹ کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر جمع ہو جاتے ہیں۔

◆ چودھویں کے چاند کی قسم | یعنی چودھویں رات کا چاند جو اپنی حد کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

◆ تم کو طبقہ طبقہ چڑھنا ہے | یعنی دنیا کی زندگی میں مختلف دور سے بتدریج گزر کر آخر میں موت کی سیڑھی ہے، پھر عالم برزخ

کی، پھر قیامت کی، پھر قیامت میں خدا جانے کتنے احوال و مراتب درجہ بدرجہ طے کرنے ہیں۔ جیسے رات کے شروع میں شفق کے باقی رہنے تک ایک قسم کی روشنی رہتی ہے۔ جو فی الحقیقت بقیہ ہے آفتاب کے اثرات کا، پھر شفق غائب ہونے پر دوسرا دور تاریکی کا شروع ہوتا ہے جو سب چیزوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ اس میں چاند بھی لکھتا ہے اور درجہ بدرجہ اس کی روشنی بڑھتی ہے آخر چودھویں شب کو ماہ کامل کا نور اس تاریک فضاء میں ساری رات اجالا رکھتا ہے۔ گویا انسانی احوال کے طبقات رات کی مختلف کیفیات سے مشابہ ہوئے۔ واللہ اعلم۔

◆ کہ ہم کو موت کے بعد بھی کسی طرف رجوع ہونا ہے اور ایک بڑا بھاری سفر درپیش ہے جس کے لئے کافی توشہ ساتھ ہونا چاہئے۔

◆ یعنی اگر ان کی عقل خود بخود ان حالات کو دریافت نہیں کر سکتی تھی تو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فائدہ اٹھاتے لیکن اس کے برخلاف ان کا حال یہ ہے کہ قرآن مجید بیان کو سن کر بھی ذرا عاجزی اور تذلل کا اظہار نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جب مسلمان خدا کی آیات سن کر سجدہ کرتے ہیں، ان کو سجدہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

◆ یعنی فقط اتنا ہی نہیں کہ اللہ کی آیات سن کر انقیاد و تذلل کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان کو زبان سے جھٹلاتے ہیں اور دلوں میں جو تکذیب و انکار، بغض و عناد اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اس کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

◆ کفار کو عذاب الیم کی خوشخبری | یعنی خوشخبری سنا دیجئے کہ جو کچھ وہ کما رہے ہیں اس کا پھل ضرور ملے گا۔ ان کی یہ کوششیں ہرگز خالی نہیں جائیں گی۔

◆ جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

آيَاتُهَا ۲۲ ﴿۸۵﴾ سُورَةُ الْبُرُوجِ مَكِّيَّةٌ (۲۷) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ بروج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝ وَشَاهِدٍ

قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں ◆ اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے ◆ اور اس دن کی جو حاضر ہوتا ہے

وَمَشْهُودٍ ۝ قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ۝ النَّارِ ذَاتِ

اور اس کی (اس دن کی) کہ جس کے پاس حاضر ہوتے ہیں ◆ مارے گئے کھائیاں کھودنے والے آگ ہے بہت

الْوَقُودِ ۝ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ

ایندھن والی ◆ جب وہ اس پر بیٹھے اور جو کچھ وہ کرتے

بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا

مسلمانوں کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے (سمانے دیکھتے) ◆ اور ان سے بدلہ نہ لیتے تھے مگر اسی بات کا کہ وہ یقین لائے

بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝

اللہ پر جو زبردست ہے تعریفوں والا جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں

سورة البروج

◆ آسمان کے بروج | بروجوں سے مراد یا تو وہ بارہ برج ہیں جن کو آفتاب ایک سال کی مدت میں تمام کرتا ہے یا آسمانی قلعہ کے وہ حصے جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں یا بڑے بڑے ستارے جو دیکھنے میں آسمان پر معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی قیامت کا دن۔
◆ شاہد اور مشہود کی قسم | سب شہروں میں حاضر ہوتا ہے جمعہ کا دن۔ اور سب ایک جگہ حاضر ہوتے ہیں عرفہ کے دن حج کے لیے اسی لئے روایات میں آیا کہ ”شاہد“ جمعہ کا دن ہے اور ”مشہود“ عرفہ کا دن۔ اس کے علاوہ ”شاہد“ و ”مشہود“ کی تفسیر میں اقوال بہت

ہیں لیکن اوفیٰ بالروایات یہ ہی قول ہے۔ واللہ اعلم۔ تنبیہ قرآنی قسموں کے متعلق ہم سورۃ "قیامہ" کے شروع میں جو لکھ چکے ہیں، اس کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہئے۔ اور ان قسموں کو جواب قسم سے مناسبت یہ ہے کہ ان سب سے اللہ تعالیٰ کا مالک ممکنہ و ازمنہ ہونا ظاہر ہوتا ہے اور ایسے مالک الکل کی مخالفت کرنے والے کا مستحق لعن و عقوبت ہونا ظاہر ہے۔

❖ **اصحاب الاخذ و کون ہیں ایک عجیب واقعہ** یعنی ملعون و مغضوب ہوئے وہ لوگ جنہوں نے بڑی بڑی خندقیں کھود کر

آگ سے بھریں اور بہت سا ایندھن ڈال کر ان کو دھونکایا۔ ان "اصحاب الاخذ و" سے کون مراد ہیں؟ مفسرین نے کئی واقعات نقل کئے ہیں۔ لیکن صحیح مسلم، جامع ترمذی اور مسند احمد وغیرہ میں جو قصہ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں کوئی کافر بادشاہ تھا۔ اس کے ہاں ایک ساحر (جادوگر) رہتا تھا۔ جب ساحر کی موت کا وقت قریب ہوا۔ اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ ایک ہشیار اور ہونہار لڑکا مجھے دیا جائے تو میں اس کو اپنا علم سکھا دوں تا میرے بعد یہ علم مٹ نہ جائے۔ چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا جو روزانہ ساحر کے پاس جا کر اس کا علم سیکھتا تھا۔ راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا جو اس وقت کے اعتبار سے دین حق پر تھا۔ لڑکا اس کے پاس بھی آنے لگا۔ اور خفیہ طور سے راہب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا، اور اس کے فیض صحبت سے ولایت و کرامت کے درجہ کو پہنچا۔ ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور (شیر وغیرہ) نے راستہ روک رکھا ہے جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے۔ اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے۔ یہ کہہ کر پتھر پھینکا جس سے اس جانور کا کام تمام ہو گیا۔ لوگوں میں شور ہوا کہ اس لڑکے کو عجیب علم آتا ہے کسی اندھے نے سن کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی کر دو۔ لڑکے نے کہا کہ اچھی کرنے والا میں نہیں۔ وہ اللہ وحدہ لا شریک لا ہے۔ اگر تو اس پر ایمان لائے تو میں دعا کروں۔ امید ہے وہ تجھ کو بینا کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شدہ شدہ یہ خبریں بادشاہ کو پہنچیں۔ اس نے برہم ہو کر لڑکے کو مع راہب اور اندھے کے طلب کر لیا اور کچھ بحث و گفتگو کے بعد راہب اور اندھے کو قتل کر دیا اور لڑکے کی نسبت حکم دیا کہ اونچے پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ مگر خدا کی قدرت جو لوگ اس کو لے گئے تھے، سب پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح و سالم چلا آیا۔ پھر بادشاہ نے دریا میں غرق کرنے کا حکم دیا۔ وہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ لڑکا صاف بچ کر نکل آیا اور جو لے گئے تھے وہ سب دریا میں ڈوب گئے۔ آخر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ میں خود اپنے مرنے کی ترکیب بتلاتا ہوں۔ آپ سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں۔ ان کے سامنے مجھ کو سولی پر لٹکانیں اور یہ لفظ کہہ کر میرے تیر ماریں۔ "بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِ" (اس اللہ کے نام پر جو رب ہے اس لڑکے کا) چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اور لڑکا اپنے رب کے نام پر قربان ہو گیا۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر یکنفخت لوگوں کی زبان سے ایک نعرہ بلند ہوا کہ "آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِ" (ہم سب لڑکے کے رب پر ایمان لائے) لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ لیجئے۔ جس چیز کی روک تھام کر رہے تھے۔ وہ ہی پیش آئی پہلے تو کوئی اکا دکا مسلمان ہوتا تھا اب خلق کثیر نے اسلام قبول کر لیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آ کر بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں اور ان کو خوب آگ سے بھرا کر اعلان کیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اس کو ان خندقوں میں جمھونک دیا جائے گا۔ آخر لوگ آگ میں ڈالے جا رہے تھے۔ لیکن اسلام سے نہیں ہٹتے تھے۔ ایک مسلمان عورت لائی گئی جس کے پاس دودھ پیتا بچہ تھا۔ شاید بچہ کی وجہ سے آگ میں گرنے سے گھبرائی۔ مگر بچہ نے خدا کے حکم سے آواز دی "اُمّہا اصری فلانک علی الحق" (اماں جان صبر کر کہ تو حق پر ہے)

❖ **ایمان لانے والوں کیلئے خندقیں اور آگ** یعنی بادشاہ اور اس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس بیٹھے ہوئے نہایت

شکلی سے مسلمانوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ بد بختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ

اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ♦ تحقیق جو دین سے بھلائے ایمان والے مردوں کو

وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ

اور عورتوں کو پھر توبہ نہ کی تو ان کے لیے عذاب ہے دوزخ کا اور ان کے لیے عذاب ہے

الْحَرِيقِ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَدَّتُ

آگ لگے گا ♦ بے شک جو لوگ یقین لائے اور کیں انہوں نے بھلائیاں ان کے لئے باغ ہیں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝۱۱ اِنَّ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں یہ ہے بڑی مراد ملی ♦ بے شک

بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝۱۲ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِيْ وَيُعِيْدُ ۝۱۳ وَهُوَ

تیرے رب کی پکڑ سخت ہے ♦ بے شک وہی کرتا ہے پہلی مرتبہ اور دوسری ♦ اور وہی ہے

الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝۱۵ فَعَالٌ لِّمَا

بخشنے والا محبت کرنے والا ♦ مالک عرش کا بڑی شان والا کر ڈالنے والا جو

يُرِيْدُ ۝۱۶ هَلْ اَنْتَكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝۱۸

چاہے ♦ کیا (کچھ) پہنچی تجھ کو بات ان لشکروں کی فرعون اور ثمود کے ♦

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝۱۹ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ

کوئی نہیں بلکہ منکر جھلاتے ہیں ♦ اور اللہ نے ان کو ہر طرف سے

مُحِيْطٌ ۝۲۰ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝۲۱ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲

گھیر رکھا ہے ♦ کوئی نہیں یہ قرآن ہے بڑی شان کا ♦ لکھا ہوا لوح محفوظ میں ♦

♦ **مومنین کا قصور صرف ان کا ایمان تھا** | یعنی ان مسلمانوں کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کفر کی غلت سے نکل کر ایک

زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لائے۔ جس کی بادشاہت سے زمین و آسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں۔ اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ احوال سے باخبر ہے۔ جب ایسے خدا کے پرستاروں کو محض اس جرم پر کہ وہ کیوں اسی اکیلے کو پوجتے ہیں، آگ میں جلایا جائے تو کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ایسا ظلم و ستم یوں ہی خالی چلا جائے گا اور وہ خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جب اللہ کا غضب آیا وہ ہی آگ پھیل پڑی۔ بادشاہ اور امیروں کے گھر سارے پھونک دیئے۔“ مگر روایات صحیحہ میں اس کا ذکر نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

♦ **ایمان سے روکنے کیلئے دوزخ کا عذاب** | یعنی کچھ اصحاب الا خود پر منحصر نہیں۔ جو لوگ ایمانداروں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ (جیسے کفار کہہ رہے تھے) پھر اپنی ان نالائق حرکات سے تائب نہ ہوں گے ان سب کے لئے دوزخ کا عذاب تیار ہے جس میں بیشمار قسم کی تکلیفیں ہوں گی اور بڑی تکلیف آگ لگے کی ہوگی جس میں دوزخی کا تن من سب گرفتار ہوگا۔

♦ **ایمان اور عمل صالح کا ثمرہ** | یعنی یہاں کی تکلیفوں اور ایذاؤں سے نہ گھبرائیں۔ بڑی اور آخری کامیابی ان ہی کے لئے ہے۔ جس کے مقابلہ میں یہاں کا پیش یا تکلیف سب بچہ ہے۔

♦ **حق تعالیٰ کی بعض صفات** | یعنی پہلی مرتبہ دنیا کا عذاب اور دوسری مرتبہ آخرت کا (کلامی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ

اول مرتبہ آدمی کو وہ ہی پیدا کرتا ہے اور دوسری مرتبہ موت کے بعد بھی وہ ہی پیدا کرے گا۔ پس مجرم اس دھوکہ میں نہ رہے کہ موت جب ہمارا نام و نشان مٹا دے گی، پھر ہم کس طرح ہاتھ آئیں گے۔

♦ **یعنی باوجود اس صفت قہاری و سخت گیری کے اس کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا، ان کے عیب چھپاتا اور طرح طرح کے لطف و کرم اور عنایت و شفقت سے نوازتا ہے۔**

♦ **اللہ اپنے ارادوں میں فعال ہے** | یعنی اپنے علم و حکمت کے موافق جو کرنا چاہے کچھ دیر نہیں لگتی نہ کوئی روکنے ٹوکنے کا حق رکھتا ہے۔ بہر حال نہ اس کے انعام پر بندہ کو مغرور ہونا چاہئے نہ انتقام سے بے خوف بلکہ ہمیشہ اس کی صفات جلال و جمال دونوں پر نظر رکھے۔ اور خوف کے ساتھ رجاء اور رجاء کے ساتھ خوف کو دل سے زائل نہ ہونے دے۔

♦ **کہ ایک مدت تک انعام کا دروازہ ان پر کھلا رکھا تھا۔ اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتیں ان کو پہنچتی تھیں پھر ان کے کفر و طغیان کی بدولت کیسا سخت انتقام لیا گیا۔**

♦ **یعنی کفار قسوں سے کچھ عبرت نہیں کھڑے اور عذاب الہی سے ڈرتے۔ بلکہ ان قسوں کے اور قرآن کے جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔**

♦ **اللہ نے نہیں گھیرا ہوا ہے** | یعنی جھٹلانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اس تکذیب کی سزا بھگتنا ضروری ہے اللہ کے قبضہ قدرت سے وہ نکل نہیں سکتے نہ سزا سے بچ سکتے ہیں۔

♦ **قرآن کی بزرگی اور شان** | یعنی ان کا قرآن کو جھٹلانا محض حماقت ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو، یا چند احمقوں کے جھٹلانے سے اس کی شان اور بزرگی کم ہو جائے۔

♦ **لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے** | جہاں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ پھر وہاں سے نہایت حفاظت و اہتمام کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ ”لَبَّائِكُمْ مِنْ تَحْتِ بِلَدٍ مِنْ خَلِيلِهِ وَ مِنْ خَلِيلِهِ رَحْمًا“ (الحج۔ رکوع ۲) اور یہاں بھی قدرت کی طرف سے اس کی حفاظت کا ایسا سامان ہے جس میں کوئی طاقت رخنہ نہیں ڈال سکتی۔

آيَاتُهَا ۱ ﴿۸۶﴾ سُورَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۳۶) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ طارق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سترہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ

قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں آنے والے کی اور تو نے کیا سمجھا کیا ہے اندھیرے میں آنے والا وہ تارا

التَّاقِبُ ۝ إِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فليَنْظُرِ

چمکتا ہوا کوئی جی نہیں جس پر نہیں ایک نگہبان اب دیکھ لے

الْإِنْسَانُ مِنْ خُلُقٍ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ

آدمی کہ کا ہے سے بنا ہے بنا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے جو نکلتا ہے

بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝

بیٹھ کے بچ سے اور چھاتی کے بچ سے بے شک وہ اس کو پھیر لاسکتا ہے

يَوْمَ نَبِّئُكَ السَّرَافِرُ ۝ فَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَاءِ

جس دن جانچے جائیں مجید تو کچھ نہ ہوگا اس کو زور اور نہ کوئی مدد کرنے والا قسم ہے آسمان

ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلٌ

چکر مارنے والے کی اور زمین پھوٹ نکلنے والی کی بے شک یہ بات ہے

فَصَلِّ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝

دروغہ اور نہیں یہ بات ہنسی کی البتہ وہ لگے ہوئے ہیں ایک داؤ کرنے میں

سورۃ الطارق

انسان کے نگہبان فرشتے | یعنی فرشتے رہتے ہیں آدمی کے ساتھ۔ بلاؤں سے بچاتے ہیں یا اس کے عمل لکھتے ہیں (موضح القرآن) اور قسم میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ جس نے آسمان پر ستاروں کی حفاظت کے ایسے سامان کئے ہیں، اس کو زمین پر تمہاری یا تمہارے اعمال کی حفاظت کرنا کیا دشوار ہے۔ نیز جس طرح آسمان پر ستارے ہر وقت محفوظ ہیں مگر ان کا ظہور خاص شب میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی سب اعمال، نامہ اعمال میں اس وقت بھی محفوظ ہیں، مگر ظہور ان کا خاص قیامت میں ہوگا۔ جب یہ بات ہے تو انسان کو قیامت کی فکر چاہئے۔ اور اگر اس کو مستبعد سمجھتا ہے تو اس کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

اچھلتے پانی سے انسان کی تخلیق | یعنی منی سے جو اچھل کر نکلتی ہے۔

پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلنے والا پانی | کہتے ہیں کہ مرد کی منی کا انصباب پیٹھ سے ہوتا ہے اور عورت کا سینہ سے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ پیٹھ اور سینہ تمام بدن سے کنایہ ہے۔ یعنی مرد کی ہو یا عورت کی تمام بدن میں پیدا ہو کر پھر جدا ہوتی ہے اور اس کنایہ میں تخصیص ملب و ترائب کی شاید اس لئے ہو کہ حصول مادہ منویہ میں اعضاء رئیسہ (قلب، دماغ، کبد) کو خاص دخل ہے جن میں سے قلب و کبد کا تعلق و تلبس ترائب سے اور دماغ کا تعلق بواسطہ نخاع (حرام مغز) کے ملب سے ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی اللہ پھیر لایگا مرنے کے بعد (موضح القرآن) حاصل یہ کہ نطفہ سے انسان بننا یا نہ نسبت دوبارہ بنانے کے زیادہ عجیب ہے جب یہ امر عجیب اس کی قدرت سے واقع ہو رہا ہے تو جائز نہیں کہ اس سے کم عجیب چیز کے وقوع کا خواہ مخواہ انکار کیا جائے۔

جس دن بھید کھل جائیں گے | یعنی سب کی قلعی کھل جائے گی۔ اور کل باتیں جو دلوں میں پوشیدہ رکھی ہوں یا چھپ کر کی ہوں ظاہر ہو جائیں گی اور کسی جرم کا اخفاء ممکن نہ ہوگا۔

اس وقت مجرم نہ اپنے زور و قوت سے مدافعت کر سکے گا نہ کوئی حمایتی ملے گا جو مدد کر کے سزا سے بچالے۔ یا بارش لانے والے کی۔

یعنی اس میں سے پھوٹ نکلتے ہیں کھیتی اور درخت۔

قرآن دو ٹوک کلام ہے | یعنی قرآن اور جو کچھ وہ معاد کے متعلق بیان کرتا ہے، کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں۔ بلکہ حق و باطل اور صدق و کذب کا دو ٹوک فیصلہ ہے۔ اور لاریب وہ سچا کلام اور ایک طے شدہ معاملہ کی خبر دینے والا ہے جو یقیناً پیش آ کر رہے گا۔ تنبیہ | قسم کو اس مضمون سے یہ مناسبت ہوئی کہ قرآن آسمان سے آتا ہے اور جس میں قابلیت ہو مالا مال کر دیتا ہے۔ جیسے بارش آسمان کی طرف سے آتی ہے اور عمدہ زمین کو فیضیاب کرتی ہے۔ نیز قیامت میں ایک نفیسی بارش ہوگی جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے جس طرح یہاں بارش کا پانی گرنے سے مردہ اور بے جان زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگتی ہے۔

وَإِكِيدُ كَيْدًا ۝ فَهَلِ الْكَافِرِينَ أَصْحَابُكُمْ رُؤِيدًا ۝

اور میں لگا ہوا ہوں ایک داؤ کرنے میں سو ڈھیل دے منکروں کو ڈھیل دے ان کو تھوڑے دنوں

آيَاتُهَا ۱۹ ﴿٨٦﴾ سُورَةُ الْأَعْلَىٰ مَكِّيَّةٌ (٨) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ اعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۝ وَالَّذِي

پاک (بول) بیان کرا اپنے رب کے نام کی جو سب سے اوپر جس نے بنایا پھر ٹھیک کیا اور جس نے

قَدَّرَ فَهَدَى ۝ وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى ۝ فَجَعَلَهُ غُثَاءً

نظمرا دیا، پھر راہ بتلائی اور جس نے نکالا چارا پھر کر ڈالا اس کو کوڑا

أَحْوَى ۝ سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَى ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ طَرِيقَهُ

سیاہ البتہ ہم پڑھائیں گے تجھ کو پھر تو نہ بھولے گا مگر جو چاہے اللہ نہ

يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝ وَنُبَشِّرُكَ لِلْيُسْرَى ۝ فَذَكِّرْ ۝

جانتا ہے پکارنے کو اور جو چھپا ہوا ہے اور کج کج پہنچائیں گے ہم تجھ کو آسانی تک سو تو سمجھا دے

إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى ۝ سَبِّدْكَرُومَنْ يَخْشَى ۝ وَ

اگر فائدہ کرے سبھانا سمجھ جائے گا جس کو ڈر ہوگا اور

منکربین کے داؤ بیچ اور اللہ کی تدبیر | یعنی منکربین داؤ بیچ کرتے رہتے ہیں کہ شکوک و شبہات ڈال کر یا اور کسی تدبیر سے حق کو ابھرنے اور پھیلنے نہ دیں۔ اور میری تدبیر لطیف بھی (جس کا انہیں احساس نہیں) اندر اندر کام کر رہی ہے کہ ان کے تمامی مکر و کید کا جال توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جائے اور ان کے سب داؤ بیچ ان ہی کی طرف واپس کئے جائیں۔ اب خود سوچ لو کہ اللہ کی تدبیر کے مقابلہ میں کسی کی

چالاکی اور مکاری کیا کام دے سکتی ہے لامحالہ یہ لوگ ناکام اور خائب و خاسر ہو کر رہیں گے۔ اس لئے مناسب ہے کہ آپ ان کی سزاوی میں جلدی نہ کریں اور ان کی حرکات شیعہ سے گھبرا کر بدو عانہ فرمائیں بلکہ تھوڑے دن ڈھیل دیں پھر دیکھیں نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

سورۃ الاعلیٰ

سبحان ربی الاعلیٰ کی اصل حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا "اجْعَلُوا هَاهُنَا مُجُودِكُمْ" (اس کو اپنے سجود میں رکھو) اسی لئے سجدہ کی حالت میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ" کہا جاتا ہے۔

ہر چیز میں حکمت ہے | یعنی جو چیز بتائی عین حکمت کے موافق بہت ٹھیک بتائی اور باعتبار خواص و صفات اور ان فائدوں کے جو اس چیز سے مقصود ہیں اس کی پیدائش کو درجہ کمال تک پہنچایا اور ایسا معتدل مزاج عطا کیا جس سے وہ منافع و امداد پر مرتب ہو سکیں۔

مختلف مظاہر قدرت | حضرت شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں "یعنی اول تقدیر لکھی پھر اسی کے موافق دنیا میں لایا۔" گویا دنیا میں آنے کی راہ بتادی۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز تحریر فرماتے ہیں کہ "ہر شخص کے لئے ایک کمال کا اندازہ ٹھہرایا۔ پھر اس کو وہ کمال حاصل کرنے کی راہ بتادی۔" وفيہ احوال اخر لا نطول بلہ کرھا۔

یعنی اول نہایت سبز و خوشنما گھاس چارہ زمین سے پیدا کیا پھر آہستہ آہستہ اس کو خشک و سیاہ کر ڈالا تا خشک ہو کر ایک مدت تک جانوروں کے لئے ذخیرہ کیا جاسکے اور خشک کھتی کٹ کر کام میں آئے۔

ہم تمہیں قرآن پڑھوا میں گے | یعنی جس طرح ہم نے اپنی تربیت سے ہر چیز کو بتدریج اس کے کمال مطلوب تک پہنچایا ہے تم کو بھی آہستہ آہستہ کامل قرآن پڑھا دیں گے اور ایسا یاد کرادیں گے کہ اس کا کوئی حصہ بھولنے نہ پاؤ گے بجز ان آیتوں کے جن کا بالکل بھلا دینا ہی مقصود ہوگا کہ وہ بھی ایک قسم نسخ کی ہے۔

وہ ہر ظاہر اور چھپی بات جانتا ہے | یعنی وہ تمہاری عقلی استعداد اور ظاہری اعمال کو جانتا ہے اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ نیز یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جو آیات ایک مرتبہ نازل کر دی گئیں، پھر ان کو منسوخ کرنے اور بھلا دینے کے کیا معنی۔ اس کی حکمتوں کا احاطہ کرنا اسی کی شان ہے جو تمام کھلی چھپی چیزوں کا جاننے والا ہے اسی کو معلوم ہے کہ کوئی چیز ہمیشہ باقی رہتی چاہئے۔ اور کس کو ایک مخصوص مدت کے بعد اٹھالینا چاہئے کیونکہ اب اس کا باقی رکھنا ضروری نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کیلئے سہولت کا وعدہ | یعنی وحی کو یاد رکھنا آسان ہو جائے گا اور اللہ کی معرفت و عبادت اور ملک و ملت کی سیاست کے طریقے سب سہل کر دیئے جائیں گے اور کامیابی کے راستہ سے تمام مشکلات ہٹا دی جائیں گی۔

تذکیر اور تبلیغ کا فرق | یعنی اللہ نے جب آپ پر ایسے انعام فرمائے، آپ دوسروں کو فیض پہنچائیے اور اپنے کمال سے دوسروں

کی تکمیل کیجئے تنبیہ | "إِنْ نَفَعْتُ الذِّكْرَىٰ" کی شرط اس لئے لگائی کہ تذکیر و وعظ اس وقت لازم ہے جب مخاطب کی طرف سے اس کا قبول کرنا منظور ہو۔ اور منصب آنحضرت ﷺ کا، وعظ و تذکیر ہر شخص کے لئے نہیں۔ ہاں تبلیغ و انذار (یعنی حکم الہی کا پہنچانا اور اللہ

کے عذاب سے ڈرانا) تاکہ بندوں پر حجت قائم ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے اتنا باعتبار ہر شخص کے ضرور ہے۔ اس کو عرف میں تذکیر و وعظ نہیں کہتے۔ شاید اسی لئے بعض مفسرین نے زیادہ واضح الفاظ میں آیت کے معنی یوں کئے ہیں کہ بار بار نصیحت کر (اگر ایک

بار کی نصیحت نے نفع نہ کیا ہو) اور ہو سکتا ہے کہ "إِنْ نَفَعْتُ الذِّكْرَىٰ" کی شرط محض تذکیر کی تاکید کے لئے ہو یعنی اگر کسی کو تذکیر نفع دے تو تجھ کو تذکیر کرنا چاہئے اور یقینی بات ہے کہ تذکیر عالم میں کسی نہ کسی کو ضرور نفع دے گی گو ہر کسی کو نہ دے۔ کما قال تعالیٰ

"وَذِكْرُ لَئِنْ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ" پس ایک امر کا ایسی چیز پر معلق کرنا جس کا وقوع ضروری ہے اس امر کی تاکید کا موجب ہوا۔

سمجھانے سے وہ ہی سمجھتا ہے اور نصیحت سے وہ ہی فائدہ اٹھاتا ہے، جس کے دل میں تھوڑا بہت خدا کا ڈر اور اپنے انجام کی فکر ہو۔

يَتَجَنَّبُهَا الْأَشَقَّ ۝ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ثُمَّ

یکسورے گا اس سے بڑا بد قسمت وہ جو داخل ہوگا بڑی آگ میں

لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۝ وَ

نہ مرے گا اس میں اور نہ جیے گا بے شک بھلا ہوا اس کا جو سنورا

ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۝ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝

لیا اس نے نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی کوئی نہیں تم بڑھاتے ہو دنیا کے جینے کو

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْفَ ۝ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝

اور پچھلا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا یہ لکھا ہوا ہے پہلے ورقوں میں

صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ۝

صحفوں میں ابراہیم کے اور موسیٰ کے

إِنَّا أَنهَآ ۝ (۸۸) سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۸) رُكُوعُهَا ۱

سورہ غاشیہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھبیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝

کچھ پہنچی تجھ کو بات اس چھپا لینے والی کی کتنے منہ اس دن ذلیل ہونے والے ہیں

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْفَىٰ مِنْ

مخت کرنے والے تھکے ہوئے گریں گے دکھتی ہوئی آگ میں پانی ملے گا ایک

♦ **متقی لوگوں کا انجام** | یعنی جس بد قسمت کے نصیب میں دوزخ کی آگ لکھی ہے وہ کہاں سمجھتا ہے۔ اسے خدا کا اور اپنے انجام کا ڈر ہی نہیں جو نصیحت کی طرف متوجہ ہو اور ٹھیک بات سمجھنے کی کوشش کرے۔

♦ **دوزخ میں نہ موت ہے نہ زندگی** | یعنی نہ موت ہی آئے گی کہ تکلیفوں کا خاتمہ کر دے اور نہ آرام کی زندگی ہی نصیب ہو گی۔ ہاں ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا۔ العیاذ باللہ۔

♦ **تزکیہ کرنے والوں کا انعام** | یعنی ظاہری و باطنی، حسی و معنوی نجاستوں سے پاک ہوا اور اپنے قلب و قالب کو عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ کیا۔

♦ **تکبیر تحریمہ کا حکم** | یعنی پاک و صاف ہو کر تکبیر تحریمہ میں اپنے رب کا نام لیا۔ پھر نماز پڑھی۔ اور بعض سلف نے کہا کہ ”تَزَكِي“ ”زکوٰۃ“ سے ہے جس سے مراد یہاں ”صدقۃ الفطر“ اور ”ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ“ سے تکبیرات عید مراد ہیں۔ اور ”فَضَلِي“ میں نماز عید کا ذکر ہے یعنی عید کے دن اول صدقۃ الفطر پھر تکبیریں، پھر نماز، والظاهر هو الاول۔ تنبیہ! حنفیہ نے پہلی تفسیر کے موافق اس آیت سے دو مسئلے نکالے ہیں۔ اول یہ کہ تحریمہ میں خاص لفظ ”اللہ اکبر“ کہنا فرض نہیں، مطلق ذکر اسم رب کافی ہے جو مشعر تعظیم ہو اور اپنی غرض و حاجت پر مشتمل نہ ہو۔ ہاں ”اللہ اکبر“ کہنا احادیث صحیحہ کی بناء پر سنت یا واجب قرار پائے گا دوسرے تکبیر تحریمہ نماز کے لئے شرط ہے رکن نہیں کیونکہ ”فَضَلِي“ کا ”ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ“ پر عطف کرنا معطوف و معطوف علیہ کی مغائرت پر دال ہے۔ واللہ اعلم۔

♦ **دنیا کو ترجیح دینے کی مذمت** | یعنی یہ بھلائی تم کو کیسے حاصل ہو جب کہ آخرت کی فکر ہی نہیں بلکہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام کو اعتقاد یا عملاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ دنیا حقیر و فانی اور آخرت اس سے کہیں بہتر اور پائیدار ہے۔ پھر تعجب ہے کہ جو چیز کما و کیفاً ہر طرح افضل ہو اسے چھوڑ کر مفضول کو اختیار کیا جائے۔

♦ **یہ تعلیم حضرت ابراہیم و موسیٰ کے صحیفوں میں موجود ہے** | یعنی یہ مضمون (”قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكٰى“ سے یہاں تک) اگلی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ جو کسی وقت منسوخ نہیں ہوا، نہ بدلا گیا۔ اس اعتبار سے اور زیادہ مؤکد ہو گیا۔ تنبیہ! بعض روایات ضعیفہ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اور موسیٰ علیہ السلام پر ”تورات“ کے علاوہ دس صحیفے نازل ہوئے تھے خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔

سورۃ الغاشیہ

♦ **قیامت کی بات** | یعنی وہ بات سننے کے لائق ہے۔ تنبیہ! ”غاشیہ“ (چھپا لینے والی) سے مراد قیامت ہے جو تمام مخلوق پر چھا جائے گی اور جس کا اثر سارے عالم پر محیط ہوگا۔

♦ **بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے** | یعنی آخرت میں مصیبتیں جھیلنے والے اور مصیبت جھیلنے کی وجہ سے خستہ و در ماندہ، اور بعض نے کہا کہ ”عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ“ سے دنیا کا حال مراد ہے۔ یعنی کتنے لوگ ہیں جو دنیا میں محنتیں کرتے کرتے تھک جاتے ہیں مگر ان کی سب محنتیں طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے سب اکارت ہیں یہاں بھی تکلیفیں اٹھائیں اور وہاں بھی مصیبت میں رہے ”خَبَرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ اسی کو کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”(کافر لوگ) جو دنیا میں (بڑی بڑی) ریاضت کرتے ہیں (اللہ کے ہاں) کچھ قبول نہیں ہوتی۔“

عَيْنِ آيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ ۝ لَا يُسْمِنُ

چشمے کھولتے ہوئے کا ۝ نہیں ان کے پاس کھانا ۝ مگر جھاڑ کانٹوں والا ۝ نہ موٹا کرے

وَلَا يُغْنِي عَنْهُ جُوعٌ ۝ وَجُوعُهُ يَوْمَئِذٍ تَاعِمَةٌ ۝

اور نہ کام آئے بھوک میں ۝ کتنے منہ اس دن ۝ تروتازہ ہیں

لِسَعِيْهَا رَاضِيَةً ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَا تَسْمَعُ فِيْهَا

اپنی کمائی سے راضی ۝ اونچے باغ میں ۝ نہیں سنتے اس میں

لَاغِيَةً ۝ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝

بکواس ۝ اس میں ایک چشمہ ہے بہتا ۝ اس میں تخت ہیں اونچے اونچے بچھے ہوئے

وَأَكْوَابُ مَوْضُوعَةٌ ۝ وَتَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝ وَزَرَابِيُّ

اور آب خورے سامنے پئے ہوئے ۝ اور غالیچے برابر بچھے ہوئے ۝ اور مخمل کے نہالے

مَبْثُوثَةٌ ۝ أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِلَهِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَ

جگہ جگہ پھیلے ہوئے ۝ بھلا کیا نظر نہیں کرتے اونٹوں پر ۝ کہ کیسے بنائے ہیں ۝ اور

إِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ

آسمان پر ۝ کہ کیسا اس کو بلند کیا ہے ۝ اور پہاڑوں پر ۝ کہ کیسے

نُصِبَتْ ۝ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝ فَذَكِّرْ إِنَّمَا

کھڑے کر دیئے ہیں ۝ اور زمین پر کہ کیسی صاف بچھائی ہے ۝ سو تو سمجھائے جا تیرا کام

أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصْبِرٍ ۝ إِلَّا مَنْ

تو ہی سمجھاتا ہے ۝ تو نہیں ان پر داروغہ ۝ مگر جس نے

♦ **دوزخیوں کیلئے کھولتے چشمے کا پانی** | یعنی جب دوزخ کی گرمی ان کے باطن میں سخت تشنگی پیدا کرے گی، بے اختیار پیاس پیاس پکاریں گے کہ شاید پانی پینے سے یہ تشنگی دور ہو۔ اس وقت ایک گرم کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی دیا جائے گا جس کے پیتے ہی ہونٹ کباب ہو جائیں گے۔ اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں گی۔ پھر فوراً درست کی جائیں گی اور اسی طرح ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ العیاذ باللہ۔

♦ **اہل دوزخ کا کھانا "ضریع"** | "ضریع" ایک خاردار درخت ہے دوزخ میں جو تلخی میں ایلوے سے زیادہ اور بدبو میں مردار سے بدتر اور گرمی میں آگ سے بڑھ کر ہے۔ جب دوزخی بھوک کے عذاب سے چلائیں گے تو یہ چیز کھانے کو دی جائے گی۔

♦ **یہ کھانا بھوک نہیں مٹائے گا** | کھانے سے مقصود یا محض لذت حاصل کرنا ہوتا ہے یا بدن کو فربہ کرنا یا بھوک کو دفع کرنا۔ "ضریع" کے کھانے سے کوئی بات حاصل نہ ہوگی۔ لذت و مزہ کی نفی تو اس کے نام سے ظاہر ہے، رہے باقی دو قائدے ان کی نفی اس آیت میں تصریحاً کر دی۔ غرض کوئی لذیذ و مرغوب کھانا ان کو میسر نہ ہوگا۔ یہاں تک دوزخیوں کا حال تھا۔ آگے ان کے بالمقابل جنتیوں کا ذکر ہے۔

♦ **یعنی خوش ہوں گے کہ اپنی کوشش ٹھکانے لگی اور محنت کا پھل بہت خوب ملا۔**

♦ **جنت میں کوئی لغو بات نہیں ہوگی** | یعنی کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے۔ چہ جائے کہ گالی گفتار اور ذلت کی بات ہو۔

♦ **جنت کے چشمے** | یعنی ایک عجیب طرح کا چشمہ، اور بعض نے اس کو جنس پر حمل کیا ہے۔ یعنی بہت سے چشمے بہ رہے ہیں۔

♦ **اونچے تختوں پر گلاس چنے ہوئے** | کہ جب پینے کو جی چاہے دیر نہ لگے۔

♦ **جنت کے قالین** | یعنی نہایت قرینے اور ترتیب سے بچھے ہوئے، اور گاؤں کیے لگے ہوئے۔

♦ **نمخلی فرش** | تاکہ جس وقت جہاں چاہیں آرام کریں۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی کلفت نہ اٹھائیں۔

♦ **اونٹ کی تخلیق پر غور کرو** | کہ حیثیت اور خاصیت دونوں اور جانوروں کی نسبت اس میں عجیب ہیں جن کی تفصیل تفسیر عزیزی میں دیکھنے کے قابل ہے۔

♦ **بدون ظاہری ستون اور کھمبے کے۔**

♦ **کہ ذرا اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتے۔**

♦ **زمین کی سطح** | کہ اپنی کلائی کے سبب باوجود کروی شکل ہونے کے سطح معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے اس پر رہنا سہنا آسان ہو

گیا۔ یہ سب دلائل قدرت بیان ہوئے۔ یعنی تعجب ہے، ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکیمانہ انتظامات کو نہیں سمجھتے

جس سے بعث بعد الموت پر اس کا قادر ہونا اور عالم آخرت کے عجیب و غریب انتظامات کا ممکن ہونا سمجھ میں آ جاتا اور تخصیص ان

چیزوں کی بقول ابن کثیر اس لئے ہے کہ عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے تھے اس وقت ان کے سامنے بیشتر یہی چار

چیزیں ہوتی تھیں۔ سواری میں اونٹ، اوپر آسمان، نیچے زمین، ارد گرد پہاڑ، اس لئے انہی علامات میں غور کرنے کے لئے ارشاد ہوا۔

♦ **آپ ﷺ ان پر داروغہ نہیں** | یعنی جب یہ لوگ باوجود قیام دلائل واضح غور نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑے

بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے کیونکہ آپ ﷺ نصیحت کرنے اور سمجھانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اگر یہ نہیں سمجھتے تو کوئی آپ ﷺ

ان پر داروغہ بنا کر مسلط نہیں کئے گئے کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں، اور ان کے دلوں کو بدل ڈالیں، یہ کام مقلب القلوب ہی کا ہے۔

تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۖ فَبِعَذَابِ اللَّهِ الْعَذَابُ الْأَكْبَرُ ۖ إِنَّ

منہ موڑا اور منکر ہو گیا تو عذاب کرے گا اس پر اللہ وہ بڑا عذاب ہے شک

إِلَيْنَا يَا بَهُمُ ۖ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۖ

ہمارے پاس ہے ان کو پھر آنا پھر بے شک ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا

النصف

آيَاتُهَا ۖ ۳۰ ﴿١٨٩﴾ سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ (١٠) رُكُوعُهَا ١

سورہ فجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْفَجْرِ ۖ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۖ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۖ وَالْيَلِ إِذَا

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور اس رات کی جب

يَسِرُّ ۖ هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حَجْرِ ۖ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ

رات کو چلے (اس میں) ہے ان چیزوں کی قسم پوری (معتبر) عقل مندوں کے واسطے تو نے نہ دیکھا کیا

فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۖ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۖ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ

کیا تیرے رب نے عاد کے ساتھ وہ جو ارم میں تھے بڑے ستونوں والے کہ بنی نہیں

مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۖ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۖ

وہی سارے شہروں میں اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے تراشا پتھروں کو وادی میں

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۖ الَّذِينَ طَعَوْا فِي الْبِلَادِ ۖ

اور فرعون کے ساتھ وہ منجوں والا یہ سب تھے جنہوں نے سراٹھایا ملکوں میں

◆ منکرین کا حساب ہمارے ذمے ہے | یعنی جس نے اللہ کی طاعت سے روگردانی کی اور اس کی آیتوں کا انکار کیا وہ آخرت کے بڑے عذاب اور اللہ کی سخت ترین سزا سے بچ نہیں سکتا۔ یقیناً ان کو ایک روز ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہم کو ان سے رتی رتی کا حساب لینا ہے۔ غرض آپ ﷺ اپنا فرض ادا کئے جائے اور ان کا مستقبل ہمارے سپرد کیجئے۔

سورۃ الفجر

◆ ایام اور اوقات کی قسمیں | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”عید قربان کی فجر بڑا حج ادا ہوتا ہے اور دس رات اس سے پہلے۔

اور جنت اور طاق رمضان کی آخری (عشرہ) دہائی میں ہے۔ اور جب رات کو چلے یعنی پیغمبر معراج کو۔“ یہ سب اوقات تبرک تھے اس لئے ان کی قسم کھائی تنبیہ | ”وَالْیَسْرِ إِذْ یَسِرُّ“ کے معنی عموماً مفسرین نے رات کے گزرنے یا اس کی تاریکی پھیلنے کے لئے ہیں۔ گویا صبح کی قسم کے مقابلہ میں رات کے جانے یا آنے کی قسم کھائی۔ جیسا کہ جنت کے مقابل طاق کی قسم کھائی گئی۔ اور ”وَلْبَسْرِ“ سے بھی ممکن ہے مطلق دس راتیں مراد ہوں کیونکہ اسکے افراد و مصداق میں بھی تقابل پایا جاتا ہے مہینہ کے شروع کی دس راتیں اول روشن ہوتی ہیں پھر تاریک اور اخیر کی دس راتیں ابتداء میں تاریک رہتی ہیں پھر روشن ہوتی ہیں اور درمیانی دس راتوں کا حال ان دونوں سے جداگانہ ہے گویا اس اختلاف و تقابل سے اشارہ فرما دیا کہ آدمی کو عیش و آرام یا مصیبت اور تنگی یا فراخی کی جو حالت پیش آئے مطمئن نہ ہو جائے اور یوں نہ سمجھے کہ اب اس کے خلاف دوسری حالت پیش نہ آئے گی اسے یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ خالق اضداد ہے جس طرح وہ آفاق میں ایک ضد کے مقابل دوسری ضد کو لاتا ہے۔ ایسے ہی تمہارے حالات و کوائف کو بھی اپنی حکمت و مصلحت کے موافق اول بدل کر رہتا ہے۔ چنانچہ آگے جو واقعات و مضامین مذکور ہیں ان میں اسی اصول پر متنبہ فرمایا ہے۔ تنبیہ دوم | اس آیت کی تفسیر میں دو حدیثیں مرفوع آئی ہیں جابرؓ کی اور عمران بن حصینؓ کی، حافظ ابن کثیرؒ پہلی کی نسبت لکھتے ہیں ”وہذا اسناد رجالہ لا بأس بہم وعندی ان المعنی فی رفعہ نکارۃ۔“ اور دوسری کی نسبت فرماتے ہیں۔ وعندی

ان وقفہ علی عمران بن حصین اشبه واللہ اعلم۔“

◆ یہ قسمیں اہل عقل کیلئے ہیں | یعنی یہ قسمیں معمولی نہیں نہایت معتبر اور مہتمم بالشان ہیں اور عقلمند لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ تاکید کلام کے لئے ان میں ایک خاص عظمت و وقعت پائی جاتی ہے۔

◆ عاد اور ارم | ”عاد“ ایک شخص کا نام ہے جس کی طرف یہ قوم منسوب ہوئی، اس کے اجداد میں سے ایک شخص ”ارم“ نامی تھا۔ اس کی طرف نسبت کرنے سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ یہاں ”عاد“ سے ”عاد اولیٰ“ مراد ہے۔ ”عاد ثانیہ“ نہیں، اور بعض نے کہا ”قوم عاد“ میں جو شاہی خاندان تھا اسے ”ارم“ کہتے تھے۔ واللہ اعلم۔

◆ اونچے ستونوں والے | یعنی ستون کھڑے کر کے بڑی بڑی اونچی عمارتیں بناتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اکثر سیر و سیاحت میں رہتے اور اونچے ستونوں پر خیمے تانتے تھے۔ اور بعض کے نزدیک ”ذَاتِ الْعِمَادِ“ کہہ کر ان کے اونچے قد و قامت اور ڈیل ڈول کو ستونوں سے تشبیہ دی ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی اس وقت دنیا میں اس قوم جیسی کوئی قوم مضبوط و طاقتور نہ تھی، یا ان کی عمارتیں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔

◆ وادی القریٰ | ”وادی القریٰ“ ان کے مقام کا نام ہے جہاں پہاڑ کے پتھروں کو تراش کر نہایت محفوظ و مضبوط مکان بناتے تھے۔

◆ یعنی بڑے لاؤ لنگر والا جس کو فوجی ضروریات کے لئے بہت کثیر مقدار میں میخیں رکھنا پڑتی تھیں یا یہ مطلب ہے کہ لوگوں کو چومخاکر کے سزا دیتا تھا۔

فَاكْثُرُوا فِيهَا الْفُسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ

پھر بہت ڈالی ان میں خرابی پھر پھینکا ان پر تیرے رب نے کوزا

عَذَابٍ ۝ إِنَّ رَبَّكَ لَبَاسٌ مُّصَدِّقٌ ۝ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا

عذاب کا بے شک تیرا رب لگا ہے گھات میں سوا آدمی جو ہے جب

مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَاَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ ۝ فَيَقُولُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝

جائے اس کو رب اس کا پھر اس کو عزت دے اور اس کو نعمت دے تو کہے میرے رب نے مجھ کو عزت دی

وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ۝ فَيَقُولُ رَبِّيْٓ

اور وہ جس وقت اس کو جانچے پھر کھینچ کرے اس پر روزی کی تو کہے میرے رب نے

اِهَانَنِ ۝ كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا تَحْضُونَ

مجھے ذلیل کیا کوئی نہیں پر تم عزت سے نہیں رکھتے یتیم کو اور تاکید نہیں کرتے آپس میں

عَلٰٓ طَعَامِ الْمُسْكِيْنَ ۝ وَتَاْكُلُوْنَ الْثُرٰٓثَ اَكَلًا لِّمًا ۝

محتاج کے کھلانے (کھانے) کی اور کھا جاتے ہو مردے کا مال سمیٹ کر سارا

وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ كَلَّا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا

اور پیار کرتے ہو مال کو جی بھر کر کوئی نہیں جب پست کر دی جائے زمین کوٹ

دَكًّا ۝ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلِكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِئْتَ يَوْمَئِذٍ

کوٹ کر اور آئے تیرا رب اور فرشتے آئیں قطار قطار اور لائی جائے اس دن

بِجَهَنَّمَ ۝ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنۢىٰٓ لَهُ الذِّكْرُ ۝

دوزخ اس دن سوچے گا آدمی اور کہاں ملے اس کو سوچنا

◆ ان سب نے فساد برپا کیا اور ہلاک ہوئے | یعنی ان قوموں نے عیش و دولت اور زور و قوت کے نشہ میں مست ہو کر ملکوں

میں خوب اودھم مچایا۔ بڑی بڑی شرارتیں کیں اور ایسا سر اٹھایا گویا ان کے سروں پر کوئی حاکم ہی نہیں؟ ہمیشہ اسی حال میں رہتا ہے! کبھی اس ظلم و شرارت کا خمیازہ بھگتنا نہیں پڑے گا؟ آخر جب ان کے کفر و تکبر اور جوہ و ستم کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور مہلت و درگزر کا کوئی موقع باقی نہ رہا دفعۃً خداوند قہار نے ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسایا۔ ان کی سب قوت اور بڑائی خاک میں مل گئی اور وہ ساز و سامان کچھ کام نہ آیا۔

◆ اللہ ان کی گھات میں ہے | یعنی جیسے کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں کیونکر گزرا

اور کیا کرتا ہوا گیا، اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا، پھر وقت آنے پر اپنی ان معلومات کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرہ ذرہ احوال و اعمال دیکھتا ہے، کوئی حرکت و سکون اس سے مخفی نہیں۔ ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس کوئی دیکھنے اور پوچھنے والا نہیں جو چاہو بے دھڑک کئے جاؤ۔ حالانکہ وقت آنے پر ان کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے انہی اعمال کے موافق معاملہ کرتا ہے جو شروع سے اس کے زیر نظر تھے۔ اس وقت پہلے لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں اور ایک عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے۔

◆ نعمت کے وقت انسان کی خود پسندی | یعنی میں اسی لائق تھا۔ اس لیے عزت دی۔

◆ تنگی کے وقت شکوہ | یعنی میری قدر نہ کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کی نظر صرف دنیا کی زندگی اور حالت حاضرہ پر ہے پس دنیا کی موجودہ

راحت و تکلیف ہی کو عزت و ذلت کا معیار سمجھتا ہے۔ نہیں جانتا کہ دونوں حالتوں میں اس کی آزمائش ہے۔ نعمت دے کر اس کی شکر گزاری اور سختی بھیج کر اس کے صبر و رضا کو جانچا جا رہا ہے۔ نہ یہاں کا عارضی عیش و آرام اللہ کے ہاں مقبول و معزز ہونے کی دلیل ہے۔ نہ محض تنگی اور سختی مردود ہونے کی علامت ہے۔ مگر انسان اپنے افعال و اعمال پر نظر نہیں کرتا۔ اپنی بے عقلی یا بے حیائی سے رب پر الزام رکھتا ہے۔

◆ قییموں کی عزت نہ کرنے کا انجام | یعنی خدا کے ہاں تمہاری عزت کیوں ہو، جب تم یکس قییموں کی عزت اور خاطر

مدارات نہیں کرتے۔

◆ یعنی خود اپنے مال سے مسکینوں کی خبر گیری کرنا تو کھاد و سروں کو بھی اس طرف نہیں ابھارتے کہ بھوکے محتاجوں کی خبر لے لیا کریں۔

◆ میراث لینے میں بے فکری | یعنی مردے کی میراث لینے میں حلال حرام اور حق ناحق کی کچھ تمیز نہیں، جو قابو چڑھا ہضم کیا،

قییموں اور مسکینوں کے حقوق تلف ہوں، ہونے دو۔

◆ تمہارے دل حب مال سے پُر ہیں | یعنی جڑ کی بات یہ ہے کہ تمہارا دل مال کی حرص اور محبت سے بھرا ہوا ہے۔ بس کسی طرح

مال ہاتھ آئے اور ایک پیسہ کسی نیک کام میں ہاتھ سے نہ لگے خواہ آگے چل کر نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مال کی اس قدر محبت اور پرستش کہ آدمی اسی کو کعبہ مقصود ٹھہرا لے، صرف کافر کا شیوہ ہو سکتا ہے۔

◆ یعنی سب نیلے اور پہاڑ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں اور زمین صاف چمنیل میدان ہو جائے۔

◆ ڈرو جب زمین کوئی جائیگی | یعنی اپنی قہری قہلی کے ساتھ جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

◆ یعنی میدان محشر میں آئیں گے وہاں انتظامات کے لئے۔

◆ یعنی لاکھوں فرشتے اس کی جگہ سے کھینچ کر محشر والوں کے سامنے لائیں گے۔

◆ اس وقت انسان کچھتائے گا | یعنی اس وقت سمجھے گا کہ میں سخت غلطی اور غفلت میں تھا۔ مگر اس وقت کا سمجھنا کس کام کا۔

سوچنے سمجھنے کا موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ دارالعمل میں جو کام کرنا چاہئے تھا وہ دارالجزاء میں نہیں ہو سکتا۔

يَقُولُ يَلْبِئْتَنِي قَدَمْتُ لِحَبَاتِنِي ﴿٣٣﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ

کہے کیا اچھا ہوتا جو میں کچھ آگے بھیج دیتا اپنی زندگی میں ♦ پھر اس دن عذاب نہ دے

عَذَابُهُ أَحَدٌ ﴿٣٤﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٣٥﴾ يَا يَسْتُهَا

اس کا سا کوئی اور نہ باندھ کر رکھے اس کا سا باندھنا کوئی ♦ اے وہ

النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٣٦﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٣٧﴾

جی جس نے چین پکڑ لیا پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٣٨﴾ وَاَدْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٩﴾

پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں ♦

آيَاتُهَا ۲۰ ﴿٩٠﴾ سُورَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (۳۵) رُكُوعُهَا ۱

سورہ بلد مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَا أَفْهِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۱ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۲ وَ

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی ♦ اور تجھ پر قید (ممانعت) نہیں رہے گی اس شہر میں ♦ اور

اس وقت انسان کی حسرت کا حال | یعنی افسوس دنیا کی زندگی میں کچھ نیکی کر کے آگے نہ بھیجی۔ جو آج اس زندگی میں کام آتی۔ یونہی خالی ہاتھ چلا آیا۔ کاش حسنت کا کوئی ذخیرہ آگے روانہ کر دیتا جو یہاں کے لئے توشہ بنتا۔

مجرموں کو اللہ کا خاص عذاب | یعنی اللہ تعالیٰ اس دن مجرموں کو ایسی سخت سزا دے گا اور ایسی سخت قید میں رکھے گا کہ کسی

دوسرے کی طرف سے اس طرح کی سختی کسی مجرم کے حق میں متصور نہیں۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ”اس روز نہ مارے گا اس کا سامارنا کوئی۔ نہ آگ نہ دوزخ کے موکل نہ سانپ بچھو، جو دوزخ میں ہوں گے، کیونکہ ان کا مارنا اور دکھ دینا عذاب جسمانی ہے، اور حق تعالیٰ کا عذاب اس طور سے ہوگا کہ مجرم کی روح کو حسرت اور ندامت میں گرفتار کر دے گا جو عذاب

روحانی ہے اور ظاہر ہے عذاب روحانی کو عذاب جسمانی سے کیا نسبت، نیز نہ باندھے گا اس کا سا باندھنا کوئی۔ کیونکہ دوزخ کے پیادے ہر چند کہ دوزخیوں کے گلے میں طوق ڈالیں گے اور زنجیروں سے جکڑیں گے اور دوزخ کے دروازے بند کر کے اوپر سے سرپوش رکھ دیں گے، لیکن انکی عقل اور خیال کو بند نہ کر سکیں گے اور عقل و خیال کی عادت ہے کہ بہت سی باتوں کی طرف التفات کرتا ہے اور ان میں سے بعض باتیں دوسری باتوں کے لئے حجاب ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے عین قید کی تنگی میں انسان کو عقلی اور خیالی وسعت حاصل ہوتی ہے۔ برخلاف اس شخص کے کہ اللہ تعالیٰ عقل و خیال کو ادھر ادھر جانے سے روک دے اور بالکل ہمہ تن دکھ و رنج کی طرف متوجہ رکھے۔ تو ایسی قید بدنی قید سے ہزاروں درجے سخت ہے۔ اسی لئے مجنون سودائیوں کو عین باغوں اور جنگلوں کی سیر کے وقت تنگی اور گھبراہٹ و ہم و خیال کے سبب سے پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ باغ اور وسیع جنگل اس کی نظر میں تنگ معلوم ہوتے ہیں۔

◆ **نفس مطمئنہ کو رضائے حق کی طرف دعوت** | پہلے مجرموں اور ظالموں کا حال بیان ہوا تھا۔ اب اس کے مقابل ان لوگوں کا انجام بتلاتے ہیں جن کے دلوں کو اللہ کے ذکر اور اس کی طاعت سے چین اور آرام ملتا ہے ان سے محشر میں کہا جائے گا کہ اے نفس آرمیدہ بحق! جس محبوب حقیقی سے تو لولگائے ہوئے تھا، اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی خوشی اس کے مقام قرب کی طرف چل، اور اس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو اس کی عالیشان جنت میں قیام کر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے۔ بلکہ عارفین کا تجربہ بتلاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے نفوس مطمئنہ اس طرح کی بشارات کافی الجملہ حظ اٹھاتے ہیں۔ ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةٌ تَوْفِيقُ بِلِقَائِكَ وَتَرْضَى بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ“ تنبیہ! نفس مطمئنہ، نفس امارہ اور نفس لوامہ کی تحقیق سورہ ”قیامہ“ کے شروع میں دیکھ لی جائے۔

سورۃ البلد

◆ **شہر مکہ کی قسم** | یعنی مکہ معظمہ کی۔

◆ **حرم میں آپ ﷺ کیلئے خصوصی رعایت** | مکہ میں ہر شخص کو لڑائی کی ممانعت ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف فتح مکہ کے دن یہ ممانعت نہیں رہی تھی جو کوئی آپ ﷺ سے لڑا اس کو مارا۔ اور بعض سنگین مجرموں کو خاص کعبہ کی دیوار کے پاس قتل کیا گیا۔ پھر اس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لئے قائم ہو گئی۔ چونکہ اس آیت میں مکہ کی قسم کھا کر ان شدائد اور سختیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے اور اس وقت دنیا کا بزرگ ترین انسان اسی شہر مکہ میں دشمنوں کی طرف سے زہرہ گداز ختیاں جھیل رہا تھا۔ اس لئے درمیان میں بطور جملہ، معترضہ ”وَأَنْتَ جَلُّ بِهَذَا الْبَلَدِ“ فرما کر تسلی کر دی کہ اگرچہ آج آپ ﷺ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے۔ لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہوگا۔ اور اس مقدس مقام کی ابدی تطہیر و تقدیس کے لئے مجرموں کو سزا دینے کی بھی آپ ﷺ کو اجازت ہوگی۔ یہ پیشین گوئی ۸۰ھ میں خدا کے فضل سے پوری ہوئی۔ تنبیہ! بعض نے ”وَأَنْتَ جَلُّ بِهَذَا الْبَلَدِ“ کے معنی ”وَأَنْتَ نَازِلٌ“ کے لئے ہیں۔ یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کئے گئے اور قیام پذیر ہوئے۔

وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۚ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝

قسم ہے جنتے کی اور جو اس نے جنا ۛ تحقیق ہم نے بنایا آدمی کو محنت میں ۛ

وقف لازم

أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا

کیا خیال رکھتا ہے وہ کہ اس پر بس نہ چلے گا کسی کا ۛ کہتا ہے میں نے خرچ کر ڈالا مال

لُبَدًا ۝ أَيْحَسِبُ أَنْ لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝ أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ

ڈھیروں ۛ کیا خیال رکھتا ہے کہ دیکھا نہیں اس کو کسی نے ۛ بھلا ہم نے نہیں دیں اس کو

عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝

دو آنکھیں ۛ اور زبان اور دو ہونٹ ۛ اور دکھلا دیں اس کو دو گھاٹیاں ۛ

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝

سو نہ دھک سکا گھاتی پر ۛ اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ گھاتی ۛ

فَلَكَ رَقِبَةٌ ۝ ۚ أَوْ اطْعَمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا

چھڑانا گردن کا ۛ یا کھلانا ۛ بھوک کے دن میں ۛ یتیم کو

ذَا مَقْرِبَةٍ ۝ ۚ أَوْ مُسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ

جو قربت والا ہے ۛ یا محتاج کو جو خاک میں رل رہا ہے ۛ پھر ہودے

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝

ایمان والوں میں ۛ جو تاکید کرتے ہیں آپس میں تحمل کی ۛ اور تاکید کرتے ہیں رحم کھانے کی ۛ

أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَا أَيُّهَا

وہ لوگ ہیں بڑے نصیب والے ۛ اور جو منکر ہوئے ہماری آیتوں سے

یعنی آدم اور بنی آدم و قیل غیر ذلک۔

آدمی کو محنت میں پیدا کیا گیا | یعنی آدمی ابتداء سے انتہا تک مشقت اور رنج میں گرفتار ہے اور طرح طرح کی سختیاں جھیلتا رہتا ہے۔ کبھی مرض میں مبتلا ہے کبھی رنج میں، کبھی فکر میں شاید عمر بھر میں کوئی لمحہ ایسا آتا ہو جب کوئی انسان تمام قسم کے فرخشوں اور محنت و تکلیف سے آزاد ہو کر بالکل بے فکری کی زندگی بسر کرے۔ حقیقت میں انسان کی پیدائشی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان سختیوں اور تکلیفوں سے نجات نہیں پاسکتا۔ آدم اور اولاد آدم کے احوال کا مشاہدہ خود اس کی واضح دلیل ہے۔ اور مکہ جیسے سنگلاخ ملک کی زندگی خصوصاً اس وقت جبکہ وہاں افضل الخلائق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ترین جو رو جفا اور ظلم و ستم کے ہدف بنے ہوئے تھے۔ ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْدِيرٍ“ کی نمایاں شہادت ہے۔

کیا انسان پر کسی کا قابو نہیں ہے؟ | یعنی انسان جن سختیوں اور محنت و مشقت کی راہوں سے گزرتا ہے اس کا مقصد تو یہ تھا کہ اس میں عمر و در ماندگی پیدا ہوئی اور اپنے کو بستہ حکم و قضا سمجھ کر مطیع امر و نایح رضا ہوتا اور ہر وقت اپنی احتیاج و اقتدار کو پیش نظر رکھتا۔ لیکن انسان کی حالت یہ ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے۔ تو کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس پر قابو پاسکے اور اس کی سرکشی کی سزا دے سکے۔ کفار کا مال خرچ کرنا | یعنی رسول کی عداوت، اسلام کی مخالفت اور معصیت کے مواقع میں یونہی بے نگہ پن سے مال خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے۔ پھر اسے بڑھا چڑھا کر فخر سے کہتا ہے کہ میں اتنا کثیر مال خرچ کر چکا ہوں۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی میرے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن آگے چل کر پتہ لگے گا کہ یہ سب خرچ کیا ہوا مال یونہی برباد گیا۔ بلکہ الٹا وبال جان ہوا۔ یعنی اللہ سب دیکھ رہا ہے۔ جتنا مال جس جگہ جس نیت سے خرچ کیا ہے۔ جھوٹی شجی بگھارنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں؟ | یعنی جس نے دیکھنے کو آنکھیں دیں، کیا وہ خود دیکھتا نہ ہوگا؟ یقیناً جو سب کو دینا ہی دے وہ سب سے بڑھ کر دینا ہونا چاہئے۔

کیا زبان اور ہونٹ نہیں بنائے | جن سے بات کرنے اور کھانے پینے میں مدد لیتا ہے۔ اچھی اور بری دونوں راہیں بتا دیں | یعنی خیر اور شر دونوں کی راہیں بتلا دیں۔ تاکہ برے راستہ سے بچے اور اچھے راستہ پر چلے۔ اور یہ بتلانا اجمالی طور پر عقل و فطرت سے ہوا اور تفصیلی طور پر انبیاء و رسول کی زبان سے تنبیہ | بعض نے ”نجدین“ سے مراد عورت کی پستان لئے ہیں یعنی بچے کو دودھ پینے اور غذا حاصل کرنے کا راستہ بتلا دیا۔ دین کی گھائی | یعنی اس قدر انعامات کی بارش اور اسباب ہدایت کی موجودگی میں بھی اسے توفیق نہ ہوئی کہ دین کی گھائی پر آدمی آدھمکتا۔ اور مکارم اخلاق کے راستوں کو طے کرتا ہو افوز و فلاح کے بلند مقامات پر پہنچ جاتا۔ تنبیہ | دین کے کاموں کو گھائی اس لئے کہا کہ مخالفت ہوا کی وجہ سے ان کا انجام دینا نفس پر شاق اور گراں ہوتا ہے۔

یعنی غلام آزاد کرنا یا قرض ضدار کی گردن قرض سے چھڑوانا۔ بھوک کے دن میں کھانا کھلانا | یعنی قحط کے دنوں میں بھوکوں کی خبر لینا۔ یتیم کی خدمت کرنا ثواب اور قرابتداروں کے ساتھ سلوک کرنا بھی ثواب، جہاں دونوں جمع ہو جائیں تو دو ہر ثواب ہوگا۔ یعنی فقر و فاقہ اور تنگدستی سے خاک میں مل رہا ہو، یہ مواقع ہیں مال خرچ کرنے کے نہ یہ کہ شادی غمی کی فضول رسموں اور خدا کی نافرمانیوں میں روپیہ برباد کر کے دنیا کی رسوائی اور آخرت کا وبال سر لیا جائے۔

یعنی پھر ان سب اعمال کے مقبول ہونے کی سب سے بڑی شرط ایمان ہے۔ اگر یہ چیز نہیں تو سب کیا کرایا اکارت ہے۔ رحم اور صبر کی ایک دوسرے کو تاکید | یعنی ایک دوسرے کو تاکید کرتے رہتے ہیں کہ حقوق و فرائض کے ادا کرنے میں ہر قسم کی سختیوں کا تحمل کرو اور خدا کی مخلوق پر رحم کھاؤ تاکہ آسمان والا تم پر رحم کھائے۔ اصحاب اکمینہ | یعنی یہ لوگ بڑے خوش نصیب اور میمون و مبارک ہیں جن کو عرش عظیم کے دائیں جانب جگہ ملے گی اور ان کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

هُم أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ ۝ ۶

وہ ہیں کم بختی والے ۱ انہی کو آگ میں موند دیا ہے ۲

آيَاتُهَا ۱۵ ﴿۹۱﴾ سُورَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (۲۶) ﴿رُكُوعُهَا ۱﴾

سورہ شمس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پندرہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ۝ ۱ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَّهَا ۝ ۲ وَالنَّهَارِ

قسم سورج کی اور اس کے دھوپ چڑھنے کی اور چاند کی جب آئے سورج کے پیچھے ۳ اور دن کی

إِذَا جَلَّتْهَا ۝ ۳ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا ۝ ۴ وَالسَّمَاءِ وَمَا

جب اس کو روشن کر لے ۵ اور رات کی جب اس کو ڈھانک لیوے ۶ اور آسمان کی اور جیسا کہ

بَنَدَهَا ۝ ۵ وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا ۝ ۶ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۝ ۷

اس کو بنایا ۷ اور زمین کی اور جیسا کہ اس کو پھیلایا ۸ اور جی کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا ۹

فَالْهَمَّهَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ ۸ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ ۹

پھر سمجھ دی اس کو ڈھٹائی (بدی) کی اور بچ کر چلنے (پرہیزگاری) کی ۱۰ تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوار لیا ۱۱

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝ ۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۝ ۱۱

اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا ۱۲ جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے ۱۳

إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا ۝ ۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ

جب اٹھ کھڑا ہوا ان میں کا بڑا بد بخت ۱۳ پھر کہا ان کو اللہ کے رسول نے خبردار رہو اللہ کی

◆ **اصحاب المشرقہ** | یعنی بد نصیب منحوس، شامت زدہ جن کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور عرش کے بائیں طرف کھڑے کئے جائیں گے۔

◆ **آگ میں بند کر دیئے جائیں گے** | یعنی دوزخ میں ڈال کر سب دروازے نکلنے کے بند کر دیئے جائیں گے اعافنا اللہ منها۔

سورۃ الشمس

◆ **مخلوقات کی قسمیں** | یعنی سورج غروب ہونے کے بعد جب اس کی چاندنی پھیلے۔

◆ یعنی جب دن میں سورج پوری روشنی اور صفائی کے ساتھ جلوہ گر ہو۔

◆ یعنی جب رات کی تاریکی خوب چھا جائے اور سورج کی روشنی کا کچھ نشان دکھائی نہ دے۔

◆ یعنی جس شان و عظمت کا اس کو بنایا۔ اور بعض کے نزدیک ”مَافَافَا“ سے مراد اس کا بنانے والا ہے۔

◆ یعنی جس حکمت سے اس کو پھیلا کر مخلوق کی بود و باش کے قابل کیا۔ یہاں بھی بعض نے ”وَمَا طَلَّهَا“ سے اس کا پھیلانے والا مراد لیا ہے۔

◆ کہ اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری و باطنی اور قوائے طبعیہ حیوانیہ و نفسانیہ سب اس کو دیئے اور نیکی بدی کے راستوں پر چلنے کی استعداد رکھی۔

◆ **آدمی کو فحور اور تقویٰ کی سمجھ دی گئی ہے** | یعنی اول تو اجمالی طور پر عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے ذریعہ سے بھلائی برائی میں

فرق کرنے کی سمجھ دی۔ پھر تفصیلی طور پر انبیاء و رسل کی زبانی کھول کھول کر بتا دیا کہ یہ راستہ بدی کا اور یہ پرہیز گاری کا ہے۔ اس کے

بعد قلب میں جو نیکی کا رجحان یا بدی کی طرف میلان ہو، ان دونوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ گو القاء اول میں فرشتہ واسطہ ہوتا ہے۔

اور ثانی میں شیطان۔ پھر وہ رجحان و میلان کبھی بندہ کے قصد و اختیار سے مرتبہ عزم تک پہنچ کر صدور فعل کا ذریعہ بن جاتا ہے جس کا

خالق اللہ اور کاسب بندہ ہے۔ اسی کسب خیر و شر پر مجازات کا سلسلہ بطریق تسبیح قائم ہے۔ و هذه المسئلة من معضلات

المسائل وتفصيلها يطلب من مطالعها. وليريد ان نفرد لها جزء ان ساعدنا التوفيق واللہ الموفق والمعين۔

◆ **تزکیہ نفس ہی کا میابی ہے** | نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو

شریعت الہیہ کا تابع رہائے۔ تاکہ روح اور قلب دونوں تجلی الہی کی روشنی سے منور ہو جائیں۔

◆ **نفس کی اطاعت نا مرادی** | خاک میں ملا چھوڑنے سے یہ مراد ہے کہ نفس کی باگ یکسر شہوت و غضب کے ہاتھ میں دے

دے۔ عقل و شرع سے کچھ سروکار نہ رکھے۔ گویا خواہش اور ہوائی کا بندہ بن جائے۔ ایسا آدمی جانوروں سے بدتر اور ذلیل

ہے۔ تنبیہ | ”لَقَدْ اَلَلَّخَ مَنْ زَكَّيْهَا وَلَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا“ جواب قسم ہے اور اس کو مناسبت قسموں سے یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ

نے اپنی حکمت سے سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی دن کا اجالا، اور رات کا اندھیرا، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کو

ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اور نفس انسانی میں خیر و شر کی متقابل قوتیں رکھیں اور دونوں کو سمجھنے اور ان پر چلنے کی قدرت دی۔ اسی

طرح متضاد و مختلف اعمال پر مختلف ثمرات و نتائج مرتب کرنا بھی اسی حکیم مطلق کا کام ہے خیر و شر اور ان دونوں کے مختلف آثار و نتائج

کا عالم میں پایا جانا بھی حکمت تخلیق کے اعتبار سے ایسا ہی موزوں و مناسب ہے، جیسے اندھیرے اور اچالے کا وجود۔

◆ جیسے حمود نے جھٹلایا | یعنی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ یہ ”وَلَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا“ کی ایک مثال عبرت کے لئے بیان

فرمادی۔ سورۃ اعراف وغیرہ میں یہ قصہ مطّصل گزر چکا ہے۔

◆ یہ بد بخت قذار بن سالف تھا۔

اللّٰهُ وَ سُقِّيَهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا ۖ فَدَمْدَمَ

اوتنی سے اور اس کی پانی پینے کی باری سے ♦ پھر انہوں نے جھٹلایا اس کو پھر پاؤں کاٹ ڈالے اس کے پھر الٹ مارا

عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ

ان پر (ان کو) ان کے رب نے بسبب ان گناہوں کے پھر برابر کر دیا سب کو ♦ اور وہ نہیں ڈرتا

عُقْبَاهَا ۝۱۵

پیچھا کرنے سے ♦

آيَاتُهَا ۲۱ ﴿۹۲﴾ سُورَةُ الْيَلِ مَكِّيَّةٌ (۹) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ ییل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایکس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْيَلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝۱ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝۲ وَمَا خَلَقَ

قسم رات کی جب چھا جائے اور دن کی جب روشن ہو اور اس کی جو اس نے پیدا کئے

الذِّكْرَ وَالْأُنْثَىٰ ۝۳ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۝۴ فَاَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ

نر اور مادہ تمہاری کمائی طرح طرح پر ہے ♦ سو جس نے دیا

وَاتَّقَ ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝۶ فَسَنِيْسِرُهُ لِّلْیُسْرَىٰ ۝۷ وَ

اور ڈرتا رہا اور سچ جانا بھلی بات کو تو اس کو ہم سچ کج پہنچادیں گے آسانی میں ♦ اور

أَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝۹ فَسَنِيْسِرُهُ

جس نے نہ دیا اور بے پروا رہا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو سو اس کو ہم سچ کج پہنچادیں گے

حضرت صالحؑ کی تنبیہ | یعنی خبردار اس کو قتل نہ کرنا اور نہ اس کا پانی بند کرنا۔ پانی کا ذکر اس لئے فرمایا کہ بظاہر اسی سبب سے وہ اس کے قتل پر آمادہ ہوئے تھے۔ اور ”اللہ کی اونٹنی“ اس اعتبار سے کہا کہ اللہ نے اس کو حضرت صالحؑ کی نبوت کا ایک نشان بنایا تھا۔ اور اس کا احترام واجب کیا تھا۔ یہ قصہ پہلے ”اعراف“ وغیرہ میں گزر چکا۔

اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے | حضرت صالحؑ نے فرمایا تھا۔ ”وَلَا تَمْسُوْهَا بِسَوْءٍ فَيَاْخُذْكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ“ (اس اونٹنی کو برائی سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ سخت دردناک عذاب میں پھنس جاؤ گے) ان لوگوں نے اس بات کو جھوٹ سمجھا۔ پیغمبر کی تکذیب کی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ آخر وہی ہوا جو حضرت صالحؑ نے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو مٹا کر برابر کر دیا۔

پھر اللہ نے ان کو الٹ مارا | یعنی جیسے بادشاہان دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کی سزا دی کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ کہیں ملک میں شورش برپا نہ ہو جائے، یا انتظام ملکی میں خلل نہ پڑے اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ ایسی کون سی طاقت ہے جو سزا یافتہ مجرموں کا انتقام لینے کے لئے اس کا پیچھا کرے گی؟ العیاذ باللہ۔

سورۃ النیل

دن رات اور نر اور مادہ کی قسم | یعنی جس طرح دنیا میں رات اور دن، نر اور مادہ، مختلف و متضاد چیزیں پیدا کی گئی ہیں، تمہارے اعمال اور کوششیں بھی مختلف و متضاد پھر ان مختلف اعمال و مساعی پر ظاہر ہے ثمرات و نتائج بھی مختلف ہی مرتب ہوں گے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

متقی اور نیکو کار کیلئے آسانی | یعنی جو شخص نیک راستہ میں مال خرچ کرتا اور دل میں خدا سے ڈرتا ہے اور اسلام کی بھلی باتوں کو سچ جانتا، اور بشارات ربانی کو صحیح سمجھتا ہے، اس کے لئے ہم اپنی عادت کے موافق نیکی کا راستہ آسان کر دیں گے اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیں گے جس کا نام جنت ہے۔

لِلْعُسْرَةِ ۝ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدُّه ۝ ط ۝

خفتی ہیں ♦ اور کام نہ آئے گا اس کے مال اس کا ♦ جب گڑھے میں گرے گا

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝ ۱۳

ہمارا ذمہ ہے راہ بھادینا ♦ اور ہمارے ہاتھ میں ہے آخرت اور دنیا ♦

فَاذْذَرْكُمْ نَارًا تَلْتَظُ ۝ لَا يَصْلُهَا إِلَّا الشَّقَىٰ ۝ ۱۴

سو میں نے سادی تم کو خبر ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی ♦ اس میں وہی گرے گا جو بڑا بد بخت ہے

الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَىٰ ۝ ۱۵

جس نے جھٹلایا ♦ اور منہ پھیرا ♦ اور بچا دیں گے اس سے بڑے ڈرنے والے کو ♦ جو

يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ

دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو ♦ اور نہیں کسی کا اس پر

نِعْمَةٍ تَجُزَّاهُ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝ ۱۶

احسان ♦ جس کا بدلہ دے ♦ مگر واسطے چاہنے مرضی اپنے رب کی ♦ جو سب سے برتر ہے

وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝ ۱۷

♦ اور آگے وہ راضی ہوگا ♦

آيَاتُهَا ۱۱ (۹۳) سُورَةُ الضُّحَىٰ مَكِّيَّةٌ (۱۱) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ الضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اچھائی کو جھٹلانے والے کا انجام | یعنی جس نے خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا، اس کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پروانہ کی اور اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹ جانا، اس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائے گا۔ نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی اور آخر کار آہستہ آہستہ عذاب الہی کی انتہائی سختی میں پہنچ جائے گا۔ یہی اللہ کی عادت ہے کہ سعادہ جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور اشتیاء جب بد عمل کی طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لئے وہی راستہ آسان کر دیا جاتا ہے جو انہوں نے تقدیر الہی کے موافق اپنے ارادہ و اختیار سے پسند کر لیا ہے۔

”كُلًّا نُمِطُ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَذَابٍ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَذَابُ رَبِّكَ مَحْظُورًا“ (اسراء۔ رکوع ۲)

مال اس کو تباہی سے نہ بچا سکے گا | یعنی جس مال و دولت پر گھمنڈ کر کے یہ آخرت کی طرف سے بے پروا ہو رہا تھا وہ ذرا بھی عذاب الہی سے نہ بچا سکے گا۔

دنیا اور آخرت ہمارے ہاتھ میں ہے | یعنی ہماری حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کریں۔ ہاں یہ ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ سب کو نیکی بدی کی راہ بتھا دیں۔ اور بھلائی برائی کو خوب کھول کر بیان کر دیں۔ پھر جو شخص جو راہ اختیار کر لے دنیا اور آخرت میں اسی کے موافق اس سے برتاؤ کریں گے۔

بھڑکتی ہوئی آگ کی خبر | اس ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے شاید دوزخ کا وہ طبقہ مراد ہوگا۔ جو بڑے بھاری مجرموں اور بد بختوں کے لئے مخصوص ہے۔

یعنی ہمیشہ کے لئے وہی گرے گا کہ پھر کبھی لکنا نصیب نہ ہوگا۔ کما تدل علیہ النصوص۔

اتقی اس آگ سے بچا لیا جائے گا | یعنی ایسے لوگوں کو اس کی ہوائ تک بھی نہیں لگے گی۔ صاف بچا دیئے جائیں گے۔

اتقی کون ہے؟ | یعنی نفس کو رذیلہ بخل و طمع وغیرہ سے پاک کرنا مقصود ہے۔ کسی طرح کا ریاہ اور نمود و نمائش یا دنیوی اغراض پیش نظر نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت و برتری | یعنی خرچ کرنے سے کسی مخلوق کے احسان کا بدلہ اتارنا مقصود نہیں۔ بلکہ خالص رضاء مولیٰ کی طلب اور دیدار الہی کی تمنا میں گمراہ لٹا رہا ہے، تو وہ اطمینان رکھے کہ اسے ضرور خوش کر دیا جائے گا، اور اس کی یہ تمنا ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ ”إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ“

تنبیہ | اگرچہ مضمون آیات کا عام ہے لیکن روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ ان آخری آیات کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہوا۔ اور یہ بہت بڑی دلیل ان کی فضیلت و برتری کی ہے زہے نصیب اس بندے کے جس کے اتقی ہونے کی تصدیق آسمان سے ہو۔ ”إِنْ أَكْرَمَكُمُ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقِئْكُمْ“ اور خود حضرت حق سے اس کو ولسوف یوضی کی بشارت سنائی جائے۔ فی الحقیقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ولسوف یوضی کی بشارت ایک انعکاس ہے اس بشارت عظمیٰ کا جو آگے نبی کریم ﷺ کے حق میں آ رہی ہے۔ ”وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى“

وَالصُّحَىٰ ۝۱ وَالْبَلَّاءَ إِذَا سَجَىٰ ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۝۳

قسم محبوب چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جائے نہ رخصت کر دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا ۝ اور

لِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝۴ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ

البتہ بھلی (آخرت) بہتر ہے تجھ کو پہلی (دنیا) سے ۝ اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب

فَتَرْضَىٰ ۝۵ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۝۶ وَوَجَدَكَ ضَالًّا

پھر تو راضی ہوگا ۝ بھلا نہیں پایا تجھ کو یتیم ۝ پھر جگہ دی ۝ اور پایا تجھ کو بھٹکتا

فَهَدَىٰ ۝۷ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۝۸ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا

پھر راہ بھائی ۝ اور پایا تجھ کو مفلس پھر بے پروا (غنی) کر دیا ۝ سو جو یتیم ہو اس کو مت

تَفْهَرُ ۝۹ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرُ ۝۱۰ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱

دبا (ڈانٹ) ۝ اور جو مانگتا ہو اس کو مت جھڑک ۝ اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر

آيَاتُهَا ۸ (۹۴) سُورَةُ الْمُنَشِّحِ مَعْنِيهِ (۱۲) رُكُوعُهَا ۱

سورة الم نشرح مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝۲

کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ ۝ اور اتار رکھا ہم نے تجھ پر سے بوجھ تیرا

الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ فَإِنَّ

جس نے جھکا دی تھی پیٹھ تیری ۝ اور بلند کیا ہم نے تذکر تیرا ۝ سو

سورۃ الضحیٰ

فترت وحی اور کفار کے طعنے | روایات صحیحہ میں ہے کہ جبریل علیہ السلام دیر تک رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ آئے (یعنی وحی قرآنی بند رہی) مشرکین کہنے لگے کہ (لیجئے) محمد کو اس کے رب نے رخصت کر دیا۔ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں میرا گمان یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یہ زمانہ فترت الوحی کا ہے جب سورۃ "اقراء" کی ابتدائی آیات نازل ہونے کے بعد ایک طویل مدت تک وحی رکی رہی تھی اور حضور ﷺ خود اس فترت کے زمانہ میں سخت مغموم و مضطرب رہتے تھے، تا آنکہ فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے "بِأَنفِ الْمَلٰٓئِکَہِ" کا خطاب سنایا۔ اغلب ہے کہ اس وقت مخالفوں نے اس طرح کی چہ میگوئیاں کی ہوں۔ چنانچہ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق وغیرہ سے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ اسی احتمال کی تائید کرتے ہیں۔ ممکن ہے اسی دوران میں وہ قصہ بھی پیش آیا ہو جو بعض احادیث صحیحہ میں بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ بیماری کی وجہ سے دو تین رات نہ اٹھ سکے، تو ایک (خبیث) عورت کہنے لگی۔ اے محمد! معلوم ہوتا ہے تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے (العیاذ باللہ) غرض ان سب خرافات کا جواب سورۃ "الضحیٰ" میں دیا گیا ہے۔

اللہ آپ ﷺ سے ناراض نہیں ہے | پہلے قسم کھائی دھوپ چڑھتے وقت کی اور اندھیری رات کی۔ پھر فرمایا کہ (دشمنوں کے سب خیالات غلط ہیں) نہ تیرا رب تجھ سے ناراض اور بیزار ہو نہ تجھ کو رخصت کیا۔ بلکہ جس طرح ظاہر میں وہ اپنی قدرت و حکمت کے مختلف نشان ظاہر کرتا، اور دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن کو لاتا ہے، یہی کیفیت باطنی حالات کی سمجھو۔ اگر سورج کی دھوپ کے بعد رات کی تاریکی کا آنا اللہ کی خفگی اور ناراضی کی دلیل نہیں، اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ اس کے بعد دن کا اجالا کبھی نہ ہوگا۔ تو چند روز نور وحی کے رکے رہنے سے یہ کیونکر سمجھ لیا جائے کہ آج کل خدا اپنے منتخب کیے ہوئے پیغمبر سے خفا اور ناراض ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے وحی کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ ایسا کہنا تو خدا کے علم محیط اور حکمت بالغہ پر اعتراض کرنا ہے۔ گویا اسے خبر نہ تھی کہ جس کو میں نبی بنا رہا ہوں وہ آئندہ چل کر اس کا اہل ثابت نہ ہوگا؟ العیاذ باللہ۔

یعنی آپ ﷺ کی کھلی حالت پہلی حالت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے وحی کی یہ چند روزہ رکاوٹ آپ کے نزول و انحطاط کا سبب نہیں بلکہ بیش از بیش عروج و ارتقاء کا ذریعہ ہے اور اگر کھلی سے بھی کھلی حالت کا تصور کیا جائے۔ یعنی آخرت کی شان و شکوہ کا، جبکہ آدم اور آدم کی ساری اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔ تو وہاں کی بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز و اکرام سے بی شمار درجہ بڑھ کر ہے۔

آنحضرت ﷺ کو خوش کر دینے کا وعدہ | یعنی ناراض اور بیزار ہو کر چھوڑ دینا کیسا، ابھی تو تیرا رب تجھ کو (دنیا و آخرت میں) اس قدر دوستیں اور نعمتیں عطا فرمائے گا کہ تو پوری طرح مطمئن اور راضی ہو جائے۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد راضی نہیں ہوگا جب تک اس کی امت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت ﷺ کی قیمتی | حضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی آپ ﷺ کے والد وفات پا چکے تھے۔ چھ سال کی عمر ہی کہ والدہ نے رحلت کی۔ پھر آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا (عبدالطلب) کی کفالت میں رہے۔ آخر اس درخیم اور نادرہ روزگار کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپ ﷺ کے بے حد شفیق چچا ابو طالب کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے زندگی بھر آپ ﷺ کی نصرت و حمایت اور تکریم و تہجیل میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ ہجرت سے کچھ پہلے وہ بھی دنیا سے رخصت ہوئے۔ چند روز بعد یہ امانت الہی اللہ کے حکم سے انصار مدینہ کے گھر پہنچ گئی۔ ”اوس“ اور خزرج“ کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ اور انہوں نے اس کی حفاظت اس طرح کی جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ایواء کے تحت میں داخل ہیں۔ کما اشار الیہ ابن کثیر رحمہ اللہ۔

ہم نے آپ ﷺ کو ہدایت کاملہ عطاء کی | جب حضرت ﷺ جوان ہوئے، قوم کے شرکانہ اطوار اور یہودہ رسم و راہ سے سخت بیزار تھے اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا۔ عشق الہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا۔ اندر ہی اندر جوش مارتا تھا، لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے اس عرش و کرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ ﷺ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ”غار حرا“ میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ ﷺ پر کھول دیں۔ یعنی دین حق نازل فرمایا۔ ”مَا كُنْتُ نَذِيرِي مَالِ الْكَثْبِ وَلَا الْإِيمَانِ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا“ (شوری۔ رکوع ۵) تنبیہ یہاں ”ضالاً“ کے معنی کرتے وقت سورہ ”یوسف“ کی آیت ”قَالُوا اتَّاللَّهُ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ“ کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

ہم نے آپ ﷺ کو غنی کر دیا | اس طرح کہ حضرت خدیجہ کی تجارت میں آپ ﷺ مضارب ہو گئے۔ اس میں نفع ملا۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال حاضر کر دیا۔ یہ تو ظاہری غناء تھا۔ باقی آپ ﷺ کے قلبی اور باطنی غناء کا درجہ تو وہ غنی عن العالمین ہی جانتا ہے۔ کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ابتداء سے مورد انعامات رہے ہیں۔ آئندہ بھی رہیں گے۔ جس پروردگار نے اس شان سے آپ ﷺ کی تربیت فرمائی۔ کیا وہ خفا ہو کر آپ ﷺ کو یونہی درمیان میں چھوڑ دینا۔ استغفر اللہ!

قیموں کی دلجوئی کرو | بلکہ اس کی خبر گیری اور دلجوئی کر۔ جس طرح تم کو قیمی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ٹھکانا دیا۔ تم دوسرے قیموں کو ٹھکانا دو۔ اسی طرح کے مکارم اخلاق اختیار کرنے سے بندہ اللہ کے رنگ میں رنگا

جاتا ہے۔ ”صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً“ حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”انا و کافل التیمم کھاتین“ و اشار اِلٰی السبابة والوسطی۔“

یعنی تم تادار تھے، اللہ تعالیٰ نے غناء عطا فرمایا۔ اب شکر گزار بندے کا حوصلہ بھی ہونا چاہئے کہ مانگنے والوں سے تنگ دل نہ ہو اور حاجتمندوں کے سوال سے گھبرا کر جھڑکنے ڈانٹنے کا شیوہ اختیار نہ کرے۔ بلکہ فراخ دلی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ احادیث میں سائلین کے مقابلہ پر آپ کی وسعت اخلاق کے جو قیے منقول ہیں وہ بڑے سے بڑے مخالف کو آپ ﷺ کے اخلاق کا گرویدہ بنا دیتے ہیں تنبیہ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ سائل کے زجر کی ممانعت اس صورت میں ہے جب وہ نرمی سے مان جائے۔ ورنہ اگر اڑی لگا کر کھڑا ہو جائے اور کسی طرح نہ مانے اس وقت زجر جائز ہے۔

اللہ کے احسانات کی تذکیر کیجئے | محسن کے احسانات کا بہ نیت شکر گزاری (نہ قصد فخر و مباہات) چرچا کرنا شرعاً محمود ہے۔ لہذا جو انعامات اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فرمائے ان کو بیان کیجئے۔ خصوصاً وہ نعمت ہدایت جس کا ذکر ”وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى“ میں ہوا۔ اس کا لوگوں میں پھیلا نا اور کھول کھول کر بیان کرنا تو آپ ﷺ کا فرض منصبی ہے۔ شاید آپ ﷺ کے ارشادات وغیرہ کو جو حدیث کہا جاتا ہے۔ وہ اسی لفظ تحدیث سے لیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

سورۃ الم نشرح

علوم و معارف کیلئے آپ کا سینہ کھول دیا | کہ اس میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیئے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کو بڑا وسیع حوصلہ دیا کہ بیشمار دشمنوں کی عداوت اور مخالفوں کی مزاحمت سے گھبرانے نہ پائیں تنبیہ | احادیث و سیر سے ثابت ہے کہ ظاہری طور پر بھی فرشتوں نے متعدد مرتبہ آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا۔ لیکن مدلول آیت کا بظاہر وہ معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کا بوجھ اتار دیا | وحی کا اثر نا اول سخت مشکل تھا۔ پھر آسان ہو گیا۔ یا منصب رسالت کی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے خاطر شریف پر گرانی گزرتی ہوگی۔ وہ رفع کردی گئی۔ یا ”وزر“ سے وہ امور مباحہ مراد ہوں جو گاہ بگاہ آپ ﷺ قرین حکمت و صواب سمجھ کر کر لیتے تھے۔ اور بعد میں ان کا خلاف حکمت یا خلاف اولیٰ ہونا ظاہر ہوتا تھا اور آپ ﷺ بوجہ علوشان اور غایت قرب کے اس سے ایسے ہی مغموم ہوتے تھے جس طرح کوئی گناہ سے مغموم ہوتا ہے تو اس آیت میں ان پر مواخذہ نہ ہونے کی بشارت ہوئی کذا روی عن بعض السلف۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ آپ کی ہمت عالی اور پیدائشی استعداد جن کمالات و مقامات پر پہنچنے کا تقاضا کرتی تھی۔ قلب مبارک کو جسمانی ترکیب یا نفسانی تشویشات کی وجہ سے ان پر فائز ہونا دشوار معلوم ہوتا ہوگا۔ اللہ نے جب سینہ کھول دیا اور حوصلہ کشادہ کر دیا، وہ دشواریاں جاتی رہیں اور سب بوجھ ہلکا ہو گیا۔

آپ ﷺ کے ذکر کو بلندی دی | یعنی پیغمبروں اور فرشتوں میں آپ ﷺ کا نام بلند ہے۔ دنیا میں تمام سمجھدار انسان نہایت عزت و وقعت سے آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ اور التحیات وغیرہ میں اللہ کے نام کے بعد آپ کا نام لیا جاتا ہے اور خدا نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں ساتھ کے ساتھ آپ ﷺ کی فرمانبرداری کی تاکید کی ہے۔

مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَإِذَا

البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے ۖ پھر جب

فَرَعْتَ ۖ فَانصَبْ ۖ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

تو فارغ ہو تو نصبت کر اور اپنے رب کی طرف دل لگا ۖ

آيَاتُهَا ۸ ﴿٩٥﴾ سُورَةُ التِّينِ مَكِّيَّةٌ (٢٨) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالتِّينِ ۖ وَالزَّيْتُونِ ۖ وَطُورِ سِينِينَ ۖ وَهَٰذَا الْبَلَدِ

قسم انجیر کی اور زیتون کی ۖ اور طور سینین کی اور اس شہر

الْأَمِينِ ۖ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ

امن والے کی ۖ ہم نے بتایا آدمی کو خوب سے اندازے

تَقْوِيمٍ ۖ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۖ إِلَّا الَّذِينَ

ۖ پھر پھینک دیا اس کو ۖ بچوں سے نیچے ۖ مگر جو

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۖ فَمَا

یقین لائے اور عمل کیے اچھے ۖ سو ان کے لیے ثواب ہے بے انتہا ۖ پھر

مشکل کے بعد آسانی ہے یعنی اللہ کی رضا جوئی میں جو سختیاں آپ نے برداشت کیں اور رنج و تعب کھینچے۔ ان میں سے ہر ایک سختی کے ساتھ کئی کئی آسانیاں ہیں۔ مثلاً حوصلہ فراخ کر دینا جس سے ان مشکلات کا اٹھانا سہل ہو گیا، اور ذکر کا بلند کرنا، جس کا تصور بڑی بڑی مصیبتوں کے تحمل کو آسان کر دیتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب ہم نے آپ ﷺ کو روحانی راحت دی اور روحانی کلفت

رفع کر دی جیسا کہ ”اَلَمْ نَشْرَحْ“ الخ سے معلوم ہوا تو اس سے دنیوی راحت و محنت میں بھی ہمارے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہئے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ بیشک موجودہ مشکلات کے بعد آسانی ہونے والی ہے اور تاکید مزید کے لئے پھر کہتے ہیں کہ ضرور موجودہ سختی کے بعد آسانی ہو کر رہے گی۔ چنانچہ احادیث و سیر سے معلوم ہو چکا کہ وہ سب مشکلات ایک ایک کر کے دور کر دی گئیں۔ اور ہر ایک سختی اپنے بعد کئی کئی آسانیاں لے کر آئی۔ اب بھی عادیۃ اللہ یہی ہے کہ جو شخص سختی پر صبر کرے اور سچے دل سے اللہ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے ٹوٹ کر اسی سے لو لگائے۔ اسی کے فضل و رحمت کا امیدوار رہے، امتداد زمانہ سے گھبرا کر اس نہ توڑ بیٹھے ضرور اللہ اس کے حق میں آسانی کرے گا۔ ایک طرح کی نہیں، کئی طرح کی، و فی الحدیث ”لَنْ يَغْلِبَ غُصْرُ يُسْرَيْنِ“ و فیہ ایضاً ”لَوْ جَاءَ الْعَصْرُ لَدْخَلَ هَذَا الْحَجَرُ لَجَاءَ الْبُسرُ حَتَّى يَدْخُلَ عَلَيْهِ لِيُخْرِجَهُ“

◆ تنہائی میں توجہ الی اللہ کی ترغیب | یعنی جب خلق کے سمجھانے سے فراغت پائے تو خلوت میں بیٹھ کر محنت کر، تا مزید سیر کا سبب بنے۔ اور اپنے رب کی طرف (بلا واسطہ) متوجہ ہو تنبیہ | خلق کو سمجھانا اور نصیحت کرنا آپ ﷺ کی اعلیٰ ترین عبادت تھی۔ لیکن اس میں فی الجملہ مخلوق کا توسط ہوتا تھا۔ مطلوب یہ ہے کہ ادھر سے ہٹ کر بلا واسطہ بھی متوجہ ہونا چاہئے۔ اس کی تفسیر اور کئی طرح کی گئی ہے۔ مگر اقرب یہی معلوم ہوتی ہے۔

سورۃ التین

◆ انجیر اور زیتون کی قسم | انجیر اور زیتون دونوں چیزیں نہایت کثیر النافع اور جامع الفوائد ہونگی وجہ سے انسان کی حقیقت جامعہ کے ساتھ خصوصی مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی لئے ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ“ کے مضمون کو ان دونوں کی قسم سے شروع کیا۔ اور بعض محققین کہتے ہیں کہ یہاں ”الَّتَيْنِ“ اور ”الزَّيْتُونِ“ سے دو پہاڑوں کی طرف اشارہ ہے جن کے قریب ”بیت المقدس“ واقع ہے۔ گویا ان درختوں کی قسم مقصود نہیں بلکہ اس مقام مقدس کی قسم کھائی ہے جہاں یہ درخت بکثرت پائے جاتے ہیں اور وہی مولد و مبعث حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔

◆ طور سیناء | ”طور سینین“ یا ”طور سیناء“ وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف ہم کلامی بخشا۔ اور ”امن والا شہر“ مکہ معظمہ ہے جہاں سارے عالم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ کی سب سے بڑی اور آخری امانت (قرآن کریم) اول اسی شہر میں اتاری گئی۔ تورات کے آخر میں ہے ”اللہ طور سینا سے آیا اور ساعیر سے چمکا (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) اور فاران سے بلند ہو کر پھیلا۔“ (فاران مکہ کے پہاڑ ہیں)

◆ انسان تخلیق میں سب سے بہتر | یعنی یہ سب مقامات متبرکہ جہاں سے ایسے ایسے اولوالعزم پیغمبر اٹھے گواہ ہیں کہ ہم نے انسان کو کیسے اچھے سانچے میں ڈھالا، اور کیسی کچھ قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں۔ اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گویا سبقت لے جائے۔ بلکہ مجہود ملائکہ بنے۔

◆ جانوروں سے بدتر | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”اس کو لائق بنایا فرشتوں کے مقام کا۔ پھر جب منکر ہوا تو جانوروں سے بدتر ہے۔“

◆ جو کبھی کم یا ختم نہ ہوگا۔

يَكْذِبُكَ بَعْدُ بِالذِّبِّ ۚ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَكَمِينَ ۝

تو اس کے پیچھے کیوں جھٹلائے بدلہ ملنے کو کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم

آيَاتُهَا ۱۹ ﴿۹۶﴾ سُورَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۱۱) رُكُوعُهَا ۱

سورہ علق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝

پڑھا اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا بنایا آدمی کو جسے ہوئے

عَلَيْكَ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝

لہو سے پڑھا اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِكَبْفٍ

سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا کوئی نہیں آدمی سرچڑھتا ہے اس سے

أَنْ رَّاهُ اسْتَعْجَلَ ۝ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۝ أَرَأَيْتَ الَّذِي

کہ دیکھے اپنے آپ کو بے پروا بے شک تیرے رب کی طرف پھر جاتا ہے تو نے دیکھا اس کو

ایمان اور عمل صالح پر بے انتہا اجر یعنی آدمی! ان دلائل کے بعد کیا سبب ہے جس کی بناء پر سلسلہ جزاء و سزا کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ یا یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا یعنی ایسے صاف بیانات کے بعد کیا چیز ہے جو منکرین کو جزاء کے معاملہ میں تمہاری تکذیب پر آمادہ کرتی ہے خیال کرو! انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا۔ اس کا قوام ایسی ترکیب سے بنایا کہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے، کوئی مخلوق اس کی ہمسری نہ کر سکے۔ چنانچہ اس کے کامل نمونے دنیا نے شام، بیت المقدس، کوہ طور اور مکہ معظمہ میں اپنے اپنے وقت پر دیکھ لئے جن کے نقش قدم پر اگر آدمی چلیں تو انسانی کمالات اور دارین کی کامیابی کے اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچ جائیں۔ لیکن انسان خود اپنی بدتمیزی اور بد عملی سے ذلت و ہلاکت کے گڑھے میں گرنا اور اپنی پیدائشی بزرگی کو گنوا دیتا ہے۔ کسی ایماندار اور نیکو کار انسان کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ نیچے نہیں گراتا بلکہ اس کے

تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔ کیا ان حالات کے سننے کے بعد بھی کسی کا منہ ہے جو دین فطرت کے اصول اور جزاء و سزا کے ایسے معقول قاعدوں کو جھٹلا سکے؟ ہاں ایک ہی صورت تکذیب و انکار کی ہو سکتی ہے کہ دنیا کو یونہی ایک بے سراکار خانہ فرض کر لیا جائے۔ جس پر نہ کسی کی حکومت ہو نہ یہاں کوئی آئین و قانون جاری ہو، نہ کسی بھلے برے پر کوئی گرفت کر سکے، اس کا جواب آگے دیتے ہیں ”اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ“۔

◆ کیا اللہ حاکموں کا حاکم نہیں؟ | یعنی اس کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی سب حکومتیں چھ ہیں۔ جب یہاں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو اس احکم الحاکمین کی سرکار سے یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے۔

سورۃ العلق

◆ سب سے پہلی نازل ہونے والی آیات | یہ پانچ آیتیں (الزّٰیضۃ مغلّمٰتک) قرآن کی سب آیتوں اور سورتوں

سے پہلے اتریں۔ آپ ﷺ "فارحراء" میں خدائے واحد کی عبادت کر رہے تھے کہ اچانک حضرت جبریل وحی لے کر آئے اور آپ کو کہا "الزّٰیضۃ" (پڑھیے) آپ نے فرمایا۔ "مَا اَنَا بِقَارِیْ" (میں پرہیزگار نہیں) جبریل نے کئی بار آپ ﷺ کو زور زور سے دہرایا، اور بار بار وہی لفظ "الزّٰیضۃ" کہا۔ آپ وہی "مَا اَنَا بِقَارِیْ" جواب دیتے رہے۔ تیسری مرتبہ جبریل نے زور سے دہا کر کہا۔ "الزّٰیضۃ اِیْمٰنٌ رَبِّکَ" الخ یعنی اپنے رب کے نام کی برکت اور مدد سے پڑھیے۔ مطلب یہ ہے کہ جس رب نے ولادت سے اس وقت تک آپ ﷺ کی ایک عجیب اور نرالی شان سے تربیت فرمائی جو پتہ دیتی ہے کہ آپ ﷺ سے کوئی بہت بڑا کام لیا جانے والا ہے کیا وہ آپ ﷺ کو ادھر میں چھوڑ دے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی کے نام پر آپ ﷺ کی تعلیم ہوگی جس کی مہربانی سے تربیت ہوئی ہے۔

یعنی جس نے سب چیزوں کو پیدا کیا، کیا وہ تم میں صفت قراءت پیدا نہیں کر سکتا۔

◆ جیسے ہوئے خون سے انسان کی پیدائش | جسے ہوئے خون میں نہ حس ہے نہ شعور، نہ علم نہ ادراک، محض جمادلا محفل ہے،

پھر جو خدا جمادلا محفل کو انسان عاقل بناتا ہے، وہ ایک عاقل کو کامل اور ایک امی کو قاری و عالم نہیں بنا سکتا۔ یہاں تک قراءت کا امکان ثابت کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ مشکل نہیں کہ تم کو باوجود امی ہونے کے قاری بنادے، آگے اس کی فعلیت اور وقوع پر متنبہ فرماتے ہیں۔

◆ یعنی آپ ﷺ کی تربیت جس شان سے کی گئی، اس سے آپ ﷺ کی کامل استعداد اور لیاقت نمایاں ہے جب ادھر سے استعداد میں قصور نہیں اور ادھر سے مبداء فیض میں خلل نہیں بلکہ وہ تمام کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔ پھر وصول فیض میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے ضرور ہے کہ یونہی ہو کر رہے۔

◆ قلم کے ذریعے علم سکھایا | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت نے کبھی لکھا پڑھانہ تھا، فرمایا کہ قلم سے بھی علم وحی دیتا ہے یوں بھی وحی دے گا۔" اور ممکن ہے ادھر بھی اشارہ ہو کہ جس طرح مفیض و مستفیض کے درمیان قلم واسطہ ہوتا ہے، اللہ اور محمد کے درمیان جبریل محض ایک واسطہ ہیں۔ جس طرح قلم کا توسط اس کو مستلزم نہیں کہ وہ مستفیض سے افضل ہو جائے۔ ایسے ہی یہاں حقیقت جبریل سے اس حقیقت محمدؐ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔

◆ انسان کو جہل سے نجات دی | یعنی انسان کا بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو کچھ نہیں جانتا۔ آخر اسے رفتہ رفتہ کون

سکھاتا ہے۔ بس وہی رب قدیر جو انسان کو جہل سے عالم بناتا ہے، اپنے ایک امی کو عارف کامل بلکہ تمام عارفوں کا سردار بنادے گا۔

◆ آدمی کی حقیقت اور اس کا غرور | یعنی آدمی کی اصل تو اتنی ہے کہ جسے ہوئے خون سے بنا اور جہل محض تھا۔ خدا نے علم دیا، مگر وہ اپنی اصل حقیقت کو ذرا یاد نہیں رکھتا دنیا کے مال و دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پروا ہی نہیں۔

◆ لوٹ کر تو اللہ ہی کے پاس جانا ہے | یعنی اول بھی اس نے پیدا کیا اور آخر بھی اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اسی وقت

اس تکبر اور خود فراموشی کی حقیقت کھلے گی۔

يَنْهَى ① عَبْدًا إِذَا صَلَّى ⑩ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى

جو منع کرتا ہے ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ♦ بھلا دیکھو تو اگر ہوتا

الْهُدَى ⑪ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى ⑫ أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ⑬

نیک راہ پر یا سکھاتا ڈر کے کام بھلا دیکھ تو اگر جھٹلایا اور منہ موڑا ♦

أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى ⑭ كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ ⑮ لَنَسْفَعًا

یہ نہ جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے ♦ کوئی نہیں اگر باز نہ آئے گا ہم تمہیں کے

بِالنَّاصِيَةِ ⑯ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑰ فُلْيُدْ ⑱ نَادِيَهُ ⑲

چوٹی پکڑ کر ♦ کسی چوٹی جھوٹی گنہگار ♦ اب بلا یوے اپنی مجلس والوں کو

سَدْعُ الزَّبَانِيَةِ ⑳ كَلَّا لَا تَطْعُهُ ㉑ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ㉒

ہم بھی بلا تے ہیں پیادے سیاست کرنے کو ♦ کوئی نہیں مت مان اس کا کہا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو ♦

آيَاتُهَا ٥ (٩٤) سُورَةُ الْقَدْرِ مَعْتَمِدَةً (٢٥) رُكُوعُهَا ١

سورہ قدر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ②

ہم نے اس کو اتارا شب قدر میں ♦ اور تو نے کیا سمجھا کہ کیا ہے شب قدر

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ③ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ④ تَنْزِيلُ الْمَلَكِ ⑤ وَالرُّوحُ

شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے ♦ اترتے ہیں فرشتے اور روح

◆ ابو جہل کا آپ ﷺ کو نماز سے روکنا یعنی اس کی سرکشی اور تمرد کو دیکھو کہ خود کو تو اپنے رب کے سامنے جھکنے کی توفیق نہیں، دوسرا بندہ اگر خدا کے سامنے سر بسجود ہوتا ہے اسے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ان آیات میں اشارہ ابو جہل ملعون کی طرف ہے۔ جب وہ حضرت کو نماز پڑھتے دیکھتا تو چڑاتا اور دھمکاتا تھا۔ اور طرح طرح سے ایذا میں پہنچانے کی سعی کرتا تھا۔

◆ یعنی نیک راہ پر ہوتا بھلے کام سکھاتا تو کیا اچھا آدمی ہوتا۔ اب جو منہ موڑا تو ہمارا کیا بگاڑا۔ کذا فی موضع القرآن وللمفسرین القوال فی تفسیر ہامن شاء الاطلاع علیہا فلیراجع روح المعانی۔

◆ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے یعنی اس ملعون کی شرارتوں کو اور اس نیک بندے کے خشوع و خضوع کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

◆ اس کی چوٹی پکڑ کر ٹھیسٹیں گے یعنی رہنے دو ایسے سب کچھ جانتا ہے، پر اپنی شرارت سے ہاڑ نہیں آتا۔ اچھا اب کان کھول کر سن لے کہ اگر اپنی شرارت سے ہاڑ نہ آیا تو ہم اس کو جانوروں اور ذلیل قیدیوں کی طرح سر کے ہال پکڑ کر ٹھیسٹیں گے۔

◆ یعنی جس سر پر یہ چوٹی ہے وہ جھوٹ اور گناہوں سے بھرا ہوا ہے گویا اس کا دروغ اور گناہ بال بال میں سرایت کر گیا ہے۔

◆ ابو جہل کے تکبر کا جواب ابو جہل نے ایک مرتبہ حضرت ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا۔ آپ ﷺ نے سختی سے جواب دیا۔ کہنے لگا کہ کیا آپ ﷺ جانتے نہیں کہ مکہ میں سب سے بڑی مجلس میری ہے اس پر فرماتے ہیں کہ اب وہ مجلس والے ساتھیوں کو بلا لے۔ ہم بھی اس کی گوشالی کے لئے اپنے سپاہی بلاتے ہیں۔ دیکھیں کون غالب رہتا ہے۔ چند روز بعد ”بدر“ کے میدان میں دیکھ لیا کہ اسلام کے سپاہیوں نے اسے کس طرح گھسیٹ کر ”قلب بدر“ میں پھینک دیا۔ باقی اصل وقت گھسیٹے جانے کا آخرت ہے جب دوزخ کے فرشتے اس کو نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید کریں گے۔

◆ آنحضرت ﷺ کو نماز سے روکنے کا واقعہ روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل حضرت کو نماز میں دیکھ کر چلا کہ بے ادبی کرے، وہاں پہنچا نہ تھا کہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور لوگوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ مجھے اپنے اور محمد ﷺ کے درمیان ایک آگ کی خندق نظر آئی جس میں کچھ پر رکھنے والی مخلوق تھی۔ میں گھبرا کر واپس آ گیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ (ملعون) ذرا آگے بڑھتا فرشتے اس کی بوٹی بوٹی جدا کر دیتے۔ گویا آخرت سے پہلے ہی دنیا میں اس کو ”سَنَدُغُ الزَّبَانِیَّة“ کا ایک چھوٹا سا نمونہ دکھلا دیا۔ تنبیہ اکثر مفسرین نے ”زبانیت“ سے دوزخ کے فرشتے مراد لئے ہیں۔

◆ سجدہ اور قرب الہی یعنی آپ ﷺ اس کی ہرگز پروا نہ کیجئے اور اس کی کسی بات پر کان نہ دھریے۔ جہاں چاہو شوق سے اللہ کی عبادت کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدے کر کے بیش از بیش قرب حاصل کرتے رہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ ”بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے۔“

سورۃ القدر

◆ شب قدر میں قرآن کریم کا نزول یعنی قرآن مجید ”لوح محفوظ“ سے سماء دنیا پر ”شب قدر“ میں اتارا گیا اور شاید اسی شب سماء دنیا سے پیغمبر علیہ السلام پر اترا شروع ہوا۔ اس کے متعلق کچھ مضمون سورہ ”دخان“ میں گزر چکا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

◆ شب قدر میں نیکی کا ہزار گنا سے زائد ثواب یعنی اس رات میں نیکی کرنا ایسا ہے گویا ہزار مہینے تک نیکی کرتا رہا۔ بلکہ اس سے بھی زائد۔

فِيهَا يَأْذِنُ رَبُّهُمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ تَهَيَّ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

اس میں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر امان ہے وہ رات صبح کے نکلنے تک

آيَاتُهَا ۸ سُورَةُ الْبَيِّنَةِ مَدِينَةُ (۱۰۰) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ البینۃ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْمَشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ

نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہیں اہل کتاب اور مشرک باز آنے والے

حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنْ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝

یہاں تک کہ پہنچے ان کے پاس کھلی بات ایک رسول اللہ کا پڑھتا ہوا ورق پاک

فِيهَا كُتِبَ قَبِيَّةٌ ۝ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

اس میں لکھی ہیں کتابیں مضبوط اور وہ جو پھوٹ پڑی اہل کتاب میں

إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَا أُصِرُّوا إِلَّا

سوجب کہ آچکی ان کے پاس کھلی بات اور ان کو حکم پہنچا کہ

شب قدر میں حضرت جبریلؑ اور فرشتوں کا نزول | یعنی اللہ کے حکم سے روح القدس (حضرت جبریلؑ) بیشمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اترتے ہیں تاکہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں۔ اور ممکن ہے "روح" سے مراد فرشتوں کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہو۔ بہر حال اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔

یعنی انتظام عالم کے متعلق جو کام اس سال میں مقدر ہیں ان کے نفاذ کی تعمین کے لئے فرشتے آتے ہیں۔ کما مرفی سورۃ الدخان۔ یا "مِنْ كُلِّ أَمْرٍ" سے امر خیر مراد ہو۔ یعنی ہر قسم کے امور خیر لے کر آسمان سے اترتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۲ امن و سلام کی رات | یعنی وہ رات امن و چین اور دلجمعی کی رات ہے۔ اس میں اللہ والے لوگ عجیب و غریب طمانیت اور

لذت و حلاوت اپنی عبادت کے اندر محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ اثر ہوتا ہے، نزول رحمت و برکت کا جو روح و ملائکہ کے توسط سے ظہور میں آتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس رات جبریل اور فرشتے عابدین و ذاکرین پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔ یعنی ان کے حق میں رحمت اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

◆ **شب قدر فجر تک رہتی ہے** | یعنی شام سے صبح تک ساری رات یہی سلسلہ رہتا ہے اس طرح وہ پوری رات مبارک ہے تنبیہ قرآن سے معلوم ہوا کہ وہ رات رمضان شریف میں ہے ”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ“ اور حدیث صحیح میں بتلایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں خصوصاً عشرہ کی طاق راتوں میں اس کو تلاش کرنا چاہئے، پھر طاق راتوں میں بھی ستائیسویں شب پر گمان غالب ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ ”شب قدر“ ہمیشہ کے لئے کسی ایک رات میں متعین نہیں۔ ممکن ہے ایک رمضان میں کوئی رات ہو، دوسرے میں دوسری۔

سورۃ البینۃ

◆ **اہل کتاب اور مشرکین** | اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہوئے، اور مشرکین وہ قومیں جو بت پرستی یا آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا تھیں اور کوئی کتاب ساوی ان کے ہاتھ میں نہ تھی۔

◆ **کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والا رسول ﷺ** | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب دین والے بگڑ چکے تھے۔ اور ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور تھا۔ اب چاہئے کسی حکیم یا ولی یا بادشاہ عادل کے سمجھانے سے راہ پر آجائیں تو یہ ممکن نہ تھا جب تک ایک ایسا عظیم القدر رسول نہ آئے جس کے ساتھ اللہ کی پاک کتاب اس کی قوی مدد ہو کہ چند سال میں ایک ایک ملک کو ایمان کی روشنی سے بھر دے اور اپنی زبردست تعلیم اور ہمت و عزیمت سے دنیا کی کایا پلٹ کر دے۔ چنانچہ وہ رسول، اللہ کی کتاب پڑھتا ہوا آیا جو پاک و رتوں میں لکھی ہوئی ہے۔

◆ **ہر سورت مستقل ایک کتاب ہے** | یعنی قرآن کی ہر سورت گویا ایک مستقل کتاب ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ جو عمدہ کتابیں پہلے آچکی ہیں ان سب کے ضروری خلاصے اس کتاب میں درج کر دیئے گئے ہیں یا ”کُتِبَ قِیمَۃً“ سے علوم و مضامین مراد ہیں۔ یعنی اس کے علوم صحیح و راست اور مضامین نہایت مضبوط و معتدل ہیں۔

◆ **اہل کتاب کا تفرقہ** | یعنی اس رسول ﷺ اور اس کتاب کے آئے پیچھے شبہ نہیں رہا۔ پھر اب اہل کتاب ضد سے مخالف ہیں۔ شبہ سے نہیں، اسی لئے ان میں دو فریق ہو گئے۔ جس نے ضد کی منکر رہا۔ جس نے انصاف کیا ایمان لے آیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جس پیغمبر آخر الزمان کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے آنے پر اپنے تمام اختلافات کو ختم کر کے سب ایک راستہ پر پڑ لیتے مگر انہوں نے اپنی بدبختی اور عناد سے سبب وحدت و اجتماع کو خلاف و شقاق کا ذریعہ بنالیا۔ جب اہل کتاب کا یہ حال ہے تو جاہل مشرکوں کا تو پوچھنا کیا بیہیہ کی تفسیر | تنبیہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے یہاں ”الْبَیِّنَةُ“ کا مصداق حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ٹھہرایا ہے۔ یعنی جب حضرت مسیح کھلے کھلے نشان لے کر آئے یہود و دشمن ہو گئے۔ اور نصاریٰ نے بھی دنیوی اغراض میں پھنس کر اپنی جماعتیں اور پارٹیاں بنالیں۔ مدعا یہ ہے کہ پیغمبر کا آنا اور کتاب کا نازل ہونا بھی بغیر حضرت حق کی توفیق کے کفایت نہیں کرتا۔ کتنے ہی سامان ہدایت جمع ہو جائیں جن کو توفیق نہیں ملتی وہ اسی طرح خسارے میں پڑے رہتے ہیں۔

لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا

بندگی کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے بندگی ابراہیم کی راہ پر ♦ اور قائم رکھیں

الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی ♦ اور جو

كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

مکر ہوئے اہل کتاب اور مشرک ہوں گے دوزخ کی آگ میں سدا رہیں

فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

اس میں ♦ وہ لوگ ہیں سب خلق سے بدتر ♦ وہ لوگ جو یقین لائے اور کیے

الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۚ جَزَاءُ لَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

بھلے کام وہ لوگ ہیں سب خلق سے بہتر ♦ بدلہ ان کا ان کے رب کے یہاں

جَنَّاتٍ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

باغ ہیں ہمیشہ رہنے کو نیچے بہتی ہیں ان کے نہریں سدا رہیں ان میں ہمیشہ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۚ ۝

اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ♦ یہ ملتا ہے اس کو جو ڈرا اپنے رب سے ♦

آيَاتُهَا ۘ (۹۹) سُورَةُ الزَّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ (۹۳) زَكُوْعُهَا ۙ

سورۃ زلزال مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

عبادت میں اخلاص کا حکم | یعنی ہر قسم کے باطل اور جھوٹ سے علیحدہ ہو کر خالص خدائے واحد کی بندگی کریں اور ابراہیم حنیف کی طرح سب طرف سے ٹوٹ کر اسی ایک مالک کے غلام بن جائیں۔ تشریع و تکوین کے کسی شعبہ میں کسی دوسرے کو خود مختار نہ سمجھیں۔

یعنی یہ چیزیں ہر دین میں پسندیدہ رہی ہیں، انہی کی تفصیل یہ پیغمبر کرتا ہے۔ پھر خدا جانے ایسی پاکیزہ تعلیم سے کیوں وحشت کھاتے ہیں۔

یعنی علم کا دعویٰ رکھنے والے اہل کتاب ہوں، یا جاہل مشرک، حق کا انکار کرنے پر سب کا انجام ایک ہے وہی دوزخ جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔

کفار خلاق میں بدترین ہیں | یعنی بہائم سے بھی زیادہ ذلیل اور بدتر۔ کما قال فی سورۃ الفرقان ”إِنَّهُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا“

صالح مومنین مخلوق میں سب سے بہتر ہیں | یعنی جو لوگ سب رسولوں اور کتابوں پر یقین لائے اور بھلے کاموں میں لگے رہے وہی بہترین خلاق ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض افراد بعض فرشتوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔

اللہ کی رضا جنت سے بھی بڑی نعمت ہے | یعنی جنت کے باغوں اور نہروں سے بڑھ کر رضا مولیٰ کی دولت ہے۔ بلکہ جنت کی تمام نعمتوں کی اصلی روح یہی ہے۔

یہ نعمت اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے ہے | یعنی یہ مقام بلند ہر ایک کو نہیں ملتا۔ صرف ان بندوں کا حصہ ہے جو اپنے رب کی ناراضی سے ڈرتے ہیں۔ اور اس کی نافرمانی کے پاس نہیں جاتے۔

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ

جب ہلا ڈالے زمین کو اس کے بھونچال سے ♦ اور نکال باہر کرے زمین

أُتْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ

اپنے اندر سے بوجھ ♦ اور کہے آدمی اس کو کیا ہو گیا ♦ اس دن کہہ ڈالے گی

أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ

وہ اپنی باتیں اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اس کو ♦ اس دن ہو پڑیں گے لوگ

أَشْتَاتًا ۝ لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

طرح طرح پر ♦ کہ ان کو دکھا دیئے جائیں ان کے عمل ♦ سو جس نے کی ذرہ بھر

خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝

بھلائی وہ دیکھ لے گا اسے ♦ اور جس نے کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لے گا اسے ♦

آيَاتُهَا ۝ (۱۰۰) سُورَةُ الْعُنَيْتِ مَكِّيَّةٌ (۱۴) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ عادیات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعُنَيْتِ ضُبًّا ۝ فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيرَتِ

قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپ کر ♦ پھر آگ سلگانے والے جھاڑ کر ♦ پھر غارت ڈالنے والے

صُبْحًا ۝ فَاشْرَنَ بِهِ نَقْعًا ۝ فَوْسَطُنَ بِهِ جَمْعًا ۝

صبح کو ♦ پھر اٹھانے والے اس میں گرد ♦ پھر کھس جانے والے اس وقت فوج میں ♦

سورۃ الزلزال

- ◆ جب زمین زلزلہ سے ہلادی جائے | یعنی حق تعالیٰ ساری زمین کو ایک نہایت سخت اور ہولناک زلزلہ سے ہلا ڈالے گا۔ جس کے صدمہ سے کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا درخت زمین پر قائم نہ رہے گا۔ سب نشیب و فراز برابر ہو جائیں گے۔ تاکہ میدان حشر بالکل ہموار اور صاف ہو جائے اور یہ معاملہ قیامت میں نفع ثانی کے وقت ہوگا۔
- ◆ زمین اپنے بوجھ نکال دے گی | یعنی اس وقت زمین جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے۔ مثلاً مردے یا سونا چاندی وغیرہ سب باہر اگل ڈالے گی۔ لیکن مال کا کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ سب دیکھ لیں گے کہ آج یہ چیز جس پر ہمیشہ لڑا کرتے تھے کس قدر بیکار ہے۔
- ◆ انسان کی حیرت | یعنی آدمی زندہ ہونے اور اس زلزلہ کے آثار دیکھنے کے بعد یا ان کی رو میں عین زلزلہ کے وقت حیرت زدہ ہو کر کہیں گی کہ اس زمین کو کیا ہو گیا جو اس قدر زور سے ہلنے لگی اور اپنے اندر کی تمام چیزیں ایک دم باہر نکال پھینکیں۔
- ◆ زمین ساری خبریں دے گی | یعنی بنی آدم نے جو برے بھلے کام اس کے اوپر کیے تھے سب ظاہر کر دے گی۔ مثلاً کہے گی فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی، فلاں نے چوری کی تھی۔ فلاں نے خون ناحق کیا تھا، وغیرہ ذلک۔ گویا آج کل کی زبان میں یوں سمجھو کہ جس قدر اعمال زمین پر کئے جاتے ہیں زمین میں ان سب کے ریکارڈ موجود رہتے ہیں۔ قیامت میں وہ پروردگار کے حکم سے کھول دیئے جائیں گے۔
- ◆ لوگوں کی مختلف جماعتیں | یعنی اس روز آدمی اپنی قبروں سے میدان حشر میں طرح طرح کی جماعتیں بن کر حاضر ہوں گے۔ ایک گروہ شریعوں کا ہوگا، ایک زانیوں کا، ایک ظالموں کا، ایک چوروں کا، وعلیٰ ہذا القیاس۔ یا یہ مطلب ہے کہ لوگ حساب سے فارغ ہو کر جو لوٹیں گے تو کچھ جماعتیں جنتی اور کچھ دوزخی ہو کر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جائیں گی۔
- ◆ لوگوں کو انکے اعمال دکھائے جائیں گے | یعنی میدان حشر میں ان کے عمل دکھلا دیئے جائیں گے، تابدکاروں کو ایک طرح کی رسوائی اور نیکوکاروں کو ایک قسم کی سرخروئی حاصل ہو یا ممکن ہے اعمال کے دکھلانے سے ان کے ثمرات و نتائج کا دکھلانا مراد ہو۔
- ◆ ذرہ برابر عمل بھی دکھا دیا جائے گا | یعنی ہر ایک کا ذرہ ذرہ عمل بھلا ہو یا برا اس کے سامنے ہوگا اور حق تعالیٰ جو کچھ معاملہ ہر ایک عمل کے متعلق فرمائیں گے وہ بھی آنکھوں سے نظر آ جائے گا۔

سورۃ الغدیر

- ◆ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم | یعنی جو پتھر یا پتھرلی زمین پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔
- ◆ عرب میں اکثر عادت صبح کے وقت تاخت کرنے کی تھی تاکہ رات کے وقت جانے میں دشمن کو خبر نہ ہو صبح کو دفعہ جا پڑیں اور رات کو حملہ نہ کرنے میں اظہار شجاعت سمجھتے تھے۔
- ◆ یعنی ایسی تیزی اور قوت سے دوڑنے والے کہ صبح کے وقت جبکہ رات کی سردی اور شبینم کی رطوبت سے عموماً غبار دبار ہوتا ہے۔ ان کے ٹاپوں سے اس وقت بھی بہت گرد و غبار اٹھتا ہے۔
- ◆ یعنی اس وقت بے خوف و خطر دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔
- ◆ ان قسموں کی توضیح | تنبیہا ممکن ہے کہ قسم کھانا گھوڑوں کی مقصود ہو جیسا کہ ظاہر ہے، اور ممکن ہے مجاہدین کے رسالہ کی قسم ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے۔ اس سے بڑا کون عمل ہوگا کہ اللہ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہے۔“

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝ وَإِنَّهُ عَلَىٰ

بے شک آدمی اپنے رب کا ناشکر ہے اور وہ آدمی اس کام

ذَلِكَ لَشَهِيدٌ ۝ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝

کو سامنے دیکھتا ہے اور آدمی محبت پر مال کی بہت پکا ہے

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝ وَحُصِّلَ

کیا نہیں جانتا وہ وقت کہ کریدا جائے جو کچھ قبروں میں ہے اور تحقیق ہووے

مَا فِي الصُّدُورِ ۝ إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ

جو کچھ کہ جیوں میں ہے بے شک ان کے رب کو ان کی اس دن

لَخَبِيرٌ ۝

سب خبر ہے

آيَاتُهَا ۝ (۱۰۱) سُورَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۲۰) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ قارعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝

وہ کھڑکھڑاڈالنے والی کیا ہے وہ کھڑکھڑاڈالنے والی اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ کھڑکھڑاڈالنے والی

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ

جس دن ہو دیں لوگ جیسے پتنگے (پروانے) بکھرے ہوئے اور ہو دیں

◆ **انسان کی ناشکری** | یعنی جہاد کرنے والے سواروں کی اللہ کی راہ میں سرفروشی و جان بازی مٹاتی ہے کہ وفادار و شکر گزار بندے ایسے ہوتے ہیں۔ جو آدمی اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اس کے راستہ میں خرچ نہیں کرتا وہ پرلے درجہ کا ناشکر اور نالائق ہے بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا زبان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور اس کی بیشمار نعمتوں سے شب و روز تمتع کرتے ہیں، پھر اس کے باوجود اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔ ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔ جدھر سوار اشارہ کرتا ہے اُدھر چلتا ہے، دوڑتا اور ہانپتا ہوا ناپیں مارتا اور غبار اٹھاتا ہوا گھسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔ گولیوں کی بارش میں، ہتھیاروں اور سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا۔ بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے۔ جس کی وفاداری میں اسے جان و مال خرچ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ بیشک انسان بڑا ناشکر اور نالائق ہے کہ ایک گھوڑے بلکہ کتے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔

◆ **خود انسان اس کا گواہ ہے** | یعنی سرفروش مجاہدین کی اور ان کے گھوڑوں کی وفا شعاری اور شکر گزاری اس کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر بھی بے حیائش سے مس نہیں ہوتا۔ تنبیہ | ترجمہ کی رعایت سے ہم نے یہ مطلب لکھا ہے۔ ورنہ اکثر مفسرین اس جملہ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔ ذرا اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سن لے کہ اندر سے خود اس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو بڑا ناشکر ہے بعض سلف نے ”اِنَّہ“ کی ضمیر رب کی طرف لوٹائی ہے۔ یعنی اس کا رب اس کی ناپاسی اور کفران نعمت کو دیکھ رہا ہے۔

◆ **انسان میں مال کی محبت شدید ہے** | یعنی حرص و طمع اور بخل و امساک نے اس کو اندھا بنا رکھا ہے۔ دنیا کے زر و مال کی محبت میں اس قدر غرق ہے کہ منعم حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھا، نہیں سمجھتا کہ آگے چل کر اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

◆ **دلوں کے چھپے بھید کھل جائیں گے** | یعنی وہ وقت بھی آنے والا ہے جب مردہ جسم قبروں سے نکال کر زندہ کئے جائیں گے اور دلوں میں جو چیزیں چھپی ہوئی ہیں سب کھول کر رکھ دی جائیں گی اس وقت دیکھیں یہ مال کہاں تک کام دے گا اور نالائق ناشکرے لوگ کہاں چھوٹ کر جائیں گے۔ اگر یہ بے حیائش بات کو بھی سمجھ لیتے تو ہرگز مال کی محبت میں غرق ہو کر ایسی حرکتیں نہ کرتے۔

◆ **اللہ کا علم محیط واضح ہو جائے گا** | یعنی ہر چند کہ اللہ کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر و باطن پر محیط ہے۔ لیکن اس روز اس کا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جائے گا۔ اور کسی کو گنجائش انکار کی نہ رہے گی۔

سورۃ القارعة

◆ **کھڑکھڑانے والی قیامت** | مراد قیامت ہے جو قلوب کو سخت فزع اور گھبراہٹ سے اور کانوں کو صوت شدید سے کھڑکھڑا لے گی۔ مطلب یہ ہے کہ حادثہ قیامت کے اس ہولناک منظر کا کیا بیان ہو۔ بس اس کے بعض آثار آگے بیان کر دیئے جاتے ہیں جن سے اس کی سختی اور شدت کا قدرے اندازہ ہو سکتا ہے۔

◆ **انسان بکھرے پتنگوں کی طرح ہونگے** | کہ ہر ایک ایک طرف کو بے تابانہ چلا جاتا ہے۔ گویا پروانوں کے ساتھ تشبیہ ضعف، کثرت بیتابی اور حرکت کی بے انتظامی میں ہوئی۔

اِحْبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝

پہاڑ جیسے رنگی ہوئی اون دھنی ہوئی ۝ جس کی بھاری ہوئیں (ہوئی تول) تولیں

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝

تو وہ رہے کامن مانتے گذران میں ۝ اور جس کی ہلکی ہوئیں تولیں

فَاُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا اَدْرَاكَ مَا هِيَهٗ ۝ نَارُ حَامِيَةٍ ۝

تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہے ۝ اور تو کیا سمجھا وہ کیا ہے ۝ آگ سے دہکتی ہوئی ۝

اَيَاتُهَا ۝ (۱۰۲) سُورَةُ التَّكْوِيْنِ مَكِّيَّةٌ (۱۶) رُكُوْعُهَا ۱

سورہ تکوین مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْهٰكُمْ التَّكْوِيْنُ ۝ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ

غفلت میں رکھاتم کو بہتات کی حرص نے ۝ یہاں تک کہ جادیکھیں قبریں ۝ کوئی نہیں آگے

تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ

جان لوگے ۝ پھر بھی کوئی نہیں آگے جان لوگے ۝ کوئی نہیں اگر جانو تم

عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرُوْنَ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرُوْنَهَا

یقین کر کے ۝ بے شک تم کو دیکھنا ہے دوزخ ۝ پھر دیکھنا ہے اس کو

عَيْنَ الْبَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝

یقین کی آنکھ سے ۝ پھر پوچھیں گے تم سے اس دن ۝ آرام (نعمتوں) کی حقیقت

◆ پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے | یعنی جیسے دھنیا لون یا روئی کو دھنک کر ایک ایک پہاڑ کر کے اڑا دیتا ہے اسی طرح

پہاڑ متفرق ہو کر اڑ جائیں گے اور زمین اون سے شاید اس لئے تشبیہ کی کہ بہت کمزور اور ہلکی ہوتی ہے۔ نیز قرآن میں دوسری جگہ پہاڑوں کے رنگ بھی کئی قسم کے بیان فرمائے ہیں "وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ" (طہ - رکوع ۴)

◆ بھاری وزن والے عیش میں ہونگے | یعنی جس کے اعمال وزنی ہوں گے وہ اس روز خاطر خواہ عیش و آرام میں رہے گا اور اعمال کا وزن اخلاص و ایمان کی نسبت سے ہوگا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو مگر اخلاص کی روح نہ ہو، وہ اللہ کے ہاں کچھ وزن نہیں رکھتا۔ "فَلَا تُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا" (کہف - رکوع ۱۲)

◆ ہلکے وزن والے دھکی آگ کے گڑھے میں | یعنی جو عذاب اس طبقہ میں ہے کچھ آدنی کی سمجھ میں نہیں آ سکتا بس اتنا سمجھ لو کہ ایک آگ ہے نہایت گرم دھکی ہوئی جس کے مقابلہ میں گویا دوسری آگ کو گرم کہنا نہ چاہئے۔ اعافنا اللہ منها ومن سفر وجوه العذاب بفضلہ ومنہ

سورۃ التکاثر

◆ کثرت مال کی ہوس | یعنی مال و اولاد کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے۔ نہ

مالک کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو، اور میرا کنبہ اور جتنی سب کنبوں اور جتنوں سے غالب رہے۔ یہ پردہ غفلت کا نہیں اٹھاتا یہاں تک کہ موت آ جاتی ہے۔ تب قبر میں پہنچ کر پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے۔ محض چند روز کی چہل پہل تھی۔ موت کے بعد وہ سب سامان بیچ بلکہ وبال جان ہیں۔ تنبیہ | بعض روایات میں آیا ہے (اللہ اعلم بصحتها) کہ ایک مرتبہ دو قبیلے اپنے اپنے جتنے کی کثرت پر فخر کر رہے تھے۔ جب مقابلہ کے وقت ایک کے آدمی دوسرے سے کم رہے تو اس نے کہا کہ ہمارے اتنے آدمی لڑائی میں مارے جا چکے ہیں چل کر قبریں شمار کر لو۔ وہاں پتہ لگے گا کہ ہمارا جتنا تم سے کتنا زیادہ ہے۔ اور ہم میں کیسے کیسے نامور گزر چکے ہیں۔ یہ کہہ کر قبریں شمار کرنے لگے۔ اس جہالت و غفلت پر متنبہ کرنے کے لئے یہ سورت نازل ہوئی۔ ترجمہ میں دونوں مطلبوں کی گنجائش ہے۔

◆ کثرت مال فخر کی چیز نہیں | یعنی دیکھو بار بار بتا کید کہا جاتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح نہیں کہ مال و اولاد وغیرہ کی بہتات ہی کام

آنے والی چیز ہے۔ عنقریب تم معلوم کر لو گے کہ یہ زائل و فانی چیز ہرگز فخر و مباہات کے لائق نہ تھی پھر سمجھ لو کہ آخرت ایسی چیز نہیں جس سے انکار کیا جائے یا غفلت برتی جائے۔ آگے چل کر تم پر بہت جلد کھل جائے گا کہ اصل زندگی اور عیش آخرت کا ہے اور دنیا اس زندگی کے مقابلہ میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی، یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائے گی۔

◆ یعنی تمہارا خیال ہرگز صحیح نہیں اگر تم یقینی طور پر دلائل صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان بیچ ہیں تو ہرگز اس غفلت میں پڑے نہ رہتے۔

◆ اس غفلت کا انجام دوزخ ہے | یعنی اس غفلت و انکار کا نتیجہ دوزخ ہے، وہ تم کو دیکھنا پڑے گا۔ اول تو اس کا کچھ اثر برزخ میں نظر آ جائے گا۔ پھر آخرت میں پوری طرح دیکھ کر عین یقین حاصل ہو جائے گا۔

◆ تم سے نعمت کے بارے میں پوچھا جائیگا | یعنی اس وقت کہیں گے اب بتاؤ! دنیا کے عیش و آرام کی کیا حقیقت تھی۔ یا اس وقت سوال کیا جائے گا کہ جو نعمتیں (ظاہری و باطنی، آفاقی و انفسی، جسمانی و روحانی) دنیا میں عطا کی گئی تھیں ان کا حق تم نے کیا ادا کیا اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی سعی کی۔

آيَاتُهَا ۳ ﴿۱۰۳﴾ سُورَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۳) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ عصر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ۱ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۲ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا

قسم ہے عصر کی مقرر انسان ٹوٹے میں ہے مگر جو لوگ کہ یقین لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۳ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۴ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۵

اور کیے بھلے کام اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی اور آپس میں تاکید کرتے رہے تحمل کی

سورة العصر

زمانے یا عصر کی قسم | ”عصر“ زمانہ کو کہتے ہیں یعنی قسم ہے زمانہ کی جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسے تحصیل کمالات و سعادات کے لئے ایک متاع گرانمایہ سمجھنا چاہئے یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی جو کاروباری دنیا میں مشغولیت اور شرعی نقطہ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے (حتی کہ حضور ﷺ نے حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا سب گمبار لٹ گیا) یا قسم ہے ہمارے پیغمبر کے زمانہ مبارک کی، جس میں رسالت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ کا نور اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکا۔

انسان گھائے میں ہے | اس سے بڑھ کر ٹوٹا کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دوکاندار کی طرح اس کی تجارت کا راس المال جسے عمر عزیز کہتے ہیں، دم بدم کم ہوتا جا رہا ہے۔ اگر اس رواداری میں کوئی ایسا کام نہ کر لیا جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے، بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کار آمد بن جائے، تو پھر خسارہ کی کوئی انتہاء نہیں۔ زمانہ کی تاریخ پڑھ جاؤ اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرو تو ادنیٰ غور و فکر سے ثابت ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے انجام نبی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پروا ہو کر محض خالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کار کس طرح ناکام و نامراد بلکہ تباہ و برباد ہو کر رہے۔

زندگی کی قدر و قیمت | آدمی کو چاہئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت و شرارت یا لہو و لعب میں نہ گنوائے۔ جو اوقات تحصیل شرف و مجد اور اکتساب فضل و کمال کی گرم بازاری کے ہیں۔ خصوصاً وہ گراں مایہ اوقات جن میں آفتاب رسالت اپنی انتہائی نور افشانی سے دنیا کو روشن کر رہا ہے، اگر غفلت و نسیان میں گزار دیئے گئے، تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہو سکتا۔ بس خوش نصیب اور اقبال مند انسان وہی ہیں جو اس عمر فانی کو باقی اور ناکارہ زندگی کو کار آمد بنانے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آگے ”إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ“ میں کیا گیا ہے۔

اس نقصان سے بچنے کے چار طریقے | یعنی انسان کو خسارہ سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے۔ اول خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے، پورا یقین رکھے۔ دوسرے اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو، اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو۔ تیسرے محض اپنی انفرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ جب دو مسلمان ملیں ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیت رہے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے، پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں، ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے۔ جو خوش قسمت حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہوں گے اور خود کمال ہو کر دوسروں کی تکمیل کریں گے ان کا نام صفحات دہر پر زندہ جاوید رہے گا۔ اور جو آثار چھوڑ کر دنیا سے جائیں گے وہ بطور باقیات صالحات ہمیشہ ان کے اجر کو بڑھاتے رہیں گے۔

سورۃ عصر کی فضیلت | فی الحقیقت یہ چھوٹی سی سورت سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ امام شافعیؒ نے سچ فرمایا کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی ایک سورت نازل کر دی جاتی تو (سمجھدار بندوں کی) ہدایت کے لئے کافی تھی۔ بزرگان سلف میں جب دو مسلمان آپس میں ملتے تھے، جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورت سنایا کرتے تھے۔

آیَاتُهَا ۹ ﴿۱۰۴﴾ سُورَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۲) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ ہمزہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نو آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝۱ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝۲ يَحْسَبُ

خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی ۱ جس نے سینا مال اور گن گن کر رکھا ۲ خیال کرتا ہے

أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝۳ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝۴ وَمَا

اس کا مال سدا کور ہے گا اس کے ساتھ ۳ کوئی نہیں وہ پھینکا جائے گا اس روندنے والی (حطمہ) میں ۴ اور

أَذْرَكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝۵ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝۶ الَّتِي تَطَّلِعُ

تو کیا سمجھا کون ہے وہ روندنے والی (حطمہ) ۵ ایک آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی ۶ وہ جھانک لیتی ہے

عَلَى الْأَفْدَةِ ۝۷ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۝۸ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹

دل کو ۷ ان کو اس میں موند دیا ہے ۸ لے لے ستونوں میں ۹

سورة الهمزة

عیب جوئی اور طعنہ زنی | یعنی اپنی خبر نہیں لیتا دوسروں کو حقیر سمجھ کر طعنہ دیتا ہے اور ان کے واقعی یا غیر واقعی عیب چننا رہتا ہے۔

جمع مال کی مذمت | یعنی طعنہ زنی اور عیب جوئی کا منشاء تکبر اور تکبر کا سبب مال ہے جس کو مارے حرص کے ہر طرف سے سینٹا اور مارے بخل کے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ کہیں خرچ نہ ہو جائے یا نکل کر بھاگ نہ جائے۔ اکثر بخیل مالداروں کو دیکھا ہوگا کہ وہ بار بار روپیہ شمار کرتے اور حساب لگاتے رہتے ہیں۔ اسی میں ان کو مزہ آتا ہے۔

۲۔ مال سدا نہیں رہتا | یعنی اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مال کبھی اس سے جدا نہ ہوگا، بلکہ ہمیشہ اس کو آفات ارضی و سماوی سے بچاتا رہے گا۔

۳۔ یعنی یہ خیال محض غلط ہے۔ مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائے گا۔ آگے تو کیا کام آتا۔ سب دولت یونہی پڑی رہ جائے گی۔ اور اس بد بخت کو اٹھا کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔

۴۔ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ | یعنی یاد رہے یہ آگ بندوں کی نہیں، اللہ کی سلگائی ہوئی ہے۔ اس کی کیفیت کچھ نہ پوچھو، بڑی سمجھدار ہے۔ دلوں کو جھانک لیتی ہے، جس دل میں ایمان ہو نہ جلائے، جس میں کفر ہو جلا ڈالے۔ اس کی سوزش بدن کو لگتے ہی فوراً دلوں تک نفوذ کر جائیگی۔ بلکہ ایک طرح دل سے شروع ہو کر جسموں میں سرایت کرے گی۔ اور باوجودیکہ قلوب و ارواح جسموں کی طرح جلیں گے۔ اس پر بھی مجرم مرنے نہ پائیں گے دوزخی تمنا کرے گا کہ کاش موت آکر اس عذاب کا خاتمہ کر دے۔ لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوگی۔ اعاذنا اللہ منها ومن سائر وجوہ العذاب۔

۵۔ یعنی کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہے گا۔ ہمیشہ اس میں پڑے جلتے رہیں گے۔

۶۔ یعنی آگ کے شعلے لمبے ستونوں کی مانند بلند ہوں گے۔ یا یہ کہ دوزخیوں کو لمبے ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائے گا کہ جلتے وقت ذرا حرکت نہ کر سکیں۔ کیونکہ ادھر ادھر حرکت کرنے سے بھی عذاب میں کچھ برائے نام تخفیف ہو سکتی تھی۔ اور بعض نے کہا کہ دوزخ کے منہ کو لمبے لمبے ستون ڈال کر اوپر سے پاٹ دیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

آیاتھا ۵ ﴿۱۰۵﴾ سُورَةُ الْفِيلِ مَكِّيَّةٌ (۱۹) رُكُوعُهَا ۱

سورہ فیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۚ أَلَمْ يَجْعَلْ

کہ کیا تو نے نہ دیکھا کیا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ ۛ کیا نہیں کر دیا

كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۚ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۖ

ان کا دَاؤُ غلط ۛ اور بھیجے ان پر اڑتے جانور ٹکڑیاں ٹکڑیاں

تَرْمِيمِهِمْ بِجَارَةِ مَنْ سَبَّحِلِل ۚ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۚ

بھجکتے تھے ان پر پتھریاں ٹکڑ (ٹکڑ) کی ۛ پھر کر ڈالا ان کو جیسے بھس کھایا ہوا ۛ

آیاتھا ۴ ﴿۱۰۶﴾ سُورَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ (۲۹) رُكُوعُهَا ۱

سورہ قریش مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَا يَلْفُ قُرَيْشٌ ۚ الْفِهُمُ رِحْلَةَ الْشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۚ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ

اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو مانوس رکھنا ان کو سفر سے جاڑے کے اور گرمی کے تو چاہئے کہ بندگی کریں

هَذَا الْبَيْتِ ۚ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۚ وَأَمَّنَّهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۚ

اس گھر کے رب کی جس نے ان کو کھانا دیا بھوک میں اور امن دیا ڈر میں ۛ

سورۃ الفیل

♦ **ہاتھی والوں کا انجام** | یعنی ہاتھی والوں کے ساتھ تیرے سب نے جو معاملہ کیا وہ تم کو ضرور معلوم ہوگا۔ کیونکہ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے چند روز پیشتر ہوا تھا اور غایت شہرت سے بچ بچکی زبان پر تھا اسی قرب عہد اور قوت اثر کی بناء پر اس کے علم کو روایت سے تعبیر فرمایا۔
♦ **ان کا داؤ غلط کر دیا گیا** | یعنی وہ لوگ چاہتے تھے کہ اللہ کا کعبہ اجاڑ کر اپنا مصنوعی کعبہ آباد کریں۔ یہ نہ ہو سکا اللہ نے ان کے سب داؤ بیچ غلط اور کل تدبیریں بے اثر کر دیں۔ کعبہ کی حاضی کی فکر میں وہ خود ہی تباہ و برباد ہو گئے۔

♦ **اصحاب فیل کا واقعہ** | "اصحاب فیل" کا قصہ مختصر یہ ہے کہ ہادشاہ "جشہ" کی طرف سے "یمین" میں ایک حاکم "ابرہہ" نامی تھا۔ اس نے دیکھا کہ سارے عرب کعبہ کا حج کرنے جاتے ہیں، چاہا کہ ہمارے پاس حج ہوا کریں۔ اس کی تدبیر یہ سوچی کہ اپنے مذہب عیسائی کے نام پر ایک عالیشان گرجا بنایا جائے۔ جس میں ہر طرح کے تکلفات اور راحت و دلکشی کے سامان ہوں۔ اس طرح لوگ اصلی اور سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مکلف و مرصع کعبہ کی طرف آنے لگیں گے اور مکہ کا حج چھوٹ جائے گا۔ چنانچہ "صنعاہ" میں (جو یمین کا بڑا شہر ہے) اپنے مصنوعی کعبہ کی بنیاد رکھی اور خوب دل کھول کر وہ یہ خرچ کیا اس پر بھی لوگ ادھر متوجہ نہ ہوئے۔ عرب کو خصوصاً قریش کو جب اس کی اطلاع ہوئی، سخت خشکیوں ہوئے کسی نے غصہ میں آ کر وہاں پاخانہ پھردیا، اور بعض کہتے ہیں کہ بعض عرب نے آگ جلائی تھی ہوا سے اڑ کر اس عمارت میں لگ گئی۔ "ابرہہ" نے جب جھگڑا کر کعبہ شریف پر فوج کشی کر دی بہت سا لشکر اور ہاتھی لے کر اس ارادہ سے چلا کہ کعبہ کو منہدم کر دے۔ درمیان میں عرب کے جس قبیلے نے مزاحمت کی اسے مارا اور مغلوب کیا حضرت ﷺ کے والد عبدالمطلب اس وقت قریش کے سردار اور کعبہ کے متولی اعظم تھے ان کو خبر ہوئی تو فرمایا لوگو! اپنا بچاؤ کر لو، کعبہ جس کا گھر ہے وہ خود اس کو بچالے گا۔ "ابرہہ" نے راستہ صاف دیکھ کر یقین کر لیا کہ اب کعبہ کا منہدم کر دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ کیونکہ ادھر سے کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔
عجیب و غریب پرندے | جب وادی "حمر" (جو مکہ کے قریب جگہ ہے) پہنچا تو سمندر کی طرف سے سبز اور زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی گھڑیاں نظر آئیں۔ ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ ان عجیب و غریب پرندوں کے غول کے غول کنکریاں لشکر پر برسانے لگے۔ خدا کی قدرت سے وہ کنکر کی پتھریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام کرتی تھیں۔ جس کے لگتی، ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتی اور ایک عجیب طرح کا سی مادہ چھوڑ جاتی تھی۔ بہت سے وہیں ہلاک ہو گئے۔ جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے۔

اس واقعہ کا سال | یہ واقعہ حضور ﷺ کی ولادت شریف سے پچاس روز پہلے ہوا۔ بلکہ بعض کہتے ہیں کہ خاص اسی روز آپ ﷺ کی ولادت باکرامت ہوئی۔ گویا یہ ایک آسمانی نشان آپ ﷺ کی آمد آمد کا تھا۔ اور ایک نمبی اشارہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی فوق العادت حفاظت فرمائی ہے۔ اس گھر کے سب سے مقدس متولی اور سب سے بزرگ پیغمبر کی حفاظت بھی اسی طرح کرے گا اور عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کو یہ موقع نہ دے گا کہ وہ کعبہ اور کعبہ کے سچے خادموں کا استیصال کر سکیں۔
♦ جوتیل، گائے وغیرہ کھا کر آخور چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی ایسا پرانگندہ منتشر، مبتذل، بد صورت بنکا اور چورا چورا۔

سورۃ قریش

♦ **اہل مکہ پر بیت اللہ کی برکات** | مکہ میں غلہ غیر پیدا نہیں ہوتا اس لئے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دوسفر کرتے تھے۔ جائزوں میں یمین کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرد اور شاداب ملک ہے۔ لوگ ان کو اہل حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ان کی خدمت کرتے اور ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے۔ اس طرح ان کو خاطر خواہ نفع ہوتا۔ پھر ان دہمیں سے گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے تھے۔ حرم کے چاروں طرف لوٹ کھسوٹ اور چوری ڈکیتی کا بازار گرم رہتا تھا۔ لیکن کعبہ کے ادب سے کوئی چور، لاکو قریش پر ہاتھ صاف نہ کرتا تھا۔ اسی انعام کو یہاں یاد دلایا ہے کہ اس گھر کے طفیل تم کو روزی دی، اور امن چین دیا۔ "اصحاب فیل" کی زد سے محفوظ رکھا، پھر اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے اور اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہو۔ کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں۔ اگر دوسری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا کیا مشکل ہے۔

آيَاتُهَا < (۱۰۷) سُورَةُ الْمَاعُونِ مَكِّيَّةٌ > (۱۷) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ ماعون مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ ۚ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ

تو نے دیکھا اس کو جو جھٹلاتا ہے انصاف ہونے کو ◆ سو یہ وہی ہے جو دھکے دیتا ہے

الْيَتِيمِ ۚ وَلَا يَحْضُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۚ فَوَيْلٌ

یتیم کو ◆ اور نہیں تاکید کرتا محتاج کے کھانے پر ◆ پھر خرابی ہے

لِلْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۚ

ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں ◆

الَّذِينَ هُمْ يُرَآؤْنَ ۚ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۚ

وہ جو دکھلا داکرتے ہیں ◆ اور مانگی نہ دیوں برتنے کی چیز ◆

سورة الماعون

◆ فیصلہ کے دن کی تکذیب | یعنی سمجھتا ہے کہ انصاف نہ ہوگا اور اللہ کی طرف سے نیک و بد کا کبھی بدلہ نہ ملے گا۔ اور بعض نے دین کے معنی "ملت" کے لئے ہیں۔ یعنی ملت اسلام اور مذہب حق کو جھٹلاتا ہے۔ گو یا مذہب و ملت اس کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔

◆ یتیم سے بدسلوکی | یعنی یتیم کی ہمدردی اور غمخواری تو درکنار اس کے ساتھ نہایت سنگدلی اور بد اخلاقی سے پیش آتا ہے۔

◆ مسا کین کو کھانا نہ کھلانے والا | یعنی غریب محتاج کی نہ خود خبر لے نہ دوسروں کو ترغیب دے۔ ظاہر ہے کہ قیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور انکے حال پر رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب و ملت کی تعلیم میں شامل ہے اور ان مکارم اخلاق میں سے ہے جن کی خوبی پر تمام عقلاء اتفاق رکھتے ہیں۔ پھر جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی عاری ہو، سمجھو کہ آدمی نہیں، جانور ہے۔ بھلا ایسے کو دین سے کیا واسطہ، اور اللہ سے کیا لگاؤ ہوگا۔

◆ نماز میں غفلت کرنے والے | یعنی نہیں جانتے کہ نماز کس کی مناجات ہے اور مقصود اس سے کیا ہے اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے یہ کیا نماز ہوئی کہ کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، وقت بے وقت کھڑے ہو گئے، باتوں میں اور دنیا کے دھندوں میں جان بوجھ کر وقت تنگ کر دیا، پھر پڑھی بھی تو چار کھریں لگالیں، کچھ خبر نہیں کس کے روبرو کھڑے ہیں، اور احکم الحاکمین کے دربار میں کس شان سے حاضری دے رہے ہیں۔ کیا خدا صرف ہمارے اٹھنے بیٹھنے، جھک جانے اور سیدھے ہونے کو دیکھتا ہے؟ ہمارے دلوں پر نظر نہیں رکھتا؟ کہ ان میں کہاں تک اخلاص اور خشوع کا رنگ موجود ہے۔ یاد رکھو یہ سب صورتیں ”عَنْ صَلَاحِهِمْ سَاهُونَ“ میں درجہ بدرجہ داخل ہیں۔ کما صرح بہ بعض السلف۔

◆ دکھاوا کرنے والے | یعنی ایک نماز کیا، ان کے دوسرے اعمال بھی ریا کاری اور نمود و نمائش سے خالی نہیں گویا ان کا مقصد خالق سے قطع نظر کر کے صرف مخلوق کو خوش کرنا ہے۔

◆ استعمالی چیزیں نہ دینے والے | یعنی زکوٰۃ صدقات وغیرہ تو کیا ادا کرتے معمولی برتنے کی چیزیں بھی مثلاً (ڈول، رسی، ہنڈیا، دیکھی، کلہاڑی، سوئی دھاگا وغیرہ) کسی کو مانگی نہیں دیتے جن کے دے دینے کا دنیا میں عام رواج ہے۔ بخل اور فسق کا جب یہ حال ہو تو ریاہ کاری کی نماز سے ہی کیا فائدہ ہوگا۔ اگر ایک آدمی اپنے کو مسلمان نمازی کہتا اور کہلاتا ہے مگر اللہ کے ساتھ اخلاص اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا۔ اس کا اسلام لفظ بے معنی، اور اس کی نماز حقیقت سے بہت دور ہے۔ یہ ریاہ کاری اور بد اخلاقی تو ان بد بختوں کا شیوہ ہونا چاہئے جو اللہ کے دین اور روز جزاء پر کوئی اعتقاد نہیں رکھتے۔

آیَاتھا ۳ ﴿۱۰۸﴾ سُورَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ (۱۵) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ کوثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝

بے شک ہم نے دی تجھ کو کوثر ۱ ◆ سونماز پڑھا اپنے رب کے آگے اور قربانی کر

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

بے شک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا ۲ ◆

سورة الكوثر

کوثر کے معنی اور مفہام | ”کوثر“ کے معنی ”خیر کثیر“ کے ہیں۔ یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری، یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے۔ ”البحر المحیط“ میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کئے گئے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں۔ جو آپ ﷺ کو، یا آپ ﷺ کے طفیل میں امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت وہ ”حوض کوثر“ بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ ﷺ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے۔ (اے ارحم الراحمین! آپ اس خطا کار روسیادہ کو بھی اس سے سیراب کیجئے)

حوض کوثر | تنبیہ | ”حوض کوثر“ کا ثبوت بعض محدثین کے نزدیک حد تو اترا تک پہنچ چکا ہے ہر مسلمان کو اس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ احادیث میں اس کی عجیب و غریب خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ بعض روایات سے اس کا محشر میں ہونا اور اکثر سے جنت میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اکثر علماء نے تطبیق یوں دی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہوگی اور اسی کا پانی میدان حشر میں لا کر کسی حوض میں جمع کر دیا جائے گا۔ دونوں کو ”کوثر“ ہی کہتے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نماز اور قربانی کی تاکید | یعنی اتنے بڑے انعام و احسان کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہئے۔ تو چاہئے کہ آپ اپنی روح، بدن اور مال سے برابر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں، بدنی و روحی عبادات میں سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ اور مالی عبادات میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قربانی کی اصل حقیقت جان کا قربان کرنا تھا۔ جانور کی قربانی کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم واسمعیل علیہما السلام کے قصہ سے ظاہر ہے اسی لئے قرآن میں دوسری جگہ بھی نماز اور قربانی کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے۔ قُلْ اِنْ صَلَّيْتُ وَنُسَكِيْتُ وَمَسَحَيْتُ وَمَمَسَيْتُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (انعام۔ رکوع ۲۰) تنبیہ | بعض روایات میں ”وانسحر“ کے معنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے آئے ہیں۔ مگر ابن کثیر نے ان روایات میں کلام کیا ہے۔ اور ترجیح اس قول کو دی ہے کہ ”نحر“ کے معنی قربان کرنے کے ہیں۔ گویا اس میں مشرکین پر تعریض ہوئی کہ وہ نماز اور قربانی بتوں کے لئے کرتے تھے۔ مسلمانوں کو یہ کام خالص خدائے واحد کے لئے کرنے چاہئیں۔

آپ ﷺ کا دشمن ہی ابتر ہے | بعض کفار حضور ﷺ کی شان میں کہتے تھے۔ کہ اس شخص کے کوئی بیٹا نہیں۔ بس زندگی تک اس کا نام ہے پیچھے کون نام لے گا۔ ایسے شخص کو ان کے محاورات میں ”ابتر“ کہتے تھے۔ ”ابتر“ اصل میں دم کٹے جانور کو کہتے ہیں۔ جس کے پیچھے کوئی نام لینے والا نہ رہے، گویا اس کی دم کٹ گئی۔ قرآن نے بتلایا کہ جس شخص کو اللہ خیر کثیر عنایت فرمائے اور ابد الابد تک نام روشن کرے اسے ”ابتر“ کہنا پر لے درجہ کی حماقت ہے۔ حقیقت میں ”ابتر“ وہ ہے جو ایسی مقدس و مقبول ہستی سے بغض و عناد اور عداوت رکھے اور اپنے پیچھے کوئی ذکر خیر اور اثر نیک نہ چھوڑے۔ آج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد ماشاء اللہ حضور ﷺ کی روحانی اولاد سے دنیا پٹی پڑی ہے اور جسمانی و ختری اولاد بھی بکثرت ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کے آثار صالحہ عالم میں چمک رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی یاد نیک نامی اور محبت و عقیدت کے ساتھ کروڑوں انسانوں کے دلوں کو گرما رہی ہے۔ دوست دشمن سب آپ ﷺ کے اصلاحی کارناموں کا صدق دل سے اعتراف کر رہے ہیں۔ پھر دنیا سے گزر کر آخرت میں جس مقام محمود پر آپ ﷺ کھڑے ہوں گے اور جو مقبولیت و متبوعیت عامہ آپ ﷺ کو علی رؤس الاشہاد حاصل ہوگی وہ الگ رہی۔ کیا ایسی دائم البرکۃ ہستی کو (العیاذ باللہ) ”ابتر“ کہا جاسکتا ہے؟ اس کے مقابل اس گستاخ کو خیال کرو جس نے یہ کلمہ زبان سے نکالا تھا۔ اس کا نام و نشان کہیں باقی نہیں۔ نہ آج بھلائی کے ساتھ اسے کوئی یاد کرنے والا ہے۔ یہ ہی حال ان تمام گستاخوں کا ہوا جنہوں نے کسی زمانہ میں آپ ﷺ کے بغض و عداوت پر کمر باندھی اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور اسی طرح آئندہ ہوتا رہے گا۔

آيَاتُهَا ۶ ﴿۱۰۹﴾ سُورَةُ الْكَافِرُونَ مَكِّيَّةٌ (۱۸) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ کافرون مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا

تو کہہ اے منکروں میں نہیں پوجتا جس کو تم پوجتے ہو اور نہ

أَنْتُمْ عِبَادُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا

تم پوجو جس کو میں پوجوں اور نہ مجھ کو پوجتا ہے اس کا جس کو تم نے پوجا اور نہ

أَنْتُمْ عِبَادُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝

تم کو پوجتا ہے اس کا جس کو میں پوجوں تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ

سورة الكفرون

◆ کفار قریش کی ایک پیشکش اور اس کا جواب | چند رؤسائے قریش نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آؤ! ہم تم صلح کر لیں کہ ایک سال تک آپ ﷺ ہمارے معبودوں کی پرستش کیا کریں، پھر دوسرے سال ہم آپ ﷺ کے معبود کو پوجیں۔ اس طرح دونوں فریق کو ہر ایک کے دین سے کچھ نہ کچھ حاصل جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی پناہ کہ میں اس کے ساتھ (ایک لمحہ کے لئے بھی) کسی کو شریک ٹھہراؤں۔ کہنے لگے اچھا تم ہمارے معبودوں کو مان لو (ان کی مذمت نہ کرو) ہم تمہاری تصدیق کریں گے اور تمہارے معبود کو پوجیں گے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی، اور آپ ﷺ نے ان کے مجمع میں پڑھ کر سنائی۔ جس کا خلاصہ مشرکین کے طور و طریق سے بالکل بیزاری کا اظہار اور انقطاع تعلقات کا اعلان کرتا ہے۔ بھلا انبیاء علیہم السلام جن کا پہلا کام شرک کی جڑیں کاٹنا ہے۔ ایسی ناپاک اور گندی صلح پر کب راضی ہو سکتے ہیں۔ فی الحقیقت اللہ کے معبود ہونے میں تو کسی مذہب والے کو اختلاف ہی نہیں۔ خود مشرکین اس کا اقرار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بتوں کی پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے نزدیک کر دیں گے "مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى" (زمر۔ رکوع ۱) اختلاف جو کچھ ہے غیر اللہ کی پرستش میں ہے۔ لہذا صلح کی جو صورت قریش نے پیش کی تھی اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ وہ تو برابر اپنی روش پر قائم رہیں۔ یعنی اللہ اور غیر اللہ دونوں کی پرستش کیا کریں اور آپ اپنے مسلک توحید سے دستبردار ہو جائیں۔ اس گفتگو نے مصالحت کو ختم کرنے کے لئے یہ سورت اتاری گئی ہے۔

◆ میں تمہارے خداؤں کو نہیں پوجتا | یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے بنا رکھے ہیں میں فی الحال ان کو نہیں پوج رہا اور نہ تم اس احد و صمد خدا کو بلا شرکت غیرے پوجتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

◆ یعنی آئندہ بھی میں تمہارے معبودوں کو کبھی پوجنے والا نہیں اور نہ تم میرے معبود واحد کی بلا شرکت غیرے پرستش کرنے والے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میں موجد ہو کر شرک نہیں کر سکتا نہ اب نہ آئندہ اور تم شرک رہ کر موجد نہیں قرار دیئے جاسکتے نہ اب نہ آئندہ، اس تقریر کے موافق آجوں میں تکرار نہیں رہی۔

اس آیت میں تکرار کی توضیح | تنبیہ | بعض علماء نے یہاں تکرار کو تاکید پر حمل کیا اور بعض نے پہلے دو جملوں میں حال و استقبال کی نفی، اور اخیر کے دو جملوں میں ماضی کی نفی مراد لی ہے۔ کما صرح بالترشیدی اور بعض نے پہلے جملوں میں حال کا اور اخیر کے جملوں میں استقبال کا ارادہ کیا ہے۔ کما یظهر من الترجمة۔ لیکن بعض محققین نے پہلے دو جملوں میں "ما" کو موصول اور دوسرے دونوں جملوں میں "ما" کو مصدر یہ لے کر یوں تقریر کی ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان معبود میں اشتراک ہے نہ طریق عبادت میں۔ تم بتوں کو پوجتے ہو، وہ میرے معبود نہیں، میں اس خدا کو پوجتا ہوں جس کی شان و صفت میں کوئی شریک نہ ہو سکے، ایسا خدا تمہارا معبود نہیں۔ علی ہذا القیاس تم جس طرح عبادت کرتے ہو، مثلاً ننگے ہو کر کعبہ کے گردناچنے لگے یا ذکر اللہ کی جگہ بیٹیاں اور تالیاں بجانے لگے، میں اس طرح کی عبادت کرنے والا نہیں۔ اور میں جس شان سے اللہ کی عبادت بجالاتا ہوں تم کو اس کی توفیق نہیں لہذا میرا اور تمہارا راستہ بالکل الگ الگ ہے اور احقر کے خیال میں یوں آتا ہے کہ پہلے جملے کو حال و استقبال کی نفی کے لئے رکھا جائے۔ یعنی میں اب یا آئندہ تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کر سکتا جیسا کہ تم مجھ سے چاہتے ہو اور "وَلَا آتَاغَاہِذَ مَا عَبَدْنٰمْ" کا مطلب (بقول حافظ ابن تیمیہ) یہ لیا جائے کہ جب میں خدا کا رسول ہوں تو میری شان یہ نہیں اور نہ کسی وقت مجھ سے ممکن ہے (بامکان شرعی) کہ شرک کا ارتکاب کروں۔ حتیٰ کہ گزشتہ زمانہ میں نزول وحی سے پہلے بھی جب تم سب پتھروں اور درختوں کو پوج رہے تھے، میں نے کسی غیر اللہ کی پرستش نہیں کی۔ پھر اب اللہ کی طرف سے نور وحی و بینات و ہدئی وغیرہ آنے کے بعد کہاں ممکن ہے کہ شریکات میں تمہارا ہم نوا ہو جاؤں۔ شاید اسی لئے یہاں "وَلَا آتَاغَاہِذَ" میں جملہ اسیمہ اور "مَا عَبَدْنٰمْ" میں صیغہ ماضی کا عنوان اختیار فرمایا۔ ہا کفار کا حال، اس کا بیان دونوں مرتبہ ایک ہی عنوان سے فرمایا۔ "وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا آغْبٰذُ" یعنی تم لوگ تو اپنی سوء استعداد اور انتہائی بد بختی سے اس لائق نہیں کہ کسی وقت اور کسی حال میں خدائے واحد کی بلا شرکت غیرے پرستش کرنے والے ہو۔ حتیٰ کہ عین گفتگوئے صلح کے وقت بھی شرک کا دم چھلا سلا تھ لگائے رکھتے ہو۔ اور ایک جگہ "مَا عَبَدْنٰمْ" بصیغہ مضارع اور دوسری جگہ "مَا عَبَدْنٰمْ" بصیغہ ماضی لانے میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ ان کے معبود ہر روز بدلتے رہتے ہیں جو چیز عجیب سی نظر آتی یا کوئی خوبصورت سا پتھر نظر پڑا اس کو اٹھا کر معبود بنا لیا۔ اور پہلے کو رخصت کیا۔ پھر ہر موسم کا اور ہر کام کا جدا معبود ہے، ایک سفر کا، ایک حضر کا، کوئی روٹی دینے والا، کوئی اولاد دینے والا، قس علی ہذا۔ حافظ شمس الدین ابن قیمؒ نے بدائع الفوائد میں اس سورت کے لطائف و مزیایں بہت نفیس کلام کیا ہے جس کو معارف قرآنی کا شوق ہو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

◆ تمہارا اور میرا دین الگ الگ ہے | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی تم نے ضد باندھی اب سمجھانا کیا فائدہ کرے گا جب تک اللہ فیصلہ کرے۔" اب ہم تم سے بکلی بیزار ہو کر اسی فیصلہ کے خنجر ہیں۔ اور جو دین تویم اللہ نے ہم کو مرحمت فرمایا ہے اس پر نہایت خوش ہیں، تم نے اپنے لئے بد بختی سے جو روش پسند کی وہ تمہیں مبارک رہے۔ ہر ایک فریق کو اس کی راہ و روش کا نتیجہ مل رہے گا۔

آیاتھا ۳ ﴿۱۱۰﴾ سُورَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۱۳﴾ رُكُوعُهَا ۱

سورۃ نصر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ

جب پہنچ چکے مدد اللہ کی اور فیصلہ اور تو دیکھے لوگوں کو

يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

داخل ہوتے دین میں غول کے غول (فوج فوج) تو پا کی بول اپنے رب

رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

کی خوبیاں اور گناہ بخشوا اس سے بے شک وہ معاف کرنے والا ہے

وَقَدْ الْبَيَّنَّا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

تفسیر عثمان

سورة النصر

فتح مکہ کا وعدہ | بڑی فیصلہ کن چیز یہ تھی کہ مکہ معظمہ (جو گویا زمین پر اللہ کا دار السلطنت ہے) فتح ہو جائے۔ اسی پر اکثر قبائل عرب کی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے ایک ایک دو دو آدمی اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جوق در جوق داخل ہونے لگے۔ حتیٰ کہ سارا جزیرہ عرب اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا۔ اور جو مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تھا پورا ہوا۔

غلبہ دین کا وعدہ اور تسبیح تحمید کی تاکید | یعنی سمجھ لیجئے کہ مقصود بعثت کا اور دنیا میں رہنے کا (جو تکمیل دین و تمہید خلافت کبریٰ ہے) پورا ہوا، اب سفر آخرت قریب ہے۔ لہذا ادھر سے فارغ ہو کر ہمہ تن ادھر ہی لگ جائیے اور پہلے سے بھی زیادہ کثرت سے اللہ کی تسبیح و تحمید اور ان فتوحات اور کامیابیوں پر اس کا شکر ادا کیجئے۔

آپ ﷺ کو استغفار کا حکم | یعنی اپنے لئے اور امت کے لئے استغفار کیجئے۔ تنبیہ | نبی کریم ﷺ کا اپنے لئے استغفار کرنا پہلے کئی جگہ بیان ہو چکا ہے۔ وہیں دیکھ لیا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”یعنی قرآن میں ہر جگہ وعدہ ہے فیصلہ کا، اور کافر شتابی کرتے تھے حضرت ﷺ کی آخر عمر میں مکہ فتح ہو چکا، قبائل عرب ذل کے ذل مسلمان ہونے لگے۔ وعدہ سچا ہوا اب امت کے گناہ بخشوایا کر کہ درجہ شفاعت کا بھی ملے۔ یہ سورت اتری آخر عمر میں، حضرت نے جانا کہ میرا جو کام تھا دنیا میں کر چکا اب سفر ہے آخرت کا۔“

آیتھا ۵ ﴿۱۱﴾ سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ (۶) رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ لہب مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝۱ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا

ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ ﷺ کا منہ آیا اس کو مال اس کا اور نہ جو

كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَامْرَأَتُهُ

اس نے کمایا ﷻ اب پڑے گا (ڈیک) لپٹیں مارتی آگ میں اور اس کو جو رو

حَبَالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝۵

جو سر پر لیے پھرتی ہے ایندھن ﷻ اس کی گردن میں ری ہے مونجھ کی ﷻ

سورة اللہب

◆ ابولہب کی بد بختی | ”ابولہب“ (جس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا، لیکن اپنے کفر و شقاوت کی وجہ سے حضور ﷺ کا شدید ترین دشمن تھا۔ جب آپ ﷺ کسی مجمع میں پیغام حق سناتے یہ بد بخت پتھر پھینکتا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پائے مبارک لہو لہان ہو جاتے اور زبان سے کہتا کہ لوگو! اس کی بات مت سنو، یہ شخص (معاذ اللہ) جھوٹا بے دین ہے۔ کبھی کہتا کہ محمد ہم سے ان چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد ملیں گی۔ ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں۔ پھر دونوں ہاتھوں سے خطاب کر کے کہتا۔ ”بِالْكَمَا مَارِي فَيَكْمَا شَيْنًا مِّمَّا يَقُولُ مُحَمَّدٌ“ صلی اللہ علیہ وسلم (تم دونوں ٹوٹ جاؤ کہ میں تمہارے اندر اس میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمد ﷺ بیان کرتا ہے) ایک مرتبہ حضور ﷺ نے کوہ ”صفا“ پر چڑھ کر سب کو پکارا۔ آپ کی آواز پر تمام لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے نہایت مؤثر پیرایہ میں اسلام کی دعوت دی۔

ابولہب کی گستاخیاں | ابولہب بھی موجود تھا (بعض روایات میں ہے کہ ہاتھ جھٹک کر) کہنے لگا۔ ”تَبَّالْكَ مَسْأَلُ الْيَوْمِ الْهَذَا جَمْعَتَا“ (یعنی تو برباد ہو جائے کیا ہم کو اسی بات کے لئے جمع کیا تھا) اور روح المعانی میں بعض سے نقل کیا ہے کہ اس نے ہاتھوں میں پتھر اٹھایا کہ آپ ﷺ کی طرف پھینکے۔ غرض اس کی شقاوت اور حق سے عداوت انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔

اس پر جب اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو کہتا کہ سچ کچ یہ بات ہونے والی ہے تو میرے پاس مال و اولاد بہت ہے۔ اس سب کو فد یہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔

ابولہب کی بیوی | اس کی بیوی ام جمیل کو بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت ضد تھی۔ جو دشمنی کی آگ ابولہب بھڑکاتا تھا، یہ عورت گویا لکڑیاں ڈال کر اس کو اور زیادہ تیز کرتی تھی۔ سورۃ ہذا میں دونوں کا انجام بتلا کر متنبہ کیا ہے کہ مرد ہو یا عورت، اپنا ہویا بیگانہ بڑا ہویا چھوٹا، جو حق کی عداوت پر کمر باندھے گا وہ آخر کار ذلیل اور تباہ و برباد ہو کر رہیگا۔ پیغمبر کی قربت قریبہ بھی اس کو تباہی سے نہ بچا سکے گی۔ یہ ابولہب کیا ہاتھ جھٹک باتیں بناتا اور اپنی قوت بازو پر مغرور ہو کر خدا کے مقدس و معصوم رسول کی طرف دست درازی کرتا ہے، سمجھ لے کہ اب اس کے ہاتھ ٹوٹ چکے۔ اس کی سب کوششیں حق کے دبانے کی برباد ہو چکیں اس کی سرداری ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔ اس کے اعمال اکارت ہوئے اس کا زور ٹوٹ گیا، اور وہ خود تباہی کے گڑھے میں پہنچ چکا، یہ سورت مکی ہے۔ کہتے ہیں کہ غزوہ "بدر" سے سات روز بعد اس کے زہریلی قسم کا ایک دانہ نکلا۔ اور مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھر والوں نے الگ ڈال دیا، وہیں مر گیا اور تین روز تک لاش یوں ہی پڑی رہی۔ کسی نے نہ اٹھائی، جب سڑنے لگی، اس وقت حبشی مزدوروں سے اٹھوا کر دیوائی۔ انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اس کو ایک لکڑی سے اندر ڈھکا دیا اور پر سے پتھر بھر دیئے۔ یہ تو دنیا کی رسوائی اور بربادی تھی۔ "وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ"

اس کا مال اسکے کام نہیں آیا | یعنی مال، اور اولاد، عزت، و جاہت کوئی چیز اس کو ہلاکت سے نہ بچا سکی۔

ابولہب کا لقب | یعنی مرنے کے بعد سخت شعلہ زن آگ میں پہنچنے والا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے قرآن نے اس کی کنیت "ابولہب" قائم رکھی۔ دنیا تو اس کو "ابولہب" اس لئے کہتی تھی کہ اس کے رخسار آگ کے شعلے کی طرح چمکتے تھے۔ مگر قرآن نے بتلادیا کہ وہ اپنے آخری انجام کے اعتبار سے بھی "ابولہب" کہلانے کا مستحق ہے۔

ابولہب کی بیوی کا انجام | ابولہب کی عورت ام جمیل باوجود مالدار ہونے کے سخت بخل اور خست کی بناء پر خود جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتی، اور کانٹے حضرت کی راہ میں ڈال دیتی تا حضور ﷺ کو اور آنے والوں کو تکلیف پہنچے۔ فرماتے ہیں کہ وہ جس طرح یہاں حق کی دشمنی اور پیغمبر خدا کی ایذا رسانی میں اپنے شوہر کی مددگار ہے۔ دوزخ میں بھی اسی ہیئت سے اس کے ہمراہ رہے گی۔ شاید وہاں زقوم اور ضریح کی (جو جہنم کے خاردار درخت ہیں) لکڑیاں اٹھائے پھرے۔ اور ان کے ذریعہ سے اپنے شوہر پر عذاب الہی کی آگ کو تیز کرتی رہے۔ کما قال ابن ابیہر۔ تمبیہا بعض نے "حَمَالَةَ الْحَطَبِ" کے معنی چغل خور کے لئے ہیں۔ اور محاورات عرب میں یہ لفظ اس معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسے فارسی میں بھی ایسے شخص کو "ہیزم کش" کہتے ہیں۔

یعنی بہت مضبوط بنی ہوئی چھینے والی۔ اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک دوزخ کے طوق و سلاسل ہیں اور یہ تشبیہ "حَمَالَةَ الْحَطَبِ" کی مناسبت سے دی گئی ہے۔ کیونکہ لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے میں رسی کی ضرورت پڑتی ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس عورت کے گلے میں ایک ہار بہت قیمتی تھا۔ کہا کرتی تھی کہ لات و عزی کی قسم۔ اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت پر خرچ کر ڈالوں گی۔ ضرور تھا کہ دوزخ میں بھی اس کی گردن ہار سے خالی نہ رہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس بد بخت کی موت بھی اسی طرح واقع ہوئی، لکڑیوں کے گٹھے کی رسی گلے میں آپڑی جس سے گلا گھٹ کر دم نکل گیا۔

رُكُونُهَا ۱

(۱۱۲) سُورَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ (۲۲)

آيَاتُهَا ۴

سورۃ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۝۳ وَلَمْ

تَوَلَدْ ۝۴ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۵

تو کہہ وہ اللہ ایک ہے ۝۱ اللہ بے نیاز ہے ۝۲ نہ کسی کو جنم نہ کسی سے ۝۳ نہ کسی سے ۝۴ اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی ۝۵

سورة الاخلاص

کہہ دو اللہ ایک ہے | یعنی جو لوگ اللہ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے، ان سے کہہ دیجئے کہ وہ ایک ہے جس کی ذات میں کسی قسم کے تعدد و تکثر اور دوئی کی گنجائش نہیں۔ نہ اس کا کوئی مقابل، نہ مشابہ، اس میں مجوس کے عقیدہ کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ خالق دو ہیں۔ خیر کا خالق ”یزداں“ اور شر کا ”اہرمن“۔ نیز ہنود کی تردید ہوئی جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔

صمد کے معنی | ”صَمَد“ کی تفسیر کئی طرح کی گئی ہے۔ طبرانی ان سب کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔ ”وَكُلُّ هَذِهِ صَحِيحَةٌ وَهِيَ صِفَاتُ رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ هُوَ الَّذِي يَصْمَدُ اِلَهٌ فِي الْحَوَائِجِ وَهُوَ الَّذِي قَدْ اَنْتَهَى مُؤَدَّدُهُ وَهُوَ الصَّمَدُ الَّذِي لَا جَوْفَ لَهُ وَلَا يَاكُلُ وَلَا يَشْرَبُ وَهُوَ الْبَاقِي بَعْدَ خَلْقِهِ“ (ابن کثیر) (یہ سب معانی صحیح ہیں اور یہ سب ہمارے رب کی صفات ہیں۔ وہ ہی ہے جس کی طرف تمام حاجات میں رجوع کیا جاتا ہے۔ یعنی سب اس

کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور وہ ہی ہے جس کی بزرگی اور فوقیت تمام کمالات اور خوبیوں میں انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔ اور وہ ہی ہے جو کھانے پینے کی خواہشات سے پاک ہے۔ اور وہ ہی ہے جو خلقت کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والا ہے (اللہ تعالیٰ کی صفت صمدیت سے ان جاہلوں پر رد ہوا جو کسی غیر اللہ کو کسی درجہ میں مستقل اختیار رکھنے والا سمجھتے ہوں۔ نیز آریوں کے عقیدہ مادہ و روح کی تردید بھی ہوئی۔ کیونکہ ان کے اصول کے موافق اللہ تو عالم کے بنانے میں ان دونوں کا محتاج ہے اور یہ دونوں اپنے وجود میں اللہ کے محتاج نہیں۔) (العیاذ باللہ)

اللہ کی نہ اولاد ہے نہ والد | یعنی نہ کوئی اس کی اولاد، نہ وہ کسی کی اولاد، اس میں ان لوگوں کا رد ہوا جو حضرت مسیح کو یا حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ نیز جو لوگ مسیح کو یا کسی بشر کو خدا مانتے ہیں ان کی تردید ”لم یولد“ میں کر دی گئی۔ یعنی خدا کی شان یہ ہے کہ اس کو کسی نے جنا نہ ہو۔ اور ظاہر ہے حضرت مسیح ایک پاکباز عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ پھر وہ خدا کس طرح ہو سکتے ہیں۔

خدا کے جوڑ کا کوئی نہیں | جب اس کے جوڑ کا کوئی نہیں تو جو رو یا بیٹا کہاں سے ہو۔ اس جملہ میں ان اقوام کا رد ہو گیا جو اللہ کی کسی صفت میں کسی مخلوق کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض گستاخ تو اس سے بڑھ کر صفات دوسروں میں ثابت کر دیتے ہیں۔ یہود کی کتابیں اٹھا کر دیکھو ایک دنگل میں خدا کی کشتی یعقوب علیہ السلام سے ہو رہی ہے، اور یعقوب خدا کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) ”كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنَّ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا“ ”إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ الْوَاحِدَ الْأَحَدَ الصَّمَدَ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ أَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ“

آیاتھا ۵ ﴿۱۱۳﴾ سُورَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۲۰) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ الفلق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَ

تو کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی ہر چیز کی بدی سے جو اس نے بنائی اور

مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي

بدی سے اند میرے کی جب سٹ آئے اور بدی سے عورتوں کی جو گرہوں میں

الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝۵

پھونک ماریں اور بدی سے برا چاہنے والے کی جب لگے ٹوک لگانے (ٹوکنے، ہونسنے)

سورة الفلق

صبح کے رب کی پناہ | یعنی جورات کی ظلمت چھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کرتا ہے۔

یعنی ہر ایسی مخلوق جس میں کوئی بدی ہو اس کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں۔ آگے بمناسبت مقام چند مخصوص چیزوں کا نام لیا ہے۔

تاریکیوں سے اللہ کی پناہ | یعنی رات کا اندھیرا کہ اس میں اکثر شرور خصوصاً سحر وغیرہ بکثرت واقع ہوتے ہیں، یا چاند کا گہن یا آفتاب کا غروب مراد ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”اس میں سب تاریکیاں آگئیں ظاہر اور باطن کی۔ اور تعلقہ سی اور پریشانی اور گمراہی۔“

گر ہوں میں پھونک مارنے والی عورتیں | نَفَّاثَاتٌ بِسْمِ الْعَفْدِ سے وہ عورتیں یا وہ جماعتیں یا وہ نفوس مراد ہیں جو ساحرانہ عمل کرنے کے وقت کسی تانت یا رسی یا ہال وغیرہ میں کچھ پڑھ کر اور پھونک مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں۔ حضور ﷺ پر جو سحر لیبید بن اعصم نے کیا تھا، لکھا ہے کہ بعض لڑکیاں بھی اس میں شریک تھیں واللہ اعلم۔

حاسد کے حسد سے پناہ | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”اس وقت اس کی ٹوک لگ جاتی ہے۔ بیشک ٹوک یا نظر لگ جانا ایک امر واقع ہے۔“ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک ”وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ“ کا مطلب یہ ہے کہ حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے، اس کی بدی سے پناہ مانگنا چاہئے۔ اگر ایک شخص کے دل میں بے اختیار حسد پیدا ہو مگر وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر محسود کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہ کرے وہ اس سے خارج ہے۔ نیز یاد رکھنا چاہئے کہ حسد کے معنی یہ ہیں دوسرے سے اللہ کی دی ہوئی نعمت کے زوال کا متمنی ہو۔ ہاتی یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی ایسی نعمت یا اس سے زائد عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی ہے۔ حسد میں داخل نہیں۔ اس کو ”غبطہ“ کہتے ہیں۔ بخاری کی حدیث ”لَا حَسَدَ إِلَّا لِمَا نَحْنُ فِيهِ“ میں لفظ ”حسد“ سے یہی غبطہ مراد ہے۔

آيَاتُهَا ۶ ﴿۱۱۴﴾ سُورَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ (۲۱) رُكُوعُهَا ۱

سورۃ ناس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ

تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی لوگوں کے بادشاہ کی لوگوں کے

النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۝ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِينَ

محبود کی بدی سے اس کی جو پھسلائے (بہکائے) اور چھپ جائے وہ جو

يُوسُوسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دل میں جنوں میں اور آدمیوں میں

دُعَاءُ خَتْمِ الْقُرْآنِ

اللَّهُمَّ اِنْسُ وَحُشَّتِي فِي قَبْرِى اللَّهُمَّ اَرْحِنِى بِالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ ۝ وَاجْعَلْهُ لِي اِمَامًا
وَنُورًا وَهُدًى وَرَحْمَةً ۝ اللَّهُمَّ ذَكِّرْنِي مِنْهُ مَا نَسِيتُ وَعَلِّمْنِي مِنْهُ مَا جَهِلْتُ
وَارْزُقْنِي تِلَاوَتَهُ اِنَّاءَ اللَّيْلِ وَاِنَّاءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِي حُجَّةً يَّارَبَّ الْعَالَمِينَ ۝

ترجمہ: اے اللہ میری قبر میں وحشت کی جگہ انس پیدا کر دینا۔ اے اللہ مجھ پر قرآن عظیم کے طفیل میں رحم کرنا اور اسے میرے حق میں رہبر اور نور اور ہدایت اور رحمت بنا دینا۔ اے اللہ میں اس میں سے جو کچھ بھول گیا ہوں وہ مجھے یاد کرادے اور اس میں سے جو کچھ میں نہ جانتا ہوں وہ مجھے سکھا دے اور مجھے اس کی تلاوت دن اور رات کے اوقات میں نصیب کر اور اے میرے لئے حجت بنادے اے پروردگار عالم۔

سورۃ الناس

◆ انسانوں کا رب اور بادشاہ | اگرچہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت اور بادشاہت وغیرہ تمام مخلوقات کو شامل ہے، لیکن ان صفات کا جیسا کامل ظہور انسانوں میں ہوا، کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہوا۔ اس لئے ”رب“ اور ”ملک“ وغیرہ کی اضافت ان ہی کی طرف کی گئی۔ نیز وہ اس میں مبتلا ہونا بجز انسان کے دوسری مخلوق کی شان بھی نہیں۔

◆ شیطان کے وسوسہ سے پناہ | شیطان نظروں سے غائب رہ کر آدمی کو بہکاتا پھلاتا ہے۔ جب تک آدمی غفلت میں رہا اس کا تسلط بڑھتا رہا۔ جہاں بیدار ہو کر اللہ کو یاد کیا یہ فوراً پیچھے کو کھسکا۔

◆ جنوں اور آدمیوں کے شیطان | شیطان جنوں میں بھی ہیں اور آدمیوں میں بھی۔ ”وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَفْسٍ عَذَابًا شَاطِئِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوجِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا“ (انعام۔ رکوع ۱۳) اللہ تعالیٰ دونوں سے پناہ میں رکھے۔ (تکملہ) ان دونوں سورتوں کی تفسیر میں علماء و حکماء نے بہت کچھ نکتہ آفرینیاں کی ہیں۔ حافظ ابن قیم، امام رازی، ابن سینا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بیانات درج کرنے کی یہاں گنجائش نہیں صرف استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ روحہ کی تقریر کا خلاصہ درج کرتا ہوں تا فوائد قرآن کے حسن خاتمہ کے لئے ایک فال نیک ثابت ہو۔

ان دونوں سورتوں کی تفسیر قاسمی | ”یہ ایک فطری اور عام دستور ہے کہ باغ میں جب کوئی نیا پودا زمین کو شق کرتا ہوا ختم سے باہر نکل آتا ہے تو باغبان (یا مالی) اس کے تحفظ میں پوری کوشش اور ہمت صرف کر دیتا ہے اور جب تک وہ جملہ آفات ارضی و سماوی سے محفوظ ہو کر اپنے حد کمال کو نہیں پہنچ جاتا اس وقت تک بہت زیادہ تردد اور عرق ریزی کرنا پڑتی ہے۔ اب غور کرنا چاہئے کہ پودے کی زندگی کو فنا کر دینے والی یا اس کے ثمرات کے تمتع سے مالک کو محروم بنا دینے والی وہ کون کون سی آفات ہیں جن کے شر اور مضرت سے بچالینے میں باغبان کو اپنی مساعی کے کامیاب بنانے کی ہر وقت دھن لگی رہتی ہے۔ ادنیٰ تا اعلیٰ سے معلوم ہو جائے گا کہ ایسی آفات اکثر چار طرح سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ جن کے انسداد کے لئے باغبان کو چار امور کی اشد ضرورت ہے (اول) ایسے سبزہ خور جانوروں کے دندان و دہن کو اس پودے تک پہنچنے سے روکا جائے جن کی جبلت اور خلقت میں سبزہ و گیہا کا کھانا داخل ہے (دوسرے) کنویں یا نہر یا بارش کا پانی اور ہوا اور حرارت آفتاب (غرضیکہ تمام اسباب زندگی و ترقی) کے پہنچنے کا پورا انتظام ہو۔ (تیسرے) اوپر سے برف اولہ وغیرہ جو اس کی حرارت غریزہ کے احتقان کا باعث ہو، اس پر گرنے نہ پائے۔ کیونکہ یہ چیز اس کی ترقی اور نشوونما کو روکنے والی ہے (چوتھے) مالک باغ کا دشمن یا اور کوئی حاسد اس پودے کی شاخ و برگ وغیرہ کو نہ کاٹ ڈالے یا اس کو جڑ سے اکھاڑ کر نہ پھینک دے۔ اگر ان چار باتوں کا خاطر خواہ بندوبست باغبان نے کر لیا تو خدا سے امید رکھنا چاہئے کہ وہ پودا بڑا ہوگا۔ پھولے پھلے گا، اور مخلوق اس کی پر میوہ شاخوں سے استفادہ کرے گی۔ ٹھیک اسی طرح ہم کو خالق ارض و سما سے جو رب الخلق اور فائق الحب والنوی اور چمنستان عالم کا حقیقی مالک و مربی ہے اپنے شجر و جود اور شجر ایمان کے متعلق ان ہی چار قسم کی آفات سے پناہ مانگنا چاہئے جو اوپر مذکور ہوئیں۔ پس معلوم کرنا چاہئے کہ جس طرح اول قسم میں سبزہ خور جانوروں کی ضرر رسانی محض ان کی طبیعت کے مقتضیات میں سے تھی،

شرما خلق | اسی طرح ”شر“ کی اضافت ”ما خلق“ کی طرف سے بھی اسی جانب مشیر ہے کہ یہ شر اس مخلوق میں مِنْ خَيْثُ هُوَ مخلوق کے واسطے ثابت ہے اور اس کے صدور میں بجز ان کی طبیعت اور پیدائشی دوائی کے اور کسی سبب کو دخل نہیں جیسا کہ سانپ بچھو اور تمام سباع و بہائم وغیرہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے

نیش عقرب نہ از پئے کین است . . . مقتضائے طبیعتش این ست

غاسق اذا وقب کی تفسیر | اس کے بعد دوسرے درجہ میں "غاسق اذا وقب" سے تعوذ کی تعلیم دی گئی ہے جس سے مفسرین کے نزدیک مراد یا تو رات ہے جب خوب اندھیری ہو، یا آفتاب ہے جب غروب ہو جائے، یا چاند ہے جب اس کو گہن لگ جائے ان میں سے کوئی معنی لو۔ اتنی بات یقینی ہے کہ غاسق میں سے شر کا پیدا ہونا اس کے وقب (کسی چیز کے نیچے چھپ جانے) پر مبنی ہے اور ظاہر ہے وقب (چھپ جانے) میں اس کے سوا کوئی بات نہیں کہ ایک چیز کا علاقہ ہم سے منقطع ہو جائے اور جو فائدہ اس کے ظہور کے وقت ہم کو حاصل ہوتے تھے وہ اب ہاتھ نہ آئیں۔ لیکن جب یہ ہے تو یہ تمثیل اسباب و مسببات سے زیادہ اور کسی چیز پر چسپاں نہیں ہوتی۔ کیونکہ مسبب کا وجود اسباب و معدات کے وجود پر موقوف ہوتا ہے اور جب تک اسباب کا علاقہ مسببات کے ساتھ قائم نہ ہو، ہرگز کوئی مسبب اپنی ہستی میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وہ بات ہے جس کو ہم نے آفت کی دوسری قسم میں یہ کہہ کر بیان کیا تھا کہ پانی، ہوا اور حرارت آفتاب (غرض کل اسباب زندگی و ترقی) کا اگر خاطر خواہ انتظام نہ ہو تو وہ پودا کملا کر خشک ہو جائے گا۔

سحر اور اس کا اثر | اب اس کے بعد تیسرا تعوذ "نفثات فی العقد" سے کیا گیا، جس سے میں کہہ چکا ہوں ساحرانہ اعمال مراد ہیں۔ جو لوگ سحر کا وجود تسلیم کرتے ہیں وہ یہ مانتے ہیں کہ سحر کے اثر سے مسح کو ایسے امور عارض ہو جاتے ہیں جن سے طبیعت کے اصلی آثار مغلوب ہو کر دب جائیں تو سحر کی یہ آفت اس آفت سے بہت ہی مشابہ ہوئی جو پودے پر برف وغیرہ گرنے اور حرارت غریزہ کے محقق (بند ہونے) کی وجہ سے پیدا ہوتی تھی جس سے اس کا نشوونما رک جاتا تھا۔ لبید بن اعصم کے قصہ میں جو الفاظ آئے ہیں۔ "فقام علیہ الصلوۃ والسلام کائنما انشط من عقال" ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز نے مستولی ہو کر آپ کے مقتضیات طبیعت کو چھپا لیا تھا جو جبریل علیہ السلام کے تعوذ سے باذن اللہ دفع ہو گئی۔ اب ان آفات میں سے جن سے تحرز کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا صرف ایک آخری درجہ باقی ہے۔ یعنی کوئی مالک باغ کا دشمن بر بناء عداوت و حسد پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے یا اس کی شاخ و برگ کاٹ ڈالے۔ "شر" کے اس مرتبہ کو "من شر حاسد اذا حسد" نے بہت ہی وضاحت کے ساتھ ادا کر دیا ہاں اس تقریر میں اگر کچھ کمی ہے تو صرف اتنی کہ کبھی کبھی ختم کو ان چاروں آفات میں سے کسی کا سامنا کرنا نہیں پڑتا، بلکہ روئیدگی سے پہلے ہی یا تو بعض حیوین اس ختم کے باطن میں سے وہ خاص جوہر چوس لیتی ہیں جس سے ختم کی روئیدگی ہوتی ہے اور جس کو ہم "قلب الحبوب" یا "سودائے ختم" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یا اندر ہی اندر گھن لگ کر کھوکھلا ہو جاتا ہے اور قابل نشوونما نہیں رہتا۔

وسواس اندرونی خطرات ہیں | شاید اسی سرسری کمی کی تلافی کے لئے دوسری سورت میں "الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ" کے شر سے استعاذہ کی تعلیم فرمائی گئی۔ کیونکہ "وسواس" ان ہی فاسد خطرات کا نام ہے جو ظاہر ہو کر نہیں، بلکہ اندرونی طور پر ایمان کی قوت میں رخسہ ڈالتے ہیں۔ اور جن کا علاج عالم الخفیات والسرائر کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں۔ لیکن جب وسواس کا مقابلہ ایمان سے ٹھہرا تو دفع وسواس کے واسطے انہی صفات سے تمسک کرنے کی ضرورت ہوئی جو ایمان کے اصل مبادی و مناشی گنے جاتے ہیں اور جن سے ایمان کو مدد پہنچتی ہے۔ اب تجربہ سے معلوم ہوا کہ سب سے اول ایمان (انقیاد و تسلیم) کا نشوونما حق تعالیٰ کی تربیت ہائے بے پایاں اور انعامات بے غایت ہی کو دیکھ کر حاصل ہوتا ہے۔ پھر جب ہم اس کی ربوبیت مطلقہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارا ذہن ادھر منتقل ہوتا ہے کہ وہ رب العزت مالک الملک اور شہنشاہ مطلق بھی ہے کیونکہ تربیت مطلقہ کے معنی ہر قسم کی جسمانی و روحانی ضروریات بہم پہنچانے کے ہیں اور یہ کام بجز ایسی ذات منبع الکمال کے اور کسی سے بن نہیں پر سکتا۔ جو ہر قسم کی ضروریات کی مالک ہو اور دنیا کی کوئی ایک چیز بھی اس کے قبضہ اقتدار سے خارج نہ ہو سکے۔

مالک الملک | ایسی ہی ذات کو ہم "مالک الملک" اور "شہنشاہ مطلق" کہہ سکتے ہیں۔ اور لاریب اس کی یہ شان ہونی چاہئے "لِغَنِ الْمُلْكِ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" گویا "مالکیت" یا "ملکیت" ایک ایسی قوت کا نام ہے جس کی فعلیت کا مرتبہ "ربوبیت" سے

موسوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ربوبیت کا کل خلاصہ اعطاء منفعت اور دفع مضرت ہے اور ان دونوں چیزوں پر قادر ہونا یہ ملک علی الاطلاق کا منصب ہے۔ پھر ذرا اور آگے بڑھتے ہیں تو ملک علی الاطلاق ہونے ہی سے ہم کو اس کی معبودیت (الہیت) کا سراغ ملتا ہے۔ کیونکہ معبود اسی کو کہتے ہیں جس کے حکم کے سامنے گردن ڈال دی جائے اور اس کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے حکم کی اصلاح پر واندہ کی جائے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ انقیاد و بندگی بجز محبت کاملہ اور حکومت مطلقہ کے اور کسی کے سامنے سزاوار نہیں اور ان دونوں چیزوں کا اصلی مستحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے معبودیت والہیت کی صفت بھی تنہا اسی وحدۃ لا شریک لہ کے لئے ثابت ہو گئی۔ پڑھو ”اتَّعْبُدُونِ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا“ غرض سب سے اول جو صفت ایمان کا مبداء بنتی ہے وہ ربوبیت ہے اس کے بعد صفت ملکیت اور سب کے بعد الوہیت کا مرتبہ ہے۔ پس جو شخص اپنے ایمان کو دوسواں شیطانی کی مضرت سے بچانے کے لئے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں چار جوئی کرے گا اس کو اسی طرح درجہ بدرجہ نیچے کی عدالت سے اوپر کی عدالت میں جانا مناسب ہوگا جس طرح خود اس نے بالترتیب اپنی صفات (رَبِّ النَّاسِ، مَلِكِ النَّاسِ، إِلَهِ النَّاسِ) کو سورۃ ”الناس“ میں بیان فرما دیا ہے۔

ایک لطیف نکتہ | اور عجیب بات یہ ہے کہ جس طرح مستعاذہ کی جانب میں یہاں تین صفتیں بغیر واو عطف اور بغیر اعادہ باء جارہ کے مذکور ہیں اسی طرح مستعاذ منہ کی جانب بھی تین چیزیں نظر آتی ہیں جو صفت در صفت کر کے بیان کی گئی ہیں۔ اس کو یوں سمجھ سکتے ہو کہ لفظ دوسواں کو صفت الوہیت کے مقابلہ میں رکھو، کیونکہ جس طرح مستعاذہ حقیقی ”إِلَهِ النَّاسِ“ ہے اور ”مَلِكِ النَّاسِ“ و ”رَبِّ النَّاسِ“ اسی تک رسائی حاصل کرانے کے عنوان قرار دیئے گئے ہیں، اسی طرح مستعاذ منہ کی حقیقت یہ ہی دوسواں ہے جس کی صفت آگے ”خناس“ بیان فرمائی ہے۔ ”خناس“ سے مراد یہ ہے کہ شیطان بحالت غفلت آدمی کے دل میں دوسواں ڈالتا رہتا ہے، اور جب کوئی بیدار ہو جائے تو چوروں کی طرح پیچھے کو کھسک آتا ہے ایسے چوروں اور بد معاشوں کا بندوبست اور ان کے دست تعدی سے رعایا کو مصئون و مامون بنانا بادشاہان وقت کا خاص فریضہ ہوتا ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ اس صفت کے مقابل ”ملک الناس“ کو رکھا جائے۔ اور ”الَّذِي يُؤْمِنُ فِي صَلَواتِ النَّاسِ“ جو ”خناس“ کی فعلیت کا درجہ ہے اور جس کو ہم چور کے نقب لگانے سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ اس کو ”رَبِّ النَّاسِ“ کے مقابلہ میں (جو حسب تحریر سابق ”ملک الناس“ کی فعلیت کا مرتبہ ہے) شمار کیا جائے۔ پھر دیکھئے کہ مستعاذ منہ اور مستعاذہ میں کس قدر تام اور کامل تقابل ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم باسرار کلامہ۔

آنحضرتؐ پر سحر کا اثر رسالت کے منافی نہیں | تنبیہ | کئی صحابہ۔ (مثلاً عائشہ صدیقہ، ابن عباس زید بن ارقم رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض یہود نے سحر کیا۔ جس کے اثر سے ایک طرف کا مرض سا بدن مبارک کو لاحق ہو گیا۔ اس دوران میں کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپؐ ایک دنیوی کام کر چکے ہیں، مگر خیال گزرتا تھا کہ نہیں کیا۔ یا ایک کام نہیں کیا اور خیال ہوتا تھا کہ کر چکے ہیں۔ اس کے علاج کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ دوسورتیں نازل فرمائیں اور ان کی تاثیر سے وہ اثر باذن اللہ زائل ہو گیا۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ صحیحین میں موجود ہے جس پر آج تک کسی محدث نے جرح نہیں کی۔ اور اس طرح کی کیفیت منصب رسالت کے قطعاً منافی نہیں۔ جیسے آپؐ کبھی بیمار ہوئے۔ بعض اوقات غشی طاری ہو گئی یا کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا، اور آپؐ نے فرمایا ”إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُنْسِيْ كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَبِيتُ فَلْيَكْرُؤْنِيْ“ (میں بھی ایک بشر ہی ہوں جیسے تم بھولتے ہو، میں بھی بھولتا ہوں، میں بھول جاؤں تو یاد دلادیا کرو) کیا اس غشی کی کیفیت اور سہو نسیان کو پڑھ کر کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اب وحی اور آپؐ کی دوسری باتوں پر کیسے یقین کریں، ممکن ہے ان میں بھی سہو نسیان اور بھول چوک ہو گئی ہو۔ اگر وہاں سہو نسیان کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وحی الہی اور فرائض تبلیغ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگیں، تو اتنی بات سے کہ احیاناً آپؐ ایک کام کر چکے

ہوں اور خیال گزرے کہ نہیں کیا، کس طرح لازم آیا کہ آپؐ کی تمام تعلیمات اور فرائض بعثت سے اعتبار اٹھ جائے۔ یاد رکھیے سہو و نسیان، مرض اور غشی وغیرہ عوارض خواص بشریت سے ہیں۔ اگر انبیاء بشر ہیں، تو ان خواص کا پایا جانا ان کے رتبہ کو کم نہیں کرتا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ جب ایک شخص کی نسبت دلائل قطعیہ اور براہین نیرہ سے ثابت ہو جائے کہ وہ یقیناً اللہ کا سچا رسول ہے، تو ماننا پڑے گا کہ اللہ نے اس کی عصمت کا تکفل کیا ہے اور وہی اس کو اپنی وحی کے یاد کرانے سمجھانے اور پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ ناممکن ہے کہ اس کے فرائض دعوت و تبلیغ کی انجام دہی میں کوئی طاقت خلل ڈال سکے۔ نفس ہو، یا شیطان، مرض ہو، یا جادو، کوئی چیز ان امور میں رخنہ اندازی نہیں کر سکتی، جو مقصد بعثت کے متعلق ہیں۔ کفار جو انبیاء کو ”مسور“ کہتے تھے، چونکہ ان کا مطلب نبوت کا ابطال اور یہ ظاہر کرنا تھا کہ جادو کے اثر سے ان کی عقل ٹھکانے نہیں رہی، گویا ”مسور“ کے معنی ”مجنون“ کے لیتے تھے اور وحی الہی کو جوش جنون قرار دیتے تھے (العیاذ باللہ) اس لیے قرآن میں ان کی تکذیب و تردید ضروری ہوئی۔ یہ دعویٰ کہیں نہیں کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام لوازم بشریت سے مستثنیٰ ہیں۔ اور کسی وقت ایک آن کے لئے کسی نبی پر بحر کا معمولی اثر جو فرائض بعثت میں اصلاً خلل انداز نہ ہو نہیں ہو سکتا۔

دونوں سورتیں قرآن کا حصہ ہیں | تنبیہ دوم | معوذتین کے قرآن ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع ہے اور ان کے عہد سے آج تک بتواتر ثابت ہے۔ صرف ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ان دو سورتوں کو اپنے مصحف میں نہیں لکھتے تھے۔ لیکن واضح رہے کہ ان کو بھی ان سورتوں کے کلام اللہ ہونے میں شبہ نہ تھا۔ وہ مانتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور لا ریب آسمان سے اتر آیا ہے۔ مگر ان کے نازل کرنے کا مقصد رقیہ اور علاج تھا۔ معلوم نہیں کہ تلاوت کی غرض سے اتاری گئی یا نہیں اس لئے ان کو مصحف میں درج کرنا اور اس قرآن میں شامل کرنا جس کی تلاوت نماز وغیرہ میں مطلوب ہے، خلاف احتیاط ہے۔ روح البیان میں ہے۔ ”اِنَّهُ كَانَ لَا يَعِدُّ الْمُعْذَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَانَ لَا يَكْتُبُهُمَا فِي مَصْحَفِهِ يَقُولُ اِنَّهُمَا مِنْزَلَتَانِ مِنَ السَّمَاءِ وَهُمَا مِنْ كَلَامِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَكِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَرْقِي وَيَعُوذُ بِهِمَا فَاشْتَبَهَ عَلَيْهِمَا مِنْ الْقُرْآنِ اُولَئِكَ اَمَنَهُ فَلَمْ يَكْتُبُهُمَا فِي الْمَصْحَفِ“ (صفحہ ۷۳ جلد ۴) قاضی ابوبکر باقلانی لکھتے ہیں۔ ”لم ينكر ابن مسعود كونهما من القرآن وانما انكر الباطن في المصحف فانه كان يرى ان لا يكتب في المصحف شيئا الا ان كان النبي صلى الله عليه وسلم اذن في كتابته فيه وكانه لم يبلغه الاذن“ (فتح الباری صفحہ ۵۷ جلد ۸) حافظ نے ایک اور عالم کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ ”لم يكن اختلاف ابن مسعود مع غيره في قرائتهما وانما كان في صفة من صفاتهما.“ (فتح الباری صفحہ ۵۷ جلد ۵) بہر حال ان کی یہ رائے بھی شخصی اور انفرادی تھی اور جیسا کہ بزار نے تصریح کی ہے۔ کسی ایک صحابی نے ان سے اتفاق نہیں کیا اور بہت ممکن ہے کہ جب تواتر سے ان کو ثابت ہو گیا ہو کہ یہ بھی قرآن مکتوب ہے تو اپنی رائے پر قائم نہ رہے ہوں۔ اس کے علاوہ ان کی یہ انفرادی رائے بھی محض خبر واحد سے معلوم ہوئی ہے جو تواتر قرآن کے مقابلہ میں قابل سماعت نہیں ہو سکتی۔ شرح مواقف میں ہے۔ ان اختلاف الصحابة في بعض سور القرآن مروى بالا حاد المفيدة للظن ومجموع القرآن منقول بالتواتر المفيد لليقين الذي يضمن محل الظن في مقابله فتلک الاحاد مما لا يلتفت اليه ثم ان سلمنا اختلافهم فيما ذكر قلنا انهم لم يختلفوا في نزوله على النبي صلى الله عليه وسلم ولا في بلوغه في البلاغة حدا لا اعجاز بل في مجرد كونه من القرآن وذلك لا يضر فيما نحن بصدده اه حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ واجيب باحتمال انه كان متواترا في عصر ابن مسعود لكن لم يتواتر عند ابن مسعود فانحلت العقدة بعون الله تعالى الخ اور صاحب المعانی کہتے ہیں۔ ولعل ابن مسعود رجع عن ذلك۔ اه



www.ahlehaq.org

دُعَاءُ خَتْمِ الْقُرْآنِ

صَدَقَ اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيمُ ۝ وَنَحْنُ عَلَى ذَلِكَ
 مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا بِكُلِّ حَرْفٍ مِنَ الْقُرْآنِ
 حَلَاوَةً وَبِكُلِّ جُزْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ جِزَاءً ۝ اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا بِالْأَلِفِ الْفَتْحَةَ وَبِالْبَاءِ بَرَكَهَةً وَبِالْثَاءِ تَوْبَةً وَ
 بِالنَّاءِ ثَوَابًا وَبِالْجِيمِ جَمَالًا وَبِالْحَاءِ حِكْمَةً وَبِالْخَاءِ خَيْرًا وَبِالدَّالِ دَلِيلًا وَبِالذَّالِ ذِكَاً وَبِالرَّاءِ
 رَحْمَةً وَبِالزَّاءِ زَكَاةً وَبِالسِّينِ سَعَادَةً وَبِالشِّينِ شِفَاءً وَبِالصَّادِ صِدْقًا وَبِالضَّادِ ضِيَاءً وَبِالظَّاءِ
 طَرَاوَةً وَبِالطَّاءِ ظَفْرًا وَبِالْعَيْنِ عِلْمًا وَبِالْغَيْنِ غِنًى وَبِالْفَاءِ فَلَاحًا وَبِالْقَافِ قُرْبَةً وَبِالْكَافِ
 كَرَامَةً وَبِالْلامِ لُطْفًا وَبِالْمِيمِ مَوْعِظَةً وَبِالنُّونِ نُورًا وَبِالْوَاوِ وَصْلَةً وَبِالْهَاءِ هِدَايَةً وَبِالْيَاءِ يَقِينًا
 اللَّهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ وَارْفَعْنَا بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ وَتَقَبَّلْ مِنَّا قِرَاءَتَنَا وَتَجَاوِزَعْنَا مَا كَانَ
 فِي تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ مِنْ خَطَاٍ أَوْ نِسْيَانٍ أَوْ تَحْرِيفٍ كَلِمَةٍ عَنْ مَوَاضِعِهَا أَوْ تَقْدِيرٍ أَوْ تَخْيِيرٍ أَوْ زِيَادَةٍ
 أَوْ نَقْصَانٍ أَوْ تَأْوِيلٍ عَلَى غَيْرِ مَا أَنْزَلْتَهُ عَلَيْهِ أَوْ رَيْبٍ أَوْ شَكٍّ أَوْ سَهْوٍ أَوْ سُوءِ الْحَاثِرِ أَوْ تَعْجِيلٍ
 عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ أَوْ كَسَلٍ أَوْ سُرْعَةٍ أَوْ تَرْيُّغٍ لِسَانٍ أَوْ وَقْفٍ بِغَيْرِ وَقْفٍ أَوْ إِدْغَامٍ بِغَيْرِ إِدْغَامٍ
 أَوْ إِظْهَارٍ بِغَيْرِ بَيَانٍ أَوْ مَدٍّ أَوْ تَشْدِيدٍ أَوْ هَمْزَةٍ أَوْ جُزْمٍ أَوْ عَرَابٍ بِغَيْرِ مَا كَتَبَتْهُ أَوْ قَلَّةٍ رَغْبَةٍ وَ
 رَهْبَةٍ عِنْدَ آيَةِ الرَّحْمَةِ وَآيَةِ الْعَذَابِ فَاعْفِرْ لَنَا رَبَّنَا وَكُتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ اللَّهُمَّ نَوِّرْ قُلُوبَنَا
 بِالْقُرْآنِ وَزَيِّنْ أَخْلَاقَنَا بِالْقُرْآنِ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ بِالْقُرْآنِ وَأَدْخِلْنَا فِي الْجَنَّةِ بِالْقُرْآنِ اللَّهُمَّ
 اجْعَلِ الْقُرْآنَ لَنَا فِي الدُّنْيَا قَرِينًا وَفِي الْقَبْرِ مَوْسِمًا وَعَلَى الصِّرَاطِ نُورًا وَفِي الْجَنَّةِ رَفِيقًا وَمِنَ
 النَّارِ سِتْرًا وَجَبَابًا وَإِلَى الْخَيْرِ كُلِّهِ دَلِيلًا فَكُتُبْنَا عَلَى السَّمَاءِ وَارْزُقْنَا أَدَاءً بِالْقَلْبِ لِلْسَّانِ
 وَحُبَّ الْخَيْرِ وَالسَّعَادَةَ وَالْبَشَارَةَ مِنَ الْإِيمَانِ ۝ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ
 وَآلِهِ وَاصْحَبِهِ وَاتَّبَاعِهِ أَجْمَعِينَ ۝ آمِينَ ۝ وَسَلِّمْ وَسَلِّيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا أَبَدًا ۝

رموز اوقاف

اوقاف لازمی اور ضروری

نمبر شمار	علامات	رموز
۱	م	وقف لازم
۲	ط	وقف مطلق
۳	سکتہ	علامت سکتہ یہاں اس طرح ٹھہرو کہ سانس نہ ٹوٹے۔
۴	وقفہ	علامت وقفہ، یہاں سکتے کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ توڑے۔
۵	○	ختم آیت کی علامت ہے۔ دائرہ پر اگر کوئی اور علامت نہ ہو تو رک جاؤ ورنہ علامت کے مطابق عمل کرو۔
۶	۵	آیت غیر کوئی کی علامت ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرہ کا ہے۔

وصل یعنی وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا ضروری ہے

۱	لا	جب ۵ اور ○ کے بغیر ہو تو ملانا ضروری ہے۔
---	----	--

ذیل کی علامت میں وصل بہتر ہے

۱	ز	وقف مجوز
۲	ص	یہاں وقف کی رخصت ہے۔
۳	ق	وقف کا قول ضعیف ہے۔ "ق" قبل علیہ الوقف کا مخفف ہے۔
۴	صلے	الوصل اولیٰ کا مخفف ہے۔ یعنی وصل بہتر ہے۔
۵	صل	قد وصل کا مخفف ہے۔ بوقت ضرورت وقف کر سکتے ہیں۔

جہاں وقف بہتر ہے

۱	قف	وقف بہتر کی ایک ہی علامت ہے، اس کے علاوہ قرآن مجید میں اکثر حاشیہ پر جو وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقف جبرئیل، وقف غفران، وقف منزل لکھا ہوتا ہے تو وہاں بھی وقف بہتر ہے۔
---	----	--

وقف اور وصل مساوی ہیں

۱	○ لا ۵	ان دونوں کو آیت لا کہتے ہیں، دونوں کے وقف یا وصل میں اختلاف ہے۔ مختصر یہ کہ دونوں جائز ہیں، کسی امر کو ترجیح نہیں دی جاسکتی، پڑھنے والا حسب معانی وقف یا وصل کر لے۔
۲	ج	وقف جائز۔

علامات متفرقہ

۱	ك	کذلک کا مخفف ہے اس سے مراد ہے کہ جو رمز اس سے پہلی آیت میں آچکی ہے اسی کا حکم اس پر بھی ہے۔
۲	۵ ۵	یہ تین نقاط والے دو وقف قریب قریب آتے ہیں۔ حاشیہ میں معانقہ یا مع لکھ دیتے ہیں، ان میں سے ایک پر ٹھہرنا چاہئے، دوسرے پر نہیں۔

ضروری ہدایت

قرآن مجید میں بیس مقامات ایسے ہیں کہ ذرا سی بے احتیاطی سے نادانستہ کلمہ کفر کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ زیر، زبر اور پیش میں رد و بدل کر دینے سے معنی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں اور دانستہ پڑھنے سے گناہ کبیرہ بلکہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ذیل میں وہ تمام مقام درج کر دیئے گئے ہیں۔

نمبر شمار	مقام	صحیح	غلط
۱	سورۃ الفاتحہ	اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ	اَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ
۲	سورۃ الفاتحہ	اِيَّاكَ نَعْبُدُ	اِيَّاكَ نَعْبُدُ،
۳	سورۃ البقرۃ	رُكُوْع ۱۵	وَ اِذْ ابْتَلٰ اِبْرٰهِيْمَ رَبُّهُ
۴	سورۃ البقرۃ	رُكُوْع ۲۳	قَتَلَ دَاوُدَ جَالُوْتَ
۵	سورۃ البقرۃ	رُكُوْع ۳۴	اِنَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ
۶	سورۃ البقرۃ	رُكُوْع ۳۶	وَاللّٰهُ يُضَعِفُ
۷	سورۃ النساء	رُكُوْع ۲۲	مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ
۸	سورۃ التوبۃ	رُكُوْع ۱	رَسُوْلِهِ
۹	سورۃ بنی اسرائیل	رُكُوْع ۲	مُعَذِّبِيْنَ
۱۰	سورۃ طہ	رُكُوْع ۷	وَعَصٰى اٰدَمَ رَبُّهُ
۱۱	سورۃ الانبیاء	رُكُوْع ۶	اِنِّیْ كُنْتُ
۱۲	سورۃ الشعراء	رُكُوْع ۱۱	لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ
۱۳	سورۃ فاطر	رُكُوْع ۴	يَخْشٰى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا
۱۴	سورۃ الضحٰی	رُكُوْع ۴	مُنْذِرِيْنَ
۱۵	سورۃ الفتح	رُكُوْع ۲	صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلُهُ
۱۶	سورۃ العشر	رُكُوْع ۳	الْمُصَوِّرُ
۱۷	سورۃ الحاثۃ	رُكُوْع ۱	اِلَّا الْخٰطِئُوْنَ
۱۸	سورۃ المزمل	رُكُوْع ۱	فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلِ
۱۹	سورۃ المرسلت	رُكُوْع ۲	فِيْ ظِلَالٍ
۲۰	سورۃ النزعۃ	رُكُوْع ۲	اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ

رسم الخط

☆..... عربی میں یائے مجہول نہیں ہے۔ لیکن قرآن مجید میں صرف ایک موقع پر آئی ہے۔ مَجْرِبَهَا وَمَرْسَهَا کو ”بحرے ہاو مرسہا“ پڑھیں گے۔

☆..... قرآن میں اکثر جگہ الف لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا مثلاً علامت جمع کے لئے جو الف آتا ہے اس کو نہیں پڑھتے جیسے ”قالوا“ میں آخری الف نہیں پڑھا جائے گا۔

☆..... اس کے علاوہ قرآن مجید میں بعض اور ایسے کلمات آتے ہیں جن پر عربی رسم الخط میں الف لکھا جاتا ہے لیکن اس کا تلفظ نہیں کیا جاتا ایسے لفظوں پر صرف (گول دائرہ) لگا دیتے ہیں۔ مثلاً اَنَا کو اَنَّ پڑھتے ہیں آخری الف نہیں پڑھا جاتا۔ ایسے اور مقامات ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں۔ ہر لفظ کے نیچے سورت اور آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔

أَفَإِنْ مَاتَ ، مَلَأْهِ ، لَا أَوْضَعُوا ، مَلَأْهِ ، مَلَأْهُمْ ، ثُمَّودًا ، مَلَأْهِ
(۱۳۳: ۳) (۱۰۳: ۷) (۴۷: ۹) (۷۵: ۱۰) (۸۴: ۱۰) (۴۸: ۲۵) (۹۷: ۱۱)

أَمْهَلَتَلْتَلَوْا ، لَنْ نَدْعُوا ، أَفَإِنْ مِتَّ ، مَلَأْهِ ، ثُمَّودًا ، مَلَأْهِ ، ثُمَّودًا
(۳۰: ۱۳) (۱۳: ۱۸) (۴۴: ۲۱) (۴۶: ۲۳) (۴۸: ۲۵) (۴۲: ۲۸) (۴۸: ۲۹)

أَتَيْتُمْ مِنْ رَبِّالْيَرَبُّوَا ، لَا إِلَى الْجَحِيمِ ، مَلَأْهِ ، وَلَكِنْ لِيَبْلُوَا ، نَبْلُوَا
(۴۹: ۳۰) (۶۸: ۲۷) (۴۳: ۳۶) (۴: ۲۷) (۳۱: ۴۷)

ثُمَّودًا ، سَلَايَلَا ، قَوَارِيرَا مِنْ ، أَنَا ، لَكِنَّا ، بِاللهِ الظُّنُونَا ، أَطَعْنَا الرَّسُولَا
(۵۱: ۵۴) (۴: ۷۶) (۱۶: ۷۶) (ہر جگہ) (۴۸: ۱۸) (۱۰: ۴۴) (۶۶: ۴۴)

فَاضْلُونَا السَّبِيلَا ، لَا إِلَى الله ، لِشَأْنِي ، لَا أَذْبَحَتْهُ ، لَا أَنْتُمْ
(۶۷: ۴۳) (۱۵۸: ۲) (۲۴: ۱۸) (۲۱: ۲۸) (۱۳: ۵۹)



سجودِ تلاوت

قرآن مجید میں درج ذیل ۱۴ مقامات کے پڑھنے یا کسی اور کو پڑھتے ہوئے سننے سے سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔

نمبر سجدہ	پارہ	نام سورت	شمار سورت	رکوع	آیت	موجب سجدہ	موضع سجدہ	جلد تفسیر	صفحہ
۱	۹	سورة الاعراف	۷	۲۳	۲۰۶	يَسْجُدُونَ	يَسْجُدُونَ	۱	۷۹۸
۲	۱۳	سورة الرعد	۱۳	۲	۱۵	وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ	وَالْأَصَالِ	۲	۲۳۲
۳	۱۴	سورة النحل	۱۶	۶	۴۹	وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ	مَا يُؤْمِرُونَ	۲	۳۳۰
۴	۱۵	سورة بني اسرائيل	۱۷	۱۲	۱۰۹	يَخْرُجُونَ لِلْآذْقَانِ سُجَّدًا	خُشُوعًا	۲	۴۲۲
۵	۱۶	سورة مريم	۱۹	۴	۵۸	خَرُّوا سُجَّدًا	وَبِكِيًا	۲	۴۹۴
۶	۱۷	سورة الحج	۲۲	۲	۱۸	يَسْجُدْ لَهُ	مَا يَشَاءُ	۲	۵۹۸
۷	۱۹	سورة الفرقان	۲۵	۵	۶۰	اسْجُدُوا	لِقُورًا	۲	۷۲۸
۸	۱۹	سورة النمل	۲۷	۲	۲۶	الَّا يَسْجُدُوا لِلّٰهِ	رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ	۲	۷۸۶
۹	۲۱	سورة السجدة	۳۲	۲	۱۵	خَرُّوا سُجَّدًا	لَا يَسْتَكْبِرُونَ	۳	۱۰۴
۱۰	۲۳	سورة ص	۳۸	۲	۲۴	وَخَرَّ رَاكِعًا	وَأَنَابَ	۳	۲۶۴
۱۱	۲۴	سورة حم السجدة	۴۱	۵	۳۸	وَاسْجُدْ وَابْتَهِ	لَا يَسْمُونَ	۳	۳۶۸
۱۲	۲۷	سورة النجم	۵۳	۳	۶۲	فَاسْجُدْ وَاقْبَلْ	وَاعْبُدْ وَارْكَعْ	۳	۵۸۰
۱۳	۳۰	سورة الانشقاق	۸۴	۱	۲۱	يَسْجُدُونَ	يَسْجُدُونَ	۳	۸۶۰
۱۴	۳۰	سورة العلق	۲۴	۱	۱۹	وَاسْجُدْ	وَاقْتَرِبْ	۳	۸۹۶
۱۵	۱۷	سورة الحج	۲۲	۱۰	۷۷	وَاسْجُدْ وَاقْبَلْ	تُفْلِحُونَ	۲	۶۲۶

☆ بہتر تو یہ ہے کہ جس وقت سجدے کی آیت پڑھی جائے یا سنی جائے اسی وقت سجدہ کر لیا جائے۔ لیکن اگر اس وقت سجدہ نہ کیا جب بھی کوئی گناہ نہیں۔ البتہ زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

☆ نماز سے باہر سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر (اللہ اکبر) کہتے ہوئے سجدہ کرے اور پھر تکبیر (اللہ اکبر) کہتے ہوئے کھڑے ہو جائے۔ لیکن اگر بیٹھے ہی سجدہ کیا اور سجدے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تب بھی سجدہ ہو گیا۔

نوٹ: ریکارڈ شدہ تلاوت سننے پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست (ترتیب تلاوت)

سورت	نام سورت	پارہ	جلد تفسیر	صفحہ	سورت	نام سورت	پارہ	جلد تفسیر	صفحہ
۱	سورة الفاتحة	۱	۱	۴۸	۲۳	سورة المؤمنون	۱۸	۲	۶۳۰
۲	سورة البقرة	۱	۱	۵۰	۲۴	سورة النور	۱۸	۲	۶۶۲
۳	سورة آل عمران	۳	۱	۲۳۴	۲۵	سورة الفرقان	۱۸	۲	۷۰۶
۴	سورة النساء	۴	۱	۳۶۴	۲۶	سورة الشعراء	۱۹	۲	۷۳۴
۵	سورة المائدة	۶	۱	۴۸۸	۲۷	سورة النمل	۱۹	۲	۷۷۴
۶	سورة الانعام	۷	۱	۵۹۰	۲۸	سورة القصص	۲۰	۲	۸۱۰
۷	سورة الاعراف	۸	۱	۶۸۶	۲۹	سورة العنكبوت	۲۰	۲	۸۵۴
۸	سورة الانفال	۹	۱	۷۹۸	۳۰	سورة الروم	۲۱	۳	۵۴
۹	سورة التوبة	۱۰	۱	۸۴۲	۳۱	سورة لقمن	۲۱	۳	۸۰
۱۰	سورة يونس	۱۱	۲	۵۸	۳۲	سورة السجدة	۲۱	۳	۹۸
۱۱	سورة هود	۱۱	۲	۱۱۶	۳۳	سورة الاحزاب	۲۱	۳	۱۱۰
۱۲	سورة يوسف	۱۲	۲	۱۷۶	۳۴	سورة سبا	۲۲	۳	۱۵۴
۱۳	سورة الرعد	۱۳	۲	۲۳۲	۳۵	سورة فاطر	۲۲	۳	۱۸۰
۱۴	سورة ابراهيم	۱۳	۲	۲۵۸	۳۶	سورة يونس	۲۲	۳	۲۰۲
۱۵	سورة الحجر	۱۳	۲	۲۸۴	۳۷	سورة الصافات	۲۳	۳	۲۲۸
۱۶	سورة النحل	۱۴	۲	۳۰۸	۳۸	سورة ص	۲۳	۳	۲۵۶
۱۷	سورة بني اسرائيل	۱۵	۲	۳۷۲	۳۹	سورة الزمر	۲۳	۳	۲۸۰
۱۸	سورة الكهف	۱۵	۲	۴۲۴	۴۰	سورة المؤمن	۲۳	۳	۳۱۴
۱۹	سورة مريم	۱۶	۲	۴۷۲	۴۱	سورة الحديد	۲۳	۳	۳۵۲
۲۰	سورة طه	۱۶	۲	۵۰۴	۴۲	سورة الشورى	۲۵	۳	۳۷۸
۲۱	سورة الانبياء	۱۷	۲	۵۴۸	۴۳	سورة الزخرف	۲۵	۳	۴۰۴
۲۲	سورة الحج	۱۷	۲	۵۸۶	۴۴	سورة الدخان	۲۵	۳	۴۳۰

شمارت	نام سورت	پاره	جلد تفسیر	صفحہ	شمارت	نام سورت	پاره	جلد تفسیر	صفحہ
۴۵	سورة الجاثية	۲۵	۳	۴۴۴	۷۰	سورة المعارج	۲۹	۳	۷۶۴
۴۶	سورة الاحقاف	۲۶	۳	۴۶۲	۷۱	سورة نوح	۲۹	۳	۷۷۲
۴۷	سورة محمد	۲۶	۳	۴۸۲	۷۲	سورة الجن	۲۹	۳	۷۸۰
۴۸	سورة الفتح	۲۶	۳	۵۰۰	۷۳	سورة المزمل	۲۹	۳	۷۸۸
۴۹	سورة الحجرات	۲۶	۳	۵۲۰	۷۴	سورة البدر	۲۹	۳	۷۹۶
۵۰	سورة ق	۲۶	۳	۵۳۲	۷۵	سورة القیمة	۲۹	۳	۸۰۶
۵۱	سورة الذریت	۲۶	۳	۵۴۴	۷۶	سورة الدهر	۲۹	۳	۸۱۲
۵۲	سورة الطور	۲۷	۳	۵۵۸	۷۷	سورة المزلت	۲۹	۳	۸۲۲
۵۳	سورة النجم	۲۷	۳	۵۶۸	۷۸	سورة النبا	۳۰	۳	۸۳۰
۵۴	سورة القمر	۲۷	۳	۵۸۰	۷۹	سورة التوریت	۳۰	۳	۸۳۴
۵۵	سورة الرحمن	۲۷	۳	۵۹۲	۸۰	سورة عبس	۳۰	۳	۸۴۰
۵۶	سورة الواقعة	۲۷	۳	۶۰۶	۸۱	سورة التکوید	۳۰	۳	۸۴۶
۵۷	سورة الحديد	۲۷	۳	۶۲۰	۸۲	سورة الانطار	۳۰	۳	۸۵۰
۵۸	سورة المجادلة	۲۸	۳	۶۳۲	۸۳	سورة المطففین	۳۰	۳	۸۵۲
۵۹	سورة الحشر	۲۸	۳	۶۵۶	۸۴	سورة الانشقاق	۳۰	۳	۸۵۸
۶۰	سورة المتحة	۲۸	۳	۶۷۰	۸۵	سورة البرج	۳۰	۳	۸۶۲
۶۱	سورة الحف	۲۸	۳	۶۸۰	۸۶	سورة الطارق	۳۰	۳	۸۶۶
۶۲	سورة الجمعة	۲۸	۳	۶۸۸	۸۷	سورة الاعطی	۳۰	۳	۸۶۸
۶۳	سورة المنافقون	۲۸	۳	۶۹۴	۸۸	سورة الفاشية	۳۰	۳	۸۷۰
۶۴	سورة التغابن	۲۸	۳	۷۰۰	۸۹	سورة الفجر	۳۰	۳	۸۷۴
۶۵	سورة الطلاق	۲۸	۳	۷۰۸	۹۰	سورة البلد	۳۰	۳	۸۷۸
۶۶	سورة التحریم	۲۸	۳	۷۲۰	۹۱	سورة الشمس	۳۰	۳	۸۸۲
۶۷	سورة الملائک	۲۹	۳	۷۳۲	۹۲	سورة الیل	۳۰	۳	۸۸۴
۶۸	سورة القلم	۲۹	۳	۷۴۲	۹۳	سورة الضحی	۳۰	۳	۸۸۶
۶۹	سورة الحاقة	۲۹	۳	۷۵۲	۹۴	سورة المرشع	۳۰	۳	۸۸۸

شمارت	نام سورت	پاره	جلد تفسیر	صفی	شمارت	نام سورت	پاره	جلد تفسیر	صفی
۹۵	سورة التین	۳۰	۳	۸۹۲	۱۰۵	سورة الفیل	۳۰	۳	۹۱۲
۹۶	سورة العلق	۳۰	۳	۸۹۳	۱۰۶	سورة قمریش	۳۰	۳	۹۱۲
۹۷	سورة القدر	۳۰	۳	۸۹۶	۱۰۷	سورة الماعون	۳۰	۳	۹۱۲
۹۸	سورة البینة	۳۰	۳	۸۹۸	۱۰۸	سورة الکوثر	۳۰	۳	۹۱۶
۹۹	سورة الزلزال	۳۰	۳	۹۰۰	۱۰۹	سورة الکفرون	۳۰	۳	۹۱۸
۱۰۰	سورة الفدیت	۳۰	۳	۹۰۲	۱۱۰	سورة النصر	۳۰	۳	۹۲۰
۱۰۱	سورة الفارعة	۳۰	۳	۹۰۴	۱۱۱	سورة الہب	۳۰	۳	۹۲۲
۱۰۲	سورة التکاثر	۳۰	۳	۹۰۶	۱۱۲	سورة الاخلاص	۳۰	۳	۹۲۳
۱۰۳	سورة العصر	۳۰	۳	۹۰۸	۱۱۳	سورة الفلق	۳۰	۳	۹۲۶
۱۰۴	سورة الهزلة	۳۰	۳	۹۱۰	۱۱۴	سورة الناس	۳۰	۳	۹۲۸

فہرست منازل قرآن

شمار منزل	نام سورت	جلد تفسیر	صفحات
پہلی منزل	سورة الفاتحة تا سورة النساء	۱	۲۸ تا ۲۸۸
دوسری منزل	سورة المائدة تا سورة التوبة	۱ - ۲	۲۹۲ تا ۵۷
تیسری منزل	سورة یونس تا سورة النحل	۲	۵۸ تا ۳۷۰
چوتھی منزل	سورة بنی اسرائیل تا سورة الفرقان	۲	۳۷۲ تا ۷۳۲
پانچویں منزل	سورة الشعراء تا سورة یس	۲ - ۳	۷۳۳ تا ۲۲۶
چھٹی منزل	سورة الصافات تا سورة الحجرت	۳	۲۲۸ تا ۵۳۲
ساتویں منزل	سورة قی تا سورة الناس	۳	۵۳۳ تا ۹۲۸



سورتوں کے نام (ترتیب حروف تہجی)

حرف	نام سورت	شمار سورت	جلد تفسیر	صفحہ نمبر	حرف	نام سورت	شمار سورت	جلد تفسیر	صفحہ نمبر
ا	آل عمران	۳	۱	۲۴۴	ح	الحاقة	۶۹	۳	۷۵۲
	ابراہیم	۱۳	۲	۲۵۸		الحج	۲۳	۲	۵۸۶
	الاحزاب	۳۳	۳	۱۱۰		الحجر	۱۵	۲	۲۸۳
	الاحقاف	۴۶	۳	۳۶۲		الحجرات	۴۹	۳	۵۲۰
	الانعام	۱۱۳	۳	۹۲۳		الحديد	۵۷	۳	۶۲۰
	الاعراف	۷	۱	۶۸۶		الحشر	۵۹	۳	۶۵۶
	الاعلى	۸۷	۳	۸۶۸		حکم السجدة	۴	۳	۲۵۲
	الانشراح	۹۴	۳	۸۸۸	د	الدخان	۳۴	۳	۴۳۰
	الانبیاء	۲۱	۲	۵۳۸		الدھر	۷۶	۳	۸۱۲
	الانشقاق	۸۴	۳	۸۵۸	ز	الذاریات	۵۱	۳	۵۳۳
	الانعام	۶	۱	۵۹۰	ر	الرحمن	۵۵	۳	۵۹۲
	الانفال	۸	۱	۷۹۸		الرعد	۱۳	۲	۲۳۲
	الانطار	۸۲	۳	۸۵۰		الروم	۳۰	۳	۵۳
ب	البرج	۸۵	۳	۸۶۲	ز	الزخرف	۴۳	۳	۴۰۴
	البقرة	۲	۱	۵۰		الزلزال	۹۹	۳	۹۰۰
	البلد	۹۰	۳	۸۷۸		الزمر	۳۹	۳	۲۸۰
	بنی اسرائیل	۷۷	۲	۳۷۲	س	سبا	۴۳	۳	۱۵۴
	البینة	۹۸	۳	۸۹۸		السجدة	۴۳	۳	۹۸
ت	التحریم	۶۶	۳	۷۲۰	ش	الشعراء	۲۶	۲	۷۳۳
	التغابن	۶۳	۳	۷۰۰		الشمس	۹۱	۳	۸۸۲
	التكاثر	۱۰۲	۳	۹۰۶		الشوری	۴۳	۳	۳۷۸
	التکوید	۸۱	۳	۸۴۶	ص	ص	۴۸	۳	۲۶۵
	التوبة	۹	۱	۸۴۲		الصلوات	۴۷	۳	۲۲۸
	التین	۹۵	۳	۸۹۲		الصف	۶۱	۳	۶۸۰
ج	الجمعة	۶۲	۳	۶۸۸	ض	الضحي	۹۳	۳	۸۸۶
	الجن	۷۲	۳	۷۸۰	ط	الطلاق	۸۶	۳	۸۶۶
						الطلاق	۶۵	۳	۷۰۸

حرف	نام سورت	شمار سورت	جلد تفسیر	صفحہ نمبر	حرف	نام سورت	شمار سورت	جلد تفسیر	صفحہ نمبر
	طہ .	٢٠	٢	٥٠٣		الماعون	١٠٤	٣	٩١٣
	الطور	٥٢	٣	٥٥٨		المنفقون	٦٣	٣	٦٩٣
ع	الفطیر	١٠٠	٣	٩٠٢		المجادلة	٥٨	٣	٦٣٢
	عبس	٨٠	٣	٨٣٠		محمد	٣٤	٣	٣٨٢
	العصر	١٠٣	٣	٩٠٨		المدثر	٤٢	٣	٤٩٦
	العلق	٩٦	٣	٨٩٣		المرسلات	٤٤	٣	٨٢٢
	العنکبوت	٢٩	٢	٨٥٣		مریم	١٩	٢	٣٤٣
غ	الغاشية	٨٨	٣	٨٤٠		المزمل	٤٣	٣	٤٨٨
ف	الفاتحة	١	١	٣٨		المطففين	٨٣	٣	٨٥٢
	الفيل	١٠٥	٣	٩١٢		المعارج	٤٠	٣	٤٦٣
	فاطر	٣٥	٣	١٨٠		الملك	٦٤	٣	٤٣٢
	الفتح	٣٨	٣	٥٠٠		المتحة	٦٠	٣	٦٤٠
	الفجر	٨٩	٣	٨٤٣		المؤمن	٣٠	٣	٣١٣
	الفرقان	٢٥	٢	٤٠٦		المؤمنون	٢٣	٢	٦٣٠
	العلق	١١٣	٣	٩٢٦	ن	الفرغت	٤٩	٣	٨٣٣
ق	قی	٥٠	٣	٥٣٢		الناس	١١٣	٣	٩٢٨
	القارعة	١٠١	٣	٩٠٣		النبا	٤٨	٣	٨٣٠
	القدر	٩٤	٣	٨٩٦		النجم	٥٣	٣	٥٦٨
	قريش	١٠٦	٣	٩١٢		النحل	١٦	٢	٣٠٨
	القصص	٣٨	٢	٨١٠		النساء	٣	١	٣٦٣
	القلم	٦٨	٣	٤٣٢		النصر	١١٠	٣	٩٢٠
	القمر	٥٣	٣	٥٨٠		النمل	٢٤	٢	٤٤٣
	القيمة	٤٥	٣	٨٠٦		نوح	٤١	٣	٤٤٢
ک	الکفرون	١٠٩	٣	٩١٨		النور	٢٣	٢	٦٦٢
	الکھف	١٨	٢	٣٢٣	ه	الهمزة	١٠٣	٣	٩١٠
	الکوثر	١٠٨	٣	٩١٦		هود	١١	٢	١١٦
ل	لقمن	٣١	٣	٨٠	و	الواقعة	٥٦	٣	٦٠٦
	اللمب	١١١	٣	٩٢٢	ی	یس	٣٦	٣	٢٠٢
	اليل	٩٢	٣	٨٨٣		یوسف	١٢	٢	١٤٦
م	المائدة	٥	١	٣٨٨		یونس	١٠	٢	٥٨

التماس

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شعبہ جدید معہد اُم القرئی نے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی معروف و مستند تالیف ”تفسیر عثمانی“ کو عصری تقاضوں کے مطابق یوں طبع کروانے کی سعی محمود کی ہے کہ اس کے ہر دائیں طرف کے صفحہ پر فقط آیات قرآن پاک اور ترجمہ جلی حروف میں دیا گیا ہے اور اس کے مقابل بائیں صفحہ پر انہی آیات کی مکمل تفسیر موجود ہے جس سے قاری کو مسلسل تلاوت کیلئے فقط دائیں ہاتھ کے صفحات پر نظر رکھنا ہوگی اور تفسیر کیلئے بالقابل بائیں طرف کے صفحات کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ تادم تحریر یہ سہولت ماضی میں مطبوعہ کسی بھی تفسیر میں ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ ذالک فضل اللہ یوتبہ من یشاء

قرآن پاک کی یہ قابل تحسین طباعت معہد اُم القرئی کے صاحب علم احباب اور بالخصوص پرنسپل ادارہ جناب محمد رفیع صاحب کی شب و روز محنت شاقہ کا ثمر ہے۔ اللہ کریم انہیں اور طباعت سے متعلق جملہ احباب کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

حافظ فضل الرحیم

جامعہ اشرفیہ لاہور

نوٹ: الحمد للہ یہ جدید ایڈیشن اب دارالاشاعت راجی سے شائع ہوا ہے۔ گاہکار جناب: حافظ رحیم صاحب کا شمار بڑا ہے۔

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ ”تفسیر عثمانی“ کے اس مطبوعہ نسخے میں قرآن پاک کے متن اور ترجمہ و تفسیر کو راقم الحروف نے حرفاً حرفاً پوری توجہ سے پڑھا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ اس لیے امید ہے کہ یہ تفسیر ان شاء اللہ تعالیٰ اغلاط سے مبرا ہوگی۔

مگر دوران طباعت اگر زیر زیر پیش مد یا شد کی ٹوٹ پھوٹ ہو جائے تو صحت مواد کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

مولوی عطاء الرحمن احسن

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف پنجاب

مولوی محمد فیصل

معہد اُم القرئی جامعہ اشرفیہ لاہور

ضروری گزارش

اس مطبوعہ ”تفسیر عثمانی“ کی تصحیح کیلئے ماہرین کی ایک ٹیم تشکیل کی گئی تھی جس نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ تفسیری مواد ترجمہ اور متن قرآنی میں کسی قسم کی غلطی یا ابہام نہ رہے پھر بھی اگر سہواً کتابت و طباعت یا جلد بندی میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ فوری تلافی کی تدبیر کی جاسکے۔ ایسی نشان دہی عین احسان ہوگی۔

ادارہ